سرکاری رپورٹ

صوبائی اسمبلی پنجاب

مباحثات

ہفتہ، منگل، 12,9- جون 1990ء

(شنبہ، سہ شنبہ 18,15- ذی القعدہ 1410ھ)

جلد 11 شمارہ 2,1

بشمول شمارہ جات 1 تا 16

مندرجات

	صفحہ
تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ	1,2
چیئرمینوں کا پینل	3
پوائنٹ آف آرڈر	
اجلاس کی طلبی کے وقت میں تبدیلی	3
وزیر خزانہ کی تقریر بابت ضمنی میزانیہ 90-1989ء	5
وزیر خزانہ کی تقریر بابت میزانیہ 91-1990ء	8

منگل، 12- جون 1990ء

جلد 11 شمارہ 2

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ	21,22
پوائنٹ آف آرڈر	
اراکین اسمبلی کو طبعی سہولیات کی عدم فراہمی	23

- اسمبلی میں پیش ہونے سے قبل بجٹ کے اعداد و شمار کا افشاء ---------- 23
- بجٹ اجلاس کے دوران پرائیویٹ ممبرز ڈے منگل کے بجائے جمعرات مقرر کرنا جس دن وقفہ سوالات نہیں ہوتا ---------- 24
- ہارس ٹریڈنگ' اور اراکین اسمبلی کے استحقاق کا مسئلہ ---------- 29
- سپیکر کو موصول شدہ اراکین اسمبلی کے خلاف نااہلی کے ریفرینسز چیف الیکشن کمشنر کو بھیجنے میں تاخیر ---------- 30

مسئلہ استحقاق:

ایوان کو نشان زدہ سوالات 836 اور 837 کے غلط جوابات کی فراہمی ---------- 33
- ڈائریکٹر سوشل سیکورٹی فیصل آباد کا رکن اسمبلی سے نامناسب رویہ ---------- 37
ضمنی میزانیہ بابت 90-1989ء پر بحث ---------- 56

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس

ہفتہ 9- جون 1990ء

(شنبہ 15- ذی القعد 1410ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز لاہور میں 3 بج کر 45 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر سردار حسن اختر موکل کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۝

وَمَنْ اَعْرَضَ

عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ
اَعْمٰى ﴿۱۲۴﴾ قَالَ رَبِّ لِمَ حَشَرْتَنِيْٓ اَعْمٰى وَقَدْ كُنْتُ بَصِيْرًا ﴿۱۲۵﴾
قَالَ كَذٰلِكَ اَتَتْكَ اٰيٰتُنَا فَنَسِيْتَهَا ۚ وَكَذٰلِكَ الْيَوْمَ تُنْسٰى ﴿۱۲۶﴾
وَكَذٰلِكَ نَجْزِيْ مَنْ اَسْرَفَ وَلَمْ يُؤْمِنْۢ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ ۭ وَلَعَذَابُ
الْاٰخِرَةِ اَشَدُّ وَاَبْقٰى ﴿۱۲۷﴾ اَفَلَمْ يَهْدِ لَهُمْ كَمْ اَهْلَكْنَا قَبْلَهُمْ مِّنَ
الْقُرُوْنِ يَمْشُوْنَ فِيْ مَسٰكِنِهِمْ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي النُّهٰى ﴿۱۲۸﴾
وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ﴿۱۲۹﴾
فَاصْبِرْ عَلٰي مَا يَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ
وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَاۗئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَاَطْرَافَ النَّهَارِ
لَعَلَّكَ تَرْضٰى ﴿۱۳۰﴾

سورۃ طٰہٰ آیات 124 تا 130

اور جس نے میری یاد سے منہ پھر لیا اس کے لیے جامعہ زندگی تنگ کر دیا جائے گا اور روز قیامت ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے وہ کہے گا اے میرے پروردگار تو نے مجھے نابینا کر کے کیوں اٹھایا ہے حالانکہ میں (پہلے) بینا تھا اللہ تعالیٰ فرمائے گا اسی طرح ہماری آیتیں تیرے پاس آئیں تو تُو نے انھیں بھلا دیا اسی طرح آج تجھے بھی فراموش کر دیا جائے گا اور اسی طرح ہم اس شخص کو بدلہ دیں گے جس نے حد سے تجاوز کیا اور اپنے رب کی آیتوں پر ایمان نہ لایا اور (سن لو) آخرت کا عذاب بڑا سخت اور دیرپا ہے کیا (یہ بات) انہیں راہ راست نہ دکھا سکی کہ کتنی قوموں کو ہم نے ان کی بد اعمالیوں کے باعث برباد کر دیا جن کے اجڑے ہوئے مکانوں میں یہ لوگ چل پھر رہے ہیں اس میں اہل دانش کے لیے (ہماری قدرت کی) نشانیاں ہیں اور اگر ان کے (انجام کے) متعلق آپ کے رب کا فیصلہ پہلے نہ ہو چکا ہوتا اور ان کے لیے ایک وقت مقرر نہ کر دیا گیا ہوتا وہ بھی ان پر عذاب نازل ہو جاتا (اے حبیب) آپ ان کی دل آزار باتوں پر صبر فرمائیے اور آفتاب کے طلوع سے پہلے اور غروب سے پہلے اپنے رب کی ڈر کے ساتھ تسبیح بیان کیجیے رات کے لمحوں دن کے اطراف میں اس کی پاکیزگی بیان کیجیے تاکہ آپ خوش رہیں۔

وما علینا الا البلاغ○

چیئرمینوں کا پینل

سید ذاکر حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سیکرٹری صاحب پہلے پینل آف چیئرمین پڑھ لیں۔

سیکرٹری اسمبلی، قواعد انضباط کار صوبائی اسمبلی پنجاب 1973 کے قاعدہ 14 کے تحت جناب سپیکر نے اسمبلی کے اجلاس ہذا کے لیے چار معزز اراکین پر مشتمل بحسب ترتیب و تقویم ذیل صدر نشینوں کی جماعت تشکیل فرمائی ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ، یہ اجلاس غیر قانونی ہے۔ یہ اجلاس آئین کی دفعہ 109 کی خلاف ورزی ہے۔ اس اجلاس میں جو کچھ پیش ہو گا وہ غیر قانونی ہو گا۔ اس پر پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ ذرا انتظار کیجیے۔

سیکرٹری اسمبلی،

1- جناب محمد صدر شاکر صاحب

2- رانا اکرام ربانی صاحب

3- جناب عثمان ابراہیم صاحب

4- سردار اللہ یار خان ہراج صاحب

پوائنٹ آف آرڈر

اجلاس کی طلبی کے وقت میں تبدیلی

جناب ڈپٹی سپیکر، راہی صاحب، آپ تشریف رکھیں۔ شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ، جناب والا! قواعد انضباط کار کا قاعدہ 3- ملاحظہ فرمائیں،

(1) When the Assembly is summoned under clause (3) of Article 54 read with Article 127, or under Article 109 of the Constitution, the Secretary shall intimate to each Member the date, time and place of the meeting and shall cause a

notification to this effect to be published in the Gazette.

ب جناب سپیکر! پہلے جو نوٹیفکیشن جاری کیا گیا ہے' اس میں گیارہ بجے کا وقت دیا گیا ہے۔ ہمیں جو وٹس وصول ہوا ہے۔ وہ گیارہ بجے کا ہے۔ اگر ایک دفعہ وقت کا نوٹیفکیشن ہو جائے تو اس کے بعد آپ وقت تبدیل نہیں کر سکتے۔ اگر اجلاس ہونا' پھر اس کو آپ پروروگ کرتے اور پھر ٹائم مقرر کرتے۔ آئین کے آرٹیکل 109 کے تحت time اور place کا تعین کرنا گورنر کا اختیار ہے۔ ہمیں آپ نے جو پہلے نوٹس بھیجے' اس پر وقت گیارہ بجے کا لکھا ہوا ہے۔ یہ جو آج تین بجے اجلاس ہو رہا ہے' قاعدہ نمبر 4 اور آرٹیکل109 کی خلاف ورزی ہے۔ اس لیے آج جو پینل آف چیئرمین کا اعلان کیا گیا ہے' یہ بھی غیر قانونی ہے اور آج صوبے کا جو بجٹ پیش کیا جائے گا' یہ بھی ایک ایسے اجلاس میں پیش کیا جائے گا جس کی کوئی قانونی اور آئینی حیثیت نہیں۔ اس لیے میرا یہ اعتراض ہے کہ اس غیر آئینی اور غیر قانونی اجلاس میں کوئی کارروائی نہیں ہو سکتی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب۔ بات یہ ہے کہ جو نوٹیفکیشن جاری ہوا ہے' وہ ایک ہی جاری ہوا ہے۔ اور اس نوٹیفکیشن کے مطابق یہ اجلاس بلایا گیا ہے۔ آپ کے پاس نوٹیفکیشن کی کاپی ہے؟

سید ذاکر حسین شاہ، جو نوٹس مجھے بھیجا گیا ہے' اس پر 11-00 اے ایم لکھا ہوا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میں عرض کرتا ہوں۔ یہ گورنر صاحب کا آرڈر ہے۔ اس کے تحت یہ نوٹیفکیشن ہوا ہے۔ اور گورنر صاحب کا جو آرڈر ہے' اس میں انھوں نے تبدیلی کی ہے۔ یہ آپ پڑھ سکتے ہیں

> In exercise of the powers conferred by Article 109 of the Constitution of the Islamic Republic of Pakistan and in supersession of the Order dated May 30, 1990 for summoning the Provincial Assembly of the Punjab, I, General (Retd) Tikka Khan, Governor of the Punjab, hereby summon the Provincial Assembly of the Punjab to meet on Saturday the 9th June, 1990 at 3 00 p.m. in the Assembly Chambers, Lahore.

اس کی روشنی میں آپ کا پوائنٹ آف آرڈر خلاف ضابطہ قرار دیتا ہوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

فنانس منسٹر صاحب!

وصی ظفر صاحب، میں فنانس منسٹر کو فلور دے چکا ہوں۔ جناب فنانس منسٹر

وزیر خزانہ، (بجٹ تقریر، شروع سے آخر تک) (قطع کلامیاں۔شور)

جناب ڈپٹی سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔۔

وزیر خزانہ کی تقریر بابت ضمنی میزانیہ 1989,90ء

وزیر خزانہ (سردار ذوالفقار علی کھوسہ)، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! اس محترم ایوان میں صوبہ پنجاب کا بجٹ پیش کرنا میرے لیے باعث افتخار بھی ہے اور ایک آزمائش بھی۔ میری خداوند کریم سے عاجزانہ دعا ہے کہ مجھے اس فرض سے بخوبی عہدہ برا ہونے کی سعادت عطا فرمائے۔ آمین۔

مالی سال 90-1989ء قریب الاختتام ہے۔ جن نامساعد حالات میں گزشتہ مالی سال کا آغاز ہوا تھا وہ دوران سال بتدریج دگرگوں ہوتے گئے۔ ہماری مالی اور اقتصادی مجبوریاں اور بڑھیں۔ معاشی ناہمواریوں نے علاقائی، صوبائی اور لسانی تعصبات کو مزید ہوا دی۔ جنوب میں امن و امان کی صورت حال خراب تر ہوتی گئی اور اس کے اثرات ارض پنجاب پر بھی مرتب ہوئے۔ مزید براں ہمارے ہمسایہ ممالک میں جدوجہد آزادی نے اور شدت اختیار کر لی۔ اور اس کے آغاز سے حریت کا شعلہ بھڑکا اور جنت نظیر کشمیر کے مجبور ومظلوم باشندوں میں جور وظلم کے خونیں پنجوں سے آزاد ہونے کی تڑپ مزید بڑھی اور ایک ہمہ گیر تحریک کی شکل اختیار کر کے بھارتی سامراج کے اعصاب پر چھا گئی۔ ساتھ ہی ساتھ پوشیدہ ہاتھ پنجاب میں دہشت گردی کے ذریعے امن و امان کی صورت حال کو خراب کر کے پنجاب کی حکومت کو پریشان کرنے کے لیے اپنی مذموم کارروائیاں کرتے رہے۔ ان حالات سے جناب والا! آپ مجھ سے بہتر طور پر آگاہ ہیں۔ درحقیقت یہ کڑی آزمائش کا دور تھا لیکن پنجاب کی باصلاحیت قیادت کی فراست، عوام کی حوصلہ مندی اور اس ایوان کے معزز اراکین کی اعانت و پذیرائی نے امواج بلا کا رخ پھیر کر رکھ دیا۔

جناب سپیکر! اس ذکر سے کسی کی مذمت مقصود ہے اور نہ کسی کی بے جا تعریف۔ بلکہ حقائق کو بے کم و کاست آپ کے گوش گزار کرنا ہی مدعا ہے۔

منظور ہے گزارش احوال واقعی
اپنا بیان حسن طبیعت نہیں مجھے

جناب والا! میرے فاضل پیش رو نے رواں مالی سال کا بجٹ پیش کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ" ہمارے فیصلوں اور منصوبہ بندی کا ٹھنڈے دل و دماغ کے ساتھ تجزیہ کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ سب کچھ ایک ایسے محور کے گرد گھومتا ہے۔ جو ہماری ایک مجبوری' ایک تمنا اور ایک مقصد عظیم پر مبنی ہے"۔ یہ بات آج بھی اتنی ہی درست ہے جتنی کل تھی۔ ہماری مجبوری ضروریات کے مقابلے میں وسائل اور ذرائع کی کمی سے عبارت ہے۔ کہ اس میں ترجیحات کا تعین ایک مشکل ترین امر کی صورت اختیار کر جاتا ہے۔ صوبائی وزیر خزانہ کے لیے اس مجبوری کا احساس اس وقت اتنا کرب انگیز نہیں ہوتا جب مرکز اور صوبے میں فکر و احسان کی ہم آہنگی ہو' لیکن اگر ترجیحات کا تعین معاشرے کے محروم طبقات کی معاشی اور سماجی بحالی کی بجائے علاقائی' لسانی اور سیاسی بنیادوں پر کیا جائے تو محرومی و مجبوری کا احساس شدید تر ہوجاتا ہے آج ہم اسی صورت حال سے دو چار ہیں اور اپنی سبک سری کے باوجود نہ ان کی سرگرانی کی وجہ معلوم کر سکے ہیں اور نہ انہیں اپنے موقف کی صدارت کا قائل کر سکے ہیں۔

جناب والا! وفاقی حکومت نے ترقی پذیر پنجاب کی خسارے کی مد میں امداد اور مرکزی محصولات میں سے ہمارے حصے کی رقم کو مجموعی طور پر مالی سال 89-1988 کی سطح پر منجمد کر دیا ہے۔ اس یک طرفہ' غیر آئینی اور ناقابل عمل فیصلے پر نظر ثانی کے سلسلہ میں ہماری طرف سے افہام و تفہیم کی تمام تر کوششوں کے باوجود کوئی قابل ذکر پیش رفت نہیں ہوسکی۔ اس ضمن میں وفاقی وزارت خزانہ نے یہ موقف اختیار کیا ہے کہ صوبوں کو خسارے کی مد میں دی جانے والی وفاقی گرانٹ غیر لازمی Non obligatory قسم کی ہے۔ لہٰذا انہیں اس میں کمی کرنے کا مکمل اختیار ہے۔ وفاقی حکومت کی طرف سے اپنی ایک اہم آئینی ذمہ داری سے گریز کا یہ ایک ناقابل فہم جواز ہے۔ اس موقف پر وزارت خزانہ کے بے جا اصرار کے حوالے سے یہی کہا جا سکتا ہے کہ۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

تاہم میں اور میرے رفقاء اس صورت حال سے بددل نہیں کہ مایوسی گناہ ہے۔ ہماری دلی تمنا ہے کہ یہ آویزش حسن تعلق میں بدل جائے۔ اور یوں قومی زندگی میں تعمیر و ترقی کا عمل پھر پوری

قوت سے جاری و ساری ہو جائے۔ یقین محکم سے وہم و گماں اور تنگ نظری کی دیواریں زمین بوس ہو جائیں۔

جناب سپیکر! ہمارا مقصد ارض پاک کی معیشت میں پنجاب کے کردار کو اور بھی فعال بنانا ہے۔ میں اس ضمن میں ان مساعی جمیلہ کا تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں جو جناب وزیراعلیٰ پنجاب نے کی ہیں۔ مجاہدین افغانستان کی جدو جہد آزادی ہو یا سندھ میں نسلی اور صوبائی جنون کے خلاف نبرد آزمائی' کشمیر میں زنجیر غلامی کی شکست و ریخت کے لیے اخلاقی' سیاسی اور مالی اعانت ہو یا سبوتاژ کے واقعات کے خلاف موثر اقدامات' قائد ایوان نے جہد مسلسل' عزم و استقلال اور عمل پیہم کی ایک عظیم اور قابل تقلید مثال قائم کی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ وفاقی حکومت بالآخر پنجاب کے مسائل کو سمجھنے اور تالیف قلوب کے لیے ضروری اقدامات کرنے پر مجبور ہو جائے گی۔ میری دلی تمنا ہے کہ وہ دن جلد آئے۔ بہرحال ابھی تو ہم ایک دوراہے پر کھڑے ہیں۔ آپ اندازہ فرما سکتے ہیں کہ اس پس منظر میں بجٹ میں ہم کن مشکل مراحل سے گزر کر یہاں تک پہنچے ہیں۔ شاید اسی لیے۔

بات کہنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

نظر ثانی شدہ بجٹ 90-1989ء

جناب سپیکر! جیسا کہ آپ کو معلوم ہے سال روں کے لیے اس معزز ایوان نے 26 راب 75 کروڑ 66 لاکھ روپے کے اخراجات کی منظوری دی تھی۔ جب کہ صوبے کی کل آمدن کا تخمینہ 24 ارب 51 کروڑ 15 لاکھ روپے تھا اور حسابات سرمایہ Capital Account میں 26 کروڑ 71 لاکھ روپے کی بچت متوقع تھی۔ اس طرح خسارے کا تخمینہ 197 کروڑ 80 لاکھ روپے تھا۔ جناب والا! یہاں میں ایک ضروری وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ حقیقت یوں ہے کہ ہم نے خسارے کی مد میں وفاقی گرانٹ کی متوقع رقم 411 کروڑ روپے بجٹ میں شامل کی تھی۔ لیکن جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں' وفاقی حکومت نے یک طرفہ طور پر وفاق سے صوبوں کو انتقال وسائل کی مجموعی مقدار کو 89-1988ء کی سطح پر منجمد کر دیا جس کے نتیجے میں خسارے کی مد میں ہماری گرانٹ بلاجواز کم کر کے 332 کروڑ 97 لاکھ روپے کر دی گئی۔ اور یوں ہمارے خسارے کا تخمینہ 197 کروڑ 80 لاکھ روپے سے بڑھ کر 275 کروڑ 83 لاکھ روپے تک جا پہنچا۔ حضور والا!۔

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجیے۔

جناب والا! وسائل کی حالت زار، وفاق کی بے رخی اور روز افزوں مالی مطالبات مسائل کو مزید پیچیدہ کرنے کا باعث بنے۔ مگر ہم نے حوصلہ نہیں ہارا اور خسارے کو کم سے کم کرنے کے لیے چند اہم اقدامات کئے۔ محکمانہ اخراجات میں تین فی صد کفایت اس معزز ایوان کی منظوری سے بجٹ میں شامل کی گئی۔ اس کے علاوہ محکمہ جات انہار، پولیس، تعلیم اور صحت کے اخراجات میں بہ شرح پانچ فی صد اور دیگر محکمہ جات کے اخراجات میں بہ شرح تین فی صد مزید کٹوتی کر دی گئی۔ پائیدار اشیاء durable goods کی خرید اور نئی اسامیوں کی تخلیق پر مکمل پابندی لگا دی گئی اور شدید دباؤ کے باوجود اضافی اخراجات کی منظوری صرف اور صرف غیر معمولی حالات میں قطعی ناگزیر ضروریات کے لیے دی گئی۔ ان اقدامات، اور اخراجات پر مسلسل کنٹرول کے باعث ہمارے اخراجات کا تخمینہ 26 ارب 75 کروڑ 66 لاکھ روپے سے گھٹ کر 25 ارب 23 کروڑ 67 لاکھ روپے رہ گیا ہے۔ قابل تقسیم وفاقی محاصل میں پنجاب کے حصہ میں 2 ارب 61 کروڑ 18 لاکھ روپے کا اضافہ ہوا۔ لیکن اس کی وجہ سے ہمارے خسارے میں کمی نہ ہو سکی کیونکہ وفاق سے انتقال وسائل کے 89-1988ء کی سطح پر انجماد کے فیصلہ کے مطابق ہماری خسارے کی مد میں متوقع گرانٹ قابل تقسیم محاصل سے آمدنی میں اضافہ کے برابر کم کر دی گئی۔ البتہ صوبائی ذرائع سے متوقع آمدنی میں 16 کروڑ 20 لاکھ روپے کا اضافہ ہوا۔ علاوہ ازیں چند سکیموں کے لیے بیرونی امداد، 1988 کے عام انتخابات وغیرہ کے سلسلے میں وفاقی حکومت سے واجب الوصول رقوم میں 10 کروڑ 65 لاکھ روپے کے اضافہ کی امید ہے۔

اخراجات میں ہر ممکن کفایت اور وسائل میں اضافے کے لیے آپ کی حکومت کی سال بھر کی کاوشوں اور رب العزت کے فضل و کرم سے سال رواں کا خسارہ 275 کروڑ 83 لاکھ روپے سے کم ہو کر نظر ثانی شدہ بجٹ میں 89 کروڑ 69 لاکھ روپے رہ گیا ہے۔ انتہائی نامساعد حالات کے پیش نظر، یہ ایک قابل قدر کوشش ہے۔

وزیر خزانہ کی تقریر بابت میزانیہ 1990,1991

جناب سپیکر! اب میں سال 91-1990 کا میزانیہ پیش کرتا ہوں۔ سال رواں کی 24 ارب 56 کروڑ 84 لاکھ روپے کی آمدنی کے مقابلے میں مالی سال 91-1990 کے لیے آمدنی کا تخمینہ 25 ارب 66

کروڑ 41 لاکھ روپے ہے۔ اس کے علاوہ حسابات سرمایہ capital account میں 42 کروڑ 96 لاکھ روپے کی بچت متوقع ہے۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں۔ اس سال بجٹ کی تیاری ہمارے لیے نہ صرف ایک مشکل ترین عمل تھا بلکہ ہم ایک بہت بڑے چیلنج سے بھی دوچار تھے۔ ایک طرف ہمیں محدود وسائل کا سامنا تھا اور دوسری طرف محکمہ جات کی طرف سے مطالبات زر کی بھر مار تھی۔ اس پر مستزاد یہ کہ امن عامہ کی بگڑتی ہوئی صورت حال کے مدنظر پولیس کے بجٹ میں خاطر خواہ اضافہ ناگریز تھا۔ اس طرح اخراجات کا تخمینہ 30 ارب 92 کروڑ 53 لاکھ روپے تک جا پہنچا۔ لیکن جناب والا! پاؤں تو چادر کی وسعت کے مطابق ہی پھیلائے جا سکتے ہیں چنانچہ وسائل اور اخراجات کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج کو پاٹنے کے لیے ہم نے مزید غور و خوض کیا اور اس نتیجے پر پہنچے کہ اخراجات میں نمایاں کمی کے بغیر گزارہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ ہم نے جناب وزیراعلیٰ کی اجازت سے چند بڑے محکموں بشمول انہار، تعمیرات و شاہرات، صحت، تعلیم وغیرہ کے آئندہ سال کے اخراجات کے مجوزہ تخمینہ جات میں دس فی صد کٹوتی کر دی ہے۔ جس سے آئندہ مالی سال کے لیے اخراجات کا تخمینہ 29 ارب 2 کروڑ 11 لاکھ روپے کی سطح پر آ گیا ہے۔ اس طرح ہمیں 2 ارب 92 کروڑ 74 لاکھ روپے کے خسارے کا سامنا ہے۔

جناب والا! مجھے اس بات کا شدت سے احساس ہے کہ اخراجات میں کٹوتی کے باعث انتظامیہ کو مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔ لیکن جناب سپیکر یہ ایک بین حقیقت ہے کہ یہ سب کچھ ہم نے خوشی سے نہیں کیا۔ کاش ہمارے پاس اتنے وسائل ہوتے کہ ہم انتظامیہ کی جملہ ضروریات کماحقہ پوری کر سکتے اور عوام کے لیے مزید فلاحی اقدامات کر سکتے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے

مگر ہم جن پر آشوب حالات سے گزر رہے ہیں ان میں انسانی وقار کی سربلندی اور معیشت و معاشرت میں انصاف کی خاطر قوموں کو اس طرح کے فیصلے تو کرنے ہی پڑتے ہیں۔ میں پر امید ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور ایثار و تعاون کے جذبے سے ہم ان مشکلات پر قابو پالیں گے۔ ان شاء اللہ

جناب سپیکر! اب میں رواں مالی سال کے تعمیر وطن پروگرام کا مختصر جائزہ اور آئندہ مالی سال کے پروگرام کی تفصیل پیش کرتا ہوں۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں پاکستان کا مالیاتی نظام کچھ ایسی بنیاد پر استوار ہے کہ ترقیاتی کامور

کے لیے وسائل مرکزی حکومت مہیا کرتی ہے۔ بدقسمتی سے غیر ترقیاتی شعبے کی طرح اس ضمن میں ی ہم اس بات پر مجبور ہیں کہ اس معزز ایوان کے سامنے اپنی مشکلات بیان کریں۔ اقبال کا "خوگر حمد" ز "تھوڑا سا گلہ" کرنے پر اکتفا کر سکتا تھا مگر ہماری جائز شکایات کی فہرست اور نوعیت ایسی ہے کہ۔

ند آتا ہے اگر لب پہ تو معذور ہیں ہم

بھلا آپ باور کر سکتے ہیں کہ 90-1989 کے دوران سالانہ ترقیاتی پروگرام کے لیے ہمیں جو 664 کروڑ 85 لاکھ روپے مہیا کیے گئے تھے وہ گزشتہ سال کے مقابلے میں محض 2 کروڑ 66 لاکھ روپے یادہ ہیں۔ اگر افراط زر کی موجودہ شرح کو مدنظر رکھا جائے تو اس صورت حال کا لازمی نتیجہ ترقیاتی عمل کی رفتار میں معتدبہ کمی ہے جبکہ آبادی مسلسل بڑھ رہی ہے۔ اس کے برعکس وفاقی حکومت کا ترقیاتی پروگرام اس سال 50 ارب 42 کروڑ روپے سے بڑھ کر 56 ارب روپے ہو گیا ہے۔ ستم ظریفی تو یہ ہے کہ خصوصی ترقیاتی پروگرام میں پنجاب کا حصہ ساتویں پنجسالہ منصوبے میں درج شدہ تناسب یعنی 27.03 فیصد سے بھی کم کر کے محض 20.75 فیصد کر دیا گیا ہے اب آپ ہی بتائیں کہ ہم۔

کسے وکیل کریں کس سے منصفی چاہیں

جناب والا! میں انتہائی عجز اور فخر کے ملے جلے جذبات کے ساتھ آپ کی وساطت سے اس ایوان کو بتانا چاہتا ہوں کہ تعمیر وطن پروگرام کے لیے ہمیں جو وسائل مہیا کیے گئے تھے ان کا بیشتر حصہ زیر استعمال آ چکا ہے اور انشاء اللہ تعالیٰ چند ہی روز میں ان کے سو فیصد استعمال کا ہدف پورا ہو جائے گا۔ دوران سال بے شمار ترقیاتی منصوبے مکمل ہو چکے ہیں اور مختلف شعبوں میں ہمیں بفضل خدا طے شدہ مقاصد کے حصول میں خاطر خواہ کامیابی ہوئی ہے۔

جناب والا! موجودہ سال کے ترقیاتی وسائل میں سب سے زیادہ حصہ صحت کو دیا گیا ہے۔ تخمینہ کے مطابق اس شعبے میں 130 کروڑ روپے خرچ ہوں گے جو کل رقم کا تقریباً 16 فیصد ہے۔ یونین کونسل کی سطح پر 300 بنیادی طبی یونٹ اور مرکز کی سطح پر 18 طبی سنٹر مکمل کیے گئے ہیں۔ پہلے سے قائم شدہ 700 بنیادی یونٹوں اور 135 سنٹروں کی توسیع کا کام جاری ہے۔ میڈیکل کالجوں کی عمارات کی تعمیر اور تکمیل پر بھی خصوصی توجہ دی گئی ہے تاکہ ان میں درس و تدریس کا معیار بہتر بنایا جا سکے ان کالجوں سے متعلقہ ہسپتالوں میں 200 بستروں کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ سماجی شعبے میں تعلیم پر بھی حتی الوسع توجہ مرکوز رہی۔ عالمی ترقیاتی بنک کی امداد سے پرائمری تعلیم کے ایک وسیع المقاصد منصوبے پر

کام شروع کیا گیا ہے۔ بچیوں کے لیے 419 پرائمری سکول قائم کیے جا رہے ہیں۔ 1250 مساجد سکولوں کا درجہ بڑھا کر انہیں مکمل پرائمری سکول بنایا گیا ہے۔ 511 پرائمری سکولوں کو مڈل اور 390 مڈل سکولوں کو ہائی سکول کا درجہ دیا گیا ہے۔ 2 نئے انٹر کالج قائم ہوئے ہیں اور 20 انٹر کالجوں کو ڈگری کالج بنایا گیا ہے۔ 2 پولی ٹیکنیک انسٹی ٹیوٹ بھی مکمل ہوئے۔

جناب والا! جیسا کہ آپ جانتے ہیں حکومت بتدریج دیہی علاقوں کی تعمیر و ترقی کے لیے وسائل کا زیادہ سے زیادہ حصہ مختص کرتی رہی ہے۔ اس سلسلے میں موجودہ مالی سال کے دوران جو کام ہوا ہے میں اس میں سے صرف سڑکوں کی تعمیر اور صاف پانی کی فراہمی کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر پر خصوصی توجہ دی گئی اور 95 کروڑ روپے کے خرچ سے 2400 کلو میٹر لمبی نئی سڑکوں کی تعمیر مکمل ہوئی۔ جیسا کہ آپ جانتے ہیں اس پروگرام کی ابتداء ملک میں سب سے پہلے صوبہ پنجاب میں 1981ء میں ہوئی تھی۔ اب تک اس پروگرام کے تحت 12976 کلو میٹر لمبی سڑکوں کی تعمیر مکمل ہو چکی ہے۔ جس کی سالانہ اوسط 1442 کلو میٹر بنتی ہے۔ جبکہ حصول آزادی سے لے کر آج تک دوسرے تمام پروگراموں کے تحت صوبے میں جن سڑکوں کی تعمیر مکمل ہوئی ہے۔ ان کی کل لمبائی 10940 کلو میٹر یعنی 261 کلو میٹر فی سال بنتی ہے۔ دیہی آبادی کو پینے کا صاف پانی مہیا کرنے اور نکاسی آب کے لیے دوران سال 94 کروڑ روپے خرچ ہوئے اور 514 سکیمیں مکمل ہوئیں اور اس طرح اب تک دیہات کی آبادی کا تقریباً 26 فیصد' زندگی کی س بنیادی سہولت سے بہرہ مند ہوا ہے۔ حکومت کو اس بات کا بخوبی احساس ہے کہ یہ شرح بہت کم ہے اس لیے اس مد میں زیادہ سے زیادہ رقم مختص کرنے کا عمل آئندہ سالوں میں جاری رہے گا۔

پنجاب کی معیشت میں زرعی شعبے کی اہمیت مسلم ہے اس سلسلے میں ہمارا ایک اہم پروگرام یعنی کھالوں کی اصلاح کا کام جاری رہا اور دوران سال 1249 کھالوں کی اصلاح کی گئی' 300 ڈیزل ٹیوب ویلوں اور 395 لفٹ پمپوں کے لیے حکومت نے مالی امداد subsidy دی۔ 1000 میل لمبی سڑکوں کے ساتھ ساتھ درخت لگائے گئے اور 13900 ایکڑ زمین پر شجر کاری کی گئی' 250 میل لمبی نہروں اور سیم نالوں کی اصلاح کی گئی اور بارانی علاقے میں دو چھوٹے بند تعمیر کیے گئے۔

جناب والا! آئندہ مالی سال کا میزانیہ پیش کرنے سے قبل میں گندم اور چاول جیسی اہم فصلوں کی پیداوار کے سلسلے میں حکومت پنجاب کی مسلسل اور ان تھک کوششوں کے نتائج کے بارے

میں کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور کسان بھائیوں کی محنت کے باعث صوبے میں اس سال 801 لاکھ میٹرک ٹن گندم پیدا ہوئی جو گزشتہ سال کے مقابلے میں 2.7 فیصد زیادہ ہے۔ یہ پیداوار ہماری اپنی سالانہ ضروریات سے 25.20 لاکھ میٹرک ٹن زیادہ ہے اس طرح ہم بفضل خدا دوسرے صوبوں میں اپنے بہن بھائیوں کے لیے گندم فراہم کر کے ملک کا قیمتی زر مبادلہ بچا سکیں گے۔ اسی طرح سال رواں میں باسمتی چاول کی 11.60 لاکھ میٹرک ٹن پیداوار بھی ایک نیا ریکارڈ ہے جو گزشتہ سال کے مقابلے میں 11.4 فیصد زیادہ ہے کھاد اور قرضوں کی فراہمی میں کمی کے باوجود زرعی پیداوار میں یہ اضافہ قابل تحسین ہے۔

1990-91 کے تعمیر وطن پروگرام کے لیے مرکزی حکومت نے ہمیں 766 کروڑ روپے کی رقم دینے کا وعدہ کیا ہے۔ جو موجودہ سال کے مقابلے میں 15.21 فیصد زیادہ ہے۔ اگر افراط زر اور بڑھتی ہوئی آبادی کو پیش نظر رکھا جائے تو آئندہ مالی سال میں حقیقی وسائل کی مقدار رواں مالی سال کے تقریباً لگ بھگ ہی ہو گی اس کے علاوہ اگر خصوصی ترقیاتی پروگرام کو بھی مدنظر رکھا جائے تو مجموعی صورت حال پنجاب کے نقطہ نگاہ سے تسلی بخش نہیں ۔ اس خصوصی پروگرام پر موجودہ سال کے 360 کروڑ روپے کے مقابلے میں آئندہ سال 530 کروڑ روپے خرچ کیے جائیں گے۔ اگرچہ اس رقم میں سے ہمیں ساتویں پنجسالہ منصوبے میں درج شدہ تناسب کے مطابق حصہ ملے گا لیکن اگر تعمیر وطن پروگرام اور خصوصی ترقیاتی پروگرام کو ملا کر دیکھا جائے تو چاروں صوبوں کو ملنے والے ترقیاتی وسائل میں سے پنجاب کو محض 45.46 فیصد رقم ملے گی حالانکہ ہماری آبادی 57.97 فیصد ہے۔ اس صورت حال کا تقاضا یہ ہے کہ خصوصی ترقیاتی پروگرام کی رقم کم کر کے اسے صرف بلوچستان اور فاٹا کے کم ترقیاتی علاقوں کے لیے مخصوص کر دیا جائے۔ جیسا کہ اس پروگرام کا اصل مقصد تھا اور اگر اس رقم کو ملک کے تمام علاقوں کے درمیان تقسیم کرنا ہے تو پھر اسے تعمیر وطن پروگرام میں ضم کر دیا جائے اور پوری رقم کو مروجہ فارمولے کے تحت صوبوں کے مابین تقسیم کیا جائے۔ ہر سال خصوصی ترقیاتی پروگرام میں اضافہ پنجاب کے مفادات کے صریحاً منافی ہے کیونکہ اس طرح پنجاب کا حصہ آبادی پر مبنی طے شدہ مناسب یعنی 52.17 فیصد سے مسلسل کم ہو رہا ہے۔

جناب والا! ہم نے 1990-91 کے تعمیر وطن پروگرام کے لیے 766 کروڑ روپے کے متوقع وسائل کے مقابلے میں 900 کروڑ روپے کا میزانیہ وضع کیا ہے۔ اس طرح منصوبوں پر عمل در آمد میں

ممکنہ کمی کو مدنظر رکھتے ہوئے اخراجات میں تقریباً 15 فیصد بچت کی گنجائش رکھی گئی ہے جو موجودہ سال کے 18 فیصد سے کم ہے۔ یہ حکمت عملی پنجاب میں کئی سال سے مروج ہے او اس کے زیر اثر حقیقی وسائل تقریباً 100 فیصد حد تک زیر استعمال آ جاتے ہیں۔ موجودہ مالی سال کے دوران چونکہ ترقیاتی وسائل کی شدید کمی رہی ہے اس لیے بہت سے منصوبے مکمل نہیں ہو سکے۔ ان کو جلد از جلد مکمل کرنے کے لیے کل رقم کا 66 فیصد حصہ مختص کیا گیا ہے۔ تاکہ ان منصوبوں کی جلد تکمیل سے عوام الناس مستفید ہو سکیں حالانکہ موجودہ سال کے میزانیے میں زیرتکمیل منصوبوں کے لیے صرف 57 فیصد رقم رکھی گئی تھی۔

جناب والا! ہمارے وسائل محدود ہیں اور زیرتکمیل لاتعداد منصوبوں کی جلد از جلد تکمیل ہمارا بنیادی مقصد بھی ہے اور فریضہ بھی۔ اس کے باوجود ہم یہ محسوس کرتے ہیں کہ ترقیاتی عمل کی فکری اساس کو نئے تقاضوں سے ہم آہنگ کرنے کا عمل ہر لحظہ جاری رہنا چاہیے اور ترقیاتی حکمت عملی میں جدت اور افکار تو ضرور منعکس ہونے چاہیئے۔ لہذا ہم نے آئندہ سال کے تعمیر وطن پروگرام میں کچھ ایسے مقاصد اور طریق کار شامل کرنے کی کوشش کی ہے جو ایک طرف تو ترقیاتی عمل کی ہمہ گیری میں اضافہ کریں گے اور دوسری جانب اس اہم کام میں حکومت کے ساتھ ساتھ نجی شعبے کو مکمل کر کے اس کی رفتار تیز تر کریں گے۔

اس سلسلے میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ ہم نے ذہنی اور جسمانی طور پر معذور افراد کی دیکھ بھال اور بحالی کے کام کو محض سماجی بہبود کے فرسودہ نظریئے سے ہٹ کر ترقیاتی عمل کا حصہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ 10 کروڑ روپے کی رقم سے ایک ٹرسٹ قائم کر کے ہم معاشرہ کے دردمند اور اہل دل افراد کو دعوت دیں گے کہ وہ حکومت کے ساتھ مل کر معاشرہ کے اس potentially productive طبقے کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے ایک تدریجی پروگرام کا آغاز کریں۔

تعلیم کے شعبے میں حکومت اپنی تمام تر کوشش کے باوجود شرح خواندگی میں قابل ذکر اضافہ نہیں کر سکی ہے اور نہ ہی شہروں میں اعلیٰ معیار کے تعلیمی اداروں کی تعداد میں خاطر خواہ اضافہ ہوا ہے اب وقت آ گیا ہے کہ حکومت نجی شعبے کو مناسب مراعات مہیا کرے تاکہ وہ ایک ایسے فرض کی تکمیل کے سلسلے میں اپنا قومی کردار ادا کر سکے جو حکم خداوندی بھی ہے اور فرمان رسول بھی۔ اس مقصد کی تکمیل کے لیے 20 کروڑ روپے کے ابتدائی سرمایہ سے ایک تعلیمی فاؤنڈیشن قائم کی جا رہی ہے۔ صحت

کے شعبے میں بھی لوگوں کو ضروری سہولیات فراہم کرنے کے سلسلے میں نجی شعبہ ایک اہم کردار ادا کر سکتا ہے بالخصوص اگر شہری علاقوں میں اور خوشحال طبقوں کے لیے یہ بوجھ نجی شعبہ اٹھا لے تو حکومت دیہی علاقوں اور معاشرے کے محروم طبقوں پر زیادہ توجہ دے سکے گی۔ نجی شعبے کو اس کار خیر کی ترغیب دینے کے لیے 15 کروڑ روپے کے ابتدائی سرمائے سے ایک ہیلتھ فاؤنڈیشن بھی قائم کی جا رہی ہے۔ اس فاؤنڈیشن کا ایک اہم کام یہ ہو گا کہ چھوٹے شہروں اور دیہی علاقوں میں کلینک قائم کرنے کے لیے گریجوایٹ اور پوسٹ گریجوایٹ ڈاکٹروں کو قرضے فراہم کرے اس طرح اس بات کی کوشش کی جائے گی کہ ہر سال کم از کم چند سو ڈاکٹر ان علاقوں میں آباد ہو کر لوگوں کو علاج معالجہ کی سہولتیں بہم پہنچائیں۔

بڑے شہروں میں سپیشلسٹ ڈاکٹروں کی اتنی کمی تو نہیں البتہ بہت سے مفلوک الحال لوگ ان سے مشورہ کی استطاعت نہیں رکھتے۔ اب ان شہروں میں فلٹر کلینک بنانے کا ایک پروگرام شروع کیا جا رہا ہے۔ ان میں سپیشلسٹ ڈاکٹروں کے علاوہ ایکسرے اور لیبارٹری وغیرہ کی سہولتیں مہیا کی جائیں گی۔ ان کلینکوں میں مریض بغیر فیس دیئے سپیشلسٹ ڈاکٹروں سے مستفید ہو سکیں گے۔ اگر مریض کو مزید طبی امداد یا ہسپتال میں داخلے کی ضرورت ہوئی تو فلٹر کلینک کے سپیشلسٹ ڈاکٹر انہیں طے شدہ پروگرام کے تحت بڑے ہسپتالوں میں بھیج سکیں گے۔

صوبے میں کینسر انسٹی ٹیوٹ کے قیام کے لیے بھی ایک کروڑ روپے مختص کیے گئے ہیں۔

جیسا کہ میں نے ابھی عرض کیا تھا 1981ء سے اس صوبے میں کھیت سے منڈی تک سڑکوں کی تعمیر کا کام جاری ہے مگر اب تک ان کی دیکھ بھال اور اصلاح کے لیے کوئی رقم مختص نہیں کی گئی تھی جس کی وجہ سے پرانی سڑکوں اور افادیت ختم ہوتی جا رہی ہے۔ آئندہ سال سے ان سڑکوں کی دیکھ بھال کے کام کا باقاعدہ آغاز کیا جا رہا ہے اور اس کے لیے 5 کروڑ روپے مخصوص کیے گئے ہیں۔

آپ اس بات سے اتفاق کریں گے کہ ملک کی سیاسی اور سماجی ترقی کے لیے عوامی اداروں کی نشو و نما بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس سلسلے میں ہم آئندہ سال سے ایک مربوط پروگرام کا آغاز کر رہے ہیں۔ جس کے تحت ہر یونین کونسل کو ایک لاکھ روپے، ٹاؤن کمیٹی کو 3 لاکھ روپے، میونسپل کمیٹی کو 8 کروڑ روپے، ضلع کونسل کو 27 لاکھ روپے، میونسپل کارپوریشن کو 20 لاکھ روپے اور لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن کو 40 لاکھ روپے دیئے جائینگے۔ اس سارے پروگرام پر 41 کروڑ 26 لاکھ روپے

خرچ ہوں گے۔ ہماری کوشش یہ ہو گی کہ یہ ادارے اس رقم کو استعمال کرتے وقت فراہمی آب اور نکاسی آب کے منصوبوں پر خصوصی توجہ دیں۔

پیشتر اس کے کہ میں آئندہ سال کے مجوزہ پروگرام کے بارے میں اپنی گزارشات ختم کروں میں اس معزز ایوان کی اطلاع کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نچلی سطحوں پر ترقیاتی منصوبوں کے لیے رقوم کی فراہمی اور ان کی تکمیل کے طریق کار کو بہتر بنانے کے سلسلے میں ہم مسلسل کوشش کر رہے ہیں۔ عوامی نمائندوں کی وساطت سے جو منصوبے زیر تکمیل ہیں ان کے لیے رقوم کی فراہمی کے طریق کار میں موجودہ مالی سال کے دوران اصلاح کی گئی ہے۔ اس طریق کار کو سہل تر بنانے پر ترقیاتی منصوبوں پر عمل درآمد کی رفتار تیز تر کرنے اور اس کے بارے میں صوبائی حکومت کو صحیح معلومات کی بروقت فراہمی کے لیے یہ تجویز کیا گیا ہے کہ محکمہ ترقیات و منصوبہ بندی کا ایک مختصر سا دفتر ضلع کی سطح پر بھی قائم کیا جائے۔

ان نئے پروگراموں اور نئی حکمت عملی کے علاوہ آئندہ سال کے مجوزہ پروگرام کے بعض اہم نکات یہ ہیں۔

1) ترقیاتی رقم کا زیادہ سے زیادہ حصہ دیہات پر خرچ کرنے کی پالیسی جاری رہے گی اور آئندہ سال یہ تناسب 80 فیصد ہو جائے گا۔

2) صوبے کے 14 پسماندہ ضلعوں کو ترقیاتی کاموں میں اولیت دی جاتی رہے گی اور ان کا حصہ موجودہ سال کے 43 فیصد سے بڑھ کر 45 فیصد ہو جائے گا۔ اگرچہ ان میں صوبے کی 40 فیصد آبادی بستی ہے۔ اس کے علاوہ مری اور کوہ، چولستان، بہاولپور اور ڈیرہ غازی خان کے پسماندہ علاقوں کی ترقی کے لیے قائم شدہ ترقیاتی اداروں کے لیے علی الترتیب 2 کروڑ 50 لاکھ، 72 لاکھ اور 2 کروڑ 50 لاکھ روپے مختص کیے گئے ہیں۔ بارانی علاقوں کی ترقی کے لیے مخصوص شدہ رقم 121 کروڑ 25 لاکھ سے بڑھا کر 141 کروڑ 64 لاکھ روپے کی جا رہی ہے۔

3) کھیت سے منڈی تک نئی سڑکوں کی تعمیر پر 90 کروڑ روپے خرچ کیے جائیں گے۔

4) 1070 کھالوں کی اصلاح کی جائے گی، 1100 ڈیزل ٹیوب ویلوں اور 395 لفٹ پمپوں کے لیے مالی امداد فراہم کی جائے گی۔

5) 1000 میل لمبی سڑکوں پر درخت لگائے جائیں گے۔ اس کے علاوہ 14300 ایکڑ زمین پر شجر

کاری ہو گی۔

6) 800 میل لمبی نہروں اور سیم نالوں کی اصلاح کی جائے گی۔

7) دیہی علاقوں میں 102 کروڑ روپے خرچ کر کے صاف پانی کی فراہمی اور نکاسی آب کی 475 سکیمیں مکمل ہوں گی جن سے مزید 16.40 لاکھ آبادی مستفید ہو سکے گی۔

8) صحت کے شعبے کے لیے 135 کروڑ روپے مخصوص کیے گئے ہیں۔ 300 یونین کونسلوں میں بنیادی طبی یونٹ مکمل کیے جائیں گے اور 6 مرکزوں میں طبی سنٹروں کے منصوبے پایہ تکمیل کو پہنچیں گے۔ پہلے سے قائم شدہ 600 بنیادی یونٹوں اور 50 سنٹروں میں توسیع و ترقی کی جائے گی۔ 2 تحصیلوں اور 3 ضلعی صدر مقامات پر واقع ہسپتالوں پر کام مکمل ہو گا۔

9) شعبہ تعلیم کے لیے 115 کروڑ روپے سے زیادہ رقم مخصوص کی گئی ہے۔ جس کا 65 فیصد حصہ پرائمری اور ثانوی تعلیم پر خرچ ہو گا۔ 1481 نئے گرلز پرائمری سکولوں کے لیے عمارتیں تعمیر ہوں گی۔ 150 پرائمری سکولوں کی مڈل اور 150 مڈل سکولوں کو ہائی سکول کا درجہ دیا جائے گا جبکہ 74 ہائیر سیکنڈری سکولوں کی عمارات تعمیر کی جائیں گی۔ 4 نئے انٹرمیڈیٹ کالج کھولے جائیں گے اور 12 ڈگری کالجوں کی عمارات تعمیر کی جائیں گے۔

جناب سپیکر! جیسا کہ میں نے پہلے گزارش کی ہے موجودہ وسائل میں ممکنہ اضافے اور اخراجات میں بچت کی تمام تر کوششوں کے باوجود ہمیں مالی سال 91-1990 کے بجٹ میں 292 کروڑ 74 لاکھ روپے کے خسارہ کا سامنا ہے اگرچہ اس خسارہ کی بنیادی وجہ ہمارے وسائل کے بیشتر حصہ پر وفاقی حکومت کی طرف سے عائد کردہ حد بندی ہے۔ ہم ضروریات اور وسائل کے اتنے زیادہ تفاوت کو یکسر نظر انداز بھی نہیں کر سکتے۔ لہٰذا جناب وزیر اعلیٰ کی ہدایت اور رہنمائی کے مطابق خسارہ کو حتی الامکان کم کرنے کے لیے چند اہم فیصلے کیے گئے ہیں۔

جناب والا! ہم اپنے غیر ترقیاتی بجٹ کا 26 فیصد تعلیم پر خرچ کر رہے ہیں۔ لیکن ہمارے سرکاری اداروں میں فیسیں نہ ہونے کے برابر ہیں چنانچہ پرائمری سکولوں کے علاوہ تمام تعلیمی اداروں کی فیسوں میں معمولی سا اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا ہے۔ اس سے مڈل سکولوں کی فیس یں دو روپے ہائی سکولوں میں چار روپے' عام کالجوں میں پانچ روپے اور میڈیکل کالجوں میں دس روپے ماہوار کا اضافہ ہو گا۔

صوبائی سطح پر بے شمار ایسے محصولات اور فیسیں ہیں جن کی شرح کا تعین بہت عرصہ پہلے کیا

گیا تھا ہم نے ان میں سے چند ایسے محصولات اور فیسوں کی شرح میں اضافہ کرنے کا فیصلہ کیا ہے جن کا بوجھ عام آدمی پر نہیں پڑتا۔ ان میں مختلف قسم کی دستاویزات پر سٹامپ ڈیوٹی اور رجسٹریشن فیس' اہم پلوں پر ٹول ٹیکس' موٹر گاڑیوں کی رجسٹریشن' فٹ نس سرٹیفکیٹ اور روٹ پرمٹ' ہوٹل ٹیکس' سپرٹ پر ابکاری ٹیکس اور چند دیگر چھوٹی چھوٹی مدات شامل ہیں۔ غیر مسلموں کے لیے شراب کی کشید' فروخت اور استعمال پر ٹیکس کی شرح کو دگنا کر دیا گیا ہے البتہ رکشا اور ٹیکسی پر ٹول ٹیکس کی شرح میں کوئی اضافہ نہیں کیا گیا ان اقدامات کی تفاصیل کچھ تو فنانس بل میں شامل ہیں۔ بقیہ کے متعلق علیحدہ احکامات جاری کیے جا رہے ہیں۔

ان اقدامات سے تقریباً 70 کروڑ روپے کی آمدنی کا اندازہ ہے یوں محکمانہ اخراجات میں 30 کروڑ روپے کی مجوزہ بچت سمیت سال 91-1990ء کے بجٹ کا متوقع خسارہ کم ہو کر تقریباً 192 کروڑ 74 لاکھ روپے کی سطح پر آجائے گا۔

جناب سپیکر! جب ہم بجٹ میں اتنے بڑے خسارے کو کم کرنے کے لیے مختلف تجاویز اور اقدامات پر غور و فکر کر رہے تھے تو اس موضوع پر ابدی اہمیت کے حامل' ابن خلدون کے یہ افکار مسلسل میرے پیش نظر رہے کہ "جس نسبت سے ٹیکس اور مختلف محصولات کی مقدار بڑھتی ہے اسی نسبت سے عمرانی کوششوں میں کمی واقع ہوتی ہے اور لوگوں یں نشاط کار کا ولولہ سرد پڑ جاتا ہے محصولات کی مقدار جس قدر کم ہوتی ہے اسی لحاظ سے لوگ اس بوجھ کو کم محسوس کرتے ہیں اور کام کی طرف زیادہ راغب ہوتے ہیں" لہذا ہم نے محاصل اور فیسوں میں بہت معمولی نوعیت کا اضافہ تجویز کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ محاصل کی وصولی کے نظام کو بہتر بنانے کا عمل بھی جاری رہے گا۔

جناب والا! ہمیں فخر ہے کہ ہم نے اپنی تنگ دامانی اور نامساعد حالات کے باوجود اپنی ترجیحات کو برقرار رکھا ہے اور معاشرے کے پس ماندہ طبقوں کی فلاح کے پروگرام کا دائرہ وسیع تر کرنے کی حتی الوسع کوشش کی ہے۔ ہمیں امید ہے کہ یوں ہم ایک فلاحی معاشرے کے خواب کو حقیقت میں بدل دیں گے۔ اس پروگرام کے چند اہم نکات یہ ہیں۔

1) غریب اور نادار لوگوں کے لیے قائم کردہ بیت المال کے لیے اگلے مالی سال میں بھی دس کروڑ روپے کی رقم مختص کی گئی ہے۔ میں معاشرے کے مخیر حضرات سے توقع رکھتا ہوں کہ وہ صدقات و عطیات کے ذریعے اس کے وسائل میں مزید اضافہ کریں گے۔

2) غریب بچیوں کی امداد کے لیے اس سال کے آغاز میں دس کروڑ روپے سے جہیز فنڈ قائم کیا گیا تھا۔ آئندہ سال اس سلسلے میں دس کروڑ کی بجائے پندرہ کروڑ روپے مختص کیے جا رہے ہیں۔

3) معذور افراد کی بحالی اور دیکھ بھال کے لیے دس کروڑ روپے سے ایک ٹرسٹ قائم کیا جائے گا۔

4) سات مرلے کے ایک لاکھ اور تین مرلے کے دس ہزار مزید رہائشی پلاٹ غریب خاندانوں میں تقسیم کیے جائیں گے۔

5) صوبے کی 688 کچی آبادیوں میں بنیادی سہولتوں کی فراہمی پر مزید 20 کروڑ روپے خرچ کیے جائیں گے اور ان آبادیوں میں بسنے والے خاندانوں کو مالکانہ حقوق دینے کا عمل تیز تر کیا جائے گا۔

6) مزدوروں کو کم از کم اجرت 1100 روپے ماہوار ہو گی۔ نیز ان کی بہبود کے لیے لاہور اور راولپنڈی میں دو بڑے ہسپتال قائم کر کے 760 بستروں کے اضافے کے علاوہ' 21 ڈسپنسریوں اور تین انٹرمیڈیٹ کالجوں کی عمارات تعمیر کی جا رہی ہیں۔

7) تمام سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں دس فیصد عبوری اضافہ کیا جا رہا ہے۔

8) ریٹائرڈ سرکاری ملازمین کی پنشن میں بھی دس فیصد اضافہ کیا جا رہا ہے۔ مرکزی حکومت نے یہ اضافہ پانچ فیصد تک دیا ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ پنشنرز ایسی عبوری امداد کے زیادہ حقدار ہیں لہذا ہم نے ان کو سرکاری ملازمین کے برابر اضافہ دیا ہے۔

9) دوران ملازمت معزور ہو جانے والے ملازمین اور مدت ملازمت مکمل کرنے سے پہلے وفات پا جانے والے ملازمین کی بیوگان و بچگان کے لیے بہبود فنڈ سے ماہانہ گرانٹ میں' ملازمین پر کسی قسم کا مالی بوجھ ڈالے بغیر اڑھائی سے تین گنا اضافہ کر دیا گیا ہے۔

10) صوبے کے تمام تعلیمی اداروں میں پرائمری سطح تک فیس بالکل ختم کی جا رہی ہے۔ تاکہ غریب بچے کم از کم پانچویں جماعت تک تعلیم ضرور حاصل کریں اور یوں ہم شرح خواندگی میں اضافہ کی رفتار کو تیز تر کر سکیں۔ اس نصب العین کو ہماری ترجیحات میں اولیت کا درجہ حاصل ہے۔

11) صوبے کی قابل مگر نادار طالبات کے لیے اعلیٰ ترین معیار کا ایک تعلیمی ادارہ قائم کیا جائے

گا۔ جس میں نویں جماعت سے لے کر بی۔اے / بی۔ایس۔سی تک مفت تعلیم دی جائے گی اور رہائش کا بندوبست بھی ہو گا۔

12) غریب اور نادار لوگوں کے لیے بعض اوقات حصول انصاف محض اس لیے دشوار ہو جاتا ہے کہ وہ وکیلوں کی فیس وغیرہ ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے۔ ایسے افراد کی امداد کے لیے بجٹ میں 50 لاکھ روپے کی رقم مختص کی جائے گی۔

جناب والا! جیسا کہ آپ جانتے ہیں مرکزی حکومت سے ہماری گفت و شنید جاری ہے اور ہماری پوری کوشش ہے کہ صوبے کے منجمد واجبات واگزار کرائے جائیں۔ تاکہ پنجاب کی معیشت متاثر نہ ہو اور تعمیر و ترقی کی رفتار تیز کر کے عوام کی بنیادی ضروریات کی جلد از جلد تکمیل کا سامان ہو سکے۔

جناب سپیکر! آج پاکستان اپنی تاریخ کے انتہائی سنگین بحران سے گزر رہا ہے۔ بیرونی دشمنوں اور اندرونی خلفشار نے ہمارے ملک اور قوم کی بقاء کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ میں پنجاب اور پاکستان کے عوام کو یہ بھولی بسری حقیقت یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پاکستان اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا تھا اور اس کے قیام کے لیے برصغیر کے ہر خطے کے مسلمانوں نے خوشی خوشی مال و جان کی قربانی دی تھی۔ اسلام نے تو عربی و عجمی، بندہ و آقا اور سیاہ و سفید کو بھی جبر میں، نظر میں اور اذان سحر میں یکتا کر دیا تھا۔ پھر کیا وجہ ہے کہ مسلمانان پاکستان، جنہوں نے عدیم المثال اتحاد کا مظاہرہ کر کے پاکستان حاصل کیا تھا۔ آج پھر یکتا اور یکجا ہو کر اللہ کی رسی کو نہیں تھام سکتے؟ ہمارے معاشرے کی موجودہ تفرقہ پسندی اور انتشار، درس جہاں بانی کی مکمل نفی کرتا ہے اور تاریخ انسانی اور قوموں کے عروج و زوال سے ہماری لاعلمی اور بے تعلقی کی دلالت کرتا ہے۔ یہ اس درس اخوت کی فراموشی کی افسوس ناک مثال بھی ہے جو ہمارے ہادی برحق کے آخری خطبہ حج کا بنیادی نقطہ تھا۔ یہ درست ہے کہ اصولوں پر مبنی سیاسی اختلافات قوم کی جمہوریت پسندی اور ندرت فکر کی علامت ہیں۔ مگر ملکی مفاد اور قومی بقاء ان پر مقدم ہے۔ ملکی اور قومی بقاء سیاسی وابستگیوں اور جماعتی مفادات سے بہرطور بالاتر ہے۔اس کٹھن مرحلے پر قوم کا ہر فرد بلکہ وطن کی خاک کا ہر ذرہ پکار پکار کر یہ فراموش کردہ سبق یاد دلا رہا ہے کہ

نگاہ بلند ، سخن دلنواز ، جاں پرسوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

پاکستان پائندہ باد

جناب والا! میں میزانیہ بابت سال 91-1990 پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، میزانیہ بابت سال 91-1990 پیش کر دیا گیا ہے۔

وزیر خزانہ ، جناب والا! میں ضمنی میزانیہ بابت سال 90-1989 پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، ضمنی میزانیہ بابت سال 90-1989 پیش کر دیا گیا ہے۔

وزیر خزانہ ، میں مسودہ قانون مالیت پنجاب 1990ء پیش کرتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، مسودہ قانون مالیات پنجاب 1990ء پیش کر دیا گیا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اب ایوان کا اجلاس مورخہ 12 جون 1990ء چار بجے شام تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر ایوان کی کارروائی منگل 12 جون 1990ء شام چار بجے تک کے لیے ملتوی کر دی گئی)

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس

منگل 12۔ جون 1990ء

(سہ شنبہ 18۔ ذی القعدہ 1410ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 4 بج کر 28 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری عبور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ
وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ۭ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۴۲﴾
اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ۭ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ
اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ﴿۴۳﴾ بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَاۗءِ وَ
اٰبَاۗءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ۭ اَفَلَا يَرَوْنَ اَنَّا نَاْتِي
الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۭ اَفَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿۴۴﴾ قُلْ اِنَّمَآ
اُنْذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ ۡ وَلَا يَسْمَعُ الصُّمُّ الدُّعَاۗءَ اِذَا مَا يُنْذَرُوْنَ ﴿۴۵﴾
وَلَىِٕنْ مَّسَّتْهُمْ نَفْحَةٌ مِّنْ عَذَابِ رَبِّكَ لَيَقُوْلُنَّ يٰوَيْلَنَآ
اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ
فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ
خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ۭ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ﴿۴۷﴾ سورۃ الانبیاء آیات 42 تا 47

اب پوچھیے (بے شکرو) خدائے رحمٰن سے رات بھر اور دن بھر تمہاری نگہبانی کون کر سکتا ہے مگر (ان سے کیا پوچھنا) وہ تو اپنے رب کے ذکر سے ہی روگرداں ہیں کیا ان کے علاوہ اور خدا ہیں جو انھیں عذاب سے بچا سکتے۔ وہ جھوٹے معبود تو اپنی مدد بھی نہیں کر سکتے اور نہ انھیں ہماری تائید و حمایت میسر ہوگی بلکہ ہم نے انھیں اور ان کے آباؤ اجداد کو عیش و آرام کا سامان دیا حتیٰ کہ ان پر لمبا عرصہ گزر گیا کیا وہ نہیں دیکھ رہے کہ ہم زمین کی وسعتوں کو چاروں سمتوں گھٹاتے چلے جا رہے ہیں کیا وہ ہماری تقدیر پر غالب آ سکتے ہیں آپ فرمائیے میں تمہیں صرف وحی کے ذریعے ڈراتا ہوں اور برے پکارنے کو نہیں سنتے جب انھیں عذاب الٰہی سے ڈرایا جاتا ہے اگر انھیں تیرے رب کے عذاب کا ایک جھونکا ہی چھو جائے تو کہنے لگیں بیشک ہم ہی ظالم تھے روز قیامت ہم صحیح تولنے والے ترازو رکھ دیں گے۔ کسی پر ذرہ بھر ظلم نہ کیا جائے گا اگر کسی کا کوئی عمل رائی کے دانے کے برابر بھی ہوگا ہم اسے لا حاضر کریں گے اور ہم حساب کرنے والے کافی ہیں

وما علینا الا البلاغ○

پوائنٹ آف آرڈر

اراکین اسمبلی کو طبی سہولیات کی عدم فراہمی

جناب سپیکر: جی رانا صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

جناب آفتاب احمد خان: جناب سپیکر! ممبران کے Privilege Act میں یہ واضح طور پر بتایا گیا ہے کہ اراکین اسمبلی کو میڈیکل سہولیات فراہم کی جاتی ہیں۔ آج جب ہم اسمبلی ڈاکٹر کے پاس گئے تو وہاں اور اراکین اسمبلی تشریف فرما تھے تو جب ڈاکٹر سے دوائیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو انہوں نے جواب دیا کہ آپ کی دوائیاں بند کر دی گئی ہیں۔ یہ ایم ایس سروسز ہسپتال نے کہا ہے اور ہمیں یہ حکم ہے کہ کسی ممبر کو کوئی دوائی نہیں دی جائے گی۔ جناب والا! کیا کسی ممبر کو میڈیکل سہولت لینے سے روکا جا سکتا؟ دوائیاں کس کے حکم سے بند کی گئی ہیں۔ اور ایم ایس صاحب نے کیسے بند کی ہیں۔ اس پر میں آپ کی رولنگ چاہوں گا۔ جناب والا! یہ بڑا اہم مسئلہ ہے۔ کسی بھی آدمی کو کوئی ایمرجینسی ہو سکتی ہے۔ آپ کو اگر دوائی نہیں ملتی تو آپ کیا کر سکتے ہیں۔ آپ ڈاکٹر صاحب کے پاس کسی کو بھیج کر پتا کروا سکتے ہیں کہ دوائیاں کیوں بند کی گئی ہیں اور یہ میڈیکل سہولیات کیوں واپس لی گئی ہیں؟

جناب سپیکر: رانا صاحب۔ ایسا کرتے ہیں کہ آپ اجلاس کے بعد کسی وقت مجھے مل لیجیے گا میں ڈاکٹر صاحب کو بلا کر معلوم کروں گا کہ یہ کیسے ہوا؟

جناب آفتاب احمد خان: جناب والا! یہ میرا مسئلہ نہیں ہے وہاں جناب خالد لطیف کاردار صاحب بھی تھے۔ اور ممبر صاحب بھی تھے۔ میں تو ویسے ہی گیا تھا۔

جناب سپیکر: یہ سارے ممبران کا مسئلہ ہے۔ آپ سارے ہاؤس کی بات کر رہے ہیں۔ میرا مطلب یہ ہے کہ ہم اسے اپنی مرضی سے resolve کریں گے۔

اسمبلی میں پیش ہونے سے قبل بجٹ کے اعداد و شمار کا افشاء

نواب زادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی نواب زادہ صاحب۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! یہ میرا پہلا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ دوسرا اس کے بعد میں

عرض کروں گا۔ یہ کل کے اخبار "جنگ" میں صفحہ نمبر ایک پر خبر ہے کہ روزنامہ "جنگ" نے پنجاب بجٹ کی تفصیلات اعلان سے پہلے شائع کر دیں۔ یہ خفیہ معلومات کیسے افشاء ہوئیں۔ کارروائی کی جائے۔ جناب والا! یہ آپ کے علم میں ہے اور یہ پارلیمانی مصدقہ اورمسلمہ روایات ہیں کہ جو بجٹ ہوتا ہے یہ انتہائی خفیہ دستاویز ہوتی ہے اور اگر اس کی تجاویز بجٹ کے اسمبلی میں پیش ہونے سے قبل افشاء ہو جائے تو حکومت وقت کو استعفیٰ دینا پڑتا ہے یہ اخبار کی خبر ہے اور کابینہ میں بھی وزیراعلیٰ نے اسے discuss کیا ہے لہٰذا تمام پارلیمانی رودیات کے مطابق حکومت پنجاب کو مستعفیٰ ہو جانا چاہیے۔

جناب محمد شاہنواز چیمہ، جناب والا! اگر پنجاب حکومت مستعفیٰ نہیں ہوتی تو کم از کم وزیر خزانہ کو مستعفیٰ ہو جانا چاہیے۔ (قطع کلامیاں)

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میں ایک اور پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، میرا خیال ہے کہ آپ تحاریک استحقاق کے بعد بات کریں۔ لاءمنسٹر صاحب بھی ابھی نہیں آئے۔ اتنی دیر میں وہ بھی تشریف لے آئیں گے۔

جناب آفتاب احمد خاں، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں سارے ہاؤس کی بات کر رہا ہوں۔ آپ کا بہت شکریہ۔

بجٹ اجلاس کے دوران پرائیویٹ ممبرز ڈے منگل کے بجائے جمعرات مقرر کرنا جس دن وقفۂ سوالات نہیں ہوتا

نواب زادہ غضنفر علی گل، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب محمد اکرام ربانی، جناب میں بھی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، نواب زادہ صاحب پہلے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں ان کے بعد آپ بات کریں گے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میرے پہلے پوائنٹ آف آرڈر کا جواب آپ سے متوقع ہے۔ میں نے آپ کی توجہ رولز آف پروسیجر کے رول 23 کی طرف دلائی ہے۔

On Tuesdays no business except the private members' business shall be transacted, and on all other days no

business other than Government business shall be transacted except with the consent of the Leader of the House or in his absence the Minister for Law and Parliamentary Affairs:

اس میں جو shall be یہ mandatory ہے۔ Tuesday کو کوئی کارروائی پرائیویٹ ممبرز کے علاوہ نہیں ہوسکتی۔ منگل وار کو پرائیوٹ ممبرز ڈے کے علاوہ کوئی بھی دوسرا business نہیں ہو سکتا یہ presentation of budget ہے اور بجٹ پر ڈسکشن کے یہ دن نہیں ہیں آج جناب والا! منگل ہے ایک تو آج پرائیوٹ ممبرز ڈے نہیں رکھا گیا اور یہ جمعرات کو رکھا گیا ہے اور آپ کو یہ علم ہے کہ جمعرات کو وقفہ سوالات نہیں ہوتا اور یہ منگل کو ہوتا ہے اس سے ایک تو ہمارے منگل کے mandatory حق سے انحراف کیا گیا ہے اس پر جناب والا! میں آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب سپیکر، وقفہ سوالات سے آپ کو کیسے محروم رکھا گیا ہے؟

نواب زادہ غضنفر علی گل، جی۔

جناب سپیکر، وقفہ سوالات سے آپ کو کیسے محروم رکھا گیا ہے؟

نواب زادہ غضنفر علی گل، کیونکہ جناب والا! وقفہ سوالات جمعرات کو نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر، جمعرات کو وقفہ سوالات نہیں ہوتا۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جی۔ یہ منگل کو ہوتا ہے۔

جناب سپیکر، کیا پرائیوٹ ممبرز ڈے جمعرات کو رکھا گیا ہے؟

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! یہ تو آج بھی نہیں رکھا گیا۔ اور آج کا پرائیوٹ ممبرز ڈے جمعرات کو رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر، میں آپ کے اس پوائنٹ آف آرڈر کو درست تسلیم کرتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا شیڈول مرتب کرتے ہوئے اس میں ہماری ایک کوتاہی ہوئی ہے کہ وقفہ سوالات ممبران کا استحقاق ہوتا ہے اور ہم اس کو بہت اہمیت دیتے ہیں آج چونکہ منگل وار ہے لہذا اسے پرائیویٹ ممبرز ڈے ہونا چاہیے تھا لیکن بجٹ اجلاس میں پرائیوٹ ممبرز ڈے کو تبدیل کیا جا سکتا ہے اس کو ختم نہیں کیا جا سکتا تو بجٹ اجلاس میں آج کے پرائیویٹ ممبرز ڈے کو جمعرات پر نہیں جانا چاہیے تھا کیونکہ جمعرات

کو وقفہ سوالات نہیں ہوتا اور بجٹ اجلاس میں صرف پرائیوٹ ممبرز ڈے پر ہی وقفہ سوالات ہو سکتے ہیں۔ اس لیے اسے منگل کی بجائے جمعرات کو نہیں ہونا چاہیے تھا اسے کسی اور دن ہونا چاہیے تھا میں سے محکمہ قانون اور اپنے سیکرٹریٹ سے بات کر کے adjust کرنے کی کوشش کروں گا۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میرا جو پہلا پوائنٹ آف آرڈر تھا آپ اس پر اپنی رولنگ فرمائیے۔

جناب سپیکر، جی۔ جس پوائنٹ آف آرڈر پر رولنگ نہ دی جائے اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس پر رولنگ نہیں دی جانی مناسب سمجھی گئی ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! یہ کہاں لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر، کیا لکھا ہوا ہونا ضروری ہے۔ لکھا ہوا ہونا ضروری نہیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! آپ نے اسمبلی رولز کے مطابق چلانی ہے تو ٹھیک ہے ورنہ ہم اس میں شریک نہیں ہوں گے۔

جناب سپیکر، میں رولز کے مطابق اسمبلی چلا رہا ہوں اور میں چلاتا رہوں گا اور ہر بات پر رولنگ دینا سپیکر کے لیے ضروری نہیں۔ اور جس بات پر سپیکر رولنگ دینا مناسب سمجھتا ہے اس پر وہ رولنگ دیتا ہے اور جس پر وہ سمجھتا ہے کہ یہ رولنگ دینے کے قابل نہیں اس پر رولنگ نہیں دی جاتی۔

جناب محمد ظہیر الدین خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! نواب زادہ صاحب جب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے تھے تو انہوں نے فرمایا کہ میرا نمبر 1 پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے اور دوسرا میں بعد میں کروں گا۔ تو جناب والا! آپ رولنگ فرمائیں کہ کیا bulk میں پوائنٹ آف آرڈر کیے جا سکتے ہیں اگر ایسا ہے تو دو گھنٹے میرے پوائنٹ آف آرڈر کے لیے مختص کیے جائیں۔

جناب سپیکر، یہ نہیں کئے جا سکتے آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جو بجٹ اسمبلی میں آنے سے پہلے بازار میں پہنچ جائے کیا وہ valid بجٹ ہو سکتا ہے۔ اور کیا وہ بجٹ منسوخ نہیں ہو سکتا۔ اگر حکومت استعفیٰ نہیں دیتی تو مہربانی کر کے یہ بجٹ منسوخ کیا جانے میں جناب کی اس پر رولنگ چاہتا ہوں۔ جو بجٹ ایوان میں آنے سے پہلے عوام تک پہنچ جائے بازار تک

پہنچ جائے تاجروں تک پہنچ جائے کیا یہ بجٹ valid ہے یا unvalid۔

جناب سپیکر، یہ مسئلہ نواب زادہ صاحب پہلے اٹھے چکے ہیں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، جناب والا! یہ ان کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں تھا۔

جناب سپیکر، جی۔ ان کا یہی پوائنٹ آف آرڈر تھا۔

سردار سکندر حیات خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جیسے میرے بھائی آفتاب صاحب نے دوائیوں کے مسئلے پر فرمایا اسی طرح سے میں عرض کروں گا کہ لاہور میں پٹرول نہیں ملتا اور ہم ممبر حضرات بڑی مشکل سے یہاں تک پہنچے ہیں کسی سے لفٹ لی ہے تو جناب پولیس کی زیادتی کی وجہ سے ٹینک والوں نے ہڑتال کی ہے اور میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ حکومت کو کہیں کہ پولیس کو ہدایات دی جائیں کہ وہ ناجائز ضریب لوگوں کو تنگ نہ کریں تاکہ عوام کو سہولتیں پہنچ سکیں۔ شکریہ۔

سید ذاکر حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! نواب زادہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کی رولنگ کے سلسلے میں آپ نے فرمایا کہ یہ ضروری نہیں کہ سپیکر ہر پوائنٹ آف آرڈر پر اپنی رولنگ دے اور جب اس کا جواب نہ دیا جائے تو اس کا مفہوم مخالف تصور کیا جائے گا۔ تو جناب سپیکر میں آپ کی توجہ رولز آف پروسیجر کے رول نمبر 184(5) کی طرف مبذول کراتا ہوں۔

184(5) The Speaker shall decide all points of order and his decision thereon shall be final.

یہاں جناب سپیکر لفظ may نہیں بلکہ لفظ shall ہے اور آپ کو ہر پوائنٹ آف آرڈر کو جواب دینا چاہیے۔

جناب سپیکر، میں تو آپ کی اس بات کو مانتا ہوں لیکن پوائنٹ آف آرڈر decide کرنے کے طریقے ہیں طریق کار کے بارے میں میں نے اپنی طرف سے وضاحت کی ہے کہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر ہے جس کے بارے میں سپیکر نے اپنی رولنگ دے کر اس کو تسلیم کرتے ہوئے یہ کہنا ہے کہ میں اس پوائنٹ آف آرڈر کو صحیح تسلیم کرتا ہوں۔ اور اس پر میری رولنگ ہے کچھ پوائنٹ آف آرڈر یہ ہیں جن کو میں rule out کرتا ہوں۔ کئی پوائنٹ آف آرڈر ایسے ہیں کہ جن پر سپیکر اگر اپنی رولنگ کا اظہار نہ

کرے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کو اظہار نہ کرتے ہوئے رول rule out کرتا ہے تو یہ خاموشی سے کسی چیز کو rule out کرنا اس کو polite انداز میں rule out کرنے والی بات ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ، جناب سپیکر! میں آپ سے معرض کرتا ہوں کہ یہ مسلمہ اصول اور قاعدہ ہے کہ جب کسی معاملے پر خاموشی اختیار کر لی جائے تو اس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس کو درست تسلیم کر لیا گیا ہے نکاح کے وقت اگر کوئی لڑکی جواب نہ دے تو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ اس نے نکاح قبول کر لیا ہے اور یہ عام بھی مانا جاتا ہے کہ خاموشی نیم رضا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ نواب زادہ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے۔

جناب سپیکر، تو اگر ذومعنی خاموشی آپ کے حق میں جاتی ہے تو اس پر آپ کو کوئی اعتراض ہے۔

میاں منظور احمد موہل، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اکثر یہاں پر ایسا ہوتا ہے کہ جب آپ رولنگ دے دیتے ہیں تو اس کے بعد اس پر بحث جاری ہو جاتی ہے تو کیا قواعد و ضوابط میں یہ بات ہے کہ سپیکر کی رولنگ کے بعد پھر اسی چیز کو دوبارہ ایوان میں لایا جائے اور اس پر بحث کی جائے میں اس پر آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب سپیکر، جی اس پر میری رولنگ یہی ہے کہ سپیکر کی رولنگ کے بعد اس پر بحث نہیں ہو سکتی۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، پوائنٹ آف آرڈر۔۔

جناب سپیکر، جی نواب زادہ صاحب۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آج سے دو تین اجلاس قبل میں نے میاں منظور احمد موہل کی نشست مقرر کرنے کے متعلق آپ کو قومی اسمبلی کا جو حوالہ دیا تھا آپ نے اس پر رولنگ نہیں دی۔ آج آپ میرے اس پوائنٹ آف آرڈر پر فرمائیے کہ جس حساب سے قبل ازیں آپ نے سیٹوں کی تخصیص کی ہماری سیٹیں اور تھیں میاں منظور موہل کی سیٹ وہیں تھی۔ اس اجلاس میں آپ نے سیٹوں کی تخصیص کچھ اور طریقے سے کی ہے۔ ہماری سیٹیں بدلی ہیں لیکن میاں منظور موہل کی سیٹ ادھر کی ادھر ہے۔ اب جناب فرمائیں کہ یہ کون سا فارمولا ہے کہ سیٹیں کیسے ہی بدلی جائیں میاں منظور موہل کی سیٹ وہیں ہے۔ یہ ایک تو ان کو سیٹ دینے کا میرا جو پوائنٹ آف آرڈر

ہے اس پر آپ رولنگ فرمائیے اور دوسرا یہ فرمائیے کہ اس اجلاس میں بھی منظور موبل کو وہیں سیٹ کیوں ملی؟

رانا پھول محمد خان، ان کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپوزیشن لیڈروں سے تنگ آ گئے ہیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، اٹھ کر بات کریں۔ کھڑے ہو کر بات کریں۔ آپ تمیز سیکھیں۔۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ جی رانا صاحب۔۔

رانا اکرام ربانی، جناب سپیکر! میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس ہاؤس میں ہمارے جیسے نو آموز اگر کوئی غلطی کریں تو وہ بھی قابل معافی نہیں ہونی چاہیے لیکن جو معزز سینئر ممبر اپنی سیٹوں پر بیٹھے بیٹھے بات کرتے ہیں تو کم از کم آپ ان کو تو تنبیہہ فرمائیں کہ وہ ہمارے لیے کوئی اچھی روایات قائم کرنے کی کوشش کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، یہ رانا صاحب کی درست بات ہے۔

ہارس ٹریڈنگ' اور اراکین اسمبلی کے استحقاق کا مسئلہ

چودھری محمد وصی ظفر، جناب سپیکر! اجازت ہے؟

جناب سپیکر، جی چودھری صاحب۔۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب کی اجازت سے رول 54 کا جو proviso ہے اس کے تحت میں ایک پریویلج موشن ابھی پیش کرنا چاہتا ہوں جو کہ میں نے تحریری طور پر نہیں دی۔ وہ اس بارے میں ہے کہ مختلف اخبارات میں مختلف بیانات فاضل اراکین اسمبلی کے بارے میں آتے رہے ہیں کہ یہ ہارس ٹریڈنگ میں ملوث ہیں۔ اس بارے میں' میں جناب سے یہ گزارش کروں گا کہ جو لوگ بیان دیتے رہے ہیں' جو اخباریں کارٹون بناتی رہی ہیں اور جو یہ خبریں شائع ہوتی رہی ہیں اور جو یہ تضحیک ہوتی رہی ہے یہ تمام کا تمام معاملہ آپ پریویلج کمیٹی کے سپرد کریں اور اس میں جن لوگوں نے یہ الزام لگائے ہیں وہ ثابت کریں کہ کون ہارس ٹریڈنگ میں ملوث ہیں۔ نہیں تو پریویلج کمیٹی اس بات کا تعین کرے کہ اگر وہ غلط الزام ہیں تو پھر ان کو کیا سزا دی جائے۔ یہ انتہائی اہم معاملہ ہے اس لیے میں جناب سے کہوں گا کہ رول 54 کے proviso کے تحت جناب اپنے اختیارات استعمال کرتے ہوئے اس معاملے کو

لازمی طور پر نمٹائیں کیونکہ اس پر کسی کا جواب نہیں آتا۔ کوئی محکمہ ایسا نہیں ہے جو جواب دے سکے۔ اس میں کسی fromality کی ضرورت نہیں۔ وہ بیانات اور کارٹون جناب نے بھی دیکھے ہیں' میں نے بھی دیکھے ہیں اور تمام اراکین نے دیکھے ہیں اور اس میں بلا تمیز پاکستان کے ہر ہاؤس کی' نہ صرف اس ہاؤس کی' وہ چاہے سینٹ کا ہو' چاہے کوئی اور صوبائی اسمبلی ہو' چاہے قومی اسمبلی ہو تمام کا شدید استحقاق مجروح ہوا ہے۔۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب اس پر آپ کی پریویلج موشنز ہیں۔ ان کو ہم ٹیک اپ کریں گے۔

چودھری محمد وصی ظفر، تو یہ جو میرا بیان ہے اس کو بھی ساتھ شامل کر لیا جائے۔

جناب سپیکر، آپ کی پریویلج موشنز اس سلسلے میں ہیں۔۔

چودھری محمد وصی ظفر ، نہیں جناب' میں نے تو یہ رول 54 کی proviso کے تحت کہا ہے۔ جناب کے پاس اختیار ہے کہ بغیر کسی موشن کے' بغیر کسی موقع پر اگر یہ نقطہ اٹھایا جائے تو آپ اس کو ٹیک اپ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، تو میں اس کو بطور پریویلج موشن کے ٹیک اپ کروں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جی۔ میں اسے پڑھ دیتا ہوں۔

> Provided that the Speaker may, if he is satisfied about the urgency of the matter, dispense with the requirement of notice and allow a question of privilege to be raised at any time during the course of sitting after the disposal of questions.

جناب سپیکر، میں اس کو دیکھ کر اس پر فیصلہ دوں گا۔

چودھری محمد وصی ظفر ، شکریہ جناب والا۔

سپیکر کو موصول شدہ اراکین اسمبلی کے خلاف نااہلی کے ریفرینسز چیف الیکشن کمشنر کو بھیجنے میں تاخیر

سید ذاکر حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر آپ کے بارے میں ہے۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! پریویلج موشنز کو نہ ٹیک اپ کر لیں؟ اب یہ بات آگے بڑھنی چاہیے۔

سید ذاکر حسین شاہ، جناب والا! یہ بڑا ضروری پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب سپیکر، تو یہ آخری پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ اس کے بعد پریویلج موشنز کو ٹیک اپ کریں گے۔

سید ذاکر حسین شاہ، جناب سپیکر! یہاں آپ کے صوبائی اسمبلی کے دو ارکان جناب میاں نواز شریف اور جناب شہباز شریف کے خلاف نااہلی کے ریفرنسز موصول ہوئے ایک طویل عرصہ ہو چکا ہے۔ آپ نے ابھی تک ان ریفرنسز کو چیف الیکشن کمشنر کے پاس نہیں بھیجا اور یہ جو آئین ہے اس میں یہ ہے کہ جب آپ کے پاس کسی رکن اسمبلی کی نااہلی کا ریفرنس بھیجا جائے تو آپ اس بات کے آئینی طور پر پابند ہیں کہ آپ اس ریفرنس کو چیف الیکشن کمشنر کے پاس بھیجیں۔ ہمارے سامنے ایک مثال موجود ہے کہ صدر مملکت جناب غلام اسحاق خان صاحب جب سینٹ کے چیئرمین تھے تو اس وقت راولپنڈی اسلام آباد کے ایک وکیل سید ظفر علی شاہ نے ڈاکٹر محبوب الحق اور ڈاکٹر اسد کے خلاف ریفرنس دائر کیا تھا تو انہوں نے بائیس دن کے بعد بغیر سماعت کے اس ریفرنس کو چیف الیکشن کمشنر کے پاس بھیج دیا تھا اب یہ انتہائی اہم معاملہ ہے۔ ساری حکومت میں یہ غیر یقینی صورت حال ہے کہ آپ کے پاس ریفرنسز موجود ہیں ان کو آپ چیف الیکشن کمشنر کے پاس ریفر کریں۔ جناب والا! اگر مزید دیر ہوئی تو پھر ہمارے پاس اس بات کی کوئی option نہیں رہ جائے گی کہ ہم بھی آپ کے خلاف عدالت عالیہ سے رجوع کریں۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ جناب والا! یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آپ تشریف رکھیں اگر کوئی دوسرا آدمی بولنا چاہے تو اسے ذرا حوصلے سے سن لیں۔ شاہ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر میں سن چکا ہوں۔ بات یہ ہے کہ میاں منظور احمد موہل صاحب میری توجہ غالباً اس رولز کی طرف دلانا چاہتے ہیں کہ جس میں پوائنٹ آف آرڈر کن چیزوں پر اٹھایا جا سکتا ہے اور پوائنٹ آف آرڈر کے بارے میں مجھے علم ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر ان معاملات کے بارے میں اٹھایا جا سکتا ہے جو اس وقت اس لمحے اسمبلی کے سامنے زیر بحث ہوں۔ شاہ صاحب نے جو پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے یہ اس وقت اسمبلی کے سامنے زیر بحث معاملہ نہیں۔ اس لیے

میں اسے آؤٹ آف آرڈر قرار دیتا ہوں۔

جناب جاوید محمود گھمن، پوائنٹ آف آرڈر۔۔

جناب سپیکر، جی جاوید محمود گھمن صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب جاوید محمود گھمن، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آیا سپیکر صاحب کو اتنے اختیارات حاصل ہیں کہ کوئی آدمی لیٹ کر بھی بول سکتا ہے' کوئی بیٹھ کر بھی بول سکتا ہے' کوئی بغیر پوائنٹ آف آرڈر کے بھی بول سکتا ہے' کیا آپ اسے اس طرح ہاؤس میں بولنے کی اجازت دے سکتے ہیں؟ کہ وہ سارے ہاؤس کے جب چاہے پریولیج توڑے' جب چاہے وہ بولے' کیا یہ اختیارات ہیں؟

جناب سپیکر، جی نہیں۔۔

جناب جاوید محمود گھمن، تو پھر ایک مخصوص ممبر ہمیشہ بیٹھے بیٹھے بولتے ہیں۔ آپ انہیں کہا کریں کہ وہ اٹھ کر بولا کریں۔

جناب سپیکر، جاوید صاحب کی بات سے میں اتفاق کرتا ہوں۔ آئندہ بیٹھے بیٹھے کسی آدمی کو بولنے کی اجازت نہیں دی جائے گی۔

سید ذاکر حسین شاہ، جناب والا! میں نے جو پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے یہ بڑا اہم معاملہ ہے۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب میں اسے dispose of کر چکا ہوں۔ I am sorry

سید ذاکر حسین شاہ، جناب سپیکر! آپ ہمیں وہ وجوہات بتائیں کہ ابھی تک آپ نے ان ریفرنسز کو کیوں نہیں ریفر کیا۔

جناب سپیکر، میں اس کو dispose of کر چکا ہوں۔ I am sorry. Have your seat please.

سید ذاکر حسین شاہ، میں تو یہ دریافت کر رہا ہوں کہ اس میں تاخیر کیوں ہو رہی ہے؟

MR SPEAKER: Have your seat please, I have disposed of your point of order and I have given my ruling on that.

سید جاوید علی شاہ، جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں سید ذاکر حسین شاہ صاحب کی بات کو کچھ اس طرح سے بتانا چاہتا ہوں کہ جس شخصیت کی طرف انہوں نے اشارہ کیا ہے کہ انہوں نے بیٹھ کر

بات کی ہے وہ ہیوی ویٹس میں شمار ہوتے ہیں اور ہیوی ویٹس کی پوزیشن جنگل کے بادشاہوں کی طرح ہوتی ہے' ان کی مرضی ہے کہ وہ انڈے دیں یا بچے دیں' تو ان کا اشارہ بھی جن صاحب کی طرف تھا' ان کی مرضی ہے کہ وہ بیٹھ کر بات کریں یا لیٹ کر بات کریں یا کھڑے ہو کر بات کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، اب ہم تحاریک استحقاق کو ٹیک اپ کرتے ہیں' جناب محمد خان جسپال۔۔ جسپال صاحب تشریف نہیں رکھتے ہیں۔ مولانا منظور احمد چینوٹی کی تحریک استحقاق نمبر 2 کو لیتے ہیں۔

ایوان کو نشان زدہ سوالات 836 اور 837 کے غلط جوابات کی فراہمی

مولانا منظور احمد چینوٹی: جناب والا! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو کہ اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ مورخہ 11 فروری 1990ء کو میرے سوالات نمبر 836' 837 کے جو جوابات ایوان کی میز پر رکھے گئے ہیں وہ واقعات کے لحاظ سے درست نہ ہیں۔ سوال نمبر 836 کے جواب میں تھانہ سانده میں سات سب انسپکٹر بتائے گئے ہیں جب کہ وہاں پر سب انسپکٹر صرف تین ہیں۔ ہیڈ کانسٹیبل 8 بتائے گئے ہیں جب کہ وہاں پر چار ہیں' اور کانسٹیبلان کی تعداد 36 بتائی گئی ہے جب کہ وہاں پر کانسٹیبل صرف 15 ہیں اسی طرح میرے سوال نمبر 837 کے جواب میں تھانہ سٹی چنیوٹ میں 2 سب انسپکٹر لکھے ہوئے ہیں اور وہاں پر ایک انسپکٹر ہے۔ پندرہ اسسٹنٹ سب انسپکٹر بتائے گئے ہیں اور وہاں پر صرف چار اسسٹنٹ سب انسپکٹر ہیں۔ ہیڈ کانسٹیبل چار بتائے گئے اور وہاں پر تین ہیں اور چالیس کانسٹیبل بتائے گئے ہیں جب کہ وہاں پر صرف 22 ہیں اس طرح ایوان میں غلط جواب دے کر نہ صرف میرا استحقاق مجروح کیا گیا ہے بلکہ اس سے پورے ایوان کا استحقاق بری طرح مجروح ہوا ہے لہذا میری استدعا ہے کہ میرای اس تحریک کو منظور فرما کر استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! میرا خیال ہے کہ اس پر مزید تقریر کی ضرورت نہیں۔ سوالات کے جوابات اکثر درست نہیں دیے جاتے ہیں اور وہ واقعات کے خلاف ہوتے ہیں۔ اور یہ جو جوابات اس وقت دیے گئے' میری اپنی تحقیق کے مطابق جو میں نے نگرز دی ہیں اس کے مطابق سوالات کے جوابات درست

نہیں ہیں، لہذا میں استدعا کروں گا کہ اسے تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیا جائے۔

وزیر قانون، جناب والا! یہ پوسٹنگ اور ٹرانسفر ساکت نہیں ہوتے، دراصل جس وقت اس سوال کا جواب جناب آئی جی کی طرف سے ہمیں موصول ہوا، اس وقت یہی پوزیشن تھی۔ جو جواب میں دی گئی، اسی دوران کافی وقت گزر گیا اور اس دوران پوزیشن تبدیل ہوگئی، جس وقت سوال کا جواب اس ایوان میں پیش ہوا، اس وقت وہ پوزیشن تھی جو کہ جناب مولانا فرما رہے ہیں، اس میں محکمہ کی یا آئی جی کی بدنیتی نہیں تھی۔ بلکہ ہوتا یہ ہے کہ سوالات کے جوابات پہلے موصول ہوتے ہیں اور اسی دوران تقرر اور تبادلے ہوتے رہتے ہیں کیونکہ ان پر کوئی پابندی نہیں لاہور ہمارا ایک واحد اہم سٹیشن اور ہمارے صوبے کا ہیڈکوارٹر ہے، بعض اوقات یہ محسوس کیا جاتا ہے کہ ایک جگہ سے دوسرے جگہ نفری کی زیادہ ضرورت ہے تو ایک تھانہ سے لوگوں کو دوسرے تھانہ بھیج دیا جاتا ہے۔ اس سے قطعاً مراد نہیں ہے کہ حکومت نے بدنیتی پر غلط جواب دینے کی کوشش کی ہے بلکہ یہ پوزیشن ایک جگہ ساکت رہ سکتی ہی نہیں یہاں لاہور میں پوزیشن یہ ہے کہ ہمیں جتنی پولیس کی ضرورت ہے اس سے ہمیں آدھ بھی مہیا نہیں ہے۔ تو پھر ایسے کیا جاتا ہے کہ جہاں کہیں بھی ضرورت ہو تو ایک جگہ سے دوسرے جگہ پر ملازمین کو شفٹ کیا جاتا ہے۔ اسی طرح سے اعداد و شمار میں کمی بیشی ہو جاتی ہے۔ ویسے میں اس معزز ایوان کو یہ یقین دہانی کرانا چاہتا ہوں کہ عمداً کوئی غلطی نہیں ہوئی ہے۔ مولانا صاحب میرے پاس تشریف لے آئیں میں متعلقہ افسران کو بلا کر، اسی تاریخ میں، جس دن انہوں نے یہ سوال کیا تھا، اس دوران اور اس کے بعد کے دورانیہ میں جو تبدیلیاں ہوئی تھیں ان کی تفاصیل میں ان کو بتا دوں گا، اور ویسے جناب والا کی اطلاع کے لیے عرض کروں کہ یہ تحریک استحقاق پچھلے دو سیشنوں سے مولانا صاحب دے رہے ہیں، اس لحاظ سے یہ تحریک استحقاق ٹیکنیکلی بھی پذیرائی کے قابل نہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! عرض یہ ہے، گزشتہ اجلاس میں ہمیں یہ جوابات ایوان کی میز پر مل گئے، اس کے بعد چونکہ کوئی اجلاس ہوا نہیں میں لاہور کے بارے میں تو زیادہ نہیں کہہ سکتا ہوں البتہ چنیوٹ کے بارے میں اگر جناب وزیر موصوف بتائیں کہ سوالات کے جوابات کے وقت سے لے کر اس وقت تک، اگر کسی بھی وقت یہ تعداد بھی ملتی رہی ہو اور ضرورت کے تحت اس میں کمی بیشی ہوتی رہی ہو، تو پھر تو میں درست مان لوں گا۔ یہ جب سے سٹی تھانہ بنا ہے اس وقت سے لے کر اب

تک وہاں ایک انسپکٹر ہے جب کہ جواب میں دو لکھے گئے ہیں' اور اسسٹنٹ سب انسپکٹر 15 لکھے گئے ہیں جب کہ اس وقت تک وہاں پر چار ہیں' کسی بھی وقت انکی تعداد 15 نہیں ہوئی' اسی طرح ہیڈ کانسٹیبل چار بتائے گئے ہیں اور وہاں پر تین ہیں اور 40 کانسٹیبل بتائے گئے ہے جبکہ اب تک وہاں پر 22 ہیں اگر تو کسی وقت بھی یہ تعداد وہاں پر موجود ہو اور اب کسی وجہ سے یا تبدیلی سے اس میں کمی آگئی ہو تو میں اسے تسلیم کرلوں گا۔ ورنہ بہرحال یہ جواب صحیح نہیں' کہاں پندرہ اسے ایس آئی اور کہاں چار' اتنا فرق' ایک دو کا تبادلہ ہو جائے تو فرق پڑ سکتا ہے۔ لیکن گیارہ کا فرق پڑ جانا یہ سمجھ سے باہر ہے۔ اس لیے یہ جواب بہرحال درست نہیں آپ جو مناسب سمجھیں۔

جناب سپیکر، مولانا صاحب! لاءمنسٹر صاحب یہ کہہ رہے ہیں کہ آپ ان کے پاس تشریف لے آئیں تو وہ پولیس سے متعلقہ ان اعداد و شمار کے بارے میں آپ کی تسلی کروا دیں گے۔ تو آپ کی اس بارے میں کیا رائے ہے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! اگر یہ یقین دہانی کرائیں کہ تعداد پوری کر دی جائے گی۔ جو تعداد جواب میں دی گئی ہے اگر وہ مجھے پوری کرا دیں اس کے مطابق تو میں اس کو واپس لے لیتا ہوں اور اگر تعداد وہی رہنی ہے تو پھر کوئی فائدہ نہیں اور اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد فرما دیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں نے تو گزارش کی ہے کہ مولانا صاحب اور میں اس معاملے کو مل بیٹھ کر اور پولیس کے متعلقہ افسران کو بلا کر طے کرلیں گے اور میں مولانا کی خدمت میں یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ مہربانی کر کے اس تحریک کو پریس نہ کریں۔

جناب سپیکر، جی مولانا صاحب۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، مجھے ان کا جواب سمجھ نہیں آیا۔ میں نے تو یہ عرض کی ہے کہ اگر یہ تعداد پوری کرنے کا وعدہ کریں جو جواب میں دی گئی ہے پھر تو میں پریس نہیں کرتا۔ اور اگر تعداد وہی رہنی ہے اور انہوں نے ویسے ہی باتوں باتوں سے خوش کر کے مجھے ٹرخانا ہے تو پھر بات نہیں بنتی ہے۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! آپ اس تحریک استحقاق کو pending فرما لیں میں مولانا صاحب سے مل کر اور کسی حتمی نتیجے پر پہنچ کر جناب کی خدمت میں عرض کریں گے۔

جناب سپیکر، مولانا صاحب دوسری تجویز یہ ہے کہ وزیر قانون صاحب کہہ رہے ہیں کہ اس تحریک استحقاق کو ذرا pending کرلیں اور مولانا صاحب اور میں مل بیٹھ کر اس معاملے کو سلجھا لیں گے آپ کی کیا رائے ہے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! یا تو یہ تسلیم کرلیں کہ یہ جواب صحیح نہیں یا پھر یہ تعداد پوری کر دیں ان دو باتوں میں سے ایک بات ہونی چاہیے۔ (قطع کلامیاں)

سردار سکندر حیات خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب کی حمایت میں کچھ گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، سردار صاحب آپ تشریف رکھیں۔

سردار سکندر حیات خان، جناب والا! میں تو ان کی حمایت میں بات کرنا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر، سردار صاحب تشریف رکھیں اس پر بحث نہیں ہوسکتی۔ مولانا صاحب آپ فرمائیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! میں نے تو گزارش کی ہے۔ اب آپ جس طرح مناسب سمجھیں۔

جناب سپیکر، وزیر قانون و پارلیمانی امور کا خیال یہ ہے کہ آپ کی ان دو باتوں پر غور کرنے کے لیے اس تحریک استحقاق کو pending کر لیا جائے۔ تاکہ سردار صاحب اور آپ کی آپس میں بات ہو سکے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، ٹھیک ہے جناب pending کرلیں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے اس کو pending کیا جاتا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، لیکن جناب والا! اس کی بھی وضاحت کر دی جائے کہ یہ مسئلہ اسی اجلاس میں حل ہو جائے گا؟

جناب سپیکر، اسی اجلاس میں اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔ راؤ طارق محمود صاحب کی ایک تحریک استحقاق نمبر 3 ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ جو صاحبان تشریف نہیں رکھتے ان کی تحاریک استحقاق dispose of تصور ہوں گی راجہ صاحب اپنی بات کریں۔

راجہ صفدر حسین، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ ابھی جیسا کہ وزیر قانون نے فرمایا اور چنیوٹی صاحب نے کہا کہ اگر یہ آج تعداد پوری کر دیں تو پھر میں ان سے بات

چیت کرنے کے لیے تیار ہوں۔ آپ یہ فرمائیں کہ اگر واقعی وہ جواب غلط تھا اور آج اگر وہ تعداد پوری کر دی جائے تو کیا متعلقہ محکمے کے جرم پر پردہ پوشی ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر، راجہ صدر یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ ایک تحریک استحقاق dispose of ہو چکی ہے اور اس بارے میں آپ پوائنٹ آف آرڈر اٹھا رہے ہیں؛ عصر کی نماز کا وقت ہوگیا ہے۔ اس لیے عصر کی نماز کے لیے وقفہ کرتے ہیں۔ ساڑھے پانچ بجے تک کے لیے اجلاس کی کارروائی ملتوی کرتے ہے۔ ساڑھے پانچ بجے آفتاب احمد خان کی تحریک استحقاق کو لیں گے۔

(وقفہ برائے نماز عصر)

(نماز عصر کے وقفے کے بعد جناب سپیکر 5.40 پر کرسی صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

جناب سپیکر، جناب رانا آفتاب احمد خاں صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

ڈائریکٹر سوشل سیکورٹی فیصل آباد کا رکن اسمبلی سے نامناسب رویہ

جناب آفتاب احمد خان، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ 4۔ اپریل کو تقریباً صبح میں نے ایک ضروری کام کے سلسلہ میں ڈائریکٹر سوشل سیکورٹی فیصل آباد ریجن ملک طارق اقبال سے فون پر بات کرنے کے لیے رابطہ کیا۔ تو ان کے پی اے ذوالفقار نے مجھے تین منٹ ہولڈ آن کرانے کے بعد جواب دیا کہ وہ ایک ڈسپنسری کے معائنے پر گئے ہیں۔ میں نے اپنا نمبر دے کر کہا کہ جب ڈائریکٹر صاحب آئیں تو مجھ سے بات کروا دیں اسی دوران مجھے ایک سائل نے سوشل سیکورٹی کے دفتر سے ہی ٹیلی فون کیا کہ ڈائریکٹر صاحب بیٹھے ہیں آپ بات کرلیں۔ میں نے دوبارہ ٹیلی فون کیا تو پی اے نے پھر ہولڈ آن کروا کر کچھ دیر بعد مجھے جواب دیا کہ وہ ابھی واپس نہیں آئے۔ میرے اصرار پر کہ دفتر میں موجود ہیں آپ ان سے پوچھ کے بتائیں کہ وہ بات کرنا چاہتے ہیں کہ نہیں۔ اس پر پی اے نے دوبارہ "بزر" دیا۔ دوبارہ مجھے ہولڈ آن کرائے رکھا تاہم اسی دوران لائنوں کی خرابی کے باعث یا کسی دوسری وجہ سے میں نے ڈائریکٹر کو یہ کہتے سنا کہ تم نے کیا ایم پی اے۔ ایم پی اے کی رٹ لگا رکھی ہے "پی اے کے یہ بتلانے کے باوجود کہ انہیں علم ہے کہ آپ دفتر میں موجود ہیں۔ ڈائریکٹر نے انتہائی تضحیک آمیز لہجہ میں کہا " اسے کہہ دو کہ میں آ کر دوبارہ کچہری چلا گیا ہوں"۔

پی اے نے جب یہی الفاظ دوہرائے تو میں نے کہا کہ میں نے تمہاری اور ڈائریکٹر کی گفتگو سن لی ہے۔ اس پر پی اے نے معذرت کرتے ہوئے کہا کہ سر ہم تو حکم کے بندے ہیں جو حکم ملتا ہے وہی جواب دیتے ہیں۔

جناب سپیکر! بطور عوامی نمائندے کے میرا یہ استحقاق اور فرض ہے کہ لوگوں کے مسائل کے سلسلے میں پبلک سرونٹس سے رابطہ کروں لیکن ڈائریکٹر مذکور نے جان بوجھ کر نہ صرف مجھ سے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ بلکہ میرے خلاف توہین آمیز الفاظ بھی استعمال کئے۔ جس سے نہ صرف میرے استحقاق کی پامالی ہوئی ہے بلکہ سارے ایوان کا استحقاق بھی مجروح ہوا ہے۔ اس لیے جناب سپیکر! میں استدعا کرتا ہوں کہ میری اس تحریک استحقاق کو باضابطہ قرار دے کر اسے مجلس برائے استحقاق کو بالغرض چھان بین و رپورٹ سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! جب ہم 1988ء میں ممبر منتخب ہوئے تو ہمارے ذہن میں معزز ایوان کا ایک بڑا بھرم تھا۔ ہم نے سوچا تھا کہ جب ہم اس ایوان میں جائیں گے تو یہاں سے کچھ سیکھیں گے۔ یہاں کی روایات ہیں' کچھ آداب ہیں' کچھ ٹریڈیشنز ہیں' کسٹمز ہیں۔ مگر افسوس کے ساتھ کہتا ہوں کہ یہاں آ کر کم از کم میں کچھ نہیں سیکھ پایا۔ میرے ذہن میں جو امیج تھا' وہ بڑا مجروح ہوا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم نے ابھی تک پبلک سرونٹ اور پبلک representative کا فرق محسوس نہیں کیا۔ کہ عوامی نمائندے اور سرکاری ملازم میں کیا فرق ہے۔ جناب والا! سرکاری ملازم کو ہمارے سر پر اس طرح سوار کر دیا گیا ہے کہ جس کے لیے یہ سارا ایوان شرم سار ہے۔ یہ لوگ ہماری بات سننے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چاہے میں حزب اختلاف میں ہوں' یا حزب اقتدار میں' میں ممبر پنجاب اسمبلی کا ہوں۔ جو میرے مسائل ہیں' وہ عوام کے مسئلے ہیں' ڈائریکٹر صاحب جو فرماتے ہیں' میں نے بات سننے سے انکار کیا' میرے پاس اس کا affidavit ہے۔ میں وثوق سے کہتا ہوں کہ یہ وہاں پر تھے۔ اور میرے پاس اس کے گواہ ہیں۔ انھوں نے پورے ایوان کا وقار مجروح کیا ہے۔ براہ مہربانی میری تحریک استحقاق کو باضابطہ قرار دے کر اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں تاکہ ان افسران کو کچھ تو لگام ڈالی جا سکے۔

جناب سپیکر، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں؟

باجی نصرت رشید: جی ہاں۔ میں نیچے ڈسپنسری میں دوائیوں کے لیے گئی ہوں۔ وہاں مجھے معلوم ہوا

ہے کہ دوائیاں نہیں مل سکتیں۔ اس لیے کہ فنڈز نہیں ہیں۔ آپ پرچیز کر لیں' اس کے بعد آپ بل دے دیں۔ پھر آپ کو ملیں گی۔ یہی حال آٹھ مہینے سے میرے میاں کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ میں پچھلے مہینے یہاں آئی ہوں۔ میں ہیلتھ سیکرٹری کو ملی ہوں۔ انھیں میں نے بتایا کہ اس طرح بورڈ ہوا ہے۔ بورڈ نے سروائیکل کی بیماری کے لیے کہا کہ یہاں پر علاج نہیں ہو سکتا' انھیں باہر بھیجا جائے۔ میں نے ہیلتھ سیکرٹری سے بات کی تو انھوں نے کہا کہ آپ چیف منسٹر سے مل لیں۔ یہ کام وہ کریں گے۔ ہم لوگ مجبور ہیں۔ ہم نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر، مسئلہ کیا ہے؟

باجی نصرت رشید، میرے شوہر عرصہ تین سال سے بیمار ہیں۔ انھیں سروائیکل کی تکلیف ہے۔ جو بہت زیادہ ہے۔ ان کے لیے پنجاب گورنمنٹ کی طرف سے بورڈ ہوا۔ بورڈ میں یہ طے ہوا کہ ان کا علاج باہر کیا جائے۔ یہاں ان کا علاج ممکن نہیں۔ اس کے باوجود کہ آٹھ مہینے بورڈ کو بھی ہوگئے ہیں' اس کا مجھے کوئی جواب نہیں ملا۔ میں بار بار یقین دہانی کے لیے اٹھی ہوں۔ میں نے لکھ کر بھی دیا ہے۔ اس کا مجھے تحریری جواب بھی نہیں ملا۔

جناب سپیکر، بورڈ نے سفارش کر دی ہے؟

باجی نصرت رشید، جی ہاں۔

جناب سپیکر، تو آپ سیکرٹری اسمبلی سے رابطہ کیجیے گا۔ ہم اس کو ٹیک اپ کریں گے۔

باجی نصرت رشید، آپ نے مجھے پہلے بھی یہ یقین دہانی کرائی تھی کہ میں خود ان معاملات کو نمٹا لوں گا۔

جناب سپیکر، اس کے بعد کبھی آپ نے میرے ساتھ رابطہ کیا؟

باجی نصرت رشید، نہیں۔ میں تو سوچتی ہوں کہ جب ہیلتھ سیکرٹری نے کہا ہے کہ سوائے چیف منسٹر کے کوئی کر ہی نہیں سکتا' اس لیے میں خاموش ہوگئی۔

جناب سپیکر، جیسے میں آپ کو کہہ رہا ہوں' آپ رابطہ کیجیے۔ میں اس کو ٹیک اپ کروں گا۔ بورڈ آپ کے میاں کی بیرون ملک علاج کی منظوری دے چکا ہے۔ تو اس کو یقینی بنایا جائے گا کہ ان کا بیرون ملک علاج ہو۔ آپ فکر نہ کریں۔

باجی نصرت رشید، شکریہ۔ جناب والا۔

سید ناظم حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ میں نے آپ کی خدمت میں ایک ریفرنس ارسال کیا تھا۔ وہ میاں نواز شریف اور میاں شہباز شریف کے متعلق تھا۔ اس کی تاریخ پچھلے مہینے کی مقرر ہوئی تھی۔ پھر آپ نے کینسل کر دی۔ اس کی کوئی تاریخ مقرر کریں۔ آج تک آپ نے نہیں کی۔ آپ مہربانی کریں اور وہ ریفرنس suo-moto الیکشن کمیشن کو ریفر کریں۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب' اس بارے میں آپ سیشن کے بعد مجھ سے مل لیں۔ میں آپ سے بات کروں گا۔

سید ناظم حسین شاہ، شکریہ۔

جناب سپیکر، جناب آفتاب احمد خان صاحب کی تحریک استحقاق زیر بحث ہے۔ انھوں نے تحریک استحقاق پڑھ لی ہے اور انہوں نے شارٹ ٹیکنٹ بھی دے دی ہے۔ اس پر جناب لاءمنسٹر کچھ فرمانا چاہیں گے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! مجھے ابھی تک اس تحریک استحقاق کے بارے میں محکمے کی طرف سے جواب وصول نہیں ہوا۔ مہربانی فرما کر اس کو ملتوی کرلیں۔ جواب آنے پر میں اس پوزیشن میں ہوں گا کہ اس پر محکمے کا نقطۂ نظر پیش کر سکوں۔

جناب آفتاب احمد خان، جناب سپیکر! میں نے یہ واقعہ اس وقت پندرہ منٹ بعد وزیر محنت جناب راجہ اشفاق سرور صاحب کو بھی بتا دیا تھا اور انھوں نے بھی اس پر کوئی ایکشن نہیں لیا۔ جان بوجھ کر اس کو طول دیا جا رہا ہے۔ وہ جواب تو دینا چاہیں گے' لیکن میں ایوان میں یہ کہتا ہوں کہ یہ واقعہ ٹھیک ہے۔ اگر یہ غلط ہوتا تو آپ مجھے ذاتی طور پر جانتے ہیں کہ میں کبھی بھی غلط بات نہ کرتا۔ جواب آنے میں کیا دیر تھی؟ چار اپریل کو تو میں نے یہ تحریک استحقاق داخل کی تھی۔ اگر دو ماہ دس دن لگ جاتے ہیں تو پھر ہمارا یہ اسمبلی سیکرٹریٹ آپ ویسے ختم کر دیں۔ موجودہ دور میں ہمارے پاس کمپیوٹرائزڈ سسٹم چاہیے کہ یہاں پر ہمارا سلسلہ تیز ہو سکے۔ آپ فرما دیتے ہیں کہ ہمیں جواب کے لیے چودہ دن کا نوٹس دینا چاہیے۔ مگر آٹھ دن کے اندر اندر محکمے نے بھی جواب دینا ہے۔ وہ کبھی بھی نہیں آتا۔

جناب سپیکر، جناب لاءمنسٹر' آپ کے پاس کس وقت تک جواب آجائے گا؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں اپنے بھائی کی تسلی کے لیے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اسمبلی کے بزنس کو ہم کسی بھی قیمت پر غیر سنجیدہ نہیں سمجھتے۔ اس سلسلے میں میرے محکمے نے چیف سیکرٹری صاحب سے ذاتی طور پر بات کی ہے۔ آج لا سیکرٹری کی ڈائریکٹر لیبر اور سیکرٹری سے بات ہوئی ہے۔ ہم یقینی بنائیں گے اور ہم کل تک ہر قیمت پر جواب اسمبلی میں پیش کریں گے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے رانا صاحب۔ کل تک اس کو ملتوی کیے دیتے ہیں۔

MR. KHALID LATIF KARDAR: Hon'ble Speaker! Sir, I would like to say that the statement of the Hon'ble Minister is quite irrelevant because so far as the admittance of the Privilege Motion is concerned, you have to take into consideration only the situation explained by the mover. The statement of the other party is quite irrelevant. The Privilege Motion should be placed before the Privilege Committee

جناب سپیکر، اس تحریک استحقاق کے محرک اور وزیر قانون کے درمیان یہ بات طے پا گئی ہے کہ اس تحریک استحقاق کو کل تک پنڈنگ کر لیا جائے۔ چوہدری نذیر احمد صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ اب ہم بجٹ پر بحث کر لیں۔ باقی تحاریک استحقاق کو کل کر لیں گے۔ جن صاحبان نے بحث میں حصہ لینا ہے وہ اپنے اسمائے گرامی مجھے بھیج دیں۔ اس سے پیشتر کہ ہم بجٹ پر بحث کا آغاز کریں جناب ڈپٹی سپیکر صاحب کچھ ارشاد فرمانا چاہتے ہیں۔ آپ اپنی اپنی سیٹوں پر تشریف رکھیں۔ میں یہ چاہتا ہوں کہ آپ رانا صاحب کی موجودگی میں جو کچھ کہنا چاہتے ہیں وہ ان کی موجودگی میں فرمائیں۔ رانا صاحب تشریف لے آئے ہیں۔ جناب ڈپٹی سپیکر صاحب۔

سردار حسن اختر موکل، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! آپ کی اجازت کے ساتھ اس بجٹ اجلاس کے پہلے دن یہاں ہاؤس میں جو ناخوش گوار حالات پیدا ہوئے اور جس کی بنیاد پر ہم سب جانتے ہیں کہ ہاؤس کی روایات کے خلاف کچھ چیزیں وقوع پذیر ہوئیں اور جس کی پر ہاؤس کا وقار مجروح ہوا میں سمجھتا ہوں کہ ہم سب اس واقعہ سے شرمندہ ہیں۔ میرے متعلق میرے قابل احترام دوست آنریبل ممبر اپوزیشن کے دلوں میں کچھ غلط فہمی پیدا ہوئی اور مجھے یہ بتایا گیا کہ وہ اس غلط فہمی کا شکار

ہوئے۔ کہ چیئر نے جانب داری سے کام لیا اور میں نے جان بوجھ کر قابل احترام لیڈر آف دی اپوزیشن کو بولنے کی اجازت نہیں دی۔ میں یہ اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ جن حالات سے ہم گزر رہے ہیں اور جس دور سے ہم گزر رہے ہیں مناسب ہوگا کہ جمہوریت کو آگے بڑھانے کے لیے اس ادارے کے وقار کو بحال رکھنے کے لیے میں ان کی غلط فہمی دور کروں اور ان سے یہ عرض کروں کہ جس غلط فہمی کا وہ شکار ہیں۔ وہ غلط فہمی حقیقت نہیں۔ میں اپنے تمام دوستوں اور اپنے اپوزیشن کے بھائیوں اور ممبرز کا دل کی گہرائیوں سے احترام کرتا ہوں اور یقین دلاتا ہوں کہ چیئر نے ہمیشہ تمام آنریبل ممبرز کا بلاتفریق احترام کیا ہے۔ اور ذاتی طور پر میں رانا صاحب جو لیڈر آف دی اپوزیشن بھی ہیں میرے بڑے بھائی بھی ہیں ہر لحاظ سے ان کا اور تمام ممبرز کا میں احترام کرتا ہوں اور مجھے یہ یقین دلاتے ہوئے عار نہیں ہے۔ اور دوست یہ جانتے ہیں کہ جب بھی میں چیئر پر بیٹھا ہوں میں نے یہ کوشش کی ہے کہ ہاؤس کو غیر جانب داری سے چلایا جائے۔ اس دن جس بنیاد پر یہ غلط فہمی اٹھی میں یقین دلاتا ہوں کہ حالات میرے دوست بھی جانتے ہیں تمام ہاؤس جانتا ہے ۔ کہ جب میں چیئر پر بیٹھا اور پینل آف چیئرز کا اعلان ہونے لگا تو کچھ 15,10 دوست حزب اختلاف کی طرف سے پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہوئے اور میں نے ان سے یہ پوچھا کہ آپ میں سے کون بولنا پسند فرمائے گا۔ قرعہ فال سید ذاکر حسین صاحب جو ہمارے ہاؤس کے آنریبل ممبر ہیں ان کے نام پڑا انہوں نے جب اپنا پوائنٹ آف آرڈر بیان کیا تو میں نے اس کو رولز کے تحت turned down کیا اور اس کے بعد فنانس منسٹر صاحب کو فلور دے دیا میں یقین دلاتا ہوں اس ہاؤس کے وقار کے خاطر اس ہاؤس کو اچھے طریقے سے چلانے کی خاطر جمہوریت کی گاڑی کو آگے بڑھانے کی خاطر میں نے اس دن رانا شوکت صاحب جو ہمارے قابل احترام لیڈر آف دی اپوزیشن ہیں ان کی نہ تو آواز سنی کہ وہ پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہوئے ہیں۔ اور نہ ہی میں ان کو دیکھ سکا۔ حالات ایسے تھے جن کے تحت میں یہ یقین دلاتا ہوں کہ میں نے ان کو نہ دیکھا اور نہ ہی ان کی آواز میرے کانوں میں پڑی اگر ان کی آواز میرے کانوں میں پڑتی اگر میں ان کو کھڑے ہوئے دیکھ لیتا میں یقین دلاتا ہوں کہ کبھی ایسا نہ ہو سکتا تھا کہ میں ان کو فلور نہ دیتا اور ان کی بات نہ سنتا۔ اور یہی آئندہ کے لیے بھی میں ان کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کا احترام ان کی عزت میرے دل میں اتنی ہی ہے جتنی کسی اور معزز ممبر کے لیے ہے۔ وہ اس غلط فہمی کو دل سے نکالیں۔ یہ غلط فہمی کی بنیاد پر ہوا ہے اور اس میں حقیقت کچھ نہیں اور میں اس کے ساتھ جناب سپیکر! آپ کی وساطت سے اپنے تمام

اپوزیشن بھائیوں کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ آئندہ بھی اجلاس کی کارروائی غیر جانب داری سے چلے گی۔ اور اس میں کبھی کسی وقت بھی ایسا واقعہ نہیں ہوگا۔ انشاء اللہ العزیز کبھی نہیں ہوگا۔ کہ میں اس میں جانب داری سے کام لوں۔ یا کبھی بھی اس ہاؤس کے معزز ممبر کو اس بات پر جان بوجھ کر avoid کروں کہ اس کو بولنے نہیں دینا۔ یا اس کا جو حق ہے اس کے خلاف کوئی ایسی بات ہو۔ میں اس یقین دہانی کے ساتھ گزارش کروں گا اپنے تمام اپوزیشن کے بھائیوں سے کہ وہ اس بات اور اس غلط فہمی کو ذہن سے نکال دیں اور یہ یقین رکھیں کہ ان کے حقوق کے تحفظ کے لیے ہم ہمیشہ ان کی خدمت میں حاضر ہیں۔ جناب سپیکر! میں اس کے ساتھ آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ بہت بہت شکریہ۔ مہربانی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا شوکت محمود (قائد حزب اختلاف)۔ جناب سپیکر! میں بھی اس بارے میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔ گزارش ہے کہ اس ایوان میں حزب اختلاف کے ممبران نے اور میں نے ہمیشہ یہ کوشش کی ہے کہ اس ایوان کے وقار کو جمہوریت کو، جمہوری اداروں کو اور جمہوریت کے اصولوں کو زیادہ سے زیادہ مستحکم بنایا جائے۔ اس ضمن میں اور اس سمت میں میرے بھائیوں نے ہمیشہ دن رات کوشش کی ہے۔ جناب والا! جمہوریت اور جمہوری ادارے حزب اقتدار اور حزب اختلاف کی بغیر نہیں چل سکتے۔ دونوں چیزیں انتہائی ضروری ہیں اور یہی جمہوریت کا ایک اصول ہے کہ ہر نقطۂ نظر کی نمائندگی اسمبلی کی اندر ہو جاتی ہے۔ اور اس پر نقطۂ نظر کی یہاں پر پذیرائی ہوتی اور اس پر بحث ہوتی ہے یہ اس اسمبلی کا سب سے اہم ترین کام ہے۔ ہم نے اس کام میں اور اس کام کو اور اس فریضہ کو آگے بڑھانے کے لیے ہمیشہ کوشش کی ہے۔ جناب والا! جمہوری اداروں کو اور جمہوریت کے ان اصولوں کو مستحکم کرنے کے لیے حزب اختلاف کے ممبران ہمیشہ بہت بڑی قربانی دیتے ہیں۔ حزب اقتدار کا نقطۂ نظر ان کی اپنی جماعت کے اندر، میٹنگز کے اندر سنا جاتا ہے اور اس پر پھر عمل ہوتا ہے۔ اس لیے حزب اقتدار کے ممبران کو اتنی ضرورت نہیں پڑتی کہ وہ اسمبلی کے اندر اپنے نقطۂ نظر بیان کر سکیں۔ لیکن حزب اختلاف کے ممبران کے لیے اس اسمبلی کے علاوہ کوئی ایسا فورم نہیں ہے۔ جہاں وہ اپنا نقطۂ نظر بیان کر سکیں۔ اور حکومت کو اپنے نقطہ نظر سے آگاہ کر سکیں۔ اس طرح نہ صرف اپنے آئینی بلکہ اپنے اس عہد سے بھی عہدہ برا ہو سکیں جو اپنے علاقے کے ووٹران سے کر کے آتے ہیں۔ اس لیے جمہوری اداروں کا

جمہوری عمل کا اور جمہوریت کے اصولوں کو مستحکم کرنے کا بنیادی اصول ہے کہ حزب اختلاف کی تمام باتوں کو غور سے سنا جائے۔ جناب والا! آپ نے ہمیشہ اس ایوان کے اندر جمہوری اداروں کی، جمہوریت کی اور حزب اختلاف کے اس حق کی پذیرائی کی ہے۔ اور نہایت ہی تحمل کے ساتھ خوش دلی کے ساتھ ہمیشہ ہماری باتوں کو سنا ہے۔ اور ہم نے بھی ہمیشہ آپ کی عزت، ادب اور احترام کیا ہے۔ اور پھر اس عہدہ کو اور اس عہدہ کی ذمہ داریوں کو آپ کے ساتھ مل کر نبھانے کی مکمل کوشش کی ہے اور انشاء اللہ ہم آئندہ بھی یہ کرتے رہیں گے۔ جمہوریت کے لیے جمہوری عمل کے لیے جناب ہم سے زیادہ کون سمجھ سکتا ہے کہ پیپلز پارٹی کے کارکنوں نے، ہمارے اس بنچ پر بیٹھے ہوئے ممبران اسمبلی نے، اخبار نویسوں نے، طالب علموں نے، مزدوروں اور کسانوں نے بے پناہ قربانیاں دیں۔ جناب بہت قربانیوں کے بعد اس ملک میں جمہوریت بحال ہوئی میں نے پہلے بھی یہ عرض کیا ہے کہ اس اسمبلی کے اندر ہی انہی کمروں میں مجھے بھی ہتھکڑیاں ڈال کر پیش کرتے رہے۔ جناب والا! مجھے یہ دن کبھی نہیں بھولتے۔ ان دنوں کی بہت یاد رہتی ہے۔ گیارہ برسوں کے دوران جو ہم نے ایک آمریت کے نیچے گزارے۔ ہم میں سے بیشتر ممبر گرفتار رہے۔ جیلوں میں گئے۔ قربانیاں دیں۔ اور ہر قسم کی قربانیاں دی اس لیے ہم یہ بہت اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ ہمیں ان اداروں کی اور ان اصولوں کی کس طرح حفاظت کرنی ہے اور بہت حفاظت کرنا چاہتے ہیں۔ مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ اس دن جو بھی واقعہ ہوا۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس افسوس کو اس نقطۂ نظر سے بھی دیکھنا چاہیے کہ جو بات بھی ہوئی وہ حزب اختلاف کی طرف سے اپنے اس فرض کو پورا کرنے کے لیے کی گئی جو فرض حزب اختلاف کے ممبران پر عائد ہے کہ وہ اپنی بات سنا سکیں۔ یہ ہمارا فرض ہے اور ہمارا حق ہے۔ ہمارا استحقاق ہے کہ ہم اپنی بات سنا سکیں۔ اور پھر یہ ہمارا فرض بھی ہے کہ ہم اپنے ان خیالات کا اظہار کریں اور اپنے ان جذبات کو آپ کی وساطت سے اس چیئر کی وساطت سے عوام تک پہنچائیں اور جو حزب اقتدار کی طرف سے بیان نہیں کیے جا سکتے۔ جناب ہم نے اس حق کو اور اس فرض کو پورا کرنے کے لیے یہاں پر ایک کوشش کی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ میرے محترم بھائی جو اس دن قائم مقام سپیکر تھے انہوں نے وضاحت کر دی ہے اور ہم ان کی اس وضاحت کو قبول کرتے ہیں (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! یہ ان کی عظمت ہے اور ہم ان کی اس عظمت کو بھی تسلیم کرتے ہیں کہ انہوں نے اس ایوان کے فلور پر اس بات کو تسلیم کیا کہ انہوں نے حزب اختلاف کے ممبرن کا یہ احتجاج نہیں دیکھا کہ وہ مجھے موقع دلانا

چاہتے تھے کہ بطور قائد حزب اختلاف مجھے تقریر کرنے دی جائے۔ جناب والا! میں پھر عرض کروں کہ حزب اختلاف کے ممبرن کبھی بھی کسی صورت میں کسی بھی ایسے عمل میں حصے دار نہیں بنیں گے جس سے اس ایوان کا وقار مجروح ہو' جس سے جمہوری اداروں کا' جمہوریت کے اصولوں کا وقار کسی طرح نیچا آئے۔ یہ سارے کا سارا واقعہ ایک غلط فہمی کی بناء پر ہوا جس کی وضاحت جناب قائم مقام سپیکر نے کی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس وضاحت کے بعد ہمیں اس واقعہ کی تلخیوں کو بھولنا چاہیے۔ اور ہمیں اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ حزب اختلاف کے پاس یہ نہ صرف ان کا حق ہے بلکہ یہ ان کا فرض ہے کہ وہ ایک آواز حکومت کے خلاف' حکومت کی زیادتیوں کے خلاف اٹھاتے رہیں ہم وہ فرض پورا کریں گے اور مجھے یقین ہے کہ آئندہ یہ جو سپیکر کی کرسی ہے' جو عہدہ مرتبہ اور آئس ہے وہ ہماری اس آئینی' اخلاقی اور قانونی فرض میں ہماری امداد کرتا رہے گا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں اپنی طرف سے بھی اور اپنی بہنوں اور بھائیوں کی طرف سے بھی کہ ہم کوئی ایسی فروگزاشت نہیں رہنے دیں گے کہ آپ کے ساتھ مل کر اس ایوان کے وقار میں اضافہ کریں۔ میں پھر ایک دفعہ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

راجہ محمد خالد خان، جناب سپیکر! میں پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، راجہ صاحب! آپ کے پوائنٹ آف آرڈر سے پہلے لاءمنسٹر صاحب کو میں بولنے کی اجازت دیتا ہوں۔ جی جناب لاءمنسٹر!

وزیر قانون، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

جناب سپیکر! جناب قائد حزب اختلاف نے جن خیالات کا اظہار کیا ہے میں ان کو مکمل طور پر endorse کرنا چاہتا ہوں جن خیالات کا اظہار محترم جناب ڈپٹی سپیکر صاحب نے کیا ہے اس پر میں ان کو مبارک باد پیش کرنا چاہتا ہوں انہوں نے بڑی فراخ دلی کا ثبوت دیا ہے۔ جناب والا! میں اس معزز ایوان میں اس دن کے واقعہ کے میرٹس اور ڈی۔میرٹس کی طرف نہیں جانا چاہتا کہ کس پر ذمہ داری عائد ہوتی ہے اور کس کا قصور ہے۔ لیکن یہ جو واقعہ ہوا ہے اس کی وجہ سے ہمارے سر شرمندگی سے جھکے ہوئے ہیں اس کی جس قدر بھی مذمت کر سکیں کم ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! بدقسمتی سے یہ واقعہ کب ہوا۔ یہ بجٹ کا اہم ترین اجلاس ہے جس پر ساری قوم

کی نظریں لگی ہوئی ہیں اور بدقسمتی سے ہمارا یہ پروگرام ٹیلی کاسٹ ہو رہا تھا ساری دنیا دیکھ رہی تھی کہ اسمبلی کے اندر یہ واقعہ اس طریقے سے ہو رہا ہے۔ اور جناب والا! جب ہم گھر گئے تو ہمارے بچے ہم سے پوچھ رہے تھے کہ ابو جی! آپ کی اسمبلی کا سیشن کیا اس طرح سے ہوتا ہے ہمیں تو اندر جانے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ جن جذبات کا اظہار جناب قائد حزب اختلاف نے کیا ہے اور جس طریقے سے انہوں نے اس چیز کا احساس کیا ہے ہم اس سے بڑھ کر اس چیز کا احساس کرتے ہیں۔ جناب والا! دراصل بات institution کی ہے۔ آدمی آتے رہتے ہیں جاتے رہتے ہیں آج ہم اقتدار میں ہیں کل کوئی اور اقتدار میں ہو گا۔ (قطع کلامیاں)۔

الحاج رانا پھول محمد خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں آپ کی رولنگ چاہوں گا کہ کیا دائیں طرف بیٹھنے والے اتنے آدمی اکٹھے بول سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، جی نہیں۔ پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے اس انداز سے ایوان میں بولنے کی اجازت نہیں۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! میں یہ عرض کرنی چاہتا تھا کہ اس قسم کے واقعات سے انسٹیٹیوشن کو نقصان پہنچتا ہے جمہوری اداروں کو نقصان پہنچتا ہے اس ایوان میں ایک' ایک جو رکن بیٹھا ہے وہ دو دو لاکھ آدمیوں کی نمائندگی کر رہا ہے اور ان لوگوں کی ہمارے ساتھ توقعات وابستہ ہیں اور وہ ہماری اس کارکردگی کو دیکھ رہے ہیں اور ہم سے ان کی کچھ توقعات ہیں تو جناب والا میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ہم سب کا یہ فرض ہے کہ جمہوری اداروں کو مستحکم بنائیں اور ایوان کے اندر بالخصوص اور ایوان سے باہر بالعموم نظم و ضبط کا مظاہرہ کرنا چاہیے۔ اس دن جب یہ افسوس ناک واقعہ پیش آ رہا تھا تو میرے بھائی ملک حاکمین کی تقریر کا خیال میرے ذہن میں بار بار آ رہا تھا۔ اور انہوں نے جناب قائد اعظم کی تصویر کو مخاطب کر کے کر کے اپنی تقریر فرمائی تھی اور مجھے بار بار خیال آ رہا تھا کہ اس وقت جو مظاہرہ ہو رہا ہے اس سے ہمارے بابائے قوم' ہمارے قائد کی روح تڑپ رہی ہو گی۔ اور جو انہوں نے ہمیں unity,faith and discipline کا سبق دیا تھا اس کی دھجیاں بکھیری جا رہی تھیں تو جناب والا! میں یہ سمجھتا ہوں کہ جب تک ہم اپنی self-analysis نہیں کریں گے ہم غلط کام کیے ہونے پر شرمندہ نہیں ہوں گے جب ہم اپنے غلط کیے کام پر نادم نہیں ہوں گے تو ہم اپنی اصلاح کس طریقے سے کریں گے جناب سپیکر! یہ ایوان اور میں پوری قوم کا نمائندہ ہوں ساری قوم کی نظریں اس کی کارکردگی پر لگی ہوئی

ہیں نظم وضبط کا فقدان پوری قوم کے لیے پریشانی کا موجب بنتا ہے۔

سید ناظم حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ تھوڑی دیر کے لیے تشریف رکھیے۔ میں آپ کی بات سن لوں گا۔ آپ تشریف رکھیے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! آپ نے خود ہمارے ساتھ بیٹھ کر ایک ضابطہ اخلاق طے کیا تھا جس میں میں بھی تھا اور قائد حزب اختلاف بھی تھے جناب سپیکر ہمارے اس اسمبلی کے رولز اور پروسیجرز موجود ہیں ہم مسلمان ہیں اسلام نے ہمیں ایک ضابطہ اخلاق دیا ہے ان چیزوں کی اگر ہم پاس داری کریں اور ان پر دل یقین اور نیک نیتی سے عمل کریں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس قسم کا واقعہ کبھی ہو ہی نہیں سکتا آج بھی ہم اس پر حلف اٹھالیں اور نیک نیتی سے اس پر عمل پیرا ہونے کی قسم اٹھالیں تو میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اس قسم کے واقعے کا اعادہ کبھی بھی نہیں ہو گا۔ جناب والا! اگر ہم ضابطوں کو پس پشت ڈالیں گے تو پھر قانون کی حکم رانی کا اہم فرض کون ادا کریگا جناب سپیکر! قانون کی حکم رانی کا آپ اور ہم ہر وقت ذکر کرتے رہتے ہیں اور میں اپنے آپ سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ اس دن جو یہ افسوس ناک واقعہ ہوا ہے اس دن ہم قانون کی حکم رانی پر کس قدر عمل پیرا ہوتے ہیں۔

جناب سپیکر! میں اپنی طرف سے اور ٹریژری بنچز کی طرف سے آپ کو اور معزز اراکین حزب اختلاف کو یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ العزیز ہم ہر قیمت پر اس ایوان کو نظم و ضبط کے مطابق رولز اور پروسیجر کے مطابق چلانے میں جناب والا! آپ کے ساتھ ہر طرح سے مکمل طور پر تعاون کریں گے جناب سپیکر! ہم اس کی روایات کو بہتر کرنے اور اس کی روایات کو قابل فخر بنانے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کریں گے اور جناب والا! ہم آپ کو یہ بھی یقین دلاتے ہیں کہ اس واقعہ پر ہم اس قدر شرمندہ ہیں کہ ہم اس کا برملا اعتراف کرنے میں بھی فخر محسوس کرتے ہیں کہ ہم اس قسم کے واقعات پر شرمندگی اور ندامت کا اظہار کر کے ہی اپنا دامن بچا سکتے ہیں تو جناب سپیکر! آخر میں میں جناب والا! کو قائد حزب اختلاف کو معزز اراکین اختلاف کو اپنے بھائیوں کی طرف سے ٹریژریز بنچز کے اراکین کی طرف یہ یقین دلانا چاہتا ہوں کہ ہم غیر مشروط اور رولز آف پروسیجر کے عین مطابق اور اس ایوان کے وقار میں اضافہ کرنے کے لیے جناب والا! کی جو کوششیں ہیں ان کو کامیاب کرنے کے لیے

ا مکمل طور پر تعاون حاصل ہو گا۔ شکریہ۔

زیر امداد باہمی، جناب والا! ---

اب سپیکر، رانا صاحب! میں اس پر بحث نہیں کروانا چاہتا۔

ید ناظم حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر---

اب سپیکر، میں رانا صاحب سے اور سید ناظم حسین شاہ صاحب سے بھی یہ کہوں گا۔(قطع کلامیاں)

اب سپیکر، رانا صاحب! آپ اس مسئلے پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

زیر امداد باہمی، جناب والا! میں ایک بات کرنا چاہتا ہوں جو اس ایوان میں آج تک نہ ہوئی ہے اور نہ ی گی۔

اب سپیکر، رانا صاحب! میں اس مسئلے پر مزید بحث نہیں کروانا چاہتا۔ رانا صاحب آپ تشریف کھیں گے۔

زیر امداد باہمی، میں اس ایوان کے تقدس کے لیے اور اس کتاب کی عظمت کے لیے آپ سے کچھ رض کرنا چاہتا ہوں۔ اس ایوان کی روایات کو اس طرح سے پامال کرنا اور پھر---

اب سپیکر، رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آپ دو منٹ ذرا تشریف رکھیں۔

زیر امداد باہمی، حضور والا! روایات کو جس طرح سے پامال کیا جا رہا ہے۔ ایسے کبھی بھی نہیں ہوا۔

اب سپیکر، رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

زیر امداد باہمی، ان کی یہ باتیں خلاف انسانیت، خلاف شرعی اور خلاف اخلاق ہیں---

اب سپیکر، رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آپ مہربانی فرمائیے۔ (قطع کلامیاں)

اب سپیکر، رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں گے۔ جی شاہ صاحب۔ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا ستے ہیں۔

ید ناظم حسین شاہ، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ ان کو حسن اختر موکل صاحب (ڈپٹی پیکر صاحب) نے اس بات کی وضاحت کر دی اور ہماری طرف سے بھی جناب قائد حزب اختلاف نے ں کی وضاحت کر دی تو اس کے بعد میں نہیں سمجھتا کہ آپ وزیر قانون صاحب کو اجازت دیں کہ وہ

ہمیں protocol سکھائیں۔ جو خود ناواقف ہیں۔ لاءمنسٹر ہوتے ہوئے ان کو قانون کا پتا نہیں کہ قانون کیا ہے۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ اس مسئلے پر بات کر رہے ہیں۔ میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔

سید ناظم حسین شاہ، میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آپ کو انہیں اجازت نہیں دینی چاہیے تھی۔ اگر آپ نے ان کو اجازت دی ہے تو پھر ہمیں بھی اجازت دینی پڑے گی۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب آپ کو ساری بات کا علم ہی نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب سپیکر! اگر آپ نے انہیں اجازت دی ہے تو پھر ہم بھی بات کریں گے۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! تشریف رکھیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

چودھری صداقت علی، جناب سپیکر! یہ پھر ماحول کو خراب کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر، چودھری صداقت علی صاحب تشریف رکھیں۔ پلیز تشریف رکھیں۔

چودھری صداقت علی، جناب سپیکر! ان کو یہ الفاظ واپس لینے چاہییں۔ انہوں نے ہاؤس کو مذاق بنایا ہوا ہے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیے۔ آپ تشریف رکھیے۔ چودھری صاحب تشریف رکھیے (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔ چودھری وصی ظفر صاحب آپ اپنی سیٹ پر آ جائیں اور بجائے لاءمنسٹر صاحب کے پاس بیٹھنے کے آپ شاہ صاحب کے پاس جا کر بیٹھیں اور ان کو بتائیں کہ کیا بات طے ہوئی ہے۔

بات یہ ہے کہ یہاں کچھ دوست اس بات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کرتے، نہ جاننے کی کوشش کرتے ہیں، نہ اس کو معلوم کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ معاملات کیسے چل رہے ہیں۔ کیوں چل رہے ہیں اور کون چلا رہا ہے؟ تو بات اتنی ہے کہ شاہ صاحب پہلے اپنے لیڈر آف دی اپوزیشن سے رابطہ کر لیتے بجائے اتنی بحث کرنے کے اور مجھے یہ کہنے کے کہ میں نے لاءمنسٹر صاحب کو بات کرنے کی اجازت کیوں دی ہے۔ اس کی بجائے کہ آپ میرے ساتھ یہ بحث کرتے آپ لیڈر آف دی اپوزیشن سے پوچھ لیتے تو آپ پر بات عیاں ہو جاتی اور نہ آپ کو اتنا غصہ کرنے کی اور نہ میری بات کو آپ کو

چیلنج کرنے کی ضرورت پڑتی۔ آپ کا اور میرا محبت کا رشتہ ہے اور ایک احترام کا رشتہ ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس کے لیے اتنی سی تھوڑی دیر میں احترام کے جو جذبات ہیں ان کو پس پشت ڈال دینا اور محبت کو ایک طرف رکھ دینا بھی کسی صورت مناسب نہیں ہے۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب سپیکر!

کچھ نہ کہنے سے چھن جاتا ہے اعزاز سخن
ظلم سہنے سے ہی ظالم کی مدد ہوتی ہے

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! ایک ضروری نقطہ رہ گیا۔ میں گزارش کروں گا کہ کراچی میں دہشت گردوں کے ہاتھوں ہمارے ایک ساتھی سینیٹر محسن صدیقی صاحب کو قتل کر دیا گیا۔ ان کے لیے فاتحہ خوانی ہو جائے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، میں اس بارے میں آپ سب کو یہ کہوں گا کہ آپ تشریف رکھیے۔ اس وقت جو مسئلہ زیر بحث ہے اس سلسلے میں، میں اپنی بات کرنے کے بعد اس مسئلے کو کلوز کروں گا اور اس کے بعد کوئی اور بات کرنے کی اجازت دوں گا۔ آپ تشریف رکھیے۔ رانا صاحب تشریف رکھیے۔

الحاج رانا پھول محمد خان، جناب سپیکر! مہاجر پنجابی کا جو قتل عام ہوا ہے اس کے لیے ہمیں فاتحہ خوانی کرنی چاہیے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، جی اس کے بعد بات ہو گی۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

معزز خواتین و حضرات! اس وقت جس سلسلے میں بات ہو رہی ہے میں بھی اس میں اپنی طرف سے چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔

یہ واقعہ میری عدم موجودگی میں یہاں پیش آیا اور یہاں واپس آ کر یہ سن کر اور پڑھ کر اس قدر افسوس ہوا کہ جس کے لیے میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ جو میں بیان کر سکوں۔ میرے خیال کے مطابق کچھ عرصے سے جو ہمارے ملک میں عوامی نمائندوں کے خلاف اور عوامی نمائندگی کے خلاف ایک منظم campaign چل رہی ہے اور ان کو نااہل قرار دینے کے بارے میں، ان کو کرپٹ قرار دینے کے بارے میں، ان کو ملکی معاملات چلانے کے لیے نااہل قرار دینے کے بارے میں جو سرگرمیاں تیزی سے جاری ہیں انہوں نے عوامی نمائندوں کی مقبولیت کے گراف کو عوام کی نظروں میں بہت نیچے کر دیا

ہے۔(نعرہ ہائے تحسین) اور میں یہ کہوں گا کہ یہ انتہائی دکھ کی بات ہے اور یہ نہایت افسوس کی بات ہے اور یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے جس شاخ پر لوگ بیٹھے ہوں اسی درخت کو کاٹنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ اس بارے میں ضرورت اس بات کی تھی کہ ہم اپنی پوزیشن کو consolidate کرتے۔ عوام کی نظروں میں اپنے image کو بحال کرتے۔ اپنی عمدہ کارکردگی سے۔ اپنی performance سے اور شائستگی سے اور جمہوری روایات کو اپنانے سے اور ایک سلیقہ اور ایک وقار اپنانے سے ہم اپنے image کو بحال کرتے اور عوام میں سرخرو ہوتے تاکہ جمہوریت کا یہ سلسلہ' تاکہ ایوانوں کا یہ سلسلہ' تاکہ جمہوری روایات کا یہ سلسلہ جو ہے یہ جاری رہتا جو ہمیں اپنے دل و جان سے زیادہ عزیز ہے۔

اس واقعہ نے اس بات کو اور زیادہ' اس زخم کو اور زیادہ گہرا کر دیا ہے اور حالات کو اور پیچیدہ کیا ہے اور آج یہاں اس بات کی شدت کو محسوس کرتے ہوئے حزب اختلاف کے دوستوں اور حزب اقتدار کے دوستوں کے ساتھ میٹنگ ہوئی ہے۔ ان کے ساتھ کچھ باتیں ہوئی ہیں۔ میں حزب اختلاف' لاہنسٹر صاحب اور حزب اقتدار کے ان دوستوں کا مشکور ہوں جنہوں نے مہربانی فرماتے ہوئے میرے ساتھ یہ تعاون کیا ہے اور ہم نے مل کر کچھ باتوں پر فیصلہ کیا ہے۔ میں یہاں یہ ذکر کرنا چاہوں گا کہ یہ بات جہاں سے چلی کہ حزب اختلاف کے لوگوں کو بجٹ پیش کرنے کے موقع پر بات کرنے کی اجازت نہیں دی گئی۔ اور یہی ایک بڑی بات ہے کہ حزب اختلاف کے دوست کہتے ہیں کہ ہمیں ہمارا یہ حق نہیں دیا گیا اور بات کرنے کا ہمارا جو حق تھا اس سے ہمیں محروم کر دیا گیا ہے اور اس کی وجہ سے ہمارے درمیان resentment پیدا ہوئی اور یہ سارا واقعہ پیش آیا۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جہاں تک سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کا تعلق ہے۔ ڈپٹی سپیکر صاحب میرے رفیق کار ہیں۔ میرے ساتھی اور میرے colleague ہیں۔ میں دونوں کی بات کروں گا کہ بلا شبہ ہمارا تعلق اسلامی جمہوری اتحاد سے ہے اور انہوں نے اپنی پارٹی کی طرف سے ہمیں نامزد کر کے سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے لیے ہمیں منتخب کیا اور ان کا ہمیں اعتماد حاصل ہے اور تب ہی انہوں نے ہمیں سپیکر اور ڈپٹی سپیکر کے عہدے کے لیے نامزد کیا اور ہمیں یہاں اس ایوان میں اس عزت کی کرسی پر بٹھایا۔ تو ہمیں اسلامی جمہوری اتحاد کا تو اعتماد حاصل ہے اور وہ ہماری پارٹی بھی ہے۔ ہم یہاں سپیکر اور ڈپٹی سپیکر منتخب ہونے کے بعد ہم اس سارے ایوان کے سپیکر ہیں اور ہمیں حزب اختلاف کے ان ارکان کا اعتماد بحال کرنا ہے جو کہ ہماری پارٹی سے نہیں لیکن اس وقت وہ اس معزز ایوان کے رکن ہیں اور اس ایوان کے سپیکر کی حیثیت سے

ہمیں ان کے اعتماد کو بحال کرنا ہے اپنے neutral conduct اپنی impartiality سے اور اپنے حسن سلوک سے اور اپنے احترام سے جو کہ ہم نے ان کو دینا ہے۔ میں ان سے یہ کہنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بات کرنے کا حق نہیں دیا گیا' میں یہ کہتا ہوں کہ حزب اختلاف کے قائد کے لیے اور حزب اختلاف کے اراکین کے لیے اور اس ایوان کے جملہ اراکین کے لیے کہ ان کا بات کرنے کا حق ہے۔ میں ان کی بات کرنے کے حق کے لیے اپنی جان دینے کے لیے تیار ہوں۔ یہ بات کیا ہے کہ ان کو بات کرنے کا حق نہ دیا جائے (نعرہ ہائے تحسین)۔ یہ آپ کا بنیادی حق ہے اور دنیا کی کوئی طاقت بھی آپ کو اپنے اس حق سے محروم نہیں کر سکتی ہے۔ کیوں کہ آپ اس ایوان کے ممبر ہیں اور آپ کو یہ حق حاصل ہے اور یہ آپ پر کوئی مہربانی نہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے اور یہ بات ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ اور یہ بات ہماری کارکردگی میں شامل ہے کہ ہم آپ کو یہ حق دیں اور آپ اپنا یہ حق استعمال کریں۔ اس کے ساتھ ساتھ میں یہ کہوں گا کہ جہاں تک قائد حزب اختلاف کی کا تعلق ہے۔ میں یہ کہوں گا کہ قائد ایوان کے بعد بلاشبہ ایک اکثریتی پارٹی کے قائد کی حیثیت سے قائد ایوان کا مرتبہ' ان کا رتبہ اس ایوان میں سب سے بڑا ہے۔ اور قائد حزب اختلاف کو قائد ایوان کے بعد سب سے زیادہ عزت اور مقام کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ ان کا مقام اور ان کا مرتبہ اور ان کے وقار میں کوئی شک و شبہ نہیں اور کسی کے ذہن میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہنا چاہیے۔ وہ قابل عزت ہیں اور وہ ہر لحاظ سے۔ اپنے مرتبے کے لحاظ سے قابل عزت ہیں اور احترام کے قابل ہیں اور ہم دلی طور پر رانا شوکت محمود صاحب کا احترام کرتے ہیں۔ ان کی شخصیت کی وجہ سے' ان کی شرافت کی وجہ اور ان کی حب الوطنی کی وجہ سے اور ان کی contribution کی وجہ سے میں ان کی قدر کرتا ہوں۔ اس لیے سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے کہ سپیکر یا ڈپٹی سپیکر کی طرف سے رانا شوکت محمود صاحب کے لیے یا حزب اختلاف کے قائد کے لیے ہم اپنے دل میں کسی قسم کی کوئی reservation رکھیں یا ان کو بات کرنے کی اجازت نہ دیں۔ اس کا کبھی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ آپ نے دیکھا کہ یہاں پر ڈپٹی سپیکر صاحب نے اس ایوان میں ایک وضاحت کی۔ میں یہ کہوں گا اس سلسلہ میں رانا پھول محمد خان بات کرنا چاہتے تھے۔ میں نے ان کو بات کرنے کی اجازت نہیں دی حالانکہ وہ ایک صحیح بات کرنا چاہتے تھے۔ وہ روایات کی بات کرنا چاہتے تھے کہ یہاں پر یہ روایات نہیں ہیں کہ سپیکر اپنے کنڈکٹ کی وضاحت کرے۔ نہ یہ رولز اجازت دیتے ہیں اور یہ روایات رہی ہیں کہ سپیکر اپنے کنڈکٹ کی وضاحت کرے اور ڈپٹی سپیکر جس وقت اس ایوان کو

چلاتے ہیں تو وہ سپیکر کی حیثیت سے اور اس کی اتھارٹی کے ساتھ ایوان کو کنڈکٹ کرتے ہیں۔ اس لیے یہ روایات نہیں ہیں کہ ڈپٹی سپیکر یا سپیکر اپنے کنڈکٹ کی وضاحت کریں۔ لیکن میں سمجھتا ہوں کہ سردار حسن اختر صاحب نے اس ایوان کے وقار کے لیے اور اس ایوان کی عظمت کے لیے نہایت وقار اور فراخ دلی کے ساتھ اپنی پوزیشن کو' قائد حزب اختلاف کے مقام کے پیش نظر اس کی وضاحت مناسب سمجھی کہ ان کے دل میں قائد حزب اختلاف کا ایک مقام ہے۔ اور ایک عزت ہے اور ان کو وہ بڑے بھائی کا درجہ دیتے ہیں۔ یہ بات انہوں نے کی ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے نہایت خوب صورت بات کی ہے اور انہیں یہ بات کرنا چاہیے تھی۔(نعرہ ہائے تحسین)

میں اپنی بات کو ختم کر رہا ہوں اور میں آخر میں یہ بات کرنا چاہوں گا کہ ایک بات کا آپ کو فیصلہ کرنا ہو گا۔ اور آج ہم نے میٹنگ میں بھی یہ بات کی ہے کہ اب اس کا فیصلہ ہو جانا چاہیے کہ جس کے بغیر ایوان کا ڈیکورم قائم رہ نہیں سکتا ہے۔ ایوان کا وقار قائم نہیں رہ سکتا اور اس کی کارروائی چل نہیں سکتی ہے اور آپ کو اس بات کا فیصلہ اس لیے بھی کرنا ہو گا کہ ایوان کی کارروائی اس کے بغیر نہیں چل سکتی ہے اور وہ یہ ہے کہ بہرحال سپیکر کی رولنگ اور اس کے فیصلے کو تسلیم کرنا ہو گا کیونکہ اس کے بغیر ایوان کا وقار قائم نہیں رہ سکتا ہے اور اس کی کارروائی چل نہیں سکتی۔ سپیکر کو آپ ایک انسان سمجھیے' غلطی ہر انسان سے ہوسکتی ہے' جج منٹ میں غلطی ہوسکتی ہے' کسی بات کو سمجھنے میں غلطی ہوسکتی ہے لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری نیت یہ ہے اور ہمارا مصمم ارادہ یہ ہے کہ ہم آپ کی عزت' آپ کے احترام اور آپ کے وقار میں کسی قسم کا فرق نہ آنے دیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ ہم اس ایوان کی کارروائی کو نہایت دیانت داری کے ساتھ' غیر جانب داری کے ساتھ اور اس ایوان کے وقار میں اضافہ کرنے کی خاطر' نیک نیتی سے چلائیں گے جس میں آپ سب کی عزت و وقار میں اضافہ ہو اور اس ایوان کی عزت و وقار میں اضافہ ہو اور اس کے ساتھ ہی میں آپ کو عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سپیکر کا جو مقام ہے۔ جو آپ کا سپیکر ہے۔ اس ایوان کا سپیکر ہے اور اس ایوان میں جس کا وہ سپیکر ہے' اس ایوان میں قائد ایوان سے لے کر ٹریژری بنچز کے ممبرز تک سب شامل ہیں۔ اس میں قائد حزب اختلاف سے لے کر اپوزیشن بنچز کے ممبرز تک سب اس میں شامل ہیں یعنی اگر قائد حزب اختلاف ہے تو وہ حزب اختلاف کا قائد ہے اور اگر قائد ایوان ہے تو وہ ایوان کا قائد ہے اور ٹریژری بنچز کا اعتماد اس کو حاصل ہے لیکن سپیکر ہے تو اس کو سارے ایوان کا اعتماد حاصل ہے اور وہ سارے ایوان کا سپیکر ہے

اس لیے ایوان کے سپیکر کا احترام، اس کا مقام اور اس کی بات اور اس کے فیصلوں کو تسلیم کرنا آپ کے، اور ایوان کے وقار میں اضافے کے مترادف ہے۔ اس لیے میں اپنی بات کو یہاں پر ختم کرتا ہوں اس بات کے ساتھ کہ آج میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں کہ اس ساری بدمزگی کو ایک طریقہ کے ساتھ اور ایک سلیقہ کے ساتھ آپ لوگوں نے دانائی سے فراست سے جناب لاء منسٹر نے اور کچھ ہمارے وزراء جو اس میں شامل تھے، شاہ محمود قریشی صاحب، چودھری محمد اقبال صاحب اور قائد حزب اختلاف، سلمان تاثیر صاحب، وصی ظفر صاحب اور باقی حزب اختلاف کے دوست جو اس میں شامل تھے وہ سب لوگ مبارک باد کے مستحق ہیں کہ آپ نے ایک الجھے ہوئے معاملے کو سلجھا دیا۔ میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

چودھری محمد فاروق، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، اس بارے میں ایک بات چودھری فاروق صاحب کہنا چاہتے ہیں کہ اس روز اس ایوان میں جو بھی نامناسب باتیں، ناروا باتیں جتنی بھی کی گئی ہیں ان تمام کو میں کارروائی سے حذف کر دوں۔

میاں محمود الحسن ڈار، جناب سپیکر! جیسا کہ جناب وصی ظفر صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی ہے۔ میں بھی وہی کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے سینئر جناب محسن صدیقی صاحب اور بہت سے دوسرے شہری کراچی اور حیدر آباد میں قتل ہو گئے ہیں اور اس کے ساتھ ساتھ دو صحافی بھائی جن کا تعلق روزنامہ "جنگ" اور روزنامہ "نوائے وقت" سے تھا۔ ان سب کے لیے فاتحہ خوانی کی جائے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اسی سلسلہ میں، میں نے اسمبلی کے اجلاس سے پہلے ایک قرارداد اسمبلی سیکرٹریٹ میں پیش کی ہے۔ چونکہ پہلے دن بجٹ اجلاس تھا اس دن سوائے بجٹ کے اور کوئی کام نہیں ہو سکتا تھا۔ اس لیے وہ قرارداد پیش نہیں ہوئی وہ جناب کے سیکرٹریٹ میں پہنچی ہوئی ہے۔ اسی سلسلہ میں میں نے لیڈر آف اپوزیشن سے بھی بات کر لی ہے۔ آپ مہربانی کر کے اس قرارداد کو قواعد معطل کر کے باری کے بغیر لے لیں۔ اس میں سارے واقعات موجود ہیں۔ اور یہ ایک مشترکہ ریزولیشن تصور ہو جائے گا۔

جناب سپیکر، سردار صاحب! اس میں باقی واقعات تو الگ بات ہے لیکن اسی میں جو سینئر محسن صدیقی ہیں۔

وزیر قانون، جناب والا! اس میں سب سے پہلے ذکر ہی ان کا ہے۔ ان کی فیملی کے ساتھ اظہار تعزیت

ہے۔ اسی طرح ایک متفقہ ریزولیشن ایوان کی طرف سے ہو جائے گا۔اور اس کے ساتھ ہی ہم ان کی فاتحہ خوانی بھی کر لیں گے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ سردار صاحب آپ جو فرما رہے ہیں یہ قرارداد آپ کی طرف سے ہے میں نے یہ دیکھی ہے۔ اس کے دو پہلو کر لیے جائیں۔ سینیٹر صاحب کے سلسلے میں آپ کی قرارداد مشترکہ طور پر یہ ایوان میں پیش ہو جائے اور فاتحہ خوانی ہو جائے باقی قرارداد بعد میں لے لیں گے۔

وزیر قانون، جناب والا! سینیٹر صاحب اور اخباری نمائندے جو پنجاب کے سندھ میں شہید ہوئے ہیں ان کے بارے میں ایک ہی ریزولیشن آ جائے۔

جناب سپیکر، آپ کو اس پر کوئی اعتراض ہے کہ سینیٹر محسن صدیقی اور روزنامہ "جنگ" اور "نوائے وقت" کے نمائندے جو شہید ہوئے ہیں ان کے بارے میں ایک مشترکہ قرارداد پیش ہو جائے؟

میاں محمود الحسن ڈار، جناب والا! بات یہ نہیں اس پر پہلے ہم نے بات کی ہے اس لیے پہلے فاتحہ خوانی کر لی جائے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، چودھری صاحب آپ فرمائیں۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے بھائیوں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ سینیٹر محسن صدیقی صاحب کی فاتحہ خوانی کی جائے۔ یہ ایک بہت اچھی بات ہے میں اس میں یہ اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ صوبہ سندھ میں سندھی مہاجر' پنجابی' جتنے بھی لوگ قتل ہوئے ہیں سب کے لیے فاتحہ خوانی کی جائے۔ جتنے بھی مسلمان قتل ہوئے ہیں سب کے لیے فاتحہ خوانی ہونی چاہیے۔ وہ سب ہمارے بھائی ہیں ان کے لیے فاتحہ خوانی ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر، مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب بات کرنا چاہتے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! میں چودھری صاحب کی اس تجویز کی تائید کرتے ہوئے اس بات کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ مقبوضہ کشمیر میں کشمیری راہنما میر واعظ مولوی فاروق کو بھی شہید کیا گیا ہے۔ ان کے ساتھ ہمارے مسلمان بھائی جو مقبوضہ کشمیر میں شہید ہوئے ہیں' ظلم وستم کا نشانہ بنے ہیں ان کے لیے بھی دعائے مغفرت کی جائے۔ اور ان کو بھی ساتھ شامل کیا جائے۔

جناب سپیکر، آپ کو کوئی اعتراض ہے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر! ہمارے معزز رکن جناب میاں اشرف کھیاد صاحب کے پھوپھی زاد بھائی جنہیں پرسوں لاہور میں گولی مار دی گئی ہے ان کے لیے بھی فاتحہ خوانی کی جائے۔

جناب سپیکر، مولانا صاحب تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

یہ ایک قرارداد پیش ہوئی ہے کہ ہمارے واجب الاحترام دوست جناب سینٹر محسن صدیقی صاحب ہمارے نہایت ہی قابل احترام عالم دین میر واعظ صاحب اور سندھ میں کراچی میں حیدر آباد میں جو مہاجر، سندھی، پنجابی، پٹھان، جتنے بھی ہمارے مسلمان بھائی شہید ہوئے ہیں اور کشمیر میں بھی ہمارے جتنے بھی مسلمان بھائی ہندوؤں کی درندگی کا نشانہ بنے ہیں ان سب کے لیے فاتحہ خوانی کی جائے۔ (اس مرحلے پر فاتحہ خوانی کی گئی)

ضمنی میزانیہ بابت 90-1989 پر بحث

جناب سپیکر، ضمنی بجٹ پر بحث کا آغاز ہوتا ہے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! آپ مجھے ریزولیشن پڑھنے کی اجازت دیں گے؟

جناب سپیکر، کونسا ریزولیشن؟

وزیر قانون، جناب والا! یہ جو میں نے دیا ہوا ہے سندھ کے واقعات کے سلسلے میں۔ آپ نے فرمایا تھا کہ۔

جناب سپیکر، سردار صاحب اس کے بعد کر لیں گے۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

ضمنی بجٹ پر بحث کا آغاز ہوتا ہے۔ میں جناب سلمان تاثیر صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بحث کا آغاز کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب سلمان تاثیر، جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے میں اپنی تقریر میں انگریزی کے الفاظ اور جملے کہیں کہیں استعمال کروں گا۔

جناب سپیکر! سردار امجد حمید دستی صاحب کی تقریر ضمنی بجٹ برائے 90-1989ء کا مطالعہ کرتے ہوئے مجھے بڑی حیرانگی ہوئی۔ حیرانگی اس لیے ہوئی کہ پنجاب میں یہ ایک نئی ریت چل پڑی ہے کہ یہاں کا وزیرخزانہ سب سے پہلے وفاقی حکومت کے خلاف شروع ہوتا ہے۔ یہ کوئی نئی لائن شروع ہوئی ہے تاکہ صوبے اور مرکز میں خلیج بڑھے۔ اب یہ ایک نیا سٹائل شروع ہو گیا ہے۔ ایک اور بھی نئی

ریت شروع ہوئی ہے کہ وزیر خزانہ بجٹ تقریر میں وزیر اعلیٰ کے قصیدے پڑھنے شروع کر دیتے ہیں۔

سردار امجد حمید دستی صاحب نے اپنی تقریر میں وفاق کے بارے میں بڑے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں اور پنجاب کو وفاقی حکومت نے فنڈز کو منجمد کرنے کے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ یہ یک طرفہ غیر آئینی اور ناقابل عمل ہے۔ یک طرفہ اور ناقابل عمل تو خیر سیاسی لفظ ہے لیکن غیر آئینی کس طرح ہے۔ یعنی کسی آئینی شق کی خلاف ورزی ہوئی ہے کہ یہ غیر آئینی ہے اور میں سردار دستی صاحب سے کہوں گا کہ جناب آپ موچی گیٹ میں تقریر نہیں کر رہے ہیں بلکہ آپ پنجاب اسمبلی میں تقریر کر رہے ہیں اور اس طرح کے الفاظ مت استعمال کریں اور خاص طور پر پاکستان پیپلز پارٹی جنہوں نے 11 سال جدوجہد کی ہے اور آئین کی بالادستی کے لیے جدوجہد کی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! آئین کی کوئی خلاف ورزی نہیں ہوئی۔ ہاں اگر ہوئی ہے تو اس طرح سے ہوئی ہے کہ یہ خسارے کو فنانس کرنے کے لیے پنجاب حکومت اپنی حد سے بڑھ کر جو قرضے لے رہی ہے۔ یہ غیر آئینی کس طرح ہے۔ یہ آئین کی کس شق کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ آئین کی کوئی خلاف ورزی نہیں۔ بلکہ قانون کی خلاف ورزی اس طرح ہوئی ہے کہ خسارے کو فنانس کرنے کے لیے پنجاب حکومت اپنی حد سے بڑھ کے جو قرضے لے رہی ہے۔ اور میں آپ کو آئین کا متعلقہ آرٹیکل بھی پڑھ کر سناتا ہوں۔ آرٹیکل 167(3)

> "A Province may not, without the consent of the Federal Government, raise any loan if there is still outstanding any part of a loan made to the Province by the Federal Government, or in respect of which guarantee has been given by the Federal Government. ..."

یعنی اگر وفاقی حکومت کا کوئی قرضہ ہے تو صوبائی حکومت پھر قرضہ نہیں لے سکتی۔ اس کی اجازت کے بغیر۔ اور جو 6 کروڑ کا ہدف ہے اس کی وہ کئی بار خلاف ورزی کر چکے ہیں اور بار بار کر چکے ہیں اور یہ ایک بلیک میل کا طریقہ شروع ہو گیا ہے کہ قرضہ حد سے بڑھاتے رہو اور اگر وفاقی حکومت چیک سٹاپ کر دے تو پھر کہیں گے کہ پنجاب کے ساتھ ظلم ہو رہا ہے۔ یہ غیر آئینی باتیں کر رہے ہیں۔ میں حیران تھا کہ الزام یہ لگ رہے ہیں کہ یہ غیر آئینی بات ہے۔ پھر انہوں نے یہ بھی کہا اور احتجاج کیا کہ

وفاقی حکومت غیر لازمی گرانٹ کے سلسلے میں بھی اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ یہ کون سی آئینی ذمہ داری ہے؟ میں یہ بتانا چاہوں گا کہ یہ "غیر لازمی گرانٹ" صرف صوبہ پنجاب کے لیے نہیں بلکہ یہ تمام صوبوں کے لیے ہے۔ ہر صوبے کے خسارے کو منجمد کیا گیا ہے۔ پنجاب کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی جا رہی۔ یہ جو "غیر لازمی گرانٹ کا لفظ ہے جس پر سردار دستی صاحب حیران تھے تو اس سلسلہ میں میں ایوان کو ماضی میں لے جانا چاہتا ہوں۔ 82-1981ء تک پنجاب کا فاضل میزانیہ تھا۔ اس کے بعد جنرل جیلانی اور میاں نواز شریف کی حکومت آئی۔ اور جو پنجاب کا نفع تھا وہ خسارے میں تبدیل ہوگیا۔ اور وہ خسارہ بڑھتا گیا اور اس خسارے کو پورا کرنے کے لیے وفاقی حکومت نے غیر لازمی گرانٹ کا فنڈ بنایا۔ یعنی یہ "غیر لازمی گرانٹ" کا لفظ مارشل لاء کے زمانہ سے آ رہا ہے جیسے میاں نواز شریف مارشل لاء کے زمانہ سے آ رہے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں کہ یہ سردار دستی صاحب کو بری لگی۔ اور یہ جو خسارے پر پابندی لگائی ہے یہ آئی ایم ایف کا وہ معاہدہ ہے جس پر پچھلی حکومت نے دستخط کیے تھے۔ اور جب وفاقی حکومت پر بھی خسارے کی پابندی ہو تو پنجاب کس طرح خسارے کو بڑھا سکتا ہے۔ یعنی آپ پنجاب اور وفاق کو جدا نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کے خسارے پر پابندی نہ لگائیں تو پھر اس کا ایک ہی حل ہے کہ مہنگائی بڑھے گی اور مہنگائی کا اثر غریب آدمی پر پڑے گا۔ اس کو ہم کبھی برداشت نہیں کریں گے کہ پنجاب میں مہنگائی بڑھتی رہے۔ آپ کیا چاہتے ہیں۔ کیا آپ پاکستان کو لاطینی امریکہ کا ملک بنانا چاہتے ہیں کہ ایک ہزار فی صد مہنگائی ہر ہفتے ہو اور وہ بھی غریب آدمی برداشت کرے۔ یہ جو طریقہ ہے کہ ہر بات پہ الزام لگانا اور پھر کہنا کہ آپ خرچ کرتے جائیں ہم شور مچائیں گے۔ پنجاب کی حکومت کو چاہیے کہ اخراجات پہ قابو رکھے۔ یہ جو الفاظ ہیں "رژسٹرنٹ باغک" اس کا مطلب ہے کہ وسائل کے مطابق خسارہ ہونا چاہیے۔ اس سے زیادہ نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ جو حقیقت ہے کہ پنجاب حکومت نے خود اپنے وسائل پر توجہ نہیں دی کہ یہ خود بھی ٹیکس collection کرتی اور اپنے وسائل میں اضافہ کرتی۔ لیکن جو اس وقت سٹائل اپنایا گیا ہے وہ یہ ہے کہ وفاقی حکومت ٹیکس اکٹھا کرے تاکہ ذمہ داری اس پر آئے اور اس پر الزامات لگائے جائیں اور ہم خرچ کریں۔ سردار دستی صاحب نے جو تقریر کی' مجھے پتا ہے کہ وہ زمیندار ہیں انہیں فنانس کے بارے میں کچھ پتا نہیں لیکن کوئی بات نہیں وہ وزیر ہیں اور دریشک صاحب کو بھی کچھ پتا نہیں کیونکہ وہ بھی وزیر ہیں۔ لیکن بے شک ان کی تقریر بھی محکمہ خزانہ نے لکھی ہے یا ڈی جی پی آر نے لکھی ہے یا جس نے مرضی لکھی ہے۔ یہ ان کو کس نے کہا

کہ وزیراعلیٰ کے قصیدے پڑھیں۔ یعنی جب میں نے ان کی تقریر پڑھی اور جو اس میں الفاظ استعمال کیے گئے ہیں کہ "وزیراعلیٰ کے اقدامات" "جہد مسلسل" "عزم و استقلال" اور "عمل پیہم کی ایک حسین اور قابل تقلید مثال ہے" لاحول ولا قوۃ! یہ اسمبلی ہے یا دربار یعنی ایسے الفاظ تو مرزا اسد اللہ خاں غالب نے بھی بہادر شاہ ظفر کے بارے میں استعمال نہیں کیے ہوں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین) یہ تو ایک نیا سٹائل چل پڑا ہے۔ یہ وہ سردار دستی نہیں۔ یہ نئے سردار دستی ہیں جو وزیر خزانہ بن گئے ہیں۔ وہ سردار دستی ایسی باتیں نہیں کرتے تھے اور نہ وہ وفاق کے بارے میں ایسی باتیں کرتے تھے۔ جس طرح دستی صاحب کو ہم جانتے ہیں " کبھی ہم بھی تم سے تھے آشنا تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو" (نعرہ ہائے تحسین)۔ اور پھر ایسے قصیدے پڑھ کی سردار صاحب کہتے ہیں "بات کرنی کبھی مشکل مجھے ایسی تو نہ تھی" اور میں ایوان کی اجازت لے کر اس شعر کو مکمل بھی کروں گا۔

بات کہنی کبھی مشکل مجھے ایسی تو نہ تھی
جیسی اب ہے تیری محفل کبھی ایسی تو نہ تھی

تو یہ کس لائین اور کس ڈگر پر ہمیں چلانا چاہتے ہیں کہ ہم بھی اسی طرح چلیں کہ جیسے وزیراعلیٰ چل رہے ہیں۔ یہ ان کے کون سے کارنامے ہیں جن کی وہ تعریف کر رہے ہیں۔ ان کو ان کی کیا خاص چیزیں پسند آئی ہیں کہ سارا پنجاب اس طرح چلے۔ ہم بھی فیکٹریاں لگائیں۔ ہم کیا کریں۔ یہ جو اب سٹائل بن چکا ہے۔ میں وزیر خزانہ سے گزارش کروں گا انشاء اللہ اگلے سال بھی وہی وزیر خزانہ ہوں گے اس سٹائل کو تو کم از کم تبدیل کریں۔ اور بار بار پنجاب حکومت کا مطالبہ ہے کہ نیشنل فنانس کمشن کی تشکیل کی جائے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ نیشنل فنانس کمشن کوئی اہ دین کا چراغ نہیں۔ اور نیشنل فنانس کمشن کے بارے میں وزیراعظم صاحبہ نے کہہ دیا ہے کہ ہم اگلے ایک دو مہینے میں اس کی تشکیل کر دیں گے۔ یہ نہ سوچیں کہ نیشنل فنانس کمشن آنے کا اور بہت بڑی تبدیلی آ جائے گی۔ کیونکہ وفاقی ٹیکسز کے پول میں پنجاب کے حصے میں اضافہ اس حد تک ہوا ہے کہ 1988-89ء میں 954 کروڑ روپے۔ 1989-90ء میں 1400 کروڑ اور 1990-91ء 1800 کروڑ یعنی فیڈرل پول آف ٹیکسز میں جو پنجاب کا حصہ ہے دو سال میں اس میں سو فی صد کا اضافہ ہوا ہے۔ نیشنل فنانس کمشن کا مقصد ہی یہ ہے کہ فیڈرل پول آف ٹیکسز میں سے صوبوں میں تقسیم ہو تو پنجاب کے حصے میں اضافہ ہو۔ تو پنجاب کے حصے میں اضافہ تو ہوگیا۔ میں پھر اس ایوان کو ماضی کی طرف لے جانا چاہتا

ہوں کہ 1975ء میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہی تھی کہ جس نے اس متنازعہ مسئلہ کو حل کیا۔ نیشنل فنانس کمشن کے ایوارڈ کا اعلان کرنا کوئی چھوٹی بات نہیں۔ دوسرے صوبوں میں سے بھی ہر ایک کا اپنا موقف ہے۔ مثلاً بلوچستان کہتا ہے کہ ہمیں رقبہ کے مطابق ایوارڈ دو' پنجاب کہتا ہے آبادی کے مطابق دو اور سندھ کی حکومت کہتی ہے کہ جو essence of taxation ہے اس کے مطابق ایوارڈ دو۔ یعنی ٹیکس کی وصولی سندھ میں زیادہ ہوتی ہے۔ یہاں صنعتیں زیادہ ہیں اس لیے ہمیں حصہ زیادہ دو۔ تو اس مشکل مسئلے کو پیپلز پارٹی نے حل کیا تھا۔ یہ کام 1975ء سے شروع ہوا۔ اور 1977ء میں نیشنل فنانس کمشن کا ایوارڈ آیا۔ اس وقت بھی وہی بات تھی جو چلتی آئی اور 13 سال گزر گئے کسی کو نیشنل فنانس کمشن یاد نہیں آیا۔ وزیراعلیٰ پنجاب اور وزیر خزانہ پنجاب یہ ہی 82-1981ء میں بھی تھے۔ یہ چھ سات سال تک رہے اور کہیں ریکارڈ میں وزیراعلیٰ پنجاب نے ایک دفعہ بھی اس کا ذکر نہیں کیا۔ یعنی اب ان کو نیشنل فنانس کمیشن ایک دم یاد آ گیا۔ جب پیپلز پارٹی کی حکومت نے یہ ایوارڈ دیا اس وقت بھی لوگوں نے تنقید کی' پنجاب کی طرف سے بھی لوگوں نے تنقید کی اور کہا کہ یہ ایوارڈ صحیح نہیں۔ اگر پنجاب کے حقوق کے لیے آواز بلند کرنی ہے تو پھر ایک ریکارڈ ہونا چاہیے یہ کوئی طریقہ نہیں کہ چھ سال تک آپ نیشنل فنانس کمیشن کا ذکر نہ کریں۔ اور پھر مردہ ایک قبر پھاڑ کر باہر آ جاتا ہے۔ اور جب ادھر وفاق میں جمہوری حکومت آ جاتی ہے تو پھر سی سی آئی بھی یاد' ایل ایف سی بھی یاد آ جاتی ہے جو بھی متنازعہ ایشو ہے وہ کچھ بھی ہو سکتا ہی وہ سب باتیں اس وقت یاد آ جاتی ہیں۔ اور یہ سیاسی موقع پرستی ہے۔ جس طرح ایک زمانے میں ولی خان غدار ہیں تو اب ولی خان ٹھیک ہیں' پہلے پی پی آئی غلط تھی اب وہ ٹھیک ہے' پہلے ایم کیو ایم غلط تھا اب وہ بھی ٹھیک ہے۔ پتہ نہیں یہ روز حساب بدلتا رہتا ہے کہ کون ٹھیک ہے اور کون ٹھیک نہیں۔ تو اب نیشنل فنانس کمیشن اس وقت ٹھیک ہے کیونکہ وفاق میں جمہوری حکومت ہے۔ اب میں اس ایوان کو ایک اہم مسئلے کی طرف لے جانا چاہتا ہوں۔ پنجاب میں جو سب سے بڑی ڈکیتی ہوئی ہے میں اس کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ شائد پاکستان کی تاریخ میں اتنی بڑی ڈکیتی نہیں ہوئی جس میں کوئی گرفتار نہیں ہوا جس کے بارے میں اخبارات نے بھی اداریے لکھے ہیں' فرنٹیر پوسٹ نے لکھا ہے' جنگ نے لکھا ہے کہ جب یہ لوگ جنہوں نی چوری کی ڈکیتی کی شناخت ہوئے تو پنجاب حکومت کو اس کے بارے میں کچھ کرنا چاہیے اور کچھ بتانا چاہیے' لیکن کچھ نہیں بتایا گیا۔ جناب والا! پیپلزپارٹی کا مسئلہ نہیں اور نہ ہی یہ میرا ذاتی مسئلہ ہے یہ تو

اجتماعی مسئلہ ہے اور جب میں نے چند دن پہلے ایک پریس کانفرنس میں اس کا ذکر کیا تھا اور میں نے یہ سوچا کہ جب یہ بات منظر عام پہ آئی ہے تو میرے تمام فاضل ممبران حزب اختلاف کے بھی اور حکومت کے بھی اس بات کا نوٹس لیں گے لیکن پنجاب حکومت کا موقف یہ تھا کہ یہ ہوا ہی نہیں۔ اس کے بعد چودھری اقبال صاحب نے بیان دینے شروع کر دیے کہ کیونکہ میرے خلاف تخریب کاری کے کیسز ہیں اس لیے میں اس طرح کے بیان دے رہا ہوں۔ اور سردار دستی صاحب نے کہا کہ پتہ نہیں انہوں نے کہاں سے رپورٹ چوری کر لی۔ بہرحال مجھے رپورٹ آئی جیسی بھی آئی۔ بے شک میں نے رپورٹ چوری کی ہے لیکن مجھے یہ تو بتائیں کہ جو ہزاروں' کروڑوں روپے چوری ہوئے ہیں وہ کہاں گئے ؟ میں نے بے شک رپورٹ چوری کی۔ اور میں اب آپ کو رپورٹ سے پڑھ کر بتاؤں گا۔ جناب والا! یہ کوئی جانب دار یا کوئی interim report نہیں آڈیٹر جنرل کی رپورٹ ہے۔ اب میں ذرا پڑھ کے سناتا ہوں۔

Misappropriation and Embezzlement and theft in the Punjab Treasury

یہ نہیں کہ ہمیں اس کے بارے میں شبہ ہو کہ یہ Audit-Objection ہے نہیں' بلکہ چوری 1986-87/theft/ embazzlement میں چار کروڑ روپے' 1987-88 میں آٹھ کروڑ روپے' 1988-89 میں 39 کروڑ روپے' 392 million کی چوری۔ لیکن یہ تو ابھی صرف کہانی شروع ہوئی ہے۔ کیونکہ انہوں نے یہ کہا اور یہ حقیقت بھی ہے کہ آڈیٹر جنرل کے ڈیپارٹمنٹ پورے transaction جو سال کے ہوتے ہیں ان کی چیکنگ بھی کر سکتے ہیں۔ انہوں نے یہ کہا ہے

This does not however give the whole picture. This however does not depict the whole picture.

یعنی یہ تصویر مکمل نہیں ۔ As it was restricted to test check.

یعنی ہم نے چند ٹرانزیکشنز کو چیک کیا ہے۔

And the actual magnitude of the irregularities certainly would be manifold.

یعنی چوریاں اس سے بہت زیادہ ہیں یعنی اگر بیس یا پچیس فی صد چیک ہوا ہے اور 40 کروڑ کی چوریاں نکلی ہیں اگر آپ پورے سال کا حساب لیں تو میرے خیال میں ایک سو یا ایک سو پچاس کروڑ کی چوری ہوگی۔ پھر آگے بات سنیں' دستی صاحب! یہ چوری کی گئی رپورٹ ہے آپ دیکھیں۔ انہوں

نے یہ کہا ہے کہ پنجاب کی اکاؤنٹنگ کا کوئی سسٹم نہیں اور جو controlls میں ہے۔ They are getting loser day by day and there is a situation of financial chaos. یعنی کوئی حساب نہیں، کوئی نظام نہیں، جو مرضی چوری کرے، جو مرضی پیسہ لے کر بھاگ جائے۔ اور اتنی بڑی رقم تو چوری ہو چکی ہے ثبوت ہے۔ اور اس کے علاوہ خدا جانے کیا کیا چوری ہو چکا ہے۔ اور پھر دستی صاحب کہتے ہیں کہ جناب یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے کہ سلمان تاثیر صاحب نے ایسا بیان دیا ہے۔ سردار دستی صاحب یہ تو تاریخ فیصلہ کرے گی کہ آپ کا استحقاق مجروح ہوا ہے یا کروڑوں پنجابیوں کا استحقاق مجروح ہوا ہے جن کے خزانے پر ڈاکہ مارا گیا ہے۔ اس کا کون حساب دے گا۔ اور یہ ڈاکہ بھی الیکشن ایر، انتخابی سال میں مارا گیا ہے۔ اس سے واضح ہوتا ہے کہ یہ الیکشن فنڈ تھا اتنی بڑی رقم اور کوئی گرفتار نہیں ہوا، کوئی پکڑا نہیں گیا، کس کا پیچھا نہیں کیا گیا اور پھر اس پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اس میں وزیراعلیٰ صاحب بھی ضرور ملوث ہیں۔ علاوہ ازیں یہ گرفتار کیوں نہیں کرتے یہ کوئی مذاق ہے۔ ہمارے جو فاضل دوست حکومتی بنچوں پر بیٹھے ہیں میں ان سے بھی کہتا ہوں کہ یہ میرا مسئلہ نہیں، یہ پنجاب کا مسئلہ ہے، پنجاب کے عوام نے آپکو بھی ووٹ دئے ہیں، آپ بھی سوچیں کہ یہ کیا ہو رہا ہے، یہ کس حکومت ہے جہاں پر کروڑوں روپے کی چوری ہو رہی ہے۔ اور کوئی پوچھنے والا نہیں۔ یہاں پر شور مچا رہے ہیں اور میں حیران ہوں کہ یہاں سے میرے خلاف بیان آ رہے ہیں کہ رولا پائی جاؤ۔ وہ کیا استاد دامن کا شعر تھا کہ

اتوں اتوں رولا پائی جاؤ
تے وچوں وچوں کھائی جاؤ

تو الزام میرے اوپر لگاؤ کے کس طرح اس نے چوری کی تو میں نے سردار دستی صاحب کو کہا کہ آپ آئیں ڈیبٹ کریں، بتائیں کہ پیسوں کا کیا ہوا؟ کس طرح گئے۔ مجھے پتہ ہے یہ اس وقت وزیر خزانہ نہیں تھے، لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ کہ دیں اور اس ایوان کو اس طرح mis lead کریں اور پھر کہیں کہ کچھ نہیں ہوا۔ اب میں آنا چاہتا ہوں پنجاب کی دوسری بڑی چوری کی طرف یہ گرانٹ نمبر 23 ہے اور یہ وزیراعلیٰ کا صوابدیدی فنڈ ہے۔ اس ایوان میں 90-1989ء میں 2 کروڑ روپے منظور ہوئے تھے اور وزیراعلیٰ کے لیے وہ رقم کم ہے۔ اس دفعہ انہوں نے اسی مالی سال میں، ہم جس ضمنی

میزانیہ کی بات کر رہے ہیں اس ملی سال میں انہوں نے ایک کروڑ 50 لاکھ روپے اور مانگے ہیں۔ From the personal discretionary account of the Chief Minister. یعنی 3 کروڑ 50 لاکھ روپے اور میں ذرا تھوڑی سی ہسٹری بھی دینا چاہتا ہوں' 87-1986ء میں ایک کروڑ 13 لاکھ روپے' 88-1987 میں ایک کروڑ 89 لاکھ' 89-1988 میں جو کہ انتخابی سال تھا اس وقت ان کی کچھ ضروریات بڑھ گئیں تھیں 2 کروڑ 20 لاکھ روپے' اور 90-1989 میں تو انہوں نے ریکارڈ توڑ دیا 3 کروڑ 50 لاکھ روپے' یعنی اگر آپ میزان کریں تو آپ 8 یا 9 کروڑ روپے کی بات کر رہے ہیں جو کہ وزیراعلیٰ پنجاب نے اپنے صوابدیدی فنڈ سے نکالا ہے۔ اور میں نے یہ بھی دیکھا ہے کہ کچھ وزیروں کو بھی 30/25 روپے ملے ہیں۔ چلو کوئی بات نہیں۔ لیکن یہ بھی کوئی حساب نہیں کہ وہ لے گئے ساڑھے تین کروڑ اور آپ کو مل گئے پچیس یا تین لاکھ روپے۔ آپ بھی تو اپنا پورا حساب مانگیں۔ اور جب میں نے پوچھا کہ یہ پیسہ کس مقصد کے لیے ہے تو مجھے کہا گیا کہ یہ غریب نادار اور بے بس لوگوں کے لیے ہے۔ یہ وزیراعلیٰ کا صوابدیدی فنڈ کرپشن کا پہاڑ ہے اور اس پہ الگ وائٹ پیپر شائع ہوگا۔ اور میں اس ایوان کو کہنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس پوری معلومات ہیں لیکن میں ایک دو لمحے آپ کو بھی دوں گا اور پوری معلومات بعد میں آئے گی۔ میں صرف ایک دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں جو بے زار' غریب اور مجبور لوگ ہیں جن کو وزیراعلیٰ پیسہ تقسیم کر رہے ہیں 19/ جولائی 1989ء چیک نمبر 068823 وغیرہ وغیرہ اور دوسرا اس کے ساتھ کا نمبر ہے۔ ٹوٹل بنتا ہے کوئی 5 لاکھ روپے' یہ غریب اور بے بس شخص کو پیسہ دیا گیا ہے۔ وہ غریب شخص کون ہے؟

چودھری عبد الغفور ایم۔این۔اے تھیں دو پلاٹ پچاس لاکھ روپے کے دیے گئے اور پھر بھی ان کے پاس پیسے نہیں ہیں۔ یہ پیسے بھی ان کی جیب میں ٹھونسے گئے۔ یہ وہ غریب لوگ ہیں جنھیں وزیر اعلیٰ پیسے تقسیم کر رہے ہیں۔ ایک اور صاحب ہیں جو ہمارے فارورڈ بلاک میں ہیں۔ 11 اکتوبر کو انھیں بھی پیسے دیے گئے ہیں۔ چھوڑیں' میں ان کا ذکر نہیں کرتا۔ یہ راز میرے اور وزیر اعلیٰ پنجاب کے درمیان ہی رہنے دیں۔ ملک انیس کونسلر ملتان' ساٹھ ہزار روپے۔ ایک اور غریب بے بس انسان' چیک نمبر 899584 ۔ یہ بے چارا بہت ہی غریب ہے۔ اس کو بیس لاکھ روپے دیے ہیں۔ جنرل جیلانی۔ ایک اور وزیر اعلیٰ کا ساتھی ہے۔ اس بے چارے کو بھی بیس لاکھ روپے دیے ہیں اور کہا ہے کہ ڈون سکول کے لیے ہے۔ ایک اور بے بس ہے جس نے خزانے سے دس دفعہ ایک لاکھ روپے لیے

ہیں اور جو وزیر اعلیٰ کے روز قصیدے پڑھتا ہے۔ ضیاء الاسلام انصاری ۔ ایک لاکھ' پچاس ہزار' ڈیڑھ لاکھ' خدا جانے اس کو کتنے پیسے تقسیم کیے ہیں اور صحافیوں کو بھی دیے ہیں۔ میں ان کا نام نہیں لوں گا۔ وہ بات چھوڑو۔ میں ان سے یہی کہوں گا ۔ ان کے ضمیر سے اپیل کروں گا کہ خدا کے واسطے' وزیر اعلیٰ سے پیسے نہ لو۔ یہ اس کے پیسے نہیں ہیں۔ یہ پنجاب کے غریب عوام کے پیسے ہیں۔ خیال کرو۔ وہ اپنے ذاتی مقاصد کے لیے استعمال کر رہا ہے۔ مت لو اس سے پیسے۔ ایک اور بے بس شخص اور یہ واقعی بے بس ہے۔ چیک نمبر 899582 ذوالفقار علی چودھری پچاس ہزار روپے۔ جناب یہ ہے چوکیدار اتفاق فاؤنڈری کا۔ یعنی اتفاق فاؤنڈری کے چوکیدار کو بھی وزیر اعلیٰ اپنے صوابدیدی فنڈ سے پیسے دے رہے ہیں۔ یعنی وہ بھول گئے کہ میرا فنڈ الگ ہے اور اتفاق کا فنڈ الگ۔ دیے جاؤ پیسے' کوئی بات نہیں اور اس بے چارے چوکیدار نے سوچا ہو گا کہ کیا فراخ دلی ہے وزیر اعلیٰ صاحب کی' کیا بات ہے' ہمیں پچاس ہزار روپے دیے۔ اس کو کیا پتا کہ ایک غریب آدمی کی جیب سے نکال کے دوسرے غریب آدمی کی جیب میں ڈال دیے ہیں۔ پھر کچھ کرانے کے مولوی بھی ہیں جو آتے ہیں۔ پھر فتویٰ دیتے ہیں اور اس کے بعد کہتے ہیں کہ ہم عورت کی حکم رانی کو نہیں مانتے۔ مولانا عبد الرحمن جامعہ اشرفیہ۔ بڑی تفصیل ہے۔ مولانا نعیمی' فلاں مولانا اور پھر سنجر کے بھی مولانا ان کو مل گئے۔ مولانا ناظم علی جامعہ مسجد ناران' پانچ لاکھ روپے یعنی یہ کیا تماشا ہے؟ بالا کوٹ' ناران' میں آپ کو فہرست پڑھ کے سناؤں تو شرم سے آپ کی گردنیں اس ایوان میں جھک جائیں گی اور چھوٹی رقمیں بھی ہیں۔ دو ہزار' ایک ہزار' ایک ہزار دو سو ۔ میں نے ان کا پورا حساب کیا اور ان میں سے انھیں ساٹھ فی صد غریب بے بس لوگ پنجاب کے کہاں ملے؟ گوالمنڈی میں' گوالمنڈی' انار کلی' نولکھا میں انھوں نے کم از کم پانچ کروڑ روپے تقسیم کیے ہیں اور جس سال ان کا الیکشن تھا۔ اس سال ایک لاکھ پچاس ہزار انھوں نے گوالمنڈی میں تقسیم کیے۔ اپنے حلقے میں۔ اس لیے شریف برادران جیتے ہیں اسی حلقے میں سے۔ باقی شیخوپورہ میں لطیف شاہ صاحب نے انھیں ہرایا ہے۔ ساہیوال میں میاں امجد جونیہ نے انھیں ہرایا ہے۔ اوکاڑہ میں راؤ افضل نے' ملتان میں یوسف رضا گیلانی نے۔ سارے پنجاب میں ہار کے یہاں پہنچ گئے۔ گوالمنڈی میں، جہاں انھوں نے پنجاب کے خزانے کو خرچ کیا اور اس لیے وہاں سے جیتے۔ کتنے شرم کی بات ہے۔

جناب سپیکر، سلمان تاثیر صاحب 15 منٹ کے لیے مغرب کی نماز کا وقفہ کرتے ہیں۔ پھر آپ کی تقریر جاری رہے گی۔

(سات بج کر پندرہ منٹ پر نماز مغرب کے لیے وقفہ کیا گیا)

(جناب سپیکر 8 بج کر 17 منٹ پر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب سپیکر، جناب سلمان تاثیر صاحب اپنا خطاب جاری رکھیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! کوئی وزیر ایوان میں موجود نہیں۔ کیسے وہ تقریر کریں۔ ایک اور عرض یہ ہے کہ آپ نے ضمنی بجٹ کے لیے دو دن رکھے اور آج ابھی بمشکل بیس منٹ بحث ہوئی ہے اور وقفے کے دوران 45 منٹ گزر گئے ہیں۔

How will you compensate?

جناب سپیکر، اس میں پھر ہمیں یہ بھی دیکھنا ہے کہ جس طرح ہم پوائنٹ آف آرڈر پر وقت لیتے ہیں وہ وقت بھی اگر ہم بحث میں شامل کریں تو پھر زیادہ دوست بات کر سکیں گے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر تو ہاؤس میں ہوتے ہیں۔ ہاؤس کے باہر جو ہوتا ہے میں اس کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، ہاؤس کے اندر ہی ہوتے ہیں لیکن اس کی حد تو آپ نے ہی مقرر کرنی ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل ، نہیں جناب یہ جو اجلاس لیٹ شروع ہوتا ہے اور اس میں اتنی دیر کے لیے جو وقفے ہوتے ہیں اس کا تدارک کیسے ہو گا۔

جناب سپیکر، جناب سلمان تاثیر صاحب۔

جناب سلمان تاثیر ، جناب سپیکر صاحب! میں اپنی تقریر میں کرپشن کے اس پہاڑ کا ذکر کر رہا تھا جس کو وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی فنڈ کا نام دیا گیا ہے ۔ میں ایوان کو ماضی کی طرف پھر لے جانا چاہتا ہوں۔ ایک وقت اور ایک زمانے میں اس فنڈ کی حد ایک لاکھ روپے تھی۔ سال 85 ،86 ،1987 میں اس فنڈ کے لیے قانونی حد ایک لاکھ روپے تھی۔ یعنی جب وزیر اعلیٰ پنجاب نے صوابدیدی فنڈ سے پیسے نکالے تھے انکو پوری طرح سے یہ علم تھا کہ میں اس حد کہ خلاف ورزی کر رہا ہوں لیکن اس کے باوجود کروڑوں روپے نکلوا لیے۔ ایک تو انہیں پتہ تھا کہ میں جس مقصد کے لیے استعمال کر رہا ہوں اس میں

بھی میرے ذاتی مفادات ہیں اور یہ بھی پتہ تھا کہ اسی فنڈ کی حد ایک لاکھ روپے ہے لیکن اسکے باوجود وہ اس مد سے کروڑوں روپے نکلواتے رہے اور اس وقت دسمبر 1988ء میں جب الیکشن ہوا تو پھر ان کو فکر پڑ گئی کہ اب اس کا کیا ہو گا؟ تو انہوں نے پچھلے گورنر صاحب سے چار سال بعد پچھلی تاریخ سے آرڈر کروائے retrospective effect سے اپنے گناہ معاف کرانے کے لیے آرڈر کروائے۔ ویسے بھی جیسے سردار دستی صاحب کہتے ہیں کہ غیر آئینی یا غیر قانونی۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت غیر آئینی یا غیر قانونی حرکت ہے اور اس بارے میں بھی ہم کوئی قانونی چارہ جوئی کا سوچیں گے۔ جبکہ شہریوں کا جو جلوس پچھلے دنوں مال روڈ پر نکالا گیا تھا جو کہ آئی۔جے۔آئی کا فنڈڈ جلوس تھا ور اسے لاہور کے شہریوں کا جلوس بنایا گیا۔ سارے لاہور کی انتظامیہ نے اس کا انتظام کیا۔ اس میں جو دس مولانا صاحب تھے ان میں سے سات تو وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی فنڈز سے پیسے لیتے ہیں۔ یعنی کرائے کے مولوی خریدے جا رہے ہیں اور ان کے بھی جلوس نکالے جا رہے ہیں۔ اس کی لسٹ اتنی لمبی ہے کہ اس پہ ایک الگ پریس کانفرنس ہو گی۔ اگر میں یہاں اس پہ بات کروں تو اس پہ تین گھنٹے لگیں گے۔ لیکن ایک نام اور ہے اور وہ ہے "ارشاد پرنٹنگ پریس چنیوٹ" میں نے آدمی وہاں بھیجا کہ اس نام کا وہاں کونسا پرنٹنگ پریس ہے۔ تو پتا لگا کہ مولانا چنیوٹی صاحب کا "ارشاد پرنٹنگ پریس" ہے۔ اس کو بھی تین لاکھ روپے تقسیم کیے گئے ہیں۔ تو جناب والا! یہ کرپشن کا ایک پہاڑ ہے۔ کہیں سیاستدانوں کو خریدا جا رہا ہے۔ صحافیوں کو پیسے دیے جا رہے ہیں۔ میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ میں حیران ہوں کہ جس طرح کے لوگوں کو پیسے دیے جا رہے ہیں۔ اس فنڈز کو استعمال کر کے کرپشن کا ایک جال بچھایا جا رہا ہے۔ سارے مفادات وزیر اعلیٰ کے ذاتی مفادات ہیں۔ یہ سارے فائدے لے کر بھی وزیر اعلیٰ کی چھ ہزار روپے تنخواہ بھی ہے۔ مارشل لاء کے دوران پنجاب کے وزیر اعلیٰ پاکستان کے امیر ترین آدمی تھے۔ یہ چھ ہزار روپے مہینہ تنخواہ بھی لیتے ہیں۔ یہ بھی ریکارڈ کی بات ہے۔ وہ بھی نہیں چھوڑتے۔

جناب والا! یہ جو صوابدیدی فنڈ ہے یہ غریب عوام کا فنڈ ہے۔ یہ عوام کی امانت ہے اور ہم اس کے امین ہیں اور یہ امانت میں خیانت کر رہے ہیں۔ اب ہم اس کے بارے میں کیا الفاظ استعمال کریں۔ میں کوئی غیر پارلیمانی الفاظ استعمال نہیں کرنا چاہتا لیکن آپ بتائیں کہ میں کیا الفاظ استعمال کروں۔ جو پنجاب کے غریب عوام کے خزانے کو لوٹتا ہے اور اتنی بے دردی سے لوٹتا ہے۔ جب ہمیں عوام نے منتخب کیا تو یہ ایک وفاداری کا رشتہ تھا۔ انہوں نے سوچا تھا کہ یہ ہماری نمائندگی کریں گے۔

ہمارے حقوق کے لیے لڑیں گے اور یہ جو ٹیکسیشن ہے جس کے بارے میں یہ بار بار روتے ہیں۔ یہ سارا پیسہ عوام کا ہے۔ تو ہم ان کو کیا جواب دیں گے کہ جب وہ کہیں گے۔

دل ناداں تجھے ہوا کیا ہے
آخر اس درد کی دوا کیا ہے ۔

اور کہیں گے کہ۔

ہم کو ہے ان سے وفا کی امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے ۔

تو ان کے ساتھ وفاداری کا کیا رشتہ ہو گا۔

اب آپ حلقہ نمبر 99 کی طرف آئیں۔ جہاں الیکشن ہوا اور پیپلز پارٹی کامیاب ہوئی۔ جناب وہاں چیکوں کی "تھدیاں" تقسیم کی گئیں اور 15 فروری 1990ء کو تقسیم کی گئیں۔ یہ بختیار بی بی' زینب بی بی' غلانی بی بی غلانی بیگم یعنی لاکھوں روپے 15 فروری کو تقسیم کیے گئے۔ وزیر اعلیٰ تو کاروباری آدمی ہیں۔ ان کو پتا ہے کہ ایک فنڈ بلیک منی بھی ہوتا ہے۔ خدا کے واسطے بلیک منی میں سے دو ۔ personal leger account of Chief Minister Punjab. میں سے الیکشن کی رات کو پیسہ تقسیم کیا جا رہا ہے اور پھر بھی ہار گئے۔ لیکن ہمیں لوگوں نے بتایا کہ وہ چیک بھی کیش نہیں ہوئے۔ وہ بھی کھا گئے اور وہ پیسہ بھی ہضم کر گئے اور اس ساری چوری کو شکل دینے کے لیے سیکرٹری خزانہ پنجاب فاروق ہارون کو نکال دیا گیا۔ کیونکہ انہوں نے اس چوری کو روکنے کی کوشش کی۔ یہ فنڈ دو کروڑ روپے کا تھا۔ اس میں کروڑ روپے کا اضافہ کیا گیا اور یہ 90-1989ء میں ساڑھے تین کروڑ ہو گیا۔

جناب والا! میں اس فنڈ کو چوری کا ایک حصہ سمجھتا ہوں اور جو ایل۔ڈی۔اے کے پلاٹ ہیں وہ چوری کا دوسرا حصہ ہیں اور ایک اور فنڈ ہے جس کو کرپشن کے لیے استعمال کیا جاتا ہے وہ تحصیل داریاں اور پٹواری کی ملازمتیں جو اس اسمبلی میں تقسیم کی گئیں۔ اس کی بھی ہمارے پاس فہرست ہے وہ ایک اور کرپشن ہے جس سے لوگ خریدے جا رہے ہیں۔

اس دفعہ ڈیمانڈ گرانٹ نمبر 13 میں ایک کروڑ روپے سپیشل برانچ پنجاب پولیس کے لیے زائد طلب کیا گیا ہے۔ سپیشل برانچ پنجاب پولیس کو پچھلے سال سیکرٹ فنڈ سے 30 لاکھ روپے ملے۔ اب یہ

کیا وجہ ہے کہ ان کو 1 کروڑ 30 لاکھ روپے کی سیکرٹ فنڈ کی بھی ضرورت ہے۔ اور وہ بھی وزیر اعلیٰ کے اشارے پر پیسہ استعمال کیا جا رہا ہے۔ پنجاب میں ایسا کیا ہو گیا ہے کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کو ایک کروڑ تیس لاکھ روپے کے فنڈز کی ضرورت ہے اور یہ وہ سپیشل برانچ ہے کہ جس کے اے۔ آئی۔جی کو بلایا گیا اور وہ نہیں گیا کیونکہ اس کو پتا تھا کہ میں وزیر اعلیٰ پنجاب کا ذاتی ملازم ہوں نہ کہ وفاق کا ملازم ہوں۔ اس ذاتی ملازم نے جانے سے انکار کیا کہ مجھے یہاں تو ایک کروڑ روپیہ مل رہے ہیں۔ یہاں تو کھلی چھٹی ہے۔ میں وہاں جا کر کیا کروں گا اور یہ وہی سپیشل برانچ ہے کہ جس کے لوگ ہمارے پیچھے پھرتے رہتے ہیں۔ جن کو جاسوس کے طور پر وزیر اعلیٰ کے مخالفین کے خلاف استعمال کیا جاتا ہے یہ کروڑوں روپے بھی آپ ان کے صوابدیدی فنڈ میں مین گن لیں یہ وہ پولیس ہے کہ جس نے ابھی تک ان غنڈوں کو گرفتار نہیں کیا جنہوں نے مسلم لیگ ڈیوس روڈ کی چھت کے اوپر چڑھ کر گولیاں چلائیں۔ وہ ابھی تک گرفتار نہیں ہوئے۔ ہم نے پچھلی دفعہ جو سیشن بلایا تھا تو چودھری اقبال صاحب اور دریشک صاحب نے بڑی بڑی باتیں کیں لیکن وہ غنڈے آج بھی قابو نہیں آئے۔ لیکن ان کو اگلے بجٹ میں اور رقم دی جائے۔ یہ سارے پیسے کس مقصد کے لیے ہیں۔575 اے۔ایس۔آئی اور بھرتی کے گئے ہیں اور 170 کانسٹیبل بھرتی کیے گئے ہیں۔ فیصد یہ ہوا ہے کہ ہر آئی۔جے۔آئی کے ممبر کو تین اے۔ایس۔آئی ملیں گے۔ ان کے بھی سپیشل فنڈز ہیں۔ ڈیمانڈ گرانٹ نمبر 23 ' متفرق میں 15 لاکھ روپے پی۔پی۔آئی کو دے گئے ہیں۔ جناب والا! عرض یہ ہے کہ پی۔پی۔آئی ایک نجی پریس ایجنسی ہے۔ یہ کوئی غریب اور بے بس ایجنسی نہیں۔ اس کا پنجاب حکومت کے ساتھ کیا تعلق ہے۔ انکا کام خبریں تقسیم کرنا ہے۔ یہ نفع نقصان کی بنیادوں پر چلتی ہے۔ یہ ایک پرائیویٹ کمپنی ہے۔ یہ کوئی سوشل ورک کا ادارہ نہیں۔ اس میں حکومت پنجاب کی کیا involvement ہے ۔ ایک involvement تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ جب نومبر 1988ء کا الیکشن ہوا تو اس نے ایک جھوٹی خبر پھیلائی تھی کہ اس ملک کا وزیر اعظم پنجابی نہیں بن سکتا۔ یہ fraudulant خبر انہوں نے چھوڑی تھی اور بعد میں مان بھی گئے تھے کہ یہ خبر جھوٹی تھی۔ یہ وہی پی۔پی۔آئی ایجنسی ہے جو استعمال کی جاتی ہے۔ اس کو 15 لاکھ روپے کس بنیاد پہ دیے گئے۔ ڈیمانڈ گرانٹ نمبر 23 میں۔ یہ کمال ہی ہو گیا ہے۔ اس کو 20 لاکھ روپے "50 prints for five feature films" یعنی پنجاب کے خزانے سے میاں نواز شریف کی فلمیں بن رہی ہیں اور 2,30.450 روپے موبائل سنیما یونٹس کے لیے رکھے گئے ہیں۔ یہ پنجاب کا خزانہ

ہے کہ چیف منسٹر کا پروموشن فنڈ ہے۔ یہ فلمیں بن رہی ہیں تاکہ لوگوں کو بتائیں کہ میاں نواز شریف کے بارے میں دستی صاحب نے کیا الفاظ استعمال کیے تھے کہ ہم سب اس ڈگر میں چلیں۔ یہ وہی فلمیں بن رہی ہیں۔ ڈیمانڈ نمبر 33 محکمہ خوراک۔ اس مد میں 213 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اور یہ بجٹ میں اس لیے نہیں آیا کہ اس پہ subsidy وفاقی حکومت دیتی ہے اور میں یہ بات ریکارڈ پہ لانا چاہتا ہوں جو یہ روز یہاں وفاقی حکومت کے خلاف روتے ہیں۔ جو subsidy وفاقی حکومت گندم اور چینی کے لیے دیتی ہے وہ ہر سال 150 کروڑ روپیہ ہے۔ ڈیمانڈ نمبر 33 ۔ فوڈ ڈیپارٹمنٹ۔ جناب یہ فوڈ ڈیپارٹمنٹ کے لیے 213 کروڑ روپے۔ یہ اس لیے بجٹ میں نہیں آیا کیونکہ اس پر subsidy ہے جو وفاقی حکومت دیتی ہے اور میں ریکارڈ پر ایک بات لانا چاہتا ہوں اور وہ یہاں پر روز وفاقی حکومت کے خلاف روتی ہیں جو subsidy وفاقی حکومت صوبائی حکومت کو گندم اور چینی کے لیے دیتی ہے وہ ہر سال 150 کروڑ روپے ہے اور اس کا کہیں کوئی ذکر ہی نہیں اور اس کو دستی صاحب ایلیگیٹری / نان ایلیگیٹری نہیں بناتے۔ یہ پیسہ subsidy from the Federal Government to Provincial Government. ہے اور اس سال یہ جو انہوں نے excessive ڈیمانڈ کیے ہیں اس کی وجہ سے انہوں نے یہ لکھا ہے This also includes procurement of 2.98 m.tons جناب سپیکر صاحب! پھر یہ additional procurement کیوں نہ ہو۔ جب آڈیٹر جنرل کی رپورٹ کے مطابق 36 کروڑ روپیہ چوری کیا گیا ہے فوڈ ڈیپارٹمنٹ میں سے، جب گندم چوری کی جا رہی ہے تو پھر procurement کیوں نہ ہو اور آپ کو یاد ہے پچھلے سال جب یہ تماشا ہوا تھا اور اس crisis پہ بحران آیا تھا کہ یہاں پر الزامات شروع ہو گئے اور پھر پنجاب حکومت کی طرف سے وفاقی حکومت پہ الزام لگانے شروع کر دیئے گئے کہ گندم کی کمی ہو گئی اور وہ ٹرک نہیں آنے دے رہے اور کرین نہیں آنے دے رہے۔ میں نے اس وقت بھی کہا تھا کہ سب سے پہلے فوڈ گرین میں سے چوریاں بند کرو تو پھر سب کے لیے گندم ہو گی۔ 36 کروڑ روپے کل گندم، یہ سارے سال کی نہیں ہے۔ انہوں نے 20 فیصد transaction چیک کیے ہیں اور فوڈ ڈیپارٹمنٹ سے 36 کروڑ روپے کی چوری ملی ہے۔ یہ پنجاب کی حکومت ہے اور پھر کہتے ہیں کہ جناب گندم کی قیمتوں میں اضافہ ہوا ہے اور وفاقی حکومت ہم پہ ظلم کر رہی ہے۔ میں تو حیران ہوں کہ ان کو گرفتار کیوں نہیں کرتے اتنی بڑی دولت۔ اور ایک آدمی کا نام بھی نہیں جو گرفتار ہوا ہے اور اگر اتفاق فاؤنڈری میں کوئی مزدور ایک بیلچہ یا کسی بھی لے لے تو فوراً پکڑ کر اس کی ٹانگیں توڑ

دے۔ لہٰذا اگر وہ پانچ لاکھ چوری کرے تو وہ اس کو پھانسی لگا دیتے لیکن جناب وہ تو وزیر اعلیٰ کی ایک پرائیویٹ کمپنی ہے اس کا تو فکر ہے۔ مگر یہ تو پنجاب کے عوام کا پیسہ ہے لوٹو اور لوٹتے رہو۔ "اتوں اتوں رولا پائی جاؤ تے وچوں وچوں کھائی جاؤ"۔

وزیر امداد باہمی : "تے پرائیویٹ بنک بنائی جاؤ"۔

جناب سلیمان تاثیر ، ویسے بھی جناب یہ خبر بھی "فرنٹیئر پوسٹ" کی تھی جو کہ انہوں نے ہمیں ساری بات پہلے بتائی۔ اس کے خلاف بھی انہوں نے کوئی کارروائی نہیں کی۔ جناب والا! یہ ساری لوٹ' چوری' یہ کیا میزانیہ ہے۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ جس میزانیے سے کروڑوں روپے چوری ہو رہے ہیں جو آڈیٹر جنرل کہہ رہا ہے کہ یہ فنانشل chaos ہے' ان کو یہ پتہ نہیں کہ کیا ہو رہا ہے تو پھر اس میزانیے کا کیا مقصد ہے اور آپ پھر چلیں گرانٹ نمبر 36' ڈویلپمنٹ' یعنی ترقی' انہوں نے جناب دو ہزار آٹھ میں تبدیلی کی ہے یعنی جو اصل منصوبہ تھا اس میں دو ہزار کی تبدیلی کی ہے اور 107 کروڑ روپے جو پہلے چارج کیے ہیں اس کو تبدیل کر کے 140 کروڑ روپے الگ چارج کیے ہیں۔ اس کا مقصد یہ ہے کہ جو پنجاب کا ترقیاتی منصوبہ ہے اس کی کوئی شکل ہی نہیں۔ جس منصوبے کی سال میں دو ہزار سکیمیں تبدیل ہو سکتی ہیں تو کیا منصوبہ بندی ہو گی اور یہ سب کچھ وزیر اعلیٰ کی صوابدید پر ہے۔ یعنی ایک تو اس کا صوابدیدی فنڈ' ایک اس کا ایل۔ڈی۔اے' ایک اس کے اور اکاؤنٹس' سپیشل برانچ اور پھر جو بھی آئے' چونکہ ترقیاتی پروگرام ہیں' جو اس کو سیلوٹ کرے۔ جو اس کو سلام کرے اس کے حق میں وہ فیصلہ کر دیتے ہیں۔ یہاں سکول بنا لو۔ یہاں پر سڑک بنا دو۔ کوئی منصوبہ بنائیں۔ اگر منصوبہ بنا ہے تو پھر ہم نے کس مقصد کے لیے پچھلا بجٹ منظور کیا ہے۔ یہ ہمارے ساتھ مذاق کیوں ہو رہا ہے۔ بجٹ ہے اور اس میں یہاں پر ایک چیز پیش ہوتی ہے وہ یہاں بیٹھ کر اس پہ تبصرہ کرتے ہیں۔ سیاست ہوتی ہے۔ یہاں سیاست دان ہوتے ہیں اور لوگ بڑی تیاریاں کر کے آتے ہیں اور اس کے بعد وزیر اعلیٰ صاحب نکل جاتے ہیں اور فیصلہ کرتے ہیں کہ یہ ٹھیک ہے اور یہ ٹھیک نہیں اس کو اس طرح کرو تو جس ترقیاتی منصوبے کے لیے روتے رہتے ہیں کہتے ہیں کہ جناب وفاقی حکومت پیسہ نہیں دے رہی۔ میں تو حیران ہوں کہ وفاقی حکومت پیسہ کیوں دے رہی ہے کس بات کے لیے پیسہ دے رہی ہے اور کس مقصد کے لیے دے رہی ہے؟ جناب والا! اس ڈیمانڈ گرانٹ میں ایک ایکسٹرا رقم

13 کروڑ روپے ایم۔پی۔ایز اور ایم۔این۔ایز' آئی۔جے۔آئی کے لیے ہے۔ خیر انہوں نے ایم۔این۔ایز اور ایم۔پی۔ایز کے لیے کہا ہے۔ For the special funds for educational development اس کو آپ یہ کیوں نہیں کہتے کہ یہ آئی۔جے۔آئی ڈویلپمنٹ پروگرام ہے۔ آپ شرماتے کیوں ہیں؟ ایک طرف تو روتے ہیں کہ پیپلز ورکس پروگرام پیپلز پارٹی کے ورکروں کے لیے ہے تو ٹھیک ہے جائز نہیں جیسے بھی ہے جو کچھ بھی ہے سب کچھ اوپر ہے ایک ڈھانچہ ہے۔ ایک طریقہ ہے ضلعی کمیٹیاں ہیں۔ ان میں پیسہ آتا ہے سب لوگ بیٹھتے ہیں اور فیصلے ہوتے ہیں۔ جس طرح پیسہ تقسیم ہوتا ہے حلقے میں جاتا ہے ہر آدمی کی نگرانی ہو رہی ہے۔ لیکن یہ کون سا فنڈ ہے سپیشل ایجوکیشن فنڈ' جو وزیر اعلیٰ کی صوابدید پر تقسیم ہوتا ہے ایک سو کروڑ تو بجٹ میں مختص کیا گیا ہے اور 13 کروڑ کا تحفہ اور یہ آئی۔جے۔آئی اور ایم۔پی۔ایز اور ایم۔این۔ایز اور سینیٹرز کا فنڈ تو چلو ہے۔ لیکن یہ تو کوئی اصول نہیں کہ ایک ایم۔پی۔اے کو 25 لاکھ روپے ملیں دوسرے کو 50 لاکھ ملیں۔ یا تو سب کو برابر ملیں' یہاں تو یہ بھی نہیں ہے۔ جو بھی سیلوٹ کرے۔ جو بھی سلام کرے تو وزیر اعلیٰ اس کی جیب میں پیسے ٹھونس کر کہہ دے کہ چل بھئی تو سڑک بنا۔ یہاں پر سارے بیٹھے ہوئے ہیں مجھے اس کا کوئی جواب دیں یہاں پر سردار دستی صاحب وزیر خزانہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ مجھے پتا ہے کہ وہ غیر ترقیاتی اخراجات کے انچارج ہیں اور ترقیاتی دوسری سائیڈ پہ ہے۔ لیکن کم از کم یہ تو بتائیں اور پھر 5 کروڑ چیف منسٹرز ڈائریکٹیوز' چیف منسٹر کا priority fund یا چیف منسٹر ڈائریکٹیوز اس کے لیے بھی 20 کروڑ روپے ہیں۔ اس کو بھی آپ ایک اور صوابدیدی فنڈ کہہ لیں۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جہاں بھی وزیر اعلیٰ پیسہ لگانا چاہیں وہ لگا سکتے ہیں۔ جہاں موڈ آیا 20 کروڑ لگ گئے۔ تو یہ جو انہوں نے ایکسٹرا 5 کروڑ 32 لاکھ روپے اور مانگے ہیں اس کا مطلب ہے کہ اس پہ بھی کوئی limit نہیں۔ میں نے یہ جو آپ کے آگے ساری باتیں کہی ہیں اس میں ایک مخصوص تجویز اس ایوان کے سامنے لانا چاہتا ہوں جو ضمنی میزانیہ ہے ٹھیک ہے کہ اس میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں اور آج کی بحث بھی ضمنی میزانیہ 90-1989ء پر ہے۔ آپ ایک حد رکھیں کہ 50 کروڑ روپے سے زیادہ تبدیلیاں نہیں ہوسکتیں۔ اس پر کوئی پابندی ہو گی اس کا کوئی مطلب ہو گا کہ جو ہم نے کوئی پلاننگ کی ہے اس پلاننگ کا بھی کوئی مقصد ہے۔ یہ کیسا میزانیہ ہے کہ جہاں پر ایک سو سات کروڑ کی سکیمیں رکھ کے وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی فنڈ میں 140 کروڑ کی سکیمیں ڈال دیں۔ یعنی سارا بجٹ ہی تبدیل ہو گیا۔ بے معنی اور بے مقصد بجٹ' یہ سارا

وزیر اعلیٰ کا بجٹ ہے۔ جناب والا! آخر میں میں دوستوں کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جس طرح آپ نے یہ تحمل سے باتیں سنی ہیں اس میں ایک بات پھر کہنا چاہتا ہوں کہ پنجاب کے خزانے میں جو چوری ہوئی آپ اس پر پردہ نہ ڈالیں ان باتوں کو آنے والی پشتیں یاد کریں گی۔ یہ کروڑوں روپے کا غبن ہوا ہے۔ آپ کمیٹی بنائیں۔ جس نے بھی چوری کی ہے آپ اس کو پکڑیں۔ ہم نے جواب دینا ہے یہ پنجاب کا جو خزانہ ہے یہ امانت ہے اور یہ ہم پہ الزام لگانا۔ ہم کو تخریب کار کہنا درست نہیں جو کروڑوں روپے کی چوری ہوئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ یہ کوئی طریقہ نہیں ہے ۔پنجاب کو چلانے کا اور نہ ہی اس حکومت کو چلانے کا۔۔۔۔۔۔۔ (اپوزیشن کی طرف سے تالیاں)

مولانا منظور احمد چنیوٹی : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! میں ذاتی وضاحت کے لیے آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ میری غیرموجودگی میں بات کی گئی ہے۔ سلمان تاثیر صاحب نے بات کی ہے۔ میں ذرا اس کی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! جناب سلمان تاثیر صاحب نے جو تقریر کی ہے انہیں حق ہے کہ وہ پنجاب حکومت پر اور نواز شریف پر تنقید کریں۔ جو بھی انہوں نے باتیں کی ہیں اگر وہ حقائق پر مبنی ہیں تو واقعی ان کی اصلاح ہونی چاہیے۔ جہاں تک میری بات کا تعلق ہے۔ انہوں نے میرے بارے میں کہا ہے کہ اس نے 3 لاکھ روپیہ لیا ہے کرپشن کی ہے اور وغیرہ وغیرہ۔ ہمارا ایک ختم نبوت اور دینی تعلیم کا جو ادارہ ہے۔ تبلیغ کا کام کرتا ہے اس میں پریس بھی لگا ہوا ہے۔ میاں شہباز شریف صاحب ہمارے ایک فنکشن میں دعوت پر تشریف لائے تھے۔ انھوں نے پریس کی مشینری کے لیے تین لاکھ روپیہ دیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

ذرا بات تو سن لیں۔ اگر دین کی تبلیغ اور اشاعت کے لیے حکومت کا پیسہ خرچ ہوتا ہے۔ اس پر "شیم" ہے تو زرداری صاحب اور بیگم صاحبہ نے جو پونے چھ ارب روپے کی زمین پونے دو کروڑ میں دے دی ہے۔ اس پر تو "شیم" نہیں ہے! (نعرہ ہائے تحسین)

پونے چھ ارب روپے کی زمین ہے۔ دو کروڑ میں دے دی ہے! اور پچاس پچاس کروڑ روپیہ ٹیکسٹائل ملوں کے لیے قرضہ دیا گیا ہے جہاں ایک تکہ نہیں لگایا گیا۔

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

اگر ہم آپ کی وہ باتیں بتائیں گے جو کہ ملک کو اب پتا چل چکا ہے' جو کچھ ہو رہا ہے۔ میں صرف اپنی ذات کی وضاحت چاہتا ہوں۔ آپ نے مجھ پر الزام دیا ہے۔ میں نے اپنی ذات کے لیے کوئی پیسہ لیا ہو۔ یا انھوں نے مجھے میری ذات کے لیے دیا ہو۔ اگر ایک دینی ادارے کے لیے' تبلیغ کے لیے' اشاعت کے لیے وہ پیسہ دیا ہے۔ آپ کو تو اس پر تحسین کرنی چاہیے تھی کہ یہ پیسہ تو انھوں نے بڑا صحیح دیا ہے اور کسی پر اعتراض کرتے' کم از کم اس پر تو اعتراض نہیں کرنا چاہیے تھا۔ آپ کے ضمیر کا معلوم ہوا ہے کہ دینی کام کے لیے' تبلیغ کے لیے اور اشاعت کے لیے کوئی پیسہ دیا گیا ہے تو اس پر آپ اعتراض کرتے ہیں۔

جناب سپیکر، مولانا صاحب! آپ ذاتی وضاحت کرنا چاہتے تھے جو آپ کر چکے۔ آپ تشریف رکھیے۔ (قطع کلامیاں ـــــ شور) آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔ رانا صاحب' آپ کے بارے میں تو بات نہیں ہوئی۔ آپ تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز سردار صاحب' تشریف رکھیں۔

سردار سکندر حیات خان: میں آپ سے اجازت لے کر بات کرنا چاہتا ہوں مولانا صاحب نے کہا ہے کہ دینی تعلیم کے لیے پیسہ دیا گیا ہے۔ ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ باقاعدہ لکھ دیں کہ اتنے لاکھ روپیہ دیا گیا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، ادارے کی باقاعدہ رسید دی گئی ہے۔

سردار سکندر حیات خان، میں یہ ریکارڈ میں لانا چاہوں گا کہ ایک کمیٹی بنا کر باقاعدہ انکوائری کی جائے کہ ایک فنانس فنڈ میں سے شہباز شریف تین لاکھ روپیہ نہیں دے سکتے اور ان کے اختیارات نہیں ہیں۔اس کے لیے باقاعدہ کمیٹی بنائی جائے۔ میں نے کئی بار پہلے بھی کہا ہے کہ نواز شریف اور شہباز شریف' انھوں نے یہ ایک پرائیویٹ فنڈ بنایا ہوا ہے اور یہ پنجاب کو اسی طرح لوٹ رہے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں۔ نوابزادہ غضنفر علی گل صاحب۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز' رانا صاحب' آپ تشریف رکھیں' آپ کیوں ایسی باتیں کرتے ہیں۔ نوابزادہ صاحب' بسم اللہ کیجیے۔

جناب محمد افضل چن، عالم دین کی تو توہین نہیں ہونی چاہیے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، عالم دین کی توہین نہیں ہونی چاہیے۔ دین کی چاہے ہوتی رہے۔ جو آپ کے صدر گرامی تھے۔ اسلام کے نام پر اس آمر نے اسلام کو لوٹا ہے۔ اس نے تو دین کی اتنی توہین کی

ہے۔ یعنی دین کی توہین برداشت کیے جائیں اور عالم دین کو کچھ نہ کہیں اور گیارہ سال علمائے سو نے اس ڈکٹیٹر کا ساتھ دیا۔

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب' آپ اپنی تقریر فرمائیے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! ہر سال اس ایوان کے اندر ایک کتابچہ پیش کیا جاتا ہے اور اس کے اوپر "ضمنی میزانیہ" اور "سالانہ میزانیہ" لکھ دیا جاتا ہے۔ اور مجھے ہمیشہ یہ اعتراض رہا ہے کہ اگر کتابچے کے اوپر یہ لکھ دیا جائے کہ "ضمنی میزانیہ" اور "میزانیہ" تو کیا اس سے واقعی وہ "ضمنی میزانیہ" اور میزانیہ" بن جاتا ہے ؟ میرے بھائی سلمان تاثیر نے کہا ہے کہ سردار صاحب نے سخت الفاظ استعمال کیے ہیں۔ میں آپ کو گواہی دیتا ہوں کہ حاشا وکلا' میرے بڑے بھائی امجد حمید دستی کا اگر اس میں کوئی عمل دخل ہے۔ یہ ان پر الزام ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور پنجاب کے شرفاء ہمیشہ اوروں کے الزام اپنے سر لیتے رہے ہیں۔ پچھلے اور اس سے پچھلے سال ہمارے سردار کھوسہ صاحب اپنے سر لیتے تھے۔ یہ پنجاب کی ارسٹوکریٹ فیملیز ہیں۔ یہ تو "فرمان شاہی" ہے جو انھوں نے پڑھ کر سنا دیا ہے۔ اس میں ان کا کوئی قصور نہیں۔ کوئی ایک لفظ' بلکہ یہ زبان ہی ان کی نہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اور یہ ستم ہے۔ اور خدا کی قسم یہ حوصلہ ہے سردار امجد حمید دستی کا کہ ایک نان بجٹ کو بجٹ سمجھ کر ایوان میں پیش کر دیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ اور یہ وہی کر سکتا ہے۔ اس کے بعد اس میں جو شعر جڑ دیے ہیں' ہم نے اکنامکس کی کتابوں میں' فنانس بل اور بجٹ میں آج تک شعر نہیں سنے' کیونکہ یہ جو شعر ہیں یہ فنانس کی اور بجٹ کی زبان نہیں ہیں۔ پھر لکھنے والے نے' سردار صاحب' حاشا وکلا آپ کی طرف اشارہ نہیں ہے' جس نے بھی یہ لکھا ہے' اس نے شعر بھی بے موقع لکھے ہیں۔ اور سردار صاحب کو یہ باور کرایا کہ یہ شعر پڑھنے سے آپ کو بڑھاپے میں جوانی محسوس ہونے لگے گی۔ اور انھوں نے شعر پڑھ دیے۔ اور ان میں ایسے شعر ہیں جن کا آگے چل کر میں حوالہ دوں گا' ان کا مطلب کیا بنتا ہے ؟ یہاں پر ان کی تک ہی کیا ہے ؟ یہ بجٹ ہے۔ پھر جناب والا! میں اس کو ضمنی میزانیہ نہیں کہوں گا۔ میں اس کو ضمنی انتخابات کا میزانیہ کہوں گا۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ اس ایوان کے اندر بھی کچھ لوگ بیٹھے ہیں جو اکنامکس ' فنانس اور بجٹنگ جانتے ہیں۔ اور اس ایوان کے اندر جو ایوان کا حصہ نہیں وہاں پر زیادہ لوگ بیٹھے ہیں جو بجٹنگ اور فنانس جانتے ہیں۔ یہ سپلیمنٹری بجٹ ہوتا کیا ہے ؟ جب ہم ہوسٹل کے اندر

ہوتے تھے۔ وہاں پر جب کھانا serve ہوتا تھا تو اس کے بعد ہمیں ایک "سپلیمنٹری" ملا کرتی تھی۔ کہ اگر باورچی نے پہلے کچھ کم ڈال کے دیا ہے کہ جس سے کام نہیں بن رہا یا پیٹ نہیں بھر رہا تو تھوڑا سا باورچی نے اور ڈال دیا۔ جناب والا! یہ اپنے اپنے ذہن کی "سپلیمنٹری" ہوتی ہے۔ کچھ کھانوں کو سپلیمنٹ کیا جاتا ہے' کچھ ذہنوں کو سپلیمنٹ کیا جاتا ہے۔ کچھ نظاموں کو سپلیمنٹ کیا جاتا ہے (نعرہ ہائے تحسین) کچھ حکم رانوں کو سپلیمنٹ کیا جاتا ہے۔ اور وہ حکم ران اور وہ ادارے ایک نئے نظام کی سپلیمنٹری ہوتے ہیں۔ اور اس کا اظہار' اس کا ریفلیکشن کتابچے میں اور ان کے بجٹ میں ہوتا ہے۔ سپلیمنٹری بجٹ کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اگر بجٹ بناتے وقت کوئی تخمینہ رہ گیا ہے' یا کوئی فروگزاشت ہوگئی ہے' یا نظر سے نہیں گزار' یا بجٹ پیش کرنے کے بعد ایسے ہنگامی حالات پیدا ہوگئے ہیں۔ ان کو پورا کرنا ہے لیکن اس میں بجٹ میں جو کچھ کیا گیا ہے اور جو کچھ کاریگری کی گئی ہے اور اس کا سہرا سردار صاحب کے سر باندھا ہے اور وزیراعلیٰ صاحب نے بجا طور پر ان کو مبارک باد دی ہے۔ خدا کی قسم' وہ وزیراعلیٰ کی مبارک باد کے نہیں' بلکہ پورے پنجاب کے عوام کی مبارک باد کے مستحق ہیں کہ ایک چیز کو نہ جانتے ہوتے انھوں نے پیش فرما دیا۔ جب میری بجٹ پر تقریر ہوگی تو میں بتاؤں گا کہ ان سے نادانستگی میں' رضاکارانہ طور پر کیا کیا کروایا گیا اور کیا کیا پڑھایا گیا۔ اور یہ بھی پنجاب کے ساتھ ظلم ہے اور یہ پنجاب کی روایت ہے اور یہ ظلم ان کے ساتھ ہی کرنا تھا۔ کوئی نوجوان آدمی اس کو نادانی میں پڑھ جاتا جس کو غلط پڑھنے کی عادت ہو تو اور بات تھی لیکن ایک منجھا ہوا اور سیاسی بیک گراؤنڈ کا آدمی اس سے یہ کرانا اس کی کردارکشی کے مترادف ہے۔ اور اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا اس کے بعد جناب والا! ہمیں ڈرایا جاتا ہے۔ اور ہمیں کہا جاتا ہے کہ behave کرو سنبھلو پتا نہیں کہ کوئی بلا آ رہی ہے۔ کیا آ رہا ہے۔ جناب والا! یہ وہ نفسیاتی جنگ جاری ہے۔ مجھے آپ کے ساتھ اختلاف ہے۔ اور آپ جو کچھ اپنی تقریر میں کہہ گئے ہیں۔ آپ سے معذرت کے ساتھ انہی کی بات کو آگے پھیلا رہے ہیں۔ اگرچہ آپ کی وہ نیت نہیں ہے۔ کس نے ریفری مقرر کیا ہے کس کو؟ عوامی نمائندوں کا۔ کون ریفری ہے جس نے سیٹی بجائی ہے۔ اگر کسی نے آنا ہے تو وہ زور پر آ جائے۔ کسی نے بندوق لے کر آنا ہے وہ تو روز آتے ہیں۔ یہ چھوٹے چھوٹے بندوق والے چوراہوں پر لوٹتے ہیں اور گلیوں میں لوگوں کو مارتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے پستول والے سیکوٹر والوں کو لوٹتے ہیں۔ اور جن کے پاس توپیں اور بڑی بڑی چیزیں ہیں وہ ملکوں کو لوٹتے ہیں۔ اور کچھ نان

کمشنڈ لٹیرے ہوتے ہیں۔ اور کچھ کمشنڈ لٹیرے ہوتے ہیں۔ ان میں جرأت نہیں ہوتی۔ ہمیں ڈرایا نہ جائے۔ ہم عوامی نمائندوں اور اسمبلیوں کے ریفری عوام ہیں۔ اس کے علاوہ اگر کوئی بدمعاشی کے زور پر آتا ہے تو آپ نے پہلے بھی دیکھ لیا اور اب بھی دیکھ لیں گے۔ اور ہمیں اخلاقیات کا سبق دینے والے ہنستے ہیں اور ہمیں بتاتے ہیں کہ ہم behave نہیں کر رہے ہیں جن لوگوں نے اس فوجی آمر کے گیارہ سال تک اس کی ٹو چاٹی ہے۔ وہ قائداعظم کی روح کو تڑپا رہے ہیں۔ جب ان اسمبلیوں کو تالے لگے تو اس وقت قائداعظم جس بیجا میں نہیں تھا۔ قائداعظم کی روح کو انہوں نے کہاں رکھا قائداعظم نے پاکستان کو کسی مسلح جدوجہد سے نہیں بنایا یہ اس شخص کی خوبی ہے۔ کہ اس نے پاکستان کو پارلیمانی نظام کے لیے بنایا ہے۔ اور یہ ملک صرف پارلیمنٹ کے ذریعے قائم رہ سکتا ہے۔ اس پارلیمنٹ کو تو تالے لگا دیے گئے ہمیں اس وقت تو شرم نہیں آئی۔ اس وقت تو قائداعظم کی روح نہیں تڑپی یہ لوگ کہاں تھے جب قائداعظم زیارت سے ٹی بی کے مریض کی حالت میں آیا باپ مرنے والا ہو تو اولاد کا یہ فرض نہیں ہوتا کہ وہ باپ کو نظر انداز کر دے۔ کوئی کیبنٹ منسٹر ہوائی اڈے پر نہیں گیا کراچی میں تمام کی تمام کیبنٹ موجود تھی۔ پھر اس کی ایمبولینس خراب ہوگئی اور اس کی بہن مکھیاں اڑاتی رہی۔ پھر دوسری ایمبولینس آئی۔ وہ بھی خراب ہوئی۔ اس وقت قائداعظم زندہ تڑپ رہا تھا۔ آج آپ کو اس کی روح یاد آئی ہے اور آپ نے اس کی روح کو کیا کیا ثواب پہنچایا۔ یہ باتیں بند کرو۔ جس جس نے ضیاء الحق کا ساتھ دیا ہمیں کوئی سبق نہ دے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمارا سبق کیا ہے۔

راجہ محمد خالد خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نواب زادہ صاحب سے آپ کی وساطت سے یہ سوال کرنا چاہوں گا۔ کہ ان کے دونوں بڑے بھائی اس آمر کے ساتھ رہے ہیں ایک ممبر مجلس شوریٰ اور اس کے بعد قومی اور صوبائی اسمبلی کے ممبر بھی ان میں شامل ہیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب سپیکر! اس ایوان میں آپ میرے ساتھ بات کیجئے۔ میں اپنے عمل کا ذمہ دار ہوں۔ قیامت کے روز اللہ نے مجھ سے یہ نہیں پوچھنا کہ تمہارے بھائی نے کیا کیا۔ اس نے مجھے پوچھنا ہے میں جواب دہ ہوں۔ کسی آمر کے بوٹ چاٹنے والے میں اگر جرات ہے تو میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بات کرے۔ میں اس کو بتاتا ہوں کہ یہ بڑا آسان ہے الزام لگا دینا۔ اور آج

جو مرکز گریز باتیں ہو رہی ہیں کبھی صوبوں کے بجٹ میں مرکز کو تنقید کا ہدف بنایا گیا کوئی مثال بتائیں۔ ہندوستان کے بجٹ میں کوئی مثال بتائیں۔ امریکہ فیڈریشن ہے اس کا بجٹ دکھائیں۔ فیڈرل جرمنی کا بجٹ دکھائیں۔ کسی بھی فیڈریشن کا یہ بجٹ دکھائیں۔ وفاقی اکائیوں میں مختلف حکومتیں ہوتیں ہیں۔ ساری مرکز کی نہیں ہوسکتیں۔ اپنے دائرہ کار کو تجاوز کرنے کو tresspass کہتے ہیں۔ اور یہ آئین کی خلاف ورزی ہے۔ اور یہ آئین کا سبق ہمیں دے رہے ہیں۔ اور یہ آٹھویں ترمیم کو منظور کرنے والے یہ ہمیں آئین کی ترغیب دے رہے ہیں۔ ہم سے وہ بات کرے جس کا دامن صاف ہو۔ ہم سے وہ بات کرے جس نے آمریت کا قطرہ نہ دیکھا ہو ہم سے کوئی کوڑے کھانے والا بات کرے ہم سے کوئی بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ماننے والا بات کرے۔ ہم سے کوئی حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سنت پر چلنے والا بات کرے۔ ہم سے کوئی سرمد اور منصور کو ماننے والا بات کرے۔ ہم سے دنیاوی حکم رانوں کی خوشامد کرنے والے جن کا وجود ان کی خوشنودی ہو وہ ہم سے باتیں کرتے ہیں کہ ملک کو خطرہ ہے۔ ملک کو خطرہ نہیں۔ کیونکہ ملک کے رکھوالے ابھی زندہ ہیں۔ ان لوگوں کو خطرہ ہے جن کی اساس آمریت میں ہے۔ اور جو رفتہ رفتہ مر رہے ہیں جو ختم ہو رہے ہیں کیونکہ جس سر زمین پر شہید کا لہو گرتا ہے۔ اس سر زمین پر غیرت مند جوانوں کی فصل اگتی ہے۔ اور جس سرزمین پر غیرت مند جوانون کی فصل ہوتی ہے وہ آمریت کے لیے قبرستان بن جاتا ہے۔ ہم وہ فصل ہیں جو شہادت کے خون سے نکلے ہیں۔ ہم وہ پھول ہیں جس سے شہادت کے خون کی خوشبو آ رہی ہے۔ ہم سے وردی والا خائف ہے چاہے وہ نیلی وردی والا ہے چاہے وہ خاکی والا ہو وہ تم سے خائف نہیں ہے۔ کیونکہ تم اس کے پالے ہوئے ہیں۔ تمہاری گھٹی اس نے دی ہے۔ جسے پنجابی میں گڑکی کہتے ہیں۔ آپ آزادی کے متوالوں کو طعنے دیتے ہو اس شخص کی بات کرتے ہو۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر آرڈر۔ آرڈر۔ شور۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، سر داد نہ داد در دست یزید

وہ سولی پر بھول گیا تو پھر کیا ہوا۔ (قطع کلامیاں)

یہ پارلیمانی سیکرٹریوں کو ناچنا کس نے سکھایا جناب والا؟

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ یہ غیر ضروری interruptions نہیں ہونی چاہیے۔ اگر کوئی صاحب بات کرنا

چاہتے ہیں تو پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔ personal explanation پر بات کریں لیکن interruptions نہیں ہونی چاہیے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! کسی نے کہا ہے کہ۔

دیوانوں کی سی نہ بات کرے تو اور کرے دیوانہ کیا

وزیر امداد باہمی (رانا پھول محمد خان): پوائنٹ آف آرڈر

جناب سپیکر: رانا پھول محمد خان پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

وزیر امداد باہمی (رانا پھول محمد خان): جناب سپیکر! میں نہایت ادب کے ساتھ یہ گزارش کروں گا کہ ہمارا یہ ہاؤس بہت اچھے ماحول میں چل رہا ہے۔ ہم کسی کی تقریر میں کوئی تکرار کرنا نہیں چاہتے۔ لیکن میں آپ کی توجہ آپ کے فرائض کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ آپ نے ایک مقرر کو دیکھنا ہے۔ کہ اس کی بجٹ پر جنرل بحث مرکزی حکومت کے متعلق ہو رہی ہے یا صوبائی حکومت کے متعلق ہو رہی ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ مولانا relevant نہیں ہیں۔ اب یہ فیصلہ آپ نے کرنا ہے اور اگر اسی طرح تقاریر ہوئیں تو میں نہایت ادب کے ساتھ جناب کی وساطت سے قائد حزب اختلاف اور ادھر بیٹھنے والے فاضل اراکین سے یہ درخواست کروں گا کہ ہمیں بھی اسی طرح دل کھول کر باتیں کرنے کی آپ کو اجازت دینی ہوگی۔ اگر ان کو کوئی اعتراض نہ ہو تو ہم حاضر ہیں۔ ورنہ قاعدہ اور قانون کے اندر، اخلاقی ضابطے کے اندر رہ کر ہمیں تقاریر کرنی چاہیے۔

جناب سپیکر: یہ رانا صاحب کی بات بالکل جائز ہے میں اس کو صحیح سمجھتا ہوں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! یہ جائز ہے۔ یہ تو لوگ کہتے ہیں کہ اس صوبائی اسمبلی میں مرکز کی بات کا مطلب کیا ہے۔ یہ تو ہم روز کہتے ہیں۔

جناب سپیکر: یہ آپ ضمنی بجٹ پر بات کر رہے ہیں؟

راجہ محمد خالد خان: جناب والا! ٹائم ختم ہو گیا ہے۔ اجلاس کا ٹائم بڑھا لیا جائے۔ (قطع کلامیاں)

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! چونکہ اجلاس آدھا گھنٹہ لیٹ شروع ہوا ہے اس لیے اعتراض ختم ہو جائے گا۔

جناب سپیکر: ہاں جی؟

وزیر قانون و پارلیمانی امور، جناب والا! نماز کے بعد تھوڑا سا اجلاس لیٹ شروع ہوا یعنی آدھا گھنٹہ۔ تو اگر آدھا گھنٹہ بڑھا دیں تو ایک آدھ اور سپیکر بول سکتا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ میں اجلاس کو دس منٹ کے لیے extend کرتا ہوں۔ نواب زادہ صاحب اپنی بات مکمل کر لیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میں ضمنی میزانیے پر بول رہا ہوں۔ اور ضمنی میزانیے میں مرکز کا ذکر ہے۔

جناب سپیکر، جی۔ ضمنی میزانیے پر آپ بات کریں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میں ضمنی میزانیے پر بول رہا ہوں۔ رانا صاحب یہ ضمنی میزانیہ پڑھ کر تو دیکھیں۔ اگر یہ سکول سے بھاگتے رہے ہیں تو یہ میرا قصور نہیں۔ ضمنی میزانیہ یہ پڑا ہے۔ اس میں مرکز کا ذکر ہے اس میں وفاق کا ذکر ہے۔

وزیر امداد باہمی (رانا پھول محمد خان)، جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ میزانیے کے لیے آپ نے صرف دو دن مقرر کیے ہیں۔ اس سے زیادہ دن مقرر نہیں ہو سکتے۔ اور اس ہاؤس کے جو ارکان ہیں ان کی تعداد آپ دیکھ لیجئے اور ارکان اسمبلی کے لیے وقت مقرر کرنے کے متعلق فیصلہ سنا دیجئے۔ ایک ممبر کو اگر ایک گھنٹہ بولنے کی اجازت دیں گے اور دوسرے کو پانچ منٹ دیں کہ جھلکا کرو تو یہ ہمارے ساتھ ناانصافی ہو گی۔ لہٰذا آپ کو وقت مقرر کر لینا چاہیے۔

جناب سپیکر، رانا صاحب یہ صحیح بات کر رہے ہیں۔ آپ میں سے اکثر دوست بات کرنا چاہتے ہیں۔ اور رانا صاحب صحیح نشان دہی کر رہے ہیں کہ ٹائم مقرر کر لیا جائے۔ (قطع کلامیاں) نواب زادہ صاحب بات سن لیں۔ دو دن کا ٹائم ہے جس میں سے ایک دن آج کا اور ایک دن کل کا ہے۔ یہ ضمنی بجٹ پر بحث متفقہ فارمولے کے تحت کل ختم ہو جائے گی اور پرسوں اس پر ووٹنگ ہو گی۔ وہ صحیح اس کی نشان دہی کر رہے ہیں کہ اس کے لیے ٹائم مقرر ہو جانا چاہیے۔ اس لیے میں کہتا ہوں کہ نواب زادہ صاحب کی تقریر تو آج ختم ہو جائے گی۔ آج صرف دو مقرر ہو سکتے ہیں کیونکہ سلمان تاثیر صاحب نے ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن کی حیثیت سے آج اس کی opening کی ہے اور ان کے بارے میں اپوزیشن کا یہ خیال تھا کہ ان کو تقریر حسب منشا کرنے دی جائے اور ان پر وقت کی قید نہ لگائی جائے۔

اس کے بعد سلمان تاثیر صاحب بجٹ پر بات نہیں کریں گے۔ آج انہوں نے بات کر لی ہے۔ تو
ی نواب زادہ صاحب بات کرلیں گے۔ تو کل پھر شروع کرنے سے پہلے یہ طائم مقرر کرلیں گے۔
کل کوشش کریں گے کہ زیادہ سے زیادہ صاحبان کو بات کرنے کا موقع دیں۔ جی نواب زادہ صاحب!
اللہ کریں۔

ب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! وزیر خزانہ صاحب فرماتے ہیں۔

بات کہنی مجھے مشکل کبھی ایسی تو نہ تھی

ان سے اتفاق کرتا ہوں۔ میں ان کی جگہ ہوتا تو کبھی کہہ ہی نہ سکتا۔ کہنی مشکل تو کیا میں کہہ ہی
لتا۔ اور جس نے لکھ کر دیا اس کو بھی احساس تھا کہ بات کرنی مشکل ہو جائے گی۔ اور اگر اس دن
نہ ہوتا تو دستی صاحب کا پتا چل جاتا اور انہیں خود پتا ہوتا کہ میں کیا کہہ رہا ہوں۔ اور اس کے بعد
تے ہیں "حقیقت یوں ہے کہ ہم نے خسارے کی مد میں وفاقی گرانٹ کی متوقع رقم 411 کروڑ
میں شامل کی تھی" کس کے کہنے پر آپ نے شامل کی تھی؟ آپ گھر بیٹھے یہ اندازہ لگا لیں کہ
سے مجھے 411 کروڑ روپے کی بھیک ملے گی۔ اور پنجاب کے خزانے میں سے کروڑوں روپے کی
ی ہو جائے اور آپ کو مزید چوری کرنے کے لیے مرکز 411 کروڑ روپے دے تو ہم یہ اسمبلیاں
جائیں گے۔ ہم تو مرکز سے کہیں گے کہ جب تک پنجاب کے خزانے سے کی گئی چوری کا مال
نہ ہو اس وقت تک ان کو obligatory grant بھی نہیں دینی چاہیے۔ یہ تو کوئی معمولی گھر کا
اہ برداشت نہیں کرتا کہ اس کی اولاد اس کے سرمائے کو جو محنت سے کمایا گیا ہو اس طرح سے اڑا
۔ پرائیویٹ لمیٹڈ فرم کا مالک بھی اس طرح سے اخراجات نہیں کرتا اور یہ صوبے اور پھر پنجاب
ا سر پر ہاتھ رکھ کر لیتے ہیں کہ پنجاب پنجاب۔ کسی نے کہا ہے کہ "چہ دل آور است دزد کہ بکف
دارد"۔ یہ کیسا چور ہے جو خود ہاتھ میں چراغ لیے پھرتا ہے۔ شور ہے پنجاب کے لٹنے کا اور لوٹ
ہے ہیں۔ اس میں non-obligatory ضروری نہیں۔ اس کی کوئی قید نہیں۔ اس کی آپ توقع
رکھتے ہیں؟ کس نے کہا؟ اور آگے آپ کہتے ہیں۔

کس سے محرومی قسمت کی شکایت کیجیے

ماقت اور نااہلی سے کیجیے۔ کسی کے مال پر نظر رکھی ہوئی ہے۔ وہ بھی کیوں نہیں دیا۔ پھر وہ

کہاں ہے جو آپ نے raise کیا ہے؟ یہ سرپلس صوبہ' یہ اضافی صوبہ آپ نے مقروض کر دیا ہے۔ اس کو خسارے میں ڈال دیا ہے۔ یہ کیوں خسارے میں گیا ہے؟ اور سپیکر صاحب! جوا کھیلنے کے بھی اصول ہوتے ہیں خدا کی قسم اس کے بغیر جوا نہیں کھیلا جا سکتا۔ اور یہ اصولوں کے بغیر حکومت چلا رہے ہیں۔ اور میں بتاؤں گا کہ انہوں نے budget allocation کیسے کی ہے۔ کوئی budgetary norm اس میں follow نہیں کیا گیا۔ اس میں کوئی financial set rules استعمال نہیں کئے گئے۔ یہ پندرہ منٹ اس لیے آپ دیتے ہیں کہ کچھ بتایا نہ جا سکے۔ اس اسمبلی سے باہر مذاکرہ رکھیں۔ اور ان موٹی کتابوں کے ساتھ فنانس ڈیپارٹمینٹ والے بھی اور ان کے nominal سربراہ بھی آجائیں۔ کیونکہ دستی صاحب تو کچھ بھی نہیں کر سکتے۔ خدا کی قسم دستی صاحب کا کوئی قصور نہیں اور یہ اتنے عرصہ وزیر رہے ہیں ایک آنہ بھی ان کے ذمے نہیں نکلتا۔ یہ تو "یاری میں رواداری" میں مارے گئے۔ اور فوڈ ڈیپارٹمینٹ والے دکھا دیں کہ انہوں نے ایک آنہ کھایا ہو یا ایک گندم کا دانہ ہی کھایا ہو۔ کیڑے کھا گئے ہوں گے۔ انہوں نے نہیں کھایا۔ اور پھر جناب والا! کمال ہے کہ اپنی بلائیں اوروں کے سر ڈالیں۔

جناب سپیکر: نواب زادہ صاحب to the point فرمائیں کیونکہ ٹائم ختم ہو رہا ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! ابھی اسی طرف آرہا ہوں۔ وسائل کی حالت زار اور وفاق کی بے رخی اور روز افزوں مالی مطالبات۔ کون سے روز افزوں مالی مطالبات؟ کون آپ سے پیسے مانگ رہا ہے؟ ہم میں سے کوئی مانگ رہا ہے؟ یہ آپ سے کون روز مطالبہ کر رہا ہے؟ آپ انہیں بتائیں کہ کون جینے نہیں دیتا جو آپ سے روز پیسے مانگتا ہے۔ اور آپ کے پاس نہیں ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ وسائل نہیں ہیں۔ اگر وسائل نہیں ہیں تو اپنے پاؤں کیوں پھیلاتے ہو۔ وہی خرچ کرو جتنی استطاعت ہے۔ حج کرنا اللہ نے فرض نہیں کیا کہ اگر استطاعت نہیں۔ اور زکواۃ دینا واجب نہیں اگر استطاعت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرائض اراکین دین معاف کر دیئے ہیں اور آپ خرچ کیے جا رہے ہیں۔ کہاں سے خرچ کئے جا رہے ہیں؟ اور کہتے ہیں کہ ہمیں وہ نہیں دیتا۔ ہم بالکل نہیں دیں گے۔ ہم سے مراد ہے اس ملک کے عوام۔ اور آپ کو دیں۔ اور پھر جناب ضمنی میزانیے کے نمبر دس میں فرماتے ہیں اور یہ جناب والا! حسن اتفاق ہے کہ وہ دس نمبر پر ہی ختم ہوا ہے۔ "اخراجات میں ہر ممکن کفایت اور وسائل میں اضافے کے لیے آپ کی حکومت کی سال بھر کی کاوشوں اور رب العزت کے فضل و کرم سے۔۔" لیکن جناب

واللہ! بجٹ میں اتنا کہہ دینا کافی نہیں۔ کہ ہم نے کوششیں کی ہیں اور خسارے کو اتنا کم کیا ہے۔ بجٹ وہ دستاویز ہوتی ہے کہ اس میں بتایا جاتا ہے کہ فلاں آئٹم میں ہم نے اتنا بچایا اور فلاں مد میں ہم نے کفایت شعاری کی۔ اور خزانے کی audit report میں تو چوری نکل رہی ہے' کفایت شعاری آپ نے کہاں سے کی؟ اور اسی طرح میں جن بجٹ میں بتاؤں گا کہ کیا کیا چھپایا گیا ہے اور ہم وہ نکال کر ان کو دیکھا دیں گے جو جو انہوں نے چھپایا ہے یہ پنجاب کے عوام کو۔ پنجاب کا نام لے کر انشاء اللہ دھوکہ نہیں دے سکیں گے پنجاب کے عوام کو پتہ چلنا چاہیے کہ اس کے اصلی وارث کون ہیں اور اس کو لوٹنے والے کون ہیں۔

جناب والا! یہ میری آخری بات ہے کہ خدا کے لیے۔ آپ سب سے پہلی وفاداری اپنے ملک اور قوم سے کریں اور ملک کی وفاداری کے بعد سیاسی جماعتوں کے ساتھ وفاداریاں مشروط ہونی چاہیے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اگر آپ کو بتایا گیا کہ discretionary grant کس کس کو دی گئی ہے آپ کو بتایا گیا ہے کہ کہاں کہاں چوری ہوئی ہے خدا کے لیے میرے نہیں سلمان تاثیر کے لیے نہیں ہماری جماعت کے لیے نہیں ادھر بیٹھے ہوئے معزز اراکین کے لیے نہیں اپنے ملک اور قوم کے سرمائے کے لیے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ اس جماعت کے لوگ بغاوت کر دیں اور میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ وہ فلور چھوڑ کر دھر آ جائیں نہیں۔ میں یہ بھی نہیں کہوں گا کہ آپ لڑ پڑیں یہ حدیث نبوی (صلی اللہ علیہ وسلم) ہے و مولانا صاحب میری اس بات کی تصدیق کریں گے کہ اگر کوئی غلط کام ہوتا ہوا دیکھ لو تو اسے ہاتھ سے روک دو اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو تو پھر زبان سے برا بھلا ضرور کہو اگر زبان سے برا بھلا نہ کہہ سکو تو دل میں برا ضرور سمجھو اور وہ ایمان کمترین ہے۔ اپنی زبان سے اپنے حاکموں کو بتاؤ کہ ہمارے ساتھ رہیں گے لیکن اس ملک اور قوم کی سلامتی ہمیں جماعتوں سے زیادہ عزیز ہے۔ پاکستان پائندہ باد۔

جناب سپیکر: اجلاس کل صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس کی کارروائی بدھ' 13 جون 1990ء صبح نو بجے تک کے لیے ملتوی کی گئی)۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس

بدھ 13۔ جون 1990ء

(چہار شنبہ 19۔ ذی القعد 1410ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز لاہور میں صبح 9 بج کر 25 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ○

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ
وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ
عَلِيْمًا ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوا اللّٰهَ ذِكْرًا كَثِيْرًا ﴿۴۱﴾ وَّ
سَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ﴿۴۲﴾ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ
لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ﴿۴۳﴾
تَحِيَّتُهُمْ يَوْمَ يَلْقَوْنَهٗ سَلٰمٌ ۚۖ وَّاَعَدَّ لَهُمْ اَجْرًا كَرِيْمًا ﴿۴۴﴾ يٰۤاَيُّهَا
النَّبِيُّ اِنَّاۤ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۴۵﴾ وَّدَاعِيًا اِلَى
اللّٰهِ بِاِذْنِهٖ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا ﴿۴۶﴾ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ مِّنَ
اللّٰهِ فَضْلًا كَبِيْرًا ﴿۴۷﴾ وَلَا تُطِعِ الْكٰفِرِيْنَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَدَعْ اَذٰىهُمْ
وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۴۸﴾

سورۃ الاحزاب، پارہ 22 آیت 40 تا 48

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں بلکہ وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔ اے اہل ایمان! اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو اور صبح و شام اس کی پاکی بیان کیا کرو۔ اللہ وہ ہے جو تم پر رحمت نازل فرماتا ہے اور اس کے فرشتے بھی (تم پر نزول رحمت کی دعا کرتے ہیں) تاکہ وہ تمہیں تاریکیوں سے نکال کر اجالوں میں لے جائے اور وہ مومنوں پر ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔ جس روز وہ اپنے رب کریم سے ملیں گے انہیں یہ دعا دی جائے گی ہمیشہ سلامت رہو اور اس نے ان کے لیے عزت و تکریم والا اجر تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی (مکرم) صلی اللہ علیہ وسلم ہم نے آپ کو (سب سچائیوں کا) گواہ بنا کر خوشخبری سنانے اور بروقت ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے۔ اور اللہ کی طرف دعوت دینے والا اور آفتاب روشن کر دینے والا (بنا کر بھیجا ہے) آپ اہل ایمان کو مژدہ سنا دیں کہ ان کے لیے اللہ کی جانب سے بڑا ہی فضل ہے۔ اور کافروں اور منافقوں کا کہنا نہ مانو اور ان کی اذیت رسانی کی پرواہ نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ اور اللہ تعالیٰ آپ کا کارساز کافی ہے۔

وما علینا الا البلاغ۔

پوائنٹ آف آرڈر

کورم کا سوال

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کل یہ اجلاس آج صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی ہوا تھا۔ 9 بجے اس ہاؤس میں میرے علاوہ دو اور ممبر تھے۔ جب آپ 9 بج کر 20 منٹ پر تشریف لائے تو حزب اقتدار کی طرف سے ممبران تھے لیکن میری پارٹی کا کوئی بھی ممبر موجود نہیں تھا' پھر دو اراکین تلاوت کے دوران تشریف لائے اور تلاوت کے بعد محترمہ آئیں۔ جناب والا! اس بات کا نوٹس لیں کیونکہ یہ بجٹ کا اجلاس ہے۔ ایک طرف تو کہا جاتا ہے کہ ہمیں بولنے کا حق دیا جائے۔ اور اگر یہ دیر سے تشریف لائیں گے تو پھر وقت تھوڑا رہ جائے گا تو میری گزارش ہے کہ آپ ممبران سے کہیں کہ وہ وقت پر تشریف لائیں تاکہ زیادہ سے زیادہ ممبران اس بجٹ اجلاس میں حصہ لے سکیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب سپیکر! میں ریکارڈ کی درستگی کے لیے عرض کر دوں کہ موہل صاحب کا ہماری پارٹی سے کوئی تعلق نہیں۔ انھوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ میرا ایک پوائنٹ اف آرڈر ہے جو کہ پہلے چیمہ صاحب بھی اٹھا چکے ہیں کہ اس ایوان کی پراپرٹی ممبران کے زیر استعمال آنی چاہیے۔ آپ اس بات رولنگ دیں کہ ملک خدا بخش ٹوانہ صاحب' چودھری غفور صاحب ابھی تک وزراء کے گھروں پر کیوں قابض ہیں؟ پنجاب کے ریسٹ ہاؤس میں ایم این اے صاحبان براجمان ہیں اور ہماری اسمبلی کے ممبران کو ریسٹ ہاؤس نہیں دیے جاتے۔ ابھی تک سرکاری گاڑیاں استعمال کر رہے ہیں۔ صوبائی اسمبلی کے ممبران کو ریسٹ ہاؤس دینے سے انکار کر دیا جاتا ہے اور مستقل طور پر ایم این اے صاحبان کو الاٹ کر دیے گئے ہیں۔ اس بارے میں جناب کچھ فرمائیں۔

جناب سپیکر: چودھری وصی ظفر صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر relevant نہیں کیونکہ پوائنٹ آف آرڈر اس کارروائی کے بارے میں اٹھایا جا سکتا ہے جو اس وقت ہاؤس میں زیر بحث ہو۔ اس وقت کوئی ایسا مسئلہ زیر بحث نہیں۔ تو اس پوائنٹ آف آرڈر کو ruled out کیا جاتا ہے۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ: ٹوانہ صاحب کا گھر مجھے الاٹ ہو چکا ہے اور وہ اپنے گھر میں shift ہو چکے ہیں۔

وزیر امداد باہمی (رانا پھول محمد خان): جناب سپیکر! جو الفاظ ایک فاضل رکن کے متعلق استعمال کیے

گئے ہیں میں یہ گزارش کروں گا کہ وہ اپنے الفاظ واپس لیں' انھوں نے کہا ہے کہ یہ پیپلز پارٹی کے رکن نہیں ہیں۔ کسی فرد کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ پارٹی کے ٹھیکے دار یا ذمہ دار بن کر بیٹھ جائے۔ جس آدمی نے جس پارٹی کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا ہے ' جس نشان پر الیکشن لڑا ہے جب تک وہ استعفیٰ نہ دے تو اسے اس پارٹی کے علاوہ کسی اور پارٹی سے منسوب نہیں کیا جا سکتا۔ میں احتجاج کرتا ہوں کہ وہ پارٹی کے ٹھیکے دار نہیں ' وہ کوئی اتھارٹی نہیں۔ لہذا انھیں اپنے توہین آمیز الفاظ واپس لینے چاہییں' میں اس پر سخت احتجاج کرتا ہوں اور جناب سے اپیل کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! شکریہ' تشریف رکھیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! میں نے ایک صحیح پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے اور میں اب بھی کہتا ہوں کہ میں پاکستان پیپلز پارٹی کا رکن ہوں۔ میں پیپلز پارٹی کے اصولوں پر پابند ہوں' جو سچی بات ہے اس کو کہوں گا اور جو غلط بات ہے اس کو قطعاً نہیں کہوں گا۔ یہ بات جو وصی ظفر صاحب نے کہی کہ " یہ ہماری پارٹی کے رکن نہیں" رانا صاحب نے ٹھیک کہا ہے کہ کوئی بھی شخص کسی جماعت کا ٹھیکے دار نہیں۔ ہر شخص اپنے ایمان اور ضمیر کے مطابق صحیح فیصلہ کرنے کا حق دار ہے۔ اس لیے جناب والا! جو یہ کہتے ہیں کہ میں بکنے والا ہوں۔ میں یہاں کھڑا ہو کر لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کہہ کر کہتا ہوں کہ میں نہ بکا ہوں' نہ کبھی بکا تھا اور نہ ہی آج بکا ہوں۔ پہلے بھی میں نے ذوالفقار علی بھٹو کے دور میں اسی اسمبلی میں حق کی بات کہی تھی تو مجھے ہتھکڑیاں پہنائی گئی تھیں۔ مجھ پر فائرنگ کی گئی تھی۔ جناب والا! جو کچھ یہ پنجاب میں کرتے ہیں وہ ہم نہیں کرنے دیتے' یہ کہتے ہیں کہ یہ میری پارٹی نہیں۔ میں بتاؤں گا کہ کون پارٹی کے سچے ' مخلص ہیں اور کون آئی جے آئی کے دعوے دار بنے ہوئے ہیں۔

روزنامہ" جنگ" کی مختلف خبروں کی اشاعت پر جناب سپیکر کے تاثرات

جناب سپیکر: تحاریک استحقاق لینے سے پہلے روزنامہ "جنگ" میں آج کچھ خبریں چھپی ہیں جن پر میرا اپنا concern بھی ہے۔ ایک تو یہ ہے کہ روزنامہ " جنگ" میں پنجاب اسمبلی میں ایک issue پر ہنگامے کی خبر شائع ہوئی ہے اور یہ خبر front page پر ہے۔ کل پنجاب اسمبلی میں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا اس لیے میں اس خبر پر روزنامہ کے ایڈیٹر اور ان کے نامہ نگار کو یہ کہوں گا کہ برائے مہربانی ہنگاموں کی باتیں بہت ہو چکی ہیں۔ آپ بھی ہنگاموں کو ختم کرنے میں قوم کا اور ان اداروں کا ہاتھ

بتائیں اور جب ہنگامے نہیں ہوتے تو پھر آپ ہنگاموں کی خبر کیوں دیتے ہیں؟ اس کا کوئی جواز نہیں۔ اس لیے میں ایڈیٹر روزنامہ " جنگ" سے کہوں گا کہ اس خبر کی درستگی کریں اور درستگی بھی اسی انداز میں چھپے جس انداز میں یہ خبر روزنامہ " جنگ" میں چھپی تھی۔ دوسری بات میرے بیان کے ساتھ ہے، میں نے جو اظہار رائے کے بارے میں یہ کہا ہے کہ ارکان اسمبلی کے اظہار رائے کے لیے اور اس آزادی کے اظہار رائے کے لیے اپنی جان بھی دے سکتا ہوں۔ میں نے تمام معزز ممبران اسمبلی کے لیے کہا ہے۔ تیسری بات میرے ساتھ منسوب کر کے یہ کہی گئی ہے جو references کے سلسلے میں ہے کہ میں نے میاں نواز شریف کو اور شہباز شریف کو طلب کیا ہے۔ میں نے کبھی بھی کسی سے یہ بات نہیں کی کہ میں نے ان کو طلب کیا ہے بلکہ میں نے یہ بات کہی ہے کہ reference کی ساعت جو میرے پاس ہے۔ اس کی ساعت میں کروں گا اور جس وقت میں سمجھوں گا کہ میرے پاس فراغت ہے اور اس کی ساعت مجھے کرنی ہے۔ اُس وقت میں اس کی ساعت کروں گا اور متعلقہ لوگوں سے کہوں گا کہ وہ اپنے جو بھی ثبوت فراہم کرنا چاہتے ہوں وہ اس سلسلے میں فراہم کریں۔ لہٰذا یہ خبریں غلط طور پر چھاپی گئی ہیں۔ ان کی درستگی اخبارات میں آنی چاہیے اور آئندہ اس قسم کی خبریں چھاپنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! آپ نے فرمایا ہے کہ آپ نے reference کی ساعت کرنی ہے۔ آئین کی رو سے آپ نے reference کی ساعت نہیں کرنی۔ آپ کو reference وصول ہوتے ہیں۔ آپ نے وہ reference من و عن چیف الیکشن کمشنر کو بھیجنے ہیں۔ you cannot hold the hearing of the reference.

جناب سپیکر: سوری! میں اس سے اتفاق نہیں کرتا۔ میں پوائنٹ آف آرڈر کو مسترد کرتا ہوں۔

وزیر امداد باہمی: " جنگ" میں ایک اور خبر چھپی ہے جو کہ نہایت افسوس ناک ہے، جس سے ہمارے سر شرم سے مارے جھک گئے ہیں۔ اور میں یہ گزارش کروں گا کہ ہمیں اس معاملہ پر صوبائی اسمبلی میں بحث کرنی چاہیے۔ " جنگ" میں جو خبر چھپی ہے وہ ہماری وزیر اعظم نے اقرار کیا ہے کہ کرپشن معمولی ہے جبکہ اس کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا جا رہا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ انھوں نے اقرار جرم کر لیا ہے کہ مرکزی حکومت میں کرپشن ہے۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر: رانا صاحب! یہ relevant بات نہیں ۔ چودھری نذیر احمد صاحب اپنی تحریک استحقاق پیش کریں۔ یہ نمبر 5 ہے۔

ملک محمد دین: جناب سپیکر، میں آج حج پر جا رہا ہوں اگر آپ میری تحریک استحقاق پہلے لے لی جائے تو مہربانی ہو گی۔ اس کا نمبر 27 ہے۔

جناب سپیکر: میں نے سردست چودھری نذیر احمد صاحب کو دعوت دی ہے۔ ملک صاحب! آپ کی تحریک کا نمبر کیا ہے؟

ملک محمد دین: جناب والا! اس کا نمبر 27 ہے۔

جناب سپیکر: اس کو آؤٹ آف ٹرن کیسے take up کیا جائے گا؟

ملک محمد دین: جناب والا! میں نے آج حج پر جانا ہے۔

جناب سپیکر: کوئی بات نہیں، آپ واپس آ جائیں گے تو پھر اسے take up کر لیں گے۔

ملک محمد دین: ٹھیک ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب کو کاپی مہیا کی جائے اور جن معزز ارکان کی تحاریک استحقاق ہوتی ہیں ان کو آپ پہلے کاپی دے دیا کریں۔ میں معزز اراکین سے بھی کہوں گا کہ جن کی تحاریک استحقاق take up ہونی ہوتی ہیں اور جو اپنی تحاریک استحقاق میں دلچسپی رکھتے ہیں وہ دفتر سیکرٹریٹ سے اپنی اپنی تحاریک کی کاپیاں پہلے ہی حاصل کر لیا کریں۔ جی چودھری صاحب!

ڈپٹی ڈائرکٹر فوڈ، ملتان کی وزیر اعلیٰ کے احکامات کی حکم عدولی

چودھری نذیر احمد: بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میں نے اپنے عزیز محمد اشفاق فوڈ انسپکٹر، پی آر سنٹر غازی آباد ضلع ساہیوال سے برائے ٹرانسفر پی آر سنٹر بورے والا چیف منسٹر ڈائریکٹو 21/7/89 کو جاری کروایا اور وہ محکمہ خوراک پنجاب سے ہوتا ہوا تقریباً 15/20 دن بعد ڈپٹی ڈائرکٹر فوڈ، ملتان کے دفتر میں موصول ہوا تاکہ ٹرانسفر آرڈر جاری کیے جائیں۔

ڈائرکٹر ڈی ڈی ایف ملتان کے دفتر میں پہنچنے کے بعد تقریباً تیس دفعہ میں نے خود فون پر اور خود جا کر ڈی ڈی ایف ملتان کو گزارش کی کہ یہ ٹرانسفر کر دیں لیکن ہر دفعہ ہاں ہاں کر کے ٹرخا دیا گیا۔ جس پر آج تک عمل درآمد نہ ہوا ہے۔ جس سے میری نہیں بلکہ پورے ایوان کی بے عزتی ہوئی ہے۔

مہربانی فرما کر میری تحریک کو بحث کے لیے منظور کیا جائے اور پھر اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ ایسے نافرمان آفیسر کے خلاف کارروائی ہو سکے جس نے وزیر اعلیٰ پنجاب سے لے کر میرے تک کسی کے بھی احکامات کو ماننے سے انکار کیا ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ فرمایا جائے کہ انتظامی امور میں دخل اندازی کروا کر تبادلے کروانا کسی ممبر کا استحقاق ہے؟ اور چیف منسٹر کو زیب دیتا ہے کہ وہ انسپکٹروں کے تبادلے پر ڈائریکٹو جاری کرے؟

جناب سپیکر: چودھری صاحب! ان کو اپنی تحریک استحقاق take up کرنے دیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! انھوں نے take up کر لی ہے اور اس وقت ہاؤس میں جو business conduct ہو رہا ہے اس کے بارے میں میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ انتظامی امور میں دخل اندازی کرنا اور اس طرح کے ڈائریکٹو جاری کروانا آیا کسی فاضل ممبر کا استحقاق ہے؟

چودھری نذیر احمد: جناب والا! مجھے short statement دینے کی اجازت ہے؟

جناب سپیکر: جی چودھری صاحب! آپ short statement دیں۔

چودھری نذیر احمد: جناب والا! میرے کزن محمد اشفاق فوڈ انسپکٹر ضلع ساہیوال میں ایک پی آر سنٹر غازی آباد میں تعینات تھے اور بورے والا میں میرے حلقہ میں ایک خالی سیٹ تھی جس کے لیے میں نے چیف منسٹر ڈائریکٹو اس لیے issue کروایا کہ اس کے راستے میں کچھ رکاوٹیں تھیں کہ وہ متعلقہ آفیسر نہیں کر سکتے تھے۔ چیف منسٹر کے آرڈر یعنی ڈائریکٹو 27-7-89 کو جاری ہوا اور تقریباً پندرہ بیس دن کے بعد محکمہ خوراک پنجاب سے ہوتا ہوا ڈپٹی ڈائرکٹر فوڈ ملتان محمد ارشد خان کاکڑ کے پاس پہنچا۔

جناب سپیکر: آپ تحریک استحقاق نمبر 5 میں فورزم آفیسر نثار احمد میاں کی بات کر رہے ہیں؟

چودھری نذیر احمد: جناب والا! مجھے نمبر 6 کی کاپی مہیا کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: آپ نمبر 6 کو take up کر رہے ہیں؟

چودھری نذیر احمد: جی مجھے تحریک استحقاق نمبر 6 کی کاپی مہیا کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: آپ نمبر 5 take up نہیں کر رہے؟

چودھری نذیر احمد: جی میں نے اسے بھی پیش کرنا ہے۔

جناب سپیکر: آپ تحریک استحقاق نمبر 5 کو پیش کرنا چاہتے ہیں یا نمبر 6 کو پیش کرنا چاہتے ہیں؟

چودھری نذیر احمد: جناب والا! میں دونوں تحاریک کو پیش کرنا چاہتا ہوں اور یہ مجھے نمبر 6 مہیا کی گئی ہے۔

جناب سپیکر: آج ایک ہی پیش ہو سکتی ہے۔ تو یہ آپ نے نمبر 6 پڑھی ہے۔

چودھری نذیر احمد: جی' میں نے نمبر 6 پڑھی ہے۔

جناب سپیکر: ٹھیک ہے' اسی کو take up کریں۔

چودھری نذیر احمد: جی' بہتر ہے ۔ جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ ڈائرکٹر محکمہ خوراک پنجاب سے ہوتا ہوا ڈپٹی ڈائرکٹر خوراک ملتان کے دفتر میں 15/20 دن بعد موصول ہوا۔ اس سلسلے میں' میں نے ٹیلی فون پر اور خود جا کر اس وقت کے ڈپٹی ڈائرکٹر خوراک محمد ارشد خان کاکڑ کو کہا کہ اس پر عمل درآمد کر دیں تاکہ خالی سیٹ پر میرے کزن کی ٹرانسفر ہو جائے۔ انھوں نے ہر دفعہ مجھے یہ کہا کہ ہاں جی ہو جائے گا۔ کل ہو جائے گا۔ تو میں نے بہت برداشت کیا کہ ممکن ہے یہ ویسے ہی ہو جائے لیکن جب میں نے یہ تحریک استحقاق دے دی تو اس کے بعد اس کی ٹرانسفر پر عمل درآمد ہوا۔ اس سے پہلے نہیں ہوا۔ تو جناب والا! میں نے ان کے بارے میں سنا تھا کہ وہ ایمان دار افسر ہیں' اچھے ہیں لیکن جب میں نے انھیں مل کر اور ٹیلیفون پر باتیں کرتے دیکھا تو مجھے ان میں کوئی ایمان داری والی بات نظر نہیں آئی۔ ممکن ہے کہ وہ پیسے نہ لیتا ہو' پیسے نہ لینا ٹھیک ہے' اس کا ذاتی فعل ہے لیکن اپنے سینئر کے احکامات کو نہ ماننا' اپنے ماتحت اہل کاروں کو تنگ کرنا۔ ان کے سپروائزر نے لکھ کر دے دیا تھا کہ میں ان کے سٹاک کا ذمہ دار ہوں' جب یہ سٹاک ریلیز ہوں گے تو میں اپنی ذمہ داری لیتا ہوں کہ یہ سٹاک پورے ہوں گے لیکن پھر بھی انھوں نے کافی لیت و لعل سے کام لیا۔ جب میں نے یہ تحریک استحقاق دی تو اس وقت انھوں نے یہ آرڈر جاری کیے۔ جناب والا! میں یہ چاہتا ہوں کہ

میری تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور ایسے نافرمان افسر کو کم از کم اتنی سزا ملنی چاہیے کہ وہ یاد رکھے کہ میں نے یہ احکامات نہیں مانے۔ اس سلسلے میں میری گزارش یہی ہے کہ میری تحریک کو استحقاق کمیٹی کے پاس بھیجا جائے۔

جناب سپیکر: اس میں جناب فوڈ منسٹر ارشاد فرمائیں گے یا وزیر قانون صاحب؟

وزیر خوراک(جناب گل حمید خان روکڑی): جناب والا! وزیر قانون صاحب بھی تشریف فرما ہیں ۔ اگر مجھے کہیں تو میں جا دیتا ہوں۔

جناب سپیکر: یہ آپ کی صوابدید ہے ۔ ویسے تو عام پریکٹس یہی رہی ہے کہ متعلقہ محکمے کے وزیر اگر موجود ہیں تو وہ اس بارے میں جواب دیں۔

وزیر خوراک(جناب گل حمید خان روکڑی): جناب والا! یہ لوگ جس سنٹر میں لگے ہوئے ہوتے ہیں جب ان کا وہاں سے ٹرانسفر کیا جاتا ہے تو جو سٹاک ان کے قبضے میں ہوتا ہے یا جس کے لیے یہ ذمہ دار ہوتے ہیں اس سٹاک کو پورے طریقے سے 'ہر بوری کو' ہر دانے کو گن کر دوسرے کو چارج دلایا جاتا ہے اور اس میں کافی وقت لگتا ہے۔ اس کے علاوہ پالیسی کے تحت یہ ہے کہ جو آدمی خرید کرتے ہیں اکثر یہی کوشش کی جاتی ہے کہ وہی آدمی رہیں تاکہ اس سنٹر سے جب نکاسی ہو اور اگر کسی قسم کی shortage ہو تو ذمہ داری اسی آدمی کی ہو جس نے خرید کیا تھا اور اسی نے پورا کر کے آگے سپلائی کرنی ہے۔ اس وجہ سے کئی دفعہ دیر ہو جاتی ہے۔ رہا یہ کہ ڈائریکٹو تھا اور میرے دوست کا یہ حق ہے تو ٹرانسفر کسی ملازم کا میرے حساب سے حق نہیں اور اس سے کسی قسم کی کوئی گستاخی یا استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ میں اس وقت بھی جو کچھ انھوں نے فرمایا قبول کرتا ہوں کہ ہاؤس کے بعد وہ تشریف لے آئیں گے۔ میں اس ڈپٹی ڈائرکٹر کاکڑ جس کا وہاں سے ٹرانسفر ہو چکا ہے اور اب وہ یہاں لاہور میں تعینات ہے' بقول ان کے اس کو اس لحاظ سے سزا بھی ہے کیونکہ لاہور میں بعض اوقات مکان کی بڑی تکلیف ہوتی ہے۔ تو وہ یہاں ٹرانسفر ہو چکا ہے میں اس کو بھی بلا لوں گا اور ان کے مطابق اس سے جو بات کرنی ہو گی محکمے کے لحاظ سے کہ اس نے کوئی گستاخی کی ہے تو وہ بھی میں ان کی تسلی کرا دوں گا اور میں ان سے گزارش کروں گا کہ اگر کسی قسم کا مسئلہ ہو تو مجھے بتائیں تاکہ میں اس کا کوئی ایکشن لوں۔ بجائے اس کے کہ یہ چیز ہم ہاؤس میں لائیں اور اس طریقے سے ہاؤس کا وقت بھی ضائع کریں اور اپنے لیے بھی پریشانی کا باعث بنیں۔ شکریہ۔

چودھری نذیر احمد: جناب والا! میں نے چیف منسٹر ڈائریکٹو جاری کرانے کے بعد جناب گل حمید روکڑی صاحب سے بھی ٹیلی فون کرائے، ان سے تحریری آرڈر بھی کروائے اور انھوں نے ان کے خلاف حکومت کو بھی لکھا ہے کہ وہ آدمی نہیں چاہیے۔ وہ ادھر زیادتیاں کرتا ہے اور کام صحیح نہیں چلاتا۔ تو جناب والا! میں یہ کیسے کہوں کہ انھیں بلا کر یہ مسئلہ حل ہو جائے گا۔ مسئلہ تو اب ہو چکا لیکن اگر ایک order issue ہونے کے ایک سال بعد مسئلہ حل ہو اور پھر ہمارے تیس چالیس دفعہ کہنے سے بھی یہ مسئلہ حل نہ ہو، وزیر صاحب کی طرف سے بھی آرڈر جائیں لیکن پھر بھی عمل درآمد نہ ہو تو ہم نے ایسے افسر کو کیا کرنا ہے۔ جائیں اور اپنے گھر جا کر بیٹھیں۔ انھیں استحقاق کمیٹی کے سامنے پیش ہونا چاہیے اور آپ کو اپنا جواب دے کہ انھوں نے کیا کیا ہے۔ اس طرح سے تو مسئلہ حل نہیں ہوتا کہ ایک order issue ہو گیا اور اس پر ایک سال مسئلہ لٹکتا جائے۔ ہمیں ایک ہی کام تو نہیں ہوتا کہ ہم ایک کام کے سلسلے میں بار بار دفتروں کے چکر لگاتے جائیں۔ تو میری یہ humble submission ہے کہ یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے کہ انھوں نے وزیر اعلیٰ، وزیر خوراک، سیکرٹری کے احکامات نہیں مانے، میں خود ادھر گیا، ٹیلیفون کیے لیکن انھوں نے کسی کے بھی احکامات نہیں مانے تو پھر کون سا اتنا بڑا افسر ہے کہ ہم اس کا لحاظ کرتے جائیں۔ بڑا ہو یا چھوٹا میری یہ التجا ہے کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سامنے پیش ہو کر اپنا موقف بیان کرنا چاہیے۔ میں بھی اپنا موقف بیان کروں گا پھر پتا چل جائے گا کہ وہ سچے ہیں یا میں سچا ہوں۔ تو جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! روکڑی صاحب کا خیال ہے کہ استحقاق کمیٹی کی بجائے وزیر خوراک اس مسئلے کو حل کرا دیں۔ ان کو بلا کر آپ کی موجودگی میں یہ بات ہو جائے اور آپ کی جملہ grievances کو resolve کیا جائے تو اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر بڑا ہی relevant ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! میں اس کے بعد آپ کی بات سنتا ہوں۔

چودھری نذیر احمد: ٹھیک ہے۔ جو روکڑی صاحب نے فرمایا ہے کہ جو آدمی پرچیز کرتا ہے وہی اس سٹاک کو release کرواتا ہے تو محکمہ قوانین کے مطابق مذکورہ انسپکٹر نے سپروائزر کو چارج دیا اس نے ڈی ایف سی کے سامنے اپنی statement لکھ کر دی کہ میں ان کا ذمہ دار ہوں۔ کوئی کمی یا زیادتی

ہو گی تو میں اسے پوری کروں گا۔ تو پھر میں جناب والا! سے بھی گزارش کروں گا اور روزی صاحب سے بھی استدعا کروں گا کہ یہ مسئلہ استحقاق کمیٹی میں جا کر thrash out ہونا چاہیے۔ اب تو ایک سال کے بعد یہ مسئلہ حل ہو گیا ہے لیکن جناب والا! اگر ہم ایک ایک سال ایک ایک کام کے لیے لگائیں تو پھر تو یہ ہمارے ساتھ زیادتی ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! میں آپ سے بات کرتا ہوں' آپ ذرا حوصلہ تو کیجیے۔

چودھری محمد وصی ظفر: اس طرح سے افسروں کو ذلیل کیا جا رہا ہے۔

وزیر خوراک: آپ کی بڑی مہربانی' یہ وزیر کا فرض ہے۔ آپ مہربانی کریں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! ممبر صوبائی اسمبلی کی توہین ہوئی ہے یہ مسئلہ ضرور استحقاق کمیٹی کو جانا چاہیے۔

وزیر خوراک: نواب زادہ صاحب! آپ کو اتنی ہم دردی کیوں ہو گئی ہے؟ جناب سپیکر! میں نے عرض کیا تھا کہ میں اپنے بھائی سے یہ استدعا کروں گا کہ یہ معاملہ ہم آپس میں طے کر سکتے ہیں اور جو تحریک استحقاق کا مقصد ہوتا ہے اس لحاظ سے بھی ٹرانسفر کسی کے استحقاق کو مجروح نہیں کرتی۔ فرض کیجیے کہ ایک ٹرانسفر آرڈر میں ہی کرتا ہوں اور کسی طریقے سے میرا ماتحت یہ لکھ کر بھیج دیتا ہے کہ جناب یہ یہاں کے حالات کے لحاظ سے جائز نہیں تو میں یہ خوش دلی سے قبول کر لیتا ہوں کہ وہ آدمی administratively وہاں موقع پر ہے اور وہ مناسب نہیں سمجھتا تاکہ کام میں خرابی نہ ہو تو میں اسے قبول کر لیتا ہوں کہ ٹھیک ہے اور میں اپنے احکام کو واپس لے لیتا ہوں۔ تو جناب والا! کسی طریقے سے ایسی کوئی تاخیر ہوئی ہے تو پھر وہ یہی کوئی وجہ ہو گی۔ میں نے ان سے عرض کیا ہے کہ استحقاق کمیٹی میں جا کر یہ چیز ٹیکنیکلی نہیں بنتی کہ کسی لحاظ سے ان کا استحقاق بھی مجروح ہوا ہو۔ لہٰذا وہ مہربانی فرمائیں اور اس پر زور نہ دیں تاکہ ہم آپس میں بیٹھ کر یہ طے کر لیں اور میں اس پر زور دوں گا کہ استحقاق مجروح نہیں ہوا۔

جناب سپیکر: جی چودھری صاحب!

چودھری نذیر احمد: جناب والا! اگر فاضل وزیر یہ یقین دہانی کراتے ہیں تو مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن میں اس بارے میں یہ عرض کروں گا کہ میری اس تحریک استحقاق کو ملتوی فرما لیا جائے تاکہ ہمارا فیصلہ ہو جائے۔ اگر خدانخواستہ فیصلہ نہ ہو تو ہم پھر اسے دوبارہ کارروائی میں لے آئیں گے۔

جناب سپیکر: چلیں ٹھیک ہے' یہ طے ہوا کہ اس کو ملتوی کر لیتے ہیں اور اس دوران آپ کی وزیر خوراک سے بات ہو جائے گی۔

چودھری نذیر احمد: تو جناب والا! آپ اس کے لیے کوئی وقت مقرر کر دیں۔

جناب سپیکر: اس کو ملتوی کر لیتے ہیں جب آپ کی بات ہو جائے تو پھر آپ بتا دیجیے گا۔

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ ہائی کورٹ کی رولنگز آئی ہیں۔

جناب سپیکر: آپ آج پوائنٹ آف آرڈر پر بہت زور دے رہے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! میں تو قانون کی بات کروں گا۔ جناب والا! ہائی کورٹ کی بے شمار رولنگز ہیں کہ وزیر کسی کا کوئی تبادلہ نہیں کر سکتا۔ تبادلے کے احکامات جاری نہیں کر سکتا۔ تو اس میں میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آیا یہ کسی ممبر کا استحقاق ہے کہ وہ انتظامی امور میں اس طرح مداخلت کرے اور اگر ہے تو کیا سب کا ہے یا صرف آئی جے آئی والوں کا ہے؟

جناب سپیکر: وصی ظفر صاحب! آپ کے پوائنٹ آف آرڈر پر میں فیصلہ اس وقت دوں گا جس وقت میں اس تحریک استحقاق پر اپنا کوئی فیصلہ دوں گا۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: ویسے بھی جناب والا! ممبران کو باہر صرف وزیر اعلیٰ اور اسمبلی کے اندر صرف نصراللہ دریشک کی بات ماننی ہو گی۔

جناب سپیکر: ہمارے پاس رانا آفتاب احمد صاحب کی تحریک التوائے کار ملتوی پڑی ہوئی ہے۔

وزیر خوراک: جناب والا! چودھری نذیر احمد کی تحریک استحقاق کا کیا بنا؟

جناب سپیکر: یہ تو ملتوی ہو گئی ہے۔

وزیر خوراک: یہ ملتوی کس چیز کے لیے ہو گئی؟ مجھے بتایا جائے تاکہ میں اس کے مطابق عمل کروں۔

جناب سپیکر: یہ تحریک استحقاق اس لیے ملتوی ہو گئی ہے کہ چودھری نذیر احمد آپ کے کہنے کے مطابق آپ سے رابطہ کریں گے اور آپ اس مسئلے کو حل کرنے کی کوشش کریں گے۔

وزیر خوراک: جناب والا! میں نے تو یہ عرض کیا تھا کہ تحریک استحقاق بنتی ہی نہیں' آپ اس چیز کا فیصلہ کریں۔

جناب سپیکر: اس میں آپ نے یہ کہا تھا کہ چودھری نذیر احمد میرے پاس آئیں تو میں اس مسئلے کو حل کرتا ہوں۔ تو چودھری نذیر احمد صاحب سے میں نے کہا ہے کہ کیا انھوں نے وزیر خوراک کی بات مان لی ہے تو انھوں نے کہا ٹھیک ہے۔ میں مانتا ہوں مگر آپ میری تحریک استحقاق کو ملتوی کر دیں اور اس دوران اگر ان سے کوئی بات طے ہو جائے تو ٹھیک ہے ورنہ پھر آپ اس کی جو ٹیکنیکل پوزیشن ہے اس پر اپنا فیصلہ دیں۔

وزیر خوراک: جناب والا! میں چونکہ وزیر ہوں، میں کئی دفعہ آرڈر کروں گا، کئی مرتبہ میرے وہ آرڈر مانے جائیں گے اور کئی مرتبہ وہ نہیں بھی مانے جائیں گے۔ میں چیئر کی وساطت سے استدعا کروں گا کہ آپ اس معاملے کو سنیں اور اس پر آپ جو مرضی بولیں لیکن مجھے بات کرنے دیں۔

جناب والا! یہ مسئلہ ایسا ہے کہ ہر روز ایک تحریک استحقاق آ جائے گی کہ فلاں کا تبادلہ ہو گیا ہے یا فلاں کا تبادلہ نہیں ہوا۔ تو وہ ایڈمنسٹریشن نہیں چل سکتی اور میں نے اس محکمے کو چلانا ہے اور بحیثیت ایک وزیر کے اسے چلانا ہے۔ تو پہلے جناب یہ فیصلہ دے دیں کہ آیا یہ تحریک استحقاق بنتی بھی ہے یا نہیں۔ پھر جناب والا! اسے ملتوی فرما دیں یا پھر کمیٹی کو بھیجیں۔ یہ ایک علیحدہ بات ہے۔

جناب سپیکر: روکڑی صاحب! میں نے اس پر فیصلہ دے دیا ہے کہ اس کو ملتوی کر لیتے ہیں اور اس پر فیصلہ اس وقت کریں گے جب اگلی دفعہ اسے take up کریں گے۔ اس دوران اگر آپ کے مابین کوئی بات طے نہ ہوئی تو پھر اسے take up کریں گے اور فیصلہ دیں گے کہ آیا یہ تحریک استحقاق بنتی ہے یا نہیں۔

جناب آفتاب احمد خان صاحب کی ایک تحریک استحقاق ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ تو کیا اسے ملتوی کر لیں؟

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! اسے ملتوی کر لیں۔

جناب سپیکر: یہ ملتوی اسی صورت میں ہو گی کہ انھوں نے آپ میں سے کسی کو کہا ہو کہ میں نہیں آ سکتا۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! وہ کل ہی کہہ گئے تھے۔

وزیر امداد باہمی: جناب والا! محرک کے کہنے پر یہ ملتوی ہو سکتی ہے۔ دوسرا کوئی آدمی یہ نہیں کہہ سکتا کہ اسے ملتوی کر دیں۔

جناب سپیکر: جی معزز رکن کی طرف سے وہ request extend کر سکتے ہیں کہ انھوں نے درخواست کی ہے کہ میری مجبوری ہے لہٰذا اسے ملتوی کر لیں۔

وزیر امداد باہمی: کیا ان کی طرف سے کوئی درخواست ہے؟

جناب سپیکر: جی ہاں' چودھری صاحب ان کی درخواست پیش کر رہے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: وہ شام کو ہم آپ کے کمرے میں لے آئیں گے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اس وقت آپ تحاریک التوائے کار لے رہے ہیں۔ اس حوالے سے کہ آج کے اخبارات کی خبروں کے مطابق ہمارا بھی استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس میں جناب والا! آپ کی طرف سے ایک بیان ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! فاضل ممبر ابھی سو کر اٹھے ہیں جبکہ ہم اس بابت پہلے ہی بات کر چکے ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے از خود ہی اس بات کی وضاحت کر دی۔

جناب سپیکر: ہاں' میں نے وضاحت کر دی ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! میں ایک اور بات کرتا ہوں۔ انشاء اللہ اس بات پر کوئی وضاحت نہیں ہوئی ہوگی۔ جناب والا! عرض یہ ہے کہ کل جناب ڈپٹی سپیکر صاحب کی طرف سے ایک بیان جاری ہوا ہے جو اس بناء پر نہیں کہ ڈپٹی سپیکر کو بطور انسان یا بطور ممبر ایسا بیان نہیں دینا چاہیے تھا بلکہ اس بناء پر میری یہ عرض ہے کہ جو وضاحتی بیان جاری ہوا ہے یا ایوان کے شایان شان اور سپیکر کی ذات کے شایان شان نہیں۔ اس بناء پر بھی آئندہ جو بھی بات ہو سپیکر کو آئین ' قانون اور رولز کے مطابق کسی وضاحتی بیان کی ضرورت ہوا کرتی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ڈپٹی سپیکر کے اس بیان سے بھی سارے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے اور اس بناء پر جناب والا کی طرف سے یہ لازمی طور پر وضاحت ہونی چاہیے کہ آئندہ کسی مسئلے پر جناب سپیکر جو فیصلہ دیں وہ نہ صرف حتمی ہوگا بلکہ اٹل ہوگا' non-appealable ہوگا اور آئندہ اس قسم کی وضاحت ایوان کے استحقاق کو مجروح کرنا تصور ہوگا۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! یہ مجروح ہوا ہے یا نہیں آپ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد

کریں۔

جناب سپیکر: یہ چیمہ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر ہے اور میں اس پوائنٹ آف آرڈر پر تفصیلی فیصلہ دوں گا۔ اس کو میں ملتوی کرتا ہوں اور اس پر میں تفصیلی فیصلہ دوں گا۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب والا! میں پوائنٹ آف آرڈر پر ہوں۔

جناب سپیکر: جی فرمائیے!

نواب زادہ غضنفر علی گل: چیمہ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر جو ہے وہ پوائنٹ آف آرڈر valid نہیں کیونکہ آج یہ مسئلہ ہاؤس کے سامنے زیر بحث نہیں۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ: جناب سپیکر! پوائنٹ اف آرڈر۔ جناب والا! کل ماحول کچھ ٹھیک نہیں تھا اس لیے آپ نے میرا پوائنٹ آف آرڈر نہیں سنا۔ کل دریشک صاحب نے تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ وہ برسراقتدار رہیں گے، کبھی ہم برسراقتدار رہیں گے۔ میں یہ کہتا ہوں کہ دریشک صاحب یہ وضاحت کریں کہ یہ کب برسراقتدار نہیں رہے اور اگر ان کو یہ خطرہ ہے تو یہ سارا ہاؤس ان کو یقین دلاتا ہے کہ یہ ہمیشہ برسراقتدار رہیں گے۔ یہ اپنے ذہن اور اپنے ضمیر کو زندہ رکھیں۔

وزیر امداد باہمی: آمین، یہ ہمیشہ رہیں گے اور آئندہ بھی رہیں گے اور آپ محروم ہی رہیں گے۔

چودھری محمد وصی ظفر: ہم اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ اگر پیپلز پارٹی کی حکومت ہوگی تو پھر بھی دریشک صاحب منسٹر ہوں گے۔

جناب سپیکر: ہم ضمنی میزانیہ پر بحث کو شروع کرتے ہیں۔ اس پر میں تجویز کرتا ہوں کہ جو صاحبان ضمنی میزانیہ پر بحث کے لیے اپنے نام دینا چاہتے ہیں وہ اپنے اسماء گرامی میرے پاس بھجوا دیں اور اس وقت دس بجے ہیں جن کے نام اس وقت میرے پاس نہ آئے تو میں سمجھوں گا کہ وہ بحث میں حصہ نہیں لینا چاہتے۔ اس کے بعد اگر وہ تشریف لاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے نام شامل کیے جائیں تو میں ان کے نام شامل کرنے پر پابند نہیں ہوں گا۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! جو کل نام دیے ہوئے ہیں وہی جاری فرمائیں۔

جناب سپیکر: وہ نام میرے پاس ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: تو وہی جاری فرمائیں اور اس پر میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب سپیکر: کس بات پر آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر: یہ جناب جو سارا سلسلہ ہوا ہے۔

جناب سپیکر: کیا ہوا ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر: یہ ابھی بجٹ ہی زیر بحث آنے لگا ہے۔ ایک تو میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ دونوں بجٹ اکٹھے پیش نہیں ہو سکتے تھے اور دوسرا میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ یہ جو منی بل، فنانس بل پیش کیا گیا ہے اس کے لیے کوئی proper procedure اختیار نہیں کیا گیا جو کہ اس وقت زیر غور ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

وزیر قانون: جناب والا! میری ایک گزارش یہ تھی کہ کل آپ نے سیشن ختم ہونے کے وقت یہ فرمایا تھا کہ چونکہ صرف آج کا دن ہی ضمنی بجٹ پر بحث کے لیے رہ گیا ہے اس لیے کوئی ٹائم مقرر فرما لیں تو اس طریقے سے زیادہ سے زیادہ مقررین کو بات کرنے کا موقع ملے گا تو کل میری سیشن کے بعد قائد حزب اختلاف سے بھی بات ہوئی تھی تو ان کی اور میری مشترکہ یہ گزارش تھی کہ آپ مہربانی کر کے مقررین کے لیے کوئی ٹائم مقرر فرما لیں۔ ہمارا خیال تھا کہ آپ 7 اور 10 منٹ کے درمیان اگر ٹائم مقرر فرما دیں تو اس طریقے سے زیادہ سے زیادہ معزز اراکین اس بحث میں حصہ لینے کے قابل ہو جائیں گے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! کیا آپ اس بات سے اتفاق کرتے ہیں؟

رانا شوکت محمود (قائد حزب اختلاف): ٹھیک ہے۔ میرے خیال میں وقت مقرر ہو جانا ضروری ہے۔ آپ اگر ابتداء میں ایسا کر لیں گے تو اس سے پھر بعد میں کوئی بات نہیں ہو گی۔

جناب سپیکر: تو صاحبان! 10 منٹ ٹھیک ہیں؟

آوازیں: ٹھیک ہیں۔

جناب سپیکر: میرے خیال میں دس منٹ ٹھیک ہیں۔

وزیر امداد باہمی: جناب سپیکر! کل دائیں طرف سے دو حضرات کو آپ نے تقریر کی اجازت فرمائی اور انھوں نے جتنا وقت لیا آج ہماری طرف سے بھی دو اراکین کو اتنا ہی وقت دیں۔ اس کے بعد آپ

وقت مقرر فرمائیں، یہی انصاف ہے۔

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ دس منٹ کا وقت مقرر کیا جاتا ہے اور میں سختی سے اس پر عمل درآمد کروں گا۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! میری ایک گزارش ہے۔

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ: گزارش یہ ہے کہ جب یہ ہاؤس 80 ممبران کا تھا تو اس وقت بھی بجٹ پر بحث کے لیے چار دن ہوتے تھے۔ پھر اس کے ممبران کی تعداد 180 ہوئی اور اب 260 ہے۔ اب آپ خود بتائیں کہ دس منٹ میں جناب ہم اپنا مافی الضمیر کیسے بیان کر سکتے ہیں۔ بجٹ اجلاس سال کے بعد آتا ہے۔ پچھلے سال بھی میری یہی درخواست تھی، اب بھی دوبارہ یہی گزارش کرتا ہوں کہ ہمیں کم از کم 20 منٹ دیے جانے چاہئیں۔ جناب والا! آپ خود بتائیں کہ پورے بجٹ کا مطالعہ کر کے ہم کیسے یہاں پر اس کی دس منٹ میں وضاحت کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ بجٹ پر بات کرنا چاہتے ہیں یا ضمنی بجٹ پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

سید ناظم حسین شاہ: میں بجٹ کی بات کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر: تو بجٹ جس وقت آئے گا اس وقت آپ بات کیجیے گا۔ سردست ضمنی بجٹ کی بات ہے اور میں میاں منظور احمد موہل صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! میں آپ سے کہوں گا کہ آپ براہِ مہربانی پوائنٹ آف آرڈر میں ایوان کا وقت ضائع نہ کریں اور صرف آج کا دن ضمنی بجٹ پر بحث کے لیے ہے۔ پھر آپ مجھے کہیں گے کہ فلاں ممبر کو وقت نہیں ملا، فلاں ممبر کو وقت نہیں ملا۔

چودھری محمد وصی ظفر: ایک تو اس دن آپ تشریف نہیں رکھتے تھے اور دوسرے کسی کی بات نہیں سنی۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب! بجٹ پیش ہو گیا، فنانس بل پیش ہو گیا۔ اب اس پر آپ کیا پوائنٹ آف آرڈر اٹھانا چاہتے ہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر: فنانس بل پر ابھی بات ہونی ہے۔

جناب سپیکر: چودھری وصی ظفر صاحب! میرے خیال میں یہ موقع نہیں۔ اب اس پر بحث ہونے دیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: میں بعد میں کر لوں گا' یہ میرا right reserve کر دیں۔

جناب سپیکر: یہ بحث ہونے دیں اس کے بعد ہم دیکھ لیں گے اور آپس میں بات کر لیں گے۔

چودھری محمد وصی ظفر: آپ کا شکریہ۔

ضمنی میزانیہ بابت سال 90-1989ء پر بحث

جناب سپیکر: جی میاں منظور احمد موہل صاحب!

میاں منظور احمد موہل: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! آج ضمنی میزانیہ برائے سال 90-1989ء زیر بحث ہے۔ کل میرے فاضل اراکین حزب مخالف نے اس پر بات کی ہے۔ جناب والا! اصل میں بات یہ دیکھنی ہے کہ ضمنی میزانیہ ہوتا کیا ہے؟ جناب سپیکر! ضمنی میزانیہ وہ میزانیہ ہوتا ہے کہ جب سالانہ میزانیہ پیش ہوتا ہے تو اس کے بعد اگر اس میں کوئی ایسی ضرورتیں پیش آتی ہیں کہ اخراجات زیادہ ہو جاتے ہیں تو پھر حکومت کو ضرورت لاحق ہوتی ہے کہ وہ supplement کے طور پر یہاں پر اپنا اور میزانیہ لائے اور اس معزز ایوان سے اس کی منظوری حاصل کرے۔ جناب والا! یہاں پر supplement کو hostel کی supplement سے بھی مشابہ کیا گیا۔ اس کو مذاق کے طور پر بھی لیا گیا۔ جناب والا! حقیقت یہ ہے کہ جب ہم ایک سال کے لیے اپنے گھر کا بجٹ بناتے ہیں تو اس میں بھی کسی نہ کسی وجہ سے رد و بدل کرنا پڑتا ہے۔ اس میں بھی ایسے امور آ جاتے ہیں کہ ہمیں یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ کون سی ایسی ضرورتیں تھیں جو زیادہ اہم تھیں اور وسائل کم ہو گئے ' تو اس طرح سے ہمیں وہ اپنے گھر کا بجٹ بھی پورا کرنا پڑتا ہے۔ جناب والا! اسی طرح سے یونین کونسل ہے' میونسپلٹی' ضلع کونسل ہے ' ان میں بھی ایسی صورت حال پیدا ہوتی ہے ۔ یہ تو ایک صوبے کا بجٹ ہے او ریہ پورے ملک کی آدھی آبادی سے بھی زیادہ بڑا صوبہ ہے تو اس میں لازمی supplementary بجٹ پیش ہوگا۔ ہمیں اس کو مذاق کے طور پر ہرگز نہیں لینا چاہیے کہ یہ supplement تھا' اور کھایا ہے' اور پیا ہے۔ یہ بات نہیں بلکہ ملک کے عوام کے لیے' اس صوبہ کے عوام کے لیے ضرورت پیدا ہوئی ہے کہ ہم اپنا supplement budget پیش کریں۔

جناب والا! میں آپ کو ایک سال پیچھے کی طرف لے جاتا ہوں جب ہم نے میزانیہ پیش کیا

تھا تو اس وقت آمدن کی جو بات ہوئی تھی وہ 24 ارب 91 کروڑ 15 لاکھ تھی اور اس میں جناب والا! جو کیپیٹل اکاؤنٹ تھا وہ 26 کروڑ 71 لاکھ روپے تھا۔ گویا کہ ہمارا 90-1989ء کا بجٹ 24 ارب 77 کروڑ 86 لاکھ روپے کا تھا لیکن اس کے مقابلے میں ہمارے اخراجات کا تخمینہ 26 ارب 69 کروڑ 66 لاکھ ہے۔ اس طرح سے ہمیں خسارہ ایک ارب 97 کروڑ 80 لاکھ روپے کا ہے۔ جناب والا! اس کے بعد وفاقی حکومت کی متوقع گرانٹ 411 کروڑ روپے یعنی 4 ارب 11 کروڑ روپے تھی لیکن وفاقی حکومت کی طرف سے اس توقع کے مطابق وہ گرانٹ ہمیں نہ مل سکی۔ ہمیں جو گرانٹ ملی وہ 3 ارب32 کروڑ 97 لاکھ روپے تھی۔ تو اب پھر بھی جو ہم نے تخمینہ لگایا تھا وہ ہمارا صحیح نہ نکلا بلکہ اس میں سے 78 کروڑ 3 لاکھ روپے کی کمی واقع ہوئی۔ یعنی وفاقی حکومت نے جو امداد دینی تھی اس میں بھی 78 کروڑ کی کمی واقع ہوئی۔ اس طرح سے جو صورت حال ہوئی وہ یہ کہ ایک ارب 97 کروڑ 80 لاکھ کا تو خسارہ تھا۔ اور وفاقی حکومت کی طرف سے خسارہ پڑنے سے یہ کل خسارہ 2 ارب 69 کروڑ 83 لاکھ روپے ہو جاتا ہے۔ لیکن جناب والا! آپ حکومت پنجاب کو داد دیں گے کہ انھوں نے کس طرح سے اس خسارے کو پورا کیا۔ جتنے بھی محکموں میں پراجیکٹ تھے ان تمام کے claims میں 3 فی صد کمی کر دی گئی اور سب سے زیادہ اخراجات والے محکمے انہار، پولیس، تعلیم اور صحت میں 5 فی کنوتی ڈال دی گئی۔ اس کے علاوہ دیگر محکمہ جات کے اخراجات میں 3 فی صد کمی کر دی گئی۔ حکومت پنجاب نہایت دانش مندی کے ساتھ اتنے بڑے خسارے کو کم کرتے ہوئے اسے 89 کروڑ 69 لاکھ تک لے آئی۔ یعنی جو خسارہ 2 ارب روپے سے بھی زیادہ تھا وہ حکومت پنجاب کی دانش مندی کے سبب اس حد تک کم ہو گیا۔ یہ بات چھپی ہوئی نہیں بلکہ روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ امن و امان کی صورت حال اور دیگر تمام مسائل کا اثر صوبہ پر پڑتا ہے لیکن ان تمام محدود وسائل کے باوجود ہم نے یہ ضمنی بجٹ پیش کیا ہے اور اس بجٹ کو ہم نے اس اسمبلی کے سامنے پیش کیا ہے۔ یہ نہیں کہ ہم نے گھر میں بیٹھ کر اس کو لاگو کر دیا ہے بلکہ اسمبلی میں پیش کیا ہے، کیونکہ یہ ایک طریقہ کار ہے۔ پنجاب اسمبلی کے رولز اینڈ ریگولیشن ہیں اور یہ ایک مسلمہ امر ہے کہ جب بھی بجٹ پیش ہو گا اس کو معزز ایوان پاس کرے گا اور جب ضمنی بجٹ پیش ہو گا اس کو بھی یہ معزز ایوان پاس کرے گا۔ ہاں اگر یہ معزز ایوان اس کے حق میں نہیں، اکثریت اس حق میں نہیں تو وہ اس کے خلاف ووٹ دے سکتی ہے لیکن جب اکثریت اس کو منظور کرے گی تو پھر ہمیں اس پر عمل کرنا پڑے گا، اس پر آمنا و صدقنا

کرنا ہوگا۔ یہ بات نہیں ہوسکتی کہ ہم اس بات پر عمل نہ کریں۔ میں یہاں پر یہ بات بھی کہوں گا کہ کسی ملک میں بھی مضبوط حزب اختلاف جمہوریت کے لیے ایک سنہری صبح ہوتی ہے۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے کہ اس وقت مرکز میں بھی مضبوط حزب اختلاف ہے اور صوبہ پنجاب میں بھی مضبوط حزب اختلاف ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان دونوں صورت حال کو دل و جان سے قبول کریں۔ جناب والا! آپ کو یاد ہوگا کہ میں نے پچھلے سال بھی یہ کہا تھا بلکہ میں نے پہلے اجلاس میں بھی یہ کہا تھا کہ خدا کے لیے محاذ آرائی چھوڑ دیں، محاذ آرائی بند کر دیجیے۔ اس سے کوئی صحیح نتیجہ برآمد نہیں ہوگا اور آپ نے یہ دیکھا کہ میری ایک سال قبل کہی ہوئی بات تھی اب دونوں حکومتیں اس بات پر متفق ہوئی ہیں کہ ایک مصالحتی کمیٹی بنائی گئی ہے جس کے آپ بھی ایک طرف سے کنوینر ہیں۔

جناب غضنفر علی گل: جناب والا! یہ ضمنی بجٹ سے ہٹ کر بات کر رہے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! ہم نے بڑے صبر سے جناب سلمان تاثیر صاحب کی باتیں سنیں، فاضل رکن جناب گل صاحب نے بڑی فراخ دلی سے باتیں کیں اور ہم نے صبر و تحمل سے ان کو سنا۔ جناب والا! میں تو relevant جا رہا ہوں، میں غیر متعلقہ بات نہیں کر رہا ہوں، جو کچھ میرے دوستوں نے کہا ہے وہ بھی آپ کے سامنے ہے۔ لیکن اس کے باوجود بھی ان کو بڑے صبر و تحمل سے سنا گیا ہے کیونکہ یہ بجٹ تقاریر ہیں۔ جناب والا! میں گزارش یہی کر رہا تھا کہ یہ وقت کی عین ضرورت ہے، کل جناب والا نے بالکل صحیح طور پر اپنی تقریر میں نشان دہی کی تھی کہ کئی قوتیں اس بات کے پیچھے لگی ہوئی ہیں کہ کسی طرح خدانخواستہ اس جمہوری دور کو فیل کر دیا جائے اور ایک ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جس کے لیے ہم پھر ترسیں گے اور ہماری "داستان تک بھی نہ ہوگی داستانوں میں"۔

جناب والا! اس کے لیے ضروری ہے کہ ہم صبر و تحمل سے کام لیں۔ میں یہاں پر پھر یہی بات کہوں گا کہ ہمیں تقریباً یہاں پر آئے ہوئے ڈیڑھ سال کا عرصہ ہو گیا ہے۔ یہ پنجاب اسمبلی جو کہ نئے سرے سے elect ہو کر آئی ہے۔ اب اس کا میرے خیال میں بارھواں یا تیرھواں اجلاس ہے اور اس میں دیکھیں کہ کتنی دفعہ اپوزیشن نے اجلاس طلب کروایا ہے۔ صرف حلف وفاداری والا اجلاس، گزشتہ بجٹ اجلاس اور اس مرتبہ کا بجٹ اجلاس یہ تین اجلاس حکومت نے بلائے ہیں۔ باقی نو یا دس مرتبہ اپوزیشن نے requisition کیا ہے۔ میں مانتا ہوں کہ یہ ان کا آئینی حق ہے۔ اپوزیشن بلا سکتی ہے، اس میں کوئی امر مانع نہیں لیکن یہ بھی دیکھنا پڑتا ہے کہ آیا یہ بدنیتی پر مبنی تو نہیں، malafide

تو نہیں۔ جس طرح سے صدر کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اسمبلیاں توڑ سکتا ہے۔ کیا وہ ہر وقت اسمبلی کو توڑتا ہے' یہ دیکھا جاتا ہے کہ اسمبلی کو اس لمحے توڑنا ہے یا نہیں۔ جس طرح 1988ء میں ضیاء الحق نے اسمبلیاں توڑیں' کیس عدالت میں گیا تو انھوں نے کہا کہ یہ فیصلہ بدنیتی پر مبنی تھا۔ وہ اسمبلی توڑ سکتے تھے لیکن ان کو نہیں توڑنی چاہیے تھیں کیونکہ اس وقت کوئی ایسے سنگین حالات پیدا نہیں ہوئے تھے۔ اس لیے جناب والا! اس طرح سے اجلاس کے لیے آئین میں دن مقرر ہیں کہ اتنے دن اجلاس رہے گا' اسی طرح یہ بھی آئین میں دیا گیا ہے کہ درمیان میں وقفہ کتنا ہو گا اور آپ نے سال میں اتنے دن اجلاس کرنا ہے۔ یہ تمام باتیں آئین میں لکھی ہوئی ہیں۔ پھر کیا ضرورت ہے کہ میرے فاضل اراکین حزب اختلاف نے اس کو ایک ہنسی مذاق اور تمسخر بنایا ہوا ہے۔ آئے دن requisition دے دی جاتی ہے' میں نے ایک دفعہ پہلے بھی کہا تھا کہ یہ بدنیتی پر مبنی ہے' malafide ہے۔ کوئی ایسے حالات نہیں ہوتے کہ آئے دن اپوزیشن کو یہ حق حاصل ہو کہ جس طرح میں نے مثال دی ہے کہ اسمبلیاں صدر توڑ سکتا ہے۔ آیا وہ بھی آئے دن توڑتا رہتا ہے ۔ نہیں' یہ دیکھنا پڑتا ہے کہ کون سے حالات ہیں تو جناب والا! کسی طریقہ کار کو مذاق بنا لیا جائے' یہ کوئی اچھی بات نہیں۔ اسی طرح سے جناب والا! اس بات پر بھی آؤں گا کہ پوائنٹ آف آرڈر ایک چیپٹر ہے' جس میں لکھا ہوا ہے کہ کون سے حالات اور واقعات ایسے ہیں جس پر پوائنٹ آف آرڈر ہوتا ہے لیکن میں یہ بھی گزارش کروں گا کہ یہاں بیک وقت آٹھ آٹھ دس دس فاضل اراکین اسمبلی ایک ہی لمحہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ وہ لمحہ پوائنٹ آف آرڈر کے لیے مناسب نہیں ہوتا اور میں بڑے احترام کے ساتھ اپنے بھائی رانا ثوکت محمود کی خدمت میں عرض کروں گا کہ خدا کے لیے کچھ کیجیے۔ یہاں پر آپ کی عزت کا ان کو خیال نہیں ہے۔ آپ بیٹھے ہوتے ہیں اور دس دس آدمی کھڑے ہو جاتے ہیں اور یہاں پر سارے ایوان کی توہین ہوتی ہے۔ کیوں کہ یہ ایک تماشا نظر آتا ہے' یہ ایک مسخرہ پن نظر آتا ہے کہ 12 یا 13 آدمی کھڑے ہو کر پوائنٹ آف آرڈر' پوائنٹ آف آرڈر کرتے ہیں۔(نعرہ ہائے تحسین) تو جناب والا! میری گزارش یہی ہے کہ یہ ایک اسمبلی ہے' ایک باوقار ادارہ ہے یہ ایک مقدس ہاؤس ہے اور اس کے لیے Rules of Procedure ہیں' ایک کتابچہ ہے اور اسے اس کے مطابق چلنا ہوتا ہے۔

جناب والا! میں یہاں پر یہ بھی گزارش کروں گا کہ باوقار ادارہ ایک گاڑی کی مانند ہے جس

کے دو پہیے آگے اور دو پیچھے ہیں۔ ایک پہیہ قائد ایوان ہے تو دوسرا پہیہ قائد حزب اختلاف ہے اور پچھلا پہیہ جو ہے ایک طرف منسٹر اور پارلیمانی سیکرٹری ہیں اور دوسری طرف حزب مخالف کے ارکان ہیں۔ باقی جو پرزے ہیں وہ حزب اقتدار کے باقی ماندہ ممبر اور حزب اختلاف کے باقی ماندہ ممبران ہیں۔ اس تمام مجموعے کا نام گاڑی کا ایک معزز ایوان ہے اور سپیکر اس کا ڈرائیور ہے۔ اس نے اس کو چلانا ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: **********

میاں منظور احمد موہل: سپیکر نے اس ایوان کو چلانا ہے۔ آپ دیکھیں اگر ایک پہیہ پنکچر ہو جاتا ہے' میں کلینر تو کیا اس جمہوریت کے لیے اس کا چپڑاسی بننے کے لیے تیار ہوں۔ اگر جمہوریت زندہ رہتی ہے تو میں اس کا خاکروب بھی بننے کے لیے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: نواب زادہ گل صاحب کے یہ الفاظ میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ وہ اپنی سیٹ سے بھی نہیں بول رہے ہیں اور یہ نہایت نامناسب بات ہے کہ وہ مقرر کی تقریر میں مخل بھی ہوتے ہیں اور وہ اپنی سیٹ پر بھی نہیں۔

میاں منظور احمد موہل: ڈرائیور کا مطلب ہے کہ انھوں نے اس ایوان کو چلانا ہے۔ nuisence میں بات نہیں کر رہا۔ جناب نے ہاؤس کو ڈرائیو کرنا ہے' چلانا ہے اس لیے میں یہ بات کہنا چاہوں ہوں۔۔

جناب سپیکر: میاں صاحب! میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آپ ضمنی بجٹ پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں ضمنی بجٹ پر بات کر رہا ہوں۔ میں نے بات کرنے سے پہلے ابتداء میں بات کی تھی اور میں اس سلسلے میں یہ مثالیں دے رہا ہوں۔ آئے دن جو صورت حال پیدا ہوتی ہے جس کا ہمیں سامنا کرنا پڑتا ہے۔ میں تو بڑے اچھے انداز میں کوشش کر رہا ہوں کہ آپ کے سامنے وضاحت کروں کیونکہ آپ نے ان حالات میں ایوان کو چلانا ہے۔ میں یہ بھی کہوں گا کہ ہمارا ایک پہیہ قائد ایوان کا بھی یہاں حاضری نہیں دیتا۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: وہ پہیہ پنکچر ہے۔

میاں منظور احمد موہل: وہ پنکچر ہے تو وزیر قانون stepney ہیں اور وہ اس کو چلانے کی کوشش

****(بحکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کیا گیا)

کرتے ہیں۔ اسی طرح دوسری طرف بھی جب دوسری stepney قائد ایوان نہیں ہوتے تو ڈپٹی قائد ایوان ہوتے ہیں۔ یہ گاڑی چل سکتی ہے لیکن اس کے چلانے کے طریقے ہیں۔

جناب سپیکر: میاں صاحب مجھے اس بات پر اعتراض ہے کہ آپ وزیر قانون کو stepney کہیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں تو اپنے الفاظ واپس لے لیتا ہوں لیکن میں تو اس لیے کہہ رہا تھا کہ وہ قائد ایوان کی جگہ ایوان کو handle کرتے ہیں اور کارروائی کو چلاتے ہیں۔

جناب سپیکر: آپ اصل موضوع کی طرف آئیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں گزارش یہی کر رہا ہوں کہ اس ایوان کو چلانا سپیکر کا کام ہے اور جن حالات میں آپ نے ایوان کو چلانا ہوتا ہے وہ بڑے صبر آزما ہیں۔ جب ہم قواعد انضباط کار کے مطابق کام نہیں کریں گے تو پھر جناب والا یہ ایوان نہیں چل سکتا۔ قطعاً نہیں چل سکتا۔ ہم سب کو بھی قواعد انضباط کار کے مطابق چلنا چاہیے تاکہ ہم اپنی اس گاڑی کو منزل مقصود تک پہنچا سکیں۔ کیونکہ اگر ملک میں جمہوریت رہتی ہے تو ہم سب قائم ہیں' ہمارا وجود قائم ہے۔ خدانخواستہ اگر جمہوریت کو کسی وجہ سے بھی گزند پہنچتی ہے تو پھر نہ یہ معزز ایوان رہے گا اور نہ ہم اس میں رہیں گے۔ پھر پچھتانے سے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ میں تو جناب والا! یہی کہوں گا کہ قدرت خدا کی دیکھیے کہ مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے اور آئی جے آئی اپوزیشن میں ہے۔ یہاں آئی جے آئی کی حکومت ہے اور پیپلز پارٹی اپوزیشن میں ہے۔ دونوں حکومتیں ہیں لیکن صورت حال یہ ہے کہ پنجابی میں ایک شعر عرض کروں گا۔

میاں اظہر حسن ڈار: جناب والا! ان کا اپنا کس جماعت سے تعلق ہے؟

میاں منظور احمد موہل: میں نے آپ کی باتیں صبر سے سنی ہیں۔ اگر آپ اس طرح کریں گے تو پھر میں بھی کسی کو تقریر نہیں کرنے دوں گا۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ ڈار صاحب! اپنی سیٹ پر تشریف رکھیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! میں اپنی بات اسی شعر پر ختم کرتا ہوں کہ:۔

چار دن سکھاں تے وی بادشاہی آئی سی
پر پی پی شراب انہاں ڈھلی وجائی سی

جناب عبدالقادر شاہین: جناب سپیکر! موہل صاحب نے اس ایوان کو گاڑی سے تشبیہ دی ہے۔

گاڑی کا تو کسی وقت بھی accident ہو سکتا ہے۔ لہذا میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس ایوان کے تقدس کا خیال رکھا جائے اور اسے گاڑی سے تشبیہہ نہ دی جائے۔

جناب سپیکر: جناب شاہ نواز چیمہ صاحب!

وزیر امداد باہمی: جناب والا! میرے معزز دوست نے اسمبلی کو گاڑی کہنے پر اعتراض کیا ہے اور یہ بھی فرمایا ہے کہ گاڑی کا تو حادثہ بھی ہو سکتا ہے۔ یہ بجا ہے' ہر ادارہ ایک گاڑی کی مانند ہوتا ہے۔ اس کے بھی پہیے ہوتے ہیں' کچھ پرزے ہوتے ہیں۔ اگر ہمارا رویہ' طرز عمل اور کردار یہی رہا تو اس اسمبلی میں بھی accident ہو سکتا ہے اور اسے توڑا جا سکتا ہے۔ ایسے حادثات ہوتے رہے ہیں اور اب ہونے کا خطرہ لاحق ہے۔ اس لیے ہمیں اپنے کردار کو درست کر لینا چاہیے ۔ اپنے رویے کو درست کر لینا چاہیے۔ اس گاڑی کا اگلے مہینے کہیں پھر حادثہ نہ ہو جائے۔

جناب سپیکر: شکریہ رانا صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

سید جاوید علی شاہ: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں رانا پھول محمد خان کی بات سے اتفاق کرتا ہوں کیونکہ کہتے ہیں کہ:۔

"تندرستی ہزار نعمت ہے' تنگ دستی نہ ہو اگر غالب"

مگر انھوں نے چونکہ پرزوں کی بات کی ہے جس کے پرزے درست نہ ہوں انھیں پرزوں کی صحت کا احساس ہوتا ہے اور انھوں نے اس بات کو جتنا سمجھا ہے میرے خیال میں اس سے بہتر کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

جناب سپیکر: جناب چودھری شاہ نواز چیمہ صاحب!

چودھری شاہ نواز چیمہ: (پنجابی) جناب سپیکر! میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں کہ مجھے پنجابی میں تقریر کرنے کی اجازت دی جائے۔ جناب سپیکر! ضمنی بجٹ جمہوری اصولوں اور آئین کی سراسر خلاف ورزی ہے۔ کیونکہ بجٹ اس لیے بنایا جاتا ہے کہ ہم نے مستقبل میں کام چلانا ہے۔ بجٹ کے مطابق اس نظام کو چلایا جاتا ہے۔ ہماری بد بختی یہ ہے کہ ہم ضمنی بجٹ پہلے پیش کرتے ہیں۔ کیونکہ ہم خرچ پہلے کر لیتے ہیں اس کے بعد ہم ضمنی بجٹ پیش کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انہیں منظور کیا جائے۔ جناب والا! اسمبلی ایک ایسے اعلیٰ گھر کی طرح ہے۔ جس نے اپنے نظم ونسق اور ہر چیز کو چلانا ہے۔ اس لیے یہ سب چیزیں پہلے ایوان میں زیر بحث لائی جانی چاہییں۔ اسے دیانت داری کے ساتھ ایمان

داری کے ساتھ دیکھا جائے کہ یہ گھر کس طرح ساتھ چل سکتا ہے۔ جناب سپیکر! اگر ہم پنجاب میں یہ سسٹم یہ رواج اختیار کریں تو پھر کوئی لاقانونیت نہ رہے۔ بجٹ سے ہی پتہ لگ جاتا ہے کہ آیا ہم پہلے اصول پر صحیح ہیں یا غلط ہیں۔ اگر ہم صحیح اصولوں کے ساتھ دیانت داری کے ساتھ اس گھر کو چلانا چاہیے تو پھر ایک مثالی گھر ہو گا۔ ایک مثالی فیملی ہو گی ہمیں کسی کا خوف نہیں ہوگا کسی بات کا ڈر نہیں ہوگا۔ جناب وہ قومیں ہمیشہ زندہ رہتی ہیں اور وہ ملک ہمیشہ زندہ رہتے ہیں وہ قومیں کبھی پیچھے نہیں جاتیں جن کا قول،فعل، عمل ایک ہو۔ جناب سپیکر! پتہ نہیں ہماری کیا غفلت ہے؟ کیا وجہ ہے کہ ہم لوگ زبانی کچھ کہتے ہیں عملاً کچھ ہوتا ہے۔ جناب والا! کوئی بھی چیز ہو اس کی لیاقت یا نالائقی کا تب پتہ چلتا ہے جب کسی نظام کے تابع ہو کر چلا جائے۔ جناب سپیکر! یہاں حالات اس طریقے سے خراب کیے جا رہے ہیں کہ جس کا اندازہ کوئی نہیں۔ جناب سپیکر! یہاں جو آدمی بھی آتا ہے وہ اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کی بجائے یہاں اس کا لہجہ اس طرح ہوتا ہے کہ صرف میں ہی حکم ران ہوں۔ میں ہی سب سے لائق ہوں میں ہی سب سے زیادہ قابل ہوں۔

جناب والا! یہ سوچ بچار ہم سب کو مل جل کر کرنی چاہیے اور اکٹھے بیٹھ کر کرنی چاہیے۔ اگر یہاں کوئی صحیح بات کر رہا ہے تو اسے سارے ایوان کی تائید حاصل ہونی چاہیے۔ یہ چیز ریکارڈ میں رہے گی اور آنے والی نسلوں کو پتہ لگے گا کہ یہ لوگ ایمان دار تھے جن کی خواہش تھی کہ اس صوبے کا نظم و نسق صحیح طریقے سے چلایا جائے۔ جناب سپیکر! خرچ ہم کسی بھی وجہ سے پہلے کر لیتے ہیں۔ بعد میں اپنے ضمیر کے خلاف، کسی دباؤ کی وجہ سے، کسی حالات کی وجہ سے، کسی مجبوری کی وجہ سے ہاتھ کھڑے کر کے اس بجٹ کو پاس کر دیتے ہیں۔ چاہے وہ غلط ہی کیوں نہ ہو۔

جناب سپیکر! یہ دیانت داری کے ساتھ ہونا چاہیے کہ اگر کوئی غلط چیز ہے تو اسے غلط کہا جائے۔ جناب سپیکر! یہ بات بھی روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ ان غلط باتوں کا کون سی طاقت فائدہ لے گی۔ جناب والا! لوگ پچھلے چالیس پچاس سال سے انصاف مانگتے چلے آ رہے ہیں لیکن ان کو انصاف نہیں مل سکا۔ 1947ء میں جناب سپیکر! پاکستان بنا۔ انہوں نے توقعات وابستہ کیں کہ یہ لوگ ہمیں انصاف دیں گے۔ لیکن ایک وقت آیا تو کسی وجہ سے جمہوریت کو چھین لیا گیا۔ لوگ بے چینی میں مبتلا ہوگئے اس کے بعد پھر ایک وقت آیا کہ ایک جنرل حکم ران آ گیا۔ اس کے گلے میں بھی اس لیے پھولوں کے ہار ڈالے گئے شاید وہ بھی ہمیں انصاف دے۔ جناب سپیکر! یہ ایک آخری موقع ہے۔

وہ لوگ پھر کھڑے ہو رہے ہیں اور میں اس چیز کی بھی نشان دہی کرتا ہوں۔ یہ طبقہ خود اپنا مقام بنائے گا۔ یہ سچائی کو تلاش کر رہا ہے۔ آج سچائی کو تلاش کرتے کرتے کئی لوگوں نے اپنی جانوں کے نذرانے دیے ہیں۔

جناب سپیکر! ہمیں یہ چاہیے کہ ہم سچائی کی بات کریں۔ حق کی بات کریں۔ ہم یہ نہ کریں کہ جو بات ہماری زبان سے نکل گئی اسے جائز یا ناجائز کسی بھی طریقے سے کیا جائے۔ جناب سپیکر! میں عرض کرنی چاہتا ہوں یہاں جتنے بھی نظام چل رہے ہیں یا تعلیم کا نظام چل رہا ہے۔ اس میں کوئی ٹیکنالوجی نہیں۔ اس ضمنی بجٹ میں کہیں نہیں بتایا گیا کہ ہم کوئی نئی ٹیکنالوجی لائے ہیں۔ میں نے یہ دیکھا ہے کہ دس لاکھ بچہ پنجاب میں میٹرک کا امتحان دیتا ہے جس میں سے ساڑھے پانچ لاکھ بچہ بے کار ہو جاتا ہے۔ جو بچہ میٹرک پاس کرتا ہے وہ بھی بے کار ہو جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ کوئی ٹیکنیکل سکول نہیں۔ جو بچہ میٹرک پاس کرتا ہے تو وہ کہتا ہے کہ میں کلرک ہو جاؤں تحصیل دار ہو جاؤں تھانے دار ہو جاؤں۔ آبادی بڑھتی جاتی ہے۔ اس ملک میں ضروری نہیں کہ ایک کسان کا بیٹا کسان ہو اور ضروری نہیں کہ لوہار کا بیٹا لوہار ہو۔ یہ ٹیکنالوجی تبدیل کی جائے تو پھر نہ کوئی ضمنی بجٹ دینے کی ضرورت ہوگی۔ جو بھی بجٹ دیا جائے گا وہ کامیاب ہو جائے گا۔ میں جناب والا! یہ کہتا ہوں کہ صرف تعلیم میں اس پر غور کیا جائے اور تعلیم کو اس معیار پر لایا جائے۔ اگر دس من لوہا لو تو اس لوہے کی ایک کار بنتی ہے۔ اس کی قیمت ہے 4 لاکھ روپیہ 5 لاکھ روپیہ یا دس لاکھ روپیہ۔ لیکن لوہے کی قیمت کتنی ہوگی۔ جناب سپیکر! ہمیں سوچ بچار کر کے یہ کرنا چاہیے کہ اس ملک کی ٹیکنالوجی تبدیل کی جائے تاکہ ہم گفتار کے غازی بن جائیں' تقاریر کریں اور نقص نکالیں۔ ہم کہتے ہیں کہ نقص وہ نکالنا چاہیے جو حقیقی طور پر نقص ہو۔ کوئی آدمی بے وقوف نہیں۔ کسی آدمی کو بے وقوف نہیں بنایا جا سکتا۔ جناب سپیکر! اس گھر کو یا اس نظام کو اگر چلانا ہے تو اس ملک کی اور اس صوبے کی ٹیکنالوجی تبدیل کی جانی چاہیے۔ جب تک ہم اس طرف توجہ نہیں دیں گے۔ ہماری قوم ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ ہم کسی غلط روش کے شکار نہ ہو جائیں۔ میں جناب کی توجہ اس طرف دلانی چاہتا ہوں کہ کچھ آدمی بات کچھ کرتے ہیں اور بات کچھ اور ہوتی ہے۔

جناب سپیکر! یہ ضمنی بجٹ سراسر غریب آدمیوں پر بوجھ ہوتا ہے۔ کیوں اگر اخراجات کسی اور جگہ پر لگا دیے جاتے ہیں۔ کہیں ناجائز چیزوں پر اخراجات کر دیے جاتے ہیں اور جب کوئی نظام

اپ سیٹ ہو جاتا ہے' کوئی کام اپ سیٹ ہو جاتا ہے تو کوئی غلط کام ہو جاتا ہے تو اس وقت آدمی سوچتا ہے کہ اس کا طریقہ کوئی اور اختیار کیا جائے۔ جناب سپیکر! میں اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر: راجہ محمد خالد خان صاحب!

راجہ محمد خالد خان: جناب والا! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ سب سے پہلے میں یہ عرض کروں گا کہ یہاں پہ کل بھی جناب قائد حزب اختلاف اور وزیر قانون نے اس ایوان کو اور اراکین کو معزز کہہ کر پکارا ہے۔ میرے خیال میں اس ایوان اور اراکین کو معزز کہہ کر طفل تسلی تو دے سکتے ہیں مگر اس ایوان سے باہر ہم عوام کو منہ نہیں دکھا سکتے۔ میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ اس " معزز" لفظ کو کارروائی سے حذف کر دیں اور آئندہ اس کو لکھنا ممنوع قرار دے دیں۔ جناب والا! یہ جو کچھ ہوا ہے یہ باعث ندامت ہے۔ اس لیے میں آپ سے گزارش کروں گا کہ اس لفظ کا بولنا اور کہنا بند کر دیں۔

اب میں اس طرف آتا ہوں کہ کل کی بحث میں نواب زادہ صاحب نے جو بحث فرمائی' میں اس امر کا اعتراف کرتا ہوں کہ نواب زادہ صاحب کا خاندانی پیشہ سیاست ہے۔ ان کی عقل و دانش بھی ایک مسلمہ امر ہے۔ اور ایک بڑے گھرانے میں پیدا ہوئے اور ایک اچھا ماحول میسر آنے کے سبب وہ اچھے پڑھے لکھے بھی ہیں اور معاشیات پر عبور بھی رکھتے ہیں۔ مگر ایک بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ وہ شہیدوں کے خون کے وارث کیسے ٹھہرے؟ وہ نواب زادہ یا نواب کہلاتے ہیں۔ میں ان سے پوچھنا چاہوں گا کہ یہ خطاب ان کو کس نے دیے تھے؟ اور قوم کی کس خدمت کے عوض یہ خطاب عطا کیا گیا تھا؟ پختگی کردار کی یہ حالت ہے کہ وہ آج بھی نواب یا نواب زادہ کہلانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔ قائد اعظم نے تقسیم ہند کے وقت ایسے تمام حضرات سے اپیل کی تھی کہ یہ خطابات انگریز کو واپس کر دیے جائیں۔ مگر میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ خطاب ان سے چمٹا رہا یا یہ خطاب سے چمٹے رہے۔ میں ان سے یہی ایک سوال کرنا چاہتا تھا۔

اب میں اس طرف آتا ہوں کہ آڈیٹر جنرل کی رپورٹ جو سلمان تاثیر صاحب نے یک طرفہ طور پر ایوان میں پیش کی ہے۔ تو میری یہ گزارش ہے کہ آئین کی رو سے پہلے پہلے وہ رپورٹ گورنر صاحب کو بھجوائی جاتی ہے پھر وہ اسمبلی میں ٹیبل کرنے کے لیے بھجواتے ہیں اور اسمبلی میں ٹیبل ہونے کے بعد یہ public document بنتا ہے۔ اس document کو پبلک اکاؤنٹ کمیٹی کے سپرد

کیا جاتا ہے تاکہ وہ اس کو sort out کر سکے۔ جناب والا! یہ رپورٹ ہرگز حتمی نہیں ہوا کرتی۔ یہ چارج شیٹ ہوا کرتی ہے اور اس چارج شیٹ پر پبلک اکاؤنٹس کمیٹی عدالت کے طور پر کام کرتے ہوئے اس محکمے کو مورد الزام ٹھہرایا جاتا ہے اور آڈیٹر جنرل کے نمائندے prosecutor کے طور پر کام کرتے ہیں اور میں چونکہ اس اکاؤنٹس کمیٹی سے متعلق ہوں اور میرا یہ تجربہ ہے کہ اس میں 90 فی صد پیرے settle یا drop ہوا کرتے ہیں اور باقی ماندہ مالی بے قاعدگیاں جب ثابت ہو جاتی ہیں تو متعلقہ اہلکار سے اس کی recovery ہوتی ہے اور اس کے خلاف انضباطی کارروائی بھی ہوتی ہے۔ اس کے minuts حکومت کو بھجوائے جاتے ہیں کہ اس سے recovery بھی کی جائے اور وہ زیادہ سے زیادہ ہوتی ہیں۔ جناب سلمان تاثیر نے تو ایسا کیا ہے کہ ایک آدمی ان کے پاس جاتا ہے کہ مجھے نواب زادہ غضنفر گل صاحب سے جان کا خطرہ ہے تو وہ صفائی دیے بغیر پھانسی کا حکم سنا دیتے ہیں۔ جیسے انھوں نے sort out ہونے سے پہلے ہی کہہ دیا ہے کہ مالی بے قاعدگیاں ہوئی ہیں۔ یہ تو ابھی تک Public Accounts Committee کے پاس جاتا ہے۔

جناب والا! ہر سال ہر محکمے کا audit conduct ہوتا ہے اور ایک محکمے کا آڈٹ مکمل ہونے میں تقریباً تین سال لگتے ہیں۔ تو وہ کیسے کہہ رہے ہیں کہ 89-1988ء کی رپورٹ پیش کرتے ہیں۔ تو انھوں نے یہ بڑی ڈھٹائی کے ساتھ ایسا کیا ہے۔ سلمان تاثر صاحب کو procedures کا پتا ہونا چاہیے۔ آڈیٹر جنرل 30 جون تک کی transaction کا آڈٹ تیار کرتا ہے اور اس کی رپورٹ بھجواتا ہے۔ انھوں نے کیسے یہ فرض کر لیا کہ نومبر 89-1988ء میں پنجاب حکومت نے اپنے خاص مفادات کے لیے خرچ کیے۔ تو میں ان کی اطلاع کے لیے عرض کرتا ہوں کہ آڈٹ رپورٹ 30 جون تک ہوا کرتا ہے۔ دوسرا ماہرین کی کمی کے باعث ہر محکمے کا 1/3 آڈٹ ہونے میں تین سال لگتے ہیں۔ یہ سراسر غلط ہے کہ انھوں نے یہاں 1989ء کے نگرز پیش کر دیے ہیں اور یہ بھی غلط ہے کہ صرف 25 فی صد آڈٹ ہوتا ہے۔ بعض محکموں مثلاً خوراک، ایجوکیشن، ہیلتھ اور foreign aided scheme کا سو فی صد آڈٹ ہوتا ہے اور اس کی رپورٹ پیش کی جاتی ہے۔ میں آخر میں ان سے یہ جاننا چاہوں گا' میری سمجھ میں یہ نہیں آتا اور میں حیران ہوں کہ یہ قانونی خلاف ورزی کرتے ہوئے سلمان تاثیر صاحب نے اس فلور پکھڑے ہو کے "ببانگِ دہل" یہ کہا ہے کہ "ہاں میں نے یہ رپورٹ چوری کی ہے" اور اب نہ جانے آڈیٹر جنرل صاحب کی طرف سے کیا توقف ہے کہ وہ چور کے خلاف مقدمہ درج نہیں کروا

رہے، چور کا ساتھی تو معلوم نہیں مگر چور تو سامنے ہے جو کہ چوری کا اعتراف کر رہا ہے اور Govt Secret Act کے تحت ابھی تک مقدمہ درج نہیں کرایا گیا۔ میں آپ کی وساطت سے آڈیٹر جنرل صاحب سے پنجاب حکومت کی جانب سے کہ وہ اسے move کرے کہ ان کے خلاف Govt Secret Act کو افشاء کرنے پہ مقدمہ درج کروایا جائے اور میں آخر میں اپنا ایک حق یہ بھی محفوظ رکھتا ہوں کہ breech of privilege کو move کرنے کا میرا حق محفوظ ہوگا۔ وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب سپیکر: جناب احمد بخش تھیم صاحب تشریف رکھتے ہیں، ان کا نام میرے پاس آیا ہے۔ قبل اس کے کہ آپ اپنی تقریر شروع کریں، میں کچھ کہنا چاہوں گا۔ قائد حزب اختلاف تشریف رکھتے ہیں۔ آپ اور وزیر قانون صاحب سے کہوں گا کہ کل ضمنی میزانیہ پر ووٹنگ ہے۔ تو آپ کن کن معاملات کو چاہیں گے کہ زیر بحث لائے جائیں۔ اس کے لیے آپ میرے ساتھ رابطہ کرلیں، میرے چیمبر میں ابھی تھوڑی دیر کے بعد مجھ سے مل لیں۔ وصی ظفر صاحب جن کو مناسب سمجھیں اپنے ہمراہ لے آئیں اور وزیر قانون بھی ایسا کرلیں تاکہ اس پہ فیصلہ ہو جائے کہ کل کن کن معاملات کو زیر بحث لانا ہے، کلوٹین کے بارے میں بھی طریقہ کار طے کر لیا جائے۔ نواب زادہ غضنفر علی گل صاحب نے کل ایک معاملہ point out کیا تھا کہ جمعرات کا دن پرائیویٹ ممبر ڈے کے لیے رکھا گیا ہے اور اس میں وقفہ سوالات نہیں ہوگا۔ اس سلسلے میں، میں نے کل ایک بات کی تھی، وہ مناسب سمجھیں تو میرے ساتھ رابطہ کرلیں تاکہ ہم اس مسئلے کو سلجھا سکیں۔ جناب احمد بخش تھیم صاحب! آپ کچھ اظہار خیال فرمانا چاہتے ہیں؟

جناب احمد بخش تھیم: جناب والا! میں یہ دریافت کرنا چاہوں گا کہ ضمنی بجٹ پہ علیحدہ تقریر ہوگی اور بجٹ پہ علیحدہ ہوگی؟

جناب سپیکر: جی ہاں، علیحدہ علیحدہ ہوگی۔

جناب احمد بخش تھیم: جناب والا! میں تو بجٹ پہ بولنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: آپ ضمنی بجٹ پہ بات نہیں کرنا چاہتے بلکہ بجٹ پہ بولنا چاہتے ہیں تو ٹھیک ہے۔ تو میں راجہ محمد صفدر صاحب کو دعوت دیتا ہوں۔

جناب راجہ صفدر حسین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے

خیالات کے اظہار کا موقع دیا۔ کل اس ہاؤس میں جس انداز سے جمہوریت کا سربلند کیا گیا میں اس پر آپ کو، جناب قائد حزب اختلاف کو اور جناب ڈپٹی سپیکر صاحب کو مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ جناب والا! کل کی اس بات سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ جمہوری نظام ہی وہ نظام ہے جس میں افہام و تفہیم کے ساتھ اختلافات کو حل کیا جا سکتا ہے۔ جناب والا! آپ نے کل جو کچھ ارشاد فرمایا اس ملک میں ایک ایسا خوف کا اظہار کیا جا رہا ہے اور بدقسمتی سے سب سے پہلے عوامی نمائندے اس کا شکار ہیں۔ روز یہ شور مچتا ہے کہ تیسری طاقت آ جائے گی، مارشل لاء لگ جائے گا، اس ملک میں ایک مخصوص گروہ جمہوریت کو ختم کرنے کے لیے ایک سازش کے تحت اس نظریے کو فروغ دے رہا ہے۔ جناب والا! مارشل لاء یا تیسری طاقت اس ملک کے مسائل کا حل ہوتی تو اس ملک میں 42 سال کے اندر 25 سال تک مارشل لاء رہا۔ اگر مارشل لاء مسائل کا حل ہوتا تو ان 25 سالوں میں لوگوں کے مسائل حل ہو جاتے ۔ یہ حقیقت ہے کہ ہمارا ایک سیاسی کاز (cause) ہے کہ کمزور سے کمزور جمہوریت بھی مارشل لاء سے بہتر ہوتی ہے۔

(اس مرحلے پر جناب چیئرمین کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب والا! ہم نے مارشل لاء کے دور میں حکومت کے پلیٹ فارم سے اس بات کا اظہار کیا اور برملا مارشل لاء حکام کی موجودگی میں یہ بات کہی کہ کمزور سے کمزور جمہوریت مارشل لاء سے بہتر ہوتی ہے لیکن یہ بدقسمتی سے آج وہ سیاسی مفکرین اور مدبر، وہ سیاسی لوگ جو اسمبلیوں کے اندر بیٹھے ہوئے ہیں، یہ انتہائی شرم کی بات ہے کہ وہ بھی اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ کوئی تیسری طاقت آ جائے گی۔ حالانکہ اس ملک میں آئین موجود ہے یہاں پر ابھی ایک وزیر صاحب نے فرمایا کہ جناب جو کچھ اسمبلی میں ہو رہا ہے اس سے خطرہ ہے کہ کوئی تیسری طاقت مداخلت کرے گی۔ جناب والا! آئین کے اندر، رولز آف پروسیجر کے اندر ہر چیز موجود ہے کہ اگر کوئی معزز ممبر، کوئی وزیر، وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم بھی کوئی غیر قانونی کام کرتے ہیں تو آئین میں یہ موجود ہے کہ اس بات کو حل کرنے کا کیا طریقہ کار ہونا چاہیے۔ آج آپ کے سامنے عدالتوں میں حکومت کے خلاف رٹ پٹیشن ہو رہے ہیں، ریفرنسز ہو رہے ہیں اور آج اس بات پر ایک وزیر نے استعفیٰ دے دیا ہے۔ انھوں نے سپیکر کے خلاف ریفرنس دیا ہے اور وزارت کو چھوڑ دیا ہے لیکن وہ اپنے قانونی حق سے دستبردار نہیں ہوئے۔ جناب والا! یہ جمہوریت ہے اور جمہوریت کے ثمر ہیں۔ یہ کیوں نہیں کہا جاتا کہ اگر اس انداز میں جمہوریت کو چلنے

دیا گیا تو ان شاء اللہ وہ دن دور نہیں جب جمہوریت کا پودا تناور درخت بن کر اس ملک میں اس عوام کے سامنے آنے کا اور عوام اپنے حقوق سے بہرہ ور ہوں گے۔ بار بار یہ کہنا کہ تیسری طاقت مداخلت کرے گی، میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس طاقت کو دعوت دینے کے مترادف ہے۔ فوج بھی آئین کی پابند ہے، جب ملک میں امن عامہ کی صورت حال پیدا ہوتی ہے تو اس وقت فوج کو بلایا جاتا ہے یہ ان کی آئینی ذمہ داری ہے۔ وہ ایک گارڈ کی حیثیت رکھتے ہیں کہ جب حکومت ان کو طلب کرتی ہے تو ان کا یہ فرض ہے کہ وہ ملک میں امن عامہ کی صورت حال کو بہتر بنائیں۔ اس کے بعد بیرکوں میں واپس چلے جائیں۔ کسی بھی گارڈ کو یہ حق نہیں دیا جا سکتا کہ وہ قابض ہو کر اس گھر پہ حکمران بن جائیں جس کا وہ گارڈ ہوتا ہے۔ جناب والا! میں اپنے دوستوں سے گزارش کروں گا کہ جو پراپیگنڈہ اور خوف عوام کے ذہنوں پہ طارق ہے ہمیں اس کی تائید کرنے کی بجائے اس پراپیگنڈے کو زائل کرنا چاہیے اور لوگوں کو بتانا چاہیے کہ اس ملک کے مسائل کا حل صرف اور صرف جمہوریت میں ہے۔ جناب والا! یہ جمہوریت کی وجہ سے ہی ہے کہ آج ہم یہاں پر کھڑے ہو کر وزیراعلیٰ کی ذات کو ہدف تنقید بناتے ہیں، قومی اسمبلی میں وزیر اعظم کی ذات پر الزامات لگائے جاتے ہیں۔ ایسا مارشل لاء دور میں کبھی نہیں ہوا۔ آج ہارس اینڈ ٹریڈنگ کی بات ہوتی ہے، آج عوامی نمائندوں کو بدنام کرنے کے لیے کہا جاتا ہے کہ ممبران بکتے ہیں، حالانکہ مارشل لاء کے دور میں اس سے کہیں زیادہ corruption ہو چکی ہے۔ آپ شیر پاؤ پل سے نیچے اتریں، دائیں ہاتھ کے جتنے بھی پلاٹ ہیں لاہور کے شہری اسے جرنیل پورہ کہتے ہیں اور ایک جرنیل نے لوگوں کی حاصل کرنے کے لیے وہ پلاٹ ان میں تقسیم کیے اور یہ جمہوریت کی ہی وجہ ہے کہ آج ہم اس پہ تنقید کرتے ہیں، عدالتوں میں جاتے ہیں۔ لیکن اس دور میں کسی کو اتنی جرأت بھی نہیں ہوتی تھی کہ ان کی نشان دہی کرتے، ان سے پوچھ سکتے کہ جناب یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ جناب والا! چونکہ میں یہ بات کرنا ضروری سمجھتا تھا۔ اب میں انھیں گزارشات کے ساتھ بجٹ کی طرف آؤں گا۔

جناب والا! جس طرح چیمہ صاحب نے فرمایا کہ بجٹ پہلے بنتا ہے۔ ہاؤس سے اس کی منظوری لی جاتی ہے، اس کے بعد اس کو خرچ کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ عجیب مذاق ہے کہ مالی سال کے اختتام پر یہاں ضمنی بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ اور وہ خرچے کرنے کے بعد، وہ غیر ضروری خرچے کرنے کے بعد آج ایوان سے اس کی منظوری کی توقع کی جاتی ہے اور اس بجٹ میں صرف ایک بات

کا رونا رویا گیا ہے کہ جناب وفاقی حکومت ہمیں امداد نہیں دے رہی' وفاقی حکومت ہمارے ساتھ بڑا ظلم کر رہی ہے ۔ اورظلم کیا کر رہی ہے؟ جتنا قرض ہم نے ان سے مانگا تھا وہ ہمیں نہیں دیا گیا۔ انھوں نے اس بجٹ میں جو اعداد و شمار دیے تھے ' اس میں وفاقی حکومت سے متوقع آمدنی 411 کروڑ روپے بجٹ میں شامل کی گئی ہے اور یہ رونا رویا گیا ہے کہ جناب وہ 411 کروڑ روپے ہمیں نہیں دیے گئے ' بلکہ ہمیں 332 کروڑ 97 لاکھ روپے دیے گئے ہیں۔ جناب والا! یہ گرانٹ دینا وفاقی حکومت کی ذمہ داری نہیں۔ یا یہ ضروری نہیں کہ وفاقی حکومت یہ گرانٹ دے۔ اسے non-obligatory grant کہا جاتا ہے۔ ہمیں اپنے وسائل کے اندر رہنا چاہیے۔ جیسا کہ سلمان تاثیر صاحب نے فرمایا تھا کہ 1982ء سے پہلے ہمارا بجٹ سرپلس ہوا کرتا تھا اور ہمیں ان حقائق کو ' ان وجوہات کو تلاش کرنا چاہیے جن کی وجہ سے یہ صوبہ خسارے میں چلا گیا ہے۔ نہ کہ ہمیں وفاقی حکومت کو ہدف تنقید بنانا چاہیے۔ یہ انتہائی تعجب کی بات ہے ' جب یہ کہا جاتا ہے کہ شمال کے حالات خراب ہیں' جنوب کے حالات خراب ہیں' کشمیر میں حریت پسندوں کا جذبہ ایمانی بھڑک اٹھا ہے اور پنجاب پر اس کے اثرات مرتب ہوگئے ہیں۔ تو میرے بھائی! کیا ملک پر اس کے اثرات مرتب نہیں ہوئے؟ کیا وفاقی حکومت کی fund collection میں کمی نہیں ہوئی؟ اگر ان تمام حالات کا پنجاب پر اثر پڑا ہے تو کیا ان کا پاکستان پر اثر نہیں پڑا؟ اور ان حالات کے پیش نظر جتنی خیرات آپ نے مانگی ہے وہ اگر وفاقی حکومت نہیں دے سکی تو اسے مورد الزام نہیں ٹھہرانا چاہیے۔ میرے دوست! یہ بات کہ اتنا قرض نہیں دیا گیا اور اس توقع پہ کہ ہمیں اتنا قرض ملے گا اور ہم اپنا بجٹ چلائیں گے اس پر میں صرف ایک ہی بات کہوں گا کہ ۔

قرض کی پیتے تھے مے اور سمجھتے تھے کہ ہاں
رنگ لائے گی ہماری فاقہ مستی ایک دن

اگر ملک کے حالات ٹھیک نہیں ہیں اور اتنی آمدن نہیں ہوسکتی تو یہ پہلے سوچنا چاہیے تھا کہ ہمیں بھی اپنے اخراجات کم کرنے چاہییں۔ ہمیں مغل بادشاہوں کی طرح جا کے لوگوں کو بیس بیس لاکھ ' دس دس لاکھ اور تین تین لاکھ کے چیک اس طرح تقسیم نہیں کرنے چاہییں۔ وہی رقم جو جرنیلوں کو چیک کے ذریعے دی گئیں' ان رقوم سے بھی بجٹ کے خسارے کو کم کیا جا سکتا تھا اور وفاقی حکومت کو الزام دینے کی بجائے اگر یہ خرچے نہ کیے جاتے تو زیادہ بہتر ہوتا۔ اب چونکہ آپ بار بار گھنٹیاں بجا

رہے ہیں۔ حالانکہ یہ بات طے ہوئی تھی کہ ہر مقرر کو دس منٹ دیے جائیں گے۔

جناب چیئرمین: آپ کو پندرہ منٹ ہو گئے ہیں۔ میں نے آپ کو پانچ منٹ زیادہ دیے ہیں۔

راجہ صفدر حسین: آپ ٹیپ چلا کے ٹائم کر لیں، پندرہ منٹ نہیں ہوئے۔

جناب چیئرمین: آپ اپنی بات ایک منٹ میں ختم کر لیں۔

راجہ صفدر حسین: جناب والا! وفاقی حکومت نے ہر وہ امداد دی ہے، جو اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے وہ دے سکتی تھی۔ اگر پنجاب حکومت اپنی شاہ خرچیوں کی وجہ سے، اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے اپنا گزارہ نہیں کر سکتی تو ان کو یہ سوچنا چاہیے کہ اپنے اخراجات کم کریں۔ وفاقی حکومت کی طرف اتنی آس امید نہ لگائے۔ یہ ان کی ذمہ داری نہیں کہ ان کی عیاشی کا فنڈ ان کو مہیا کیا جائے۔ انھوں نے اپنی طرف سے ہر ممکن کوشش کی ہے۔ آخر میں صرف اتنا کہوں گا:

ہم مر بھی گئے، مر کے ہوئے خاک بھی لیکن
ظالم یہی کہتا رہا وفا کچھ اور بھی ہے

شکریہ۔

جناب چیئرمین: جناب قربان علی چوہان صاحب۔

جناب قربان علی چوہان: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے ضمنی بجٹ پر خیال آرائی کا موقع دیا۔ مگر یہاں پر تھوڑا سا ابہام ہو گیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ یہ بجٹ تقریر ہے۔ دوستوں سے پوچھا اور سپیکر صاحب نے بھی فرمایا کہ یہ ضمنی بجٹ پر تقریر ہے۔ بہرحال، اگر سہواً کوئی ایسی بات نکل جائے جو بجٹ سے متعلقہ ہو تو میں سمجھتا ہوں کہ آپ مجھے معاف فرمائیں گے۔

جناب والا! ہم نے وزیر خزانہ صاحب کی بجٹ تقریر سنی۔ لفاظی اور تقریر کے لحاظ سے تو بجٹ تقریر ماشاء اللہ بہت اچھی تقریر تھی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ تقریر وزیر خزانہ کی لکھی ہوئی نہیں تھی بلکہ نوکر شاہی کے کسی شاہکار کی لکھی ہوئی تھی۔ جس میں حقائق کو کچھ اس طرح چھپانے کی کوشش کی گئی ہے کہ قوم کو اعداد و شمار کے بھنور میں ڈال کر اور ساتھ شعروں کی جھنکار شامل کر کے اس معزز ایوان میں پیش کیا گیا ہے۔ یہ ایک حقیقت ہے اور میں ذاتی طور پر بھی جانتا ہوں کہ جناب وزیر خزانہ ایک شریف النفس آدمی ہیں۔ بااصول، با اخلاق اور خاندانی آدمی ہیں۔ وہ حقائق کو منظر

عام پر لانے کے عادی ہیں' حقائق کو چھپانے کے عادی نہیں۔ جناب والا! جس مکارانہ انداز میں حقائق کو اعداد و شمار میں چھپا کر پیش کیا گیا ہے' میں سمجھتا ہوں کہ عام آدمی بجٹ کو سمجھنے سے قاصر ہے۔ جناب والا! میں آپ کی توجہ صرف وائٹ پیپر کے ٹیبل نمبر 6 کی طرف مبذول کراؤں گا۔ اس ٹیبل میں جو وضاحت دی گئی ہے' میرا خیال ہے کہ عام آدمی اسے سمجھنے سے قاصر ہے کہ یہ اخراجات کہاں کیے گئے ہیں۔ کس مد میں کیے گئے اور کس مقصد پر کیے گئے۔ priority پروگرام 18 کروڑ روپے' ایم کے ڈی اے 2.50 کروڑ روپے' چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی 0.72 کروڑ' ڈیرہ غازی خان ڈویلپمنٹ اتھارٹی پانچ کروڑ روپے' بہاول پور ڈویلپمنٹ اتھارٹی دو کروڑ روپے' راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی دو کروڑ روپے' سپیشل پروگرام فار ایجوکیشن اینڈ لوکل ڈویلپمنٹ 98.58 کروڑ روپے تو یہ رقم تقریباً 129.70 کروڑ روپے بنتی ہے۔ تو اتنی بڑی خطیر رقم کا آپ نے جو گوشوارہ پیش کیا اس میں یہ بھی نہیں بتایا' یہ پچھلے سال کے بجٹ میں تو رکھی گئی تھی مگر اب جہاں پہ اخراجات اٹھانے تھے ان اخراجات کا وجود ہی نہیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ جب کسی رقم کو دکھایا ہی نہیں گیا۔ تو عام آدمی کس طرح سمجھے گا کہ یہ کہاں پہ خرچ ہوئی اور کس مقصد پر خرچ ہوئی۔

جناب والا! اس کے علاوہ وزیر خزانہ صاحب نے اپنی تقریر میں بار بار فرمایا ہے کہ جتنی چادر ہو اتنے پاؤں پھیلانے چاہییں۔ تو میں بھی سمجھتا ہوں کہ واقعتاً یہ ایک اصول ہے کہ جتنی چادر ہو اتنے ہی پاؤں پھیلانے چاہییں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر اس اصول پر عمل کیا جائے اور دیانت داری سے عمل کیا جائے تو " خسارے" کا لفظ درمیان میں نہیں آنا چاہیے۔ چاہیے تو یہ کہ ہمیں جو حالات میسر ہیں' جو ذرائع میسر ہیں' جو ہمارے پاس اثاثے میسر ہیں اس میں رہ کر گزارہ کیا جائے۔ یہ نہ ہو کہ ہمارے پاس 25 ارب روپے ہوں اور ہم 30 ارب روپے خرچ کرلیں۔ یہ دانش مندی نہیں ہے۔ بجٹ تقریر میں وزیر خزانہ نے فرمایا کہ ہم نے ان حالات میں گزارہ کر کے ایک بڑی مہم سر کی ہے۔ انھوں نے مزید فرمایا کہ ہم نے بہت سی منازل طے کیں ہیں' جناب وزیر اعلیٰ کی قیادت میں ہم نے بڑی دانش مندی سے یہ منازل طے کیں ہیں۔ جناب والا! میری یہ گزارش ہے کہ ان اصولوں کو اسی طرح قائم رہنا چاہیے اور جیسے حالات میسر ہوں ان میں گزارہ کرنا چاہیے۔ ہم پھر اس کو اچھائی گردانیں گے۔ جناب والا! میں ایک مسئلے کی طرف آپ کی توجہ مبذول کراتا ہوں کہ پچھلے سال بجٹ میں بھی امن و امان کے لیے ایک خطیر رکھی گئی تھی اور پچھلے سال ہماری پولیس میں جتنے اہل کار کام کر رہے تھے آپ ذرا اندازہ

فرمائیں کہ پنجاب کے کل 29 ضلعے ہیں جبکہ پچھلے بجٹ میں 53 ایس پی تھے جن کو تنخواہ ملتی رہی ہے۔ آپ اندازہ فرمائیں کہ ضلعے تو 29 ہیں لیکن ایس پی 53 ہیں۔ اس طرح ڈی ایس پی 193 ہیں اور اے ایس پی 35 ہیں۔ انسپکٹر 656 ' سارجنٹ 57' ایس آئی 2480 ' اے ایس آئی 4457 ' ہیڈ کانسٹیبل 6457 اور کانسٹیبل 43139 ہیں۔ جناب والا! ان کے لیے' امن و امان کے لیے پچھلے سال 2 ارب روپے سے زاید رقم رکھی گئی تھی۔ اس کے علاوہ وزیر اعلیٰ کے ذاتی فنڈ سے بھی اس مد میں بہت زیادہ رقم خرچ ہو رہی ہے۔ لیکن جناب والا! آپ امن و امان کی حالت دیکھیں' اس وقت پنجاب میں کوئی آدمی بھی اپنے آپ کو محفوظ نہیں سمجھتا۔ چوری' ڈاکے' قتل' زیادتیاں ہو رہی ہیں یہ سب آپ سے کوئی ڈھکی چھپی نہیں ہیں۔ ہم امن و امان کی صورت حال پر اتنی بڑی رقم خرچ کر رہے ہیں لیکن امن و امان کی صورت حال یہ ہے کہ یہاں پر وزیر اعلیٰ بھی بے بس ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ چند دن پہلے وزیر اعلیٰ نے خود تسلیم کیا تھا کہ حالات ہمارے قابو میں نہیں ہیں۔ ہمیں اس چیز پر غور کرنا چاہیے کہ ہم اتنی خطیر رقم ان مدوں پر خرچ کرتے ہیں مگر اس کا حاصل یہ ہے کہ حالات پہلے سے بھی زیادہ خراب ہو گئے ہیں۔ وہ کون سی وجوہات ہیں کہ جن کی بدولت یہ حالات پیدا ہوئے ہیں۔ جناب والا! آپ بھی میرے ساتھ اتفاق کریں گے کہ یہ مدیں ' یہ سب کی سب بطور سیاسی رشوت استعمال ہو رہا ہے' ان کا غلط استعمال ہو رہا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ فوج ظفر موج جو بھرتی کی گئی ہے یہ سب لوگوں کو نوازنے کے لیے بھرتی کی گئی ہے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں اپنے طریقہ کو بدلنا چاہیے۔ جناب والا! میں انتہائی احترام سے آپ کا ایک مرتبہ پھر شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے تقریر کرنے کا موقع دیا اور میں توقع کرتا ہوں کہ آپ مجھے بجٹ کے موقع پر بھی وقت دیں گے۔

جناب چیئرمین: جناب پروفیسر محمد احمد صاحب!

راجہ صفدر حسین: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ایوان میں کورم نہیں ہے۔

جناب چیئرمین: گنتی کی جائے' گنتی کی گئی۔ کورم نہیں ہے۔ ایوان پانچ منٹ کے لیے adjourn کیا جاتا ہے۔ پانچ منٹ کے لیے گھنٹیاں بجائی جائیں۔

راجہ صفدر حسین: جناب سپیکر! مجھے معلوم نہیں تھا کہ اپوزیشن میں اور حزب اقتدار میں کوئی معاہدہ طے پایا ہوا ہے۔ اس لیے میں اپنا مطالبہ واپس لیتا ہوں۔

جناب چیئرمین: ٹھیک ہے' جی پروفیسر محمد احمد صاحب!

پروفیسر محمد احمد: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! جیسا کہ یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ پاکستان اللہ تعالیٰ کا ایک نایاب تحفہ ہے۔ ہمارے بزرگوں کی کوششوں اور ان کی قربانیوں سے ہمیں یہ خطہ ارض ملا۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! جب ہاؤس میں کورم کا مسئلہ اٹھایا جائے اور جس نے یہ مسئلہ اٹھایا ہو پھر اس کے بس کی بات نہیں ہوتی کہ وہ یہ کہے کہ میں اپنا پوائنٹ آف آرڈر واپس لیتا ہوں۔ پھر کورم کے سلسلے میں پوری کارروائی کرنا پڑتی ہے اور گھنٹیاں بجانی پڑتی ہیں۔ یہ نہیں ہے کہ وہ کہے کہ جناب میں نے اپنا مطالبہ واپس لے لیا اور ایوان کی کارروائی شروع ہو جائے۔ پانچ منٹ گھنٹیاں بجتی ہیں، پھر گنتی ہوتی ہے اور گنتی کے بعد ہاؤس کی کارروائی ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین: یہ آپ کی بات درست ہے لیکن یہ ایک معاہدہ تھا جس کے ہم نے دوبارہ کارروائی شروع کی ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! جہاں تک قانون کا تعلق ہے تو میرے دوست نے درست فرمایا ہے۔ میرا یہ خیال ہے کہ وزیر قانون اور قائد حزب اختلاف کے درمیان یہ معاہدہ ہوا ہو گا کہ جب اپوزیشن کی طرف سے کوئی تقریر کرے، کورم ہو یا نہ ہو وہ تقریر جاری رہے۔ جب کوئی آئی جے آئی کی طرف سے معزز رکن تقریر کر رہا ہو تو پھر ایسا نہیں۔ میرے خیال میں ہمارے وزیر قانون کی یہ کمزوری ہے۔ اگر آئندہ یہ اس قسم کے معاہدے کرتے رہے تو ہم ان کے معاہدوں کے بھی پابند نہیں ہوں گے۔ اب جبکہ یہ کورم کا مسئلہ اٹھایا جا چکا ہے تو پھر گھنٹیاں بجائی جائیں اور اگر کورم نہیں ہے تو پھر کارروائی آگے نہ کی جائے۔ یہی اصول ہے۔ ہم وزیر قانون کے ایسے معاہدوں کے قطعی پابند نہیں ۔ میں آئی جے آئی کا رکن ہونے کی وجہ سے عرض کرتا ہوں کہ اس قسم کے معاہدے قطعاً برداشت نہیں۔ لہذا گھنٹیاں بجائیں۔

جناب چیئرمین: وزیر قانون کیا فرماتے ہیں؟

وزیر قانون: جناب والا! میں اپنے بھائی اعظم چیمہ صاحب کے ساتھ اتفاق کرتا ہوں لیکن ساتھ ہی میری یہ گزارش ہے کہ آج ضمنی بجٹ پر بحث کا آخری دن ہے اور جو صورت حال اس وقت ایوان میں نظر آ رہی ہے اس میں معزز اراکین حزب اختلاف کے پاس اس فورم کے علاوہ کوئی دوسرا فورم نہیں ہوتا کہ وہ اپنا اظہار خیال کر سکیں۔ اور ہماری ہمیشہ یہ خواہش رہی ہے کہ ان کو زیادہ سے زیادہ

وقت دیا جائے تاکہ وہ اپنا اظہار خیال کر سکیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہمیں رولز کی پاس داری کرنی چاہیے اور آپس میں جو ہمارا معاہدہ ہوتا ہے اس کا بھی ہمیں احساس کرنا چاہیے۔ مگر اب اس طریقے سے کچھ کیا گیا تو شاید ہمارے اپوزیشن کے بھائیوں کو اپنی تقاریر کرنے کا موقع نہ مل سکے اس سے یہ تاثر پیدا ہونے کا احتمال ہے کہ ہم شاید ان کی نکتہ چینی ' اعتراضات سننے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ تو میں نہایت ادب سے اپنے بھائی اعظم چیمہ صاحب اور میاں منظور احمد موہل صاحب کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اگر کوئی اعتراض نہ کرے تو تب ہاؤس کی کارروائی چل سکتی ہے۔ اگر کوئی صاحب اعتراض کریں تو کارروائی نہیں چل سکتی۔ چونکہ ہمارے اپنے بھائی ہی بول رہے ہیں اور پھر اپوزیشن کے کافی سارے دوست بولنا چاہتے ہیں ۔ جو لوگ اس سیشن میں نہیں بول سکیں گے وہ جنرل بجٹ کی بحث میں حصہ لینا چاہیں گے۔ تو میں یہ گزارش کروں گا کہ ایوان کی کارروائی کو چلنا چاہیے اور آئندہ کے لیے میں قائد حزب اختلاف سے پر زور گزارش کروں گا کہ مہربانی کر کے حزب اختلاف کے معزز اراکین کو یہ ہدایت فرمائیں کہ اس قسم کا اعتراض کرنے سے پہلے ان سے پوچھ لیا کریں کہ آپ نے کوئی اس قسم کا معاہدہ تو نہیں کیا ہوا۔ شکریہ۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! میں نے عرض کیا تھا کہ جہاں تک رولز کا تعلق ہے اس میں واپس لینے کی کوئی provision موجود نہیں لیکن سپیکر صاحب کا حکم سر آنکھوں پر ہے۔ اس میں میری ایک گزارش ہے کہ قائد حزب اختلاف فلور پر کھڑے ہو کر یہ مہربانی فرمائیں اور اس بات کی وضاحت کر دیں کہ آئندہ وزیر قانون اور اپوزیشن کے درمیان جو معاہدہ ہو گا اس کی آئندہ honour ہوگی اور اس کے مطابق یہ دونوں فریقین چلیں گے تو پھر اجلاس چلنے دیں۔ قائد حزب اختلاف یہاں تشریف فرما ہیں وہ اس بات کی وضاحت کریں۔

جناب چیئرمین: قائد حزب اختلاف اس مسئلے پر کچھ کہنا پسند کریں گے؟

رانا شوکت محمود (قائد حزب اختلاف): جناب والا! جیسا کہ وزیر قانون صاحب نے فرمایا ہے کہ یہ ضمنی بجٹ ہے اور ہم ایک ٹائم شیڈول کے مطابق اس پر عمل کر رہے ہیں تو دوستوں کو یہی پتا تھا کہ آج اس پر اتنی کارروائی ہونی ہے کہ تقاریر ہو رہی ہیں اس لیے کچھ دوست اٹھ کر چلے گئے۔ کورم تو صبح بھرپور تھا اور ممبران یہیں ہیں۔ گھنٹیاں بجانے سے وقت ضائع ہو جائے گا اور جو وقت ہم نے بجٹ کے لیے رکھا ہوا ہے وہ ختم ہو جائے گا۔ پھر تقاریر نہیں ہو سکیں گی اور اس کے لیے ہمیں پھر

مشکل آ جائے گی۔ میرا خیال یہی ہے کہ ہم اپنے دوستوں سے درخواست کریں کہ آج اس اعتراض کو پس پشت ڈال دیں اور ایوان کی کارروائی کو جاری رہنے دیں۔ ہم نے کبھی بھی ایسی بات نہیں کی کہ کوئی اس قسم کی آپس میں طے کریں جس سے اس ایوان کے وقار میں کمی آتی ہو یا ہم قوانین کو تبدیل کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ایک ایسی مصلحت تھی جس میں سب کا بھلا تھا۔ تو میں جناب اعظم چیمہ صاحب سے اور دوسرے دوستوں سے یہی گزارش کروں گا کہ وہ اس اعتراض پر مزید زور نہ دیں۔

جناب چیئرمین: شکریہ' جناب پروفیسر محمد احمد صاحب!

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! معلوم نہیں کہ معاہدہ کیا ہوا کیا نہیں ہوا۔ مسئلہ یہ ہے کہ اس ہاؤس میں پوائنٹ آف آرڈر کے ذریعے کورم کی طرف توجہ دلائی۔ اس سلسلے میں رول 182 بالکل واضح ہے۔جب آپ نے نشان دہی کر دی کہ کورم نہیں' جب گھنٹیاں بجائی گئیں تو اس کے بعد جناب والا! اس اعتراض کو واپس نہیں لیا جا سکتا اور کورم پورا کرنا ضروری ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم یہاں پر ایک غلط روایت نہ پیدا کر دیں ۔ جس طرح میرے بھائی اعظم چیمہ صاحب نے بات کی ہے وہ بالکل معقول ہے۔ اگر کورم اب پورا ہوتا ہے تو پھر کارروائی جاری ہو گی ورنہ نہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین: گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلے پر گھنٹیاں بجنی شروع ہو گئیں)

جناب چیئرمین: اب گنتی کریں۔

(اس مرحلے پر گنتی کی گئی)

جناب چیئرمین: کورم پورا ہے۔ جی صاحبزادہ محمد احمد صاحب!

صاحبزادہ محمد احمد: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ ہم نے پاکستان اپنے بزرگوں کی مہربانیوں سے' ان کی قربانیوں اور ان کی جدوجہد سے حاصل کیا تھا۔ بہت سے پر آشوب دور سے ہمارے ملک کو گزرنا پڑا۔ اب ایک عرصہ کے بعد ملک کی گاڑی جمہوریت کی پٹری پر گامزن ہوئی ہے۔ تو ہمیں اس وقت کے حالات کو پیش نظر رکھتے ہوئے قومی یک جہتی ' اتحاد و یگانگت اور محبت و رواداری کا جذبہ آپس میں پیدا کرنا چاہیے۔ تب جا کر ہماری جمہوریت کی گاڑی آگے چل سکے گی۔ جناب سپیکر! جیسے کہ آپ کو علم ہے کہ اس وقت ہندوستان اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ اور اپنی پوری قوت اور شدومد کے ساتھ ہمارے سر پر بیٹھا ہوا ہے اور ہم آپس میں باہمی دست و گریبان ہوتے ہیں۔ تو یہ بات نہیں ہونی

چاہیے۔ ہم صرف اور صرف اپنے اتحاد، یگانگت، قومی یک جہتی سے ہی اپنے دشمن کو اس وقت مغلوب کر سکتے ہیں۔ اس کے علاوہ ہمارے ملک کے اندر بہت سے گمبھیر مسائل ہیں جس میں ہمارے عوام الجھے ہوئے ہیں۔ مثلاً بے روزگاری ہے لا اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے تو یہ تمام مسائل اسی وقت ہو سکتے ہیں جب ہم آپس میں محبت اور یگانگت پیدا کریں گے۔ تو میں آپ کو وساطت سے وفاقی حکومت سے بھی یہ استدعا کروں گا کہ انھیں بھی اپنا طرز عمل ترک کرنا چاہیے اور پنجاب گورنمنٹ کے ساتھ محبت اور یگانگت کے ہاتھ بڑھا کر اس وقت جو حالات پیدا ہوئے ہیں جس سے قوم بے زار اور پریشان ہے ان کو دور کرنا چاہیے۔ جناب سپیکر! جہاں تک اس بجٹ کا تعلق ہے یہ ایک بہترین بجٹ ہے۔ یہ ایک فلاحی بجٹ ہے۔ اس میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اپنے تمام تر اخراجات میں کمی کر کے عوام کی امنگوں اور خواہشات کے مطابق اس کو ڈھالا جائے۔ جناب سپیکر! آپ پنجاب کی پچھلی تاریخ کو دیکھیں، پنجاب میں باوجود اس کے کہ حالات اس قسم کے ہیں، پنجاب کے فنڈز روکے گئے ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پنجاب گورنمنٹ کو قدم قدم پر پریشان کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود بھی آپ دیکھیں کہ پچھلے سابقہ دور یا ایک سال کا پچھلا دور گزرا ہے اس میں کتنی ترقی ہوئی ہے کہ پنجاب کی تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔ گاؤں کو شہروں میں تبدیل کیا جا رہا ہے اور آپ دیکھیں کہ وہ لوگ جو گاؤں کی طرف سے شہروں کی طرف رخ کرتے تھے اب ان کے لیے گاؤں میں تمام ضروریات پیدا کر دی گئی ہیں۔ بجلی، پانی، ہسپتال، سکول، کالج، سیکنڈری سکول اور تمام انسانی ضروریات جو کہ انسان کے لیے ہوتی ہیں وہ دیہاتوں میں پوری کی جا رہی ہیں۔ اور لوگوں کا رجحان اب شہروں کی طرف گھٹنا شروع ہو گیا ہے۔ اس لیے کہ وہاں وہ سہولیات جو شہروں میں میسر ہیں وہ دی جا رہی ہیں۔ تو میں یہ بات بلا مبالغہ کہوں گا اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ دیہاتوں میں جائیں اور دیکھیں کہ اب دیہاتوں کی کایا پلٹ کر رکھ دی گئی ہے۔ دیہاتوں میں اتنی ڈویلپمنٹ ہوئی ہے کہ ایک انقلاب آ گیا ہے اور یہ اسی پنجاب گورنمنٹ کا کارنامہ ہے۔ پنجاب گورنمنٹ نے جو انقلاب برپا کیا ہے یہ انھیں کا حصہ ہے۔ دیہاتوں میں اتنی ترقی ہوئی ہے کہ انقلاب آیا اور یہ اسی پنجاب حکومت کا کارنامہ ہے۔ پنجاب حکومت نے جو انقلاب برپا کیا ہے یہ انھی کا حصہ ہے دیہاتوں میں اتنی ترقی ہوئی ہے کہ انقلاب آیا اور یہ اسی پنجاب حکومت کا کارنامہ ہے۔ پنجاب حکومت نے جو انقلاب برپا کیا ہے یہ انہی کا حصہ ہے۔

جناب سپیکر! آپ دیکھیں گے کہ ضمنی بجٹ جو ہے، اعتراضات تو ہوتے ہیں، اپوزیشن کا

حق ہے کہ وہ اعتراضات کرے، نکتہ چینی کرے اور یہی جمہوریت ہے لیکن اس کے باوجود آپ دیکھیں کہ یہ بجٹ کس طرح اچھے انداز میں پیش کیا گیا ہے کہ اپنے تمام اخراجات کو گھٹا کر ڈویلپمنٹ کی طرف خصوصی توجہ رکھی گئی ہے۔ جناب والا! یہ بجٹ ایک فلاحی بجٹ ہے آپ اس کو دیکھیں کہ اس میں کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ یہ بڑا مستحسن قدم ہے، ٹیکس سے لوگ خاص طور پر بیزار ہوتے ہیں لیکن اس میں کوئی ٹیکس بالکل نہیں لگایا گیا۔ اس کے علاوہ غریب اور نادار لوگوں کے لیے بیت المال قائم کیا گیا ہے جس کے لیے پہلے دس کروڑ کی رقم تھی اب پندرہ کروڑ کر دی گئی ہے تاکہ غریب اور نادار لوگوں کی امداد بر وقت کی جا سکے اور یہ پنجاب حکومت کا بہترین اقدام ہے۔ اس کے علاوہ جناب والا! غریب بچیوں کے لیے جہیز فنڈ کی رقم رکھی گئی ہے اور معذور افراد کی بحالی کے لیے دس کروڑ روپیہ رکھا گیا ہے جو کہ نہایت ہی مستحسن اقدام ہے۔ جناب والا! مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لیے قدم اٹھایا گیا ہے اور کچی آبادیوں کے مکینوں کی مشکلات کو حل کرنے کے لیے اقدام اٹھائے گئے ہیں اور ان کو مراعات دی گئی ہیں جو پنجاب حکومت کا بہترین کارنامہ ہے۔ اس کے علاوہ سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں دس فی صد اضافہ کیا گیا ہے اور پنشنروں کی پنشنوں میں بھی اضافہ کیا گیا ہے اور مزدور ملازمین کے اہل و عیال کے لیے فنڈز قائم کیے گئے ہیں۔ اس کے علاوہ تعلیم کے سلسلے میں بھی بہت سے مستحسن اقدام کیے گئے ہیں پرائمری تک تعلیم بالکل مفت کر دی گئی ہے اور بھی اس میں بہت سے اقدامات کیے گئے ہیں تو جناب والا! میں اس سلسلے میں پنجاب حکومت کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنے اضافی اخراجات میں کمی کر کے یہ بہترین اور مثالی بجٹ پیش کیا ہے۔ شکریہ جناب سپیکر۔

جناب سپیکر، باجی نصرت صاحبہ۔

باجی نصرت رشید، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں بجٹ تقریر پنجابی میں کروں گی۔

جناب یہ ضمنی بجٹ ہے اور انہوں نے جس وقت مرکز میں بجٹ پیش ہونا تھا بڑی مہم چلائی کہ اس بجٹ سے عوام پس جائے گی شکر ہے الحمد اللہ کہ ایسا بجٹ نہ آیا۔ اس میں کافی فرق رہا اور اب جو بجٹ یہاں پیش ہوا ہے۔ میری آج کی تقریر ضمنی بجٹ پر ہے۔

آوازیں، جناب والا! اجازت کے بغیر پنجابی میں تقریر کی جا رہی ہے۔

باجی نصرت رشید، آپ کو یہ خیال ہونا چاہیے کہ آپ پنجاب اسمبلی میں بیٹھے ہیں اگر پنجابی بولنے

کے لیے اجازت لو گے تو یہ ہمارے سب کے لیے شرم کا مقام ہے۔ میں نے اپنی تقریر پہلے اجازت لے کر شروع کی ہے اصولاً جس وقت اردو بولی جائے تو اس وقت اردو بولنے کی اجازت لینی چاہیے۔

جناب یہاں ہمیشہ بجٹ کا رونا رویا جاتا ہے کہ بجٹ جو ہے وہ بڑا ظالم آیا ہے بجٹ جو ہے یہ ہے' وہ ہے۔ لیکن میں یہ پوچھتی ہوں کہ ایک سال ہو گیا ہے کہ میں اس اسمبلی میں بیٹھی ہوں کہ یہ بجٹ کہاں خرچ ہوا ہے۔ میری تمام وزرا صاحبان سے گزارش ہے کہ ان لوگوں کی درخواستیں لے کر اپنے اپنے دفتروں میں چلے جائیں۔ تاکہ جو عوام بات سننا چاہتے ہیں وہ سن لیں۔

جناب چیئرمین ، تمام وزراء صاحبان سے گزارش کروں گا کہ وہ اس طرف توجہ دیں۔

باجی نصرت رشید ، وزراء صاحبان اپنے اپنے دفتروں میں بیٹھ کر دستخط کیا کریں۔

جناب یہ جو بجٹ پچھلے سال کا ہے یہ کہاں خرچ ہوا ہے میں تو اپنے علاقے کی بات کروں گی۔ جس علاقے میں اور جس شہر میں میں رہتی ہوں وہاں سڑکوں کا بھی برا حال ہے وہاں نہ کوئی کنواں بنا ہے نہ کوئی سڑک بنی ہے نہ کوئی سکول نیا بنا ہے۔ کوئی بھی چیز ایسی نہیں جو پچھلے سال کے بجٹ میں بنی ہو۔یہ بجٹ پورا سال شور و غل میں گزرا ہے ان کی آمد و رفت میں گزرا ہے ان کے کھانے پینے میں گزرا ہے ان کا پیسے کے ساتھ توازن میں گزرا ہے اس میں عام آدمی کی کوئی بہتری نہیں ہوئی پنجاب حکومت اس معاملے میں اپنے آپ کو بہت بڑا چیمپئن کہتی ہے کہ جو کچھ ہم نے کیا ہے کسی دوسرے نے نہیں کیا ہے میں اپنے شہر کا سوال کرتی ہوں۔ میرے شہر راولپنڈی میں اگر پچھلے سال کے بجٹ میں کوئی چیز بنائی ہے مری روڈ کے ایک پارک کو نکال دیں اس کے علاوہ اگر پنڈی شہر میں کوئی ترقیاتی کام ہوا ہی نہیں ۔ اس کا آپ بتائیں تم نے پیپلز پروگرام کی نقل کی تعمیر وطن پروگرام بنایا اور اس وطن کی تعمیر کون سے شہروں میں کرتے ہو ان شہروں کے نام بتا دو تاکہ پتہ چلے یہاں جو بھی چیز بنائی جاتی ہے ہمیں سمجھ نہیں آتی کہ کہاں جاتی ہے پورے سال ہسپتالوں میں کوئی چیز نہیں ملی۔ حتیٰ کہ جو مریض ایمرجنسی میں جاتے ہیں اس کو ایسپرین تک نہیں ملی۔ گلوکوز کی بوتل تو بہت بڑی بات ہے اس کے بعد میں یہ بھی سوال کرتی ہوں کہ جو جہیز فنڈ کی فہرست ہے اور زکوٰۃ فنڈ کی لسٹ ہے اگر مہربانی کرو وہ لسٹیں ہمیں دے دیں جو پیسے آپ یتیموں اور بیوگان پر خرچ کرتے ہو۔ کیونکہ ہمیں پتہ ہے کہ کسی بھی یتیم کو کوئی بھی پیسہ نہیں ملتا کسی بیوہ کو کوئی پیسہ نہیں ملتا اگر آپ وہ پیسہ دیانت داری کے ساتھ دیں تو ان تمام یتیموں اور

بیوگان کی لسٹیں ہمیں آئندہ اجلاس میں ان ڈیسکوں پر رکھ دینا۔ تاکہ ہمیں بھی پتہ چلے کہ کون یتیم اور بیوہ ہیں۔ یہ جو جہیز اور زکوۃ فنڈ ہے کیا تمہارا انصاف یہ نہیں کہتا کہ جو ادھر ممبران بیٹھے ہیں ان کا بھی کوئی حصہ ہے آپ تمام پیسے خرچ کرنے کے باوجود پھر بھی کہتے ہو کہ آپ کو بہت کم پیسے ملے ہیں۔ میں 502 ورکشاپ راولپنڈی کی بات کرتی ہوں کہ وہاں 56 ایکڑ زمین جو ہے وہاں کے کمشنر اور وہاں کے پٹواری نے ملی بھگت کر کے وہاں کے لوگوں کو بیچی ہے اور وہاں بہترین کوٹھیاں بن گئی ہیں یہ تمام زمین پنجاب حکومت کی تھی اور یہ زمین کس کی اجازت کے ساتھ دی گئی ہے۔ یہ کس طرح وہاں تقسیم ہوئی ہے اور اس کے اونے پونے بھاے لینا اور ہمیں یہ بھی بتا دیں کہ وہاں کے کمشنر اور پٹواری کو اتھارٹی کس نے دی ہے کہ یہ زمین تقسیم کی جائے۔ 7 مرلے کے پلاٹ آپ ایک لاکھ کہتے ہیں اور یہ لاکھ کی جو تقسیم ہے اسے بھی آئندہ بتا دیں کہ آپ یہ پلاٹ کس کس کو دیتے ہو۔ کس طرح دیتے ہو اور کیسے دیتے ہو۔ اس ضمنی بجٹ میں یہ بھی آیا ہے سکولوں کی فیس معاف کر دی ہے۔ آپ اس فیس کو معاف کرنے کی بجائے اگر دس روپے مہینہ بھی ان سے لے لیں تو خدا کا واسطہ ہے کہ آپ انہیں کمرے دے دیں۔ ان کو بینچ دے دو اور جو بچے درختوں کے نیچے زمین پر بیٹھ کر پڑھتے ہیں ان کو اس چیز سے نجات دلاؤ اور یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ آپ نے تعلیم کو عام کر دیا ہے اس سے آزاد کر دیا ہے لیکن لوگوں کو یہ نہیں پتہ کہ آپ نے کس حساب میں کیا ہے یہ صرف خبروں تک اور اخباروں کی سرخیاں تک محدود ہے اور حقیقت میں وہ لوگ وہاں ٹاٹوں ہی پر بیٹھے ہیں وہ بچے وہاں ہی درختوں تلے بیٹھے ہوئے ہیں تو جو آپ نے فیس معاف کرنے کا ڈرامہ کیا ہے اس کو مہربانی کر کے واپس لو۔ یہ جو ہمارے سکول ہیں وہاں تم فرنیچر اور کمرے دو۔ اس کے بعد تمام جتنے بھی ممبران ہیں ان کے آگے ایک ہی گزارش ہے کہ پنجاب اور سندھ کی یا ادھر ادھر کی جو تقریریں ہیں ان کو اس ملک کی سلامتی کے لیے ' اس ملک کی بقا کے لیے ختم کرو۔ اور پنجاب پاکستان کا سب سے بڑا صوبہ ہے اور یہ ہیں رول ادا کر سکتا ہے اور کر بھی رہا ہے اور یہ سب نفرتوں کی بنیاد پر ہے۔ اگر آپ اس ملک کے شہری ہو آپ یہ جو مہاجر موومنٹ بنی ہے اس کو ختم کرو اور اس ملک میں کوئی بھی مہاجر نہیں ہر بندہ اس ملک کا شہری ہے۔یہ جو ایم کیو ایم بنی ہے مہاجر موومنٹ اسے ختم کرواؤ۔ اس ملک میں کوئی مہاجر نہیں۔ ہر بندہ اس ملک کا شہری ہے اس ملک میں ان لوگوں کی تیسری نسلیں چل پڑی ہیں۔ اپنے آپ کو جو بھی مہاجر کہتا ہے ان کے لیے کیمپ بناؤ اور ان کو ان

کیمپوں میں منتقل کر دو۔ جب وہ اپنے آپ کو اس ملک کا شہری نہیں کہتا تو پھر ان کو اس ملک کے شہر میں رہنے کا کوئی حق نہیں۔ ان نفرتوں کو ختم کرو۔ اپنے تمام جو وزراء ہیں۔ تمام تمہارے ممبران اپنی علاقائی نفرتوں کو ختم کریں۔ علاقے میں جتنے بھی ممبر ہیں بلالحاظ آپ ان کے کام کریں ۔ یہ نہیں کہ اس سڑک پر وہاں ڈاکٹر افضل اعزاز رہتا ہے تو اسے بڑی سڑک بنا دو اور یہ سڑک اور گلی جو ہے باجی نصرت رشید کے گھر کو جاتی ہے تو اسے کچی رہنے دو۔ ان نفرتوں کو ختم کرو۔ ہم اس صوبے اور اس ملک کے شہری ہیں اور ان نفرتوں کو تم اگر اس طرح ہی بڑھایا تو جو آج کل سندھ میں جو ہو رہا ہے۔ عنقریب اس صوبے میں بھی ہو گا اور اس میں اس فساد پھیلانے میں ان نفرتوں کو پھیلانے میں۔ پنجاب کے حزب اقتدار کے لوگوں کا مین رول ہو گا میں جب پنڈی سے لاہور آئی ہوں تو میں نے دیکھا ہے کہ آج جتنے بھی پل ہیں ان پر لکھا ہوا ہے کہ بے نظیر ہٹاؤ ملک بچاؤ۔ بے نظیر کے ہٹنے سے اگر ملک بچتا ہے تو پھر اس کا مطلب ہے کہ تم سارے ملک دشمن ہو۔ اسے چاروں صوبوں سے ووٹ ملے ہیں تو پھر وہ اس ملک کی وزیر اعظم بنی ہے۔ اس ملک کا اگر پنجاب کا وزیر اعلیٰ بنا ہے تو اسے پنجاب کے لوگوں نے ووٹ دیئے ہیں ۔ کیوں اس طرح کی نفرتیں پیدا کرتے ہو۔ کیوں نہیں پانچ سال صبر کے ساتھ نکالتے ہو۔ کیوں نہیں اچھے کام کرتے ہو کہ آئندہ تمہیں وزیر اعظم بنایا جائے۔ اس لیے تمام پنجاب کے بھائیوں سے گزارش ہے کہ جتنا بھی جو کر سکتا ہے اس ملک کی بقاء کے لیے نفرتوں کو ختم کرنے کے لیے کرے اور اس ملک کو سلامت رہنے دیں۔ اس ملک کی سلامتی کے لیے کام کریں۔ خدا حافظ۔

مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

سردار زادہ سید ظفر عباس شاہ،

"میں مسودہ قانون (دوسری ترمیم) (تنخواہیں بہتہ جات و مراعات اراکین) صوبائی اسمبلی پنجاب بابت 1990ء مسودہ قانون نمبر 6 بابت 1990ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے قانون و پارلیمانی امور کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔"

جناب چیئرمین ، رپورٹ پیش کی گئی۔

مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

حاجی سردار خان ،

"میں مسودہ قانون (ترمیم) کورٹ فیس مصدرہ 1990ء (مسودہ قانون نمبر 26 بابت

1990ء کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔"

جناب چیئرمین ، رپورٹ پیش کی گئی۔

مجلس قائمہ برائے "مال" کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

حاجی سردار خان ، جناب والا! یہ ایک تحریک تاریخ میں توسیع کے لیے ہے۔

"میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ مسودہ قانون حق شفع پنجاب مصدرہ 1990ء (مسودہ قانون نمبر 9 بابت 1990ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے مال کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 اگست 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور ہوئی)

مجلس استحقاقات کی رپورٹوں کا ایوان میں پیش کیا جانا

چودھری خادم حسین،

میں تحریک استحقاق نمبر 47 پیش کردہ جناب شریف مسیح گل ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، رپورٹ پیش کی گئی۔

چودھری خادم حسین،

میں تحریک استحقاق نمبر 30 پیش کردہ جناب راؤ طارق محمود ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، رپورٹ پیش کی گئی۔

مجلس استحقاقات کی رپورٹیں ایوان میں پیش کرنے کی معیاد میں توسیع

چودھری خادم حسین:

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ تحریک استحقاق نمبر 6 پیش کردہ جناب علی اکبر

مظہر' ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری خادم حسین:

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ تحریک استحقاق نمبر 66 پیش کردہ نواب زادہ غضنفر علی گل' ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری خادم حسین:

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ تحریک استحقاق نمبر 28 پیش کردہ مولانا منظور احمد چنیوٹی' ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

چودھری خادم حسین:

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ تحریک استحقاق نمبر 20 پیش کردہ جناب محمد وصی ظفر' ایم پی اے کے بارے میں مجلس استحقاقات کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ستمبر 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

مجلس قائمہ برائے لوکل گورنمنٹ و اوقاف کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب آفتاب احمد خان:

میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ مسودہ قانون ترقیاتی ادارہ ڈیرہ غازی خان مصدرہ 1990ء (مسودہ قانون نمبر 7 بابت 1990ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے لوکل گورنمنٹ و اوقاف کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 ۔

اگست 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔

(تحریک منظور ہوئی)

مجلس قائمہ برائے سماجی بہبود و زکواۃ کی رپورٹ کا ایوان میں پیش کیا جانا

بیگم شاہانہ نسیم فاروقی:

میں مسودہ قانون بیت المال پنجاب مصدرہ 1990ء (مسودہ قانون نمبر 5 بابت 1990ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے سماجی بہبود و زکواۃ کی رپورٹ ایوان میں پیش کرتی ہوں۔

جناب چیئرمین: رپورٹ پیش کی گئی۔ محترمہ فوزیہ بہرام صاحبہ!

محترمہ فوزیہ بہرام: جناب سپیکر! میں بجٹ پر تقریر کروں گی۔

ضمنی میزانیہ بابت 90-1989ء پر بحث (-----جاری)

جناب چیئرمین: جناب سید ذاکر حسین شاہ صاحب۔ تشریف نہیں رکھتے۔ سردار سکندر حیات خان صاحب۔

سردار سکندر حیات خان: جناب سپیکر! میں نے درخواست کی تھی کہ میں مین بجٹ پر تقریر کروں گا۔

جناب چیئرمین: چودھری صداقت علی صاحب! چودھری صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ اس کے علاوہ اگر کوئی میرا بھائی بولنا چاہتا ہے تو وہ خوشی سے بولے۔ اگر کوئی میرے معزز ساتھی بولنا چاہتے ہوں تو وہ خوشی سے بول سکتے ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب سپیکر! اس کے بعد شاید تمام سپیکر صاحبان اپنا اظہار خیال کر چکے ہیں۔ دستی صاحب وائنڈ نگ سپیچ کرنے والے ہیں اور وہ آ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین: شاہ صاحب آپ بولنا چاہتے ہیں تو بسم اللہ کریں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! 90-1989ء کا بجٹ جب اس ایوان میں پیش کیا گیا تھا تو اسی وقت ہم نے اس بجٹ کو ایک کمزور اور ناقص بجٹ قرار دیا تھا لیکن اس وقت حقائق پر مبنی ہماری اس رائے کو تسلیم نہیں کیا گیا تھا۔ یہ درست نہیں ہے کہ آئین کے آرٹیکل 144 کے تحت صوبائی حکومت ضمنی بجٹ لا سکتی ہے۔ اس آرٹیکل میں کہا گیا ہے کہ:۔

144-------" اگر کسی مالی سال کی بابت یہ معلوم ہو کہ مجاز کردہ رقم جو کہ

رواں مالی سال کے دوران کسی خاص قسمت پر صرف کی جانی تھی ناکافی ہے یا
کسی ایسی نئی خدمت پر خرچ کی ضرورت پیدا ہو گئی ہے جو کہ اس سال کے
سالانہ کیفیت نامہ میزانیہ میں شامل نہیں ہے یا
کسی مالی سال کے دوران کسی خدمت پر اس رقم سے زائد رقم خرچ کر دی گئی
جو اس سال کے واسطے اس خدمت کے لیے منظور کی گئی تھی تو صوبائی حکومت
کو اختیار ہو گا کہ صوبائی مجموعی فنڈ پراونشل کنسالیڈیٹڈ فنڈ سے خرچ کی منظوری
دے دے خواہ وہ خرچ دستور کی رو سے اس فنڈ سے واجب الادا ہو یا نہ ہو اور
صوبائی اسمبلی کے سامنے ایک ضمنی کیفیت نامہ میزانیہ یا جیسی بھی صورت ہو ایک
زائد کیفیت نامہ میزانیہ پیش کرائے گی جس میں مذکورہ خرچ کی رقم درج ہو اور
اس کی کیفیت ناموں پر آرٹیکل 120 تا 123 کے احکامات کا اطلاق اسی طرح ہو گا
جیسے ان کا اطلاق سالانہ کیفیت نامہ پر ہو گا۔"

اب جناب والا! اس آرٹیکل میں یہ تو صوبائی حکومت کو اجازت ہے کہ وہ ضمنی کیفیت نامہ یا یا ضمنی بجٹ یا ضمنی میزانیہ پیش کر سکتی ہے، لیکن کن حالات میں پیش کر سکتی ہے۔ ہر بات کی کوئی نہ کوئی justification ہوتی ہے اور ہر بات کا کوئی نہ کوئی جواز ہوتا ہے۔ ہر امر کی کوئی نہ کوئی علت ہوتی ہے۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

ہر مقصود کے پیچھے کوئی منطق ہوتی ہے لیکن اگر ہم ان 32 مطالبات زر پر جو کہ ضمنی کیفیت نامہ میں یا ضمنی میزانیہ میں پیش کی گئی ہے۔ اس پر غور کریں تو یہ حقیقت ہم پر منکشف ہوتی ہے کہ جن مدات میں زائد رقوم خرچ کی گئی ہیں۔ انکا قطعاً کوئی جواز نہیں تھا۔ صرف unavoidable circumstances میں دنیا بھر میں یہ روایت ہے کہ صرف اورصرف ناگزیر حالات میں ضمنی بجٹ پیش کیا جاتا ہے اور اس کے باوجود ناگزیر حالات میں ضمنی بجٹ پیش کیا جاتا ہے دنیا بھر کے اقتصادی ماہرین اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں کہ ایسا بجٹ جس کے بعد ایک ضمنی پیش کرنے کی ضرورت پیش آئے یہ جوہری اعتبار اساسی لحاظ سے ایک کمزور بجٹ ہوتا ہے۔ جناب سپیکر اس وقت جب یہ بجٹ پیش کیا گیا تھا تو جب ہم نے اس بجٹ پر تقریر کی تو اسے درخور اعتنا نہیں سمجھا گیا اور

اس ایوان کو یاد ہو گا کہ 90-1989ء کا بجٹ پیش کرتے وقت اپنی تقریر کے اختتام پر اس وقت کے وزیر خزانہ جناب ذوالفقار علی کھوسہ نے کہا تھا اس بجٹ پر جو کہ انہوں نے پیش کیا تھا۔

آسماں ہو گا سحر کے نور سے آئینہ پوش
اور ظلمت رات کی سیماب پا ہو جائے گی

جناب سپیکر' نہ تو رات کی ظلمت سیماب پا ہوئی اور نہ سحر کے نور سے آسمان آئینہ پوش ہوا البتہ یہ زائد اخراجات کر کے ایک ضمنی بجٹ ہمارے سامنے آ گیا ہے اور ایک اور بات جو کہ انتہائی اہمیت کی حامل ہے وہ یہ ہے کہ جب بجٹ تیار کرتے ہیں تو یہ ہمارے ملک میں' ہمارے ملک کے سیاسی نظام میں یہ ایک بنیادی نقص اور عیب ہے کہ سیاست کے شعبہ میں ماہرین بہت کم آتے ہیں اور ایسے لوگوں کو وزارتی ذمہ داریاں سونپی جاتی ہیں جو اس شعبہ کی ابتدائی باتوں سے بھی واقفیت نہیں رکھتے ہیں جو اس محکمے کے مقدمات سے بھی واقف نہیں ہیں۔ حالانکہ ضرورت اس بات کی ہے کہ وزارتی ذمہ داریاں ایسے اشخاص کو سونپی جائیں جو کہ اس شعبہ کے متعلق کچھ جانتے ہوں۔ اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بجٹ ہمارے بیوروکریٹس تیار کرتے ہیں۔ اب چونکہ وزیر جو ہے وہ ان مالی امور کو ان اقتصادی امور کو نہیں سمجھتے ہیں لہذا ان کا تمام تر انحصار' ان کا تمام تر اعتماد' ان کی تمام تر dependance بیوروکریسی پر ہوتی ہے۔ اور ہمارے ملک میں اپنی مہارت ظاہر کرنے کے لیے' اپنی پرفارمینس شو کرنے کے لیے وہ یہ کرتے ہیں کہ جب بجٹ تیار کیا جاتا ہے تو اس وقت بجٹ کو inflate کر دیتے ہیں تاکہ بادی النظر میں سرسری جائزے سے جب اس بجٹ کا جائزہ لیا جائے تو جو بھی دیکھے وہ کہے واہ' کیسا بجٹ تیار کیا گیا ہے۔ واہ کتنے خوبصورت اعداد و شمار دیے گئے ہیں اور کس طرح سے اخراجات اور آمدنی کا ایک کمپوٹر کے انداز میں تعین کیا گیا ہے اس وقت تو سارے تعریف کرتے ہیں اور وزیر خزانہ صاحب وہاں پر ایوان میں وہی بیوروکریٹس کا تیار کردہ بجٹ پیش کر دیتے ہیں اور اس کو درست سمجھ لیتے ہیں اور ان کا پورا زور بیان اس کا پورا زور اس بات پر ہوتا ہے کہ بیوروکریٹس کے تیار کردہ بجٹ کو ایوان میں justify کیا جائے۔ تو جناب والا' اس بجٹ کو بھی inflate کیا گیا تھا جو گزشتہ سال پیش کیا گیا تھا۔ دنیا بھر کے اقتصادی ماہرین اس بات پر متفق ہیں کہ جو بجٹ بھی inflate کیا جائے جو بجٹ بھی deflate کیا جائے وہ اپنی ہیت کے اعتبار سے ایک ناقص بجٹ ہوتا ہے۔ اس لیے 90-1989ء کا بجٹ ایک انتہائی کمزور اور ناقص بجٹ ہے۔ اب جناب

سپیکر یہ جو مطالبات زر پیش کیے گئے ہیں ان کا مطالعہ فرمائیں۔ ان کا جائزہ لیں آئین میں تو صرف یہ ہے کہ خاص خدمت "خاص ضرورت" کے تحت یہ زائد رقوم خرچ کی جا سکتی ہیں۔ یہ جتنے بھی مطالبات زر پیش کیے گئے ہیں ان میں کون سی خاص خدمت کی گئی ۔ کون سے ایسے حالات تھے۔ جس کے تحت یہ اخراجات کرنے پڑے۔ جناب والا! اگر یہ شروع سے ہی آمدنی اور خرچ کا صحیح تعین کرتے اور اس کے بعد بجٹ لایا جاتا تو یقیناً یہ ضمنی میزانیہ پیش کرنے کی نوبت نہ آتی لیکن وہ خاص خدمت جس کی آئین کے تحت ان کو اجازت ہے۔ اسی کے مطابق چلنے کی بجائے روٹین کے محکموں کے لیے بھی انہوں نے رقومات طلب کی ہیں۔ جناب سپیکر! ایک اور بات میں عرض کروں گا کہ اگر یہ تھوڑی سی مہارت کا مظاہرہ کرتے تو ان مطالبات زر میں سے بیشتر کو بجٹ 91-1990ء میں شامل کیا جا سکتا تھا اور یہ جو ضمنی میزانیہ ہے اس کے مطالبات زر کو کم کیا جا سکتا تھا۔ لیکن جناب والا! نہ اس وقت اس بات کو پیش نظر رکھا گیا ۔ اب جب کہ وزیر اعلیٰ جس کو چاہیں اپنے صوبائی فنڈز میں سے، صوابدیدی فنڈز میں سے جس کو چاہیں پیسے دے دیں۔ حالانکہ یہ بات طے ہے کہ یہ خاص خدمت کے تحت دیا جا سکتا ہے۔ جناب والا! یہ اپنے آپ کو اسلام کا علم بردار کہتے ہیں۔ انہوں نے اور آپ نے بھی کل فرمایا تھا کہ اسلامی جمہوری اتحاد کی حکومت ہے ۔ یہ مجھے بتائیں کہ اس اسلامی جمہوری حکومت نے آج تک کوئی ایک اقدام ایسا کیا ہو جس سے اسلام کی روح مترشح ہوتی ہو۔ جس میں کم از کم اسلام کی کوئی جھلک نظر آتی ہو۔ اسلام تو کہتا ہے کہ سرمایا داروں سے لے لو اور غریبوں کو دے دو۔ انہوں نے وفاقی حکومت کے جمع کردہ ٹیکس اور اپنے ٹیکس غریبوں سے اور دوسرے لوگوں سے رقوم کا پیسہ لیا۔ لیکن یہ پیسہ دیا کس کو کوئی جنرل جیلانی کو دے دیا اور کوئی چودھری عبد الغفور صاحب کو دے دیا۔ جس کو چاہا دے دیا ۔ کیا یہ کوئی خاص خدمت ہے؟ اگر ایسے اخراجات کیے جائیں گے اگر اس قسم کے غیر ضروری اخراجات کیے جائیں گے تو جناب والا! کبھی بھی پنجاب کے صوبے کو ضمنی بجٹ سے نجات حاصل نہیں ہو سکتی۔ جناب سپیکر! پنجاب کی معیشت کو بڑا مستحکم کیا جا سکتا ہے۔ گذشتہ سال ہم نے ان سے کہا تھا کہ آپ اپنے وسائل میں اضافہ کریں اور اس وقت میں نے یہ تجویز پیش کی تھی کہ اگر آپ سرکاری ملازمین سے، تجارت سے، وکیلوں اور ڈاکٹروں سے ٹیکس لے سکتے ہیں۔ تو زرعی ٹیکس کیوں نہیں لگاتے زرعی ٹیکس لگائیں۔ یہ بالکل آئین کے مطابق ہے۔ عام بجٹ پر بحث کے دوران میں اپنے دلائل پیش کروں گا لیکن اس وقت بھی میری اس تجویز کو تسلیم نہیں کیا گیا۔ اس

وقت اگر صوبہ اپنے وسائل میں اضافہ کرتا اور سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے اور جاگیرداروں سے خوفزدہ ہو کر زرعی ٹیکس کو التواء میں نہ ڈالا جاتا تو جناب سپیکر میں دعویٰ کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ پنجاب کے صوبے میں اتنے وسائل موجود ہیں کہ یہاں فاضل بجٹ پیش کیا جا سکتا ہے۔ ضمنی بجٹ کی پھر کبھی ضرورت پیش نہیں آئے گی۔

جناب سپیکر! ضمنی بجٹ کے لیے جو زائد رقم طلب کی گئی ہیں آپ اس میں ایک بھی justification نہیں دیکھیں گے۔ جناب سپیکر میں آپ کی وساطت سے اس ایوان میں حکومت پنجاب سے ایک بار پھر اپیل کرتا ہوں کہ خدا را بجٹ کی تیاری کے وقت ارکان صوبائی اسمبلی سے مشورہ کیجئے۔ وزیر خزانہ خود محنت کریں۔ ہم سے آراء مانگیں۔ تجاویز طلب کریں' اقتصادی ماہرین سے پوچھیں مختلف لوگوں سے مشورہ کریں اور بیوروکریٹس پر انحصار نہ کریں۔ اس کے بعد اپنے صوبے کے وسائل میں اتنا اضافہ کریں کہ ہر سال ضمنی بجٹ پیش کرنے کی نوبت نہ آئے۔ جناب سپیکر! شکریہ۔

جناب سپیکر، اس وقت کوئی اور معزز رکن اظہار خیال کرنا چاہیں گے؟ اور کوئی معزز رکن بات کرنا نہیں چاہتے لہذا میں وزیر خزانہ جناب امجد حمید دستی صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ ضمنی بجٹ کو wind up کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

وزیر خزانہ (سردار امجد حمید خان دستی)، جناب سپیکر! بڑی رونق تھی بڑے ہنگامے تھے اور ہم نے آپ کو بہت مس کیا پھر ان ہنگاموں کو آپ نے جس طرح سے لپیٹا اور سمیٹا وہ بھی آپ کی ذہانت اور سوجھ بوجھ کا ایک بہت بڑا ثبوت ہے۔ میں اس کے متعلق چند الفاظ بعد میں گوش گزار کروں گا۔ فی الحال میں وہ نکات جو میرے اپوزیشن کے فاضل دوستوں نے اٹھائے ہیں۔ چیدہ چیدہ نکات کی طرف میں ہاؤس کی بھی توجہ دلاؤں گا کہ کس طرح سے واقعات کو صحیح رنگ میں پیش کرنے کی بجائے جھٹلایا گیا ہے۔ غلط طریقے سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے اور اس میں زیادہ جو میرے دوستوں کو تکلیف ہوئی وہ یہ ہے کہ وفاق کی طرف سے ہیں جو آمدنی کا حصہ ملتا ہے۔ اس کے متعلق میں نے اپنی بجٹ تقریر میں بھی ذکر کیا تھا۔ ہمیں جو حصہ ملنا تھا اس کو منجمد کر دیا گیا ہے۔ 1988-89ء کی حد تک ذرائع آمدن بڑھتے رہے۔ مرکزی حکومت کی آمدنی ہماری وجہ سے بڑھتی رہی اور اسی لحاظ سے انفراسٹرکچر بھی بڑھتا رہا۔ سڑکیں اور بنیں۔ سکول اور بنے۔ ان کی maintenance کے لیے ہمیں اخراجات برداشت کرنا پڑے۔ تو یہ ایسے ہی ہوا کہ میٹھا میٹھا ہپ اور کڑوا کڑوا تھو۔ یہ جس

کو non obligatory grant کہتے ہیں deficit کو پک اپ کرنے کی بات ہے ۔ میں یہ عرض کروں گا کہ سلمان تاثیر صاحب میرے محترم دوست محمد دین تاثیر صاحب کے بیٹے ہیں۔ جب میں نے اسلامیہ کالج ریلوے روڈ میں داخلہ لیا تو اس وقت تازہ تازہ وہ لیکچرر بن کے تشریف لائے تھے۔ مجھے ان کا بڑا لحاظ ہے۔ میں نے اس کا ذکر کسی پریس کانفرنس میں بھی کیا تھا اور انہوں نے بار بار اس کا حوالہ دیا کہ ہم جو یہ بات کرتے ہیں تو غیر لازمی گرانٹ کے متعلق تو میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ اگر وہ ازراہ کرم آئین کے آرٹیکل 160 کو دیکھیں تو اس میں "shall" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ کہ مرکزی حکومت ہر پانچ سال کے بعد نیشنل فنانس کمشن بنائے گی۔ نیشنل فنانس کمشن یہ فیصلہ کرے گا کہ جو آمدنی ہوتی ہے سارے ملک سے وفاق کے خزانے میں جمع ہوتی ہے۔ اس میں سے کتنا حصہ صوبوں کے لیے بنتا ہے۔ یہ نیشنل فنانس کمشن نے فیصلہ کرنا ہے اور ہوا یہ کہ 1975ء کے بعد کوئی نیشنل فنانس کمشن بنا اور نہ اس نے کوئی ایوارڈ دیا اور یہ کہا جاتا ہے کہ موجودہ وفاقی حکومت آنے سے پہلے مارشل لاء کے دور میں National Finance Commission ترتیب دیا گیا۔ میں ان کو یاد دلاتا ہوں کہ اگر ترتیب نہیں دیا گیا تو وہ deficit بھی کب کرتے تھے۔ آپ نے deficit کرنے پر پابندی لگا دی۔ آپ نے انکار کر دیا اور یہ کہا کہ اپنے وسائل بڑھاؤ۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ 1935ء میں سب سے پہلے جب صوبائی خود مختاری ملی ہے صوبوں کو اپنے طریقے سے حکومت کرنے کا اختیار دیا گیا۔ اس وقت سے لے کے آج تک کسی صوبائی حکومت نے اپنے وسائل سے 70 کروڑ روپے جمع کرنے کا بندوبست نہیں کیا۔ میں یہ چیلنج کرتا ہوں۔ آپ کہتے ہیں کہ اپنی چادر کے مطابق پاؤں پھیلاؤ۔ میں آپ کو یاد دلاتا ہوں کہ پراچہ صاحب نے کہا تھا کہ ہم سر ڈھانپتے ہیں تو پاؤں ننگے ہوتے ہیں اور اگر پاؤں ڈھانپتے ہیں تو سر ننگا ہوتا ہے اور میں نے کہا تھا کہ چادر کے مطابق اپنے آپ کو ڈھانپوں گے۔ ہمارا نہ سر ننگا ہو گا اور نہ پاؤں ننگے ہوں گے اور آپ کو ایک بات بتاتا چلوں جس کے بارے میں شاید آپ کو علم نہ ہو۔ پوچھ ہی لیتے پراچہ صاحب سے یا اوپر والوں سے کہ یہ جو آپ نے ڈھکنا لگایا ہے۔ یہ ڈھکنے کا عجیب سا لفظ ہے۔ یہ جو آپ نے lid رکھ دیا ہے اس سوراخ پر جس سے یہ وسائل آتے تھے۔ اس کے متعلق تو تمام صوبوں نے احتجاج کیا ہے کہ خدا کے لیے اس lid کو ہٹائیے۔ تاکہ اس سوراخ سے ہمارا حصہ نکلے۔ آپ کہتے ہیں کہ ہم آئینی بات کرتے ہیں۔ کیا یہ غیر آئینی ہے؟ آپ پڑھ کے نہیں آتے اور ہمیں کہہ دیتے ہیں کہ یہ غیر آئینی ہیں۔ ایک اور بات جس کے متعلق

سلمان تاثیر صاحب نے ذکر کیا تھا۔ وہ آڈٹ رپورٹ کے متعلق ہے کہ اس میں embazzlement کی گئی ہے۔ چوری کی گئی ہے۔ میں نے آج تک پتا کیا ہے کہ وہ آڈٹ رپورٹ آئی ہے یا نہیں اور اگر آئی ہے تو ہمیں دکھاؤ ہم اس کا جواب دیں۔ کہتے ہیں کہ آج تک نہیں آئی۔ ابھی اس پہ دستخط نہیں ہوئے۔ تو آپ بتائیے چور ہم ہیں یا وہ۔ یہ کہتے ہیں کہ پولیس کو ایک کروڑ 30 لاکھ روپے اضافی کیوں دیا ہے؟ آپ نے تو سندھ پولیس کے لیے اربوں روپے دے دیے۔ رینجرز کے لیے اور پولیس کے لیے کہا گیا کہ دس ہزار سپاہی بھرتی کر لو۔ رینجرز میں دس ہزار بھرتی کر لیے۔ ہوتا یہ ہے کہ رینجرز میں جب بھرتی کی جاتی ہے تو ہر کو اس میں نمائندگی دی جاتی ہے۔ لیکن غضب خدا کا کہ رینجرز میں بھی مقامی سندھی اور پولیس میں بھی مقامی سندھی اور وہ بھی ایک پارٹی سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ آج پندرہ ہزار مہاجر میری جان کو نہیں آپ کی حکومت کی جان کو روتا ہوا رحیم یار خان میں کیمپوں میں پڑا ہوا ہے۔ اپنے ملک میں اسی حکومت نے اپنے باشندوں کا قتل عام کیا۔ ان کی دکانیں لوٹیں اور پھر یہ کہتے ہیں کوئی ٹس سے مس نہ کرے۔ کوئی بولے نہیں۔ فوڈ کے لیے کہتے ہیں کہ 213 کروڑ روپے ضمنی بجٹ میں کیوں دیئے گئے ہیں۔ ارے بھائی! وہ Additional Procurement ہے۔ اس کے لیے کیوں نہ پیسے لیں۔ ہمیں تو پیدا کرتے ہیں اور ہمیں تو اپنے دوسرے بہن بھائیوں کو جو دوسرے صوبوں میں رہتے ہیں خوراک دیتے ہیں اور آپ کہتے ہیں کہ کیوں خرید کرتے ہیں اور کیوں دیتے ہیں۔ یہ بھی ہم پہ قدغن ہے اور ایم این اے ' ایم پی اے کی گرانٹ پر میرے خوبصورت بھائی شاہ محمود قریشی مسکرا رہے ہیں۔

میرے خوبصورت بھائی شاہ محمود صاحب نے اس کا ذکر کرنا تھا لیکن میں ہی اس کا ذکر کیے دیتا ہوں کیونکہ میں اس کو سمیٹ رہا ہوں۔ ہوتا یہ تھا کہ گورنمنٹ کے ملازمین' بیوروکریٹس ہمارے لیے فیصلے کرتے تھے کہ کہاں ڈویلپمنٹ ہوتی ہے اور کہاں پر سڑک بننی ہے۔ کہاں پر سکول بننا ہے اور کہاں پر پل بننے ہیں اور کہاں پر کیا بننا ہے۔ کیا یہ اچھی بات نہیں ہے کہ ایم این ایز اور ایم پی ایز کو یہ اختیار دیا گیا ہے کہ وہ اپنے اپنے علاقوں میں جہاں پر وہ یہ سمجھتے ہیں کہ عوام کی کتنی ضرورت ہے اور کیا ضرورت ہے اس کے حساب سے وہ تجویزیں دیں۔ یاد رکھنے کا کہ اگر آپ کو معلوم نہیں ہے تو میں آپ کو بتاؤں کہ یہ جو پیسہ ایم پی ایز اور ایم این ایز گرانٹ کا آتا ہے اس کو ہم ہاتھ نہیں لگاتے یہ ایڈمنسٹریشن کے پاس جاتا ہے وہی اس کے لیے نذر مانگتے ہیں اور وہی اس کا کام کرواتے

ہیں۔ ہمارے لیے اس پیسے کو ہاتھ لگانا حرام ہے۔

——(تالیاں)——

میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لوں گا آپ سے مزید باتیں ہوں گی۔ یار زندہ صحبت باقی صرف اتنی گزارش کروں گا کہ میری تھوڑی سے انگریزی کمزور ہے۔ "نیشن نے لکھا کہ

"The Finance Minister out shouted the Opposition members who are generation younger".

میں نے کہا کہ بھائی میری انگریزی کمزور ہے۔ اس کا کیا مطلب ہے۔ کہنے لگے جانتے ہو میں نے کہا کہ وہ بھی کم کم، سرائیکی زیادہ جانتا ہوں۔ کہنے لگے سرائیکی ہمیں نہیں پنجابی کا کہو تو ہم ترجمہ کر دیتے ہیں۔ میں نے کہا کہ چلو یہی بتا دو۔ کہتے ہیں کہ

shouted the Opposition

کا مطلب یہ ہے کہ اپوزیشن کی "بولتی" بند کر دی۔ ——(تالیاں)——

میں نے پوچھا کہ "بولتی" کیا تھی اور میں نے کیا بند کیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ یہ ہمارے بتانے بات نہیں ہے۔ خدا حافظ ——(تالیاں)——

جناب سپیکر، تو اجلاس کے خاتمے کے بعد قائد حزب اختلاف اور لاءمنسٹر میرے پاس تشریف گے اور اجلاس کل صبح 9:00 بجے تک کے لیے ملتوی ہوتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس

جمعرات' 14- جون 1990ء

(پنج شنبہ 20- ذی القعد 1410 ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں صبح 9 بج کر 28 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

وَالَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ
كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ وَاِذَا مَا غَضِبُوْا هُمْ يَغْفِرُوْنَ ﴿٣٧﴾
وَالَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَمْرُهُمْ شُوْرٰى
بَيْنَهُمْ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ﴿٣٨﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ
الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ ﴿٣٩﴾ وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ
فَمَنْ عَفَا وَاَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ۗ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٠﴾
وَلَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَيْهِمْ مِّنْ
سَبِيْلٍ ﴿٤١﴾ اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ
يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ
اَلِيْمٌ ﴿٤٢﴾ وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿٤٣﴾

سورۃ الشوریٰ آیات 37 تا 43

اور جو لوگ بڑے بڑے گناہوں اور بدکاریوں سے بچتے رہتے ہیں اور وہ جب غضب ناک ہوتے ہیں تو وہ معاف کر دیتے ہیں اور اپنے رب کا جو حکم مانتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں ان کے سارے کام باہمی مشورہ سے طے ہوتے ہیں اور ہم نے انھیں جو رزق دیا ہے اس سے خرچ کرتے ہیں اور جب ان پر زیادتی کی جاتی ہے تو وہ اس کا (مناسب) بدلہ لیتے ہیں اور برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی ہے پس جو معاف کر دے اور اصلاح کر دے تو اس کا اجر اللہ تعالیٰ پر ہے بے شک وہ ظالموں سے محبت نہیں کرتا اور جو اپنے اوپر ظلم ہونے کے بعد بدلہ لیتے ہیں پس یہ لوگ ہیں جن پر کوئی ملامت نہیں بے شک ملامت ان پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق زمین میں فساد برپا کرتے ہیں یہی ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے اور جو شخص (ان مظالم پر) صبر کرے اور (طاقت کے باوجود) معاف کر دے تو یقیناً یہ بڑی ہمت کے کاموں میں سے ہے۔

وما علینا الاالبلاغ٥

پوائنٹ آف آرڈر

حذف شدہ کارروائی کی تشہیر و اشاعت کی ممانعت

جناب محمد اسلم گورداسپوری، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! کل آپ نے اخبارات کو واضح ہدایات دی تھیں کہ اس ایوان میں کوئی ہنگامہ نہیں ہوا اور ایسی خبروں سے اجتناب کیا جائے۔ آج اخبار میں آیا ہے کہ پنجاب اسمبلی میں ہنگامہ آرائی کی فلم کو جمہوری اتحاد سپریم کورٹ میں پیش کرے گا۔ میں آپ سے رولنگ چاہوں گا کہ کیا اس ایوان کا کوئی document کسی شہادت کے لیے' کسی مقصد کے لیے آپ کی اجازت کے بغیر کہیں پیش کیا جا سکتا ہے؟ استعمال میں لایا جا سکتا ہے؟

جناب سپیکر، جس document کی' video film کی آپ بات کر رہے ہیں وہ document پنجاب اسمبلی کا نہیں اور نہ پنجاب اسمبلی نے اس کی کوئی فلم بنائی ہے۔ بلکہ وہ وڈیو فلم پاکستان ٹیلی ویژن نے بنائی ہے۔ اگر وہ پیش کیا جا سکتا ہے تو وہ پاکستان ٹیلی ویژن سے لے کر پیش کیا جا سکتا ہے۔ پنجاب اسمبلی کے پاس ایسی کوئی video film نہیں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، پنجاب گورنمنٹ کا information cell بھی فلم بنا کر گیا ہے۔

جناب سپیکر، میں نے آپ کو عرض کر دیا ہے کہ ہمارے ہاں پنجاب اسمبلی کی کارروائی کی کوئی video film تیار ہوتی ہی نہیں۔ ہمارے پاس tapes ہوتی ہیں۔ کسی ممبر کی درخواست پر یہ tapes ہم انھیں دے سکتے ہیں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، آپ کی اجازت کے بغیر اس کو کوئی بھی استعمال میں لا سکتا ہے؟

جناب سپیکر، اس چیز کا مشاہدہ کرنے کی ضرورت ہے کہ آیا کس حد تک اس کو استعمال میں لایا جا سکتا ہے۔ بہرصورت ادارے کے وقار کے منافی کوئی بات ہو تو یہ نہیں ہونی چاہیے۔ جس بھی صورت میں ہو۔ جی رانا صاحب۔

وزیر امداد باہمی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جب کوئی کارروائی سپیکر حذف کرنے کا حکم دے دے' اس کے بعد اگر کوئی اس کی خلاف ورزی کرے' ٹی وی پر دکھائے یا کوئی بات کرے تو یہاں ان کے خلاف تحریک استحقاق پیش ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز اور درست ہے۔ جو کارروائی یہاں اسمبلی میں حذف ہو جاتی ہے' نہ اس کی رپورٹنگ ہوتی ہے' نہ اس کو ٹی وی پر دکھایا جا سکتا ہے اور نہ اس کی ریڈیو پر تشہیر ہو سکتی ہے۔

خواجہ محمد یوسف: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اس دن کے واقعات کی فلم کے متعلق ابھی ذکر ہوا ہے کہ پاکستان ٹیلی ویژن نے بنائی۔ میں نے دیکھا کہ کوئی اور صاحب بھی یہاں پر کھڑے ہوئے تھے اور وہ بھی کیمرہ لگائے ہوئے تھے اور وہ فلم بناتے رہے۔ کیا پاکستان ٹیلی ویژن کے علاوہ کوئی اور ادارہ بھی یہاں آ کے آپ کی اجازت کے بغیر فلم بنا سکتا ہے' کوئی پرائیوٹ' یا سیمی گورنمنٹ یا پنجاب گورنمنٹ کا یا کوئی بھی ادارہ۔

جناب سپیکر، سیکرٹریٹ یا سپیکر کی اجازت کے بغیر کوئی اور ادارہ یہاں video film نہیں بنا سکتا۔ میرے علم میں نہیں کہ کسی کو اجازت دی گئی ہو۔ میں اس کی تصدیق کروں گا کہ آیا کسی اور کو تو اجازت نہیں دی گئی؟

خواجہ محمد یوسف: یہاں یہ ایک کیمرہ لگا ہوا تھا اور وہ فلم بنا رہے تھے۔

جناب سپیکر، میں اس کو چیک کروں گا۔ جی چیمہ صاحب۔

چودھری محمد اعظم چیمہ: جناب والا! رانا صاحب نے ابھی ابھی یہاں پوائنٹ آف آرڈر پیش کیا ہے کہ جس کارروائی کو حذف کرنے کا آپ حکم فرما دیں' بعد میں اس کا اظہار کرنا یا دکھانا قانونی نہیں رہتا۔ اس میں میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اسمبلی کے ریکارڈ میں جو بات آئے وہ تو تحریری ہوتی ہے۔ اس میں جو نازیبا الفاظ کہے گئے وہ تو آپ حذف فرما سکتے ہیں۔ ٹی وی نے جو کارروائی ریکارڈ کی' بجٹ کا ایک اہم مسئلہ تھا اور وہ قوم کو دکھایا گیا اور جو کچھ بھی ہوا۔ کیا ٹی وی کی کارروائی اسمبلی کا حصہ ہے جس کے بارے میں آپ پہلے فرما چکے ہیں؟ کیا وہ ریکارڈ میں آتی ہے؟ کیا ٹی وی کی فوٹوگرافی اور ٹی وی کی کارروائی بھی حذف کی گئی تھی؟ کیا اس کو حذف کرنے کے بارے میں رولز میں کوئی ایسی بات ہے؟ صرف تحریری باتیں حذف کی گئی تھیں۔ اگر تحریری باتوں کے بارے میں کوئی بات ہو تو اس پر آپ کی رولنگ لاگو ہوگی۔ جہاں تک ٹی وی کے بارے میں ہے' وہ اسمبلی کے دائرہ کار میں نہیں آتا۔

جناب سپیکر، چیمہ صاحب! اس بارے میں مجھے علم نہیں کہ اس دن سپیکر صاحب نے اس کارروائی کو حذف کیا تھا یا نہیں۔ اگر انھوں نے اس کارروائی کو حذف کیا تھا تو یقیناً ٹیلی ویژن پر بھی اس حکم کا اطلاق ہوتا ہے جیسے دوسرے ذرائع ابلاغ پہ ہوتا ہے۔ مجھے اس بارے میں کوئی علم نہیں۔ میں اس کی تصدیق کروں گا کہ آیا سپیکر صاحب نے اس دن کی نشست میں یہ احکامات صادر فرمائے تھے کہ اس ساری کارروائی کو حذف کیا جاتا ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، میری جانب سے یہ وثوق سے وضاحت ہے کہ اس روز جناب ڈپٹی سپیکر نے بطور سپیکر کسی بھی کارروائی کو حذف نہ کیا تھا۔ نہ ہی کوئی استدعا کی گئی تھی' نہ ہی کوئی ایسی رولنگ صادر ہوئی تھی۔

جناب سپیکر، تو پھر اسی لیے یہ ٹی وی پر دکھایا گیا ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! پرسوں جب ڈپٹی سپیکر جناب سردار حسن اختر موکل صاحب' جناب رانا شوکت محمود صاحب' وزیر قانون جناب سردار نصراللہ خان دریشک صاحب نے اس پورے ناخوشگوار واقعے کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کیا تھا تو آپ نے ان کی تقاریر کے بعد یہ فرمایا تھا کہ اس دن جو بھی یہاں ناخوشگوار واقعہ' یا غیر پارلیمانی حرکات یا غیر پارلیمانی باتیں ہوئی ہیں وہ تمام حذف متصور ہوں گی۔ اب' جب کہ آپ کے حکم کے مطابق وہ تمام کارروائی حذف ہو چکی ہے' تو کیا اسمبلی کی حذف کارروائی کو کسی بھی ادارے میں بطور شہادت پیش کیا جا سکتا ہے؟

جناب سپیکر، میں اس بارے میں کہہ چکا ہوں جو کارروائی حذف ہو جاتی ہے اس کی اشاعت ذرائع ابلاغ میں نہیں آ سکتی۔ کسی بھی ذرائع سے اس کی شہات کے لیے میں کہہ چکا ہوں اس ایوان کے وقار کے منافی جو بھی کوئی بات ہو وہ نہیں ہونی چاہیے۔ خاص طور پر جو کارروائی سے حذف کر دی جائے وہ نہیں اس کو کہیں بھی شہادت کے طور پر پیش ہو سکتی

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، اب تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں یہ تحریک استحقاق نمبر 5 چودھری نذیر احمد صاحب کی ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے۔ سید ذاکر حسین شاہ صاحب کی نمبر 8-9 ہے وہ اس بارے میں میرے ساتھ رابطہ کر لیں اور نمبر 10 کو ٹیک اپ کرتے ہیں۔

محکمہ تعلیم میں ماہرین مضامین کے خلاف غیر قانونی کارروائی

سید ذاکر حسین شاہ، جناب والا! میری تحاریک 8-9 ترتیب کے ساتھ ہیں۔

جناب سپیکر، ان کے متعلق میں نے عرض کیا ہے کہ آپ مجھ سے رابطہ کرلیں اس وقت تحریک استحقاق نمبر 10 کو لے رہے ہیں آپ اس کو پڑھیں۔

سید ذاکر حسین شاہ، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے صوبہ بھر کے تین سو کے قریب ماہرین مضامین کو 20 جنوری 1990ء کو برطرف کر کے انتہائی زیادتی کی۔ پھر ان ہی ماہرمضامین کو ایک اور نوٹیفکیشن کے ذریعے یکم فروری 1990ء سے بحال کر کی ان ماہرین مضامین کو پندرہ دن کے اندر اندر دوبارہ سروس join کرنے کا حکم بھی دے دیا۔ اس طرح ہر ماہرمضمون کی سابقہ تین سالہ سروس ختم کر کے نہ صرف اس سے 500 روپے ماہانہ بنیادی تنخواہ میں نقصان پہنچایا بلکہ دس دن کے service gap کی وجہ سے صوبے بھر کے ہر ایڈہاک ماہرمضمون کو Public Service Commission میں مستقلی کے لیے تجربہ کے نمبروں سے بھی محروم کر دیا گیا اور صوبہ بھر کے ماہرین مضامین کو ان احکامات کے تحت 20 جنوری 1990ء سے 30 جنوری 1990 تک وصول شدہ تنخواہ بھی واپس کرنا پڑ رہی ہے۔ یہ احکامات صوبہ بھر میں ماہرین مضامین کو 20 فروری 1990 کے بعد وصول ہوئے جس سے حکومت کی اس بددیانتی کا واضح طور پر ثبوت ملتا ہے۔ کہ سابقہ تاریخوں سے احکامات جاری کر کے اساتذہ کو ان کی جائز مراعات سے محروم کر دیا حالانکہ صوبے بھر کے ایڈہاک ماہرین مضامین ان احکامات سے بے خبر۔ 20 جنوری 1990 سے 30 جنوری تک اپنے اپنے فرائض ہائر سکینڈری اسکولوں میں باقاعدگی سے انجام دیتے رہے۔ ماہرین مضامین کے متعلق یہ احکامات سروس رولز کی خلاف ورزی کر کے جاری کیے گئے کیونکہ سروس رولز 1974ء میں واضح طور پر درج ہے کہ ایڈہاک ملازمین کو ایک ماہ کے نوٹس یا ایک ماہ کی پیشگی تنخواہ دے کر نکالا جا سکتا ہے۔ کہ حکومت پنجاب کی اس غیر قانونی اور ظالمانہ کارروائی سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میرے تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس میں حکومت نے ماہرین مضامین کے ساتھ ایک قانونی اور ٹیکنیکل فراڈ کیا

ہے انہوں نے ان ماہرین معاشین کو فارغ کیا پھر خود ہی دس دن کے بعد کہا کہ آپ ڈیوٹی پر آجائیں۔ اصل میں ان کی تین سال سروس کو regularize نہیں کرنا چاہتے تھے۔ اگر ان ماہرین معاشین کی حکومت کو ضرورت نہ تھی۔ اگر ان کی برطرفی کے پہلے احکامات کا جواز تھا۔ اگر حکومت کے پاس ان کو الگ کرنے کا کوئی جواز تھا تو پھر وہ جواز دس دن کے بعد کیسے ختم ہوگیا؟ جناب والا! اس پر ماہرین معاشین نے بڑا احتجاج کیا وہاں ہڑتالیں ہوئیں جلسے اور جلوس نکالے گئے یہ کس قدر زیادتی ہے کہ ایک ایسے شعبے سے متعلق ماہرین معاشین کے ساتھ ایک غیر قانونی کارروائی کی گئی ہے۔ نہ ان کو برطرفی سے قبل ایک ماہ کا نوٹس دیا گیا ہے۔ نہ تنخواہ دی گئی ہے۔ ان کی برطرفی سے پہلے کسی بھی رول کسی ضابطے کسی قاعدہ کی کوئی پابندی نہیں کی گئی۔ حکومت پنجاب کی یہ ایک روایت بن چکی ہے۔ اوپر سے بغیر قواعد و ضوابط اور قانون کو پیش نظر رکھتے ایسے احکامات جاری کیے جاتے ہیں۔ جس میں نہ کسی کے احساسات کا خیال کیا جاتا ہے۔ نہ اس قانون کی روح کو پیش نظر رکھا جاتا ہے۔ اگر حکومت پنجاب خود ہی اس صوبے میں اپنے ہی بنائے گئے Rule & Regulations اور قانون کی دھجیاں بکھیر دے۔ تو جناب والا! اس سے بڑی اور زیادتی نہیں ہوسکتی۔ اس ایوان میں ہم جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے آئین اور قانون کی حکم رانی کا حلف اٹھایا ہوا ہے۔ اب آپ اس تحریک استحقاق سے ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔ کہ کس طرح ایک تو ان کا معاشی استحصال کیا گیا ہے۔ نمبر 2 ان کی تین سال کی مدت ملازمت کو تباہ کیا گیا۔ 3- ان کو ذہنی کرب ناک کیفیت میں ڈال دیا گیا جناب سپیکر! نمبر 4- سول سروسز رولز 1974ء کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ یہ انتہائی اہم تحریک استحقاق ہے۔ حکومت پنجاب کے قواعد اور قانون کی خلاف ورزیوں کو روکنے کا تدارک ضروری ہے لہذا میری پیش کردہ تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، وزیر قانون صاحب آپ اس کا جواب دیں گے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! پہلے تو میرا اس تحریک استحقاق پر ٹیکنکل اعتراض ہے اس مسئلے سے جناب شاہ صاحب کا استحقاق کیسے مجروح ہوگیا۔ اس سے ان کے استحقاق کا دور سے بھی تعلق نہیں۔ اس بارے میں میں ہاؤس کو آگاہ کرنا چاہتا ہوں یہ ایک ایسا مسئلہ ہے جس میں ہمارے محکمہ تعلیم کے اساتذہ کا مفاد ملوث ہے۔ جناب سپیکر! اس سلسلہ میں حکومت پنجاب کے سیکرٹری ایجوکیشن نے یکم

اپریل 1990ء کو summary move کی اس کو دس دن کی مزید توسیع دی جائے یہ ان کا جائز مطالبہ ہے اس کو منظور کیا جائے۔ اسے سیکرٹری صاحب نے یکم اپریل 1990ء کو اور وزیر تعلیم نے 6-اپریل1990ء کو اپنے دستخط کر کے چیف منسٹر صاحب کو بھیج دی۔ 3 مئی 1990ء کو یہ سمری جناب چیف منسٹر صاحب نے منظور کی 5 مئی 1990ء کو نوٹیفکیشن بھی ہو چکا ہے۔ اور ان کی تکلیف کا ازالہ ہو چکا ہے۔ جناب سپیکر! میں اپنے محرک بھائی کا ممنون ہوں کہ وہ تحریک استحقاق پیش کر کے ہمیشہ ہماری رہ نمائی کرتے رہتے ہیں اور ہمارے معاملات میں بہت دل چسپی لیتے ہیں اور پنجاب کے سرکاری ملازمین کے استحقاق کو بھی وہ اس طریقے سے defend کرتے ہیں کہ جیسے ان کا اپنا ذاتی استحقاق ہو۔ ہم ایک بہت ہی اہم مسئلے سے دوچار ہیں جس کے لیے مجھے شاہ صاحب کی امداد کی ضرورت ہے وہ یہ کہ اسی محکمہ تعلیم میں ہزاروں نئی روشنی سکول کے ٹیچرز کو جو مرکزی حکومت کے ہیں سبکدوش کر دیا گیا ہے تو میں جناب والا۔ ان کی خدمت میں درد مندانہ اپیل پیش کرتا ہوں کہ اس سلسلے میں وہ اپنے پنجاب کے ان ہزاروں بھائیوں کی جو ملازمت سے محروم ہو چکے ہیں اور روزانہ آ کر ایجوکیشن منسٹر کو کہتے ہیں۔ ان کی دادرسی کی جائے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، نواب زادہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ رولز آف پروسیجر کے مطابق ہمارے وزیر پارلیمانی امور کو تحریک استحقاق کی admissibility پر بات کرنی ہے۔ اس کے نفس مضمون پر اور اس پر statement نہیں دینی ہے۔ اور ان کو restrict کیا جائے کہ یہ اس کی ٹیکنیکل گراؤنڈ پر مخالفت کریں۔ کیونکہ ممکن ہے کہ جب یہ گھر جائیں اور ان کے بچے یہ پوچھیں کہ جو آپ ہاؤس میں غیر متعلقہ باتیں کیوں کرتے ہیں؟

جناب سپیکر، نواب زادہ صاحب! اس پوائنٹ آف آرڈر پر میری رائے یہ ہے کہ جس وقت کوئی تحریک استحقاق پیش کی جاتی ہے تو اس پر متعلقہ منسٹر اس کی admissibility پر بات کر سکتے ہیں اور نفس مضمون پر بھی بات کر سکتے ہیں۔

وزیر قانون و پارلیمانی امور: جناب والا! اگر ایسی بات ہو کہ تحریک استحقاق ٹیکنیکلی نہیں بنتی تو

اس کو جناب والا! چیمبر میں kill کر دیا کریں تو پھر یہ نوبت ہی نہ آئے۔ آپ جب ان کو یہ حق دیتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ تحریک استحقاق ٹیکنیکلی بنتی ہو یا نہ بنتی ہو ان کو اپنا مافی الضمیر پیش کرنے کی اجازت دیتے ہیں لیکن ہم نے تو جو شاہ صاحب کی خواہش تھی ان کی تحریک استحقاق آنے سے پہلے تعمیل کر دی تھی۔ لیکن ہماری ایک ایسی تکلیف ہے اور مرکزی حکومت میں ماشاء اللہ اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے شاہ صاحب کی بڑی پوزیشن ہے اور ان کو کافی اولیت حاصل ہے۔ تو ہمارے پنجاب کے ان ٹیچرز کی ایک مشکل ہے جو کہ نئی روشنی سکولز میں پڑھاتے تھے اور ہزاروں کی تعداد میں تھے تو اس سلسلے میں میں نے ان سے گزارش کی ہے کہ ہمارے ساتھ تعاون کریں۔ تو آج میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مسئلہ ویسے ہی ختم ہو چکا ہے اور ان کا حل ہو چکا ہے۔ ان کا کوئی استحقاق نہیں بنتا اور ٹیکنیکلی یہ تحریک استحقاق رول آؤٹ فرمائی جائے۔

سید ذاکر حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی ارشاد فرمائیے۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب سپیکر! ایک بات جو انتہائی اہمیت کی حامل ہے کہ قومی اسمبلی کے سپیکر اور سینیٹ کے چیئرمین کی متعدد رولنگز اس نکتے پر آ چکی ہیں کہ جہاں کہیں آئین کی خلاف ورزی ہوتی ہے' جہاں کہیں قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے وہاں استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ اور میں ایک عرصے سے اس بات پر زور دے رہا ہوں میں کئی رولنگز چیئرمین سینیٹ کی پیش کر سکتا ہوں۔ جہاں غیر قانونی حرکات کی بناء پر رولنگ آئی۔ اور قومی اسمبلی میں غیر قانونی اقدامات کی وجہ سے تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا گیا ہے۔ لیکن ہمارے پنجاب کے ایوان میں یہ ایک روایت بن چکی ہے کہ جب تک کسی رکن کو مکے نہ مارے جائیں' کسی کو پولیس نہ مارے کسی کو گھسیٹا نہ جائے اس وقت تک استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔ حکومت پنجاب کے جو اپنے بنیادی رولز ہیں اور جو اسمبلی بناتی ہے ان رولز کی اگر جہاں کہیں خلاف ورزی ہوتی ہے تو اس سے ممبران کا استحقاق مجروح ہوتا ہے' میری اس بات کا جواب وزیر قانون صاحب نے نہیں دیا کہ ان کو برطرفی سے پہلے ایک ماہ کا نوٹس اور ایک ماہ کی تنخواہ سروسز رولز کے تحت نہیں دی گئی اور اس بات کا انہوں نے کوئی جواب نہیں دیا اور ایک مرکزی محکمے کی طرف توجہ دلائی۔ جناب والا! کوئی پارلیمینٹیرین اس بات کی تصدیق کرے کہ

کیا ایک صوبائی معاملے کے بارے میں جواب کی شکل میں وزیر قانون کسی مرکزی اقدام کو زیر بحث لا سکتے ہیں۔ ایک میرے بارے میں انہوں نے کہا ہے کہ مجھے مرکزی حکومت میں ایک اہم پوزیشن حاصل ہے جناب سپیکر! میں پنجاب اسمبلی کا اپوزیشن رکن ہوں۔ آپ بتائیں کہ مجھے مرکزی حکومت میں کیا مقام حاصل ہے ؛ میرا قانونی اور آئینی سٹیٹس یہ ہے کہ میں پنجاب اسمبلی میں ایک اپوزیشن رکن ہوں۔ وزیر قانون نے کس حیثیت سے کہا ہے کہ مجھے مرکزی حکومت میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

رانا پھول محمد خان، جناب سپیکر! میں نکتہ وضاحت پر بولنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی رانا پھول محمد خان نکتہ وضاحت پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

رانا پھول محمد خان، جناب والا! اس تحریک استحقاق کے متعلق میرے فاضل دوست شاہ صاحب نے جو فرمایا ہے کہ یہ اسمبلی آئین کے تابع قانون بناتی ہے اور اس قانون پر عمل درآمد ہوتا ہے۔ اگر اس میں کسی کے ساتھ زیادتی ہو تو وہ تحریک استحقاق شاہ صاحب کی بنتی ہے۔ میں یہ گزارش کروں گا کہ کسی صورت میں کسی شکل میں کسی قانون کے تابع یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ اسی اسمبلی نے جو قانون بنایا ان رولز میں بھی دے دیا گیا ہے کہ اگر کسی کی حق تلفی ہو تو وہ سروسز ٹریبونل، سول کورٹ، ہائی کورٹ میں جائے۔ کسی ملازم کی برطرفی کی تحریک استحقاق کوئی رکن یہاں پیش کرا کے یہ مطالبہ نہیں کر سکتا کہ ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے کیوں کہ اسی ایوان نے یہ قانون بھی بنایا ہے۔ اگر اس قانون کے تحت کسی کو نقصان پہنچتا ہے تو ان کے لیے ان عدالتوں کے دروازے کھلے ہیں۔ لہٰذا اس کو ختم کر دینا چاہیے۔

جناب سپیکر، شکریہ رانا صاحب!

میاں منظور احمد موہل، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی پوائنٹ آرڈر۔

میاں منظور احمد موہل، جناب سپیکر! میرا جو پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ تحاریک استحقاق کے لیے صرف آدھ گھنٹے کا وقت ہوتا ہے۔ اور بھی دوستوں نے تحاریک استحقاق دی ہوئی ہیں۔ شاہ صاحب نے

short statement بھی دے دی ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ پوائنٹ آف آرڈر۔ اور پوائنٹ آ آرڈر پر پھر وہی باتیں دہرانی شروع کر دی ہیں۔ یہ جناب والا! آپ کا فرض ہے کہ آپ فوری طور پر روکیں۔ اسی طرح اب نکتہ وضاحت رانا صاحب نے شروع کر دیا ہے۔ نکتہ وضاحت کہیں نہیں ہوتا personal explanation ہوتا ہے۔ اس طرح کوئی آدمی بات کرے اور کہے کہ نکتہ وضاحت۔ اور اس پر گفتگو شروع کر دے۔ جناب والا! اس ہاؤس کو آپ ان ضوابط کے مطابق چلائیں۔ آپ کی مہربانی ہو گی۔

جناب سپیکر، موہل صاحب نے بجا فرمایا ہے کہ نہ تو وہ پوائنٹ آف آرڈر بنتا تھا اور نہ ہی نکتہ وضاحت بنتا ہے۔ یہ بات بالکل جائز اور صحیح بات ہے اور ایسے معاملات پر ایوان کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ اس تحریک استحقاق کو میں نے دیکھا ہے یہ تحریک استحقاق کسی بھی لحاظ سے یعنی آئین اور لاء میں ممبرز کے privileges کے کسی زمرے میں بھی نہیں آتی اور میں سمجھتا ہوں کہ شاہ صاحب جیسے پارلیمینٹیرین کے لیے ایسے واقعہ کو privilege motion کے طور پر پیش کرنا مناسب نہیں۔

This isan apology of the privilege motion. I rule it out.

کیا سردار عاشق حسین گوپانگ صاحب تشریف رکھتے ہیں؟

(فاضل ممبر ایوان میں تشریف فرما نہ تھے)

وہ اپنی تحریک استحقاق کے سلسلے میں میرے ساتھ رابطہ کر لیں اور اب ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش اپنی تحریک پیش کریں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، جناب سپیکر! بنگش صاحب کہہ گئے تھے کہ ان کی تحریک استحقاق کو ملتوی کر دیا جائے۔

جناب سپیکر، جناب شبیر احمد خان صاحب۔ کیا شبیر احمد خان صاحب تشریف رکھتے ہیں۔

(فاضل ممبر ایوان میں تشریف فرما نہ تھے)

یہ disposed of تصور ہو گی۔ ڈپٹی سپیکر صاحب کی ایک تحریک استحقاق ہے وہ اس سلسلے میں میرے ساتھ رابطہ کر لیں جی محمد اسلم گورداسپوری صاحب' ان کی تحریک استحقاق کا نمبر 20 ہے۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، جناب والا! اس کی کاپی مجھے عنایت فرما دی جائے۔

ب سپیکر، کاپی مہیا کی جائے۔

(کاپی مہیا کی گئی)

حزب اختلاف کے رکن کے حلقے میں ترقیاتی کام روک دینا

ب محمد اسلم گورداسپوری، جناب سپیکر! میں آپ کی اجازت سے حال ہی میں وقوع پذیر ہونے
ے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی
ی دخل اندازی کا متقاضی ہے۔

ہ یہ ہے کہ میرے حلقہ انتخاب کے لیے ترقیاتی فنڈز سے حکومت پنجاب نے 89-1988ء اور
-1989ء کے لیے مندرجہ ذیل رقوم مختص کیں۔

1.	جیا موسیٰ سیوریج سکیم کے لیے۔	10 لاکھ روپے
2.	کوٹلہ شاہدرہ سیوریج سکیم کے لیے۔	10 لاکھ روپے
3.	برکت ٹاؤن شاہدرہ سیوریج سکیم کے لیے	39 لاکھ 53 ہزار روپے
4.	دہیڑ شاہدرہ ٹاؤن سیورج سکیم کے لیے	26 لاکھ 87 ہزار روپے
5.	محلہ قریشیاں جیا موسیٰ شاہدرہ سیوریج سکیم کے لیے	10 لاکھ روپے
6.	مقبرہ موڑ شاہدرہ ٹاؤن سیوریج کے لیے	5 لاکھ روپے
7.	مصطفیٰ آباد شاہدرہ سیوریج سکیم کے لیے	5 لاکھ روپے
8.	شاہدرہ چوک، بیگم کوٹ شیخوپورہ روڈ کے لیے	1 کروڑ روپیہ
9.	صدیق پورہ فلور مل شاہدرہ ڈرینج کے لیے	17 لاکھ روپے

جناب سپیکر! چونکہ حلقہ پی پی 116 مسلم لیگ کا امیدوار ہار گیا تھا۔ صوبائی حکومت کے اہل
وں نے تمام سکیموں کا روپیہ خورد برد کر لیا ہے تمام سکیمیں نامکمل پڑی ہیں اکثر سکیموں پر کام ہی
وع نہیں کیا گیا جب کہ یہ تمام کام حلقہ کے منتخب نمائندے کے ذریعے کیا جاتا تھا حلقہ کے
یب سیلاب زدہ عوام کے ترقیاتی فنڈ کا اتنی بھاری تعداد میں ضائع ہو جانا میرے حلقے کے عوام کا
اق مجروح کرنے کے مترادف ہے میری تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے
ہ معاملے کی چھان بین ہو سکے۔

جناب سپیکر! یہ میرا حلقہ شاہدرہ بادامی باغ لاہور کا سب سے بدقسمت علاقہ ہے جہاں 1988ء میں بہت بھیانک سیلاب آیا اور جس کے آثار اب تک وہاں موجود ہیں تو اس حالت میں حکومت پنجاب کو زیادہ توجہ دینی چاہیے تھی اس کی تعمیر و ترقی کے لیے اس کو خصوصی فنڈ دینا چاہیے تھا چہ جائیکہ اس کے لیے اضافی فنڈ دیا جاتا وزیراعلیٰ کی طرف سے اس کے لیے خصوصی فنڈ دیا جاتا اس کا جو معمول کا فنڈ تھا اور جو اس ایوان نے پاس کروایا تھا جس کی آپ کی قیادت میں ہم نے تاکید کی جس کی ہم نے منظوری دی اور اس ہاؤس نے منظوری دی اس کو سرے سے خوردبرد کر دیا گیا ہے ایک پیسہ کسی سکیم پر نہیں لگایا گیا میں نے اس بارے میں سوالات بھی کئے تھے ان کا جواب بھی آئے کا وہاں فوری طور پر کچھ گڑھے کھودے گئے ہیں اور چند ایک جگہوں پر پائپ پھینک دیا گیا ہے جس سے راستے رکے پڑے ہیں جناب سپیکر! اس سے زیادہ کسی نمائندے کا اور کیا استحقاق مجروح ہو سکتا ہے کہ اسے علم نہ ہو کہ اس کے حلقے کے تعمیراتی فنڈ کو کون خرچ کر رہا ہے اور وہاں پر اس حکومت کے ہوتے اور قانون کے ہوتے ہوئے اور اس اسمبلی کے ہوتے ہوئے کونسی اتھارٹی ہے جس نے یہ پیسے نکلوائے اور کس نے کھائے۔ جناب والا! یہ سب سے بڑا غبن اور بڑی بددیانتی ہے میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ غریب بے کس اور لاچار عوام کا سرمائے کے لوٹنے والے چوروں کو پکڑا جائے اور عوام کا حق اور سرمایہ واپس کیا جائے۔ شکریہ۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! اس سلسلے میں بھی میرا ٹیکنیکل اعتراض ہے کہ کسی علاقے کے لیے فنڈ کا مختص کیا جانا کسی ممبر کا استحقاق نہیں بنتا ہے اور نہ ہی کسی علاقے میں فنڈ لگانے یا نہ لگانے سے کسی فاضل ممبر کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔

جناب والا! میرے بھائی نے چند ایک چیزوں کی طرف نشان دہی کی ہے تو اس سلسلے میں ان کی انفرمیشن کافی حد تک حقائق پر مبنی نہیں کچھ اس میں چیزیں صحیح ہیں اور کچھ صحیح نہیں اس سلسلے میں مجھے جو محکمہ کی طرف سے جواب ملا ہے اس کو میں جناب والا! کی اجازت سے مختصراً اس ایوان میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ جہاں تک منصوبہ نمبر 1 کا تعلق ہے یہ حقیقت پر مبنی نہیں متعلقہ دفتر کو اس منصوبہ کی منظوری یا اس کے لیے فنڈ کے اجراء کا قطعی طور پر علم نہیں ہے جیسا کہ

انہوں نے فرمایا ہے کہ سیوریج کے لیے دس لاکھ روپے وقف کیے گئے۔ دوسرے منصوبوں کے بارے میں محکمہ کی طرف سے جو جواب دیا گیا ہے وہ ہے کہ دوران مالی سال 89-88 میں پانچ لاکھ روپے بتاریخ 14-5-89 اور دوران مالی سال 90-89 میں مبلغ 3 لاکھ روپے 15-11-89 کو محکمہ کو موصول ہوئے عملی طور پر منظور شدہ تخمینہ کے مطابق موقع پر کام قریب الاختتام ہے۔ تیسری سکیم کے بارے میں عرض ہے کہ محکمہ کو اس منصوبہ کی منظوری یا اس کے لیے فنڈ کے اجراء کا کوئی علم نہ ہے۔ چوتھے منصوبے کے بارے میں عرض ہے کہ محکمہ کو اس منصوبہ کی منظوری یا اس کے لیے فنڈ کے اجراء کا کوئی علم نہ ہے پانچویں منصوبے کے بارے میں جناب والا! پوزیشن یہ ہے کہ مالی سال 89-88 میں 10۔لاکھ روپے اور 90-89 میں 4- لاکھ روپے محکمہ کو ملے۔ فنی طور پر منظور شدہ تخمینہ کے مطابق موقع پر کام مکمل ہو چکا ہے۔

جناب والا! نمبر 6 منصوبہ کے متعلق گزارش ہے کہ دورن مالی سال 89-88 مبلغ 5-لاکھ روپے اور 90-89 میں مبلغ 3-لاکھ روپے محکمہ کو ملے اور موقع پر کام مکمل کیا جا چکا ہے۔

جناب والا! نمبر 7 منصوبہ کے متعلق گزارش ہے کہ دوران مالی سال 89-88 مبلغ 5-لاکھ روپے اور 90-89 میں مبلغ 3-لاکھ روپے محکمہ کو ملے اور اس پر بھی کام اختتام کے قریب ہے۔

جناب والا! نمبر 8 منصوبہ کے متعلق جس کے بارے میں میرے فاضل بھائی نے ذکر کیا ہے کوئی رقم فراہم نہیں کی گئی ہے۔ اور اس طرح منصوبہ نمبر 9 کے لیے بھی کوئی رقم فراہم نہیں کی گئی ہے۔

جناب والا! منصوبہ جات پر عمل درآمد کے لیے باقاعدہ ایک کمیٹی بنائی گئی تھی جو کہ علاقے کی سماجی شخصیات اور علاقے کے معززین پر مشتمل تھی۔ ٹھیکہ الاٹ کئے جانے سے قبل تمام معروف اخبارات میں ان کے اشتہارات وضاحت کے ساتھ دیئے گئے۔ رجسٹرڈ ٹھیکے داران نے زیردستخطی اور دیگر تکنیکی عملہ محکمہ کے علاوہ مندرجہ بالا معروف شخصیات کی زیر نگرانی منظور شدہ تخمینہ جات کے مطابق موقع پر کام مکمل کیا۔ دوران تعمیر منصوبہ جات مندرجہ بالا کن اسمبلی یا ان کے کسی نمائندے نے کسی قسم کی معلومات یا شکایت کے بارے میں کسی محکمہ کو اپنے جذبات سے آگاہ نہیں کیا۔ تو میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ یہ تحریک استحقاق ٹیکنیکلی نہیں بنتی ہے اس لیے اس تحریک استحقاق کو قابل پذیرائی نہ سمجھا جائے۔ شکریہ۔

جناب سپیکر، اس تحریک استحقاق کے واقعات جو بھی ہوں جو گورداسپوری صاحب نے اس میں بیان کئے ہیں یہ اگر درست بھی ہوں تو بھی یہ تحریک استحقاق ٹیکنیکلی نہیں بنتی۔ میں اسے رول آؤٹ کرتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! میں اس کی admissibility پر بولنا چاہتا تھا۔

ضمنی میزانیہ بابت سال 90-1989ء مطالبات زر پر بحث اور رائے شماری

جناب سپیکر، چودھری صاحب میں اس کی اجازت نہیں دیتا۔ اس پر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب تحریک استحقاق کا ٹائم ختم ہوتا ہے۔ سپلیمنٹری بجٹ کے لیے آج ووٹنگ کا دن ہے۔ حزب اقتدار اور حزب اختلاف کے سمجھوتے کے نتیجہ میں مندرجہ ذیل مطالبات زر زیر بحث آئیں گے اور ان پر ووٹنگ ہو گی۔

اس میں مطالبہ زر نمبر 5 ہے اور یہ نمبر 1 پر ٹیک اپ ہو گا۔ یہ پولیس کے متعلق ہے۔

مطالبہ زر نمبر 21 ہے اور یہ نمبر 2 پر ٹیک اپ ہو گا۔ یہ تعلیم کے متعلق ہے۔

مطالبہ زر نمبر 22 ہے اور یہ نمبر 3 پر ٹیک اپ ہو گا۔ یہ صحت کے متعلق ہے۔

مطالبہ زر نمبر 23 ہے اور یہ نمبر 4 پر ٹیک اپ ہو گا۔ یہ زراعت کے متعلق ہے۔

تو اس میں' میں یہ ابتداء میں ہی بتا دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ رول 113 کے تحت تخفیف زر کی کارروائی 1-00 بجے دوپہر تک جاری رہے گی اور اس کے بعد قاعدہ مذکور کے تحت مطالبہ زر پر رائے شماری شروع کر دی جائے گی۔ تو اب اس مطالبہ زر نمبر 5 کو ہم ٹیک اپ کرتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر اس ایجنڈا کے متعلق ہے اور یہ بڑا اہم پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب سپیکر، جی ارشاد فرمائیے۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! یہ جو کٹ موشنز دی گئی ہیں 22 پر ایک ڈیمانڈ نمبر nil ہے جس کا ضمنی بجٹ میں صفحہ 144 ہے۔ جس میں فاضل اراکین حزب مخالف کے جو نام ہیں جنہوں نے یہ دائر کیے ہیں وہ ہیں۔

سردار سکندر حیات خان۔ مسٹر عباس علی انصاری۔

میاں اظہر حسن ڈار۔ چودھری محمد شاہنواز چیمہ۔

مسٹر نذر حسین کیانی۔ چودھری محمد وصی ظفر۔

رانا اکرام ربانی۔ ضیاء اللہ خان بنگش

جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ اس میں ڈیمانڈ جو nil ہے اور وہ ووٹنگ کے لیے آئی نہیں اور اس کی چارج رقم 6- کروڑ 5-لاکھ 82 ہزار پر کیسے کٹ موشن آگئی ہے۔ یہ آہی نہیں سکتی۔ نہ اس میں ڈیمانڈ آئی ہے۔ نہ یہ ووٹنگ کے لیے اسمبلی میں پیش ہوئی ہے تو جناب والا! یہ نمبر 2 کے تحت فاضل اراکین نے اس کو کیسے دے دیا ہے۔ یہ تو ووٹنگ کے لیے بھی نہیں آئی۔ یہ تو charged expenditure ہے۔ جناب والا! میں کہتا ہوں کہ اسے ایجنڈا سے حذف کیا جائے۔ یہ بالکل غلط ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، ہم نے رکھی ہی نہیں ہے۔

میاں منظور احمد موہل، نہیں، وہ علیحدہ بات ہے۔ اس کو رکھنے کی علیحدہ بات ہے۔ اسے آپ داخل ہی نہیں کر سکتے۔ یہ اسمبلی کے اندر پیش ہی نہیں ہوسکتی۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے۔ کیونکہ یہ charged ہے۔ ووٹنگ کے لیے نہیں آئے گی۔

جناب سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ یہ charged expenditure پر کٹ موشن نہیں ہوگی۔ تو جس وقت ہمارے پاس کوئی بھی کٹ موشن ہو ہم اسے ایجنڈے میں شامل کر دیتے ہیں لیکن جس وقت اس کی باری ہو تو اس پر فیصلہ ہوتا ہے۔ ہم نے جس وقت اسے ٹیک اپ کرنا تھا تو اس کو rule out کر دینا تھا۔ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔

میاں منظور احمد موہل، شکریہ جناب والا۔

جناب سپیکر، نمبر 5 کٹ موشن جو ہے اس سے ہم شروع کرتے ہیں۔ تو اس میں فنانس منسٹر صاحب مطالبہ زر نمبر 5 پیش کریں۔

مطالبہ زر نمبر 5

وزیر خزانہ، جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ۔۔۔

ایک ضمنی رقم جو 80 لاکھ 87 ہزار 8 سو 90 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون

1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "پولیس" برداشت کرنے پڑیں گے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے کہ۔

ایک ضمنی رقم جو 80 لاکھ 87 ہزار 8 سو 90 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ "مد پولیس" برداشت کرنے پڑیں گے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، ابھی مطالبہ تو پیش ہونے دیں۔۔

جناب سپیکر، مطالبہ پیش ہو گیا ہے۔ آپ اس کو oppose نہیں کرنا چاہتے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میں نے oppose کیا ہے۔

جناب سپیکر، جی! جناب اعظم چیمہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، اس سے قبل کہ جناب والا! mover کو کٹ موشن پیش کرنے کی اجازت دیں۔ میرا کٹ موشن کے بارے میں ایک قانونی اعتراض ہے یہ جو کٹ موشن مطالبہ نمبر 5 کے بارے میں دی گئی ہے اس میں رول 116 (اے) کی طرف جناب کی میں توجہ مبذول کراؤں گا۔ اس کٹ موشن میں انہوں نے کہا ہے کہ مطالبہ زر کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔ میری عرض ہے کہ یہ رولز کے دائرہ اختیار میں نہیں آتا۔ اس بناء پر میری یہ گزارش ہوگی کہ یہ کٹ موشن پیش کرنے سے قبل غیر قانونی ہونے کی بناء پر رول آؤٹ فرمائی جائے۔ اور میری اس میں دلیل یہ ہوگی کہ۔۔۔

116. A motion may be moved to reduce the amount of a demand in any of the following ways.-

(a) "That the amount of the demand be reduced to Rs. 1.00 representing disapproval of the policy underlying the demand.

Such a motion shall be known as "Disapproval of Policy Cut". A member giving notice of such a motion shall indicate in precise terms the particulars of the policy which he proposes to discuss. The discussion shall be confined to the specific point or points mentioned in the notice and it shall be open to members to advocate an alternative policy.

جناب والا! رول 116 اے کا حوالہ دینے کے بعد نمبر 5 کٹ موشن کے بارے میں جو کہ انہوں نے پیش کی ہے' اس بارے میں یہ ملاحظہ فرمائیں' "مطالبہ میں مضمر حکمت عملی کو زیر بحث لایا جائے" اس میں میرا اعتراف یہ ہے کہ اس کٹ موشن میں تفصیلی طور پر پالیسی کٹ کے بارے میں پھر precise terms میں مخصوص پالیسی کے بارے میں ذکر کرنا ضروری تھا اور ساتھ ہی ساتھ انہیں موازنہ میں مجوزہ پالیسی دینی ضروری تھی۔ اپنے ان دلائل کی روشنی میں جناب والا! میں آپ کے نوٹس میں آپ ہی کا فیصلہ جو کہ آپ نے 1985ء میں صادر فرمایا تھا جب ہم نے یہ اعتراض کیا تھا' یہ کٹ موشن غیر قانونی ہے اصولی طور پر قانون کے منافی ہے اس بناء پر ان کو رول آؤٹ کیا جانا ضروری ہے اور یہ فیصلہ جو کہ صفحہ نمبر 1392 میں جناب کی طرف سے صادر ہے جس میں مخدوم زادہ سید حسن محمود (اللہ تعالیٰ انہیں غریق رحمت فرمائے) اس میں انہوں نے بھی دلائل دیئے تھے اور کچھ اور لوگوں نے بھی ہمارے ساتھ دلائل دیئے تھے اس میں جناب کا یہ فیصلہ ہے کہ کٹ موشن رول 116 (اے) کے تحت اس طریقہ سے ہونی چاہیے تو اس کے آخر میں فیصلہ یہ تھا کہ اس میں کیونکہ کوئی مخصوص ریفرنس موجود نہیں لہٰذا یہ تحریک تخفیف زر قابل پذیرائی نہیں۔ This is not admissible اور اس میں باقی جو ہے اگر بعد میں میرے فاضل دوست یا لاءمنسٹر صاحب اس بارے میں اظہار خیال کرنا چاہیں تو میری گزارش یہ ہوگی کہ کٹ موشن جو ان مطالبات زر کے بارے میں دی گئی ہیں وہ سراسر غیر قانونی ہیں اور روز اور قوانین کے منافی ہیں اسمبلی کا وقت ضائع کرنے کے بغیر تقاریر کی اجازت دئے جانے کے بغیر ان کو فوری طور پر رول آؤٹ فرمایا جائے۔

جناب سپیکر، لودھی صاحب' یہ چیمہ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر ہے' آیا یہ اسے dispose of کر

لوں یا آپ کچھ فرمائیں گے؟

وزیر مال، جناب والا! میں نے اس ضمن میں کچھ عرض کرنا تھا' اگر جناب والا مجھے بھی سننا پسند فرمائیں تو اجازت دے دیں۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے میں اسے اکٹھا dispose کر لوں گا آپ ارشاد فرمائیے۔

وزیر مال، جناب والا! اس میں جیسا کہ چیمہ صاحب نے یہ اعتراض اٹھایا ہے Rule 116(a) میں یہ اعتراض ہے۔ اس ڈیمانڈ میں انہوں نے پالیسی کٹ motion کیا ہے۔ لیکن اس میں محرک کو precisely یہ mention کرنا ہے کہ اس نے کون سی پالیسی کو discuss کرنا ہے۔ جناب والا! اس ڈیمانڈ میں بے شمار مدات ہیں

جناب سپیکر، یہ ایک لیگل پوائنٹ ہے اور بڑا ضروری پوائنٹ ہے میں سب ممبران سے یہ کہوں گا کہ وہ توجہ فرمائیں' جناب وصی ظفر خاص طور پر توجہ فرمائیں' یہ ایک ضروری issue ہے جو کہ پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھایا گیا ہے اور یہ ٹیکنیکل اور ضروری پوائنٹ ہے اس پر آپ سب توجہ فرمائیں۔

وزیر مال، ۔۔۔اس میں محرک کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ اس میں یہ درج کرتے کہ اس مد کے کون سے حصے کو انہوں نے discuss کرنا ہے۔ اس ڈیمانڈ میں ایک تو یہ چیز ظاہر کرتی ہے کہ ہم ان پولیس ملازمین' افسران یا اہلکاران کو معاوضہ دیں گے جنہوں نے بڑی جرأت مندی سے لوگوں سے مقابلہ کیا اور اسی کے بعد وہ اللہ کو پیارے ہوگئے اور اس مد میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ ایک ہماری لیگل برانچ ہے جس کو ہم نے مستحکم کیا ہے اس لیے کہ جو کیس عدالت میں ہوتے ہیں وہ اس برانچ کے ملازمین کور کرتے ہیں اور اس مد میں یہ بھی کہ ہمارا ایک Investigation Cell ہے ہم نے اس کو بھی مستحکم کیا ہے اور اس میں ہم نے بے شمار انتظامات کیے ہیں' اس کے علاوہ بھی کئی چیزیں ہیں' اب میں اسی طرف آ رہا ہوں کہ جیسا کہ چیمہ صاحب نے کہا کہ انہوں نے underlying policy کو discuss کرنا لکھا ہے میرا objection یہ ہے کہ رول 116(a) کے مطابق ان کو specifically, precisely یہ mention کرنا ہے کہ اس ڈیمانڈ کے کس ضمن کو انہوں نے discuss کرنا ہے۔ اس لیے it is illegal, it is against rules لہٰذا اس کو take up نہیں کیا جانا چاہیے۔

جناب سپیکر، وصی ظفر صاحب' یہ ایک پوائنٹ آف آرڈر ہے جو کہ اعظم چیمہ صاحب نے اٹھایا ہے ور اس میں اس کٹ موشن کے technical aspects ہیں اس کو وہ میرے نوٹس میں لائے ہیں' ان کے پوائنٹ آف آرڈر کو منسٹر ریونیو نے support کرنا چاہا ہے اور اس میں انہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ میں نے ان کو یہ اجازت دی کہ میں آپ دونوں کے پوائنٹ آف آرڈر کو چونکہ یہ ایک ی نوعیت کے ہیں' کو اکٹھے dispose of کروں گا میں اس میں ضرورت نہیں محسوس کرتا ہوں کہ س میں مجھے further assistance دی جانے میں اس پر فیصلہ دینا چاہتا ہوں اور اس سے پہلے بھی یرے پاس یہ مسئلہ آیا تھا جیسا کہ چیمہ صاحب نے پوائنٹ آؤٹ کیا ہے' مجھے اس بارے میں ضرورت محسوس ہوئی تو میں آپ سے امداد لوں گا۔ 116 (اے) میں یہ واضح ہے۔

116(a) "That the amount of the demand be reduced to Rs. 1.00 representing disapproval of the policy underlying the demand. Such a motion shall be known as "Disapproval of Policy Cut". A member giving notice of such a motion shall indicate in precise terms the particulars of the policy which he proposes the discuss..."

ا شبہ چیمہ صاحب نے اپنے نکتہ اعتراض میں یہ بات درست پوائنٹ آؤٹ کی ہے۔ جس وقت مخدوم ادہ سید حسن محمود قائد حزب اختلاف تھے اس وقت بھی یہ مسئلہ میرے پاس آیا تھا۔ پچھلے اجلاس ں بھی اس کا ذکر ہوا ہے۔ اس وقت حزب اختلاف کے ممبران نے ہمیں موشن دی ہے اس میں لھا ہے کہ "to discuss the policy underlying the grant." یہ ہمارے پاس موجود ہے۔ اس ں بلاشبہ چیمہ صاحب نے درست فرمایا ہے کہ اس میں تفصیل ہونی چاہیے اور پالیسی جو وہ زیر بحث نا چاہتے ہیں اور وہ جو propose کرنا چاہتے ہیں اس کی بھی تفصیل ہونی چاہیے۔

ودھری محمد وصی ظفر ،جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ۔۔

ناب سپیکر، آپ ذرا حوصلے سے بات سن لیں کٹ موشن میں اس کی تفصیل ہونی چاہیے۔ آپ جو ز زیر بحث لانا چاہتے ہیں اور جو متبادل آپ تجویز پیش کرنا چاہتے ہیں اس کی تھوڑی سی تفصیل

اس میں ہونی چاہیے۔ رولز کے مطابق ان کا اعتراض درست ہے۔ لیکن میں نے اس وقت بھی اس کو پیش کرنے کی اجازت دے دی تھی کہ اتنی سی فنی بات پر میں اس پوری کٹ موشن کو آؤٹ آف آرڈر قرار نہیں دیتا۔ اس لیے اسے پیش کرنے کی اجازت دیتا ہوں لیکن آئندہ کے لیے احتیاط کرنے کے لیے آپ کو کہتا ہوں کہ اس میں تھوڑی سی تفصیل ہونی چاہیے۔ وصی ظفر پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں گے۔

چودھری محمد وصی ظفر ،پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آیا ٹوٹل پالیسی کو چیلنج کرنا کہیں منع ہے؟ اور آیا اس ہاؤس کی پریکٹس یہی نہیں رہی۔؟

جناب سپیکر، میں تو کہتا ہوں کہ چیلنج کر سکتے ہیں' لیکن میں نے اپنی رولنگ میں یہ بھی کہا ہے کہ جو متبادل تجویز آپ پیش کر رہے ہیں اس کے لیے آپ کو تفصیل دینی چاہیے۔ اس میں تھوڑی سی تفصیل آپ کو دینی چاہیے۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر ، لیکن یہ جناب اب سالانہ بجٹ کے بعد دیں گے۔

جناب سپیکر، میاں منظور احمد موہل۔

میاں منظور احمد موہل، جناب سپیکر! پچھلے اجلاس میں یہ نکتہ اعتراض میں نے اٹھایا تھا اس وقت بھی یہی صورت حال ہوئی تھی آپ نے کہا تھا کہ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ لیکن اب اس کا فائدہ ہر بجٹ اجلاس میں نہیں دینا چاہیے۔ کیونکہ انہیں اب چاہیے تھا کہ precise term میں indicate کرتے۔ یہ لکھنا چاہیے تھا۔ کیونکہ ہم نے اس کے مطابق چلنا ہے۔ میں نے بھی پڑھا ہے۔ چیمہ صاحب نے بھی پڑھا ہے۔ وکالت جو کریں گے وہ بحث کے موقع پر کریں گے لیکن پہلے precise term میں ان کو indicate کرنا چاہیے تھا۔

جناب سپیکر، ہاں indicate کرنا چاہیے' میں اس بات سے اتفاق کرتا ہوں۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! اب جو سالانہ بجٹ آ رہا ہے۔ اس میں اگر یہ قواعد کے مطابق نہ ہو تو آپ انہیں اجازت نہ دیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں میں اس پوائنٹ آف آرڈر کو اب dispose of کر چکا ہوں۔ اس

لیے اس پر مزید بحث کی اجازت نہیں دیتا۔ اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! نیا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، چیمہ صاحب آپ بھی تشریف رکھیں ۔ میں نے آپ کا پوائنٹ آف آرڈر dispose of کر دیا ہے۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے۔اسے لاگو ہونا چاہیے تھا۔ میں آپ کے غیر قانونی فیصلے کے خلاف احتجاج کرتا ہوں۔ اور ذاتی طور پر آپ کے فیصلے کے خلاف واک آؤٹ کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، میں اس پر یہ کہوں گا کہ۔۔

وزیر مال، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اس میں ایک ٹیکنیکل پوائنٹ پیدا ہو گیا ہے۔۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! اگر وہ اس مسئلے پر بات کریں گے تو پھر میں بھی بولوں گا۔

جناب سپیکر، اس مسئلے کو میں dispose of کر چکا ہوں لہٰذا اس پر مزید بات کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔

وزیر مال، جناب سپیکر! آپ نے فیصلہ دے دیا۔۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! اگر وزیر موصوف بولیں گے تو پھر میں بھی بولوں گا۔ کیونکہ میرا پوائنٹ آف آرڈر ان سے پہلے ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ چودھری وصی ظفر صاحب آپ تشریف رکھیں۔۔

وزیر مال، جناب والا! یہ بھی سپیکر کی اجازت کے بغیر اٹھ اٹھ کر بول رہے ہیں یہ بھی خلاف ورزی ہے۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں ۔ کیانی صاحب آپ بھی تشریف رکھیں ۔ ودھی صاحب آپ کوئی اور پوائنٹ آف آرڈر پیش کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر مال، اسی مسئلے پر میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ۔۔

جناب سپیکر، اس مسئلے پر میں بات کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔

وزیر مال، جناب والا! اس مسئلے پر میں بات نہیں کروں گا لیکن اس مسئلے کے side effects پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، نہیں اس مسئلے پر میں بات کرنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

(قطع کلامیاں)

آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ اپنی نشستوں پر تشریف رکھیں ۔ نواب زادہ غضنفر علی گل اپنی کٹ موشن پیش کریں گے۔ نوابزادہ غضنفر علی گل صاحب۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں۔

کہ 80 لاکھ 87 ہزار 8 سو 90 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد نمبر 13 پولیس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

کہ 80 لاکھ 87 ہزار 8 سو 90 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد نمبر 13 پولیس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے۔

وزیر مال، میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

میاں منظور احمد موہل، میں اس کی مخالفت کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، نوابزادہ صاحب آپ اس پر کچھ فرمانا چاہیں گے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، جناب والا! کسی نے مخالفت ہی نہیں کی۔

جناب سپیکر، نہیں کی ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، جناب والا! اگر بیٹھے بیٹھے کیا ہے تو غیر قانونی کیا ہے۔

جناب سپیکر، نوابزادہ صاحب آپ اپنی بات کریں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، جناب والا! پولیس اور ریاست دو حساس مسئلے ہیں اور اکثر پولیس اور ریاست

اس میں اتنے گڈمڈ ہو جاتے ہیں کہ اسے ریاست یا پولیس کہنے کی بجائے الگ الگ کہنے کی بجائے کثر اوقات پولیس سٹیٹ کہنا پڑ جاتا ہے اور یہ صورت حال ہمارے ملک میں اکثر پیش آتی رہی ہے کہ سٹیٹ کم رہی ہے اور پولیس زیادہ رہی ہے۔ اور سٹیٹ کو پولیس کے ذریعے ہی چلایا جاتا رہا ہے اور پولیس سٹیٹ کا یہ مطلب نہیں ہے کہ صرف سول پولیس ہی اس میں شامل ہے۔ اس میں مارشل پولیس بھی شامل ہوتی رہی ہے۔ جناب والا! جب سول حکومت کہا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ غیر فوجی حکومت۔ سول کا مطلب ہے مہذب civilized حکومت' ایک ہوتا ہے سول لاء جو انسانی قانون ہوتا ہے اور دوسرا مارشل لاء ہوتا ہے جو غیر انسانی قانون ہوتا ہے۔ سول حکومت میں امن و امان قائم کرنے کا جو organ ہوتا ہے پولیس ہوتا ہے۔ اور ہر قسم کے امن عامہ کا انتظام کرنا اور شہریوں کی جان و مال کا تحفظ کرنا اس کے علاوہ صوبے یا ریاست کے جتنے انتظامی مسائل کی امن عامہ کے حوالے سے ان کی نگران پولیس ہوتی ہے۔ اور سرحدوں کے اندر امن عامہ کا انتظام کرنے کے لیے پولیس کو ہی استعمال کیا جاتا ہے۔

جناب سپیکر! کوئی چیز بذات خود اچھی یا بری نہیں ہوتی۔ اس کا استعمال یا اس کی handling اس کو بہتر یا بد تر بنا دیتی ہے۔ اور ہمارے ملک میں خصوصاً ہمارے صوبے میں پولیس کے حوالے سے handling کے کئی معیار ہیں۔ جناب والا! صوبے میں کئی قسم کی پولیس ہے۔ ایک پولیس افسر وہ ہے جو پولیس سروس پاکستان سے تعلق رکھتے ہیں اور ایک افسر وہ ہیں جو rankers ہیں اور حوالدار سے اے ایس آئی سے بڑھتے بڑھتے کرم نوازیوں سے اور سیاسی نوازشات سے ایس پی بن جاتے ہیں۔ اور اس سے وہ ڈی آئی جی بھی بن سکتے ہیں اور پھر ان کو ایسی دی گئی ترقی کے عوض ان لوگوں کے لیے کچھ فرائض انجام دینے پڑتے ہیں جو ان کی ترقی کے ذمہ دار ہوتے ہیں۔ اور پھر جب ان کی تقرریاں کروائی جاتی ہیں تو اکثر یہ میرے علم میں ہے کہ افسر سیاسی لوگوں سے کہتے ہیں کہ ہمیں اپنے ضلعے میں لگوا لو۔ یہ کوئی اشتہار تو نہیں کہ جس کو دیوار پہ لگوا لینا ہے۔ اس پولیس افسر کا یہ کہنے کا کیا مقصد ہے کہ مجھے اپنے ضلعے میں لگوا لو۔ اس کا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر تم مجھے اپنے ضلعے میں لگواؤ گے تو میں تمہارے حکم کے مطابق خواہ قانونی ہو یا غیر قانونی خواہ اس میں انسانیت ہو یا نہ ہو میں اس کے مطابق اپنے فرائض انجام دوں گا۔ چنانچہ ایسا ہوتا ہے اور ہوتا آیا ہے اور اگر اپنے ہی لگوائے ہوئے پولیس افسر کے اندر کا فرض شناس افسر جاگ پڑے

اور امن و امان کے مسئلے کو اپنی عزت بنا لے اور وہ اپنے فرائض سیاسی وابستگیوں سے ہٹ کر دیانت دارانہ طور پر ادا کرنا شروع کر دے تو پھر اس کا علاج بھی کیا جاتا ہے۔ اور وہ علاج اسی صورت میں ہوتا ہے کہ اس ضلعے سے اس کی تبدیلی کرا دی جاتی ہے۔ اور اس کی جگہ کوشش کی جاتی ہے کہ کوئی ایسا افسر آئے جو ان کی مرضی کے مطابق ہو۔

میں ایک ایسے ضلعے سے آتا ہوں جو گذشتہ ڈیڑھ دو سال کے عرصہ سے امن عامہ کے مسئلے پر بڑا حساس صورت حال اختیار کر گیا ہے۔ اس ضلعے میں مغروروں کی تعداد آج تک اتنی نہ ہوئی تھی جو آج ہے۔ پچھلے ایک سال میں اتنے جرائم ہوئے ہیں اور اتنے قتل ہوئے ہیں کہ جس کی نظیر اس سے قبل نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ گجرات جیل سے نو خطرناک ملزمان فرار ہو گئے ہیں۔ اور انہوں نے ضلع میں پہلے ہی سے موجود قاتلوں اور ڈاکوؤں کی تعداد میں اضافہ کیا اور اس کو re-inforce کیا۔ جناب والا! گذشتہ ایک سال میں گجرات میں تین ایس پی صاحبان کا تبادلہ ہوا ہے۔ 1988ء کے الیکشن میں ڈی ایس پی مسٹر تنویر احمد تھے۔ ان کی اچھی شہرت سننے میں آئی۔ دیانت دار تھے، نوجوان تھے اور محنتی تھے۔ انہوں نے پولیس افسر کی حیثیت سے کچھ فرائض انجام دینے شروع کیے۔ لیکن چھ مہینے کے بعد گجرات سے ان کا تبادلہ کر دیا گیا۔ جناب والا! ایک افسر کے جانے کے بعد دوسرا افسر آئے گا۔ اس کے بعد ایک دوسرے ایس پی صاحب تشریف لائے جو کہ پروموٹی تھے۔ ان کے زمانے میں امن عامہ کی صورت حال اس قدر خراب ہو گئی اور اتنے جرائم ہوئے کہ ایک مخصوص وقت میں ضلع گجرات میں اس سے قبل اتنے جرائم نہیں ہوئے تھے۔ چنانچہ اس پہ گجرات کے عوام نے بلکہ گجرات کے اکثر نمائندوں نے بھی احتجاج کیا اور وہ بلا گجرات سے ٹل گئی اور ہمیں اس ایس پی سے نجات مل گئی۔

حاجی غلام صابر انصاری، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، انصاری صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں؟

حاجی غلام صابر انصاری، جناب والا! نوابزادہ صاحب اپنے ضلع کی باتیں کر رہے ہیں یا کٹوتی کی تحریک پر بات کر رہے ہیں۔ انہوں نے تو اپنے ضلعے کی ڈیڑھ سال کی کارروائی بتا دی ہے۔ یہ ڈیڑھ سال سے ایم پی اے بنے ہیں اور اس عرصہ کے لیے یہ کہہ رہے ہیں کہ امن عامہ کی صورت حال خراب ہے۔ کم از کم یہ تو مانیں کہ گیارہ سال میں ایسا نہیں ہوا تھا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میں گجرات کا نمائندہ ہوں تو میں اپنے ضلع کی ہی بات کروں گا۔ اگر آپ کے علاقے کا کوئی مسئلہ ہے تو اس کے متعلق بھی بتا دیں اس کے بارے میں بھی عرض کر دیتا ہوں۔ اور جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر، بیگم شاہانہ فاروقی پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتی ہیں۔

بیگم شاہانہ نسیم فاروقی، یہ اصول کی بات ہے وفاداری کی بات نہیں۔ بات یہ ہے کہ crime کہاں نہیں ہو رہے۔ پورے پاکستان میں ہو رہے ہیں۔ یہ ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کوئی نئی بات نہیں ۔ لیکن ہمارے گجرات سے تعلق رکھنے والے اپوزیشن کے نمائندوں نے یہ طریقہ بنا لیا ہے کہ خواہ کوئی مذہب کا معاملہ ہو یا کوئی اور معاملہ ہو اس کو وہ سیاسی رنگ دینے کی کوشش کرتے ہیں۔ انہوں نے پوری کوشش کی ہے کہ ہمیشہ ہمیں interrupt کریں۔ اور ہمیں پتا ہے کہ جو کچھ یہاں ہو رہا ہی وہ ایک شرارت کے تحت ہو رہا ہے۔ جب چیف منسٹر نے Crime Control کی میٹنگ کی تو اس میں ضلع گجرات کی پوزیشن سب سے بہتر تھی۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، جناب والا! گجرات کی صورت حال بہتر ہوئی تھی اس لیے اس ایس پی کو بدل دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر، بیگم صاحبہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، نہیں' جناب والا! بیگم صاحبہ کا اعتراض سر ماتھے پر۔

جناب سپیکر، نوابزادہ صاحب آپ اپنی بات جاری رکھیں اور بحث کو سمیٹیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، میں اپنی بات کو ختم کر رہا ہوں۔ جناب والا ! گجرات میں جو ایس پی صاحبان بدلتے رہتے ہیں۔ ان کی پوسٹنگ یا ٹرانسفر میں حزب اختلاف کے اراکین کا کوئی ہاتھ نہیں ہوتا۔ ہمارے کہنے سے تو یہ ہوتا ہے کہ اگر ہم کسی تھانیدار کی شکایت کریں کہ وہ تھانے میں ناجائز کام کر رہا ہے تو اس کو شاباش دی جاتی ہے کہ بہت اچھا کر رہے ہو۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ حکومت کے مخالف نے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم نے تھانے میں اندھیر نگری مچائی ہوئی ہے ۔ ہماری شکایت پہ پولیس افسر کو ترقیاں اور شاباش دی جاتی ہے۔ ہمارا ضلع گجرات میں پوسٹنگ ٹرانسفر میں کوئی ہاتھ نہیں ہوتا۔ یہ آئی جی صاحب کرتے ہوں گے چیف منسٹر صاحب کرتے ہوں گے' کس کے

کہنے پہ کرتے ہوں گے اور کس کے کہنے پہ نہیں کرتے ہوں گے ہمیں اس کا کوئی علم نہیں۔ ہم تو جو معروضی حالات ہیں جو ہم دیکھ رہے ہیں اور ایسے حالات دیکھ رہے ہیں کہ

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں

اور یہ وقت بتانے کے لیے موزوں نہیں کہ ہمارے ضلع گجرات میں کیا صورت حال ہے چنانچہ یہ جو نئے ایس پی صاحب آئے ہیں ان سے میری ملاقات پندرہ دن کے بعد ہوئی۔ اور ان سے میری زندگی میں پہلی ملاقات as a courtesty call تھی میں ایک عوامی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے ان سے ملنے کے لیے گیا اور میں نے عرض کی کہ امن عامہ کے لحاظ سے گجرات کی حالت بڑی تشویش ناک ہے ۔ ہماری آپ سے ایک ہی استدعا ہے۔ ہم آپ کو یہ نہیں کہیں گے کہ فلاں کو تھانے دار لگا دو' یا ہمارے کہنے پہ فلاں کو سپاہی بھرتی کرو یا ہمارے کہنے سے تھانے داروں کا تبادلہ کرو ہم آپ سے کوئی کام نہیں کروائیں گے۔ ہمارا آپ سے صرف اتنا مطالبہ ہے کہ جو گجرات کی بگڑتی ہوئی صورت حال ہے ' چوروں اور بدمعاشوں نے جو گجرات میں حالات پیدا کیے ہوئے ہیں اور شریف اور امن پسند شہریوں کا جینا حرام کیا ہوا ہے اس کے متعلق آپ کچھ کریں۔ لیکن ہمارے اس مطالبے پر ایس پی صاحب نے کوئی عمل نہیں کیا۔ اس کے بعد خدا کا کرنا کیا ہوا کہ گوجرانوالہ میں جناب وزیر اعلیٰ نے ایک میٹنگ رکھی کرائم کنٹرول اور Law & Order Situation کی ۔ اور اس میں گوجرانوالہ ' سیالکوٹ اور گجرات کے ایس پی صاحبان اور ذمہ دار لوگ اس میں شامل ہوئے۔ اور چیف منسٹر صاحب نے یہ واضح ہدایات بھی دیں کہ میں گوجرانوالہ ڈویژن کی Law & Order Situation صورت حال سے انتہائی پریشان ہوں اور میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ یہ صورت حال ایسی رہے۔ اور ایس پی صاحبان کو حکم دیا کہ آپ اپنے اپنے اضلاع میں کارروائی کر کے مفروروں اور بدمعاشوں کا صفایا کریں۔ اور ان کی یہ مہم غیر سماجی اور سماج دشمن عناصر کے خلاف تھی' یہ انہوں نے سارے پنجاب میں launch کی۔ اور مجھے خوش گوار حیرت ہوئی کہ آخر کار اس صوبے کا نوجوان وزیر اعلیٰ اس نتیجے پر پہنچ چکا ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کی حالت پورے پنجاب میں انتہائی بگڑ چکی ہے۔ اور مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ چیف منسٹر صاحب واقعی اتنا بڑا اقدام اٹھا لیں گے۔ اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ان کا یہ اٹھایا ہوا قدم اگر پورا ہوتا تو وہ اس پنجاب میں بہت بلند مقام حاصل کرتے۔ اور پھر مجھے حیرت ہوئی کہ واقعی ہمارے پولیس افسروں نے سماج دشمن عناصر کے خلاف کارروائی کا آغاز کر دیا۔ اور پھر مجھے

یقین آ گیا کہ چیف منسٹر صاحب واقعی سماج دشمن عناصر کی سرکوبی کی مہم میں سنجیدہ ہیں۔ کیونکہ گجرات میں کاروبار شروع ہو گیا۔ اور ایس پی گجرات نے میرے کہنے پہ نہیں حزب مخالف کے ارکان کے کہنے پہ نہیں بلکہ ایس ایس پی گجرات نے چیف منسٹر پنجاب اور آئی جی پنجاب کی واضح ہدایات پر گجرات میں Operation Clean up شروع کیا ' اور انہوں نے چند لوگوں کو گرفتار کیا ' ان سے ناجائز اسلحہ برآمد ہوا۔ کچھ لوگ پولیس مقابلے میں ہلاک بھی ہوئے ' کچھ لوگ زخمی بھی ہوئے۔ اور ایس پی گجرات کو آئی جی پنجاب اور چیف منسٹر پنجاب نے ان کے اس اقدام کو سراہا ' مبارک باد دی اور پولیس کی گجرات میں بہتر کارکردگی پر انہیں 30 ہزار روپیہ انعام بھی دیا۔ ہم بہت خوش ہوئے کہ چیف منسٹر صاحب نے بلا تمیز رنگ و نسل ' اور سیاسی تمیز کے بغیر ایسا اقدام شروع کیا اور گجرات میں عوام میں اطمینان کی ایک لہر دوڑ گئی۔ لیکن جناب والا! چیف منسٹر کی مبارک باد دینے کے بعد ' آئی جی صاحب کی مبارک باد کے بعد' 30 ہزار روپے کا انعام دینے کے بعد ایس ایس پی گجرات کا تبادلہ کر دیا گیا ' دو عدد ڈی ایس پی صاحبان کا تبادلہ کر دیا گیا' ایک دو انسپکٹر صاحبان کا تبادلہ کر دیا گیا۔ ڈی ایس پی ہیڈ کوارٹر گجرات کو معطل کر دیا گیا۔ ڈی ایس پی ہیڈ کوارٹر گجرات کو معطل کر دیا گیا۔ اور گجرات کے عوام ایک دم مبہوت اور سکتے کے عالم میں رہ گئے کہ تین دن پہلے حکام اعلیٰ سے مبارک باد پیش کی جا رہی ہے اور انعام کی رقم دی جا رہی ہے۔ اور تین کے بعد وہ ایس پی صاحبان کا تبادلہ کر دیتے ہیں ۔ ہم سمجھے کہ مجھ سے حماقت ہوئی ' یا یہ اچھی بات ہوئی کہ میں نے چیف منسٹر صاحب کو یہ ٹیلی گرام دیا کہ یہ جو گجرات کے ایس پی کا تبادلہ ہوا ہے اس سے جو آپ کی مہم سماج دشمن عناصر کے خلاف تھی وہ متاثر ہوئی ہے لہٰذا آپ اس پر نظر ثانی کریں اور ہم آپ کی اس مہم پر اطمینان کا اظہار کرتے ہیں ۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ یہ جو آپ کا ٹیلی گرام ہے یہ شہادت کے طور پر لیا گیا ہے کہ یہ ایس پی تو پیپلزپارٹی والوں کا ہے اور ان کا کہا مانتا تھا۔ میں نے بحیثیت نمائندہ ہونے کے چیف منسٹر صاحب کو ٹیلی گرام دیتے ہوئے ان کی اس مہم پر ان کو مبارک باد دی اور کہا کہ اس اقدام کو روکیں کہ یہ آپ کی اس مہم کو متاثر کرے گا۔ اور میرا خیال ہے کہ چیف منسٹر صاحب نے بھی میری بات کو سراہا ہو گا۔ مجھے نہیں پتا کہ وہ کیا عوامل اور عناصر ہیں جو ان پر prevail کر گئے۔ اور وہ پولیس افیسرز جن کو انعام دیا گیا اور مبارک باد دی گئی تبدیل کر دیا گیا۔ میرا خیال نہیں کہ چیف منسٹر اتنا مجبور اور بے بس ہوتا ہے۔ میں میاں نواز شریف صاحب

کو گذشتہ 22 سال کے عرصے سے ذاتی طور پر جانتا ہوں' ہم ایک کالج میں رہے ہیں ' میں انہیں اتنا کمزور آدمی نہیں سمجھتا ۔ ان کا چھوٹا بھائی جو وزیر اعلیٰ نہیں وہ کمزور نہیں تو جو خود وزیر اعلیٰ ہے وہ کیسے کمزور ہو سکتا ہے۔ میں تو ان دونوں بھائیوں کو جانتا ہوں ' یہ ہمارے ساتھ پڑھے ہیں ' میں ان کے کردار کو جانتا ہوں اور ان کی سوچ کو جانتا ہوں۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب سپیکر ! محترم نوابزادہ کی تقریر کا کٹوتی کے ساتھ کیا تعلق ہے؟ اور یہ کس قسم کی تقریر کر رہے ہیں۔ تبادلہ رکوا رہے ہیں یا وہ خرچ کم کر رہے ہیں یا وہ پولیس کی تعریف کر رہے ہیں' یہ جناب والا کیا کر رہے ہیں۔ یہ گجرات میں اپنا نام پیدا کر رہے ہیں یا وہ صرف ہمارے لیڈروں کے بارے میں ایسے کلمات بول رہے ہیں۔ یہ کیسی کٹوتی کی تحریک ہے؟

نوابزادہ غضنفر علی گل، آپ کو سمجھ نہیں آ رہی کہ میں کیا کہہ رہا ہوں تو اس میں میرا کیا قصور ہے؟

بیگم عتیقہ مدوٹ، وہ کسی نہ کسی طرح تو ہمارے وزیر اعلیٰ پنجاب کی تعریف تو کر رہے ہیں یہی ہمارے لیے بڑی خوش آئند بات ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، بیگم صاحبہ ایک ہزار مرتبہ مداخلت کریں مجھے اعتراض نہیں ہے۔ لیکن چیمہ صاحب کو اگر سمجھ نہیں آتی تو میرا کیا قصور ہے۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ جناب والا! میاں شہباز شریف صاحب اور ممبران اسمبلی بیٹھے ہیں کاش کہ آج وزیر اعلیٰ صاحب بھی ہوتے تو مجھے زیادہ خوشی ہوتی۔ ایک آرٹیکل ہے اور یہ 20 جون کا اخبار "Frontier Post" ہے ' اس کے صفحہ اول پہ ایک لکھا ہے۔ سلمان اسلم اینڈ آغا اقرار ہارون نے لکھا ہے۔ گجرات پولیس for a sectarian device اور یہ ہر ایم پی اے کو ہر وزیر کو یہ Article ضرور پڑھنا چاہیے۔ گجرات میں جب وہ تبادلہ ہوا ہے تو اس کے بعد بدمعاشوں کی زیادہ یورش ہو گئی ہے۔ اور جن ایس پی صاحب کے تبادلے کی خبر آئی ہے اس روز گجرات جیل سے 9 عدد قیدی بھاگ گئے ہیں جو کہ مبینہ طور پر سرنگ کے ذریعے بھاگے ہیں لیکن ہماری اطلاع کے مطابق وہ سرنگ کے ذریعے نہیں بھاگے' وہ جس راستے سے جیل میں داخل ہوئے تھے وہ اس راستے سے بھاگے ہیں۔

جناب سپیکر، نوابزادہ صاحب میں آپ کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ آپ پولیس پر بات کرنے کے لیے

کھڑے ہوئے مگر آپ پولیس پر بات نہیں کر رہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: انہوں نے ان پولیس آفیسرز کے لیے کچھ اضافی رقم رکھی ہے جن کی کارکردگی نمایاں ہے اور انہیں انعام دیا جاتا ہے۔ اور میں نے کہا ہے کہ انہیں انعام دیا گیا ہے۔ اور انعام دے کر ان پر عذاب نازل ہو گیا ہے۔

جناب والا! میں اس میں سے چند اقتباسات آپ کے سامنے پڑھوں گا۔ پھر گجرات کی تاریخ میں پہلی مرتبہ پولیس نے ہڑتال کی۔ کیونکہ ان کے افسران' ایک انسپکٹر اور ڈی ایس پی کے ساتھ ناجائز سلوک کیا گیا اور انہیں معطل کیا گیا۔ بدمعاشوں کے خلاف ایکشن میں جو پولیس افسران شامل تھے' جب ان پر زیادتی ہوئی تو پولیس فورس میں اس کا اتنا ردعمل ہوا کہ گجرات کی تاریخ میں پہلی مرتبہ پولیس نے ہڑتال کی۔ اور وہ ہڑتال بھی ایس پی صاحبان بے چاروں کو لے ڈوبی' ان کے کھاتے میں ڈال دی گئی کہ اس نے ہڑتال خود کروائی ہے۔ جو ایس پی آپ کی شاباش کا مستحق ہے۔ جو ایس پی آپ کے انعام کا مستحق ہے۔ جس تھانے دار کو آپ نے انعام دیا ہے' اس کو معطل کرنے اور بدلنے کی کیا وجہ ہے؟ اور جناب والا! آج یہ صورت حال ہے کہ کوئی عزت نفس رکھنے والا' کوئی با عزت افسر گجرات میں جانے کے لیے تیار نہیں۔ اور اس سے صرف گجرات میں بدمعاشوں کو شہ نہیں ملی۔ کوئی پولیس افسر اب پنجاب میں سماج دشمن عناصر کے خلاف مہم نہیں چلائے گا۔ اس لیے کہ اسے پتا ہے کہ آج کل کے بدمعاش پولیس سے تگڑے ہیں۔ وہ جس وقت چاہیں پولیس افسروں کا تبادلہ کرا سکتے ہیں۔ پنجاب کے وزیر اعلیٰ نے جو مہم چلائی تھی' پنجاب کو غنڈہ عناصر سے پاک کرنے کی مہم بڑی نیک نیتی کے ساتھ اور بڑے خلوص دل کے ساتھ چلائی تھی اس کو ایک مخصوص سازش کے تحت زک پہنچائی گئی اور دھچکا لگایا گیا۔ اس سے پنجاب میں اس مہم کا اختتام ہو گیا اور بدمعاشوں کو شہ ملی ہے۔ وہ صاف کہتے ہیں۔ گجرات میں تو کہتے ہیں کہ جو ایس پی آئے گا وہ ہماری مرضی سے کام کرے گا' ورنہ نہیں کرے گا۔ اگر ایک مغرور ' ایک قاتل یہ کہتا پایا جائے تو پھر افسوس کی بات ہے۔ پھر پولیس کو یہ انعام دینے کی کیا ضرورت ہے۔ اور پولیس کے لیے نئے اقدامات کی کیا ضرورت ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ گجرات سے پولیس فورس ہٹالی جائے اور گجرات کو قبائلی علاقے کی صورت میں چلنے دیا جائے۔ جو بچ گئے وہ پیچھے رہ جائیں گے۔ جو مر گئے وہ

چلے جائیں گے۔
"فرنٹیئر پوسٹ" یہ لکھتا ہے۔

POLICE STRIKE IN GUJRAT DISTRICT

"On posting and transfer of certain police officials on May, 29 it so happened when two parties of policemen belonging to different sects exchanged weapons and the protest was controlled with the arrival of some senior police officer who managed to control the Gujrat city as well. The strike was controlled but Gujrat remained tense. According to the figure given by a police officer, who wish to remain anonymous, at least 725 policemen are not performing their duty due to the prevalent tension and frustration within the force. A large number of them have decided to go on strike till the matters are settled. The police went on strike when 2 DSPs, one Inspector CIA, and one Sub Inspector Shabbir Shah were suspended and SP Gujrat Shamsul Hasan Mirza and Inspector Mazhar Shah transferred from Gujrat District It so happened that they chased the goondas and in recognition they were transferred. A police source claim that the politicians of the area could not tolerate honest police officers in the district. Any police officer who refuses to do the biddings is victimised. He also alleged that high officers are victimised. Presently the tension in the area has arisen so high due to this uncertain

situation created by the politicians where law and order collapsed. The paper says, when a ranker was contacted by the team he said I will work according to the wishes of the....."

MR. SPEAKER: Please conclude in a minute.

نوابزادہ صاحب، آپ اس کو اب ایک منٹ میں ختم کر دیں۔ آپ بہت ٹائم لے چکے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، رولز کے مطابق کٹ موشن پہ کوئی ٹائم لمٹ نہیں جناب والا! اگر رولز کے مطابق کوئی time limit ہے، تو مجھے دکھایا جائے۔

جناب سپیکر، ٹائم فکس کرنا پڑے گا، اس لیے کہ آپ چار کٹ مشنز پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر کافی مقررین، آپ کے ساتھی ہیں۔ وہ میری طرف رحم کی نظروں سے دیکھ رہے ہیں کہ ہماری باری نہیں آئے گی۔ اس لیے مجھے time fix کرنا پڑے گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، میں نے صرف تقریر کرنے کے لیے یہاں پہ کٹ موشن نہیں پیش کی۔ I am seriously concerned about the matter in my district. جناب والا! میری اپنی زندگی خطرے میں ہے۔ آپ کو علم ہے۔ گجرات میں شرفاء کے ساتھ جو کچھ بدمعاش کر رہے ہیں اور جو ہو رہا ہے، اگر وہ بیان کرنے کی آپ مجھے اجازت نہیں دیتے تو میں کیا سمجھوں؛ کٹ موشن کس لیے ہوتی ہے؟

جناب سپیکر، میں ساری کٹ موشنز پر صرف آپ کو ٹائم نہیں دے سکتا۔ باقی لوگوں نے بھی بات کرنی ہے۔ آپ ایک دو منٹ میں اس کو ختم کیجیے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، [* * * * * * * * * * * * * * * * * * * *]

مہر اختر عباس بھروانہ، پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! مجھے نہایت افسوس سے کہنا پڑ رہا ہے۔ اُس دن آپ نے اپنی تقریر میں اس چیز کا اظہار کیا کہ جس طریقے سے آپ ہاؤس کو لے کر چل رہے ہیں، آپ بڑے ہی احسن اور بڑے خوش گوار طریقے سے چل رہے ہیں اور آپ نے اپنی تقریر میں کہا تھا، بلکہ آپ کی انڈر سٹینڈنگ بھی ہوئی تھی کہ آپ کے حکم کی تعمیل ہمارا فرض ہے۔ اور آپ کا دل

*** (بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

بھی یہ کہتا تھا' جوش خطابت میں کہہ دیا کہ میں اپنی جان تک بھی حاضر کر دوں گا۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے لیے جان ضائع کرنے کے مترادف ہے۔ میری یہی گزارش ہے کہ ان کے لیے جان ضائع نہ کریں۔ جان دینی ہے تو کسی اچھے مقصد کے لیے دیں۔ ان کے لیے جان ضائع نہ کریں۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! جو الفاظ آپ کی ذات کے متعلق کہے گئے ہیں ' وہ کارروائی سے حذف کر دیے جائیں۔ کیونکہ یہ بات ٹھیک نہیں۔

مہر اختر عباس بھروانہ، جناب والا! یہ اس قابل نہیں ہیں کہ کوئی قیمتی جان ان کے لیے ضائع ہو۔

جناب سپیکر، میاں منظور احمد موہل صاحب نے یہ تحریک پیش کی ہے کہ نوابزادہ صاحب کے وہ الفاظ جو انہوں نے چیئر کے بارے میں کہے ہیں' حذف کیے جائیں۔ میں ان الفاظ کو حذف کرتا ہوں۔ اور نواب صاحب کو تنبیہ کرتا ہوں کہ وہ آئندہ اس قسم کے غیر مہذبانہ اور ناشائستہ الفاظ کہنے سے گریز کریں۔ اس کے بعد انہیں ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دی جائے گی کہ وہ ایسے الفاظ استعمال کریں۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب نذر حسین کیانی، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! جو غیر پارلیمانی الفاظ تھے وہ آپ نے کارروائی سے حذف کر دیے ہیں۔ اس سے پہلے حکومتی بنچوں کے ایک مشیر نے بھی آپ کی شان میگستائی کی ہے اور انہوں نے بھی آپ کے رویئے کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ میری گزارش ہے کہ انہوں نے جو کچھ کہا تھا اُس کو بھی کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر، اعظم چیمہ صاحب نے ایسے کوئی الفاظ تو نہیں کہے تھے جو نوابزادہ غضنفر علی گل نے کہے ہیں۔ لیکن میں یہ یہاں واضح کرنا چاہتا ہوں۔ یہ روایات میں بات شامل نہیں۔ نہ اس کی کوئی روایت موجود ہیں اور نہ ہی روایات میں یہ بات شامل نہیں کہ وزراً یا مشیر چیئر کے فیصلے کے خلاف واک آؤٹ کریں۔ یہ پہلی دفعہ ہوا ہے اس لیے سپیکر' منسٹرز اور ایڈوائزرز کو کبھی interrupt نہیں کرتا اس لیے وہ بھی اپنے وقار کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے کبھی وزرا یا مشیر سپیکر کے فیصلے کے خلاف واک آؤٹ نہیں کرتے۔ میں یہ بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں۔ اور اس بارہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس بارہ میں احتیاط سے کام لیا جائے۔

سید ذاکر حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی شاہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر بیان کریں۔

سید ذاکر حسین شاہ، جناب سپیکر! یہ بھی مسلمہ حقیقت ہے۔ اگر کوئی ممبر کٹ موشن پر 5 دن بھی بولنا چاہے تو قواعد و ضوابط کے لحاظ سے کوئی قدغن نہیں۔ اور ایسی مثالیں موجود ہیں۔ کہ کٹ موشنز پر کئی کئی دن اور کئی گھنٹے بحث ہوئی ہے جب ایک پالیسی پر بحث کی جاتی ہے۔ اس کے مختلف پہلوؤں کو اجاگر کرنے کے لیے بولنے والے مقرر کو بہت زیادہ وقت کی ضرورت ہوتی ہے۔ لہذا جہاں آپ نے نوابزادہ صاحب کی کارروائی کو حذف کیا ہے اور اسی اسمبلی کی یہ روایات ہیں کہ کئی کئی دن لوگ کٹ موشن پر بولیں ہیں تو جناب والا! آپ بھی اس ایوان کو قواعد و ضوابط کے مطابق چلائیں۔ اور اگر کوئی ممبر بولنا چاہے تو آپ اس کو اجازت دیں اور اپنا مافی الضمیر جتنے وقت تک وہ پیش کرنا چاہتا ہے اس کو کرنے دیں۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! اس میں کئی چیزیں ہوتی ہیں جن کا آپ کو علم نہیں ہوتا۔ میرے پاس 4 کٹ موشنز ہیں جن پہ میں نے ان کا معاہدہ کرایا ہے۔ 4 کٹ موشنز کو آج dispose of کرنا ہے۔ اس میں 20 کے قریب مقررین ہیں۔ جو اظہار خیال کرنا چاہتے ہیں ۔ اور سارے کے سارے حزب اختلاف کی طرف سے ہیں۔ اگر میں نوابزادہ صاحب کو آج کا دن کٹ موشن پر بولنے کے لیے دے دوں جبکہ اس پر آج ووٹنگ ہونی ہے۔ اگر میں ایک بجے تک اکیلے نوابزادہ صاحب کو بولنے کی اجازت دے دوں جیسا کہ آپ فرما رہے ہیں کہ پانچ پانچ دن بولتے رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ باقی 19 آدمی بولنے سے محروم رہے ہیں۔ اور میری موجودگی میں جو معاہدہ ہوا ہے۔ میں اخلاقی طور پر اس بات کا پابند ہوں کہ میں ان لوگوں کو اظہار رائے کا موقع دوں ۔ جو حزب اختلاف سے لوگ بولنا چاہتے ہیں۔ اس میں میں صرف نوابزادہ صاحب کو بلواؤں اور باقیوں کو نہ بلواؤں تو یہ اس معاہدے کی بھی خلاف ورزی ہے۔ اور مجھے ہاؤس کو اس انداز میں conduct نہیں کرنا اس لیے میں نے ان کو کہا ہے کہ آپ اپنی بات کو ختم کریں۔ اور وہ آدھا گھنٹے سے زائد بولے ہیں میں نے انکو یہ کہا ہے کہ آپ دو منٹ میں ختم کر لیں ۔ انہوں نے جذبات میں جو الفاظ چیئر کے لیے استعمال کیے ہیں یہ ان کے لیے شرم ناک بات ہے یہ ان کو نہیں کرنے چاہییں تھے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، پوائنٹ آف آرڈر۔

I disallow your point of order.

جناب سپیکر، میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN: Sir, I would like to bring it to your notice that the matter has been agreed upon and agreed upon because of shortage of time. I want to bring it on record that the Opposition would like to speak on all the demands from No 1 to 31 including demand number nil, but due to shortage of time and because our leader has agreed on demands we reserve our right to speak on them.

جناب سپیکر، نوابزادہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میں نے آج تک اسمبلی کے قواعد و ضوابط سے کبھی رو گردانی نہیں کی ۔ میرا کوئی اقدام ثابت کر دیں جو رولز کے خلاف میں نے اس ایوان میں کیا ہو۔ آپ یہ فرمائیں کہ کٹ موشن پر کتنے آدمیوں نے بولنا ہے۔ آپ نے کیا اس کی formality پوری کرنی ہے ہم پھر بولتے نہیں آپ مطالبات زر کو منظور کرا دیں۔ کٹ موشن کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اس کے ہر پہلو کر اجاگر کیا جائے۔ مجھے یہ مشقت اٹھانے کا کوئی شوق نہیں کہ میرا کارروائی میں نام آ جائے کہ میں بھی دو منٹ بولا ہوں میں اپنے مضمون پر محنت کرتا ہوں۔ میں اسمبلی کی کارروائی کے لیے خون جگر لگاتا ہوں میں اس وقت اسمبلی میں آتا ہوں جب اسمبلی میں دو آدمی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں ۔ میں اس اسمبلی سے تنخواہ لیتا ہوں اور مجھے اسمبلی میں اس مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے کہ میں اسمبلی کی کارروائی میں کل وقتی حصہ لوں اور میرے اس قانونی حق کو ختم نہیں کیا جا سکتا۔

جناب سپیکر، نوابزادہ صاحب یہ کیا پوائنٹ آف آرڈر ہوا۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! یہاں بات ہوئی ہے۔ کہ کٹ موشن پر وقت کی پابندی نہیں ہے۔ میں جناب والا! ہاؤس کے لیے بیان کرتا ہوں یہ رول 180 ہے۔

180.(1) " Whenever the debate on any motion in connection with a Bill oron any other motion becomes protracted, the Speaker may,

after taking the sense of the Assembly, fix a time limit for the conclusion of discussion on any stage or all stages of the Bill or the motion, as the case may be.

(2) At the appointed hour, in accordance with the time limit fixed for the completion of a particular stage of a Bill or a motion..."

موشن میں جناب والا سب آجاتی ہیں کٹ موشن یا جو بھی کوئی بات ہو کیا ہوتا ہے۔

... forthwith put every question necessary to dispose of all the outstanding matters in connection with that stage of the Bill or the motion.

آگے 3 ہے۔

(3) The Speaker may fix time limit for a speech on a Bill or a motion.

موشن جناب والا! کسی بھی قسم کی ہو آپ اس پر وقت مقرر کر سکتے ہیں۔ یہ نہیں کہ کٹ موشن پر جتنی دیر چاہے وہ بات کرتا رہے۔

جناب نذرحسین کیانی، جناب والا! میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں جناب والا! آپ کی ذات اور آپ کی اس کرسی کا ہمیں بے حد احترام ہے اور ویسے بھی جس محبت پیار کے ساتھ ہاؤس چلاتے ہیں اس انداز کو سب سراہتے ہیں ۔ کبھی کبھار کوئی تلخی پیدا ہوتی ہے۔ وہ بھی آپ بڑے پیار اور اطمینان کے ساتھ سلجھا لیا کرتے ہیں آپ کے بھی جذبات ہیں آپ کی اپنی عنا ہے۔ آپ کی ذات کے متعلق اگر کوئی ریمارکس دیے جائیں تو آپ کو حق پہنچتا ہے کہ آپ اس کا جواب بھی دیں۔ لیکن آپ جیسے شریں زبان اور پیارے انسان نے ایک لفظ ایسا استعمال کیا ہے جو مجھے اچھا نہیں لگا۔ آپ نے نوابزادہ صاحب کے متعلق کہا ہے انہوں نے شرم ناک بات کی جناب سپیکر ! شرم ناک لفظ بہت ثقیل لفظ ہے۔ میں آپ سے گذارش کروں گا ۔ آپ اس کو حذف کریں اور اس کو افسوس ناک میں تبدیل کر دیں میں آپ کا شکر گذار رہوں گا۔

جناب سپیکر، میں کیانی صاحب کی اس تجویز سے اتفاق کرتا ہوں اور اس کو "افسوس ناک" قرار

دیتا ہوں۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! میرے پوائنٹ آف آرڈر کے متعلق آپ نے نہیں فرمایا۔

جناب سپیکر، میاں صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ جناب وصی ظفر صاحب!

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! ڈیمانڈ 5 گرانٹ نمبر 13 پولیس کی مد میں ہے۔ یہ جناب پالیسی کٹ کی ڈیمانڈ دی ہے۔ اور میں یہ عرض کروں گا کہ اس پر کوئی پابندی نہیں کہ خالی گورنمنٹ کی پالیسی کو discuss نہیں کیا جا سکتا یا یہ کہ پھر آپ alternate policy پالیسی دیں۔ اگر آپ نے alternate policy پالیسی نہیں دینی تو خالی اس پالیسی کو زیر بحث لا سکتے ہیں۔ یہ جناب میری اپنی interpretation ہے۔ اس میں جناب والا! پہلے بھی اربوں روپے پولیس کو دیے گئے اور اب جناب ضمنی بجٹ میں دیکھیں کہ پیسے کس طریقے سے دیے جا رہے ہیں۔ اور کن مدوں میں دیے جا رہے ہیں۔ وہ تو ایک بڑی معمولی سی رقم ہے جو وزیر صاحب فرما رہے تھے کہ compensation کے لیے دے دی گئی اور ہم نہ دیں؟ جناب آپ یہ دیکھیں Creation of fifteen posts of Sergeant in the Punjab Police پندرہ سارجنٹ رکھنے ہیں۔ جناب ان کو نوازنا ہے جو سالانہ بجٹ میں نہیں کیا تھا کہ ہم نے رکھنے ہیں۔ وہ بعد میں سیاسی دباؤ پڑا ہے۔ لوگوں نے کہا ہے کہ ہمارے سارجنٹ رکھیں ورنہ ہم آپ کو چھوڑ کر جاتے ہیں۔ اور وہ 15 آسامیاں انہیں بڑھانی پڑی ہیں۔ اور اس کے لیے انہوں نے لاکھوں روپیہ رکھا ہے۔ جناب آگے آپ آئیں نمبر 4 پر۔

Creation of the post of Inspector Legal and Constables for the Punjab Police.

یہ جناب ان کو سالانہ بجٹ میں نہیں پتا تھا کہ یہ ہمیں ضرورت پڑنی ہے۔ یہ بھی سیاسی دباؤ کے تحت اور رشوت ستانی کے طور پر رکھنے پڑے۔ اور وہ ضمنی بجٹ میں آ گیا۔ آگے جناب نمبر 5 آ گیا ہے۔

Creation o posts of Assistant Sub Inspectors of Police

جناب ہمارے تجربے کے مطابق تو یہ تین تین سال پہلے بننا شروع ہو جاتا ہے کہ فلاں سال کتنے اسسٹنٹ سب انسپکٹر چاہییں۔ اب ان کی نئی اسامیاں پیدا کی گئی ہیں۔ یہ ساری سیاسی رشوت ستانی کے طور پر ان کو زیادہ کرنی پڑی ہیں۔ نئی پوسٹیں create کرنی پڑی ہیں۔ ان کے لیے یہ پیسے مانگ رہے ہیں آگے جناب نمبر 6 ہے۔ Creation of post for eradication of crime in Punjab۔ وہ پھر

general میں لا کر پھر creation of posts - پھر جناب آگے آ جائیں Creation of post of SP CIA- یہ جناب پہلے پتا ہی نہیں تھا؟ یہ یکایک ضرورت پڑی ہے؟ کیا یہ تین مہینے نئے مالی سال کے لیے wait نہیں کیا جا سکتا تھا؟ اور پھر جناب سب سے بڑھ کر یہ دیکھیں کہ کروڑوں روپیہ سپیشل برانچ کو Secret fund میں پہلے دیا گیا۔ یہ ایک کروڑ روپیہ مزید ضمنی بجٹ میں کیسے ضرورت پڑ گئی جناب؟ یہ پھر ایک رشوت ستانی کا طریقہ ہے۔ اس میں دیکھیں کہ یہ اس کی کلاز 13 سپیشل برانچ ہے۔ Provision of secret service expenditure for Special Branch ایک کروڑ روپیہ سیکرٹ فنڈ کے طور پر مزید رقم رکھی گئی ہے۔ یہ جناب گھپلے بازیاں ہیں۔ ہم اپنی کوئی نئی پالیسی نہیں دینا چاہتے۔ ہم اس پالیسی کو زیر بحث لانا چاہتے ہیں کہ یہ لوٹ مار آپ نے کیوں مچائی ہوئی ہے۔ جناب ابھی کوئی ممبر اٹھا کر کمشن بنا کر ڈی آئی جی کے گھر بھیجیں وہاں پانچ سرکاری گاڑیاں کھڑی ہیں۔ کسی ایس پی کے گھر بھیجیں وہاں پانچ سرکاری گاڑیاں کھڑی ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں پہلے بھی تقریر میں کہا تھا۔ آپ نے Honda Accord اور بڑی گاڑیاں پولیس پٹرولنگ کے لیے بھیجیں لیکن وہ بچوں کو سکول چھوڑنے کے لیے استعمال ہوتی ہیں۔ اور بیویوں کی شاپنگ کے لیے۔ ایک مہمانوں کے لیے اور ایک سبزی لانے کے لیے۔ وہ اخراجات کم کر کے اگر کچھ مدوں میں واقعی ضرورت تھی تو وہ پوری کرلی جاتی۔ جناب والا! ضمنی بجٹ کا مطلب کیا ہوتا ہے؟ کہ جدھر کہیں کوئی انتہائی اشد ضرورت پڑ گئی۔ کیا جناب کوئی طوفان آ گیا تھا کہ ضمنی بجٹ میں اسامیاں پیدا کی جا رہی ہیں اور اس میں بڑی بڑی flourishing posts/career jobs پیدا کی گئیں اور میں ان سے پوچھنا چاہوں گا وزیر خزانہ یہ بتا کر کے اپنی جوابی تقریر میں یہ فرمائیں کہ یہ جو اسامیاں پیدا کی گئیں یہ کن لوگوں کو دی گئیں۔ ان کی بھرتی کا criteria کیا تھا؟ تمام کے تمام سفارشی طور پر بھرتی ہوئے۔ تمام کی تمام رشوت ستانی کے طور پر دے دی گئیں۔ اور اس پر کروڑوں روپیہ صرف کر دیا گیا۔ اور یہ تمام نہ صرف ناقص منصوبہ بندی ہے بلکہ یہ compulsion کے تحت سیاسی دباؤ کے تحت ان کو یہ لازمی رکھنے پڑے تھے۔ اور وہ اسامیاں انہوں نے create کر دیں۔ اور اس کے لیے یہ ضمنی بجٹ لے آئے۔ ہم اس پالیسی کو چیلنج کرتے ہیں۔ کہ گورنمنٹ اس پالیسی سے اجتناب کر کے اس پالیسی سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ بجائے اس کے کہ جناب والا! یہ جو سارا ایک ڈھونگ رچا کر اور کروڑوں روپیہ لگایا جائے اتنی بے اعتنائی سے جیسے بالکل یہ شاید کوئی مال مفت ہے۔ جناب والا! پچھلا سالانہ بجٹ

خسارے کا بجٹ تھا۔ اس خسارے میں بجائے کمی کرنے سے اس طرح کی مدوں میں اس طرح کے اخراجات کر کے جو کہ تمام کے تمام فضول ہیں۔ اور ایک بھی ضرورت کا نہیں ہے جو اس5 نمبر میں ہے کہ جس میں اشد ضرورت ہو۔ اگر جناب فرمائیں تو میں تیرہ کے تیرہ بھی پڑھ دیتا ہوں۔ جناب۔ اس میں بجائے اس کے کہ وہ خسارے کو کم کرتے انہوں نے تو ضمنی بجٹ پیش کر کے خسارے کو مزید بڑھایا ہے۔ اور پھر ناجائز طور پر قرضے حاصل کرتے ہیں۔ اور اس طرح خرچے پورے کر رہے ہیں۔ یہ جناب تیرہ کے تیرہ آپ دیکھ لیں Grant for compensation کی مد میں پہلے ہی پیسے موجود ہوتے ہیں۔ اور اس مد میں سالانہ بجٹ کے علاوہ دیگر مدوں سے اس مد میں خرچ کر کے ضمنی بجٹ میں لا کر پھر اس مد میں ڈال دیا گیا ہے اور یہ رقم بھی تھوڑی سی ہے۔ آگے جناب پھر ایوارڈ ہے کہ مسٹر شفقت باری انسپکٹر پولیس۔ اور ریوارڈ کی جو پہلی رقم تھی اس میں سے اس کو نہیں دیا گیا بلکہ ضمنی بجٹ میں شفقت باری کو دینے کے لیے بیس ہزار روپے لائے ہیں کیونکہ پہلی رقم جو ریوارڈ کے لیے مخصوص ہوتی ہے وہ رقم تو ایس پی تک کے پاس ہوتی ہے۔ اور certain limits تک اس کے اختیارات ایس پی کے پاس ہوتے ہیں اور کوئی ڈی آئی جی کے پاس ہوتی ہے کہ وہ سپاہی کو اتنا انعام دے سکتا ہے۔ ہیڈ کانسٹیبل کو اتنا دے سکتا ہے۔ اسے ایس آئی کو اتنا دے سکتا ہے اور وہ روز دیتے ہیں وہ مد کدھر گئی۔ آگے جناب پھر creation of posts آ جاتا ہے جو میں نے پہلے عرض کیا ہے پھر creation of posts آ جاتا ہے پھر جناب ہے payments of pool charges جناب۔ ان کو سالانہ بجٹ میں نہیں پتا تھا کہ ہمارے پاس ہیں اور pool charges کا کیا مطلب ہے۔ آگے جناب پھر creation of posts آ جاتا ہے۔ پھر ایڈیشنل Additional appropriation required for anticipated expenditure اور وہ جنرل سا ہیڈ بنا کر اس میں پھر یہ پیسے لے گئے۔ پھر ابھی اس میں Additional appropriation required to meet the anticipated excess expenditure (Continued) police training یہ آ جاتا ہے۔

Reimbursement of expenditure on repairs and replacement of fittings and fixtures of Bhawa building یہ جناب بلڈنگ بہت پہلے بنائی گئی ہے۔ یہ ان کو سالانہ بجٹ میں نہیں پتا تھا۔ پھر جناب سپیشل برانچ آ جاتی ہے۔ اور پھر جناب دریشک صاحب کا آ جاتا ہے کہ ان کے پولیٹیکل ایجنٹ کو ٹیلی فون چاہیے لہذا تیس ہزار روپے دے دیں جو کہ راجن پور کا پولیٹیکل

ایجنٹ ہے اور پھر جناب لوکل پولیس بارڈر ایریا ہیں۔ جناب یہ اس طرح کے اخراجات ہیں جو یہ ضمنی بجٹ میں مانگ رہے ہیں۔ ان کو ضمنی بجٹ میں ڈالنے کے لیے ایک بھی justification نہیں کسی بھی نہ اکنامکس کے نہ خزانے کے۔ کسی بھی اصول قانون کے تحت یہ expenditure اس ٹائپ کے ضمنی بجٹ میں نہیں آیا کرتے۔ ضمنی بجٹ میں تو وہ رقم آنی چاہیے جو انتہائی ضروری ہو۔ جس کی اشد ضرورت ہو۔ اور جو سالانہ بجٹ کے expenditure کو curtail کر کے بھی پورے نہ ہو سکتے ہوں۔ تو ہم اس سے ٹوٹل اختلاف کرتے ہیں اور ایوان سے درخواست کرتے ہیں کہ یہ قوم کا پیسہ ہے اس کو اس طرح فضول طریقے سے خرچ کرنے کی بجائے دھیان سے دیکھ کر اسے امانت تصور کریں۔ اور اس امانت کا custodian یہ ہاؤس ہے اور یہ فضول خرچیاں اور مغلوں والا بادشاہی نظام چھوڑیں۔ اور بھول جائیں وہ بات۔ سنا یہ گیا ہے کہ ادھر جو نیا دربار بنا ہے اس میں بھی راھداری سے گزریں تو دونوں طرف مغلوں کی تصاویر نظر آتی ہیں۔ تو وہی آگے سائل ہے اور اسی سے یہ expenditure ہو رہا ہے۔ ہم اس سے اختلاف کرتے ہیں۔

جناب سپیکر: چیمہ صاحب! اس پر کچھ کہنا چاہیں گے۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ: جناب سپیکر! میں پنجابی میں بات کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: جی آپ ارشاد فرمائیے۔

(آوازیں۔ نہیں۔نہیں۔نہیں)

چودھری محمد شاہنواز چیمہ: یہ نہ نہ اس لیے کرتے ہیں کہ ان کو یہ پتہ نہیں کہ پنجاب کے اندر بستے ہیں اور پنجاب کے رہنے والے ہیں باہر ہم پنجاب کا نعرہ مارتے ہیں۔ اسمبلی کے اندر آ کر اپنے ضمیروں کو کفر کے تالے لگا دیتے ہیں اور اردو بولتے ہیں۔ یہ کہاں کے اردو اور انگریزی بولنے والے ندے ہیں یہ آپ مجھے بتائیں جو کہتے ہیں کہ پنجابی نہ بول۔ جناب والا! ہمارے ملک کی بدقسمتی یہ ہے کہ ہم سچی بات کرتے ہوئے ڈرتے ہیں۔ ہم تو پنجاب کے رہنے والے ہیں ہم تو پنجابی بولیں گے۔

زیر امداد باہمی: جناب سپیکر! چیمہ صاحب نے فرمایا ہے کہ انہیں پنجاب سے محبت ہے۔ تو جناب الا! اگر انہیں وقعی محبت ہے تو صرف پنجابی بول کر اس کا علاج نہیں کیا جا سکتا بلکہ سندھ میں جو

ان کا خون کیا جا رہا ہے وہاں جا کر ان کا خون روکیں۔ یہ پیپلز پارٹی کو support کر کے پنجابیوں کے خون سے ہاتھ رنگنا چاہتے ہیں۔ اور زبان سے پنجابی ہیں۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، جناب سپیکر! بڑے افسوس کی بات ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، اور جو پنجاب میں پنجابیوں کا خون کیا جا رہا ہے اس کا کون ذمہ دار ہے؟

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

وزیر امداد باہمی، جناب والا! یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے بھائیوں کی حفاظت کریں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر۔ آرڈر۔

وزیر امداد باہمی، وہاں پر کیا ہو رہا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر۔ آرڈر۔ رانا صاحب! تشریف رکھیے۔ چیمہ صاحب۔ آپ اپنی بات کریں۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، جناب سپیکر! پولیس کی پالیسی کٹ پر مجھے بولنے کے لیے اس لیے اس وقت انہوں نے interrupt کیا ہے جو یہ سمجھتے ہیں کہ یہ پولیس ہماری وارث ہے اور اس نے ہمیں ان مقامات تک پہنچایا ہے میں اس پولیس کے متعلق کچھ باتیں ضرور کروں گا انہوں نے ہی یہ بنیاد بنائی ہے اور انہوں نے ہی حکم رانوں کے ساتھ مل کر جو کچھ پنجاب پولیس سے کروایا ہے وہ جناب کو میں بتاؤں گا اس لیے پولیس فنڈ کے لیے پیسے زیادہ دلوائے جاتے ہیں کیونکہ پولیس کا بڑا کام یہ ہے کہ چوری چکاری اور ڈاکوؤں کی حفاظت کی جائے لیکن جناب والا! پولیس سے یہ کام لیتے ہیں کہ معزز آدمیوں کو وہ آدمی جو لوگ آواز حق کہتے ہیں ان کو سلاخوں کے پیچھے جیلوں میں جوتیاں مرواتے ہیں۔ انسانوں کی توہین کرواتے ہیں اس لیے انہوں نے یہ فنڈ رکھا ہے۔ جناب سپیکر! ورنہ میرے پنجابی بولنے میں یا کوئی اور زبان کے بولنے میں کسی کو کوئی اعتراض نہیں ہونا چاہیے کیونکہ باہر جا کر اپنے اپنے علاقوں میں یہ کہتے ہیں کہ ہم پنجاب کے ٹھیکے دار ہیں ہم پنجاب کے نگہبان ہیں۔ ہم پنجاب کے رہنے والے۔ جناب والا! یہ بڑے افسوس کی بات ہے کہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو ان پڑھ کہنا بھی فخر سمجھتے ہیں آج اس اسمبلی میں یہ کہتے ہیں کہ آپ پنجابی میں بات نہ کریں تو جناب سپیکر! میں اس بارے میں یہ کہتا ہوں کہ اس مد میں یہ پیسے نہیں لگانے چاہتے اور میں کیوں اس

پالیسی کی خلاف بولنا چاہتا ہوں جناب یہاں لاہور سے چل کر راولپنڈی تک جاؤ چاہے پنجاب کی آخری حد تک جاؤ۔ ایک ٹریک ڈرائیور کو سینکڑوں روپے اپنی جیب میں ڈالنے چاہیں اس لیے کہ وہ آخر تک رشوت دیتا رہے۔ تو جناب والا! ان کسانوں کی جنس دس روپے کی ہے وہ وہاں جا کر پچاس کی ہو جاتی ہے تو اس کا فائدہ کون لیتا ہے یہ فائدہ وہاں کا بیوپاری لے جاتا ہے اس کی اصل وجہ جو ہے وہ پولیس کی زیادتی ہے۔ جناب سپیکر! جتنی بھی چوریاں اور ڈاکے پنجاب میں پڑتے ہیں ان کو نہ درج کرنے کا یہ معاوضہ دیا جاتا ہے کیونکہ یہ درج نہیں کرتے یہ ایف۔ آئی۔ آر درج نہیں کرتے یہ رپورٹیں درج نہیں کرتے۔ یہ خزانے میں ان کی تنخواہیں نہیں بڑھاتے۔ لہذا یہ ایسے آدمی رکھ رہے ہیں جو اس چیز کی پشت پناہی کریں گے کہ صوبے کے موجودہ حکمرانوں کی خوشنودی کے لیے یہ بتایا جائے کہ پنجاب میں امن و امان ہے۔

جناب سپیکر! میں پولیس کی کارگزاریاں اس لیے بتانا چاہتا ہوں کہ پولیس ایک بڑا اعلیٰ محکمہ بنایا گیا تھا جس وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وقت پولیس شروع کی گئی تھی۔ جناب سپیکر! پولیس کے یہ ملازمین اگر دیانتداری سے کام کریں اور اس برائی کو اس گندگی کو روکتے تو یہ قابل ستائش بن جاتے۔ پنجاب کے اندر پولیس ایک بدنما داغ بن گیا ہے۔ پولیس کا نام لینے سے بھی لوگ خوف کھاتے ہیں۔ جناب سپیکر! آپ جانتے ہیں کہ لوگ تھانے کا کیوں گھیراؤ کرتے ہیں اس واسطے گھیراؤ کرنے لگ گئے ہیں کہ یہاں انصاف نہیں ملتا۔ جناب والا! جہاں انصاف نہ ملے تو ان لوگوں کو انعام دینے کی ضرورت ہے؛ ان لوگوں کے لیے پالیسی میں اتنے روپے رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ایک نئے نظام کے تابع ایک نئے سسٹم کے تابع نئے لوگ بھرتی کیے جائیں اور ان کے لیے پیسہ مختص کیا جائے۔ تاکہ ان لوگوں کے واسطے جو corrupt ہیں جو بد دیانت لوگ ہیں۔ جو اس پنجاب میں زیادتی کرانے کے ذمہ دار ہیں۔ میں دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ اگر انصاف کے ساتھ پولیس میں صحیح آدمی رکھے جانے چاہیے اس سے پولیس کی آدھی نفری بھی ہو جائے گی۔ جناب والا! آپ نے دیکھا ہو گا کہ تھانے میں دس، پندرہ یا بیس سپاہی ہوتے ہیں اور اگر ان کا تھانیدار دیانتدار ہے تو وہ ان کو کنٹرول کر سکتا ہے یہ بیس آدمی بھی اس کا انتظام کر سکتے ہیں۔ جناب والا! میں یہ کہتا ہوں کہ یہ پولیس جس کے واسطے آپ نے پیسے رکھے ہیں اس پولیس کے لیے کوئی پیسہ نہ رکھا جائے۔ اس پولیس کو بالکل فارغ کیا جائے اور با انصاف، منصف آدمیوں کو

دیانت دار آدمیوں کی بھرتی کر کے ایک ایسا ڈھانچہ تیار کیا جائے اور ان کو تربیت دی جائے کہ آپ نے یہ کام کرنا ہے کہ آپ نے بدمعاشوں اور چوروں اور ڈاکوؤں کو پکڑنا ہے نہ کہ آپ نے ہمیں الیکشن لڑانے ہیں ہمیں وزیر بنانا ہے۔ ان کو واضح طور پر واچ کیا جائے اور ان لوگوں کو بالکل مراعات نہ دی جائیں۔ اگر ان کو مراعات نہ دی جائیں تو ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ پولیس فنڈ میں مزید پیسے رکھیں۔ جناب سپیکر! اگر یہ چیزیں جو میں نے بیان کیں ہیں۔ ان پر عمل کیا جائے تو اس کا ایک مثبت حل نکلے گا اس کا کوئی غلط حل نہیں نکلے گا۔

جناب سپیکر! یہ جو سارجنٹ یا تھانیدار بھرتی کیے جا رہے ہیں یہ کسی بھی میرٹ کے ساتھ بھرتی نہیں کیے جا رہے۔ یہ بالکل نہ بھرتی کیے جائیں یہ دیانتداری کے ساتھ بھرتی کیے جائیں۔ کسی کو اس کے لیے نوازا نہ جائے اگر ان کو نوازنے کے لیے یہی کچھ رکھا جائے گا تو پھر یہ قوم کبھی بھی معاف نہیں کرے گی جناب سپیکر! میں ایک شعر کے ساتھ اپنی تقریر کو ختم کرتا ہوں۔

میں نے ہر شاخ پہ گلشن میں لہو دیکھا ہے
جانے کس دیس میں پھولوں کو صبا مار گئی
جنھوں نے اجاڑے ہیں گلشن ہزاروں
ہزاروں کلیوں کو غنچوں کو روندا
جانے کیوں سپرد آج ان کے ہے باغبانی
نہ میں کہہ سکوں گا نہ تم سن سکو گے

جناب سپیکر، سردار سکندر حیات خان صاحب۔

سردار سکندر حیات خان ، جناب سپیکر! میں آپ سے پنجابی میں بات کرنے کی اجازت چاہوں گا۔

جناب سپیکر، ارشاد فرمائیے۔

سردار سکندر حیات خان ، اور ایک میرے آنریبل ممبر کی درخواست ہے کہ میں اپنی پنجابی میں جو میرے علاقے کی ہے اس میں بات کروں لہٰذا میں اس میں بات کروں گا۔

جناب سپیکر! سر آج مجھے دکھ ہوا کہ فنانس منسٹر صاحب جو کہ کسی دیہاتی علاقے سے نہیں وہ بھی جو شہریاں دے تھلے لگ گئے نیں۔ اوہ وی اوجنے اوصناں دے رنگ وچ رنگیلے ہو گئے نیں۔

اوہ وی اوتھے اوھناں دیاں گلاں تے اوھناں دیاں کھڑبنڈیاں وچ آ گئے نیں۔

جناب سپیکر، سردار صاحب یہ آپ کی پنجابی جو ہے یہ رپورٹ نہیں ہو سکے گی۔ اس کے لیے جو رپورٹنگ ہو گی اس میں دقت پیدا ہو گی اس لیے اگر آپ پنجابی بولنا چاہتے ہیں تو پھر سیدھی سیدھی پنجابی بولیں۔ (قطع کلامیاں)

سردار سکندر حیات خان ، اختر عباس بھروانہ صاحب نے میوں پنجابی وچ بولن لئی کہیا اے کیونکہ وہ انگریزی نہیں سمجھ سکدے۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، جی چودھری ظہیر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد ظہیر الدین خان، جناب سپیکر! کیا یہ ممکن نہیں کہ ان کی پنجابی جسے پوٹھواری بھی کہا جا سکتا ہے اس کا بعد میں اردو میں ترجمہ کر کے رپورٹ کر دیا جائے۔

جناب سپیکر، فوری طور پر اس میں دقت ہو گی۔

ر اختر عباس بھروانہ ، جناب سپیکر! ایسا کریں کہ یہ ساتھ ساتھ ترجمہ بھی کرتے جائیں۔ (قہقہے)

سردار سکندر حیات خان ، جناب سپیکر! میں اختر عباس صاحب کو ترجمانی کے لیے کہوں گا کیونکہ اس طور پر جہاں رنگیلوں کی بات آتی ہے اور رنگ رلیوں کی تو پھر یہ اس کے اوپر ترجمہ بہت زیادہ بھی طرح کر لیتے ہیں۔ (قہقہے)

جناب سپیکر! پھر میں آپ سے اجازت چاہوں گا کہ اگر ان کو یہ پنجابی نہیں سمجھ آتی ویسے ان کو کوئی زبان نہیں سمجھ آئے گی۔ کیونکہ یہ زبان ظلم کے خلاف ہے۔ یہ زبان سچائی کے لیے ہے زبان حق کے لیے ہے۔ ان کو زبان سمجھ نہیں آ سکتی۔ لہذا میں آپ سے اجازت لے کر انگریزی ں بات کروں گا۔

ناب سپیکر، آپ ٹھیک ٹھاک اردو بول رہے ہیں۔ اس لیے اردو میں بات کر لیجیے۔

مردار سکندر حیات خان ، جناب سپیکر! میں اردو میں ضرور بات کرتا لیکن میں انگریزی میں اس لیے ت کروں گا کہ آج کل بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ اردو مہاجروں کی زبان ہے۔ میرے نزدیک لستان میں مہاجر کوئی نہیں۔ جو پاکستان میں آیا ہے۔ یہاں پلا ہے۔ یہاں کا نمک کھایا ہے۔ یہاں کی مت کی ہے۔ یہاں کے سکول کالجز میں پڑھے ہیں ان کو وہی حق حاصل ہے جس طرح کہ باقی

پاکستانیوں کو ہے۔

جناب سپیکر، سردار صاحب آپ بات کیجیے۔

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN: Mr. Speaker Sir, I would not like to take much of your time. As most of my brothers home already mentioned about the policy, through you, I would request to the entire House, my brothers sitting on the treasury benches as well as on the opposition benches that when we talk about Police, when we talk about Justice we should not take it as personal. When we talk about police we are talking about justice right or wrong. Where there is a problem there is a crime whether it takes place in R.Y. Khan, Attock, Muzaffargarh or Multan or for that matter specially Lahore or Gujrat, it is a matter concerning every human being, every citizen of Pakistan who has got the right to receive justice, has got the right to cry over thefts, dacoity and rapes which happens to be in the constituency of one brother or the other. We are here as elected representatives of the people, we are here not to criticise only for the sake of criticism.

خواجہ محمد اصغر کوریجہ ، جناب سپیکر! انہوں نے رحیم یار خان کے بارے میں کچھ کہا ہے وہ مجھے سمجھ نہیں آئی۔

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN: Are they talking about R.Y. Khan.

جناب نذر حسین کیانی ، انگلش کی سمجھ نہیں آئی یا رحیم یار خان سمجھ نہیں آیا۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ ، رحیم یار خان کے بارے میں کچھ ہو رہا ہے؟ (قہقہے)

جناب نذر حسین کیانی ، جناب والا! انہیں کہیں کہ یہ فرق بتا دیں کہ انگلش سمجھ نہیں آئی یا رحیم یار خان سمجھ نہیں آیا۔

رانا پھول محمد خان ، دونوں نہیں سمجھ آئے۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ ، کچھ نہیں سمجھ آئی۔

جناب سپیکر، وہ تو زبان کی سمجھ نہیں آئی۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ، جناب سپیکر! سمجھ ہی نہیں آ رہی کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔

جناب نذر حسین کیانی، دونوں کی سمجھ نہیں آئی تو پھر واک آؤٹ کر جائیے۔

رانا پھول محمد خان، اودھے واسطے تسی جوں رکھے ہوئے او۔ (قہقہے)

جناب سپیکر ، کوریجہ صاحب کوئی حرج نہیں۔ آپ اختر عباس بھروانہ صاحب سے اس کی translation سمجھتے جائیے۔

مہر اختر عباس بھروانہ ، جناب اگر میری سمجھ میں بھی نہ آئے۔

جناب سپیکر، تو پھر آپ رانا پھول خان صاحب سے پوچھ لیجیے۔ (قہقہے)

رانا پھول محمد خان ، میں {*****}

سردار سکندر حیات خان ، {******}

جناب سپیکر، آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز ۔ No cross talk please.

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN: I have the right of interrupting every one's speech.

رانا پھول محمد خان ، نہیں سر ۔ {*****}

سردار سکندر حیات خان ، جناب {*****}

جناب سپیکر، آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز ۔ سردار صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیے۔

رانا پھول محمد خان ، {*****}

سردار سکندر حیات خان ، آپ کو اپنے الفاظ واپس لینے پڑیں گے۔

رانا پھول محمد خان ، {*****}

***(بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

MR SPEAKER: Take your seat please. Order please.

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN: Sir, I condemn these words and I take these words very strongly. They started interrupting my speech. If they want I can start giving details from the Leader of the House whom they belong to and where they come from If you want Mr. Speaker I will give you the details of present past and future, what are they and what are they doing and I can give proofs with incidents, with photographs.

MR. SPEAKER: Kindly don't react Sardar Sahib. Don't lose your temper.

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN: Sir, I did not create this thing. I would like to know whether I have taken up this matter or some body else. before I speak further I would like you to decide that impartially.

چودھری محمد ظہیر الدین خان ، جناب سپیکر! رانا پھول محمد خان صاحب نے جو ایسے غیر پارلیمانی الفاظ کہے ہیں میری گزارش ہے کہ ان کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔

جناب سپیکر، جی یہ رشتوں کے بارے میں جو الفاظ یہاں exchange ہوئے ہیں میں ان کو حذف کرتا ہوں۔

چودھری محمد ظہیر الدین خان ، اور ان کو تنبیہہ کی جائے کہ آئندہ یہ یہاں پر ایک سینئر پارلیمنٹیرین ہونے کے ناتے ایسی باتیں مت کریں۔

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN: Sir, derogatory words were spoken by Rana Phool, I would request that those words should be expunged.

جناب سپیکر، سردار صاحب! وہ میں نے حذف کر دیئے ہیں۔ آپ اپنی بات جاری رکھیں۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔۔۔

جناب نذر حسین کیانی ، جناب سپیکر! اس کے ساتھ ہی میری آپ سے گزارش ہے کہ ایسے وزیروں اور مشیروں سے ہماری جان چھڑائی جائے۔

جناب سپیکر ، سردار صاحب ! آپ اپنی بات جاری رکھیں ۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔ No interruption please.

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN: I don't know, Mr. Speaker, why some honourable members from the treasury benches are so perturbed when we talk about police. Are they not representing certain areas.

I challenge any member that he should go to any constituency to find ou what is being done by our police. The poor people are subjected to injustice an police tortures, they are implicated in false cases and in other irregularities, an if they want to make fun of this I would say they are party to it. Mr. Speaker, thi is a subject for which this country was created. Mr. Speaker Sir, this is what w got to obey irrespective of our past when Hindu supported a Hindu and Sik supported a Sikh, and I would not like to give details who were the people doin that and who were not, but those who opposed the very creation of Pakistan condemn them to which ever sect, caste, colour of religion they belong. I woul use the words.

ت ہے اس پر جس نے پاکستان کی مخالفت کی۔

نا پھول محمد خان ، جناب والا! یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ انگریزی میں تقریر کر رہے ہیں۔ اگر میں کسی ت کی وضاحت چاہوں اپنے فاضل رکن کی تقریر سے متعلق تو میں جناب والا سے دریافت کر سکتا ں؟

ب سپیکر، رانا صاحب! وہ کوئی ایسی بات نہیں کر رہے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔ آپ تشریف یں اگر کوئی ایسی بات ہوئی تو میں خود اسے ٹوک دوں گا۔

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN: Mr. Speaker Sir, the pol department is made to serve the people and not to rule them. The pol

department is an instrument of any government to control the crimes of that constituency, area or of a province, and it is not to make it a tool in order to suppress the poor or to suppress the righteous of a particular province. I would very humbly submit to my honourable members on the treasury benches how names for the posts of A.S.Is are given in Benglow No.5 or in Benglow No.4. They have got the right. Everyone has got the right to get quota in educational institution, every Minister has been given a quota, and I demand of you Mr. Speaker, that a list should be provided giving names for this purpose, I am sure I will be happy if a son of my honourable brother is appointed, because I hope that a God fearing, a democratic and educated member will be brought in the police department. I am not against it then why people in police are being recruited, why and how ASIs and SIs are recruited, how the interviews take place, how the merits are flouted and how special relaxations are given. I can give details of quota for members of Provincial Assembly and National Assembly or of a Minister. Mr. Speaker Sir, it is the right of the House to know the detials. You should get the details and let the names be given of those poor and see whether they some on merit or not. This is how the selection is done. It should be through merit. Here I would like to give an alternative policy. Mr. Speaker we object to this in supplementary budget demands. Please get the criminal investigation side and field side of the police in two separate portions In police stations I know they have not got so many staff of police constables, ASIs and SIs. Either they are burdened with crime reports or busy with VVIPs duty or sent on special missions. I would say they should be bifurcated, and there should be a section which should deal with investigations and there

should be a section dealing with crime, so that there are two separate things, and the people dealing with investigations they should have legal degrees, they should not be uneducated or matriculates governing the destiny of the poor. They should be people from law who understand crime, who should then afterwards leave it to God Almighty, and they should be given an oath in front of God Almighty on the Holy Quran that they will be honest, and poor will not be subjected to injustice, as it is being done in my constituency Fatehjang and Pindigheb. The rivals of any particular party specially belonging to PPP are implicated in false case of arms and drugs. For God's sake don't suppress these poor people. Catch the people who commit crimes and leave the innocent. Here I would like to mention especially about the recruitment from my area. I would like to ask first of all how many people from my constituency have been taken. I quote an instance. There were same posts of sections ASIs.. Those ASIs were supposed to be selected from the sons of retired police people, but there was a member whose son was MA First Class, who was 6' 1 1/2" was turned down and in his stead a name from the Chief Minister House was entertained and recruited . Mr Speaker! I can produce that boy again. He is son of a Sub Inspector and I can challenge the merit in front of any other, who has been taken in his place. It is just because of the instructions from the Chief Minister House that the poor boy was thrown out. I would like to bring it to the notice of all concerned that I would send him for interview again and if he doesn't come on merit he should be thrown out. Majority of things are being done on recommendations and in relaxations of rules. Mr. Speaker Sir, I would like to mention about my area. I still have been requesting that there is still martial law in Attock. Martial law has

gone from every where but the SP in Attock is ruling Attock like kingdom of his own. The narcotics were hardly there and in negligible quantity. Since his arrival, in every street of Attock, Pindigheb and Fatehjang narcotics are being sold openly. No action has been taken when I requested to the person concerned I was told that these narcotics are coming from such and such place in Islamabad so what should we do. I am not concerned from where it comes from, but they should get hold of it and it should not be sold openly in my area. I on oath promise and tell you that I have never supported any person brigning narcotics in my area and will never do so even if he happens to be my real brother. I would say that any one who is caught under narcotics should be dealt with severely. The other alternative is that there should be citizens committee who should come and help in the matter. There is certain ex-MNA who is dealing with this. He has been reported in the newspapers. His name came up as one of the persons involved in narcotics. Nothing has been done Mr. Speaker. At Attock Bridge a favourite SHO has been posted who does the collection and sends to the people concerned. There are certain other check posts which are not made to curb the crime. I wish they were. I will give them full support if they do so. But they never check a car; a Honda going, or a Cheverelct going, or a Mercedes going or a Pajero going. They would not check them. They would check a pick-up man, they will check a truck driver, they will check a tanker-man. That is why there was a strike That should also be taken into consideration. They will check a person with a bus. They will check a person with mini-bus or coaster and they will tell the poor passengers to come out and irritate them. Sir, if you want to check the crime, please do. We have no objection but please do

not mal-treat the people. Many a times it has happened. Mr. Speaker Sir, I challenge you and I am prepared to take any member of this house to a couple of check-posts and we will sit quietly without informing and we will see how hands go out and hands of the police come out and 'Muk Muka' is done, or that is the rate or what is the chit system. There is a chit system which is going on. Under that a monthly or a weekly is received and anybody who possesses that chit will not pass the money. I will give you the details and I can give you the copies of those chits. There have been cases in Attock and they are still pending where a mini bus driver refused to give any money and there was a stoppage on the entire GT Road for 2 1/2 hours because he said that I have already paid through the chit and why should I now pay. This is a regular system which is going on. I ask my brothers, what is the police for. Is there crime being contained in any Thana? I would request you, Please do not side with those who do the wrong. I challenge you that you go to any Thana and check whether I have gone there with a request for 'safarish' for any person who has done wrong. Sir, where I am living, in Garden Town in Tipu Block a crime was committed and we requested SSP Lahore that Raja Sahib who is a member of the IJI and the Market Committee had been robbed and that something should be done but nothing has been done. We requested the Police, we requested the officers concerned but nothing has been done. Sir, there is one Mr. Tanveer who is an engineer. He was shot at, his children were tied up and his house was looted. We had gone personally for him because he is a neighbour and he has a right. Nothing has been done and 'Muk Muka' has been done and criminals are roaming freely. There is a very poor woman who has been looted 25 ladies are involved. They

used to do `Committee'. She was looted. We requested the Police that for God sake do something and arrest the criminals. But Sir, the criminals are roaming freely. That gentleman in the Police has collected about 40 lacs of Rupees. Wherever he goes, he does `Muk Muka'. We said hold an inquiry by any honest man. There are still lot of honest people in the Police. We are proud of them. They should be given promotions and special increments They should be given rewards. There are a few honest people in the bureaucracy also but those people are either put in the "Khudey line" or they are ignored. I would like to emphasise that these cases should be dealt with. We would recommend an alternative proposal that the citizens of a particular area be involved. Sir, I am not saying Punjab, all over Pakistan there is corruption. There used to be a day when somebody used to say that " او بندہ کھاندا ہے ۔ او ایک ایماندار آدمی ہے " It is become unfortunately the rule of the day.

Mr. Speaker Sir, I would request you and all my brothers of the Treasury Benches that let us fight this crime together. Let us be honest ourselves so that nobody can raise a finger on you. Then let us try to see that our families becomeclean. After that we should see that our locality becomes clean and our city becomes clean. Let us put hand in hand This problem of law and order which is very grave is not the problem of one leader or the other. It is not for one party or the other party. It is that of every citizen and every Pakistani. Let us act as Pakistanis. For a change let us forget IJI and PPP. Let us not make it personal although false cases have been registered against me also Three of them I have been acquitted honourablly through certain honest officers There are still 4/5 of them pending. Inshallah, God is great, He will help. I know I am clear. I am not

asking anything for that. Mr. Speaker Sir, let us fight together. Let us swear, like in the past we passed a Resolution and we all pray and resolve, and all the members of the PPP and IJI here should take an oath that we will be honest. We will be honest to this country, we will be honest to the people of our area. We should be honest to the cause of Islam. Nothing will help until we all swear together and resolve together. Starting from the Chief Secretary down to the peon or the MNAs or the Senators, until we all swear, Mr. Speaker Sir, nothing will happen. A citizens ommittee should be formed in every area and honest people of the locality should be taken. This is the true system of Islam. This is a system which is not something I am telling from my own. This is a system which is Islamic. This is a system which has been taken by the USA. They have adopted our great system while we are forgetting our system. We should adopt that system. We should apply that system. The citizens should have their rights. I was having an empty pocket of cigarettes and was carrying it. An hon'ble member asked me why don't you throw it, why are you carrying it. I said, 'No! This is my country. I will throw it in a litter box. We must know what a litter box is and what its true place is. We must have Citizens' Committee. I would like to ask anybody, including our Hon'ble Home Secretary to go and visit New Garden Town. We have put barriers ourselves and we have armed those barriers. Since we armed them and put the barriers, there has not been a single theft. Before the barriers were put, there were five decoities in one month. Leave aside "Chotti chori mori" that we did not report to the Police because if I go to a Police Thana or to the Police Officer, it is a waste of time. Nothing is going to come out. Until you get the faith back into the Police Department, until better people are

recruited, nothing will come out.

My brothers do recruit your sons, your nephews or people from your constituencies but please make it sure that they are honest. I have no objection if Raja Sahib gets 5 ASIs recruited because he is representing a poor area, an area where lot of unemployment is there. We have no objection. We do not look at it negatively. But I only said if you recruit them, see and make sure that they are honest people and see that they have a stink of blood in which they will do good and that is most important, even if you break the merit. Until good people are recruited, nothing will happen. Mr. Speaker Sir, I would like to mention here that it should be made compulsory that every Police Officer should say his prayers and read Quran. I would like that in every Thana there is a Quran not to be disregarded but to be respected. I would like that there should be a course for every ASI, every constable to read Holy Quran. May be that some sort of good comes out. Inshallah, it would. With this, Mr. Speaker Sir, I request against my brothers, my Hon'ble Minister for Law and all my Hon'ble members, please for God sake let us fight the crime together, let us fight the corruption together. I would like to put a Resolution, if you all agree that we jointly swear, like we passed a Resolution that we will all jointly fight to eradicate corruption, to eradicate crime. It is not speaking against any Chief Minister or any Prime Minister. It is not the country of any C.M. or any Prime Minister. It is our country and we must have it.

راجہ محمد خالد خان : جناب سردار صاحب نے بڑے مدلل الفاظ میں اپنے جذبات کا اظہار کیا ہے۔ تو میں کہنا چاہتا ہوں کہ ہم تو اس نیک مقصد کے لیے تیار ہیں مگر ان سے گزارش ہے کہ وہ اپنے

ساتھیوں سے مشورہ کر لیں کہ وہ سندھ کے مسئلہ میں بھی اس حساب کو قائم و دائم رکھیں گے۔

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN: I would like to say whether anybody living in Sind, Baluchistan, Punjab or Frontier, if he is a Pakistani and who calls himself a Pakistani, this is a very big condition, if he calls himself a Pakistani he has a right of justice as much anybody else. If anybody who says that he is not a Pakistan, this is a different thing.

جناب زاہد پرویز ، جناب والا! میں یہ گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ سردار صاحب نے اپنی علاقائی زبان میں بات شروع کی اور میرے معزز رکن نے اس پر اعتراض کیا۔ تو میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ وہ بھی ہمارے پنجاب کا حصہ ہے اور جو زبان وہاں بولی جاتی ہے۔ اس میں ان کو بات کرنی چاہیے تھی۔ نہ صرف یہ کہ آپ نے کہا سیدھی سادی پنجابی میں بات کریں۔ جو لوگ سرائیکی بولتے ہیں یا پنجاب میں جو بھی زبانیں بولی جاتی ہیں۔ اس سلسلہ میں میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ اس چیز کا اہتمام کریں کہ وہ تمام زبانیں بھی ریکارڈ ہو سکیں اور ہمیں بھی پتا چل سکے کہ ہمارے پنجاب میں کون کون سی زبانیں بولی جاتی ہیں تاکہ ہم ان زبانوں سے بھی مستفید ہو سکیں۔ ساتھ ساتھ میں یہ بھی گزارش کرنی چاہتا ہوں کہ اگر انہوں نے انگریزی میں تقریر شروع کی تو پھر رانا صاحب نے ہر دو تین منٹ کے بعد مداخلت کی۔ جو صاحب انگریزی میں بات کرتے ہیں یہ ان کا قصور نہیں بلکہ قصور ان کا ہے جنہوں نے انگریزی سیکھی نہیں۔ اگر وہ سیکھنا چاہیں تو آپ نے پنجاب میں تعلیم بالغاں کے بہت زیادہ ادارے کھول رکھے ہیں ان میں داخلہ لے لیں یا پھر کوئی ٹیوٹر رکھ لیں تاکہ یہ انگریزی سیکھ جائیں۔ (اس مرحلے پر رانا پھول محمد خان صاحب اپنی نشست سے کھڑے ہوئے) رانا صاحب میری بات سن لیں ۔ میں نے کبھی کبھی بانکی ہے اور آپ کی زبان بھی اتنی واضح نہیں ہوتی کیونکہ جب میں آپ کے پاس بیٹھا ہوتا ہوں تو مجھے بھی سمجھ نہیں آتی۔ آپ بھی واضح زبان میں بات کیا کریں۔ آپ کی وساطت سے یہی عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جتنی بھی زبانیں پنجاب میں بولی جاتی ہیں ان کو ٹیپ کرنے کا انتظام کیا جائے۔ تاکہ ہمیں پنجاب میں بولی جانے والی تمام زبانوں کا پتا چل سکے۔

رانا پھول محمد خان ، جناب سپیکر! فاضل رکن نے میرے متعلق جو کہا ہے کہ میں انگریزی نہیں جانتا۔ جناب والا! میں واقعی انگریزی نہیں جانتا لیکن ہمارے دفتروں میں اور ایوانوں میں قومی زبان استعمال نہیں ہوتی۔ جو قوم غیرزبان کو استعمال کرتی ہے۔ اس کی عزت نہیں ہوتی۔ اس لیے دوستوں کو غلامی کا طوق اتار دینا چاہیے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی مادری زبان میں بات کریں۔ تمام دوسرے ملکوں میں ان کی اپنی زبان استعمال ہوتی ہے۔

جناب نذرحسین کیانی، جواب جاہلاں باشد خموشی

جناب سپیکر، آرڈر پلیز ' آرڈر پلیز ۔ شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

سید علی ہارون شاہ، جناب والا! میں مودبانہ یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ میں ابھی ہاؤس میں آیا ہوں۔ میں اس سے پہلے یہاں موجود نہیں تھا۔ اس وقت سردار سکندر حیات تقریر کر رہے تھے۔ انہوں نے ایسی کوئی قابل اعتراض بات نہیں کی لیکن بلاوجہ ان کی تقریر کے دوران بار بار مداخلت کی گئی۔ یہ بڑی قابل مذمت بات ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپ جیسے تجربہ کار سپیکر کی موجودگی میں اس قسم کی مداخلت نہیں ہونی چاہیے اور یہ بات دھرانے کے لیے ضروری نہیں کیونکہ آپ بخوبی سمجھتے ہیں کہ آپ ہی اس ایوان کے وقار کے نگہبان ہیں اور آپ سے بہتر ان چیزوں کو کوئی نہیں سمجھتا اور میرے خیال میں جس وقت ایک معزز رکن نے سردار سکندر حیات کی تقریر کے دوران مداخلت کی اس وقت آپ کو چاہیے تھا کہ آپ خود initiative لیتے ہیں۔

This should have been done on your initiative and you should not have allowed the Hon'ble member to interrupt Sardar Sahib's speech and you should have on your own expunged the remarks of the Hon'ble member from the proceedings of this House I don't think, Mr. Speaker Sir, that a person of your stature had to be reminded of the duties of the Chair of this august House.

جناب سپیکر، شاہ صاحب! میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں۔

(اس مرحلہ پر جناب ڈپٹی سپیکر کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

جناب ڈپٹی سپیکر، مطالبہ نمبر ۵ پر صاحبان بولنا چاہتے تھے ان میں سے 4 بول چکے ہیں باقی صاحبان

ہیں جناب فضل حسین راہی، ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، رانا اکرام ربانی صاحب، ملک شاہ محمد محسن صاحب ہیں۔ میاں محمود الحسن ڈار، جناب عباس انصاری صاحب، جناب نذر حسین کیانی صاحب اور جناب عبدالقادر شاہین بولنا چاہتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب لاءمنسٹر صاحب کچھ فرمان چاہیں گے؟

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL: Sir, the Hon'ble Minister for Revenue has not moved any motion and it is not his Department. How can he speak? It is the job of the Home Minister. the Home Minister is not there. The Chief Minister is not there.

جناب ڈپٹی سپیکر، میں نے لاءمنسٹر صاحب سے عرض کیا تھا۔ غالباً وزیر مال کچھ کہنا چاہتے ہیں انہیں سنیں تو سہی۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL: He is not the relevant person to speak on this subject or to give reply.

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ ان کی بات تو سنیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، نہیں بات سننے کی نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ سنیں تو سہی۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، نہیں سر، بات ٹیکنیکل ہے۔ ہمیں لودھی صاحب کے بولنے پر اعتراض نہیں۔

میاں منظور احمد موہل، دو اشخاص نے oppose کیا ہے۔ جو oppose کرے یہ اس کا حق ہوتا ہے کہ وہ بول سکے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی تشریف رکھیے۔ جی-----

وزیر مال، جناب والا! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا اور اس کے ساتھ میں نواب زادہ صاحب کا بھی مشکور ہوں کہ انہوں نے میری بات سننے پر اتفاق کیا۔ رولز اینڈ ریگولیشن پر تو بعد

میں جائیں گے۔ یہاں پر آج جتنے بھی معزز اراکین نے تقاریر کی ہیں میں ان سب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے یہاں پر بڑی درد بھری کہانیاں بیان کی ہیں اور کوشش کی ہے پنجاب کے لاء اینڈ آرڈر کے مسئلے کو ایک unanimously طریقے سے حل کرنے پر اتفاق رائے کیا ہے۔ جناب والا! پنجاب حکومت منتخب حکومت ہے اور جیسا کہ آپ کو علم ہے کہ چیف منسٹر پنجاب نے لاء اینڈ آرڈر کے مسئلے کو بڑا سنجیدگی سے لیا ہے۔ اگر لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ پنجاب میں دیکھا جائے تو یہ کوئی ایسا مسئلہ بھی نہیں ہے۔ جس پر کوئی تشویش ظاہر کی جائے۔ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہمارے کنٹرول میں ہے لیکن اس حالت کو بھی ہم نے کوئی تسلی بخش نہیں پایا۔ چیف منسٹر پنجاب نے یہ سوچتے ہوئے کہ چونکہ منتخب حکومت ہے اور اس حکومت کے فرائض میں شامل ہے کہ ہم لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کریں۔ ہم نے اس کو ایک چیلنج سمجھ کر قبول کیا ہے۔ ہم نے کہا ہے کہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ چاہے پنجاب کا ہو۔ چاہے پاکستان کا ہو۔ جیسے میرے دوستوں نے ابھی یہ بات کی ہے کہ اگر اس کو unanimously کرنا ہے تو پھر آپ کو اس کے لیے پاکستان کی سطح پر دیکھنا پڑے گا۔ کیونکہ اس کی وجوہات صرف یہ نہیں کہ ہماری پولیس سست ہوگئی ہے یا حکومت نے اس پر کوئی توجہ نہیں دی۔ بلکہ اس کی وجوہات بے شمار ہوسکتی ہیں جس کی تفصیل میں میں نہیں جاؤں گا کیونکہ اگر بات کی جائے گی تو یہ بات بڑھ جائے گی۔ اگر غور کیا جائے تو جو لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ' جو صورت حال across the borders پیدا ہو رہی ہے وہ سب سے اہم مسئلہ ہے۔ اس کے پیش نظر جناب والا ہم نے بے شمار اقدامات کیے ہیں۔ ہم نے اس کا سنجیدگی سے نوٹس لیا ہے اور ایوان میں ان ہدایات کو جناب وصی ظفر صاحب نے پڑھ کر سنایا تھا اور انہوں نے یہ کہا تھا کہ بجٹ کی provisions کے علاوہ ان کو اتنے پیسوں کی اور کیوں ضرورت ہے۔ تو میں یہی بات اپنے ساتھیوں سے پوچھتا ہوں کہ اگر لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ priority base پر رکھنا ہے تو پھر اس سے زیادہ پیسے کی ضرورت ہو گی۔ پھر ان کے تعاون کی بھی ضرورت ہو گی۔ پھر ہمیں حزب مخالف کے تعاون کی بھی ضرورت ہو گی۔ یہ تو صرف 80 یا 81 لاکھ روپے کی بات ہے۔ یہاں پر بات بڑی کر دی۔ جناب والا! اس قسم کے اقدامات کے لیے ہمیں ساڑھے 9 کروڑ روپے کی ضرورت budget provision کے علاوہ ہے۔ لیکن ہم نے اس کے لیے ساڑھے آٹھ لاکھ روپیہ اپنی بچت سے پورا کیا ہے اور صرف 80 لاکھ روپیہ اس کی اضافی رقم خرچ کی ہے وہ کس پر کی ہے ہمیں یہ علم ہے کہ پولیس کے بے شمار شعبہ جات ہیں جب

تک ہم ان کی اصلاح نہیں کریں گے تو ہم آگے نہیں چل سکتے۔ ہمیں یہ شدت سے احساس ہے کہ لوگوں کی تحقیقات خراب ہو جاتی ہے۔ ہمیں یہ بھی احساس ہے کہ بے گناہ لوگ اور گناہ گار لوگ ایک ہی جگہ عدالتوں میں بھگتے ہیں لیکن ہم نے اس کو cover کرنے کے لیے یہ فیصلہ کیا ہے کہ تمام ڈویژنل ہیڈ پہ S.P. Crime متعین کیے ہیں۔ وہ اس لیے کہ لاہور کی کرام برانچ پنجاب سطح کی جو تھی اس پر بڑا بوجھ تھا۔ ہم نے اس کو decenteralize کر کے اپنی ڈویژن کی سطح پر ایس۔پی صاحبان کو یہ ذمہ داری دی ہے کہ آپ کا فرض ہے لوگوں کو انصاف مہیا کریں اور یہ کچھ لوگوں کے لیے کیا ہے جن کو یہ محسوس ہو کہ ضلع کی سطح پر تحقیقات ٹھیک نہیں ہوتی۔ جناب والا! اس میں ایک اہم شعبہ لیگل aspects کا بھی ہے۔ ہماری پولیس کیس تو بناتی ہے ملزمان کو تو پکڑتی ہے اور ان کے لیے کیس بھی تیار کرتی ہے لیکن جب سے پولیس سے proscecution علیحدہ ہوئی ہے میں وثوق سے کہتا ہوں کہ اس وقت سے ہمارے یہ کیسز legally cover نہیں ہو رہے تھے۔ اس لیے ہم نے یہ محسوس کیا کہ اپنے کیسز کو legally cover دینے کے لیے لیگل انسپکٹر کی اسامیاں تمام سب ڈویژن پہ نکالیں اور اس کے لیے ہمیں پیسے کی ضرورت تھی اور یہ ضرورت ایسی ہے جس کی آپ بھی ڈیمانڈ کرتے ہیں اور میں بھی ڈیمانڈ کرتا ہوں اور جناب والا! میں یہ مانتا ہوں کہ پولیس میں خرابیاں ہیں ہم نے اور چیف منسٹر پنجاب نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہم شاباش اور محاسبے کا عمل بیک وقت شروع کریں اور کیا ہے۔ جو اچھا کام کریں گے۔ ہم انھیں ریوارڈ دیں گے ۔ جو اچھا کام نہیں کریں گے ہم انھیں موقع پر سزا دیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

نوابزادہ غضنفر علی گل ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ میں ان کو interrupt نہیں کرنا چاہتا۔ مجھے ان سے صرف گزارش کرنی ہے کہ یہ جو کہہ رہے ہیں کہ ہم نے اچھے افسروں کو شاباش دینی ہے۔ تو گجرات کے حوالے سے ایس۔پی کی کارکردگی ہے۔ اس کا تبادلہ ہے اور جو صورت حال ہے۔ اس پر بھی روشنی ڈالیں۔

وزیر مال، جناب سپیکر! نوابزادہ صاحب نے جو بات کی ہے۔ میں وہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن آج اتنا ہی رہنے دیں کہ میں پنجاب کی بات کروں۔ بجٹ پر بات ہو گی۔

نوابزادہ غضنفر علی گل ، مجھے آپ کی مجبوری کا احساس ہے۔

وزیر مال ، مجھے کوئی مجبوری نہیں۔ کسی کو کوئی مجبوری نہیں۔ یہ بھی میں آپ کو بتا دوں۔ پہلے مجھے اس کو ختم تو کرنے دیں۔ میں پنجاب کی بات کر رہا ہوں۔ اگر آپ سزا کی بات کریں گے۔ اگر آپ پولیس کی ناجوزایوں کی بات کریں گے جیسے سکندر صاحب نے یہاں پر کہا تھا۔ تو ہمیں پھر ضروری طور پر یہ دیکھنا پڑے گا کہ ان کے اقتصادی معاملات کیا ہیں۔ ان کی ضروریات کیا ہیں۔ ہمیں یہ بھی دیکھنا پڑے گا کہ وہ نوجوان جو بڑی جرات مندی سے جو بڑی بہادری سے ان سماج دشمن عناصر کے ساتھ مقابلوں میں شہید ہو جاتے ہیں۔ ان کے لیے بھی ہمیں کچھ کرنا ہے۔ جناب سپیکر! جن لوگوں نے اپنی جان دی اور ہماری آپ کی جان و مال کے تحفظ میں شہید ہوئے۔ حکومت کا یہ فرض بنتا ہے کہ ان کے پس ماندگان کو' ان کے لواحقین کو کچھ نذرانہ پیش کیا جائے۔ آج تک ان کو صرف ایک لاکھ روپے کی گرانٹ دی جاتی تھی۔ لیکن چیف منسٹر پنجاب نے اس کو بڑھاتے ہوئے اس رقم کو تین لاکھ روپے تک بڑا دیا ہے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اور درجنوں ایسے آدمی ہیں جن کو معاوضہ مل چکا ہے۔ جناب سپیکر! یہ بات یہیں پر ختم نہیں ہوتی۔ ہم نے یہ بھی سوچا ک اگر ان کا محاسبہ کرنا ہے تو ہمیں ان کو معاشرے میں عزت اور احترام دینا ہو گا۔ اس کے پیش نظر چیف منسٹر پنجاب نے ان کی تنخواہوں اور گریڈوں کے بارے میں جو اعلان کیا ہے ہم نے اس کو پہلی جولائی سے لاگو کیا ہے۔ اسکے لیے ہمیں پیسے کی ضرورت ہے۔ اس کے علاوہ میرے دوستوں نے سپیشل برانچ کی بات کی ہے۔ آپ کو علم ہے کہ پنجاب میں تخریب کاری کی رو بھی آ گئی ہے اور بے شمار تخریب کار پنجاب میں کار فرما ہیں۔ اور اس کا فال آؤٹ سندھ سے بھی ہو سکتا ہے لیکن اس کو دبانے کے لیے سپیشل برانچ کا سپیشل شعبہ ہے جو anti-terorist کے شعبے میں اس کو deal کرتا ہے۔ اگر ہم اسکو ڈیل نہ کریں تو پھر میں کہتا ہوں کہ سڑکوں پر جن بے گناہ لوگوں کو blast میں اڑا دیا جاتا ہے ان کا کیا قصور ہے؟ یہ حکومت اپنی ذمہ داری سمجھتی ہے کہ ہم ایسے اقدامات کریں تا کہ ہم لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کر سکیں۔

جناب والا! یہ میری مختصر سی گزارشات ہیں۔ صرف اسی اور اکاسی لاکھ کی بات ہے۔ اگر ہمیں لاء اینڈ آرڈر کو ٹھیک کرنا ہے پھر ہمیں بڑے کھلے دل سے اس کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ جتنی

بھی ان کو ضرورت ہو ہم ان کی ضروریات پوری کریں۔ سماج دشمن عناصر اگر واردات کرتے ہیں تو وہ بڑی تیز رفتار گاڑیوں میں کرتے ہیں۔ اگر وہ اسلحہ استعمال کرتے ہیں۔ تو وہ بڑا sophisticated اسلحہ استعمال کرتے ہیں۔ اس کے لیے ہمیں گاڑیوں کی ضرورت ہے۔ ہمیں sophisticated اسلحے کی ضرورت ہے۔ ہمیں مین پاور کو بڑھانے کی ضرورت ہے۔ یہ حقائق بتا کر مجھے خوشی ہو گی کہ ترقی یافتہ ممالک میں عوام اور پولیس کا تناسب ایک کنسٹیبل پر دو سو آدمی ہے۔ لیکن مجھے بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ پاکستان میں، پنجاب میں 960 آدمیوں کے پیچھے ایک سپاہی کام کرتا ہے۔ جو دن رات ڈیوٹی دیتا ہے۔ جو چوبیس گھنٹے ڈیوٹی دیتا ہے۔ ہمیں اس نفری کو بھی بڑھانا ہے۔ ہمیں اسلحے کی بھی ضرورت ہے۔ ہمیں گاڑیوں کی بھی ضرورت ہے۔ میں نوابزادہ صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ جن حدشات کا ذکر انھوں نے کیا ہے وہ حدشات نہیں ۔ ہم آپ کو یقین دلاتے ہیں کہ گجرات کی صورت حال ایسی نہیں۔ جو آپ نے بیان کی ہے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر ایسی صورت حال ہوئی تو حکومت اس پوزیشن میں ہے کہ ہم ان سماج دشمن عناصر کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔

(نعرہ ہائے تحسین)

اور میں آپ کو یہ بھی بتا دوں کہ ایسی بات نہیں جو آپ نے بیان کی ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل : کاش، آپ گجرات میں ہوتے اور پیپلز پارٹی میں ہوتے۔ پھر میں آپ سے پوچھتا۔ آپ شریف آدمی ہیں۔ میں آپ کو نہیں ٹوکوں گا۔

وزیر مال : میں آخر میں اس معزز ایوان کو اور اپنے ساتھیوں کو یہ یقین دلاتا ہوں کہ انشاء اللہ پنجاب کے لا اینڈر آرڈر کا مسئلہ حکومت کے ہاتھ میں ہے اور ہم انشاء اللہ اپنی ذمہ داری پوری کریں گے اور لوگوں کے جان، مال اور عزت کا تحفظ کریں گے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل : پوائنٹ آف آرڈر۔ آپ کی وساطت سے چودھری صاحب سے عرض ہے کہ وہ صرف ایک جملے میں فرمائیں گے کہ گجرات کا ایس۔پی جس نے بدمعاشوں کو پکڑنا شروع کیا تھا۔ اس کو کن حالات میں تبدیل کیا گیا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، نوابزادہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل ، اگر پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا تو کیا بنتا ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، میری آپ سے درخواست ہے کہ آپ تشریف رکھیں۔ اب سوال یہ ہے۔

"کہ -/80,87,890 روپے کی کل رقم بسلسلہ مد نمبر 13 پولیس کو کم کر کے ایک روپیہ کر دیا جائے"۔

(تحریک منظور نہیں کی گئی)

جناب ڈپٹی سپیکر، اب سوال یہ ہے۔

"کہ ایک ضمنی رقم جو -/80,87,890 سے متجاوز نہ ہو ۔ گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطاء کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد پولیس برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(تحریک منظور کی گئی)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب فضل حسین راہی ، اگر جناب والا! یہ جائیں تو فیصلہ "نہ" والوں کے حق میں ہے اگر فائل پر جائیں تو فیصلہ ان کے حق میں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب مطالبہ نمبر 21 زیر غور ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ، جناب سپیکر! میرا ٹیکنیکل اعتراض ہے ۔ ڈیمانڈ نمبر 6 کے بارہ میں خود جناب وزیر خزانہ نے تسلیم کا ہے۔ آئیٹم نمبر 17۔

یہ سکیم نان ڈویلپمنٹ میں ٹرانسفر کی گئی ہے اور حکومت کو یہ اختیار نہیں کہ جو پیسہ ترقیاتی کاموں کے لیے رکھا جائے اس کو نان ڈویلپمنٹ کی بات لے جائیں یہی ہمارے بجٹ کے ساتھ بددیانتی کی جاتی ہے ۔ جب بجٹ پیش کیا جاتا اس میں development & non-development اخراجات کو ظاہر کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ ہم نے اتنی کٹوتی کی ہے اب بعد میں اسی ڈویلپمنٹ پروگرام کو نان ڈویلپمنٹ سکیم میں ٹرانسفر کیا جاتا ہے۔ اس طرح اس ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ اس ایوان نے جس مد کے لیے پیسہ منظور کیا تھا جناب والا! وہیں

ج ہونا چاہیے حکومت کو یہ کوئی اختیار نہیں۔ کہ وہ ڈویلپمنٹ اخراجات کو نان ڈویلپمنٹ میں ٹرانسفر کرے اور ڈیمانڈ نمبر 6 اور ڈیمانڈ نمبر 23 یہ ٹرانسفر نہیں کر سکتے لہذا یہ منظور نہیں ہو سکتی۔ پہلے آپ برے اس نقطہ پر رولنگ دے دیں۔ یہ پہلے سے منظور شدہ ہے۔ اب دوبارہ اس کی یہ کس لیے ظوری لے رہے ہیں۔

ناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! اب یہ منظور ہو چکی ہے۔ اس پر آپ کیسے بحث کر سکتے ہیں۔

ید ذاکر حسین ، یہی بات تو رولز کے خلاف ہے۔ یہ منظور نہیں ہو سکتی۔

ناب ڈپٹی سپیکر، آپ 6 کی بات کر رہے ہیں اس وقت 6 زیر بحث نہیں ۔

ابزادہ غضنفر علی گل ، جہاں تک معاہدہ کا تعلق ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقیوں کو حذف کر دیا گیا ووٹنگ ضرور ہوئی ہے۔ لیکن اس وقت جو ایوان کے سامنے پیش ہے اب یہ ڈیمانڈ نمبر 6 ہے اس پر چونکہ سالانہ میزانیہ میں ووٹنگ ہو چکی ہے۔ ڈویلپمنٹ اخراجات تھے اب ان کو نان ڈویلپمنٹ راجات میں ٹرانسفر کیے ہیں یہ نہیں ہو سکتا۔

ناب ڈپٹی سپیکر، نواب زادہ صاحب جب وہ آئے گی۔ اس وقت اس پر بات کر لیں گے۔

ید ذاکر حسین ، جناب والا! آپ 21 اناؤنس کر رہے ہیں۔ میں 6 کی بات کر رہا ہوں۔

ناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! میں آپ سے عرض کر رہا ہوں کہ سپیکر صاحب! کا جو یہاں ریکارڈ ہے ٹاس سے ایک چیز سامنے آئی ہے۔ آج کوئی معاہدہ ہوا ہے۔ کہ 5-21-22-23 پر بات ہو گی۔ جب کی باری آئے گی اس وقت آپ کا پوائنٹ آف آرڈر سنیں گے اور اس کا فیصلہ دیں گے۔

ید ذاکر حسین ، آپ نے 5 کو dispose of کیا اب 6 کی باری ہے۔

ناب ڈپٹی سپیکر، یہ معاہدہ آپ کا ہی ہے۔ میں عرض کرتا ہوں۔

ید ذاکر حسین ، جناب جب آپ ڈویلپمنٹ سکیم کو نان ڈویلپمنٹ میں ٹرانسفر کریں تو کیا ہم موش رہیں گے جناب والا! یہ معاہدہ نہیں ہوا معاہدہ تو کارروائی کو چلانے کے لیے ہوا ہے۔ ڈیمانڈ بر 5 کے بعد 6 میں خود تسلیم کیا گیا کہ ہم نے اس کو نان ڈویلپمنٹ سکیم میں تبدیل کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اصل میں یہ ڈویلپمنٹ سکیم منظور ہوئی تھی اب اس کو نان ڈویلپمنٹ میں تبدیل نہیں یا جا سکتا۔ یہ ڈیمانڈ غلط طور پر پیش کی گئی ہے۔ ایک چیز جو رولز قواعد کے خلاف ہے۔ اگر ہم معاہدہ

کر بھی لیں تو وہ قاعدہ کے خلاف ہے ہم قواعد و ضوابط کے خلاف نہیں چلیں گے۔ آپ کو قواعد و ضوابط کے مطابق رولنگ دینی ہو گی۔ ہم قطعاً اس بات کی اجازت نہیں دے سکتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ تشریف رکھیں میں بعد میں رولنگ دے دوں گا میں آپ کے پوائنٹ آف آرڈر پر ضرور رولنگ دوں گا۔ آپ تشریف رکھیں۔

جناب فضل حسین راہی ، جناب والا! میں آج اپنے بلوں کے سلسلے میں میں اکاؤنٹ برانچ گیا تھا۔ میں نے ان سے پوچھا کہ میرے بل کی کیا پوزیشن ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ سفری بل یا الاؤنسز کے یا دوسرے بل حکومت پنجاب نے 2جون سے ایم۔پی۔اے کے بلوں کو بند کر دیا ہے اس کا باقاعدہ آرڈر ہوا ہے نوٹیفکیشن ہے اور یہ وزارت خزانہ کی طرف سے ہیں۔ ہم ممبران یہاں آتے ہیں لیکن ہم سوائے تنخواہ کے اپنے بلز وصول نہیں کر سکتے۔ تو پھر میں نے باہر پوچھا تو مجھے یہ پتہ چلا کہ پنجاب کے تمام محکموں میں 2۔جون سے ہر قسم کے بلوں کی ادائیگی بند کر رکھی ہے۔ کوئی ٹھیکے دار پنجاب کے کسی بھی محکمہ سے کوئی بل وصول نہیں کر سکتا۔ اور پنجاب کا کوئی محکمہ 2 جون سے کوئی بل نہیں دے رہا۔ جناب سپیکر! میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ہمارا پوائنٹ آف پریویلج ہے میں اس ضمن میں آپ کو نوٹیفکیشن دے دوں گا۔ اگر منسٹر خزانہ صاحب ابھی بات کریں گے تو میں اس نوٹیفکیشن کی کاپی آپ کو لا دوں گا۔ یہ تمام پنجاب کے محکموں میں بند ہیں کسی کارپوریشن میں بل جاری نہیں ہو رہے۔ کسی ڈسٹرکٹ کونسل میں نہیں ہو رہے۔ کسی ادارے میں اور کسی بھی محکمہ میں یہ بل جاری نہیں ہو رہے۔ تنخواہوں کے بل بن رہے ہیں۔ کیونکہ یہ جواب دیں گے میں ان کو کہتا ہوں کہ صرف اور صرف تنخواہوں کے بل بن رہے ہیں۔ باقی اس کے علاوہ ہر قسم کی ادائیگی پنجاب حکومت نے بند کر رکھی ہے۔ یہ 2 جون کو جو نوٹیفکیشن جاری کیا ہے اس کے ذریعے بند کر رکھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب بجٹ اجلاس شروع ہو رہا ہے اس قسم کا آرڈر پاس کر کے اپنے اکاؤنٹ میں پیسے ظاہر کرنے کے لیے جعلی طریقے سے ایسا کریں گے میں سمجھتا ہوں کہ یہ بجٹ کے ساتھ بد دیانتی اور نا انصافی ہے۔ اور بجٹ fair نہیں ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، راہی صاحب! اس سلسلے میں فنانس منسٹر صاحب سے بات کر لیں گے کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے؟

وزیر خزانہ، کیا میں آپ کی توجہ مبذول کرا سکتا ہوں۔ یہ راہی صاحب کو غلط فہمی ہے۔ ٹی۔اے بلز پر کوئی پابندی نہیں وہ ملتے ہیں۔ دوسرے تمام ترقیاتی سکیمیں نان ڈویلپمنٹ میں چلی جاتی ہیں جب وہ مکمل ہو جاتی ہیں۔ میرے خیال میں اس میں مزید بحث کی ضرورت نہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، سردار صاحب! راہی صاحب فرما رہے ہیں کہ انہوں نے کوئی نوٹیفکیشن دیکھا ہے اور وہ اکاؤنٹس برانچ سے ہو کر آئے ہیں۔ اس میں ایسا ہے کہ میں راہی صاحب سے عرض کروں گا کہ وہ اجلاس کے بعد اس بات کو دیکھ لیتے ہیں اگر کوئی ایسا نوٹیفکیشن ہوا تو پھر ہم اس پر ہم بات کر لیں گے۔ اور اگر نوٹیفکیشن نہیں تو مسئلہ clear ہے۔

وزیر خزانہ، آپ میرے پاس تشریف لائیں میں آپ کی پوری تسلی کر دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، راہی صاحب یہ بات ہو جائے گی آپ فکر نہ کریں۔ اجلاس کے بعد پتہ کر لیتے ہیں۔

جناب فضل حسین راہی، جناب والا! وزراء کے علم میں تو کوئی چیز ہوتی ہی نہیں ان کو پتہ ہی نہیں ہوتا۔

وزیر خزانہ (سردار امجد حمید خان دستی)، جناب سپیکر! یہ میرے عزیز برخوردار میرے چیمبر میں تشریف لے آئیں میں ان کی تسلی کرا دوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی ڈار صاحب!

میاں محمود الحسن ڈار، جناب والا! وزیر خزانہ فرما رہے ہیں کہ میرے چیمبر میں آئیں۔ وزیر خزانہ صاحب کو علم ہونا چاہیے کہ پرسوں ہمارے کافی دوستوں نے فرمایا کہ ادویات نہیں مل رہیں۔ میں نے بھی ان ادویات کے متعلق ایم۔ایس صاحب سروسز سے بات کی۔ انہوں نے کہا جناب سی ایم ڈایریکٹو آیا ہے اور انہوں نے تمام ڈیمانڈز سیز کر دی ہیں۔ اورظلم یہاں تک ہے کہ آکسیجن بھی نہیں مل سکتی۔ آپ آکسیجن پر چیز نہیں کر سکتے۔ اور ساتھ ساتھ کوئی ضرورت پڑ جائے تو ہم ان کے bed sheets تک نہیں خرید سکتے۔ تو آپ کیا بات کر رہے ہیں۔ دوسری بات بل کی رہی۔ میں خود بلڈنگز ڈیپارٹمنٹ میں گیا ہوں بلڈنگز ڈیپارٹمنٹ میں وہاں میرا بھی ایک بل تھا انہوں نے مجھے خود بلایا اور وہاں مجھے سی ایم ڈائریکٹو دکھایا اور کہا کہ یہ چیز آ چکی ہے لہذا آپ بل نہیں دے سکتے۔ اور نہ بل جمع ہوں

گے۔ میرا ایک بل جمع ہے اور ایک بل ابھی تک جمع نہیں ہوا۔ آپ کیسے بات کرتے ہیں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، جی وینس صاحب!

جناب علی اکبر مظہر وینس، جناب سپیکر! میں یہ نہیں کہوں گا کہ وہ دروغگوئی سے کام لے رہے ہیں بہرحال میرا خود ایک میڈیکل کا بل تھا۔ اور میں پرسوں گیا ہوں تو مجھے انہوں نے بتایا ہے کہ جون کے مہینے میں کوئی بھی بل نہیں ہو سکتا۔ وہ روک دیے گئے ہیں۔ یہ بات ہم پوری ذمہ داری سے ہاؤس کے فلور پر کھڑے ہو کر کر رہے ہیں اس کی تصدیق کہیں دو ہزار میل سے نہیں ہوئی۔ یہاں قریب سے یہ تصدیق ہو سکتی ہے۔ ابھی اس افسر کو بلایا جا سکتا ہے جس نے مجھے کہا جون کے مہینے میں بل روک دیے گئے ہیں۔ نہیں مل سکتے۔ اور آپ اس بات پر ضد کر رہے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اجلاس کے بعد اس پر بات کر لیں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب علی اکبر مظہر وینس، جناب والا! یہ چیمبر میں غلط وعدے کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چیمہ صاحب! میری گزارش یہی ہے کہ مطالبہ زر 21 ہم ٹیک اپ کر لیں کیونکہ پھر ٹائم نہیں رہے گا۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ مطالبہ زر 21 ٹیک اپ کرنا چاہیے یا نہیں؟ (قطع کلامیاں) جی چیمہ صاحب۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، جناب سپیکر! بڑی افسوس کی بات ہے کہ وزیر خزانہ دستی صاحب نے ہاؤس میں بیٹھ کر دروغگوئی سے کام لیا۔ ان کو یہ نہیں کہنا چاہیے تھا اور جو حقیقت ہے اس سے انہیں نہیں بھاگنا چاہیے تھا۔ یہ پشتی وزیر ہیں۔ ہمیشہ وزیر رہتے ہیں۔ وزیر کے بیٹے ہیں۔ ان کو چاہیے کہ ہاؤس کی عزت کریں اور ہاؤس میں کبھی جھوٹ بولنے کی جرأت نہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب شکریہ۔ میرا خیال ہے کہ سپیکر صاحب یہ اناؤنس کر گئے تھے کہ ایک بجے کلوزن ہو گا۔ تو اگر آپ چاہتے ہیں کہ مطالبہ زر نمبر 21 پر بات ہو تو شروع کر لیں ابھی ٹائم ہے۔ (قطع کلامیاں) جی راہی صاحب! میرا خیال ہے کہ یہ زیادہ اہم بات ہے اور آپ کی بات ہم اجلاس کے بعد کر لیتے ہیں۔ اب ہم مطالبہ زر 21 ٹیک اپ کرتے ہیں۔

جناب علی اکبر مظہر وینس، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی وینس صاحب!

جناب علی اکبر مظہر وینس، جناب والا! جناب وزیر خزانہ نے اس ہاؤس کے فلور پر غلط بیانی کر کے ہمارا استحقاق مجروح کیا ہے۔

ایک معزز ممبر، معزز ممبر تحریک استحقاق پیش کریں۔

جناب علی اکبر مظہر وینس، جناب والا! یہ ثابت ہو چکا ہے اور ہمارے پاس نوٹیفکیشن ہے۔ انہوں نے اس بات پر ضد کی ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ آپ نوٹیفکیشن دیکھ لیں۔ انہوں نے ہاؤس کو misguide اور misuse کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب! میری گزارش سنیں۔ راہی صاحب! آپ بھی تشریف رکھیں۔ راہی صاحب! یہ بات تو ہو گئی ہے۔ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس پر آپ نے بات کرنی ہے تو یہ مطالبہ زر چھوڑ دیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب علی اکبر مظہر وینس، جناب والا! میں تحریک استحقاق پیش کرنا چاہتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری تمام معزز اراکین سے درخواست ہے کہ یہ بات تو ہو چکی ہے۔

جناب علی اکبر مظہر وینس، جناب والا! وزیر خزانہ صاحب نے اس ہاؤس کے فلور پر غلط بیان دے کر نہ صرف میرا استحقاق مجروح کیا ہے بلکہ سارے ہاؤس کا وقار مجروح کیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب! اگر آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کا استحقاق مجروح ہوا ہے تو آپ تحریک استحقاق دے دیجئے لیکن یہ کارروائی تو چلنے دیجئے۔ یہ بات ہو گئی۔ اب اس پر آپ مزید کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟ آپ کی بات ہو گئی ہے۔

جناب فضل حسین راہی، جناب سپیکر! آپ دیکھیں کہ ہاؤس کی اتنی عزت ہے اتنا احترام ہے کہ اس ہاؤس کے اندر آ کر ایک ذمہ دار آدمی جو portfolio کا انچارج ہے وہ یہاں آ کر جھوٹ بولتا ہے۔ جناب والا! یہ بات ان کے لیے shameful ہے۔ اس طرح ہاؤس کا ڈیکورم خراب ہوتا ہے۔ اب آپ اس بات کا فیصلہ کریں کہ وہ کہہ رہے ہیں کہ پنجاب گورنمنٹ نے ایسا کیا ہے یہ نوٹیفکیشن ہے اور آپ کہتے ہیں کہ یہ معاملہ اتنا اہم نہیں ہے یہ جھوٹ بول رہے ہیں یہ اسمبلی کے وقار کا مسئلہ ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، راہی صاحب! ایک منٹ بیٹھیں۔ یہ فنانس منسٹر صاحب کچھ فرمانا چاہتے ہیں۔ آپ ایک منٹ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب فضل حسین راہی، جناب والا! منسٹر صاحبان لاعلم ہیں۔ ان کو پتا ہی نہیں ہوتا ان کے سیکرٹریز وہاں سے آرڈر جاری کرتے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، راہی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی۔ فنانس منسٹر صاحب کچھ فرمانا چاہتے ہیں ان کی بھی کچھ سن لیجیے؛

جناب فضل حسین راہی، جناب والا! اب آپ خود فیصلہ کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ بولتے جائیں گے تو آپ مجھ سے فیصلے کی کیا توقع رکھتے ہیں۔ آپ بولتے جا رہے ہیں اور میں آپ کو کہہ رہا ہوں کہ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں) چودھری صاحب۔ تشریف رکھیں آپ نے بات کر لی ہے۔ (قطع کلامیاں) جی فرمائیے۔

جناب علی اکبر مظہر وینس، جناب والا! میں آپ کی توجہ رول 54 پر دلاتا ہوں کہ۔

Proviso to Rule 54 states:

> "Provided that the Speaker may, if he is satisfied about the urgency of the matter, dispense with the requirement of notice and allow a question of privilege to be raised at any time during the course of sitting after the disposal of questions."

جناب سپیکر! اس رول کے تحت میں اپنی تحریک استحقاق اس وقت ہاؤس میں پیش کرتا ہوں کہ جناب وزیر نے اس ہاؤس کے فلور پر غلط بیانی کر کے ہمارا استحقاق مجروح کیا ہے۔ اور پورے ہاؤس کا استحقاق مجروح کیا ہے۔ اس لیے میں اپنی تحریک استحقاق جناب کے توسط سے اس معزز ایوان میں پیش کرتا ہوں۔ اور اس پر بحث کرنے کی اجازت دی جائے اور اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چودھری صاحب! تشریف رکھیں میں نے عرض کی ہے کہ آپ فنانس منسٹر صاحب کی بات بھی سن لیں۔ یہ مسئلہ ٹیک اپ کر لیں گے۔ آپ ذرا تحمل سے کام لیں۔ جی فنانس منسٹر صاحب! (قطع کلامیاں)

MINISTER FOR FINANCE : I gave a categorical statement on the floor of

the House and if it proves false then you say that I am talking false of it. Please listen to me.

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، جناب والا! محترم وزیر اردو میں بات کریں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر، راہی صاحب! تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

MINISTER FOR FINANCE : Pay and allowances and T.A. bills are not hit by the ban.

جناب ڈپٹی سپیکر، نواب زادہ صاحب! ان کی بات غور سے سنیں۔ (قطع کلامیاں) میری آپ سے گزارش ہے کہ آپ تحمل اور خاموشی سے بات تو سنیں۔ جب وہ بات کرتے ہیں آپ سنتے نہیں ہیں بعد میں کہتے ہیں کہ سمجھ نہیں آئی۔ تشریف رکھیں۔ آرام سے اور خاموشی سے ان کی بات سنیں۔ فنانس منسٹر صاحب! اپنی بات کو دہرا دیں۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔

وزیر خزانہ، جناب والا! سفر خرچ پر کوئی ban نہیں۔

This is my categorical statement on the floor of the House. اس پر یقین رکھیں۔

جناب فضل حسین راہی، جناب سپیکر! فرمایا گیا ہے کہ سفر خرچ پر کوئی پابندی نہیں وہ بل ملتے ہیں۔ میں نے اس کے علاوہ الاؤنسز کی بات کی ہے اور پورے پنجاب کے محکموں میں بلوں کی ادائیگی کی بات کی ہے اور وہ کہہ رہے ہیں کہ سفر خرچ پر کوئی پابندی نہیں۔ سفر خرچ آپ ہمارا کیسے روک سکتے ہیں؟ آپ کے پاس پاور کیا ہے؟ ہم سب ہاؤس کے ممبر ہیں اور وہ ہمارا استحقاق ہے اور وہ ہم نے وصول کرنا ہے۔ آپ ہوتے کون ہیں روکنے والے؟ آپ روک کر دکھائیں۔ ہم آپ کو یہاں اسمبلی میں لے آئیں گے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، راہی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر، راہی صاحب! بات یہ--- (قطع کلامیاں)

جناب فضل حسین راہی، منسٹر بے چارے کو تو پتہ ہی نہیں۔ اس پر انگریزی میں لکھ کر بھیج دیا ہے وہ انگریزی میں تو اسے نہیں سمجھ سکتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، راہی صاحب! میری گزارش ہے۔ آپ تشریف رکھیں بات یہ ہے کہ اگر آپ اس

پوائنٹ پر بات کرنا چاہتے ہیں تو اس پر---(قطع کلامیاں) آپ میری بات ہی نہیں سنتے مجھے درمیان میں کاٹ دیتے ہیں میں کیا کروں جی۔ میری بات تو سن لیجئے۔ بات یہ ہے کہ راہی صاحب نے یہ بات پوائنٹ آؤٹ کی ہے کہ ہمارے بلز رکے ہوئے ہیں ہمیں سوائے الاؤنسز کے اور کوئی چیز نہیں دی جا رہی انہوں نے کہا ہے کہ یہ بند ہیں۔ اس پر وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ سفر یا رہائش الاؤنسز بند نہیں ہیں اب راہی صاحب نے یہ مسئلہ اٹھایا ہے کہ تمام پنجاب کے مختلف محکموں میں ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب فضل حسین راہی، جناب والا! میرا مسئلہ یہ تھا کہ ہمارے ٹی۔اے اور ڈیلی الاؤنسز بند کر دیے ہیں اور ہمارا دوائیوں اور دوسرے بلوں کی تمام ادائیگی روک دی ہے۔ جناب والا! میں یہ اس ایوان کے ممبران کی بات کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اگر میری بات سننا پسند کریں تو آپ پہلے میری بات سن لیں۔ تو میری خیال میں یہ بات واضح ہو جائے گی۔ (قطع کلامیاں) راہی صاحب! میری بات تو سن لیں مجھے پہلے پوری بات تو کر لینے دیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے۔ اگر بار بار درمیان میں بولتے رہے تو میں آپ کو کیا بات بتاؤں گا۔ میری گزارش یہ ہے کہ جو انہوں نے بات کی ہے اور آپ نے جو بات کی ہے اس پر میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا کہ ہم بیٹھ کر بات کر لیتے ہیں اور اسے ایک موشن کی صورت میں بحث کے لیے آتے ہیں اور اس پر بحث ہو جائے گی کہ یہکیوں ہوئے اور اس کی کیا وجہ ہے؟

سید ناظم حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر! جناب والا! یہ تو پورے ایوان کا مسئلہ ہے اگر ہم نے اس پر علیحدہ ہی بیٹھ کر افہام وتفہیم سے اس پر بات کرنی ہے تو پھر اسمبلی کے اجلاس کو بلانے کی کیا ضرورت ہوتی ہے؟

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! اس میں میری گزارش یہ ہے کہ اگر آپ اس پر بحث کرنا چاہتے ہیں تو اس کو موشن کی صورت میں لے آئیے۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب والا! آپ میں تو اتنا حوصلہ بھی نہیں کہ آپ کسی اور کی بات سن سکیں۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہر انسان کو اپنی آواز بہت خوب صورت لگتی ہے مگر آپ یہ بھی عادت ڈالیں کہ آپ کسی دوسرے کی بھی بات سن سکیں۔ جناب والا! یہ پوائنٹ آف آرڈر valid ہے جیسے راہی صاحب نے کہا ہے۔ آپ یہ ہر بات پر کیوں کہتے ہیں کہ ہم علیحدگی میں بیٹھ کر بات کر لیں گے جبکہ

یہ اس ایوان کا مسئلہ ہے اور اس مسئلے کو ایوان میں ہی طے ہونے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیا اس وقت یہ مسئلہ ایوان کے سامنے ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر valid ہے آپ کیا کرتے ہیں؟

سید ناظم حسین شاہ، جناب آپ ان کا پوائنٹ آف آرڈر سن لیتے اور بے شک اسے reject کر دیتے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کی بات بڑی خوب صورت ہے اور آپ کی آواز بھی بہت خوب صورت ہے میں آوازوں پر نہیں جاتا میں تو حقائق پر جاتا ہوں میں نے یہی عرض کیا ہے کہ یہ مسئلہ ہے اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ایوان کے معزز ممبران کا مسئلہ ہے اس پر اگر بات کرنی ہے یا اس پر کوئی بحث کرنی ہے اور اگر اس کے لیے یہی وقت استعمال کرنا ہے تو اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ اگر ٹھوس حقائق کی بنیاد پر اس مسئلے کو حل کرنا ہے تو اس پر مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں نے یہی ان سے کہا ہے کہ ہم بیٹھ کر اس پر بات کر لیتے ہیں جبکہ وزیر خزانہ صاحب یہ فرماتے ہیں کہ یہ ایسا مسئلہ نہیں میں نے تو ان سے یہی عرض کیا ہے۔ ابھی جیسے آپ نے فرمایا ہے کہ یہ مسئلہ valid ہے آپ یہ رولنگ کیسے دے سکتے ہیں؟ میں تو یہی سمجھ رہا تھا کہ ایک بات سامنے آئی ہے اس پر ہم بات کرتے ہیں۔ لیکن اس وقت جس بات پر ہم بات کر رہے ہیں اس کو ہم پس پشت ڈال کر یہ ایک نئی چیز لا رہے ہیں۔ اس پر ہم انشاء اللہ بات کر لیں گے اور اس مسئلے کو ضرور حل کر لیں گے یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ معزز ممبران کا بل رک جائے۔ (قطع کلامیاں) میں راہی صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کو valid قرار نہیں دیتا۔ اس وقت یہ موضوع اس ایوان کے سامنے زیر بحث نہیں۔ (قطع کلامیاں)۔

سید ناظم حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر! جناب سپیکر! کیا وزیر صاحب اس چیز کے مجاز ہیں کہ وہ ممبران کے ٹی۔اے روک سکتے ہیں اس پر جناب کی رولنگ چاہوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! یہ کیسے روک سکتے ہیں یہ نہیں روک سکتے یہی میں عرض کر رہا ہوں کہ اس بات کو ہم دیکھ لیتے ہیں کہ یہ کیوں واقعہ ہوا ہے اگر ہوا ہے تو اس کے خلاف ہم ایکشن لیں گے۔ فکر نہ کریں۔ معزز ممبران کے بل کیوں رکیں۔ (قطع کلامیاں)

راہی صاحب! اب آپ کو میری بات پر مطمئن ہو جانا چاہیے۔

وزیر قانون، جناب سپیکر! یہ معاملہ جس پر جناب والا! اپنا فیصلہ صادر فرما چکے ہیں یہ مسئلہ اس ایوان میں زیر بحث بھی نہیں تھا اور Rules of procedure کے مطابق ایک کے کلوٹین apply ہونا تھا۔ اب ایک بج چکا ہے لہذا میں آپ کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ مہربانی کر کے ایوان کی کارروائی کو باضابطہ بجٹ سیشن سے متعلقہ چلائیں اور ایوان کا وقت ایسے معاملات پر جو زیر بحث بھی نہیں ان پر ضائع نہ کیا جائے۔

باجی نصرت رشید، جناب والا! میری آپ سے عرض ہے کہ باہر سڑکوں پر چھپے ہوئے اشتہارات لگے ہوئے ہیں جن پر لکھا ہوا کہ "سندھ بچاؤ" بے نظیر ہٹاؤ۔ حکومت کے جتنے بھی اہل کار ہیں خدا کے لیے ان سے کہیں کہ وہ تمام بینرز اتارنے کی کوشش کی مگر ان کی پولیس فورس آئی ہے اور وہ ہم سے ہاتھا پائی کرنے لگی تھی لہذا ہم واپس آ گئے ہیں۔ جناب والا! یہ طریقہ غلط ہے اگر یہ اتنے ہی محب وطن ہیں کہ سندھ بچاؤ بے نظیر ہٹاؤ خدا کے لیے اس بارے میں کچھ سوچو پنجاب کے *** تو کچھ سوچو سوچو ملک بچاؤ۔

چودھری محمد اعظم چیمہ، جناب سپیکر! (قطع کلامیاں)

چودھری محمد اعظم چیمہ، یارو اوہ *** کیوں آکھدے نیں۔ اوہ آپ ہوں گے (قطع کلامیاں)

(اس مرحلہ پر جناب سپیکر! کرسئ صدارت پر متمکن ہوئے)

چودھری محمد اعظم چیمہ، ایہہ *** آکھن والے کون ہوندے نیں۔

وزیر خزانہ، جناب سپیکر۔۔۔

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ کوریجہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ وزیر خزانہ صاحب تشریف رکھیں۔ بی بی آپ بھی ذرا تشریف رکھیں۔

جناب سپیکر، میں نے ایک بجے کا وقت کلوٹین apply کرنے کے لیے مقرر کیا تھا تو اب ایک بج کر دس منٹ ہو گئے ہیں لہذا میں کلوٹین apply کرتا ہوں اور باری باری ڈیمانڈز ٹیک۔اپ کریں گے اور نمبر 1 سے ٹیک اپ کریں گے اور ہماری بہن صغیر اسلام پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتی ہیں کوریجہ صاحب بات کرنا چاہتے ہیں اور وینس صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں تو اگر

***(بحکم جناب سپیکر حذف کیا گیا)

آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات نہ کریں اور میں ڈیمانڈز پیش کر لوں اس میں آپ کا کیا حرج ہے۔ وینس صاحب آپ تشریف رکھیں گے۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: جناب سپیکر! آپ ایک منٹ میری بات سن لیں۔

جناب سپیکر: میں آپ کی بات سن لوں گا۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: جناب سپیکر! آپ نے پہلے بھی کہا تھا کہ ایک منٹ بیٹھ جاؤ اور میں بیٹھ گیا تھا۔

جناب سپیکر: تو پھر آپ میری بات مانیے اور تشریف رکھیے۔ (قہقہے)

جناب علی اکبر مظہر وینس: جناب سپیکر! میری ایک ضروری قرارداد پینڈنگ پڑی ہوئی ہے۔

جناب سپیکر: آپ فکر نہ کریں۔ اس کو ٹیک اپ کر لیں گے۔

مطالبہ زر نمبر 1

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبر 1 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 27 لاکھ 2 ہزار 2 سو تیس روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد مالیہ اراضی برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 2

جناب سپیکر: مطالبہ زر نمبر 2 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 20 لاکھ 71 ہزار 6 سو دس روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر

اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد صوبائی آب کاری برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 3

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 3 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 64 لاکھ 43 ہزار 6 سو چالیس روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد جنگلات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 4

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 4 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 41 لاکھ 30 ہزار 6 سو نوے روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد " قوانین موٹر گاڑی ہائے " برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 6

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 6 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو ایک کروڑ 26 لاکھ 98 ہزار 9 سو بیس روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "متفرق" محکمہ جات برداشت کرنے پڑیں

گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 7

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 7 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 92 لاکھ 5 ہزار 5 سو ساٹھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد "تعمیر مکانات و عملی منصوبہ بندی" برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 8

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 8 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 99 لاکھ 46 ہزار 7 سو پچاس روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کی ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد امداد (ریلیف) برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 9

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 9 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 4 لاکھ ایک ہزار 3 سو اسی روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد سامان تحریر و طباعت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر متفقہ طور پر منظور ہوا)

نوابزادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میں نے نہ کہا ہے۔

آوازیں، کسی نے نہیں کہا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، میں نے کہا ہے۔۔۔ (قطع کلامیاں)

مطالبہ زر نمبر 10

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 10 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 15 کروڑ 47 ہزار 8 سو دس روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد متفرقات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

جناب نذر حسین کیانی، جناب سپیکر! میری ایک چھوٹی سی گزارش ہے کہ آپ سرکاری بنچوں کی طرف سے صرف محترمہ بشریٰ رحمن سے ہاں کرا لیں ہم مطالبات زر مان لیتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل، جناب سپیکر! اس لمحے کوئی بات نہیں ہو سکتی۔

مطالبہ زر نمبر 11

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 11 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 2 ارب 13 کروڑ 30 لاکھ 19 ہزار 2 سو ساٹھ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد عطے اور چینی کی سرکاری تجارت برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 12

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 12 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 32 کروڑ 82 لاکھ 14ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے۔"

(مطالبہ زر منظور ہوا)

ملک شاہ محمد محسن، جناب والا! اب صورت حال یہ ہے کہ۔۔۔

We are totally violating the privilege of the House.

جناب سپیکر، یہ کیا آپ کس پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں؟

ملک شاہ محمد محسن، جی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جس وقت ڈیمانڈز put کی جاتی ہیں تو اس وقت پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہوتا۔

ملک شاہ محمد محسن، جناب والا! میں عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، ملک صاحب آپ تو جانتے ہیں کہ جس وقت یہ ڈیمانڈز ووٹنگ کے لیے put کی جاتی ہیں تو پھر اس کے درمیان میں interruptions نہیں ہوتیں۔ (قطع کلامیاں)

ملک شاہ محمد محسن، میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں۔۔۔

جناب سپیکر، آپ کیا بات ریکارڈ پر لانا چاہتے ہیں؟

ملک شاہ محمد محسن، جناب والا! میں ریکارڈ پر یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ اس ڈیمانڈ میں دو ہزار کے قریب سکیمیں تھیں جو کہ سالانہ بجٹ میں اس معزز ایوان نے قبول کی تھیں۔ منظور کی تھیں تصدیق کی تھیں۔ اس کے بعد تمام کی تمام right off کر دی گئی ہیں اور اس کی جگہ نئی متبادل سکیمیں لکھ دی گئی ہیں۔ اس صورت حال میں یہ جو رقم ضمنی بجٹ میں طلب کی جا رہی ہے یہ ان کے اختیار سے باہر ہے کیونکہ سالانہ بجٹ میں جو کچھ منظور ہوا تھا اس کو right off کرنا قطعی طور پر ایوان کے استحقاق

اور آئین کے بھی خلاف ہے۔

جناب سپیکر، ملک صاحب! اس وقت آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر جائز نہیں۔ مجھے افسوس ہے۔ میں اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔ I am sorry I cannot entertain it, please take your seat Malik Sahib.

مطالبہ زر نمبر 13

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 13 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 99 لاکھ 15ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد شہری ترقیات برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 14

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 14 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 30 کروڑ 73 لاکھ 18ہزار روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد قرضہ جاتبرائے بلدیات، پورٹ فنڈز وغیرہ برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 15

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک ضمنی رقم جو 6 کروڑ روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے

دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد حکومتی سرمایہ کاری (صوبائی متفرق سرمایہ کاریاں) برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 16

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 16 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ---

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد افیم برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 17

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 17 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ---

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مد ٹیکس اور محصولات برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 18

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 18 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ---

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ

مد انتظام برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 19

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 19 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ عدل گستری برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 20

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 20 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ عجائب خانہ جات برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 21

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 21 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ تعلیم برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 22

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ---

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ خدمات صحت (ہیلتھ سروسز) برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 23

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 23 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ---

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ زراعت برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 24

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ---

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ بیطاری (ویٹرنری) برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 25

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ---

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ امداد باہمی برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 26

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ---

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ شہری تعمیرات برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 27

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ---

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ مواصلات برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 28

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ---

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران

صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ شہری دفاع برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 29

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ تعمیرات آب پاشی برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا

مطالبہ زر نمبر 30

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ زرعی ترقی وتحقیق برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 31

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ شاہرات و پل برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

مطالبہ زر نمبر 32

جناب سپیکر، مطالبہ زر نمبر 15 زیر غور ہے اور سوال یہ ہے کہ۔۔۔

"ایک علامتی رقم جو 10 روپے سے متجاوز نہ ہو گورنر پنجاب کو ایسے دیگر اخراجات کی کفالت کے لیے عطا کی جائے جو مالی سال مختتمہ 30 جون 1990ء کے دوران صوبائی مجموعی فنڈ سے قابل ادا اخراجات کے ماسوا دیگر اخراجات کے طور پر بسلسلہ سرکاری عمارات برداشت کرنے پڑیں گے"۔

(مطالبہ زر منظور ہوا)

نوابزادہ غضنفر علی گل، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! یہ ہفتے کے روز بھی آپ نے اجلاس رکھا ہے پچھلے ایک ہفتے سے ہم یہاں ہیں اب ایک دو روز کے لیے ہمیں اپنے حلقے کے لوگوں سے ملنے کے لیے موقع ملنا چاہیے۔ اس لیے اجلاس اتوار کی شام کو ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر، نواب زادہ صاحب آپس میں طے شدہ فارمولے کے تحت یہ کیا جا رہا ہے۔ ہم نے آپس میں بیٹھ کر طے کیا ہے اب مزید اس میں تبدیلی کی ضرورت نہیں۔ قومی اسمبلی والے تو یہ کر رہے ہیں کہ وہ صبح شام دو اجلاس کر رہے ہیں۔ ہفتے کو بھی ان کے ہاں کوئی چھٹی نہیں ہے۔ ہم نے بھی یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہفتے کو بھی ہم اجلاس کریں گے لیکن ایک sitting رکھی دو دو sitting نہیں رکھیں۔ اگر کوئی ضرورت محسوس ہوئی تو شاید ہم بھی sittings کر لیں۔

خواجہ محمد اصغر کوریجہ (پارلیمانی سیکرٹری)، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر! ایک معزز خاتون نے ابھی پنجاب کے رہنے والے غیور لوگوں کے لیے "بے غیرت" کا لفظ استعمال کیا ہے جو کہ بے حد ہی ناپسندیدہ لفظ ہے اور اس پنجاب میں محترمہ خود بھی رہتی ہیں تو میں یہی استدعا کروں گا کہ ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جائے۔ (قطع کلامیاں)

باجی نصرت رشید، جناب والا! اگر اجازت دیں تو میں ذرا وضاحت کر دوں۔

جناب سپیکر، جی۔ بی بی آپ کیا فرما رہی ہیں؟

باجی نصرت رشید، میں اس لیے کھڑی ہوئی تھی کہ باہر سڑکوں پر جو بینرز لگے ہوئے ہیں "بے نظیر ہٹاؤ ملک بچاؤ" "سندھ بچاؤ بے نظیر ہٹاؤ" میں نے ان سے یہ آ کر کہا تھا کہ اگر آپ اتنے ہی محب وطن بنتے ہیں، اتنی بات کرتے ہیں تو یہ سارا جو کچھ ہو رہا ہے پنجاب پر آ رہا ہے۔ آپ لوگ کیوں اس طرح کر رہے ہیں۔ یہ نفرتیں ختم کریں۔ آپ اگر باغیرت ہیں تو ان چیزوں کو ختم کریں۔

آوازیں، نہیں انہوں نے *** کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (قطع کلامیاں)

باجی نصرت رشید، اگر بے اور با۔۔۔

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آپ بات تو سن لیں۔

باجی نصرت رشید، نفرتیں بڑھانے میں سارا معاملہ پنجاب کے اوپر آ رہا ہے۔ میں نے ان سب کو کہا ہے کہ باغیرت پنجاب کے لوگو خدا کے لیے پنجاب کو۔۔۔

آوازیں، ٹیپ چلوائیں۔ (قطع کلامیاں)

باجی نصرت رشید، چلیں چلوا لیں۔ ٹھیک ہے

اگر آپ کی غیرت اتنی جاگی ہے تو پھر جاؤ جا کر بینر ہٹاؤ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آپ بیٹھیے۔ کوریجہ صاحب آپ تشریف رکھیے۔ راجہ صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔

معزز خاتون ہیں وہ اگر یہ کہتی ہیں کہ میں نے لفظ *** کہا ہے تو ان کی بات مان لینی چاہیے۔

راجہ محمد خالد خان، جناب والا! "***" کہا ہے۔ ہم احتجاج کریں گے۔

جناب سپیکر، آپ ذرا حوصلہ کیجیے۔ ان کی بات مان لینے میں کیا حرج ہے؟ جب وہ خود کہہ رہی ہیں۔

آوازیں، نہیں جناب انہوں نے "***" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ وزیر قانون بات کرنا چاہتے ہیں۔

وزیر قانون، میری تجویز یہ ہے کہ اس اجلاس کے فوراً بعد میں نے معزز اراکین کو کھانے پر مدعو کیا ہوا ہے۔ لہٰذا ماحول خوش گوار ہونا چاہیے۔ اگر میری محترم بہن نے "***" کا لفظ استعمال کیا ہے

*** (بحکم جناب سپیکر حذف کر دیا گیا)

تو برائے مہربانی آپ اسے ریکارڈ سے حذف کروا دیں اگر استعمال کیا ہے تو وہ حذف تصور ہو اور اگر استعمال نہیں کیا تو پھر بات ختم ہو گئی۔ لہٰذا اس بحث میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں ہے۔

جناب سپیکر: سردار صاحب! تشریف رکھیے۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

میں آپ کی بات سے اتفاق کرتا ہوں اور یہ لفظ جو محترمہ کے ہیں میں کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ اور اجلاس کی کارروائی 16 تاریخ ہفتے کے روز شام 4 بجے تک کے لیے ملتوی کرتا ہوں۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس)

ہفتہ' 16' جون 1990ء

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس' اسمبلی چیمبر' لاہور میں شام 4 بج کر 55 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ٥

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ٥

فَاعْتَرَفُوْا بِذَنْۢبِهِمْ ۚ فَسُحْقًا لِّاَصْحٰبِ السَّعِيْرِ ﴿١١﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ
يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَيْبِ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ﴿١٢﴾ وَاَسِرُّوْا
قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ؕ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٣﴾ اَلَا يَعْلَمُ
مَنْ خَلَقَ ؕ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ﴿١٤﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ
الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَكُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَاِلَيْهِ
النُّشُوْرُ ﴿١٥﴾ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ
الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ ﴿١٦﴾ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ
يُّرْسِلَ عَلَيْكُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ كَيْفَ نَذِيْرِ ﴿١٧﴾ وَلَقَدْ
كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَكَيْفَ كَانَ نَكِيْرِ ﴿١٨﴾ اَوَلَمْ يَرَوْا
اِلَى الطَّيْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّيَقْبِضْنَ ؕ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ
اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍۢ بَصِيْرٌ ﴿١٩﴾

سورۃ الملک آیات 11 تا 19

بے شک جو لوگ بن دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں ان کے لیے (اللہ کی) مغفرت اور اجر عظیم ہے۔ تم اپنی آواز آہستہ کہو یا بلند آواز سے اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بے شک وہ خوب جاننے والا جو کچھ سینوں میں ہے۔ (نادانو) کیا وہ نہیں جانتا (بندوں کے احوال کو) جس نے (انھیں) پیدا کیا وہ بڑا باریک بین ہر چیز سے باخبر ہے۔ وہی تو ہے جس نے نرم کر دیا تمہارے لیے زمین کو۔ پس (اطمینان سے) چلو اس کے راستوں پر اور کھاؤ اس کے (دیئے ہوئے) رزق سے اور اسی کی طرف تم کو (قبروں سے) اٹھ کر جانا ہے کیا تم بے خوف ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں غرق کر دے اور وہ زمین تھر تھر کانپنے لگے کیا تم بے خوف ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ وہ بھیج دے تم پر پتھر برسانے والی ہوا تب تمہیں پتا چلے گا۔ میرا ڈرانا کیسا ہوتا ہے اور جو لوگ اس سے پہلے گزرے انھوں نے بھی جھٹلایا (خود دیکھ لو) کہ (ان پر) میرا عذاب کتنا سخت تھا کیا انہوں نے پرندوں کو اپنے اوپر (اڑتے) کبھی نہیں دیکھا۔ پر پھیلائے ہوئے اور کبھی پر سمیٹ بھی لیتے ہیں۔ نہیں روکے ہوئے انھیں کوئی (فضا میں) بجز رحمٰن کے بے شک وہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

وما علینا الاالبلاغ ۔

اخبار میں چھپنے والے کالم میں حزب اختلاف پر ہلڑ بازی کا الزام

سید ذاکر حسین شاہ : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر!

جناب سپیکر: جی شاہ صاحب۔

سید ذاکر حسین شاہ : جناب سپیکر! آپ کے فیصلے کے مطابق 9 جون 1990ء کو اس ہاؤس میں جو واقعہ ہوا اور آپ کے احکامات کے بعد کہ غیر پارلیمانی کارروائی کو حذف کیا جائے۔ اور اس کے بعد اس کی اشاعت نہیں ہوسکتی۔ جناب ڈپٹی سپیکر اور وزیر قانون اور آپ کی پرمغز اور مصالحانہ گفتگو کے بعد اسی اسمبلی کی فاضل رکن بیگم بشریٰ رحمان صاحبہ نے آج "نوائے وقت" میں ایک آرٹیکل لکھا ہے اور اس میں ایک دفعہ پھر ہمارے اوپر الزام لگایا گیا ہے۔ بجٹ کے پہلے روز یعنی 9 جون کو پنجاب اسمبلی کے اندر اپوزیشن کی طرف سے ایک نہایت ناخوش گوار واقعہ ہوا اسے دیکھ کر کوئی شخص نہیں کہہ سکتا کہ یہ جماعت جمہوریت کی اتنی بڑی دعوئی دار جماعت ہے۔ جن لوگوں نے اخبارات میں خبر پڑھی وہ باور نہیں کر سکتے کہ اندر کس قسم کی ہلڑ بازی ہوئی ایسی صورت حال میں اگر دوسری پارٹی خاموش نہ رہے تو صورت حال اور بھی سنگین ہوسکتی ہے یہ کالم ایک ایسی رکن نے لکھا ہے جو خود اس ہاؤس میں موجود تھیں۔ اب جناب والا! ہم نے ڈپٹی سپیکر کی یہ بات تسلیم کر لی کہ انہوں نے ایک گھنٹہ تک ہمارے قائد حزب اختلاف کو کھڑے نہیں دیکھا ہم نے ان کی تمام باتیں تسلیم کر لیں اس کے بعد میں حلف اٹھا کر اس ہاؤس کے سامنے کہتا ہوں کہ ادھر سے بھی نعرے لگے تھے میں نے اپنی آنکھوں سے یہاں ہماری پارٹی کے خلاف نعرہ بازی سنی ایک تو کالم میں یک طرفہ طور پر پھر الزام اپوزیشن پر ہلڑ بازی کا لیا۔ تمام ہاؤس نے دیکھا کہ نعرہ بازی دونوں طرف سے ہوئی ہے۔ اگر قصور ہے تو دونوں کا ہے جب ایک معاملہ wind up ہوا ۔ آپ نے فیصلہ کر دیا ۔ میں بھی مضمون لکھ سکتا ہوں پھر اس میں جتنے واقعات ہیں۔ آپ خود بھی فیصلہ کریں۔ یہ غلطی کس کی ہے؟ آپ اس کا نوٹس لیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اس بات کو re-open نہ کریں تو بہتر ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ : تو جناب یہ انہوں نے کیا کیا ہے؟

جناب سپیکر: اس میں جو آرٹیکل لکھا ہے میں نے اسے دیکھا ہے۔ اس میں اس سے آگے آپ

پڑھیں تو اس میں اچھی بات بھی ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ ، پھر جناب والا! پہلے ہمارے اوپر کیچڑ اچھال کر ـــــــ

جناب سپیکر، اس میں اچھی باتیں بھی ہیں تو اگر کوئی ناگوار واقعہ، خوش گوار واقعہ پیش آتا ہے تو اس میں یہ بھی درج ہے کہ ہم اس قابل ہیں کہ اپنے معاملات کو ایک قرینے سے ایک سلیقے سے سلجھا لیا کرتے ہیں۔ یہ آپ کی تعریف بھی لکھی ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ ، جناب سپیکر! انہوں نے کہا ہے کہ اپوزیشن نے ہڑ بازی کی ہے۔ اب جب یہ معاملہ ہاؤس میں ختم ہو گیا اور آپ نے کہا کہ یہ اشاعت نہیں ہو سکتا تو اسی ہاؤس کی ایک رکن نے کالم لکھا ہے۔ پھر مجھے آپ اجازت دیں۔ میں بھی مضمون لکھتا ہوں اور جتنے واقعات ڈپٹی سپیکر صاحب کی غلطی سے اور اس سے پہلے بھی جتنی غلطیاں ہوئی ہیں تحریر کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

سید ذاکر حسین شاہ ، جناب سپیکر! آپ اس کالم کا نوٹس لیں۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں گے تو بات ہو گی۔

وزیر قانون ، جناب والا! اجازت ہے۔

جناب سپیکر، جی لاء منسٹر صاحب کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! ایک ایسا افسوس ناک واقعہ اس ہاؤس میں پیش آیا۔ اس کو جناب والا نے سیاسی بصیرت اور حکمت عملی سے اس خوب صورت انداز میں اس مسئلہ کو سلجھایا کہ میں سمجھتا ہوں اس ہاؤس کی تاریخ میں یہ واقعہ جس انداز سے ہوا جہاں ہمارے سر شرمندگی سے جھک جاتے ہیں۔ جس انداز سے آپ نے اس معاملے کو سلجھایا ہمارے سر فخر سے بلند ہو جاتے ہیں۔ تو جناب والا! کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ اگر میرے بھائی کو اس کالم سے کوئی اعتراض تھا تو آپ کے چیمبر میں اس بارے میں آپ سے بات کر لیتے اور protest کر لیتے بجائے اس کے کہ ہاؤس کے اندر ایک ایسا تلخ واقعہ جس کے بارے میں ذکر کرنا بھی میں سمجھتا ہوں کہ اس کے حق میں اور اس کے خلاف کسی لحاظ سے بھی ہمارے ہاؤس کے وقار میں اضافہ نہیں کرتا ہے۔ تو میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ آپ آج سے اس واقعہ کے بارے میں کسی قسم کے اظہار خیال پر سختی سے پابندی لگائیں۔ اس قسم

ہ اگر سی فاسل رن لو لوئی اظہار خیال کرنے کا شوق ہے تو اور بہت سے جبریں پریس میں آ جاتی ہیں اور روزانہ ہمارے اپوزیشن کے اراکین کی خبریں آتی رہتی ہیں۔ لیکن اس قسم کے واقعہ کے بارے میں اعادہ کر کے میں سمجھتا ہوں کہ ہم اس ایوان کی کوئی خدمت نہیں کر رہے اور اس کے وقار میں اضافہ نہیں کر رہے۔ شکریہ جناب!

جناب سپیکر: جی میں اس بات کو re-open نہیں کرنا چاہتا۔ یہی اس پر میرا فیصلہ ہے۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! آپ کی اجازت سے عرض کرتا ہوں کہ اکثر یہاں طعنہ دیا جاتا ہے کہ اخباروں میں خبر چھپوانے کے لیے یہ ایسا کرتے ہیں۔ یہ کسی بھی ممبر کو زیب نہیں دیتا اور دوسرے ممبر کو یہ بات کہنا کہ اخباروں میں ایسا ہے۔ سب کو پتا ہے کہ اگر اخباروں میں چھپوانی ہو تو باہر ایک پریس کانفرنس کر سکتے ہیں۔ یہ تو لوگ ریکارڈ پر لانے کے لیے باہر کرتے ہیں اور یہ طعنے غلط ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہاؤس کے اندر انہیں طعنے نہیں دینے چاہییں کہ کوئی آدمی صرف اخبارات میں خبر کے لیے ایسا کرتا ہے۔

جناب سپیکر: میں آپ کے سامنے اسی سلسلے میں ایک تجویز پیش کرنا چاہتا ہوں۔ آج کے اخبار میں میں نے دیکھا ہے کہ جو پرسوں کے اجلاس میں یہاں ایک ہی تصویر اس اخبار میں چھپی ہے کہ میاں منظور احمد موہل صاحب اٹھ کر بات کرنا چاہتے ہیں۔ ملک حاکمین صاحب نے ان کو دبوچا ہوا ہے اور ملک سلیم اقبال صاحب ان کو چھڑانے کی پرزور کوشش کر رہے ہیں۔ تو وہ ایسے فالتو تصویر اتاری گئی اور اس ہاؤس میں کی جانے والی کوئی بھی پوزیٹو کارروائی کی coverage اتنی نہیں جتنی اس تصویر کو coverage دی گئی اور بہت بڑی فوٹو گراف بنا کر اخبار میں لگائی گئی۔

جناب فضل حسین راہی: جناب سپیکر! محترمہ بشریٰ رحمان صاحبہ دی فوٹو وی سارے اخباراں دے وچ ایسے طراں لگی سی۔

جناب سپیکر: اس میں جو زیادہ ترقیات ہو رہی ہے وہ اس وجہ سے ہو رہی ہے کہ ہمارے فوٹو گرافر کھڑے رہتے ہیں سپیکر تھرون کے پیچھے اور وہ اس تاڑ میں رہتے ہیں کہ کوئی ممبر تھوڑی سے ایسی ویسی بات کرے تو فوراً اس کا فوٹو گراف لیا جائے اور اگلے روز وہ اخبار میں آئے۔ تو میں یہ تجویز سارے ہاؤس کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ میں فوٹو گرافرز کو ہاؤس میں آنے سے بند کرنا چاہتا

ہوں ۔ سرے سے ہی بند کرنا چاہتا ہوں او ریہ پریس گیلری کے لیے بھی ہے۔ یہ فیصلہ نہیں ہے یہ میں آپ کے سامنے تجویز رکھ رہا ہوں۔ آپ اس پر غور کریں۔ پریس گیلری کے دوست بھی اس پر غور کریں۔ یہ سلسلہ بند کرنے کی تجویز میں آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ اس پر پھر ہم بات کریں گے۔ سر دست آپ اس تجویز پر غور کیجیے۔

سید ذاکر حسین شاہ ، پوائنٹ آف آرڈر پر جو میں نے بات کی ہے کہ اگر آپ یہ رولنگ نہیں دیتے کہ بیگم بشریٰ رحمان نے اپوزیشن اور حکومتی بنچوں کے درمیان جو معاہدہ ہوا تھا یہ کالم لکھ کر اور خاص کر یہ جو میں نے پڑھا۔ اس معاہدے کی خلاف ورزی کی ہے۔ اگر آپ یہ رولنگ نہیں دیتے تو پھر مجھے بھی اجازت دیں کہ میں ایک مضمون لکھ کر پریس میں دوں لہذا آپ مجھے بھی اجازت دیں۔

جناب سپیکر ، شاہ صاحب! اس پر میں اپنا فیصلہ دے چکا ہوں کہ میں اس معاملے کو ہاؤس میں دوبارہ زیر بحث لانے کی اجازت نہیں دیتا۔ I am sorry.

رانا پھول محمد خان ، جناب والا! اخبار میں شائع ہونے سے اس لیے نہیں روکا جا سکتا کیونکہ انہوں نے بحیثیت ایک ایم۔پی۔اے نہیں لکھا بلکہ ایک مضمون نگار کی حیثیت سے لکھا ہے۔ اس کے خلاف تحریک استحقاق پیش نہیں ہوسکتی۔ کوئی تحریک اس کے خلاف پیش نہیں ہوسکتی۔ انہوں نے بطور مضمون نگار لکھا ہے۔ وہ ان کی حیثیت الگ ہے اور ایم۔پی۔اے کی حیثیت الگ ہے۔

جناب سپیکر ، اس بارے میں میں نے بات کر لی ہے۔ آپ کو defend کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ (قطع کلامیاں) اگر آپ کہیں تو تحاریک استحقاق کو کیوں نہ take up کر لیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آدھا گھنٹہ تحاریک استحقاق کو دے لیں۔ اس کے بعد آپ کو یہاں debate میں حصہ لینا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ دوست اس میں حصہ لے سکیں۔

میزانیہ بابت 91-1990 کی انگریزی اور اردو کتب کے اعداد و شمار میں تضاد

سید ناظم حسین شاہ ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، ارشاد فرمائیے شاہ صاحب!

سید ناظم حسین شاہ ، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ 91-1990ء کا جو میزانیہ پیش کیا گیا ہے اس میں بالکل بوگس نمبرز دی گئی ہیں۔ میں اس میں زراعت اور farms to market roads

کا مطالبہ کیا ہے۔ اس میں جو فرق ہے وہ میں عرض کرتا ہوں اور جناب والا کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ سے یہ پوچھتا ہوں کہ اردو میں جو نگرز چھپی ہوئی ہیں وہ صحیح ہیں یا انگلش میں چھپی ہوئی نگرز ہیں وہ صحیح ہیں یہ جو farms to market تک انہوں نے سڑکیں بنائی ہیں اس سلسلے میں میں ملتان ڈویژن کا آپ کے سامنے پیش کر رہا ہوں۔ ملتان ڈسٹرکٹ کا انگلش میں 5 کروڑ 70 لاکھ 50 ہزار ہے اور اردو میں 6 کروڑ ہے۔ انگلش میں خانیوال کا 2 کروڑ 88 لاکھ 71 ہزار اور اردو میں 2 کروڑ 94 لاکھ 96 ہزار۔ ساہیوال کا 4 کروڑ 6 لاکھ 17 ہزار اور اردو میں بھی یہی ہے۔ وہاڑی کا انگلش میں 4 کروڑ 58 لاکھ 76 ہزار اور اردو میں جو دیا ہوا ہے وہ ہے 4 کروڑ 21 لاکھ۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! یہ مسئلہ آپ اپنی بجٹ تقریر میں پیش کر دیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب سپیکر! ہم اس کو کیا پڑھیں۔ اردو میں پڑھتے ہیں تو کچھ اور نگر ہے۔ انگلش میں پڑھتے ہیں تو کچھ اور نگر ہے۔ جب یہ نگرز ہی صحیح نہ ہوں تو ہم کون سے بجٹ پر بحث کریں۔ جناب والا! آپ خود دیکھ لیں۔ فنانس منسٹر صاحب دیکھ لیں۔ میں بالکل چیلنج کر کے کہتا ہوں کہ جو بھی penalty آپ رکھیں گے میں وہ بھگتنے کے لیے تیار ہوں۔ اگر یہ ہمیں نگرز غلط دیں تو یہ صرف میرا مسئلہ نہیں بلکہ پورے ہاؤس کا مسئلہ ہے پورے ہاؤس کے استحقاق کا مسئلہ ہے آخر یہ ہمارے ساتھ کیوں ہو رہا ہے۔ جو کچھ بھی ہوا ہے اس سے میں یہی کہوں گا کہ فنانس منسٹر صاحب کو ٹائم تھوڑا ملا ہے اور وہ پورے طریقے سے تیار نہیں کر سکے۔ مگر جو بجٹ پیش کیا جائے وہ تو درست ہو تاکہ ہم اس کے اوپر بجٹ تقریر کر سکیں۔ یہی میرا مسئلہ ہے۔ جناب پہلے آپ اس کا فیصلہ کریں پھر اس کے بعد جو بھی آپ فیصلہ دیں ٹھیک ہے۔ انگلش کا بھی تعمیر وطن پروگرام ہے اور اردو کا بھی ہے۔ اس میں کون سا درست ہے؟

جناب سپیکر: آپ تشریف رکھیں۔ جی فنانس منسٹر صاحب۔

وزیر خزانہ: جناب سپیکر! یہاں پر ابھی ایک مسئلہ زیر بحث تھا کہ یہاں کچھ شور ہوا کچھ باتیں ہوئیں معاملہ ختم ہو گیا راضی نامہ ہو گیا اور اس کو کسی نے دھرا دیا یہ بہت خوشی کی بات ہے کہ اس کا احساس ہم کو بھی ہے اور ہمارے دوستوں کو بھی کہ یہاں یہ نہیں ہونا چاہیے تھا اور آپ نے فرما دیا کہ کوئی بات ایسی نہ ہو جس سے کسی کی دل شکنی ہو میں بھی عرض کرتا ہوں کہ شاہ صاحب کی نہ کوئی

تحریک استحقاق ہے نہ کوئی subject ہے جس پر بات ہو رہی ہے یہ اس وقت بے تعلق سی بات ہے آپ کی تقریر ہو گی آپ اس میں ذکر کیجیے گا میں wind up کروں گا اور میں سب کا جواب دوں گا یہ کوئی طریقہ نہیں کہ نہ کوئی تحریک استحقاق ہے نہ کوئی اس بات کا اس وقت کوئی ذکر ہو رہا ہے اور اب آپ چپکے سے بولنے کے لیے کھڑے ہو گئے اور پھر کہتے ہیں کہ ہم دھاندلی یا گڑبڑ کے متعلق بات کرتے ہیں۔ جناب والا! جس کا جی چاہا وہ کھڑا ہو کر بولنے لگ گیا کوئی قانون کی پرواہ نہیں' کوئی آئین کی پرواہ نہیں' رولز کی پرواہ نہیں۔ تو جناب والا یہ بات میرے خیال میں نازیبا ہے۔ جناب سپیکر! اس کو کنٹرول کیا جائے۔

سید ناظم حسین شاہ : جناب سپیکر--------

جناب سپیکر: شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیے۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز ۔ شاہ صاحب! تشریف رکھیں ۔ (قطع کلامیاں) وصی ظفر صاحب! آپ اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔ بیرسٹر صاحب تشریف رکھیے۔

یہ سید ناظم حسین شاہ صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر ہے اور انہوں نے اپنے پوائنٹ آف آرڈر میں کہا ہے کہ یہ بجٹ تعمیر وطن پروگرام میں انگریزی اور اردو کی version میں تفاوت ہے میں نے اس سلسلے میں وزیر خزانہ سے کہا ہے کہ وہ اس پوزیشن کی وضاحت کریں گے جس کے متعلق شاہ صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی ہے تو اس بارے میں شاہ صاحب وزیر خزانہ کا یہ خیال ہے کہ تفاوت میں سقم کو آپ اپنی تقریر میں ٹھیک طریقے سے کھنگالیے گا۔ اس کی جانچ پڑتال کیجیے گا اس میں جو سقم یا خامیاں ہیں ان کو آپ پوائنٹ آؤٹ کیجیے گا آپ ان کی نشان دہی کیجیے اور وزیر خزانہ اس چیز کے پابند ہوں گے کہ وہ اپنی تقریر وائنڈ اپ کرتے وقت جواب دیں تو میں آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کو اس انداز میں dispose of کرتا ہوں کہ آپ اپنی تقریر میں اس پر کھل کر بات کیجیے گا۔

سید ناظم حسین شاہ : جناب والا! جب آپ نے اپنا فیصلہ ہی دے دیا ہے تو اس کے بعد تو اس میں کوئی بات نہیں رہ جاتی وزیر خزانہ صاحب ہمارے معزز بھائی ہیں میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ تفاوت پورے ڈویژن میں صرف farms to market کی نہیں۔ یہ تفاوت زراعت میں roads & bridges میں بھی ہے۔ اس تفاوت کا انگریزی میں میزان کچھ اور بنتا ہے اور اردو میں کچھ اور بنتا ہے تو جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ انہوں نے بڑی پارلیمانی پریکٹس کی بات کی ہے وہ

ہمارے بزرگ ،مسائے اور بھائی بھی ہیں۔ مگر پارلیمانی پریکٹس میں جناب والا! یہ بات قطعاً نہیں کہ جناب آپ ہمیں غلط فیگرز دے دیں میں نے صرف یہی پوچھا ہے کہ کیا انگلش کا درست ہے یا اردو کا۔ اس میں جناب اتنی سی بات کو چیلنج کرتا ہوں کہ اگر میری یہ بات صحیح نہ ہو تو میں اس اسمبلی کی سیٹ سے مستعفی ہو جاؤں گا اگر یہ بات صحیح ہو تو پھر وزیر خزانہ صاحب مستعفی ہو جائیں۔ یہ کیا مذاق ہے کہ ہمیں فیگرز بھی صحیح نہیں دیئے جاتے آخر جناب کسی بجٹ کا مطالعہ کریں کیا اردو کا مطالعہ کریں یا انگریزی کا۔ جب ہم بات کریں گے ظاہر ہے وہ کہیں گے کہ جناب انگلش میں میزان یہ ہے اور اردو میں یہ ہے تو اس سے ہماری ساری کی ساری تقریر غلط ہو جائے گی۔ یہ اعداد و شمار کی بات آپ پر چھوڑتا ہوں میں نے تو صرف farms to market کی بات نہیں کی اور نہ صرف پورے ڈویژن بلکہ پورے پنجاب کے اعداد و شمار نکالے ہیں یہ آپ کے سامنے ہے اسے پڑھ لیں۔

جناب سپیکر، آپ کون سے صفحے کی بات کرتے ہیں جس میں آپ سمجھتے ہیں کہ اس میں تفاوت ہے۔

سید ناظم حسین شاہ ، میں نے جناب پورے ملتان ڈویژن ' بہاولپور ' ڈی۔جی۔خان اور لاہور ڈویژن کا نوٹ کیا ہوا ہے۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر، خاص طور پر آپ کس کو ریفر کر رہے ہیں؟

سید ناظم حسین شاہ ، یہ جناب والا! انگلش کا جو بجٹ ہے یہ صفحہ نمبر 65 سے شروع ہوتا ہے اور اردو کا بجٹ صفحہ نمبر 48 سے شروع ہوتا ہے اور اس میں اس سے آگے ایک اور بھی لائیو سٹاک ہے۔

جناب سپیکر، مقصد یہ ہے کہ انگلش اور اردو version میں تفاوت ہے۔

سید ناظم حسین شاہ ، جی جناب والا! میں اسے پڑھ دیتا ہوں۔ ایک منٹ مجھے عنایت فرمائیں۔

جناب سپیکر، آپ چاہتے ہیں کہ آپ کو یہ بتایا جائے کہ انگلش version کو آپ صحیح سمجھیں یا اردو version کو صحیح سمجھیں آپ یہی چاہتے ہیں؟

سید ناظم حسین شاہ ، جی' جناب والا!

جناب سپیکر، تو سردار صاحب' آپ اس بارے میں کیا فرمانا چاہیں گے۔ آپ اس بارے میں اگر سچ سمجھ کر جواب دینا چاہیں تو میں شاہ صاحب کے پوائنٹ آف آرڈر کو pending کر لیتا ہوں۔

وزیر خزانہ ، ٹھیک ہے جناب والا!

جناب سپیکر، آپ اس کو چیک کیجیے میں پھر اپنا فیصلہ دوں گا۔

سید ناظم حسین شاہ ، جناب والا! ان کو کیسے پتا چل سکے گا-------

جناب سپیکر، نہیں بات طے ہو گئی آپ تشریف رکھیں۔

جی خواجہ محمد یوسف صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں اور اس کے بعد میں تحاریک التوا کو ٹیک اپ کروں گا اور کوئی بھی پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو گا۔

خواجہ محمد یوسف، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے دبتا جا رہا ہے اور میرا ضمیر مجھے کہتا ہے کہ میں وہ ضرور آپ کی خدمت میں اور اس ایوان کے سامنے لاؤں کیونکہ اس ایوان میں ایک بے قصور آدمی سے معافی منگوائی گئی ہے جیسا کہ وہ قصور وار تھے یہ اسی واقعہ کے ساتھ ہے کہ اس دن جناب سپیکر نے میرے سامنے ان کو سمجھانے پر ' بتانے پر اور درخواست کرنے پر انہوں نے وزیر قانون کے پاس ایک چٹ لکھ کر بھیجی تھی------

جناب سپیکر، خواجہ صاحب! مجھے افسوس ہے میں آپ کو اجازت نہیں دیتا۔

خواجہ محمد یوسف، اس دن سے میرے دل میں----------

جناب سپیکر، آپ کے دل میں جو کچھ بھی ہے میں اس کی اجازت نہیں دیتا آپ تشریف رکھیں۔

خواجہ محمد یوسف ، اور وزیر قانون اور وزیر اعلیٰ----------

جناب سپیکر، خواجہ صاحب! میں نے آپ کو بولنے کی اجازت نہیں دی آپ تشریف رکھیں۔

اب ہم تحاریک التواء کو لیتے ہیں چودھری نذیر احمد صاحب کی تحریک التوائے کار نمبر 7 ہے اور عصر کی نماز کا وقفہ ہوتا ہے اور ہم 5.35 پر یہاں دوبارہ اکٹھے ہوں گے اور وقفہ نماز کے بعد چودھری نذیر احمد اپنی تحریک التوائے کار پیش کریں گے۔

(پانچ بج کر اٹھارہ منٹ پر نماز عصر کے لیے وقفہ ہوا)

(عصر کی نماز کے بعد کارروائی ' جناب سپیکر 5 بج کر 41 منٹ پر کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، چودھری صاحب ! آپ کی 5 نمبر تحریک استحقاق بھی ہے؛ آپ اس کو لینا چاہیں گے؟

چودھری نذیر احمد ، جی ہاں' میں لینا چاہتا ہوں۔

رکن اسمبلی کی سفارش اور وزیر اعلیٰ کے واضح احکامات کی خلاف ورزی

چودھری نذیر احمد ، جناب والا! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ مسئلہ یہ ہے کہ نثار احمد میاں کو وزیر اعلیٰ صاحب کے آرڈر کے تحت اسسٹنٹ ٹورازم آفیسر بھرتی کیا گیا۔ جب کہ سی۔ایم صاحب کے آرڈر ٹورازم آفیسر کے لیے تھے۔ اس کے بعد میں نے کئی دفعہ جا کر کہا اور ایک سی۔ایم کی طرف سے بذریعہ ٹیلیفون آرڈرز کروائے کہ نثار احمد میاں کو ترقی دی جائے اور کنفرم کیا جائے۔ جب کہ ان سے کم تعلیم اور تجربہ والوں کو کنفرم بھی کیا گیا اور ترقیاں بھی دی گئیں اور نثار احمد میاں کو بجائے اس کے کہ ترقی دیتے اور کنفرم کرتے مورخہ 8 اپریل 1990ء کو نوکری سے فارغ کر دیا۔

اسی طرح میرے بار بار کہنے سے میری اور سی۔ایم صاحب کی طرف سے آرڈرز جانے پر ان کی ہتک کی گئی ہے۔ اس سے میرا نہیں بلکہ پورے ایوان کا وقار مجروح ہوا ہے۔ مہربانی فرما کر تحریک کو بحث کے لیے منظور کیا جائے اور پھر اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ ایسے نافرمان آفیسر کو سزا دی جا سکے۔

چودھری محمد وصی ظفر ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! یہ تو اب اس ایوان کی مستقل روایت بنتی جا رہی ہے اور میرا خیال ہے کہ ایوان کی تاریخ میں یہ پہلا موقع ہو گا کہ اس قسم کی تحاریک استحقاق بار بار ایوان میں پیش کی جا رہی ہیں کہ غلاں کی تقرری نہیں ہوئی غلاں کا تبادلہ نہیں ہوا۔ جناب والا! رول 54 پڑھ لیں آئین پڑھ لیں کوئی تشریح دیکھ لیں۔ پارلیمانی کتابیں پڑھ لیں۔ ایسی تحاریک استحقاق ایوان میں آتی نہیں ہیں۔ یہ کسی قسم کا دباؤ ڈالنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ کمزور ایم۔پی۔اے ہیں ان کی ایوان سے باہر بات نہیں مانی جاتی تو اس میں ایوان کا کیا قصور ہے؟ یہ جناب والا! میں رول پڑھ دیتا ہوں۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب اس کے پڑھنے کی ضرورت نہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! اگر یہ جناب کے بھی علم میں ہے تو اسے تو چیمبرز میں kill

ہونا چاہیے۔ اگر یہ چیمبرز میں kill نہیں ہوتی تو اسی پر کسی وزیر کو جواب بھی نہیں دینا چاہیے۔ یہ تحریک استحقاق نہیں اسی قسم کی تحریک استحقاق ایوان میں پیش ہونے سے ایوان کی بدنامی ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: چودھری صاحب آپ تشریف رکھیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! یہ میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے اس کا جواب آنا چاہیے۔

جناب سپیکر: میں نے آپ کا پوائنٹ آف آرڈر سن لیا ہے۔ آپ تشریف رکھیں۔

چودھری نذیر احمد: جناب سپیکر! میری ایک تحاریک استحقاق پہلے بھی مؤخر کی گئی ہیں تاکہ ہم ان پر کوئی فیصلہ کر سکیں۔ وصی ظفر صاحب ہر تحریک استحقاق کی مخالفت کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ کیا یہ ان کا حق ہے کہ ہم جب کوئی تحریک استحقاق پیش کریں یہ اس کے خلاف اٹھ کر بولنا شروع کر دیں۔ تحریک استحقاق پیش کرنا ہمارا حق ہے اگر ہماری تحریک استحقاق نہیں بنے گی تو ہماری مرضی ہے کہ ہم اسے واپس کر لیں یا مؤخر کروالیں۔۔۔۔۔۔

جناب سپیکر: آپ نے اس پر short statement دینی ہے کیا آپ short statement دینا پسند فرمائیں گے؟

چودھری نذیر احمد: جی میں اس پر short statement دینا پسند کروں گا۔

جناب سپیکر: ارشاد فرمائیں۔

چودھری نذیر احمد: میری اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ وزیر اعلیٰ کی طرف سے ایک لڑکے کے لیے ٹورازم آفیسر کے لیے آرڈر کیے گئے۔ انہیں پھر ایم۔ڈی ٹورازم نے اسسٹنٹ ٹورازم آفیسر بھرتی کیا۔ پھر میں نے انہیں کہا کہ جس اسامی کے لیے آرڈر تھے اسی جگہ پر لگائیں۔ لہذا اسے ترقی دیں اور confirm کریں۔ بجائے اس کے کہ وہ اسے ترقی دیتے یا confirm کرتے اسے نوکری سے ہی فارغ کر دیا گیا۔ جناب والا! اس سے کافی جونیئر لڑکے اور کم تعلیم یافتہ اور بغیر وزیر اعلیٰ صاحب کے آرڈر کے اپنی مرضی سے مختلف اسامیوں پر بھرتی کیے۔ ان لوگوں کو تو اس نے confirm بھی کر دیا ہے۔ لیکن جس کے لیے ہم کہیں یا ہماری authority کی طرف سے کوئی آرڈرز جائیں انہیں confirm نہ کریں تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی طرف سے ایک نافرمانی ہے۔ اس لیے انہیں اس کی سزا ملنی

[illegible] پر رکھنی چاہیے۔ تاکہ اسے thrash out کیا جا سکے۔

جناب سپیکر، اس بارے میں جناب وزیر قانون کچھ فرمانا چاہیں گے؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! یہ تحریک درحقیقت استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی۔ کسی آدمی کو ملازمت دلوانا اس کی تعیناتی کروانا' تبادلہ کروانا کسی بھی معزز رکن کا استحقاق نہیں بنتا۔ جہاں تک موجودہ تحریک استحقاق کا سوال ہے میرے معزز بھائی نے جن آرڈرز کا ذکر کیا ہے۔ وہ آرڈرز میں آپ کو پڑھ کر سناتا ہوں۔

On presentation of enclosed application Mr. Nisar Ahmad made a precedent for appointment in the Tourism Development Corporation Punjab subject to qualification and availability of vacancy.

یہ لڑکا ایم۔اے جرنلزم تھا۔ پہلے انہوں نے اسے اپنی publicity wing میں تعینات کیا لیکن وہاں پر وہ ان کے معیار پر پورا نہیں اترا۔ اس کے بعد انہوں نے اس لڑکے کو بطور ٹور ازم آفیسر ایڈجسٹ کرنے کی کوشش کی لیکن ان کے پاس اسامی نہیں تھی اس لیے اسے اسسٹنٹ ٹور ازم آفیسر رکھا اور under training رکھا۔ ایک سال کے بعد جب اس کی gradation کی گئی تو سب سے کم gradation اس کی تھی جس کی وجہ انہوں نے اسے اس بات کا اہل نہ سمجھا کہ وہ ملازمت کے قابل ہے۔ لہذا اسے ملازمت سے سبکدوش کر دیا گیا۔

چونکہ ٹور ازم ڈیپارٹمنٹ پبلک لمیٹڈ کمپنی ہے اور یہ نفع اور نقصان کی بنیاد پر اپنے آپ کو چلاتی ہے اور وہ اس طرح اپنے آپ کو چلاتی ہے کہ جس میں اسے زیادہ سے زیادہ منافع ہو۔ چونکہ انہیں مقابلہ کرنا پڑتا ہے اس لیے انہوں نے اپنے قوانین کو اس قسم کا بنایا ہوا ہے کہ وہ ایسے افراد کو ملازم رکھیں جو ان کے معایر پر پورا اتریں تاکہ وہ کارپوریشن کے بہترین مفاد میں کام کر سکیں۔ تو میں یہ آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ محکمہ کی طرف سے ایسی کوئی زیادتی نہیں کی گئی اور یہ تحریک استحقاق ویسے بھی استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی۔ اس لیے یہ تحریک استحقاق قابل پزیرائی نہیں۔

چودھری نذیر احمد ، جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ میرے پاس ان کے علاوہ positive

orders موجود ہیں۔ لیکن میری ایک دو تحاریک استحقاق پہلے مؤخر کی جا چکی ہیں تاکہ ہم وزیر قانون کے ساتھ بیٹھ کر ان کا فیصلہ کر سکیں۔ مجھے کوئی اعتراض نہیں کہ اس تحریک استحقاق کو مؤخر کر دیں اور میں جناب وزیر قانون کے کمرے میں متعلقہ آفیسر کو بلا کر بات کر لوں گا۔

جناب سپیکر: جناب لاءمنسٹر آپ کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے؟

وزیر قانون ، جناب سپیکر! مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ لیکن گزارش یہ ہے کہ تحریک استحقاق پڑھی جاتی ہے۔ شارٹ سٹیٹمنٹ بھی دے دی جاتی ہے پھر اس کے بعد موخر کروائی جاتی ہے۔ اس سے زیادہ بہتر یہ ہے کہ اگر موخر ہی کرانی ہو تو پہلے کرالی جائے تو زیادہ مناسب ہو۔

جناب سپیکر: اس بارے میں آپ کی طرف سے تجویز آئے یا کسی معزز ممبر کی طرف مؤخر کرنے کی تجویز آئے تو پھر بھی ہو سکتی ہے اور پہلے بھی ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس تحریک استحقاق کو مؤخر کیا جاتا ہے تاکہ متعلقہ ممبر آپ سے رابطہ کر سکیں اور آپ اس کو دیکھ سکیں۔

چودھری علی اکبر مظہر وینس ، جناب سپیکر! یہ بھی اچھا ہوتا اگر جناب لاءمنسٹر بتا دیتے کہ ہمارے بھائی کے پہلے کتنے آرڈر پر عمل در آمد ہو چکا ہے اور یہ کون سا آرڈر ہے جس پر عمل درآمد نہیں ہو رہا اور یہ بڑے پریشان ہیں۔

جناب سپیکر: تحریک استحقاق نمبر 11 سید ذاکر حسین شاہ صاحب ۔

سید ذاکر حسین شاہ : جناب سپیکر! تحریک استحقاق نمبر 8 بھی میری طرف سے ہے اور نمبر 9 بھی۔

جناب سپیکر: اس پہ ابھی آپ سے بات ہونی ہے ابھی آپ 11 نمبر ٹیک اپ کیجیے۔

سید ذاکر حسین شاہ ، جناب والا! اگر ایسی تحاریک استحقاق پیش ہو سکتی ہیں جو ابھی حال ہی میں پیش کی گئی ہیں۔ میری یہ تحاریک استحقاق تو حکومت پنجاب کے غیر آئینی اقدامات سے متعلق ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ان پر آپ سے بات ہو گی آپ 11 نمبر ٹیک اپ کریں۔

سید ذاکر حسین شاہ ، جناب والا! 11 نمبر کو میں ٹیک اپ کروں گا لیکن ایک بات ہے کہ اس ایوان میں وزیر اعلیٰ پنجاب کے خلاف ایک بھی تحریک استحقاق پیش نہیں ہوئی اور لوگ سمجھ رہے ہیں کہ شاید کسی ڈر یا خوف کی وجہ سے تحریک استحقاق پیش نہیں ہو رہی ۔ میں پہلے بھی پیش کر چکا ہوں اور اب بھی پیش کر رہا ہوں۔ آج پھر وزیر اعلیٰ پنجاب نے کہا ہے کہ پیپلز پارٹی کے منتخب ممبران

چوروں، ڈاکوؤں اور رسہ گیروں کی حمایت کر رہے ہیں۔ جناب والا! یہ فیصلہ ہو گا کہ وہ چوروں، ڈاکوؤں اور رسہ گیروں کی حمایت کر رہے ہیں یا ہم کر رہے ہیں؟

جناب سپیکر، آپ متعلقہ بات فرمائیں۔ آپ تحریک استحقاق نمبر 11 پیش کیجیے گا۔ اگر آپ کی کوئی اس قسم کی تحریک استحقاق آئی۔ تو ہم اس پر غور کریں گے۔ اگر وہ بنتی ہے تو اس کو ضرور ٹیک اپ کریں گے۔ فی الحال آپ گیارہ نمبر ٹیک اپ کیجیے۔

سوال نمبر 90 کا غلط جواب

سید ذاکر حسین شاہ : میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ وزیر بلدیات و دیہی ترقی پنجاب نے 11 جون 1989ء کو میرے ایک سوال جس کا نمبر 90 تھا اور دھمیال مسریوٹ روڈ یونین کونسل دھمیال تحصیل و ضلع راولپنڈی سے متعلقہ تھا کا جواب دیا تھا۔ پھر میں نے ایک ضمنی سوال کے ذریعے وزیر موصوف سے دریافت کیا تھا کہ اس سڑک کی مرمت کب تک ہو جائے گی جس کا جواب وزیر بلدیات و دیہی ترقی نے ان الفاظ میں دیا تھا۔

"میرا جواب یہ ہے کہ اس سلسلہ میں ضلع کونسل کو بھی کہا جائے گا۔ ان کا بھی بجٹ آنے والا ہے۔ جون میں وہ بجٹ بنا رہی ہے ان سے ہم کہیں گے کہ اس کو ترجیح دی جائے اور اس کی مرمت کے لیے فنڈز رکھے جائیں اور محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات سے بھی کہا جائے گا کہ وہ خصوصی طور پر اس کو فوقیت دیں اور اس کی مرمت کریں۔ ہم چاہتے ہیں کہ اسی سڑک جس سے بہت سے لوگ فائدہ اٹھا رہے ہوں اور اگر اس کی حالت اس طرح خراب ہو تو ہماری کوشش ہو گی کہ اس سڑک کو جلد از جلد مرمت کروایا جائے اور مرمت کے بعد اس کو استعمال کے قابل بنایا جائے"۔

صوبائی وزیر بلدیات و دیہی ترقی نے ایوان میں جھوٹی یقین دہانی کرائی ایک سال کا عرصہ ہونے کو ہے مگر ابھی تک اس سڑک کی مرمت کا کام شروع نہیں ہوا۔ اس ایوان کے سامنے کیے گئے وعدے کی خلاف ورزی کی گئی ہے۔ معزز ایوان میں وزیر موصوف کی جھوٹی یقین دہانی اور جھوٹے وعدے سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس سلسلے میں میری یہ گزارش ہے کہ نہ ہی تو وزیر بلدیات نے ہدایت کی۔ پچھلے سال جون 89ء میں انہوں نے وعدہ کیا تھا کہ جون 89ء میں ضلع کونسل بجٹ بنا رہی ہے۔ اس میں وہ اس سڑک کے لیے کہیں گے۔ اب دوسرا جون آ گیا ہے۔ ایک سال کا عرصہ گزر گیا ہے۔ جناب والا! مجھے وہ مراسلہ دکھایا جائے جس کے تحت وزیر بلدیات نے ضلع کونسل کو ہدایت کی اور وہ بھی مراسلہ دکھایا جائے جس میں ضلع کونسل نے انہیں دوبارہ جواب دیا کہ ہماری پوزیشن یہ ہے۔ وزیر موصوف یہ بھی بتائیں کہ وزارت منصوبہ بندی کو انہوں نے مراسلہ لکھا تو محکمہ منصوبہ بندی نے ان کو کیا جواب دیا۔ جناب والا! نہ تو انہوں نے ضلع کونسل کی کوئی ہدایت کی اور نہ ہی محکمہ منصوبہ بندی کو انہوں نے کچھ کہا اور ایک سال کے دوران اس سڑک کی تعمیر یا مرمت کا کام شروع نہیں ہوا۔ اس ایوان کی یہ روایت بن گئی ہے کہ وزرائے کرام شہزادے ہیں۔ کوئی بھی اپنی وزارت کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ ہاؤس میں اگر ایک بات کی جاتی ہے تو اس کو کبھی بھی پورا نہیں کیا گیا۔ یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے۔ میں نے اسمبلی سیکرٹریٹ سے اس دن کی پوری کارروائی منگوائی ہے۔ اس کے 11 جون 1989ء کے صفحہ 7 پر آپ پڑھیں۔ جس میں آپ نے انہیں ہدایت کی تھی اور آپ کے کہنے پر انہوں نے جواب دیا تھا وہ پورے چھ صفحے کی کارروائی ہے۔ آپ نے انہیں کہا تھا کہ اگر ان کی سڑک بنتی ہے تو آپ ان کی بات مان لیں۔ جناب سپیکر! میں نے آپ کے کہنے پر وزیر بلدیات کی یقین دہانی کو تسلیم کیا تھا لیکن ایک سال کا عرصہ گزرنے کے بعد اب تک اس پر کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

حال ہی میں قومی اسمبلی کے پچھلے اجلاس کے دوران ایک لیبر لیڈر کی رہائی کا مسئلہ پیش آیا۔ وہاں وزیر برائے پارلیمانی امور نے یقین دہانی کرائی تھی کہ اس کو رہا کر دیا جائے گا۔ جب اگلا اجلاس آیا تو سپیکر صاحب نے پوچھا کہ لیبر لیڈر کی رہائی کا کیا ہوا تو انہوں نے کہا کہ ہم جلد رہا کر دیں گے۔ سپیکر نے یہ رولنگ دی کہ یہ ہر روز کا معمول بن گیا ہے کہ ہم کل کر دیں گے۔ میں اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرتا ہوں تاکہ آئندہ اس قسم کی جھوٹی یقین دہانی نہ کرائی جائے۔ تو جناب والا! آپ بھی میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں۔ تاکہ اس ہاؤس میں یقین دہانی کرانے سے پہلے وزرائے کرام پہلے سوچ لیں۔

جناب سپیکر: اس بارے میں لاءمنسٹر صاحب کیا فرمانا چاہیں گے؟

وزیر قانون : جناب سپیکر! اس سلسلہ میں چونکہ وزیر بلدیات نے شاہ صاحب سے ضمنی سوال کے جواب میں گزارش کی تھی کہ جون کے فنڈز میں سڑک کی مرمت ہو جائے گی۔ انہوں نے کوئی catagorical commitment نہیں کی تھی۔ انہوں نے اپنے چھپے ہوئے جواب میں لکھا تھا کہ محکمہ منصوبہ بندی و ترقیات سے یہ درخواست کی جائے گی کہ اس کے لیے رقم فراہم کرے اور ضلع کونسل کے فنڈز میں کمی کی وجہ سے اس سڑک کی مرمت ممکن نہیں ہے۔ یہ سوال کا اصل جواب تھا۔ اس کے بعد ضمنی سوال کے جواب میں جو شاہ صاحب کو یقین دہانی کرائی گئی تھی اور جو محکمہ کی طرف سے مجھے جواب موصول ہوا ہے اس میں یہ کہا گیا ہے کہ پی اینڈ ڈی والوں نے اس سڑک کی مرمت کرنے سے اس لیے انکار کر دیا کہ یہ سڑک ڈسٹرکٹ کونسل کی سڑک ہے اس لیے اس کے مرمت کرنے کا کام ہم کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں اور جہاں تک لوکل گورنمنٹ کا سوال ہے فنڈز میں کمی کی وجہ سے اس کو ٹیک اپ نہیں کیا جا سکتا۔ میں نے شاہ صاحب کی خدمت میں ہاؤس میں آنے سے پہلے بھی گزارش کی تھی کہ آپ اس میں ذاتی طور پر دل چسپی رکھتے ہیں کیونکہ یہ آپ کے علاقے کی سڑک ہے۔ لوکل گورنمنٹ کے منسٹر صاحب تشریف لاتے ہیں تو ان کے ساتھ بیٹھ کر ہم اس بارے میں مزید بات چیت کر سکتے ہیں۔ محکمے کا جو جواب آیا ہے اس کے مطابق تو یہ صورت حال ہے۔ آگے جناب جیسے مناسب سمجھیں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! مجھے بھی جواب دینے کا حق حاصل ہے۔ یہ اتنی لمبی کارروائی ہے اور آپ نے بھی یہاں پڑھا۔ جناب والا! یقین دہانی کا مقصد کیا ہے؟ اب وہ ایک سال کے بعد کہہ رہے ہیں کہ ہمارے پاس فنڈز نہیں۔ اگر فنڈز نہیں تھے تو پھر وزیر بلدیات نے کیا یقین دہانی کروائی۔ ان کی یقین دہانی کا مقصد کیا تھا۔ ابھی جو انہوں نے یہ جواب دیا ہے۔ مجھے وہ معاملہ بتائیں جس کے تحت انہوں نے وزارت منصوبہ بندی کو ہدایت کی اور کتنی تاریخ کو کی۔ اور یہ بھی جواب دیں کہ ضلع کونسل کو کب کی؟ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے شروع سے ہدایت کی ہی نہیں' نہ وزارت منصوبہ بندی کو یہ اب اپنی طرف سے کہہ رہے ہیں۔

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ذرا سنئے۔ اس وقت منسٹر لوکل گورنمنٹ ایوان میں موجود نہیں تو کیا یہ بہتر

نہ ہو گا کہ منسٹر لوکل گورنمنٹ ایوان میں تشریف لے آئیں تو اس کو ٹیک اپ کر لیا جائے۔ تاکہ وہ اس بارے میں کچھ کہہ سکیں۔ تو اس کو مؤخر کر لیتے ہیں--- یہ تحریک استحقاق نمبر 12 سردار صاحب withdraw کر لی ہے۔ اب میرے خیال میں بحث ہو جائے۔

سید ناظم حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر سر'

سید ناظم حسین شاہ، جناب والا! آپ نے فرمایا ہے کہ فنانس منسٹر صاحب یقین دہانی کروائیں گے۔ اب ان کو کافی وقت مل چکا ہے۔ پندرہ بیس منٹ میں انہوں نے متعلقہ سیکرٹری سے بات کرنی تھی وہ کر لی ہو گی۔ جناب والا! ہم نے بجٹ پر تقاریر کرنی ہیں سب ممبران نے کرنی ہیں۔ یہ کوئی میرا ذاتی مسئلہ نہیں۔ میرا جواب ابھی تک موصول نہیں ہوا۔ تو میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں پھر گزارش کروں گا کہ وہ اب ہمیں بتائیں کہ جو انگلش میں تعمیر وطن پروگرام ہے اس کو بنیاد بنا کر بات کریں یا اردو کا جو تعمیر وطن پروگرام ہے اس کو بنیاد بنا کر بات کریں تو جب تک یہ جواب نہ آئے تو کس طرح بات ہو سکتی ہے۔ اس طرح تو سارے بجٹ پر تقریر ہی غلط ہو سکتی ہے۔

جناب سپیکر، جو صاحبان بجٹ کی بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں۔ وہ اپنے اسمائے گرامی میرے پاس بھجوا دیں۔ رانا صاحب تو opening speech کریں گے۔ تو آپ مجھے پوائنٹ آف آرڈر سے پہلے نام دیجئے میں کسی تاخیر کے بغیر اسے شروع کرنا چاہتا ہوں۔ لا منسٹر صاحب توجہ فرمائیں۔ جو صاحبان یہاں ٹریژری بنچز سے بجٹ بحث میں حصہ لینا چاہتے ہیں ان کے اسمائے گرامی بھی میرے پاس بھجوائیں۔ چودھری فاروق صاحب آپ کا نام ابھی تک میرے پاس نہیں آیا۔ تو آج کوئی تقریر کرنے کے لیے تیار ہے۔

جناب نذر حسین کیانی، جناب والا! میں کھڑا ہوں۔ میرے لیے کیا حکم ہے؟

جناب سپیکر، آپ بجٹ پر تقریر کرنا چاہتے ہیں۔

جناب نذر حسین کیانی، نہیں جی' میں آپ کو وہی کل والا وعدہ یاد دلانا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، اگر آپ کہیں تو آپ کو آج بجٹ پر تقریر کروا دیں۔

جناب نذر حسین کیانی، میں بجٹ پر تقریر تو کروں گا میں بشریٰ رحمٰن صاحبہ کی بات کروں گا۔(نعرہ ہائے تحسین)۔ میں ان کی شیریں بیانیوں پر ان کو خراج تحسین پیش کرنا چاہتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! میرے لیے کیا حکم ہے؟

جناب سپیکر، جی چودھری صاحب۔

جناب نذرحسین کیانی، جناب والا! کل آپ نے فرمایا تھا کہ بیٹھیں تو میں بیٹھ گیا۔ پھر آپ نے فرمایا تھا کہ کل اس کو زیر بحث لائیں گے۔ لیکن آج جناب نے میری یاد دہانی کے باوجود مجھے موقع نہیں دیا۔ میں گستاخانہ لہجہ کبھی اختیار نہیں کرتا اور نہ ہی آپ کے حکم کے بغیر بولتا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ ارشاد فرمائیے۔

جناب نذرحسین کیانی، تو جناب میں نے کل عرض کیا تھا کہ ہمارے وزیر خزانہ نے کل اس ہاؤس میں ہمارے سامنے ایک غلط بیانی کی ہے اور اس غلط بیانی کا ہمارے پاس تحریری ثبوت ہے۔ اور اس غلط بیانی کی وجہ سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے بلکہ سارے ہاؤس کا استحقاق مجروح ہوا ہے اس لیے میری تحریک استحقاق کو زیر بحث لانے کے بعد استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ تا کہ آئندہ وزیر صاحب ہم سے یہ کھیل نہ کھیلیں۔

جناب سپیکر، تو یہ آپ تحریک استحقاق کو تحریک دینا چاہتے ہیں یا پوائنٹ آف آرڈر پہ کھڑے ہیں۔

جناب نذرحسین کیانی، جناب والا! میں تحریک استحقاق کو move کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، تحریک استحقاق کو move کرنا چاہتے ہیں؟

جناب نذرحسین کیانی، جی ہاں یہ میں نے آپ کو لکھ کر بھی دی ہے۔

جناب سپیکر، تو یہ تو پھر اپنی باری پہ آئے گی۔ یہ آپ سیکرٹریٹ کو دے دیں۔

جناب نذرحسین کیانی، سر! کل آپ نے وعدہ کیا تھا اور میں نے رولز 54 کے تحت زبانی پیش کی تھی۔ میں اسے اس وقت پیش کر سکتا تھا لیکن جناب نے فرمایا کہ کل اس پر بحث کریں گے اس لیے میں نے آج آپ کو لکھ کر بھی دے دی۔ "ویسے جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے"۔ اگر آپ کل کے لیے ملتوی کریں تو میں پھر بھی حاضر ہوں۔

جناب سپیکر، اس پر میں نے آپ سے کوئی وعدہ نہیں کیا کہ آپ کی تحریک استحقاق کو میں بغیر باری کے لوں گا۔

جناب نذرحسین کیانی، جناب والا! شاید میں غلطی سے سمجھ گیا۔ میں آپ کو یاد دلانا چاہوں گا کہ آپ نے میرے اٹھنے پر فرمایا تھا کہ آپ ایک دفعہ بیٹھ جائیں ایک منٹ کے بعد بات کریں گے۔ ایک منٹ کے بعد جب آپ نے میری بات نہ سننا چاہی تو میں آپ کو یاد دلانے کے لیے عرض کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، میں نے یقیناً آپ سے کہا ہو گا کہ میں آپ کی بات سنوں گا اور کل بات کر لیں گے۔

جناب نذرحسین کیانی، یہی بات کی ہو گی۔ میں اختلاف نہیں کرتا۔

جناب سپیکر، میں نے تحریک استحقاق کے بارے میں آپ سے کوئی بات نہیں کی۔

جناب نذرحسین کیانی، جناب والا! میں یہی بات کر رہا تھا جس پر آپ نے مجھے بٹھایا اور آج میں اس کو پھر move کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر، تو میں آپ کی بات کو سن رہا ہوں۔

جناب نذرحسین کیانی، جی! میں عرض کر رہا ہوں کہ میری یہ تحریک استحقاق لے لیجئے۔

جناب سپیکر، آپ فرما رہے ہیں اور میں سن رہا ہوں۔ اگر آپ اسے تحریک استحقاق کی شکل میں دینا چاہتے ہیں تو میں اسے سیکرٹریٹ کو دیتا ہوں۔ یہ اسے چھاپ کر اس میں شامل کر دیں گے۔

جناب نذرحسین کیانی، جیسے آپ کا حکم، ٹھیک ہے جی۔

جناب سپیکر، آپ اگر پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہیں تو میں اس پر بھی سننے کے لیے تیار ہوں۔

جناب نذرحسین کیانی، نہیں میں تحریک استحقاق پر ہی بات کرنا چاہوں گا۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، پوائنٹ آف آرڈر سر۔

جناب سپیکر، میں مولانا صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر سنوں گا کیونکہ انہوں نے بہت عرصے کے بعد بات کرنا چاہی ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! میں آپ کی توجہ ایک نہایت ہی اہم مسئلے کی طرف دلانا چاہتا ہوں۔ آج کے اخبار میں ہمارے معزز ممبر جناب سلمان تاثیر صاحب کا بیان اور دیگر افراد کے بیانات شائع ہوئے ہیں کہ سندھ سے مہاجر لٹ پٹ کر آ رہے ہیں یہ غلط ہے اور یہ سازش مرکزی حکومت اور سندھ حکومت کو بد نام کرنے کی ہے۔ میں جناب والا! رحیم یار خان کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا

۔ن میں جناب کی وساطت سے حزب مخالف کے ممبران سے گزارش کروں گا کہ وہ چنیوٹ تشریف لے آئیں۔ اس وقت چنیوٹ میں 74 خاندان لٹ پٹ کر آ چکے ہیں جن کے تقریباً ساڑھے تین سو افراد ہیں اور ہم نے گورنمنٹ اصلاح ہائی سکول میں جگہ لے کر کیمپ لگایا ہے اور وہاں پر ان کو جگہ دی ہے۔ ان کے پاس کوئی برتن نہیں' کوئی چیز نہیں۔ وہ وہاں پر اپنی لاکھوں روپے کی جائیدادیں لٹا کر یہاں آئے ہیں۔ اس میں جناب والا! پیپلز پارٹی کے کارکن اور جیالے ہیں ذرا آ کر ان کی زبان اور اپنے کانوں سے سنیں کہ ان پر کیا کیا مظالم ہوئے اور یہ حالات کس طرح پیش آئے۔

جناب سپیکر، کیا یہ مسئلہ آپ پوائنٹ آف آرڈر کی شکل میں پیش فرما رہے ہیں؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، سر! جیسے بھی آپ سمجھیں' یہ مسئلہ نہایت اہم ہے۔ ان کے بیانات اخبارات میں بالکل غلط تھے جس سے میرا نہیں بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ دوسری بات یہ کہ ان مظلوموں کے زخموں پہ نمک پاشی کی گئی ہے۔

جناب سپیکر، مولانا صاحب! یہ آپ کی تحریک استحقاق ہے یا پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

مولانا منظور احمد چنیوٹی، میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ہمارا استحقاق بھی مجروح ہوا ہے اور یہ مسئلہ اتنا اہم ہے کہ تحریک التواء کے طور پر بھی اس مسئلے کو باری کے بغیر لینا چاہیے۔ تقریباً تین سو افراد اجڑ کر آئے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ نے اس بارے میں تحریک التواء پیش کی ہے

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! میں تو التواء سے زیادہ اسے استحقاق سمجھتا ہوں۔ جو بیانات دیے گئے ہیں ان سے نہ صرف یہ کہ زخموں پر نمک پاشی ہوئی ہے۔ بلکہ غلط بیانی کی وجہ سے ہم سب کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ یہ واقعات ہیں کہ وہ لٹ پٹ کر آئے ہیں۔

جناب سپیکر، آپ اس مسئلے کو باضابطہ شکل میں اس ایوان میں پیش کیجیے۔ آپ کی اس پر تحریک التوائے کار بھی آ سکتی ہے اور آپ چاہیں تو بجٹ تقریر میں بھی اگر یہ بات کہیں فٹ بیٹھتی ہو تو اس پر بات کر سکتے ہیں۔ لیکن کسی باضابطہ انداز میں پیش کریں۔ مجھے افسوس ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! اس سال یہ دو بجٹ پیش کیے گئے ہیں۔ سالانہ

بجٹ اور ضمنی بجٹ میں جناب والا! کو لیگل پوزیشن بتاتا ہوں کہ بجٹ پیش کرنے کا نہ صرف طریق کار غلط ہے بلکہ یہ پیش نہیں ہو سکتے۔ میں آرٹیکل 120 جناب کے گوش گزار کرتا ہوں۔ اس پر بحث ہی غلط ہے۔ اس کے لیے ہمیں دو دن چاہییں تھے۔ میں آپ کو لیگل پوزیشن بتاتا ہوں۔ لا منسٹر جواب دیں۔ یا آپ فیصلہ فرمائیں۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب! آپ کے اس پوائنٹ آف آرڈر سے پہلے کہ آپ اس پر زحمت فرمائیں میں چاہتا ہوں کہ میں لیڈر آف دی اپوزیشن کو دعوت دوں کہ وہ بجٹ پر بحث کا آغاز کریں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب! اس پر بحث کا آغاز ہو ہی نہیں سکتا۔ قانونی نکتہ ہے۔ آپ اس پر فیصلہ فرمائیں۔ چار چھوٹی چھوٹی provisions ہیں۔ بالکل چار لفظوں میں ان کو اور مختصر کر کے صرف متعلقہ لائنیں میں جناب کو بتا دیتا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ ایسا کیجیے کہ جہاں ضمنی بجٹ پر اور بہت سی باتیں ہو چکی ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، نہیں جناب۔ میں سالانہ بجٹ کی بات کر رہا ہوں کہ سالانہ بجٹ پر ہمیں دو clear days ملنے چاہییں تھے۔ یہ ہے نمبر ایک بات نمبر دو بات یہ ہے کہ سالانہ بجٹ کو ضمنی کے ساتھ پیش نہیں کیا جا سکتا تھا۔ وہ کیسے؟ میں آپ کے گوش گزار کر دیتا ہوں۔ اگر جناب کو اپیل کرے۔

جناب سپیکر، آپ اس بارے میں بہت سنجیدہ ہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر، بالکل جناب۔

جناب سپیکر، ارشاد فرمائیے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! آرٹیکل 120 ہے،

120(1) "The Provincial Government shall, in respect of every financial year, cause to be laid before the Provincial Assembly a statement of the estimated receipts and expenditure of the Provincial Government for that year, in this Chapter referred to as the Annual Budget Statement".

estimated receipts and estimated expenses

یہ جناب! انہوں نے پیش کرنا ہے۔ آگے میں اتنا ہی پڑھوں گا تا کہ جناب کا وقت ضائع نہ ہو۔ اس میں آگے ہے کہ کون سی اماؤنٹ کدھر جائے گی اور کون سی کدھر۔ وہ اس وقت غیر متعلقہ ہے۔ اس کے ساتھ میں آرٹیکل 124 کی طرف جناب کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ کیا کہتا ہے؟ اور یہ دو separate articles ہیں۔ اگر یہ ایک ہی چیز ہوتی ہے تو پھر دوسرا آرٹیکل دینے کی ضرورت نہ تھی۔ آئین میں یا آئین سازی میں جب یہ کیا جاتا ہے تو اس میں کوئی چیز redundant یا بے کار نہیں ہوتی۔ اور جو چیز بھی separate دی جائے۔ اس کا مطلب ہوتا ہے کہ وہ separately deal کرے گی۔ یہ interpretation ہے۔

124. If in respect of any financial year it is found-

(a) that the amount authorized to be expended for a particular service for the current financial year is insufficient, or that aneed has arisen for expenditure upon some new service not included in the Annual Budget Statement for that year, or

جناب والا! اس کے بارے میں پھر آئے گا سپلیمنٹری بجٹ' جو رقم آپ خرچ کر چکے ہیں۔ جو اخراجات آپ کر چکے ہیں۔ اور اس ایوان کی تاریخ میں 1921ء سے لے کر' سوائے پچھلے سال' آج تک سالانہ او ضمنی بجٹ اکٹھے نہیں پیش کیے گئے۔ آج تک۔ جناب والا! آپ پورا ریکارڈ نکلوا لیں اور پوری تسلی کر لیں۔ اور اس سے ہمارا حق infringe ہوتا ہے۔ میں جناب کو عرض کرتا ہوں کہ کیا ght infringe ہوتا ہے۔ اب قاعدہ 111:

111. The Speaker shall allot days for different stages of the Budgetreferred to in rule 110 in accordance with the requirements of the Constitution.

Provided that at least two days shall elapse betweenthe day the Budget is presented and the first day allotted by the Speaker for the general discussion of the Budget.

اب رول 118 آ جاتا ہے۔

118. "The procedure for dealing with Supplementary Budget shall, as far as possible, be the same as prescribed for the Budget except that if on a demand for supplementary grant, funds tomeet the proposed expenditure on a new service are available by re-appropriation a demand for the grant of a token sum may be submitted to the vote of the Assembly and if the Assembly assents to the demand, funds may be made available:

Provided that not more than two days shall be allotted for general discussion of the Supplementary Budget"

جناب والا! اس میں متعلقہ یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو' وہی طریق کار اختیار ہو گا۔ Rule 118 is not redundant. اس کا اپنا مطلب ہے اور ساری چیز 118 پر base کرتی ہے اور یہیں سے سارا معاملہ چلتا ہے۔ 118 کہتا ہے کہ سپلیمنٹری بجٹ کو آپ نے اسی طرح deal کرنا ہے جس طرح سالانہ بجٹ کو کرنا ہے۔ جناب والا! اگر ہم نے اس کو اسی طرح deal کرنا ہے تو پھر یہ consolidate کیسے ہو سکتے ہیں؟ اور بالخصوص وہ رقوم کہ ہم ایک اندازہ قائم کر رہے ہیں کہ ہمیں یہ آمدنی ہو گی اور اس کو ہم اس طرح خرچ کریں گے۔ (مداخلت) جناب پوائنٹ آف آرڈر پہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔

جناب سپیکر: ٹھیک کہہ رہے ہیں۔ وہ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کر رہے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: ایک یہ ہے کہ ایک رقم ہے جو ہمیں black & white پتا ہے کہ ہم نے وہ خرچ کر لی ہے۔ ہم وہ in excess خرچ کر چکے ہیں۔ یہ کلی طور پر دو مختلف چیزیں ہیں۔ جب ہم نے طریق کار وہی اختیار کرنا ہے تو پھر کیا ہو گا؟ سپلیمنٹری بجٹ اگر پہلے پیش ہوتا تو اس پر ہمیں دو clear days ملیں گے۔ days mean clear days بحث کے لیے اسمبلی کی یہی پریکٹس ہے۔

جناب سپیکر: تو اس میں ایک تو آپ کا نکتہ اعتراض یہ ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، کہ 118 کو interpret کیا جائے۔

جناب سپیکر، 118 کو interpret کیا جائے۔

چودھری محمد وصی ظفر، رول کو

With reference to rule 111 and Articles 120 & 124 of the Constitution.

جناب سپیکر، بات سن لیں کہ میں کیا سمجھا ہوں۔ شاہ صاحب! تشریف رکھیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، وہاں (قومی اسمبلی میں) تو ضمنی بجٹ ہے ہی نہیں۔ وہاں ضمنی ہوا ہی نہیں۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ ڈار صاحب! تشریف رکھیں۔ (قطع کلامیاں)

نواب زادہ صاحب! no cross talk please۔ تشریف رکھیں۔

خواجہ محمد یوسف، جناب والا! Communications Committee کا آج تک کوئی اجلاس نہیں ہوا۔ میں اس کمیٹی سے مستعفی ہوتا ہوں۔

جناب سپیکر، خواجہ صاحب! تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز۔ چودھری صاحب! اس میں آپ کا ایک اعتراض یہ ہے کہ سالانہ بجٹ اور ضمنی بجٹ اکٹھے پیش نہیں ہو سکتے۔ نمبر دو آپ کا اعتراض یہ ہے کہ بجٹ کی تیاری کے لیے بجٹ سے پہلے دو clear days ہونے چاہییں تھے۔ یہ دو باتیں ہوگئیں۔ ان کے علاوہ اور کوئی بات؟

چودھری محمد وصی ظفر، بجٹ سے پہلے ہمیں دو دن نہیں دیے گئے۔ دوسری بات یہ ہے کہ یہ اکٹھے پیش ہو ہی نہیں سکتے۔

جناب سپیکر، بات ہو گئی؟ اور کوئی بات؟

چودھری محمد وصی ظفر، یہی بات ہے۔

جناب سپیکر، تشریف رکھیں۔

سید افتخار الحسن شاہ، وہاں (قومی اسمبلی میں) اکٹھے پیش ہوئے ہیں۔

جناب سپیکر، میاں منظور احمد موہل صاحب personal explanation پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ (قطع

کلامیاں)

میاں منظور احمد موہل: اب مجھے اجازت دے دی گئی ہے۔ یہ طریقہ ہی غلط ہے۔ مجھے اجازت مل چکی ہے۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ میں نے موہل صاحب کو فلور دیا ہے۔ میں نے انہیں personal explanation پر بات کرنے کی اجازت دی ہے۔ نواب زادہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! جس روز کسی مسئلے پر یا کسی شخص پر بحث نہ ہو رہی ہو۔ اس پر تو پوائنٹ آف آرڈر بھی نہیں اٹھایا جا سکتا۔ آج ہم نے میاں منظور موہل کی طرف دیکھا بھی نہیں' نام لینا تو بعد کی بات ہے۔ ان کا ذکر کہاں ہے جو انہوں نے personal explanation دینی ہے۔

جناب سپیکر: آپ سنیے تو سہی وہ کیا کہتے ہیں۔ میاں صاحب آپ ارشاد فرمائیے۔ Point of personal explanation پر آپ بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ اس ماہ کی 12 تاریخ کو جناب سلمان تاثیر صاحب نے تقریر کی تھی اور ان کی رپورٹنگ کہ اخبار میں 13 تاریخ کو آئی تھی 13 تاریخ سے یہاں سلمان تاثیر صاحب نہیں آ رہے ہیں۔ آج آئے ہوئے ہیں۔ اس لیے میں ان کی موجودگی میں اپنی ذاتی وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! بات یہ ہے اور "جنگ" اخبار کے حوالے سے انہوں نے فرمایا ہے کہ فارورڈ بلاک کے رکن نے بھی وزیر اعلیٰ کے خصوصی فنڈ سے روپیہ لیا ہے۔ تو میں اس کو چیلنج کرتا ہوں جناب والا! نہ میں نے اور نہ میرے کسی اور دوست نے قطعاً کوئی روپیہ نہیں لیا ہے۔ اخبار "جنگ" میں یہ اسی طرح آنا چاہیے۔ کیونکہ میں جمعہ کو حلقہ میں گیا تھا۔ تو مجھ سے لوگ پوچھتے تھے کہ آپ نے کتنا روپیہ لیا ہے۔ کیونکہ اخبار "جنگ" میں یہ خبر آئی ہے میں اس بات کو چیلنج اس ایوان میں کرتا ہوں کہ میں نے قطعاً کوئی پیسہ نہیں لیا۔ اگر لیا ہے تو سلمان تاثیر صاحب خاص طور پر اس کا نام لیں تاکہ پتا چلے کہ کس نے یہ پیسے لیے ہیں تو میری یہ جناب والا! personal explanation ہے جو میں کرنا چاہتا تھا۔(شور)

جناب سپیکر: یہ چیمہ صاحب کے بارے میں بات نہیں ہوئی ڈار صاحب کے بارہ میں بات نہیں ہوئی۔

آپ اپنی سیٹوں میں تشریف رکھیں۔ آرڈر پلیز آرڈر پلیز رانا صاحب cross talk نہیں ہونی چاہیے۔ سلمان تاثیر صاحب آپ کیا بات کرنا چاہتے ہیں؟

جناب سلمان تاثیر، جناب سپیکر! ابھی جو موہل صاحب نے بات کی ہے۔ یہ اپنا ہی ذکر کریں۔ ان کو کوئی علم نہیں کہ فارورڈ بلاک والے کیا کرتے ہیں اور کیا نہیں کرتے اور نہ ہی ان کو کوئی بتاتا ہے کہ کون پیسہ لے رہا ہے اور کون نہیں لے رہا ہے۔ میرے پاس پوری تفصیل ہے۔ اس اسمبلی میں بھی سوال آئے گا اور اس کا جواب بھی آئے گا۔ تفصیل شائع ہوگی۔ اور اس میں سب پردہ نشینوں کے نام آجائیں گے۔

میاں منظور احمد موہل، یہ نام بتائیں اس میں confusion پیدا ہوتی ہے۔

میزانیہ بابت 91-1990 پر عام بحث

جناب سپیکر، میاں صاحب! آپ نے personal explanation پر بات کر لی۔ اور اپنی اپنی پوزیشن کلیئر کر لی۔ میں رانا شوکت محمود صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس پر اظہار خیال کریں۔ نواب زادہ صاحب آپ تشریف رکھیں۔ آپ بھی تشریف رکھیں ملک صاحب آپ بھی تشریف رکھیں۔ براہ کرم آپ تشریف رکھیں۔ میں رانا صاحب کو فلور دے چکا ہوں۔

رانا شوکت محمود (قائد حزب اختلاف)، جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے---

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! میرے پوائنٹ آف آرڈر پر آپ نے فیصلہ دینا ہے۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب میں اس کا فیصلہ دوں گا اور آج ہی دوں گا۔

رانا شوکت محمود، جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کے لیے وقت دیا ہے گزارش یہ ہے کہ بجٹ اور پھر سالانہ بجٹ ایک انتہائی دستاویز ہوتی ہے اور بجٹ سیشن بھی اسی حوالے سے ایک اہم سیشن ہوتا ہے۔ جناب والا! بجٹ کے دن اس اہم دستاویز پر جب بحث شروع ہو رہی ہے۔ پہلی بات تو یہ کہ وہ لوگ اور وہ پارٹی وہ حکومت جس نے یہ بجٹ پیش کیا ہے۔ وہ اس کے بارے میں بالکل سنجیدہ نہیں۔ یہ پچھلی دفعہ بھی بات کی تھی آج پھر بات ہو رہی ہے کہ ایک سال گزر گیا ہے اس وقت بھی وزیر اعلیٰ ایوان میں موجود نہیں تھے اور نہ ہی کابینہ کے بیشتر اراکین موجود تھے آج بھی وہی صورت حال ہے۔ جناب والا یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے بجٹ جو

پورے سال کی کارگزاری کے لیے ایک لائحہ عمل اور ایک رہ نما دستاویز ہے اس کو اس قدر غیر سنجیدگی سے لیا جائے۔ یہ اس بات کا بین ثبوت ہے کہ یہ حکومت اس صوبے کے عوام کی تکالیف دور کرنے میں غیر سنجیدہ ہے اور بلکہ دکھ تو یہ لگتا ہے کہ جب یہ حکومت اس قدر غیر سنجیدہ ہے تو پھر ہم یہ باتیں اس ایوان میں کیوں کریں جناب نے ہمیشہ ایوان کے وقار کی بات کی ہے۔ آپ نے ہمیشہ اس ایوان کے وقار کے اونچا کرنے کی بات کی ہے۔ اس ایوان کی میں سمجھتا ہوں سب سے زیادہ ہتک تو اس بات کی ہے کہ اس کی اہم ترین کارروائی میں حصہ نہ لیا جائے۔ اس سے زیادہ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ایوان کے وقار کو کم کرنے والی بات نہیں ہوسکتی۔ جناب والا! اس غیر سنجیدہ حکومت نے یقینی طور پر ایک غیر سنجیدہ بجٹ پیش کرنا تھا اور اس بجٹ کے بارے میں سب سے پہلے ایڈیٹر جنرل کی رپورٹ جو یہاں اس اجلاس کے ابتدا میں پڑھی گئی وہی بین ثبوت ہے۔ اس حکومت کی بے ضابطگیاں' دھاندلیاں' لا قانونی حرکات اور لاقانونیت کے واقعات اس قدر کہ ایڈیٹر جنرل کو بھی تحریری کہنا پڑا اس حکومت کے سرکاری محکمے کے حسابات کا جائزہ لیا تو اس کو یہ کہنا پڑا اس حکومت نے دھاندلیاں بھی کیں ہیں زیادتیاں بھی کیں ہیں۔ غبن بھی کیے ہیں۔ چوریاں بھی کیں ہیں اور اس حکومت کے حسابات صحیح حالت میں نہیں۔ بلکہ بد دیانتی پر مبنی ہیں۔ یہ اس کے عین الفاظ ہیں جو میں دہرا رہا ہوں۔ یہ بات وہ پہلے ہی اس اسمبلی کے ریکارڈ کا حصہ بن چکی ہے۔ کس قدر زیادتی ہے ایک تو اس قسم کے سنگین زیادتیاں مالی معاملات میں ہوں اور پھر اس کو اس قدر غیر سنجیدگی سے لیا جائے۔ تو جناب والا! پھر اس صوبے کے عوام کا خدا حافظ پھر بات یہیں ختم نہیں ہوتی۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ ضمنی بجٹ اور سالانہ بجٹ اکٹھے پیش نہیں کیے جا سکتے۔ اور جو دلائل میرے بھائی وصی ظفر نے دیے ہیں اس کو میں بھی adopt کرتا ہوں اور احتجاج کرتا ہوں کہ ضمنی بجٹ اور سالانہ بجٹ اکٹھے پیش نہیں ہو سکتے۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے کہ ضمنی بجٹ بجٹ ہی نہیں ضمنی بجٹ بذات خود ایک دھاندلی کا سب سے بڑا ثبوت ہے ضمنی بجٹ ایک مالی بے ضابطگیوں کا سب سے بڑا ثبوت ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اتنا بڑا ضمنی بجٹ پیش کرنے پر اس حکومت کو impeach کرنا چاہیے۔ جناب والا! ضمنی بجٹ کا کیا مطلب ہوتا ہے۔ آخر یہ بجٹ کیا چیز ہے۔ یہ بجٹ کیوں پیش کیا جاتا ہے۔ بجٹ کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جناب والا! بجٹ کی بہت سی تعریفیں کی جا سکتیں ہیں۔ یہ ایک اہم دستاویز ہے۔ میں صرف ایک تک اپنے کو محدود رکھوں گا کہ بجٹ افسر شاہی سے ایوان کی جمہوری اداروں پر

بالا دستی کا سب سے بڑا ذریعہ اور راستہ ہے۔ بجٹ ہی کے ذریعے آپ جمہوری اداروں کو استحکام دے سکتے ہیں اور ان کو وقار دے سکتے ہیں اور بجٹ کے ذریعے جمہوری اداروں کو استحکام دے سکتے ہیں اور ان کو وقار دے سکتے ہیں۔ اور بجٹ کی ذریعے جمہوری اداروں پر افسر شاہی اور ایڈمنسٹریشن کی بالا دستی قائم کر سکتے ہیں۔ اگر ہم بجٹ کو اس قدر غیر سنجیدگی سے لیتے ہیں تو پھر ان جمہوری اداروں کو administrative authority پر subservient کرتے ہیں۔ جو بھی ایڈمنسٹریشن ہے اس کے subservient کرتے ہیں ضمنی بجٹ سب سے بڑا ثبوت ہے کہ یہ حکومت جمہوری نظام کے تحت نہیں۔ اس اسمبلی کے نظام کے تحت نہیں اس کی sovereignity کے تحت نہیں۔ اس میں بالادستی ہے جمہوری اداروں کو بلکہ یہ حکومت انتظامی اداروں کے تحت چلائی جا رہی ہے۔ اور انتظامی اداروں کو بالا دستی ہے۔ جناب یہاں پر سیکرٹریوں کو بالا دستی ہے۔ اس ایوان پر ان وزراء پر۔ ممبران اسمبلی پر۔ انفرادی اور اجتماعی طور پر۔ میں جناب یہ ثبوت کے طور پر پیش کروں گا کہ یہاں بالادستی سیکرٹریوں کو کمشنروں کو ڈی آئی جی' آئی جی کو۔ جناب اس لیے اس ضمنی بجٹ کو کسی صورت میں قبول نہیں کیا جا سکتا۔ اور یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ کہیں سیلاب آ گیا جو غیر متوقع طور پر آ گیا یا ایک حادثہ ہو گیا۔ جس پر خرچ کرنا پڑا اور اسمبلی سیشن میں نہیں تھی تو پھر ہم نے یہ ضمنی خرچ کیا۔ اور اس کو اسمبلی سے پاس کرانے کے لیے یہ ضمنی بجٹ ہم پیش کر رہے ہیں۔

رانا شوکت محمود (قائد حزب اختلاف)، لیکن جناب اس ضمنی بجٹ میں تو چھوٹی چھوٹی رقومات موجود ہیں بلکہ یہ چھوٹی چھوٹی رقومات تو بجٹ کا حصہ ہیں۔ یہ ساری رقومات جو ضمنی بجٹ میں پیش ہوئیں اور پاس ہوئیں یہ ساری کی ساری غیر قانونی اور غیر آئینی ہیں اور یہ اس اسمبلی کی بالا دستی اور sovereignity کے اصولوں پر سب سے بڑی زد ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ بلا تخصیص اس بات پر کہ آپ حکومت کی پارٹی ہیں یا حزب اختلاف ہیں اسمبلی کے وقار اور اسمبلی کی اس بالاستی کے لیے اور روایات کے لیے ہمیں احتجاج کرنا چاہیے کہ اس قسم کے بجٹ پیش نہ کیے جائیں جس سے اسمبلی کی عزت میں کمی آئی ہو۔ جناب والا! میں یہ سمجھتے ہوئے کہ اس اسمبلی کے ممبران اس بات سے ہٹ کر کہ ہم مختلف جماعتوں سے اور ہم مختلف نظریات رکھتے ہیں لیکن جناب والا! ہماری سب سے بڑی royalty اور وفاداری اس اسمبلی کے ساتھ بھی ہے۔ ہمیں اس اسمبلی میں آئندہ روایات بھی چھوڑنی ہیں ہمیں

اسمبلی کی جو روایات ملی ہیں ان میں اضافہ کرنا ہے ان میں بہتری کی صورت پیدا کرنی ہے۔ اگر کہیں غلطیاں ہیں تو ان کو دور کر کے ایک ایسا ماحول اور ایک ایسی روایات کا موقع چھوڑنا ہے کہ آئندہ جو بھی اسمبلیاں آئیں وہ ان پر فخر محسوس کریں۔ اور یہ نہ محسوس کریں کہ ہماری اس پیش رو اسمبلی نے یہ جو بے ضابطگیاں کیں اور یہ لاقانونیت جناب اس کے ساتھ ساتھ جب میں یہ گزارشات کر رہا ہوں تو ایک بات بھی کرتا چلوں جو اس اسمبلی کی ممبران کے لیے اور اس بات سے ہٹ کر ہے کہ ہم کس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں ہم بنیادی طور پر اس اسمبلی کے ممبر ہیں ہمارا ایک اجتماعی کردار بھی ہے۔ ہماری ایک اجتماعی ذمہ داری بھی ہے۔ ہمارا ایک اجتماعی رول بھی ہے۔ ہم اس رول کو بالکل بھول گئے ہوئے ہیں کہ جو ہمارا اجتماعی رول ہے عوام کی طرف ہے۔ صوبے کی طرف ہے۔ آئندہ آنے والی نسلوں کی طرف ہے اور ان لوگوں کی طرف ہے جو اب بھی باہر بیٹھے ہیں دیکھ رہے ہیں کہ ہمارا کردار اسمبلی کے اندر کیا ہے؛ جناب والا! بجٹ کی sanctity ہوتی ہے اور یہ ساری دنیا میں جمہوری اداروں میں اور غیر جمہوری حکومتوں میں یہ مسلمہ ہے کہ بجٹ کی بہت secrecy ہوتی ہے۔ بجٹ ایک بہت secret documents ہے اور اس کی secrecy جہاں بھی infringe ہوئی۔ جہاں بھی violate ہوئی وہاں حکومتیں احتجاجاً چلی جاتی ہیں کہ وہ اپنی ذمہ داری ادا کرنے میں ناکام ہوئیں۔ جناب یہاں ایک اخبار نے لکھا اور اس دعویٰ سے لکھا کہ جو بھی یہ بجٹ پیش ہوا میں اس کے بارے میں فلاں فلاں باتیں پہلے سے کر چکا تھا۔ جناب کس قدر افسوس کی بات ہے ہم ممبران اسمبلی کو یہ باتیں بڑے دکھ کے ساتھ دیکھنی چاہیے تھی کہ جو باتیں اخبارات میں آچکی ہیں جو بجٹ کے حصے اخبارات میں پیش ہو چکے ہیں ان پر ہم آخر کس طرح بحث کریں۔ کیا یہ ہم سب کی عزت اور وقار کے منافی نہیں اگر ہم اسمبلی کے ممبران اس بات کو قبول کر لیں اور اس بات پر کوئی اعتراض نہ کرے تو جناب کیا ہم سب مل کر اسمبلی کے ممبرن اس بات کو قبول کر لیں اور اس بات پر کوئی اعتراض نہ کرے تو جناب کی ہم سب مل کر اسمبلی کے وقار اور عزت کو خاک میں نہیں ملا رہے؛ کون سی روایات ہم قائم کر رہے ہیں؛ یہاں اور کچھ نہیں تو جو لوگ بھی ذمہ دار تھے ان کو تو جانا چاہیے تھا کم از کم یہ انکوائری تو ہونی چاہیے تھی کہ یہ leakage کیسے ہوئی ہے۔ جناب یہ بات تو یہاں پوچھی جانی چاہیے تھی کہ اخبار نے یہ بات کیوں لکھی ہے ؟ اور اخبار نے جب لکھی تو کیا اس نے ساری اسمبلی کے استحقاق کو مجروح نہیں کیا ہے؟ جناب یہاں نہ تو کوئی seriousness ہے اور نہ یہاں اس بات پر کوئی غور ہو رہا ہے کہ

اس ایوان کا وقار کیا ہے۔ اس کی ذمہ داری کیا ہے اور اس ایوان کا رول کیا ہے؟ ہمارا رول کیا ہے ممبران کا رول کیا ہے؟ ممبران کا مطلب اور مقصد کیا ہے؟ اس اسمبلی کا مطلب اور مقصد کیا ہے؟ یہ دکھ اور تکلیف کی بات ہے۔ یہ سارے کے سارے میں documented عرض کر رہا ہوں کہ جو باتیں ہوئیں وہ documented ہیں۔ لیکن یہاں جو بھی document پیش ہوا جو ایک تقریر کی صورت میں جناب وزیر خزانہ نے پیش کیا۔ لیکن پیشتر اس کے کہ میں اس بات کا ذکر کروں اور آئندہ ایک نکتہ لوں جو اس کے ساتھ منسلک ہے کہ ابھی ابھی میرے ایک فاضل رکن اسمبلی میرے نوٹس میں ایک بات لائے کہ اس بجٹ میں اردو کے version میں اور انگریزی کے version میں فرق ہے مثلاً میرے پاس وہ تعمیر وطن پروگرام کے دو پرت لائے ایک میں انگلش کا version تھا اور دوسرا اردو میں تحریر تھا۔ انہوں نے مختلف ڈویژنوں کے لیے سڑکوں کی تعمیر کے لیے جو پیسہ دیا ہوا ہے وہ نگرز نکالیں جو ساری نگرز علیحدہ تھیں۔ پھر انہوں نے مجھے ایک اور portion کی نشان دہی کی۔ اس میں صفحات کی نمبرنگ غلط ہے۔ مثلاً 70 کے بعد 75 اور 75 کے بعد 95 اور پھر 95 یا 77 جو نمبر ورقوں پر لگے ہوئے ہیں وہ کئی کئی دفعہ دہرائے گئے ہیں۔ جناب جناں جس دستاویز کا یہ عالم ہے کہ اس میں نہ صرف اخلاقی غلطیاں ہیں اس میں کردار کی غلطیاں ہیں۔ اس میں جناب والا پرنٹنگ کی غلطیاں ہیں۔ اس میں صفحات کی غلطیاں ہیں۔ اس پر بحث کرنا میں سمجھتا ہوں اس اسمبلی کا وقت ضائع کرنا ہے۔ اس کی بنیاد ہی غلط ہے۔ تو پھر آخر ہم کیوں کروڑوں اور لاکھوں روپیہ عوام کا ضائع کر رہے ہیں۔ ایسی دستاویز پر جو اخباروں میں چھپتی ہیں۔ ایسی دستاویز پر جن کا مطلب ہی کوئی نہیں ہے۔ ایسی دستاویز پر جن کی تیاری پر اتنا بھی وقت اور توجہ نہیں دی گئی کہ اس کی تصحیح بھی کرلیں۔ غلطیاں ہی دور کر لیں۔ جناب اگر اتنی بڑی glaring صاف اور ظاہر غلطیوں کے بعد اور کمزوریوں اور کوتاہیوں کے بعد بھی ہم اس بجٹ پر بحث کرتے ہیں اور بحث کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو پھر ہم یقینی طور پر اپنے فرائض کی طرف پوری طرح توجہ نہیں دے رہے۔ جب میں اس میزانیے کی تقریر جو پیش ہوئی اسے دیکھتا ہوں تو اس میں بھی بے شمار غلطیاں ہیں اور ان غلطیوں کی طرف بھی میں اس ایوان کی نشان دہی کرنا چاہتا ہوں اور حقائق واقعات اور اعداد و شمار کے لحاظ سے اس تقریر میں غلطیاں تھیں اور پھر میں اور بھی سمجھتا ہوں کہ جناب سردار دستی صاحب کے ساتھ میرے بہت پرانی مراسم ہیں اور میں ان کو بڑی دیر سے جانتا ہوں۔ ان کی عزت و قدر بھی بہت کرتا ہوں۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آئی کہ انہوں

نے اس قسم کی دستاویز کیوں پڑھی ہے جس میں غلطیاں تھیں اور کیوں یہ بجٹ پیش کر دیا جس میں اتنی بنیادی طور پر بے اصولی باتیں ہو چکی ہیں۔ دستی صاحب بہت وضع دار اور بہت اچھے انسان ہیں۔ لیکن میں نے نوٹ کیا کہ جب سے وہ لاہنسٹر صاحب کے پاس بیٹھتے ہیں وہ کئی غیر قانونی باتیں بھی کرنے لگ گئے ہیں جناب والا! اس تقریر میں پانچویں پیرا میں جو ہے وہ عرض کرتا ہوں کہ وفاقی حکومت نے ترقی پذیر پنجاب کے خسارے کی مد میں امداد اور مرکزی محصولات میں سے ہمارے حصے کی رقم کو مجموعی طور پر مالی سال 89-1988ء کی سطح پر منجمد کر دیا ہے۔ جناب اس پر پھر میری دو گزارشات ہیں۔ بجٹ جو ہے چونکہ یہ حکومت اور پارلیمنٹ یا اسمبلی کے درمیان ایسا document ہے جو اسمبلی کی حکومت پر بالادستی قائم کرتا ہے۔ اس کو تو بہت عام فہم اور آسان زبان میں ہونا چاہیے تھا لیکن میں نے دیکھا ہے کہ بتدریج سال بسال یہ کوشش ہو رہی ہے کہ بجٹ کو مشکل سے مشکل بنایا جائے اور بجٹ کو ایسے الفاظ دیے جائیں جو کہ عام فہم نہ ہوں اور کسی کو سمجھ ہی نہ آئیں۔ حالانکہ بجٹ کو میں یہ سمجھتا ہوں کہ انہیں insist کرنا چاہیے خواہ وہ حکومت کی طرف سے ممبران ہیں یا وزراء ہیں ہمیں insist کرنا چاہیے کہ اس کو آسان ترین طریقے سے لکھا جائے لیکن اب تو جناب اس کی اردو بھی میرے خیال میں سمجھ آنے کے لیے ہمیں کسی بہت اردو دان کی خدمات حاصل کرنی پڑتی ہے۔ اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ جہاں پر اس دن یہ شوروغل ہوا اور یہ وزیر خزانہ کے حق میں بھی کیا کیونکہ اگر وہ نہایت پرسکون ایوان میں اپنی ساری تقریر پڑھتے تو یقیناً ان کی اردو کی بہت غلطیاں ہوتیں اور میں یہ سمجھتا ہوں کہ ان کے کسی نہ کسی سیکرٹری نے یا کسی نہ کسی افسر نے ان سے کسی بات کا بدلہ لیا ہے جو اتنی ساری غلط چیزیں اکٹھی کر کے ان کے سامنے پیش کر دیں اور جناب جو ان کی تقریر تھی اس میں بھی اتنے اردو کے شعر ہیں کہ یہی لگتا ہے کہ آئندہ جو بھی بجٹ پیش کیا کرے گا وہ غالب' میر یا داغ کی طرح کوئی نہ کوئی شاعر ہو گا تب ہی وہ وزیر خزانہ بن سکے گا کہ انصاف یہ گورکھ دھندہ محض حقائق کو چھپانے کے لیے ہے جس طرح یہ کہا گیا کہ ہماری وفاقی حکومت نے ترقی پذیر پنجاب کے خسارے کی مد میں جو رقم آتی تھی اس کو منجمد کر دیا اس کے بعد بھی یہ فقرہ دہرایا گیا تو وزیر خزانہ صاحب کی یہ ساری کی ساری تقریر وفاقی حکومت کے بارے میں تھی اور وفاقی حکومت کے بارے میں ایک سیاسی تقریر تھی اور یہ ایک ایسی سیاسی تقریر تھی جو کہ بجٹ کی تقریر نہیں بنتی تھی بلکہ کسی ایسے جلسے کا حصہ لگتی تھی جس سے وفاقی حکومت کو مطعون کرنا مطلوب تھا کہ سارا بوجھ وفاقی حکومت

پر دان دیا جائے۔ حالانکہ ان کے حقائق باعث شگفت ہیں جیسے میں ابھی آپ کو فگرز بتاؤں گا کہ جناب وفاقی حکومت نے جو پیسہ دیا وہ سارا ضائع کیا گیا وفاقی حکومت نے پنجاب کی ترقی کے لیے جتنی رقوم پنجاب کو دیں ان کو بہت بری طرح ضائع کیا گیا جیسا کہ میں پیرا8 کی طرف میں آپ کی توجہ مبذول کراؤں گا جیسا کہ آپ کو معلوم ہے سال رواں کے لیے اس معزز ایوان نے 26 ارب75 کروڑ66لاکھ روپے کے اخراجات کی منظوری دی تھی جبکہ صوبے کی کل آمدن کا تخمینہ24۔ ارب51 کروڑ 15 لاکھ روپے تھا اور capital account میں26 کروڑ 71 لاکھ روپے کی بچت متوقع تھی اس طرح خسارے کا تخمینہ 197 کروڑ80 لاکھ روپے تھا جناب والا! یہاں میں ایک ضروری وضاحت کرنا چاہتا ہوں حقیقت یوں ہے کہ ہم نے خسارے کی مد میں وفاقی گرانٹ کی متوقع رقم 411 کروڑ روپے بجٹ میں شامل کی تھی لیکن جیسا کہ میں پہلے ذکر کر چکا ہوں وفاقی حکومت نے یک طرفہ طور پر وفاق سے صوبوں کو انتقال و وسائل کی مجموعی مقدار کو 89-1988ء کی سطح پر منجمد کر دیا جس کے نتیجے میں خسارے کی مد میں ہماری گرانٹ بلا جواز کم کر کے332 کروڑ 97 لاکھ روپے کر دی گئی اور یوں ہمارے خسارے کا تخمینہ 197 کروڑ 80 لاکھ روپے سے بڑھ کر 275 کروڑ 83 لاکھ روپے تک جا پہنچا۔

جناب والا! اسی بجٹ میں میں متعلقہ provision بھی پڑھوں گا کہ 20 کروڑ روپے کی رقم مری میں ایک چیئر لفٹ کے لیے مختص کی گئی ہے 20 کروڑ کی خطیر رقم مری میں ایک چیئر لفٹ کے لیے ہم دیں گے 18 کروڑ روپے کی وزیراعلیٰ صاحب نے ایک جہاز کی خریداری کے لیے رکھا ہے تو آپ اندازہ لگائیں کہ 20 کروڑ اور18 کروڑ کتنا بنتا ہے۔ ایک طرف تو ذکر ہو رہا ہے کہ وفاقی حکومت نے ہماری گرانٹ کم کر دی وگرنہ ہم بڑی ترقی کر لیتے تو جناب والا! ترقی کی جو مدات ہیں اور ترقی کی جو یہ تعریفیں یہ کر رہے ہیں وہ میں اس ایوان کے سامنے پیش کرنا چاہتا ہوں کہ20 کروڑ روپے کی چیئر لفٹ مری کے لیے18 کروڑ روپے کا جہاز اڑھائی کروڑ روپیہ صوابدیدی فنڈ میں اور اڑھائی کروڑ روپیہ سے بھوربن کے ریسٹ ہاؤس میں ایک جنریٹر لگایا جائے گا تو جناب والا! آپ مجھے بتائیں کہ آپ میں سے کتنے لوگ بھوربن کے ریسٹ ہاؤس میں گئے ہیں جس کے لیے ہم اڑھائی کروڑ روپے کا جنریٹر دے رہے ہیں تو جناب یہ افسران کے کام آئے گا۔ یہ آپ پیسہ دے رہے ہیں آپ اپنے اس صوبے کے عوام کی خون پسینے کی کمائی دے رہے ہیں آپ custodian ہیں آپ جناب اس پیسے کے امین ہیں جو یہ پیسہ آپ کے ذمے لگے گا اور اس کا حساب دینا پڑے گا کہ یہ اڑھائی کروڑ روپیہ یا

20 کروڑ روپیہ یا اٹھارہ کروڑ روپیہ کہاں گیا۔ اور پھر ابھی یہ چیز ختم نہیں لاء اینڈ آرڈر کی مد میں ایڈمنسٹریشن کے لیے جو پیسہ خرچ کیا جا رہا ہے اس میں ایک ایسی گرانٹ ہے جو 44 کروڑ روپے کی ہے پولیس کے لیے ایک ایسی مد میں یہ رقم رکھی گئی ہے جس کا کوئی حساب ہی نہیں تو جناب ایک ارب روپیہ تو یہ بن جاتا ہے۔ ان چار مدات کو دیکھیں ایک ارب روپیہ تو یہاں سے نکلتا ہے۔ جناب والا! جو پیسہ ٹیکسز کی صورت میں عوام کے خون پسینے کی جو ایک ایک دمڑی کی کمائی ہے اس کو جمع کیا جاتا ہے اور اس کو پھر اس طرح ضائع کیا جائے جو شاید مغلیہ خاندان میں بھی شاید بادشاہوں نے یہ نہ کیا ہو جو یہاں پر ہو رہا ہے اور پھر یہ بات کرتے ہیں کہ جناب وفاقی حکومت نے ہماری گرانٹ کم کر دی لیکن یہ بات یہاں ہی ختم نہیں ہوتی میں ان کے ہی بجٹ کی دستاویزات پڑھ کر آپ کو بتاؤں گا کہ یہ کم بھی نہیں ہوئیں بلکہ یہ ایک طرح زیادہ ہوئیں۔ اس کے بعد اگر آپ دیکھیں کہ یہ بات یہاں ہی نہیں ختم ہوئی بلکہ یہ چل رہی ہے اپنی تقریر کے پیرا 12 میں جناب وزیر خزانہ نے یہ فرمایا ہے کہ اس پر مستزاد یہ کہ امن عامہ کی بگڑتی ہوئی صورت حال کے مد نظر پولیس کے بجٹ میں خاطر خواہ اضافہ ناگزیر تھا اس طرح اخراجات کا تخمینہ 30 ارب 92 کروڑ 53لاکھ روپے تک جا پہنچا لیکن جناب والا! پاؤں تو چادر کی وسعت کے مطابق ہی پھیلائے جا سکتے ہیں چنانچہ وسائل اور اخراجات کے درمیان بڑھتی ہوئی خلیج کو پاٹنے کے لیے ہم نے مزید غور و غوض کیا وغیرہ وغیرہ چنانچہ ہم نے جناب وزیراعلیٰ کی اجازت سے چند بڑے محکموں بشمول انہار، تعمیرات و شاہرات صحت، تعلیم وغیرہ کے آئندہ سال کے اخراجات کے مجوزہ تخمینہ جات میں دس فی صد کٹوتی کر دی ہے۔ تو جناب والا! کٹوتی انہوں نے ان محکموں کی ہے جو بہت اہم ترین محکمے ہیں جن محکموں کے بغیر آپ صوبے میں ترقی کی کوئی بات نہیں کر سکتے ان کے بغیر ترقی کی کوئی بات نہیں ہوسکتی کیا تعلیم کے وسائل پورے ہیں کیا صحت کے معیار بین الاقوامی معیار کے مطابق ہیں کیا جناب والا! یہاں پر سڑکوں کی حالت ٹھیک ہوگئی ہے کہ ہم ان پر کٹوتی کریں ہم ان محکموں سے کیوں کٹوتی کریں جو بہت ضروری ہیں۔ جو لازم ہیں جن کے بغیر کوئی بات نہیں ہوسکتی آپ یہاں تو کٹوتی کر رہے ہیں مگر وہاں پر بیس بیس کروڑ روپے کے جنریٹر لگا رہے ہیں جناب والا! یہ بڑی عجیب سی بات ہے کہ لوگوں کو سڑکیں نہ دیں لوگوں کو دوائی نہ دیں عوام کو ہسپتال نہ دیں اور آپ جناب چیئرلفٹ بھی بنائیں اور پولیس کے لیے 44 کروڑ کی اتنی خطیر رقم بھی رکھیں اور ساتھ ہی ساتھ جناب والا! آپ اڑھائی کروڑ روپے کے جنریٹر لگائیں

جناب والا! یہ تو چند مدات تھیں اور بڑی چھوٹی رقومات ہیں اس بجٹ میں تو بہت لمبی تفصیل بیان کی گئی ہیں جناب والا! اس بجٹ کی تو leakage ہوئی ہے یہ بجٹ غیر آئینی اور غیر قانونی ہے یہ بجٹ غلطیوں سے بھرا ہوا ہے ان رقومات کو یہ اسمبلی منظور کرے گی۔ خدا کے لیے اپنے ضمیروں کو جھنجھوڑیں اور امین ہونے کی جو نصیحت ہے خدا کے لیے آپ اس پر غور کریں اور دیکھیں کہ آپ کس طرح سے غریبوں کی رقومات کو خوردبرد کرنے میں چند لوگوں کے لیے مدد و معاون بن رہے ہیں۔

اسی طرح جناب والا! میں اس پر دوسری بات عرض کروں گا کہ یہاں پر بہت سارے محکموں کے بارے میں اس تقریر میں ذکر ہوا ہے۔ مثال کے طور پر معیشت میں زرعی شعبے کی اہمیت پر بات ہے۔ اسی طرح communication کے لیے بات ہے وہ میں کسی دوسری جگہ بھی کروں گا۔ تعمیر وطن پروگرام پر بات ہے اور پھر یہ بھی ہے کہ یہاں پر جو فلاحی پروگرام کے ذریعے ترقی کی گئی ہے اس کا بھی ذکر ہے لیکن ایک چیز جو اس میں اہم ترین ہے وہ میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ پیشتر اس کے کہ میں اس بجٹ کی دستاویز پر جاؤں جس میں یہ ساری باتیں رد ہوتی ہیں کہ کسی جگہ بھی ممبران اسمبلی کی supervision اور superemacy کا ذکر نہیں۔ یہ سارے پیسے' ساری گرانٹ آپ sanction کریں گے۔ یہ ہم sanction کریں گے لیکن اس کی supervision کیسے ہوگی؟ اس کے اخراجات جو ہو رہے ہیں وہ کس کے ذمے ہیں؟ کہ جو بھی پیسہ ہمارا صرف ہو رہا ہے اس پیسے کی پوری utility ہمیں مل رہی ہے۔ اس کی supervision کوئی نہیں۔ خدا کے لیے جب آپ یہ کام کر رہے ہیں' اس صوبے کے 25/24- ارب روپے کے اخراجات کی آپ منظوری دے رہے ہیں تو اس منظوری کو دیتے ہوئے یہ تو کریں کہ آپ کی کوئی supervision اس اسمبلی کی کمیٹیوں کی صورت میں ممبران کو associate کر کے کہ آپ محکموں کے ساتھ associate ہوں تاکہ وہ اخراجات جو ہیں ان میں پیسے کی پوری utility ہو۔ اس پیسے کا پورا مصرف نظر تو آئے۔ کہ چلیں آپ نے غلط ہی sanction کر دیا۔ غلط کروا لیا گیا۔ آپ سے ایک بات غلط کروا لی گئی لیکن جو غلط بات ہے کہ اگر آپ نے 100 روپیہ غلط کروایا ہے تو اس 100 روپے کی utility تو کوئی ہو۔ مجھے اس بجٹ میں utility کی کوئی صورت supervision کی صورت میں نظر نہیں آئی۔ یہ سارے کا سارا پیسہ محکمے کو جائے گا۔ افسران کو جائے گا۔ ٹھیکے داروں کو جائے گا اور جناب ہم بڑے خوش ہو کر گھروں کو چلے جائیں گے کہ ہم نے ایک بہت اچھا بجٹ پاس کر دیا ہے۔ آپ کہیں گے کہ ہم نے جناب حزب

اختلاف کو کوئی بات نہیں کرنے دی۔ ان کو ہم نے دبا لیا ہے کہ دیکھا انہوں نے کوئی بات نہیں کی یا ہم کہیں گے کہ جناب ہم نے اپنا نقطہ نظر پیش کر دیا لیکن یہ حکومتی پارٹی نے نہیں سنا۔ لیکن مزہ کس کا ہوا؟ ہمارے اس جھگڑے میں، ہمارے اس ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو accept نہ کرنے، سمجھنے یا منظور نہ کرنے میں فائدہ کس کا ہوا اور نقصان کس کا ہوا؟ فائدہ جناب کھانے والوں اور نقصان بے چارے غریب، مظلوم، پسے ہوئے اور لاچار لوگوں کا جو یہ پیسہ دیتے ہیں۔ جناب والا! یہ صورت حال بھی ہمیں روکنی چاہیے۔ ایک بات اور میں کہنا چاہتا ہوں کہ یہ بات بڑے فخر کے ساتھ کی گئی، کہ اس بجٹ کے لیے ہم نے بہت کم ٹیکسز لگائے ہیں تو جناب یہ بھی وفاقی حکومت کو ایک طرح خراب کرنے کی کوشش تھی کہ آپ ٹیکسز کیوں نہیں لگاتے؟ آپ اس طبقے کو جو طبقہ پیسہ دے سکتا ہے، جن لوگوں نے پیسہ کمایا ہی ان لوگوں کو ٹیکسز کیوں نہیں لگاتے؟ ان کو ٹیکسز نہ لگانے کا نقصان یہ ہے کہ آپ غریب لوگوں سے ان کی جو ترقی ہے وہ چھین رہے ہیں۔ ٹیکس نہ لگانے کی وجہ سے جناب آپ کئی غریب بچوں کی تعلیم روک رہے ہیں۔ آپ کئی نادار، لاچار، مجبور اور بیمار لوگوں کی دوائی چھین رہے ہیں۔ جناب ٹیکس نہ لگانے سے آپ کئی سڑکوں کو بننے سے روک رہے ہیں تو یہ کہاں کی بہادری ہے کہ جناب ہم نے ٹیکس نہیں لگایا کیونکہ ہمیں وفاقی حکومت نے پیسہ نہیں دیا۔ جناب میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک بہت نکمی اور نااہل حکومت کی نشانی ہے کہ وہ لوگ جو پیسہ دے سکتے ہیں ان پر ٹیکس نہیں لگایا گیا (نعرہ ہائے تحسین) یا پھر یہ صریحاً بد دیانتی ہے کہ جو لوگ ٹیکس دے سکتے ہیں۔ جنہوں نے پیسہ کمایا ہے ان پر ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ وہ چونکہ آپ کے طبقے سے تعلق رکھتے ہیں اس لیے آپ ان پر ٹیکس نہ لگائیں، غریب لوگوں کو ترقی نہ دیں اور پچھلے سال کے ایک status کو آپ نے کر فارغ ہو جائیں ہم نے جناب status کو رکھا۔ آپ نے status کو کیسے رکھا؟ جناب 10%، 12%، یا 15% تو devaluation ہوگئی۔ پیسے کی قیمت کم ہوگئی۔ پھر inflation ہوئی تو یہ 20%25% جو آپ ایک بجٹ پچھلے سال والا پیش کر رہے ہیں اس میں 25% کمی کر کے میں سمجھتا ہوں کہ یہ حکومت رہنے کے قابل نہیں۔ یہ بات بنتی نہیں کہ 25% کمی کر کے پھر کون سی ترقی ہوگی۔ پھر کون سا یہاں پر کام ہوگا؟ کون سی ڈویلپمنٹ ہوگی؟ پھر اس حکومت کا فائدہ کیا ہے؟ یہ میں ایک انتہائی اہم نکتہ پیش کر رہا ہوں پھر یہ تنقید تو بن جاتی ہے لیکن اس spirit میں، میں نہیں کر رہا لیکن خدارا! یہ دیکھیے کہ اگر آپ اس صوبے کے غریب لوگوں کے حقوق کا تحفظ نہیں کر سکتے، اگر آپ

امیروں کو جائز اور مناسب قسم کے ٹیکس نہیں لگا سکتے تو پھر حکومت کا کیا فائدہ ؟ اور پھر جیسے میں نے عرض کی کہ کچھ تو devaluation کی صورت میں اور کچھ inflation کی صورت میں جو آپ نے بجٹ میں یہاں رقومات رکھی ہیں اس میں جو 25%20% کی کمی آئے گی اس سے صوبے کی ترقی میں جو کمی ہوگی اس کا جناب ذمے دار کون ہے؟ اس جرم کا ذمہ دار کون بنے گا۔ تو ایک جرم نہیں۔ یہاں تو میں نے دس جرم آپ کو ابھی گنوائے ہیں کہ جناب دس جرم ایک کے بعد دوسرا ایک نہایت chronological order میں آ رہے ہیں کہ ان جرائم کا ذمے دار کون ہوگا؟ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ حزب اختلاف اس کی ذمے دار نہیں ہوگی۔ ہم اپنا فرض پورا کریں گے اور میں سمجھتا ہوں کہ کچھ باضمیر لوگ جن کے سینوں میں اب بھی ایک ساتھ اچھا دل دھڑکتا ہے وہ ہماری اس بات پر ضرور غور کریں گے کہ جناب بات تو سچی کر رہے ہیں۔ انہوں نے بات تو ٹھیک کی تھی کہ ہم اس صوبے کے عوام کی ترقی کی راہ میں حائل کیوں ہیں؟ جناب والا! یہ اچھی اسمبلی آئی۔ یہ اچھی حکومت آئی کہ جس نے یہ ذمہ لے لیا ہے کہ ہم اس صوبے کے غریب عوام کو ترقی نہیں دیں گے اور پھر مجھے تو یہ بھی شک ہے اور میں اس شک کو transform کرنا چاہ رہا ہوں کہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ بجٹ میں جن جن ترقیاتی منصوبوں کی ہمیں نشان دہی کی گئی ہے آیا وہ زمین پر ہیں بھی کہ نہیں ہیں؟ آیا محض کتابی شکل میں موجود ہیں یا زمین پر ہیں۔ میں ایک تجویز پیش کرتا ہوں کہ آئندہ بلکہ اس دفعہ بھی اس بجٹ کو پاس کرنے سے پہلے بھی آپ ہر حلقہ کے ممبر سے یہ سرٹیفکیٹ ضرور لیں کہ یہ جو سکیم ہے یا جو منصوبہ ہے یا باقاعدہ زمین پر موجود ہے اور پھر کون سی سٹیٹ پر ہے۔ کیونکہ بجٹ کی اس دستاویز میں کوئی سچائی اور authenticity نہیں۔ یہ بالکل authentic نہیں تو آپ ممبران اسمبلی سے خواہ وہ آپ کی جماعت سے ہوں یا ہماری جماعت سے ایک سرٹیفکیٹ ضرور لیں کہ آپ کو جو فلاں منصوبہ ہے یہ تکمیل کے کس حصے تک پہنچا ہوا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ انتہائی ضروری ہے اور یہ اس ایوان کی بالا دستی کے اصولوں کو مزید آگے بڑھائے گا اور پھر ہم یہ جان سکیں گے کہ افسران اور یہ جو بجٹ بنانے والے ماہرین ہیں اور یہ ماہرین کی جو کوشش ہے کہ بجٹ کو زیادہ سے زیادہ ناقابل فہم بنایا جائے اس میں کسی حد تک وہ کامیاب ہوئے۔ یا ہم اس میں کسی نہ کسی طرح اپنا ایک حق لینے میں کامیاب ہوتے ہیں۔

جناب والا! یہ ان کا بجٹ پر ایک وائٹ پیپر کہلاتا ہے اس کے صفحہ ایک پر budget at a

glance میں پہلا آئٹم general revenue receipts ہے۔ اس میں 90-89ء میں 2451.15 کروڑ 89-88ء revised budget میں 2456.84 کروڑ اور 91-90ء میں 2566.41 کروڑ ہے تو جناب اس میں پچھلے سال کے بجٹ سے 4.5 زیادہ ہے اس کی تفصیل میں آپ کو ابھی آگے بھی دے رہا ہوں تو non-development revenue expenditure جو ہے یہ ہماری آمدنی سے ہماری receipts کتنی ہوگی تو non-development revenue expenditure جو ہے وہ 90-89-88 میں 2 ہزار 6 سو 75 کروڑ پہلے تھا پھر revised ہوگیا اور 2 ہزار 5 سو 23 کروڑ ہوگیا اور اس سال جناب والا! یہ کیسے deficit ہوا؟ یہ جو کہتے ہیں کہ ہمارا بجٹ deficit ہوگیا ہے۔ یہ کس لیے ہوا ہے؟ یہ بڑا اہم نکتہ ہے۔ یہ فرماتے ہیں کہ ہمارا بجٹ deficit اس لیے ہوا ہے کہ وفاقی حکومت نے ہمیں گرانٹ نہیں دی۔ یہ کس قدر افسوس ناک بات ہے کہ انہوں نے خود یہ لکھا non-development revenue expenditure جو ہے وہ پچھلے سال کا تو 2523.2 تھا اس سال انہوں نے بڑھا کر 11 2902 کروڑ روپے کر لیا۔ انہوں نے یہ 15% بڑھا لیا۔ اور جو ڈویلپمنٹ والی سائیڈ ہے اس میں کوئی 70 80 کروڑ روپے ڈال دیا اور باقی سارے کا سارا انہوں نے اپنا نان ڈویلپمنٹ بجٹ اپنا بڑھایا اور اگر یہ بچت کر کے اپنا ایک پورا سال نکال سکتے تھے، تو یہ ایک اچھی بات تھی، میں تسلیم کرتا ہوں، انہوں نے اپنا سال 90-1989ء تھا وہ اچھی طرح گزارا ہے اور اس میں انہوں نے 2523 کروڑ روپے خرچ کیا، لیکن اب اچانک یہ 400 کروڑ یا چار ارب روپیہ جو بڑھایا، اس میں سے تین ارب روپیہ تو انہوں نے اپنے انتظامی امور پر، پولو جہاز خریدنے پر یا چیئر لفٹ بنانی تھی، یا پولیس کو دینا تھا، اور پولیس کو کسی لیے دینا تھا وہ بھی آئندہ پولیس کی مد میں ایسی چھوٹی سی تفصیل دیتے ہوئے بتاؤں گا۔ تو جناب والا! یہ جو revenue deficit ہوگیا، یہ اس لیے بنا اور یہ 335.70 کروڑ کا revenue deficit تھا، اور اس میں افسوس ناک بات یہ ہے جو کہ ان کی اپنی دستاویز میں موجود ہے کہ سال 90-1989ء میں صرف 66 کروڑ روپے کا deficit تھا، اس 66 کروڑ کے خسارے کو انہوں نے نے صرف مرکزی حکومت کو بد نام کرنے کے لیے اور اپنی تقاریر کرنے کے لیے اور ایک الزام دینے کے لیے اس کو انہوں نے 91-1990ء میں 335 کروڑ روپے کا deficit بنایا۔ اور اگر کرنا تھا تو جیسا میں نے عرض کیا ہے کہ ٹیکسز لگا کر پورا کرتے۔ اپنے ٹیکس لگاتے اور سارا پیسہ ترقی کی مد میں لے جاتے۔ میں آپ کو آگے چل کر یہ بتاؤں گا کہ ترقی کے لیے پیسہ کتنا ضروری تھا، کس قدر ظلم اور کس قدر زیادتی ہے صوبے کے عوام کے ساتھ کہ

ترقیاتی کام نہ کیے جائیں اور ایک سال اور گزار دیا جائے۔ میں ممبران سے نہایت مودبانہ گزارش کرتا ہوں کہ جب آپ یہ بجٹ پاس کریں گے' آپ اس صوبے کے عوام کی تقدیر ایک سال کے لیے determine کر دیں گے "ایک سال کے لیے آپ اس صوبے کی تقدیر کے اوپر بیٹھ جائیں گے کہ ان کے لیے آپ نے کیا کرنا ہے۔ اتنے بڑے جرم میں حصہ دار نہ بنیئے میں نہیں کہتا' آپ نے جو کرنا ہے کریں' لیکن خدا کے لیے اس بجٹ کو revise کریں یہ بجٹ صحیح نہیں۔ یہ بجٹ عوام سے ایک دشمنی کے مترادف ہے' یہ عوام دشمن بجٹ ہے کیوں کہ آپ اس میں بہت کچھ کر سکتے تھے۔ پھر اس کے بعد آپ کی یہ اسمبلی ایک سال کے لیے بات نہیں کر سکے گی۔ یہی موقع ہے کہ آپ انتظامیہ کے اور دوسرے شعبہ جات کے اوپر اپنی حاکمیت مسلط کریں' اپنی حاکمیت بڑھانے کا یہی موقع ہے' اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیجیے وگرنہ ہم وقت کے بہت بڑے مجرم ہوں گے۔ اور تاریخ کے مجرم ہوں گے۔ جناب والا! جیسا کہ میں عرض کر رہا تھا کہ یہ ایک بالکل صاف بات ان کی اپنی دستاویز میں ہے کہ یہ خسارہ کیسے ہوا۔ اب میں Federal assistance کی طرف آتا ہوں' یہ صفحہ نمبر 5 پر Federal assistance ہے اس پر ان کی اپنی دستاویز کے مطابق سال 90-1989 میں 703 کروڑ روپے تھی اور 91-1990 میں یہ 757 کروڑ 20 لاکھ روپے ہے۔ یہ کوئی 7.6 فی صد زیادہ ہے پچھلے بجٹ سے 7.6 فی صد زیادہ ہے۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ہماری امداد کو منجمد کر لیا گیا ہے اور ہماری امداد کو کم کر دیا گیا' یہ جناب والا! حقیقت نہیں' یہاں پر ایک اور چیز پڑھنا چاہتا ہوں

Despite an anticipated increase in provincial receipts the revenue deficit of the Punjab Government is expected to increase to Rs 335.70 crore in 1990-91 The primary reasons for the rise in the revenue defieit are increase in the debt servicing liability, enhanced expenditure on law and order and larger allocation for the social, economic and community services.

تو جناب یہ انہوں نے اس لیے بڑھا دیا' لیکن اگر آپ ان کی تفاصیل دیکھیں کہ انہوں نے جو مدات بتائی ہیں' اس میں انہوں نے کتنا deficit بڑھایا تو پھر یہ ساری بات کھل کر سامنے آ جائے گی۔ تو جناب والا! جیسا انہوں نے کہا کہ non-development revenue expenditure revenue account اسی document کے صفحہ نمبر 2 پر جنرل ایڈمنسٹریشن پر پچھلے سال تھا 244.74 کروڑ روپے

اور اس سال آپ نے 337.07 کروڑ روپے کی آپ نے گرانٹ مانگی ہے۔ یہ 37 فی صد زیادہ ہے جنرل ایڈمنسٹریشن میں زیادہ رقم کا مطالبہ آپ خود تصور کریں کہ جنرل ایڈمنسٹریشن کا development کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یا تو آپ اس میں یہ لکھیں کہ اس صوبے کی آبادی گزشتہ ایک سال میں بڑھ گئی ہے' اس کے لیے ہمیں اتنے زیادہ انتظامی افسران کی ضرورت ہے۔ جناب والا! یہ سارے کا سارا پیسہ ایئر کنڈیشنروں پر' نئی گاڑیاں خریدنے پر اور ان لوگوں کے عیاشی پر' ان لوگوں کے دوروں پر اور ان کے ڈی اے پر جائیں گے۔ آپ خدا کے لیے یہ دیکھیں کہ آپ کا ضمیر کس طرح سے یہ گوارہ کرے گا کہ وہ صوبہ جس کے عوام دوائی کو' کھانے کو' تعلیم کو' مکانات کو' شیلٹر کو اور کپڑے کو ترس رہے ہیں' آپ ان کے نمائندے ہوتے ہوئے' آپ اپنے حلقے کے غریب ووٹروں کا' ان کے بچوں کا پیسہ کس طرح سے ان افسروں کو دیں گے یہ 244 کروڑ سے بڑھا کر 335 کروڑ کس طرح آپ زیادہ کر دیں گے۔ اس کی کوئی منطق سمجھ نہیں آتی' کوئی تعلق نہیں' آپ کسی بھی محکمہ میں ترقی کا ایک فارمولا بنا لیں اتنی زیادہ ڈیمانڈ نہیں ہوسکتی ہے 37 فی صد زیادتی ایک تہائی سے بھی زیادہ بن جاتی ہے۔ اب آپ لا اینڈ آرڈر کو دیکھیں' گزشتہ سال 90-1989 میں یہ 213.68 کروڑ روپے تھی' اب یہ 291.82 کروڑ روپے کر دی گئی ہے اور اس مد میں 36 فی صد کی ایزادگی ہوئی ہے' میں بالکل اس حقیقت کو تسلیم کر لیتا اس کی تائید کرتا اگر تو اس رقم سے صوبے میں ججز کی تعداد بڑھائی جاتی تاکہ وہ لاکھوں مقدمات جو کہ اس وقت عدالتوں میں پنڈنگ پڑے ہوئے ہیں' اس کا تصفیہ جلدی ہو جاتا' میں تعریف کرتا اگر جوڈیشل مجسٹریٹوں کی تعداد بڑھائی جاتی' میں تعریف کرتا اگر سیشن ججوں کی تعداد بڑھائی جاتی۔ لیکن یہ پیسہ بھی سارے کا سارا پھر پولیس پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ اس مد میں بھی جب آپ اس کے تفصیل میں جائیں گے جو انہوں نے non development expenditure میں انہوں نے دیا ہے تو یہ سارا پولیس پر خرچ کیا جا رہا ہے اور جناب والا! پولیس پر یہ پیسہ اس لیے خرچ کیا جا رہا ہے۔ میں یہ بات بھی کرتا چلوں' یہ بات بار بار ہو رہی ہے۔ اس میں یہ نہیں کہ کوئی جرائم کی روک تھام مقصود ہے' ایسا بھی نہیں کہ صوبے میں امن عامہ کی جو بگڑتی ہوئی صورت حال کو روکنا مقصود ہے' صرف یہ ہے کہ ملک وزیر پر قتل کے چار مقدمے اور بنائے جائیں' یہ اس لیے بڑھائے جا رہے ہیں کہ جناب وصی ظفر پر ایک اور انسداد دہشت گردی کا مقدمہ قائم کیا جائے' جناب سپیکر! میں آپ سے نہایت مودبانہ گزارش کرتا ہوں کہ یہ بات اس ایوان کے لیے واقعی افسوس ناک ہے' ساری باتیں افسوس

ناک ہیں کہ ہمارا ایک ساتھی ہو' ایک بھائی ہو اس پر دہشت گردی کا مقدمہ ہو۔ یا تو وہ اگر مجرم ہے اس کو سزا دلوائیں اگر وہ دہشت گرد ہے تو پھر تو وہ اس ایوان میں بیٹھنے کا مستحق نہیں' اگر وہ دہشت گرد نہیں تو پھر جن لوگوں نے اس پر مقدمہ بنایا ہے اس نے سارے ایوان کی توہین کی ہے' سارے ایوان کے وقار کو ملیامیٹ کیا ہے جناب والا! پھر ان افسروں کو سزا دینی چاہیے' خدارا! اس پر دیکھیں' میں نے پہلے بھی آپ سے کہا ہے' میں پھر کہہ رہا ہوں' یہ ایوان کے وقار کا مسئلہ ہے' آپ کی روایات کا مسئلہ ہے' آپ اس میں دخل اندازی کریں آپ کیوں ایک کمیٹی بنا کر ان مقدمات کو جو کہ ممبران اسمبلی پر قائم کیے گئے ہیں ان کا کیوں جائزہ نہیں لیتے ہیں کہ اس میں آیا پولیس نے زیادتیاں کی ہیں۔ پولیس کو اس لیے فنڈز دیے جا رہے ہیں' یہ بات نہیں چوروں یا ڈاکوؤں کو پکڑیں گے' ڈاکو اور چور تو دن دہاڑے بنک لوٹتے ہیں۔ عورتوں کو اغواء کرواتے ہیں' گھروں میں گھس کر ڈاکے مرواتے ہیں۔ یہ تو جناب یہ کرتے ہیں کہ سلمان تاثیر' اکرم افضال' چودھری عبدالقادر' جناب غضنفر گل' ان سب کو بے عزت کیا جائے ان کے ساتھ زیادتیاں کی جائیں اور ان کو کسی نہ کسی طرح اپنے فرائض ادا کرنے سے روکا جائے۔ اور اس کے علاوہ بیسیوں ممبران موجود ہیں جن کے ساتھ زیادتیاں کی گئی ہیں۔ یہ ایک بہت افسوس ناک بات ہے۔ ہم نے اس بات کو روکنا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آپ کو اس میں دخل اندازی کرنی چاہیے۔ ایک اور بات بڑے غور سے سنیں کہ کیمونٹی سروسز پر جیسے یہ کہہ رہے ہیں وزیر قانون صاحب کی تقریر کا ایک حصہ۔۔

جناب سپیکر، رانا صاحب آپ مزید کتنا وقت لیں گے؟

رانا شوکت محمود، جتنا جناب آپ کر سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، میرا مقصد یہ ہے کہ مغرب کی نماز کے لیے وقت ہوگیا ہے۔ اگر آپ اور بولنا چاہتے ہیں تو پھر پہلے نماز کے لیے وقفہ کر لیں۔

رانا شوکت محمود، ابھی تو میں نے محکموں کی تفصیل پر بھی تھوڑا تھوڑا بولنا ہے۔

جناب سپیکر، تو پھر ساڑھے سات بجے تک کے لیے نماز کا وقفہ کر لیتے ہیں۔

(وقفہ برائے نماز مغرب)

(اس کے بعد اجلاس کی کارروائی نماز مغرب کے لیے ملتوی کر دی گئی)

(مغرب کی نماز کے بعد ایوان کی کارروائی زیر صدارت جناب سپیکر صاحب شام7.50 پر دوبارہ شروع ہوئی۔)

جناب سپیکر، رانا شوکت محمود صاحب۔

رانا شوکت محمود، جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا اور قطع نظر اس بات کے کہ ہم کون سے بنچز سے تعلق رکھتے ہیں۔ میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ اس صوبہ کے عوام کی بھلائی اور بہتری اور بہبود اور ترقی کے لیے ہمارے چند فرائض ہیں۔ ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں یہ موقع دیا اور اس کے بعد ہمیں نہ ملے۔ اور اس عرصہ میں جو ذمہ داری ہم پر تفویض کی گئی ہے ادا کر رہے ہیں۔ اس میں دیانت۔ ایمان داری خلوص اور اخلاق اور دین اسلام کے تقاضوں کے مطابق چلنا چاہیے۔ یہ ٹھیک ہے کہ ہم پارٹیز کی سطح پر منتخب ہو کر آتے ہیں۔ جو باتیں ایک دوسرے کے خلاف ہیں وہ ٹھیک ہیں ہم کریں۔ اور اس پر قائم بھی رہیں۔ لیکن جو باتیں عوام کے خلاف جاتی ہیں۔ جناب سپیکر! جو باتیں اس صوبہ کے عوام کے خلاف جاتی ہیں۔ جو غریب لوگوں کے خلاف جاتیں ہیں۔ جو روایات کے خلاف جاتیں ہیں۔ جو تاریخ کا حصہ بنے گی کہ اسمبلی نے اس قسم کی ووٹنگ کی باتیں کیں۔ اور کن باتوں پر انہوں نے اختلاف رائے کیا اور کن کن باتوں پر وہ متفق ہوئے۔ جناب ان پر تو یہ ضروری ہے کہ ہم اپنے ضمیر ایمان اور اسلام کے اصولوں کے مطابق بات کریں۔ تو میں یہ گزارشات کر رہا تھا۔ جو increase بتائی گئی ہے۔ وہ جناب والا! جنرل ایڈمنسٹریشن میں اور زیادہ پولیس میں اور ہم بات کر رہے تھے کہ لاء اینڈ آرڈر میں بھی213.68 کروڑ روپے اور اس سال مطالبہ 291.82 کروڑ روپے ہے اس پر میں عرض کر رہا تھا کہ اگر یہ مطالبہ زر اس بات کے لیے ہوتا کہ ہم نے ججز کی اسامیاں بڑھائی ہیں ہم نے جوڈیشل مجسٹریٹس کی اسامیوں بڑھائی ہیں۔ ہم نے عدالتوں کی حالت بہتر بنائی ہیں۔ ہم نے اس صوبہ کے ہائی کورٹ کو زیادہ پیسے دینے ہیں۔ ہم نے ہائی کورٹ کے لیے زیادہ سہولتیں دینی ہیں۔ ہم نے judiciary کے عزت وقار اور اضافے کے لیے اور ایسے حالات پیدا کرنے کے لیے کہ وہ اپنے فرائض دیانت داری کے ساتھ انجام دیں۔ قانون کے مطابق اور مسلمہ اصولوں کے مطابق۔ تو پھر جناب یہ بات بہت ٹھیک ہوتی مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس میں بھی لاء کو چھوڑ دیا گیا کہ لاء پہ کیا پیسہ خرچ کریں۔ اور سارا پیسہ آرڈر maintain کرنے کے لیے رکھ دیا اور اس کی تفصیل اگر آپ دیکھیں گے۔ جو میں آپ کے

سامنے پیش کروں گا تو یہ تمام خرچہ پولیس کو دے دیا گیا۔ میں پولیس کا ذکر کر رہا تھا۔ اگر اس کو بھی صحیح استعمال کیا جاتا تو بھی بات بنتی اس کو بھی اپنے مخالفین کو دبانے کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ اور ان کو ویسے بھی کھلی چھٹی ہے۔ کہ وہ۔۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ وزراء اور وزیر خزانہ بھی نہیں اور ادھر اپوزیشن کے لیڈر تقریر کر رہے ہیں۔ اور اپوزیشن کا یہ حال ہے کہ 18/17 اراکین ایوان میں موجود ہیں۔ جناب جب کہ ان کا لیڈر تقریر کر رہا ہے۔ جناب والا! یہ صورت حال ہے۔ میں آگے کچھ نہیں کہنا چاہتا یہی میرا پوائنٹ آف آرڈر تھا۔

جناب سپیکر، میاں صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر دونوں سائیڈوں پر صحیح نشان دہی کی ہے۔ کہ یہ روایات کے منافی بات ہے کہ اپوزیشن کے لیڈر تقریر کر رہے ہوں اور ان کی پارٹی کے لوگ موجود نہ ہوں یہ ایسے ہے جیسے آپ نے اپنی پارٹی کے لیڈر کو اہمیت نہیں دی۔ اور فنانس منسٹر کا ہاؤس میں نہ موجود ہونا یہ بھی نامناسب بات ہے۔ کہ لیڈر آف دی اپوزیشن تقریر کر رہے ہوں اور فنانس منسٹر موجود نہ ہوں۔

رانا شوکت محمود، جناب والا! میں اسی کو ہی جاری رکھوں گا۔ اسی کے ذرا آگے چلیں جیسے میں نے ایک فقرہ پڑھا تھا۔

The primary reason for the rise in revenue deficit are increased in debt servicing liability enhanced expenditure on law and order and larger allocation for social economic and community services.

اس میں جناب اگلا جو community services میں 112.69 کروڑ روپے یہ 1989-90 کے تھے۔ اب اس سال 110.96 روپے کروڑ اس میں یہ کمی واقع ہوگئی ہے۔ جو 1.5% پچھلے سال سے کم ہیں۔ جو تھوڑے بہت پیسے بڑھے انہوں نے وہ دوسری مدوں میں زیادہ کئے ہیں۔ یہ تو کمی واقع ہوئی ہے۔

debt servicing invisible funds and grants اس میں 13% بڑھائے گئے ہیں۔ جو پچھلے سال کا بجٹ debt servicing invisible funds and grants اس میں 647.67 کروڑ روپے تھے۔ اور اب 732.39 کروڑ روپے زیادتی ہے۔ یہ 13% زیادتی ہے۔ اس میں جناب debt servicing بذات خود

ایک واضح ثبوت ہے ان کے انتظامی معاملات کو mis management کرنے کا انہوں نے بہت زیادہ پیسے اپنے مالی امور کو صحیح طور پر نہ چلا سکنے کے لیے دوسرے اداروں کو دے رہے ہیں۔ تو جناب یہ بھی ایک بوجھ ہے جو ان کی غلطیوں' خرابیوں اور کوتاہیوں کا صوبے کے عوام کو اٹھانا پڑ رہا ہے۔ جناب یہ کسی صورت میں جائز نہیں ہے۔ کسی طرح جائز نہیں کہ ایک طرف تو اس خزانے کو افسر شاہی لوٹے تنخواہوں کے ذریعے' اپنی مراعات کے ذریعے' اپنی دوسری سہولتوں کے ذریعے اور پھر کام بھی نہ کریں۔ اور کام کرنے کے صلے میں صوبے کو جو نقصان ہو' خزانے کو جو نقصان ہو اس کے لیے پھر ہم ایڈیشنل پیسے بھرتے پھریں۔ جناب میرے خیال میں ہمیں اس کو بھی رد کرنا چاہیے اور یہ پیسے ہمیں کسی صورت میں ان کو نہیں دینے چاہییں۔ اس صورت میں جناب اگر آپ صفحہ 5 کو دیکھیں تو میں آپ کو ایک انتہائی اہم نکتے کی طرف لے جاؤں گا۔ اس کو پھر انہوں نے دوبارہ explain کیا ہے۔

The deficit is primarily on account of the growing gap between the general revenue receipts and non development revenue expenditure growing at a very high rate on account of Government's investment in social economic and community services

تو جناب یہ ان کی اپنی جو سٹیٹمینٹ ہے وہ انتہائی قابل اعتراض ہے۔ کہ جو خسارہ بتا رہے ہیں اور وہ خود مانتے ہیں۔

"Growing at a very high rate on account of Government's investment in social economic and community services "

لیکن جو investment کر رہے ہیں وہ میں نے آپ کو بتائی کہ investment تو بہت تھوڑی کر رہے ہیں۔ تو پھر جناب یہ جو پیسہ ہے اور جو انہوں نے کہا ہے کہ growing at a very high rate تو بائی دے کے اس خسارے کی جو گروتھ growth deficit ہے جو ایک خطرناک trend ہے وہ یہ ہے کہ یہ سارا پیسہ پولیس کو دے رہے ہیں۔ سارا پیسہ یہ اپنی عیاشیوں پر اور حکومت کے افسران کی سہولتوں پر اور محکموں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دینے کے لیے خرچ کر رہے ہیں۔ تینوں چیزوں میں میں نے آپ کو پڑھ کر بتایا کہ مدات میں یہ پیسہ خرچ نہیں ہو رہا بلکہ on the contrary میں نے آپ

کو بتایا کہ یہ پچھلے بجٹ میں انہوں نے اچھی طرح جو manage کئے اس میں تو یہ پیسہ بجٹ کو انہوں نےcontain کیا۔ ایک سال کے لیے2523.67 کروڑ روپے۔ اس سال اچانک انہوں نے جو پیسہ بڑھایا کیونکہ ایک سال کے لیے جتنی بھی تنگی ہوئی وہ سب کو نظر آ رہی ہے۔ اب انہوں نے اچانک2900 کروڑ روپیہ کر لیا۔ یعنی2500 کروڑ روپے سے2900 کروڑ روپے ہے۔ اور انہوں نے جو04 ارب روپیہ بڑھایا ہے تو یہ غلط کر رہے ہیں۔ یہ ٹھیک نہیں۔ صحیح نہیں۔ یہ پیسہ social economic and community services جو یہ کہہ رہے ہیں اس کے لیے نہیں ہو رہا اور پھر یہ بھی غلط بات کر رہے ہیں۔ آگے بھی غلط بات کر رہے ہیں۔

and the Federal Government's decision regarding certain transfers to the provinces that the provincial share in the Federal Divisible Taxes and grants for meeting the provincial budgetary deficit.

اب جناب اس کی بھی صورت حال انہی کےdocument سے پڑھ کر آپ کو بتا دوں۔ یہ بھی ایک افسوس ناک صورت حال ہے کہ جو Federal Divisible Taxes ہیں ان کی details انہوں نے صفحہ 39 پر دی ہے۔

The large proportion of federal taxes in total tax receipts of the province is explained by the fact that most of the important direct, indirect taxes are constitutionally within the jurisdiction of the Federal Government. The Table 34 shows Federal Divisible Taxes which are passed on to this Province in terms of percentage of total receipt from this source.

اب جناب یہ ایک اہم پوائنٹ ہے کہ اگر آپ ٹیبل24 کو دیکھیں۔ اس پر انہوں نے جو بجٹ1990-91ء میں دیا ہے وہ1885 کروڑ روپے تھا۔ اور ریوائز 90-1989 میں جو 1703 کروڑ روپے تھا۔ تو جناب یہ کوئی ایک کروڑ روپے کے قریب زیادہ تو اسی مد میں آیا۔ تو یہ ایسی بات نہیں تھی کہ کمی وہاں پر کی جا رہی تھی اور کمی اگر تھی تو میں وہ بھی عرض کرتا ہوں کہ کیسے تھی۔ کہ اسی صفحہ5 پر جو receipts of Federal Divisible Taxes کی محصولات تھیں یہ 90-1989ء میں 18 فی صد تھیں۔ اور 91-1990ء میں Federal Divisible Taxes 11 فی صد رہ گئے۔ لیکن وہ 11 فی صد اس لیے ہوگئے کہ فیڈرل گورنمنٹ

نے جب یہ realize کیا کہ انہوں نے اپنا جو بجٹ manage کیا ہے اس کے مطابق ان کے حصے کی گرانٹ کو پورا کرنے کے لیے ہے۔ اور اس میں سے تعمیر وطن پروگرام کے لیے یہ 797 کروڑ روپے اور انہوں نے اس سال 900 کروڑ روپے کر لیا اور باقی یہاں اپنی کمی دکھا دی۔ اور اس کمی کو پورا کرنے کے لیے جو کیا وہ میں آپ کو مختلف محکموں کے ہیڈ دکھاؤں گا کہ ساری کی ساری بلاک ایلوکیشنز ہیں پورا صفحہ خالی ہے۔ آخر میں ایک مد آ جاتی ہے کہ اتنے کروڑ روپیہ اس محکمے کے لیے ہے۔ اور محکمے کے لیے پھر یہ بھی ہوگا کہ خرچ کرنے کی پوری طاقت، حقوق اور ذمہ داری ساری محکمے کی ہوگی۔ اسی لیے میں عرض کی کہ جو اخراجات ہیں اور جو پیسہ خرچ کرنا ہے یہ عوام کا پیسہ ہے ہم اس کے امین ہیں۔ ہم اس کے ذمہ دار ہیں۔ کم از کم ایوان کی کوئی کمیٹیاں بنا دیں جو اس کے expenditure کی ذمہ دار ہوں۔ کیا جناب جو پیسہ ہم ان محکموں کو دے رہے ہیں یہ ایسے ہی سمجھیں جیسے ہمارا ذاتی پیسہ ہے۔ ہمارے عوام کا پیسہ ہے۔ ہمارے ہی لوگوں کا پیسہ ہے۔ ہم کم از کم ان کی ذمہ داری تو قبول کریں کہ وہ پیسہ خرچ تو صحیح ہو رہا ہے۔ چلیں ٹھیک ہے ایک تو ہم نے بے ضابطگی کر لی ہم نے ان کی صوابدید کے مطابق ان کو پیسہ دے دیا۔ لیکن اگلی ذمہ داری کا کہیں تو کوئی چیک لگائیں۔ کہ وہ پیسہ صحیح خرچ کر رہے ہیں۔ اس میں جناب یہ 91-1990ء میں بھی 11 فی صد بنتا ہے۔ تو یہ بات غلط ہے کہ یہ فریز ہوگیا اور نقصان ہوگیا۔ صرف یہ ہوا جناب کہ ان کی شاہ خرچیوں کے مطابق وہ پیسہ نہیں دیا گیا اس لیے یہ اسے اس طرح پیش کر رہے ہیں۔ اسی میں صفحہ 38 میں ٹیبل 23 ٹیبل 24 تو میں نے پڑھا تھا تو اگر آپ ٹیبل 23 دیکھیں تو یہ بجٹ 91-1990ء میں جو Federal Divisible Taxes ہیں اس میں 88 1885 کروڑ روپیہ ہمارے حصے آیا۔ اور یہ ٹوٹل رقم کا 85 فی صد بنتا ہے۔ جناب آپ یہ دیکھیں کہ 90-1989ء میں جو پیسہ ملا تھا وہ total allocation کا 83 فی صد تھا اور وہ 1441.77 فی صد تھا۔ اس لیے اس میں بھی اپنے حصے کے لحاظ سے جناب یہ increase ہے۔ اور اسی ٹیبل میں اگر آپ دیکھیں تو صوبائی حکومت کا یہ کارنامہ ہے کہ 90-1989ء میں پراونشل ٹیکسز 304.78 کروڑ بنتے تھے۔ 90-1989ء میں revised estimates کے مطابق 92 306 کروڑ اور 91-1990ء میں 27 332 کروڑ۔ 90-1989ء میں یہ 17 فی صد تھا اور یہ کم ہو کر 15 فی صد ہوگیا۔ جب فیڈریشن کا یا فیڈرل گورنمنٹ کا حصہ بڑھا تو ان کا اپنا حصہ بجٹ کے گراف کے لحاظ سے جو بنتا ہے وہ تناسب کے لحاظ سے ہم نے زیادہ دیا انہوں نے کم کیا۔ تو جناب یہ الزام بالکل بے بنیاد اور غلط ہے۔ ان کے اپنے

جو ڈاکومنٹس ہیں اور جو انہوں نے پیش کیا اس کے مطابق بھی یہ پورا نہیں ہوتا۔ اور صحیح نہیں ہے۔ جناب اسی آرگومینٹ کو اگر ہم آگے چلائیں کہ انہوں نے اپنی شاہ خرچیوں اور فضول خرچیوں کی وجہ سے بجٹ کو زیادہ بڑھا چڑھا لیا ہے اور جو ٹیکسز تھے وہ اکٹھے نہیں کیے۔ ٹیکسز اکٹھے نہ کر کے مطلب یہ تھا کہ فیڈرل گورنمنٹ کے اوپر بوجھ ڈالا جائے تو وہ بات ان کی بنی نہیں کیونکہ انہوں نے خود اپنی غلطیوں خامیوں اور خرابیوں اور بجٹ پر توجہ نہ دینے کی وجہ سے اتنی بے ضابطگیاں اور بے اصولیاں کی ہیں کہ وہ بات کھل کر سامنے آتی۔ جناب والا! اگر آپ اس بات کو آگے بڑھائیں اور محکموں کے اوپر جو انہوں نے ایلوکیشن کی ہیں اس کو briefly ایک نظر دیکھیں۔ تو آپ کو ان بے ضابطگیوں کا اور ان بے اصولیوں کا پتا چلے گا۔ جناب والا! یہ ایک ہیڈ ہے جس کی تفصیل میں بعد میں بھی ایک اور جگہ پر عرض کروں گا۔ لیکن یہ جو ہمارا اس میں پولیس کی مد میں اگر آپ دیکھیں صفحہ 387 پر تو آپ کو ایک گرانٹ نظر آئے گی۔ اور وہ ہے for Strengthening of Punjab Police اور جناب یہ 44 کروڑ روپے کی ایک گرانٹ ہے جس کے بارے میں میں نے پہلے عرض کیا ہے اور وہ بھی lumpsum ہے اور اس کی کوئی detail نہیں ہے قطعاً کوئی detail نہیں اور پھر یہ لکھا ہے کہ for Strengthening of Punjab Police تو جناب والا for strengthening of what? یہ جناب کس چیز کی strengthening اس کو دیں گے؟ کیا کریں گے؟ کیا ان کے لیے گاڑیاں خریدیں گے یا اس کی نفری بڑھائیں گے ان کو ڈنڈے لے کر دیں گے ان کے لیے اسلحہ خریدیں گے اور اس کے علاوہ آنسوگیس کے لیے بھی 30 لاکھ روپیہ اور ایک لمبی فہرست آگے چل رہی ہے پولیس کے محکمے کے اخراجات کی تفاصیل صفحہ نمبر 375 سے شروع ہو کر 415 تک جاتی ہیں اور ایک ایک آئیٹم کی اس میں تفصیل ہے لیکن اس 44 کروڑ کی کوئی تفصیل نہیں میں اپنے بھائیوں سے ' دوستوں سے جو اس طرف بیٹھے ہوئے ہیں ان سے پوچھتا ہوں کہ آخر جب وہ اس 44 کروڑ روپے کی گرانٹ کو consider کریں گے اور یہ 44 کروڑ روپیہ جو اس ایوان کی طرف سے آپ کے ذمہ لگایا گیا اس صوبے کے غریب لوگوں کی طرف سے آپ کے ذمے لگایا گیا تو جب آپ اسے خرچ کرنے کی بات کریں گے تو آپ اس کی کس طرح اجازت لیں گے کون سا وہ ضمیر ہو گا جو آپ سے یہ کہے گا کہ ٹھیک ہے جی باقی تو تفاصیل آپ نے دے دیں باقی ساری تفصیل آگئی ہے اور 40, 25 صفحوں میں آپ نے پولیس کی تفصیل دی لیکن یہ جو 44 کروڑ روپے کی گرانٹ ہے آپ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ ایک

lumpsum گرانٹ ہے اور یہ قصہ ختم ہو گیا اسی طرح سے ایک اور مد ہے اور وہ ہے Total Miscellaneous Expenditure اور اس میں ایک کروڑ 30 لاکھ روپے کی ایک رقم ہے اور اس کا صفحہ 393 ہے۔ اور اس رقم میں سے Secretary Services 30لاکھ روپے ہیں اور اس کے نیچے ایک کروڑ کی رقم ہے اس طرح سے یہ کل ایک کروڑ 30 لاکھ روپیہ بن جاتا ہے۔ تو اس کا بھی جناب والا! قطعاً کوئی پتا نہیں کہ یہ جو سپیشل برانچ کو پیسہ دیا جا رہا ہے یہ پیسہ کس لیے استعمال ہو گا آخر اتنی بڑی آپ رقم دے رہے ہیں اور یہ سیکرٹ سروس کیا کام کرتی ہے اور اسے کس طرح یہ پیسہ دیا جائے گا اسی ضمن میں میں ایک اور بات بھی عرض کرنی چاہتا ہوں اس کو میں کہنا تو کہیں اور چاہتا تھا لیکن چونکہ اب یہ topic یہاں آ گیا ہے کہ ایک محکمہ anticorruption کا ہے اور یہ اس صوبے میں موجود ہے جو ہمارے خرچ سے چلتا ہے اس صوبے کے غریب، مظلوم، بے کس، لاچار، بھوکے اور بے چارے بیمار لوگوں کے خرچ سے چلتا ہے انٹی کرپشن کا محکمہ موجود ہونے کے باوجود آپ سب جانتے ہیں کہ رشوت انتہا کو پہنچ چکی ہے اگر یہ صورت حال ہے کہ anticorruption کا محکمہ رشوت روک نہیں سکا تو پھر آپ اس محکمے کو کیوں پیسہ دے رہے ہیں یہ ایک موٹی اور سیدھی سی بات ہے اور اس بارے میں ضد کی کوئی بات نہیں اور نہ ہی میں ضد کی بات کرتا ہوں جناب والا! یہ ایک بنیادی چیز ہے کہ اگر anticorruption کا محکمہ corruption کو نہیں روک سکا تو ہم پھر اس محکمے کو کیوں رکھیں ایک تو بات یہ ہے اور جناب یہاں پر ہی میں بات ختم نہیں کرنی چاہتا۔ اگر corruption نہیں رک سکی تو پھر جناب یہ اس مرض کو قبول کر لیں کہ اس مرض کو روکنے کے لیے anticorruption کا محکمہ ناکام ہے اور ہمیں کوئی اور اس کی صورت ڈھونڈنی چاہیے ہمیں لوگوں کو اس کینسر سے، لوگوں کو اس اذیت سے، لوگوں کو اس حکومت کی بددیانتی، بد اخلاقی اور لاقانونیت سے نجات دلانی چاہیے اور پھر کیسے دلانی چاہیے ہمیں اس بارے میں غور و غوض کرنا چاہیے میں جناب والا! آپ سے مودبانہ گزارش کرتا ہوں کہ ہمیں محکمہ anticorruption کو مکمل طور پر ختم کر دینا چاہیے اور پھر یہ ہے بھی مذاق۔ اور یہ مذاق اس صورت میں ہے کہ آپ اس میں پولیس کے چند افسران اور سول سے چند افسران کو لا کر لگا دیتے ہیں اور وہ سال، سال چھ، چھ مہینے ڈیوٹی دیتے ہیں اس کے بعد پھر وہ اپنے اپنے محکموں میں چلے جاتے ہیں اس میں کوئی continuity نہیں خدا کے واسطے اس مذاق کو روکیے۔ ہم سب جانتے ہیں اور اسے قبول کرتے ہیں کہ رشوت موجود ہے لیکن جو

محکمہ اس کا ذمہ دار ہے اس کو ہم پیسہ بھی دیں تو جناب والا میری گزارش ہے کہ ہم اس محکمہ کو کوئی پیسہ نہ دیں اور اس کی بجائے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں جیسے میں نے پہلے بھی تجویز پیش کی تھی اس طرح سے ایک اور تجویز پیش کرتا ہوں کہ آپ اس پیسے سے ایک کمیٹی بنائیں جو بیٹھ کر تجاویز مرتب کرے کہ صوبے میں رشوت کا کیسے خاتمہ ہو سکتا ہے میں اس بارے میں ایک دو بنیادی باتیں عرض کرنی چاہتا ہوں کہ anticorruption اس وقت تک ختم نہیں ہو گی جب تک افسران کے پاس discretionary powers ہیں جہاں افسر کی مرضی یا رائے آ جاتی ہے وہاں پر corruption کی راہ کھل جاتی ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ ہم یہ ساری discretionary powers سارے محکموں سے واپس لے لیں یا انہیں کم کر دیں یا پھر اس پر کنٹرول کریں تو اس طریقے سے رشوت رکے گی اس صورت میں رشوت ضرور رکے گی لیکن آپ روز دیکھتے ہیں کہ ایک بات پر کوئی افسر اپنی رائے دیتا ہے پھر جب اس کے بارے میں کوئی سفارش ہو جاتی ہے تو پھر وہ اسی قانون کو دوسری طرح interpret کر دیتا ہے یعنی اس کی وہ دوسری وضاحت کر دیتا ہے تو پھر جناب والا! اس طرح سے اس کی discretion تو ہوئی۔ تو جناب والا! میری یہ عرض ہے کہ آپ اس کی اس discretion کو روکیں۔ اس طریقے سے یہ رشوت رکے گی۔ ہم عوام کا پیسہ کیوں خراب کرتے ہیں یہ کیوں مذاق بناتے ہیں میرے ذہن میں یہ بات بھی آئی تھی اور میں پولیس کی ایک مد پر عرض کر رہا تھا اور اسی ضمن میں میں نے پچھلے سال بھی عرض کی تھی اور بڑی دردمندی سے عرض کی تھی مگر جناب والا! میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ ان تجویزوں پر کیوں نہیں غور کیا جاتا۔ پولیس والے سب سے بڑی دھاندلی ایف۔ آئی۔ آر کاٹنے میں کرتے ہیں ایف۔ آئی۔ آر یہ یا تو کاٹتے نہیں یا پھر پولیس والے اس میں غلط نام دے دیتے ہیں بلکہ یہ اکثر یہ کہتے ہیں کہ جاؤ پہلے جا کر ملزم ڈھونڈ لاؤ پھر ہم ایف۔ آئی۔ آر دیتے ہیں تو جناب والا! ایف۔ آئی۔ آر کرنے کا جو اختیار ہے یہ کسی اور تیسری ایجنسی کو دے دیں آئیے آج ہم یہ سوچیں کہ ہم ایف۔ آئی۔ آر درج کرنے کے لیے ایک اور ایجنسی قائم کرتے ہیں آپ چند دن میں دیکھیں گے کہ چوری، ڈاکے، بدمعاشی اور غنڈہ گردی میں فرق پڑ جائے گا یہ فرق بالکل پڑے گا اور یہ فرق اتنا ہو گا کہ یہ ہم سب کے تصورات سے باہر ہو گا اور جناب والا! یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ جب ایف۔ آئی۔ آر درج ہو جاتی ہے کہ پھر اس تھانے دار اور اس تفتیشی افسر کی ذمہ داری بن جاتی ہے کہ اس کے بارے میں وہی رپورٹ کرے۔ تو جناب یہ چند دنوں

میں پتا لگ جائے گا کہ کون سے پولیس افسران کام کر رہے ہیں اور کون سے پولیس افسران کام نہیں کر رہے جناب والا! اگر ہم یہ بنیادی چیزیں نہیں کریں گے اگر ہم یہ بنیادی اصلاحات نہیں کریں گے تو جناب ہم اپنے فرض میں غافل ہوں گے اور جو جرم، جو چوری، جو ڈاکہ اور جو غنڈہ گردی ہو گی اس میں ہم بھی برابر کے حصہ دار ہوں گے پھر ہم عوام کے سامنے اور اللہ تعالیٰ کے حضور یہ نہیں کہہ سکیں گے کہ ہمیں تو پتا ہی نہیں۔ یہ ہماری ذمہ داری ہے اور میں بار بار آپ کو اس کی نشان دہی کر رہا ہوں کہ یہ اس ایوان کی ذمہ داری ہے کہ اصلاح کریں اور خدا کے لیے ان اصلاحات کو اپنائیں تا کہ عوام آسودہ زندگی بسر کرے جناب والا! اس میں کوئی مشکل بات نہیں ان دونوں میں کون سی کوئی مشکل بات ہے۔ ہم عوام کی بہتری کے لیے کچھ بھی نہیں کر رہے ہیں تو جہاں میں پولیس کی یہ بات کر رہا تھا وہاں اس بجٹ میں بے شمار نئی اسامیوں کی بھی گنجائش رکھی گئی ہے۔ ٹھیک ہے اس میں کوئی اعتراض نہیں کہ آپ پولیس میں ملازم بھرتی کریں۔ اس میں کوئی اعتراض نہیں لیکن خدا کے لیے یہاں اس بات کو بھی دھیان میں رکھیں کہ پولیس کی پوسٹوں کو بطور رشوت کے نہ بانٹا جائے اور نااہل، نالائق، کرپٹ اور دوسرے غلط آدمیوں کو محض اس لیے آگے لے آئیں کہ ہم کسی نہ کسی حوالے سے ان کے زیر احسان ہیں۔ پولیس میں جو ایک بنیادی محکمہ ہے اس میں بالکل صحیح اور دیانت دار آدمیوں کو آنے دیں۔ امتحانات کو آپ ایک بنیاد بنائیں کہ امتحان کے ذریعہ یہ بھرتیاں ہوں گی۔ اور سختی سے اس رول کو اپنائیں۔

جناب والا! یہاں میں ایک اور ابھی یہ بات کرتا چلوں کہ ایک افسوس ناک ترین ٹرینڈ آیا ہے۔ بہت دکھ اور تکلیف کی یہ میں بات کر رہا ہوں کہ سفارش کے علاوہ اس صوبہ میں کام ہونے کی کوئی گنجائش ہی نہیں رہی۔ کوئی گنجائش رہ نہیں گئی۔ آپ روز دیکھتے ہیں۔ میں یہ دیانت داری سے کہتا ہوں کہ میرا دل تو کم از کم پھٹ جاتا ہے جب کوئی کسی غریب کا بچہ جس کا کوئی والی وارث نہیں ہوتا جب کسی بوڑھی عورت کی بیٹی آتی ہے اور کہتی ہے کہ جناب ہمارا کوئی نہیں ہے اس لیے ہمیں انصاف نہیں مل رہا، کوئی نوکری نہیں مل رہی، ہمارے حق کا کوئی تحفظ کرنے والا نہیں تو جناب یہ بہت دکھ اور تکلیف کی بات ہوتی ہے۔ آئیے ہم اسمبلی والے یہ بھی کیوں نہ روایت ڈالیں کہ سفارشات ایک حد تک چلیں۔ ٹھیک ہے اس معاشرے کے لحاظ سے ہماری مجبوریاں ہیں لیکن ایک حد تک تو ہم اس صوبہ میں کم از کم یہ اصول کارفرما رہنے دیں کہ میرٹ بھی کوئی چیز ہے کہ کسی کا کوئی

حق اس کو بغیر کسی سفارش کے مل جانا چاہیے۔ اب یہ بات عوام میں عام ہے کہ ہم بغیر سفارش کے، بغیر وسیلے کے کوئی چیز حاصل نہیں کر سکتے۔ یہ کس قسم کی حکومت ہے۔ یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ اس احساس کو پیدا ہونے دیں کہ جناب اس حکومت میں آپ کو آپ کا حق ملے گا۔ آپ کو انصاف ملے گا۔ آپ کو سفارش کی ضرورت نہیں۔ ہم پیدا ہوتے ہی سفارش کے لیے چل پڑتے ہیں اور آپ یہ اندازہ لگائیں کہ وہ بچے کم از کم میں تو ضرور سوچتا ہوں کہ میری سفارش سے اگر کوئی بچہ پانچ سال کی عمر میں پہلی جماعت میں کسی سکول میں داخل ہو گیا ہے تو جس بچے کا حق اس نے مارا ہے اس بچے بے چارے کا مستقبل کیا ہو گا؟ اس غریب بچے کا جس کا حق میں نے لیا ہے۔ میں نے سفارش کی بنیاد پر ایک کم نمبر والے بچے کو داخل کروایا ہے لیکن جس بچے کی سیٹ اس نے لی ہے جس کے نمبر سفارش والے بچے سے زیادہ تھے تو اس بچے کا مستقبل جو خراب کیا ہے اس کا ذمہ دار کون ہے؟ اس کے ماں باپ بے چارے جو امیدیں لگا کر بیٹھے تھے ان کا خون کرنے کا ذمہ دار کون ہے؟ ان کی ذمہ داری جناب ہم سب پر آتی ہے تو خدا کے لیے یہ جو سفارش کا ایک کینسر ہے، رشوت کا کینسر ہے ان کو ختم کیجیے۔ کچھ تو آپ ایک portion رکھیے کہ ٹھیک ہے جناب ہم یہ انصاف کی بنیاد پر آنے دیں گے۔ آپ دیکھیں کہ ملازمت کی تلاش میں جو لوگ یا بچے دھکے کھاتے پھر رہے ہیں اس وقت ان کا عالم کیا ہے اور اس وقت ان کی حالت کیا ہے۔

جناب والا! میں ابھی پولیس کے متعلق بات کر رہا تھا اس میں، میں ابھی ایک دو گزارشات اور کرنی چاہتا ہوں۔ اس میں ایک اور جو انتہائی ضروری بات ہے وہ پولیس افسران کی posting کی بات ہے اور بہت معمولی بات ہے۔ جتنے صاحب اثر لوگ ہیں ان کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ ان کی مرضی کا پولیس افسر لگ جائے اور مرضی کا پولیس افسر لگنے کی بنیاد آپ یہ بناتے ہیں کہ ہم نے بے انصافی کروانی ہے۔ تو جناب جب ہم مرضی کا ایک پولیس افسر لگواتے ہیں تو پھر اس جگہ جو ڈاکہ پڑتا ہے، جو چوری ہوتی ہے، جو اغوا ہوتا ہے اس کی ذمہ داری کس پر پڑتی ہے؟

رانا پھول محمد خان، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔۔

آوازیں، مداخلت نہ کریں۔

رانا پھول محمد خان، میں لیڈر آف دی اپوزیشن کی تقریر میں کوئی دخل نہیں دے رہا۔۔۔

جناب سپیکر، رانا صاحب تشریف رکھیں۔ رانا صاحب تشریف رکھیں۔ کوئی بات نہیں۔۔۔

رانا پھول محمد خان، میں ان کی تقریر میں دخل نہیں دے رہا میں تو جناب اتنا معلوم کرنا چاہتا ہوں کیونکہ مجھے علم نہیں ہے کہ ہم نے اسمبلی میں کتنے گھنٹے کام کرنا ہے اور بغیر وقت بڑھائے تک آپ کتنے بجے تک اس کو چلا سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، جی 9.00 بجے تک۔۔۔

رانا پھول محمد خان، پھر تو رانا صاحب کو کافی ٹائم مل جائے گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، یہ تو رانا صاحب کو پہلے ہی علم ہے کہ آپ کو علم نہیں۔۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب والا! یہ چار دفعہ elect ہو چکے ہیں اور آج تک ان کو یہ علم نہیں ہو سکا تو آگے کیا گارنٹی ہے کہ ان کو کیا علم ہو گا۔ اب یہ وزیر بن گئے ہیں اور خود ہی انہوں نے اپنی یہ نفی کر لی ہے کہ یہ نااہل ہیں۔ اب یہ پانچویں دفعہ ممبر ہوئے ہیں۔ یہ اتنی چھوٹی سی بات کا ان کو پتا نہیں۔ ان کو بنا تو وزیر دیا ہے لیکن ان کو یہ بھی پتا نہیں کہ یہ وزیر بھی ہیں۔

رانا پھول محمد خان، میرا کہنے کا مقصد یہ ہے کہ اگر آج ٹائم تھوڑا ہے تو رانا صاحب کو ہم کل بھی ٹائم دے سکتے ہیں۔ ان کے لیے ہماری جان بھی حاضر ہے۔ انہیں پتا ہی نہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ دراصل رانا صاحب کی سپیچ سے ماحول بہت سنجیدہ ہو گیا تھا تو رانا پھول خان صاحب اس میں تھوڑی سی پھلجڑی چھوڑنا چاہتے تھے۔ بات صرف اتنی تھی۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب سپیکر! رانا شوکت صاحب نے بالکل صحیح کہا ہے کہ اختیار خصوصی جب استعمال ہو جائیں تو پھر یہی ہوتا ہے' ایسے ہی شاہکار آ جاتے ہیں جو وزیر بن جاتے ہیں۔ (قہقہے)

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب سپیکر، چیمہ صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، جناب سپیکر! میں صرف یہ چیز دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ جب بھی پولیس کے متعلق کوئی بات ہوتی ہے تو رانا پھول خان صاحب ایک منٹ بھی انتظار نہیں کرتے اور وہ کسی نہ کسی بہانے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ حالانکہ اس وقت لیڈر آف دی اپوزیشن تقریر کر رہے ہیں

اور ان کا کوئی حق نہیں تھا کہ وہ ان کو disturb کرتے۔ یہ بتا دیں کہ پولیس کے ساتھ ان کا کیا رشتہ ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا پھول محمد خان، چیمہ صاحب نے ٹھیک کہا ہے لیکن پولیس کے معاملے سے مجھے اس لیے زیادہ تکلیف ہوتی ہے کہ پولیس میں چیمے بہت زیادہ ہیں۔ اس لیے وہ ان کے عزیزواقارب ہیں اور ان کا خون بھی پولیس والا ہی ہے۔ (قہقہے)

محترمہ صغیرہ اسلام، جناب سپیکر رانا صاحب صرف اپنے ان لوگوں کے متعلق بات کرتے ہیں جو پولیس میں ہیں۔

رانا پھول محمد خان، بی بی آپ میری بات میں دخل نہ دیا کریں کیونکہ میں آپ کی بات میں دخل نہیں دینا چاہتا۔

جناب سپیکر، بس رانا صاحب صرف آپ سے ڈرتے ہیں بی بی۔ اس ہاؤس میں صرف آپ سے خوف کھاتے ہیں۔ (قطع کلامیاں) جی رانا شوکت محمود صاحب اپنی تقریر جاری رکھیے۔

میاں اظہر حسن ڈار، جناب سپیکر! اصل میں رانا پھول خان صاحب رانا شوکت محمود صاحب کی دلائل والی تقریر نہیں سننا چاہتے تھے وہ تو ان پڑھوں والی تقریر پر خوش ہوتے ہیں اس لیے وہ اب احساس کمتری میں مبتلا ہو گئے ہیں کہ رانا صاحب اتنی دلائل والی بجٹ کی تقریر کر رہے ہیں اس لیے وہ احساس کمتری میں مبتلا ہو کر پوائنٹ آف آرڈر پر بولے ہیں۔

رانا پھول محمد خان، میں نے رانا صاحب کو سانس لینے کا موقع دیا ہے۔ (قہقہے)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔۔۔

رانا شوکت محمود (لیڈر آف دی اپوزیشن)، جناب والا! پولیس کے بارے میں اس وقت ساری بات تو نہیں ہو سکتی۔ میں پھر نہایت مخلصانہ بات کر رہا ہوں کہ یہ بجٹ ایک ہی موقع ہے جب ہم اپنے اختیارات ان محکموں کے اوپر کنٹرول حاصل کرنے کے لیے استعمال کر سکتے ہیں اور جب ہم بیٹھ کر اس کو ایسے نکل جانے دیں اور آپ نے بجٹ کا ایک وقت مقرر کیا ہو کہ پانچ دن بحث کرنی ہے اور چھٹے دن ہم نے اس پر ہاتھ کھڑے کروا کر اسے نامنظور یا منظور کروا لینا ہے تو جناب پھر یہ میں سمجھتا ہوں کہ ایک مذاق ہے۔ بہت بڑا مذاق ہے۔ آخر ہم دس دن پہلے کیوں نہیں مل سکتے تھے۔ مجھے

احساس ہے کہ بجٹ پاس کرنے کی تاریخ ایک ہے۔ لیکن ہمیں دس دن پہلے ملنا چاہیے تھا۔ جناب ہم دس دن پہلے ملتے۔ اس کی ایک ایک مد پر بات کرتے۔ اس کی ایک ایک مد پر ہم سنجیدگی سے غور کرتے۔ اور ہم یہ محکموں کو بتاتے۔ وہ اس لیے ہماری عزت نہیں کرتے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ یہ مٹی کے مادھو ہیں۔ جو دستاویز ہم نے دے دی، حکومت نے ' وزرا نے ممبران کا گلا دبا کے' انگوٹھا ان کے ماتھے پر رکھ کر انہوں نے ہاں کروائی ہے اور اس کے بعد اللہ اللہ خیر صلا ہماری چاندی ہے اور پھر ایک سال ہمیں پوچھنے والا کوئی نہیں۔ تو جناب والا! یہ رویہ میں سمجھتا ہوں ' اس کی وجہ سے افسران عوام پر ظلم کرتے ہیں' اور ہم پر بھی حاوی ہیں اور ہمارے کہنے میں بھی نہیں آتے ہیں اور پھر جناب والا! ہم ہر ایک ممبر کو کسی بھی افسر کے پاس سفارش کروانے کے لیے اپنے ہی وزیروں کا واسطہ ڈھونڈنا پڑتا ہے یا ان کی بھی سفارشیں ڈھونڈنی پڑتی ہیں' افسوس یہ ہے کہ ممبران کی عزت ' ادب اور احترام ہے ہی نہیں اور جو باتیں ہماری عزت ' احترام اور وقار میں اضافہ کر سکتی ہیں' ان کی طرف توجہ نہیں دیتے ہیں' جناب والا! یہ کوئی ایسی بری بات نہیں کہ جو افسر نے بنا دیا ہے وہی درست ہے' میں نے ابھی آپ کے سامنے اس میں 10 خامیاں' دس اغلاط ڈھونڈی ہیں' یہ کون سی بڑی بات ہو گی کہ کوئی ممبر اٹھ کر کھڑا ہو جائے اور کہے کہ جناب مجھے یہ مد قبول نہیں ' براہ مہربانی فنانس منسٹر کو تبدیل کریں' اس میں کون سی ایسی بات آ جاتی ہے' ہمیں کرنا چاہیے' میں یہ عرض کر رہا تھا۔ کہ اب آپ دیکھیں پولیس میں ایک مد ہے ہائی وے پیٹرولنگ ہے۔ یہ صفحہ 375 ہے' ہائی وے پیٹرولنگ پر انہوں نے 91 لاکھ 55 ہزار تین سو نوے روپے کی رقم رکھی ہے' ہائی وے پیٹرول کے محکمے کی کارکردگی بھی صفر ہے' اس کو آپ تقریباً ایک کروڑ روپیہ دے رہے ہیں' یہ ایک کروڑ روپیہ آپ ڈمپ کر رہے ہیں' یہ اسمبلی ڈمپ کرنی ہی ہے' اس سے تو اچھا ہے کہ بجٹ بنا لیا کریں اور پھر کہا کہ چلیں اور سارے ممبران جایا کریں گے اور ہم راوی میں بیٹھ کر بڑے مزے سے یہ پیسہ ایک کروڑ ایک دن ' ایک کروڑ اگلے دن پھر ایک کروڑ اگلے دن راوی میں ہم بہا دیں۔ (شیم' شیم) جناب والا! اندازہ کریں کہ ایک کروڑ روپیہ ہائی وے پیٹرول کو دیا جا رہا ہے' اور ہائی وے پٹرول کا صرف اور صرف ایک کام ہے آپ سب جانتے ہیں' بلکہ ساری دنیا جانتی ہے کہ ان کا کام ہے ڈرائیوروں سے پیسے اکٹھے کرنا' بلکہ اگر آپ نے کرنا ہی ہے۔ اگر آپ نے اس میں اپنے عزیز یا رشتہ دار یا دوست بھرتی کرنے ہیں' تو کریں یہ کہ ان سے پیسہ لیا کریں' ہم ان سے کہتے ہیں کہ آئیے ہائی وے پیٹرول کے محکمے کو یہ اسمبلی ایک

کروڑ، دو کروڑ روپے پر ایک سال کے ٹھیکے پر دیتی ہے، اللہ اللہ خیر صلا، اس محکمے کا کام بھی چلتا رہے گا اور اس اسمبلی کو بجٹ کی اس ایک مد سے پیسہ بھی ملے گا، یہ محکمے والے کوئی کام بھی نہیں کرتے ہیں، صرف گاڑیاں ہماری چلاتے ہیں، پیٹرول ہمارا جلاتے ہیں، پیسے ڈرائیوروں سے اکٹھا کرتے ہیں، اور اللہ اللہ خیر صلا، پھر ہم ہر روز سڑکوں پر جاتے ہیں، آپ بھی جاتے ہوں گے، اکثر ڈرائیوروں کے پاس لائسنس نہیں ہوتا ہے، اکثر گاڑیوں کی بریکیں نہیں ہیں، ان گاڑیوں کی میعاد گزر چکی ہے اور ہر روز ایکسیڈنٹ ہوتے ہیں، آج تک پولیس کے کسی آئی جی نے یا کسی افسر نے کسی گاڑی کے مالک کو نوٹس نہیں دیا ہے کہ یہ جو ایکسیڈنٹ ہوا اس کے تم ذمہ دار ہو کہ یہ ایکسیڈنٹ کیوں ہوا۔ آج تک کسی بھی ہائی وے پیٹرول کے افسر نے سڑک بھی صاف نہیں کروائی ہے، ہم روز جاتے ہیں اور آپ بھی روز جاتے ہیں اور ہم موت سے کھیلتے ہیں، ہم ہر روز موت سے کھیلتے ہیں کہ ٹرک عین سڑک کے درمیان میں کھڑا ہے، اس نے ادھر ادھر چار اینٹیں لگائی ہیں اور وہاں سے ہائی وے پیٹرول کی گاڑی بھی گزرتی ہوئی جا رہی ہے، بھائی بدبختوں تمہارا کام تو یہ ہے کہ اس ٹرک کو سڑک سے ایک طرف کرواؤ، تمہارا کام تو یہ ہے کہ سڑکیں صاف رکھو تا کہ ٹریفک میں رکاوٹ نہ ہو، ٹریفک کو کنٹرول کرو، نا جائز لوگوں کو گاڑیاں نہ چلانے دو جو گاڑیاں چل رہی ہیں، ان کی حالت دیکھو، کچھ بھی نہیں کرتے وہ، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں احتجاج کے طور پر اس محکمے کو کوئی پیسہ نہیں دینا چاہیے۔ اس محکمے کو اگر بالکل پیسہ نہ دیں تو میرے خیال میں ایکسیڈنٹ کی رفتار بھی کم ہو جائے، ایکسیڈنٹ کروانے میں یہ محکمہ بھی شامل ہے، تو اس طرح سے ہمیں ایک کروڑ روپے کی بچت ہو گی اور پھر آپ فیڈرل گورنمنٹ کو الزام دیں گے کہ جناب انہوں نے ہمارا پیسہ روک دیا ہے۔ انہوں نے ہمارا پیسہ مار دیا، میں اسی تقریر میں آپ کو یہ رقم پوری کر کے دے سکتا ہوں بغیر کسی نقصان کے، بغیر کسی مالی نقصان کے اسی ضمن میں جناب والا ایک اور رقم ہے جو کہ سپیشل برانچ کے لیے 7 کروڑ 19 لاکھ 26 ہزار اور ایک سو نوے روپے کی رقم رکھی گئی ہے اب جناب والا! سپیشل برانچ کے محکمے میں ایک آئی جی، چند ڈی آئی جی اور بیسیوں ایس پی پل رہے ہیں، سپیشل برانچ کا کام کیا ہے؟ آج تک کوئی بھی پوچھنے والا نہیں، میں پھر اپیل کرتا ہوں، اس اسمبلی سے اپیل کرتا ہوں کہ خدا کے لیے کسی وقت کم از کم بیٹھ کر جانچ پڑتال تو کریں کہ ان محکمہ جات کا کام کیا ہے؟ یہ سپیشل برانچ والے کرتے کیا ہیں؟ کسی کی رپورٹیں دیتے ہیں، کسی کے بارے میں یہ رپورٹیں بھیجتے ہیں؟ کہاں بھیجتے

ہیں؟ یہ سات کروڑ روپیہ' میں نے بالکل صحیح کہا کہ ہم جا کر دریائے راوی میں بہا دیں' تو اس سے شاید ہمیں زیادہ مزا آئے۔ اگر آپ نے افسر رکھنے ہیں تو ان کو اضلاع میں بھیجیں جہاں ان کی ضرورت ہے وہاں لگائیں' نفری کی کمی کا ہر روز ذکر ہوتا ہے؟ ہمارے پاس پیسہ نہیں؟ یہ سینکڑوں لوگ دفتر' ٹیلیفون' گاڑیاں' عیاشیاں اور باہر کے دورے اور میڈیکل کے اخراجات۔ یہ اسمبلی ہے' مذاق نہیں' خدا کے لیے اپنا فرض پورا کریں' جناب والا! ایک کمیٹی بنائیں جو کم از کم اس کا جائزہ لے کہ یہ سپیشل برانچ کا محکمہ کرتا کیا ہے؟ آخر یہ کیا کرتا ہے' ان کی ذمہ داری کیا ہے گزشتہ ایک سال کی ان کی کارکردگی کی رپورٹ منگوا کر دیکھیں' میں آپ سے جناب سپیکر یہ اپیل کرتا ہوں کہ جو میں گزارشات کر رہا ہوں اس پر آپ کوئی فیصلے کریں کہ ان کی گزشتہ ایک سال کی کارکردگی کی رپورٹ منگوائیں' ایک کمیٹی بنا دیں وہ بیٹھ کر دیکھے کہ ایک سال میں انہوں نے کیا کیا ہے؟ اور جو کیا اس کی مطابقت سے ان کو خرچ دے دیں' چلیں اس طرح سے کریں کہ جو انہوں نے ایک سال میں کام کیا ہے اس کی مطابقت سے کہیے کہ یہ آپ کا حساب چلتا آ رہا ہے اتنا آپ نے کام کیا ہے۔ یہ واقعی اتنا ضروری تھا اس کے بغیر گزارہ نہیں تھا لہٰذا ہم اتنی رقم ان کو دیتے ہیں' لیکن یہ 7 کروڑ روپیہ کس نے مانگا ہے' کیوں دے رہے ہیں اس کی وجوہات کیا ہیں؟ آخر کیا بات بنتی ہے؟ ہائی وے پٹرول کی کوئی ضرورت نہیں ہے' سپیشل برانچ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اور پھر آگے جا کر جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے انہوں نے سپیشل برانچ کے لیے مزید ایک کروڑ روپیہ مانگا ہے صفحہ 393 پر۔ تو میں یہ 8 کروڑ کی بات کر رہا ہوں کہ یہ بھی نہیں دیا جانا چاہیے' میں تو سات کروڑ کی بات کر رہا تھا اور آپ پھر ڈیڑھ کروڑ روپیہ آپ ان کو مزید دے رہے ہیں یہ بہت بڑا ظلم ہے' اس پیسے کے ہم امین ہیں ہم ذمہ دار ہیں' آئیے میں آپ سے یہ کہتا ہوں کہ یہ جو سپیشل برانچ کو پیسہ دے رہے ہیں' ہم اس کو تعلیم پر خرچ کریں' میں آپ کی حمایت کروں گا' آئیے ہم اس رقم سے دو ہسپتال بنا لیتے ہیں' آئیے آپ کے کسی حلقہ میں اس 8 کروڑ سے دو تین چار بڑے زبردست ہسپتال بن جائیں گے' میں اس کی تائید کرتا ہوں' ہم اس کی تائید کریں گے تعلیم پر خرچ کر لیں' آئیے ہم اس سے کالج کھول لیں' لیکن یہ کوئی طریقہ نہیں ہے کہ جو ایک روایتی' یعنی لکھی پڑھی سالہا سال سے چلی آ رہی ہے' ہم بھی مارتے جائیں کہ ٹھیک ہے' جی 8 کروڑ روپیہ دے دیں' کیوں دے دیں آپ کو کس لیے دے دیں؟ اور جو بچت فالتو ہو اس کو ہم اضلاع پر خرچ کریں' تو جناب والا! پولیس کے ضمن میں میری یہ گزارشات

تھیں کہ اس کو ہمیں دوبارہ سارے کو دیکھنا پڑے گا' دوبارہ کرنا پڑے گا کیونکہ یہ سلسلہ ٹھیک نہیں' ایک اور چیز ایف۔ آئی۔ آر ہے۔ اس کے لیے ہم ایک نئی ایجنسی قائم کر دیں' اسی رقم سے ہو جائے تا کہ اس سے ہر چیز میں کمی آئے گی' چوری اور ڈاکے ہر چیز میں کمی آئے گی تھانوں میں جو زیادتیاں ہوتی ہیں ' اس کے لیے ہمیں کوئی سدباب کرنا ہوگا۔ میں اب اس کو ختم کر رہا ہوں' ہمارا جو Anticorruption Department ہے' اس کو بھی wind up کرنا پڑے گا اور اس کو wind up کر کے اس کی جگہ پر ایک کمیٹی بنا کر نئی تجاویز ہم دیں گے کہ اس رشوت کو کیسے روکا جا سکتا ہے' میں نے خود بھی ایک تجویز دی ہے کہ اگر آپ صوابدیدی اختیارات روک دیں' جیسا کہ یہ ایک تھانے دار کی صوابدید پر ہے کہ وہ ایف۔ آئی۔ آر درج کرے یا نہ کرے' یہ اس کی صوابدید ہے کہ ایف۔ آئی۔ آر آج درج کرے یا اگلے ہفتہ درج کرے' ہم اس کو روک دیں اس سے رشوت بھی ختم ہو گی اور اس کی کارکردگی میں بھی اضافہ ہو گا۔ اسی طرح سے ہر محکمہ میں صوابدیدی اختیارات ہیں۔ ہم ایک کمیٹی تشکیل کر کے اس پر بھی غور کر سکتے ہیں۔

اس کے بعد جناب والا! میں امن عامہ کی طرف آتا ہوں۔ امن عامہ بھی اس سے متعلقہ مد ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بھی عرض کیا ہے کہ اس مد میں بھی خاصی بڑی تعداد میں رقم مختص کی گئی ہے۔ امن عامہ پر جتنا پیسہ خرچ ہو رہا ہے وہ آرڈر کی مد میں پولیس کے اوپر ہو رہا ہے لاء کے لیے تو اتنا ہی پیسہ ہے جتنا پچھلے سال تھا۔ جناب سپیکر! یہ سب دوست جانتے ہیں کہ لاکھوں کی تعداد میں مقدمات عدالتوں میں پڑے ہوئے ہیں اور بے چارے لوگ اسی طرح مر جاتے ہیں۔ میرا یہ کہتے ہوئے دل پھٹ جاتا ہے کہ یہ اسمبلی کیسی اسمبلی ہے یہ چند بنیادی چیزیں کرنے کے لیے بھی تیار نہیں ہے جس سے کہ تمام لوگوں کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ لوگوں کا معیار زندگی بہتر ہو سکتا ہے۔ آپ سب جانتے ہیں کہ مقدمات میں اپنی تاریخ بھگتنے کے لیے پیسے مانگ کر جاتے ہیں کرایہ مانگ کر جاتے ہیں' ریڈر کو ادھار کے پیسے دیتے ہیں' سارا دن وہاں پر رہتے ہیں صرف تاریخ لے کر واپس آ جاتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے تاریخ پر نہ جا سکیں تو وارنٹ گرفتاری جاری ہو جاتے ہیں۔ وارنٹ گرفتاری کے بعد ایک نیا عمل اور نیا مقدمہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اگر اپنی تاریخ پر سائل دیر سے پہنچے تو یک طرفہ فیصلہ ہو جاتا ہے۔ اور یک طرفہ کارروائی ختم کروانے کے لیے بھی ایک نیا مقدمہ دائر کرنا پڑتا ہے۔ آخر ہم اس ظلم کو کیوں نہیں ختم کر سکتے۔ جتنا پیسہ ہمارے پاس ہے ہم اس کو

re-allocation کریں۔ اس بجٹ کو بنانے میں ہماری بھی مرضی شامل ہو یہ ہمارا پیسہ ہے عوام کا پیسہ ہے یا یہ اس طرح سے سیکرٹریوں کے کہنے پر ہی خرچ کرتے رہیں گے۔ امن عامہ کے پیسے کو آپ عدالتوں پر خرچ کریں۔ میں کہتا ہوں کہ اس مد میں آپ دس کروڑ روپے بڑھائیں ہم آپ کی حمایت کریں گے۔ آئیے اس پیسے سے نئے ججوں کی بھرتی کر لیتے ہیں اور ہماری اسمبلی یہ فیصلہ کرے کہ کوئی مقدمہ چھ ماہ سے زیادہ عرصہ نہیں رہے گا اور اس کا فیصلہ ہو جائے گا۔ جناب والا! عدالت میں چھ ماہ کے اندر ایک مقدمے کا فیصلہ ہونا چاہیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

آخر یہ ایسا کیوں نہیں کرتے؟ ہم سب نہایت غفلت کے ساتھ سو رہے ہیں۔ لیکن میں نے جو صورت حال مقدمات کے بارے میں بتائی ہے یہ بالکل ایک حقیقت ہے۔ آئیے ہم یہ فیصلہ کریں کہ ہم وہ وسائل عدالتوں کو مہیا کرتے ہیں' ہم وہ وسائل ہائی کورٹوں کو مہیا کرتے ہیں اور وہ ہمیں اس بات کی گارنٹی دیں کہ مقدمات کا فیصلہ چھ ماہ میں ہو جائے گا۔ ہم اس کی دوسری طرف کیوں نہیں سوچتے؟ ہم کب آپ کی راہ میں حائل ہیں کہ آپ یہ باتیں نہ کریں۔ آپ صحیح باتیں کریں اور یہ سارا پیسہ ہائی کورٹ کو دے دیں اور ان سے کہیں کہ آپ ہمیں چار سو سول جج بھرتی کر دیں اور ہمیں اس بات کی یقین دہانی کروائیں کہ چھ ماہ کے اندر اندر مقدمات کے فیصلے ہوں اس سے کم از کم عوام کی ایک تکلیف دکھ عذاب میں کمی واقع ہو گی۔ یہ کیسے ممبران اسمبلی ہیں کہ نہایت خاموشی کے ساتھ آرام سے بیٹھے ہوئے ہیں۔ جناب والا! میں نہایت دکھی دل کے ساتھ یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہماری عدالتیں انصاف کا نہیں بلکہ بے انصافی کا مرکز بن کر رہ گئی ہیں۔ وہاں بھی رشوت چلتی ہے' سفارشیں چلتی ہیں' ریڈر پیسے لیتا ہے' چپڑاسی پیسے لیتا ہے' تاریخ کے لیے پیسے دینے پڑتے ہیں۔ تاریخ جلدی لگوانے کے پیسے' تاریخ دیر سے لگوانے کے لیے پیسے' گواہ لانے کے لیے پیسے' گواہ نہ لانے کے پیسے' وارنٹ جاری کروانے کے پیسے' سمن جاری کروانے کے پیسے' وارنٹ اور سمن نہ جاری کروانے کے پیسے۔

آوازیں: شیم شیم۔

رانا شوکت محمود: جناب والا! کوئی ایک سلسلہ نہیں۔ یہ ایک پڑھے لکھے دور کی اسمبلی ہے۔ ایک ایسے دور کی اسمبلی ہے جو مہذب دور کہلواتا ہے۔ چلیں چھوڑیں یہ باتیں یہ تقریریں ہوتی رہتی ہیں۔ چلیں ہم

ایک ہی کام کر جائیں۔ آئیے ہم مل بیٹھ کر یہ فیصلہ کریں کہ ہم عدالتوں کا طریق کار بہتر بنا لیں۔ یہ ہم سب کے لیے ایک اچھا کام ہے بلکہ اس حکومت کے لیے بھی ایک اچھا کام ہو گا۔ تاریخ میں یہ بات لکھی جائے گی کہ ایک اسمبلی ایسی آئی تھی جس نے عدالتوں میں انصاف کے حصول کو آسان بنا دیا ہے۔ اور انہوں نے رشوت عدالتوں میں روک دی ہے۔ جناب والا! کیا وزیر قانون اس کے بارے میں نہیں جانتے ہیں؟ کیا جناب رانا پھول محمد خان نہیں جانتے ہیں؟ کیا ہمارے وزیر خزانہ یہ نہیں جانتے ہیں؟ کیا کھر صاحب نہیں جانتے ہیں میرے دوسرے بھائی نہیں جانتے کہ میں نے جو باتیں کی ہیں کہ رشوت عدالتوں میں کس بے دردی سے لی جاتی ہے۔ عدالتیں رشوتوں کا مرکز بنی ہوئی ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں ہے؟ اگر حقیقت ہے تو پھر ہم اسے ٹھیک کرنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے؟ کون سی وجہ ہے کیا ہمارے ضمیر مردہ ہیں۔ کیا ہم بے جان' بے دل' بے ذہن' بے شعور ممبران اسمبلی ہیں کہ ہمارے سامنے قتل عام ہو رہا ہے اور ہم اسے خاموشی کے ساتھ برداشت کریں گے۔ یہ نہیں ہوگا' ہم آپ کو جھنجوڑیں گے' ہم آپ کے ضمیروں کو جھنجوڑیں گے۔ ہم آپ کے دل و دماغ کو جھنجوڑیں گے۔ ہم آپ کی ہر چیز کو جھنجوڑ جھنجوڑ کر یہ بتائیں گے کہ آئیے یہ صحیح کام ہے اسے کیجیے رکھیے پیسے اس مد میں' رکھیے 2 ارب روپے اس مد میں ہم آپ کی گرانٹ کو ابھی منظور کرتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) چھوڑیے یہ ہائی وے اور پیٹرول' چھوڑیے یہ سپیشل برانچ' چھوڑیے سب فضول خرچیاں جو آپ بے دردی کے ساتھ استعمال کر رہے ہیں۔ ہم آپ کو دو ارب روپے اوپر سے بھی کر دیتے ہیں آئیے عدالتوں کا نظام بہتر بنانے کے لیے اقدامات کیجیے اور پہلا قدم اٹھائیے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

نوابزادہ غضنفر علی گل: جناب والا! یہ سو رہے ہیں' سونے کی کوشش نہ کریں ہم ان کو جگائیں گے۔ (قہقہے)

رانا شوکت محمود: جناب والا! اور بہت سارے نکات ہیں میں وزیر قانون کی خصوصی توجہ چاہتا ہوں اور اگر آپ نے ان باتوں پر.....

وزیر امداد باہمی (رانا پھول محمد خان): جناب والا! میں اپنے محترم بھائی کی تائید کرنا چاہتا ہوں۔ (قطع کلامیاں)

جناب والا! میں حکومتی پارٹی میں ہوتے ہوئے اس بات کا اقرار کرتا ہوں کہ اس صوبے میں

نہیں بلکہ اس ملک میں واقعی رشوت بہت ہے۔ اور anticorruption کا محکمہ ختم کر کے ۔ جناب زرداری صاحب کے یہ محکمہ سپرد کر دیا جائے تو نہ اس ملک میں پیسہ رہے گا اور نہ رشوت رہے گی۔

بیگم صغیرہ اسلام، جناب والا! یہاں پر بات پنجاب کی ہو رہی ہے۔ جب بھی پنجاب کی بات ہوتی ہے یہ پورے ملک کی بات کرنا شروع کر دیتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

میاں اظہر حسن ڈار، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، ڈار صاحب آپ تو اپنی سیٹ پر بھی نہیں ہیں اپنی سیٹ پر چلیں۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب والا اگر اجازت ہو تو۔۔۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب رانا صاحب کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔

سید ناظم حسین شاہ، مگر میں یہ بات آپ کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا ہوں کہ جب قائد حزب اختلاف بول رہے ہوں تو اس میں مداخلت نہیں کی جاتی۔ میں بڑے دکھ کے ساتھ آپ سے گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کتنی سنجیدہ گفتگو ہو رہی تھی۔ یہ صرف حزب اختلاف والوں کا فرض نہیں کہ بلکہ جو بھی عوام کا نمائندہ ہوتا ہے اس کا یہ فرض ہوتا ہے کہ جب بھی بجٹ کی ایلوکیشن ہو تو اس میں وہ حصہ لے۔ لوگوں نے ہمیں یہاں امین بنا کے بھیجا ہے۔ اور کتنے افسوس کی بات ہے کہ رانا صاحب جیسے پرانے پارلیمنٹیرین اتنی غیر سنجیدہ گفتگو کریں۔ اس پر افسوس کے سوا اور میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔

جناب سپیکر، آرڈر پلیز' آرڈر پلیز رانا شوکت محمود صاحب اپنی تقریر جاری رکھیں گے۔

رانا شوکت محمود، جناب والا! مجھے بہت دکھ ہے کہ اتنے سنجیدہ مسائل جس سے صوبے کے عوام کی بنیادی زندگی متاثر ہوتی ہے اس کو حکومت کے وزراء اتنی غیر سنجیدگی سے لے رہے ہیں۔ ہم اس اسمبلی میں محض اپنے کام کروانے نہیں آتے۔ اپنے عزیزوں یا رشتہ داروں کو ملازمتیں دلوانے یا اپنی مرضی سے تبادلے کروانے یا مفادات حاصل کرنے نہیں آتے۔ اس اسمبلی کا بنیادی کام وہ ہے جس کی طرف میں نشان دہی کر رہا ہوں۔ اور اگر میری بات کو اس قدر سنجیدگی سے لے رہے ہیں تو میں آج احتجاجاً اس رویہ کے خلاف واک آؤٹ کر رہا ہوں۔ اگر آپ سننا چاہیں گے تو میں اپنی بقیہ تقریر کل کروں گا۔

(اس مرحلہ پر حزب اختلاف کے اراکین ایوان سے واک آؤٹ کر گئے اور رانا پھول محمد خان صاحب ان کو لینے کے لیے گئے)

جناب سپیکر، رانا پھول محمد خان صاحب ان کو لینے کے لیے گئے ہیں--- صدر شاکر صاحب کل آپ یہاں تشریف رکھیے گا۔ کل میں شاید اجلاس میں نہ ہوں گا۔ ڈپٹی سپیکر صاحب یا پینل آف چیئرمین کے ممبر حضرات یہاں ہوں تو بہتر ہو گا۔

وزیر امداد باہمی (رانا پھول محمد خان)، میں نے تو ویسے ازراہ مذاق بات کی تھی۔

جناب سپیکر، ویسے تو یہ رانا برادران کا مسئلہ ہے لیکن اگر لیڈر آف اپوزیشن کی تقریر کے دوران اگر مداخلت نہ کی جائے تو مناسب بات ہے۔ ان کو یونہی ایک موقع فراہم کیا گیا ہے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا۔ تو اجلاس کل صبح 9.00 بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس)

اتوار ' 17 جون 1990ء

(یک شنبہ ' 24 ذی القعد 1410ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 9 بج کر 44 منٹ پر منعقد ہوا۔
جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری ظہور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ جُنْدٌ لَّكُمْ
يَنْصُرُكُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۭ اِنِ الْكٰفِرُوْنَ اِلَّا فِيْ غُرُوْرٍ ﴿٢٠﴾
اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا
فِيْ عُتُوٍّ وَّنُفُوْرٍ ﴿٢١﴾ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰي وَجْهِهٖٓ
اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿٢٢﴾
قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ
الْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ﴿٢٣﴾ قُلْ هُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي
الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ
اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٢٥﴾ قُلْ اِنَّمَا الْعِلْمُ عِنْدَ اللّٰهِ ۡ وَاِنَّمَآ اَنَا
نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٦﴾

(سورۃ الملک آیات نمبر 20 تا 26)

(اے منکرو) کیا کوئی ایسا لشکر تمہارے پاس ہے جو خداوند رحمٰن کے علاوہ تمہاری مدد کرے بے شک منکرین دھوکہ میں مبتلا ہیں اگر اللہ تعالی اپنا رزق بند کر دے۔کیا ایسی کوئی ہستی ہے جو تمہیں رزق پہنچا سکے لیکن یہ لوگ سرکشی اور حق سے نفرت میں بہت دور نکل گئے ہیں۔ وہ شخص جو منہ کے بل گر پڑتا ہے کیا وہ راہ راست پر چلا جا رہا ہے یا وہ جو سیدھا ہو کر صراط مستقیم پر گامزن ہے آپ فرمائیے وہی تو ہے جس نے تمہیں پیدا کیا اور تمہارے لیے کان، آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم بہت کم شکر کیا کرتے ہو آپ فرمائیے زمین میں اسی نے تم کو پھیلا دیا ہے اور (روز حشر) تم اسی کے پاس جمع کیے جاؤ گے (کفار از راہ مذاق) پوچھتے ہیں کہ (بتاؤ) اگر تم سچے ہو تو یہ وعدہ کب پورا ہو گا۔ آپ فرمائیے میں تو محض واضح طور پر خبردار کرنے والا ہوں (اس کا) علم تو اللہ ہی کے پاس ہے۔

وما علینا الاالبلاغ

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، جی چیمہ صاحب.....

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، جناب والا! آج صبح اسمبلی کے احاطہ میں بے شمار لوگ کھڑے ہوئے تھے۔ پوچھنے پر پتہ چلا کہ اسمبلی کے ملازمین سائیکلیں وغیرہ پڑی تھیں۔ پولیس نے انہیں بے دردی سے اٹھا کر پھینک دیا ہے۔ ان سے پوچھا کہ یہ کیوں پھینکے گئے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ یہاں کھڑے کیے ہیں۔ یہ اسمبلی کا احاطہ ہے۔ تو نہ سیکورٹی آفیسر نے ان کو کہا نہ ہی اسمبلی کی طرف سے ان کو کہا گیا۔ تو میں جناب والا! عرض کرنا چاہتا ہوں کہ پولیس کو اپنی ان دھاندلیوں کی بدنامی کی کوئی پرواہ نہیں۔ روز سیشن میں ممبر صاحبان بھی کہتے ہیں کہ ان کو اپنے ہوش و حواس قائم رکھنے چاہئیں اور ان کے دماغوں سے حکم رانی نکلنی چاہیے۔

جناب سپیکر، چیمہ صاحب! آپ فکر نہ کریں مسئلہ resolve ہو گیا ہے۔

پوائنٹ آف آرڈر

گاڑیوں پر ایم۔پی۔اے کی نیم پلیٹ کا غلط استعمال

جناب آفتاب احمد خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ممبران صوبائی اسمبلی جو کہ پراونشل لیجسلیٹرز ہوتے ہیں۔ ان کا بنیادی کام لیجسلیشن ہے۔ یہ خود قانون کا احترام نہیں کر رہے۔ اس کی سب سے بڑی مثال یہ ہے کہ 260 کے ایوان میں سے کاریں جو باہر کھڑی ہوتی ہیں۔ کم از کم صوبے بھر میں 2,600 کاروں پر ایم۔پی۔اے کی پلیٹیں نظر آتی ہیں۔ جو کسی کا چچا زاد بھائی ہے' چچا ہے' بیٹا ہے' بھائی ہے' سب گاڑیاں چلا رہے ہیں۔ اس کی تازہ خبر یہ ہے کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ایک اخبار نے یہ بھی لکھ دیا ہے۔

"Another legislators above law"

اگر ہم تین یا پانچ لاکھ کی گاڑی خرید سکتے ہیں تو ہمیں اس کی پانچ سو روپے کی رجسٹریشن بھی کرانی چاہیے۔ آپ مہربانی کر کے ایک directive جاری کریں۔ اسمبلی کی حدود میں بھی جو گاڑیاں کھڑی ہیں۔ ان میں ایسی بھی ہیں جن پر ایم۔پی۔اے کی پلیٹ تو ہے مگر نمبر نہیں۔ میں اس کو خود تین ماہ سے دیکھ رہا ہوں کہ گاڑیوں پر نمبر پلیٹ نہیں۔ آپ مہربانی کر کے اسمبلی کی طرف سے کوئی ایسا insignia یا مونوگرام دے دیں کہ جن ممبروں کو بہت شوق ہے۔ وہ لگا لیں۔ اگر اس میں نہیں ہو گا

تو جو drug trafficking ہے۔ جیسے Secretary Interior کا ایک لیٹر آیا ہے۔ یہ نمبر پلیٹوں کی وجہ سے ہو رہی ہے۔ آپ مہربانی کر کے ایک ڈائریکٹو جاری کریں۔ جس سے یہ ایم۔پی۔اے کی پلیٹ جو عام ہو گئی ہے۔ یہ ختم کی جائے۔ صرف ممبران لگا سکیں اور جو نمبر نہیں لگاتے ہوئے وہ نمبر بھی لگائیں۔ میں اس پر آپ کی رولنگ چاہوں گا۔

میاں منظور احمد موہل ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ جو بات پہلے چیمہ صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر پر کہی ہے اور اب جو بات فاضل رکن آفتاب صاحب نے کی ہے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر بنتے بھی ہیں یا نہیں؟ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ ہم یہاں آ کے پوائنٹ آف آرڈر کہیں اور پھر کوئی بھی بات یہاں کہہ دیں۔ چیمہ صاحب اور فاضل رکن آفتاب صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر بنتا بھی ہے یا نہیں؟

جناب آفتاب احمد خان ، جناب سپیکر! اسمبلی کی حدود میں کوئی بھی بے قاعدگی ہو تو میرا فرض بنتا ہے۔ میرا حق بنتا ہے کہ میں اس کی نشان دہی کروں۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، آفتاب احمد خان صاحب نے کافی عرصے کے بعد بات کی ہے۔ ہمیشہ بڑی اچھی تلی اور اچھی بات کرتے ہیں۔ لیکن رولز کے مطابق strictly speaking یہ ہے کہ جو مسئلہ ایوان میں زیر بحث ہو اس پر پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا جا سکتا ہے۔ موہل صاحب ہمیشہ ٹھیک بات یاد دلاتے ہیں اور پوائنٹ آف آرڈر کے بارے میں معزز اراکین کو اب یہ بات سمجھ جانی چاہیے کہ جو مسئلہ اس وقت ہاؤس میں زیر بحث ہو اس پر پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا جا سکتا ہے۔ لیکن جو بات آپ نے فرمائی ہے۔ ہم اس کا نوٹس لے رہے ہیں اور ٹریفک والوں نے بھی ہمیں اس بارے میں آگاہ کیا ہے۔ اس کے بارے میں انھوں نے ہمیں لکھا ہے اور وہ tainted glasses اور ایم۔پی۔اے کی پلیٹیں اور تمام رجسٹریشن کے معاملات ہمارے نوٹس میں لائے ہیں۔ ہم معزز اراکین اسمبلی کے نوٹس میں یہ بات لا رہے ہیں۔ اب ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش کی تحریک استحقاق ہے۔ وہ تشریف نہیں رکھتے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! میرا جو نکتہ اعتراض ہے۔ دراصل اس کو نکتہ قتل سمجھنا چاہیے۔ میں ایک ایسی بات اس اسمبلی کے نوٹس میں لا رہا ہوں۔

جناب سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے؟

سید ذاکر حسین شاہ ، یہ پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ حکومت پنجاب نے ایکس۔رے مشینوں کا ٹھیکہ ایک ایم۔این۔اے کے ایسے بھائیوں کو دیا ہے جو ایسی مشینیں سپلائی کر رہے ہیں جن سے radiation کی وجہ سے بچیوں کی اموات کا خطرہ ہے۔ پوری دنیا میں radiation کو روکنے کے لیے انٹرنیشنل اٹامک انرجی نے سخت رولز بنائے ہیں۔

جناب سپیکر، یہ مسئلہ کوئی زیر بحث ہے؟

سید ذاکر حسین شاہ ، جناب والا! آپ اس کے بارے میں پڑھیں۔ یہ اتنی خطرناک ہے۔ یہ میرا معاملہ نہیں ہے۔ آپ پنجاب کی بات کرتے ہیں۔ آٹھ ملین کا فائدہ پہنچانے کے لیے ٹھیکہ دیا گیا ہے۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب ! بات ہو گئی۔ آپ اس بات کو ایوان میں کسی قاعدے کے مطابق پیش کیجیے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہے۔ مجھے افسوس ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ ، یہ ایسا سنگین مسئلہ ہے کہ مشینیں سپلائی ہو گئی ہیں اور ان سے بچیوں اور خواتین کی اموات کا خطرہ ہے۔

جناب سپیکر، آپ کی بات درست ہو گئی لیکن آپ رولز کے مطابق اسے ایوان میں پیش کیجیے۔ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

سید ذاکر حسین شاہ ، میں تحریک التواء پیش کرنے کی اجازت چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، آپ پیش کیجیے۔ آپ کو کون روکتا ہے۔ جناب شبیر احمد خان صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 16 ہے۔

ایم پی اے کے خلاف انتقامی کارروائی کے طور پر بیدیاں روڈ کی تعمیر نو کے لیے فنڈز مہیا نہ کرنا

جناب شبیر احمد خان ، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ میرے حلقہ انتخاب میں بیدیاں روڈ واقع ہے جو آر۔اے بازار' لاہور چھاؤنی سے سرحدی گاؤں

بیدیاں کو ملاتی ہے۔ سڑک بہت تنگ ہے۔ بوسیدہ اور ٹوٹ پھوٹ کا شکار ہو چکی ہے۔ ٹریفک کا بہت زور اس شارع عام پر رہتا ہے کیونکہ دفاعی ضروریات کے نکتہ نظر سے بھی اس سڑک کی بہت اہمیت ہے۔

جناب وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس سڑک کی توسیع اور از سر نو تعمیر کے لیے متعدد بار وعدے کیے ہیں۔ خاص طور پر گزشتہ یوم آزادی کے موقعہ پر 14 اگست 1989ء کو جلو موڑ کے مقام پر بیدیاں روڈ کی تعمیر نو کا اعلان کیا تھا مگر تاحال کوئی کارروائی نہ ہوئی ہے۔ میرے دریافت کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ محکمہ شاہرات Highway نے اس سڑک کی تعمیر نو کے لیے بارہا تحریک کی ہے مگر صرف اس لیے اس سڑک کے لیے فنڈز نہیں دیئے جاتے کہ یہ میرے حلقہ انتخاب میں واقع ہے۔

جناب والا! قبل ازیں یہ سڑک صفدر علی ڈیال مرحوم کے حلقہ میں واقع تھی اور گزشتہ الیکشن میں بھی اس حلقہ کے بے شمار لوگوں نے آئی۔جے۔آئی کو ووٹ دیئے ہیں۔ اس کے باوجود لاہور کے دیہاتی علاقہ اور خاص طور پر میرے حلقہ انتخاب کے عوام کی حق تلفی ہو رہی ہے اور وزیر اعلیٰ صاحب کے اعلان کے باوجود بیدیاں روڈ کی تعمیر نو کے لیے فنڈز نہ دے کر میرے حلقہ کے عوام کے خلاف انتقامی کارروائی کی جا رہی ہے جس سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری استدعا ہے کہ یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد کی جائے۔

جناب شبیر احمد خان : جناب والا! I short statement میں اس سلسلے میں عرض کروں گا کہ یہ سڑک آر۔اے بازار اور بیدیاں کو ملاتی ہے اور دفاعی نقطہ نظر سے اس سڑک کی بڑی اہمیت ہے۔ موقع پر اس کی چوڑائی صرف دس فٹ ہے۔ جبکہ اس پر ٹریفک کا بوجھ اس قدر زیادہ ہے کہ لوگ بڑے پریشان ہیں۔ اسی پر آرمی کی گاڑیاں چلتی ہیں۔ اسی پر عوام کی گاڑیاں چلتی ہیں اور اسی پر اناج' چارہ اور غلہ لانے والی گاڑیاں بھی چلتی ہیں۔ جو ساری کی ساری سڑک کو روک لیتی ہیں۔ یہ سڑک 1970ء میں تعمیر ہوئی تھی۔ اس کے بعد اس پر کبھی کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ ہمارے مرحوم دوست' اللہ انھیں غریق رحمت کرے۔ صفدر ڈیال صاحب' انھوں نے تئیس سال کے عرصے میں بے حد کوشش کی کہ اس سڑک کی توسیع' مرمت اور مضبوطی کے لیے کوئی فنڈ مہیا کر دیے جائیں۔ اسی سڑک کی توسیع' مرمت اور مضبوطی کے لیے آرمی کے موجودہ جی۔او۔سی اور کور کمانڈر نے بھی وزیر اعلیٰ صاحب کو لکھا ہے کہ ہمیں دفاعی نقطہ نگاہ سے اس کی اشد ضرورت ہے اور خاص طور پر اسی ضرورت کے پیش نظر

محترم وزیر اعلیٰ نے متعدد وعدے کیے ہیں کہ ہم اس سڑک کی توسیع ' مرمت اور مضبوطی کے لیے فنڈ ضرور دیں گے۔ لیکن اس دفعہ بھی اس کو نظر انداز کر دیا گیا ہے اور موجودہ بجٹ میں اس کے لیے کوئی فنڈ مہیا نہیں کیے گئے۔ اس سڑک کے لیے فنڈ اس لیے نہیں دیے جا رہے کہ اس علاقے سے آئی۔جے۔آئی کا امیدوار کامیاب نہیں ہو سکا۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ میرے اور میرے علاقے کے عوام کے خلاف انتقامی کارروائی ہے جو موجودہ صورت حال میں کوئی اچھی بات نہیں۔ یہ مستحسن اقدام نہیں۔ یہ تحریک استحقاق' استحقاق کمیٹی کے سپرد فرمائی جائے اور استحقاق کمیٹی چھان بین کرے کہ اصل صورت حال کیا ہے۔ شکریہ جناب۔ بڑی نوازش۔

جناب سپیکر، شبیر صاحب استحقاق کمیٹی کس کے خلاف کارروائی کرے گی۔

جناب شبیر احمد ، جناب! مجھے تو مداوا چاہیے۔

جناب سپیکر، تو پھر آپ کا مطالبہ یہ ہے کہ آپ کی سڑک بن جائے یہ سڑک وہ تو نہیں ملک معراج خالد صاحب کے حلقے کی طرف جاتی ہے۔

جناب شبیر احمد ، جی ہاں! وہی سڑک ہے۔

جناب سپیکر، صحیح ہے۔ یہ تو بہت اہم سڑک ہے یہ سپیکر نیشنل اسمبلی کے حلقے کو بھی جاتی ہے۔

جناب شبیر احمد ، ان کا اپنا گھر بھی اسی سڑک پر واقع ہے۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون ، جناب والا!

جناب شبیر احمد ، جناب والا! ہمارے محترم قائد حزب اختلاف صاحب کی زمین بھی اسی سڑک پر واقع ہے۔

وزیر قانون ، جناب والا! جیسا کہ میرے فاضل رکن نے خود ہی فرمایا ہے۔ دراصل یہ ایک روایت بن چکی ہے۔ جس کام کے بارہ میں ہمارے فاضل اراکین دلچسپی رکھتے ہیں تو یہ سوچے سمجھے بغیر کہ یہ کوئی استحقاق کے معیار پر یہ معاملہ پورا بھی اترتا ہے یا نہیں وہ تحریک استحقاق دے دیتے ہیں اور جناب کی کمال فراخ دلی ہے کہ اس تحریک استحقاق کو کافی حد تک ٹرخانے کی اجازت دے دیتے ہیں۔ گزارش یہ ہے کہ میرے اپنے بھائی کی یہ جو تحریک استحقاق ہے یہ تضادات کا ایک مجموعہ ہے۔ فرماتے ہیں کہ

میرا چونکہ حزب اختلاف سے تعلق ہے اسی وجہ سے حکومت میری سڑک نہیں بناتی۔ اسی سانس میں کہتے ہیں کہ چیف منسٹر نے ڈائریکٹو بھی issue کیا ہے۔ اسی سانس میں یہ فرماتے ہیں کہ یہ حلقہ پہلے صدر ڈیال صاحب کا تھا جو ہمارے فاضل رکن اس ہاؤس کے بڑے موثر رکن تھے اگر اس سڑک کی اتنی زیادہ اہمیت تھی تو وہ اس وقت اس کو بنوانے میں کوئی اپنا کردار ادا کرتے اگر چیف منسٹر صاحب یا حکومت ان کے خلاف ہے تو چیف منسٹر صاحب نے وہاں جو جلسہ عام کیا اور اس میں اس سڑک کو بنوانے کا اعلان نہ کرتے۔ جناب والا! اصل صورت حال جو مجھے محکمہ کی طرف سے بتائی گئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ چیف منسٹر صاحب کی طرف سے اس قسم کا کوئی ڈائریکٹو نہیں آیا۔ یہ سڑک فی الحال ہمارے کسی ڈویلپمنٹ پروگرام میں شامل نہیں۔ ویسے جناب والا! کی اس پر رولنگ بھی موجود ہے۔ کسی معزز رکن کے ڈویلپمنٹ کا کام استحقاق نہیں بنتا۔ اس لحاظ سے بھی یہ تحریک استحقاق قابل پذیرائی نہیں بنتی البتہ جناب والا نے جس اہمیت کی طرف نشان دہی فرمائی ہے۔ اس کا میں نے نوٹس لیا اور اس سلسلہ میں اپنی طرف سے حکومت پنجاب کی توجہ مبذول کراؤں گا ہمارے وسائل بہت محدود ہیں۔ وگرنہ حکومت پنجاب تو چاہتی ہے ہمارے اپنے معزز اراکین حزب اختلاف کے جتنے بھی منصوبے ہیں ان پر ہم بلا تاخیر عمل درآمد کریں۔ لیکن وسائل محدود ہونے کی وجہ سے ہمیں پھر فوقیت کو adopt کرنا پڑتا ہے۔ میں ان گزارشات کے ساتھ میں آپ کی خدمت میں یہ عرض کروں گا یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی اور یہ قابل پذیرائی نہیں۔ شکریہ جناب والا!

جناب سپیکر: یہ بلا شبہ تحریک استحقاق کے ضمن میں نہیں آتی اور یہ کسی لحاظ سے تحریک استحقاق کے معیار پر پوری نہیں اترتی میں اسے رول آؤٹ کرتا ہوں۔ لیکن اس سلسلہ میں لاءمنسٹر صاحب نے ابھی فرمایا ہے اس کے علاوہ بھی یہ سڑک اس لحاظ سے کافی اہم ہے۔ کہ یہ سڑک ہمارے کافی نامور لوگوں کے حلقہ نیابت کو جاتی ہے اور یہ سڑک عوامی نقطہ نگاہ سے بھی اہمیت کی حامل سڑک ہے۔ اس کو لاءمنسٹر صاحب منسٹر پی اینڈ ڈبلیو کے ساتھ ٹیک اپ کریں گے اور جیسے شبیر احمد خان صاحب نے کہا ہے اس کا تعلق لیڈر آف دی اپوزیشن بھی ہے۔ میں ذاتی طور پر جانتا ہوں کہ لاءمنسٹر صاحب اور لیڈر آف دی اپوزیشن کے آپس میں بہت خوشگوار تعلقات ہیں۔ لیڈر آف دی اپوزیشن لاءمنسٹر صاحب اور منسٹر پی اینڈ ڈی یہ سب اس سڑک کے بارہ میں میٹنگ کر لیں گے اور میں بھی اس میٹنگ میں شامل ہونا پسند کروں گا اس بارہ میں ہم بیٹھ کر سوچ بچار کریں گے یہ عوامی اہمیت کی سڑک ہے۔

اس کی construction بہت ضروری ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر ، پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! دو تین دن سے لگاتار بات ہو رہی ہے یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا وہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا اور سکول ماسٹر کی طرح ہمیں پڑھایا جاتا ہے۔ کہ موجودہ کارروائی سے متعلق ہو ایسا قطعاً نہیں ۔ میں جناب کو پڑھ دیتا ہوں۔

184(1). A point of order shall relate to the interpretation or enforcement of these rules or such Articles of the Constitution as regulate the business of the Assembly".

کوئی بھی رول کی interpretation ہو یا کوئی بھی متعلقہ آرٹیکلز یا اس کی جو wider interpretauon ہے اس اسمبلی سے تعلق رکھنے والی کوئی بھی بات ہو تو وہ پوائنٹ آف آرڈر میں آتی ہے۔ یہی یہاں کی روایات ہیں اور وہی یہاں پر آتی ہیں۔ میں اس سے آگے بھی چلتا ہوں اس پر جناب رولنگ فرمائیں یہ وہ portion ہے جس پر ایک لائن پر بحث ہوتی ہے جبکہ اس کی 8 کلاز ز ہیں اور صرف کلاز نمبر 2 پر ہی بحث ہوتی ہے۔

جناب سپیکر، اس پر ہم علیحدہ بیٹھ کر بات کرلیں گے۔ اس میں آپ ' میں اور موہل صاحب بیٹھ کر بات کرلیں گے اور اس کا حل تلاش کرلیں گے۔ یہ چودھری شاہدمحمود نواز صاحب کی ۔ تحریک استحقاق ہے وہ موجود نہیں۔ اس کو ہم pending کرتے ہیں۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ ، جناب والا! میری ایک تحریک استحقاق ہے۔

جناب سپیکر، ابھی تو وہ نزدیک نزدیک نہیں ہے۔ کتنا نمبر ہے۔ اس کا۔

چودھری محمد شاہ نواز چیمہ ، جناب اس کا نمبر 33 ہے۔

جناب سپیکر، سردار صاحب! آپ کا کیا خیال ہے؟ چیمہ صاحب کہتے ہیں کہ تحریک استحقاق نمبر 33 ہے۔ آپ نے یہ دیکھی ہے؟ چیمہ صاحب کہتے ہیں کہ یہ آؤٹ آف ٹرن لی جائے۔

وزیر قانون ، جناب والا! میرے پاس جواب نہیں۔ یہ چاہتے ہیں کہ اس کو آؤٹ آف ٹرن لیا جائے۔ میں نے ان سے گزارش کی ہے کہ یہ کوئی ان کا اپنا ذاتی اور اہمیت کا مسئلہ نہیں ہے۔ ویسے بھی آؤٹ آف ٹرن لینے کے بارے میں پہلے بھی آپ کی خدمت میں کئی دفعہ عرض کر چکا ہوں کہ عموماً انہی تحاریک استحقاق کے جوابات ہمارے پاس آتے ہیں جو تحاریک استحقاق اس دن آئی ہوں اور ان پر

ہی میں تیاری کر کے آتا ہوں۔ لہٰذا یہ اپنی ٹرن پر آ جائے تو بہتر ہے۔

جناب سپیکر، تو آج آپ کے پاس اس کا جواب نہیں آیا۔

وزیر قانون ، جناب والا! اس کا جواب میرے پاس نہیں آیا۔

جناب سپیکر، چیمہ صاحب! کل اس کو take up کر لیں گے۔

جناب شبیر احمد خان ، جناب والا! میری بھی ایک تحریک استحقاق نمبر 18 ہے۔

جناب سپیکر، جی ایک ہی تحریک استحقاق ایک دن آ سکتی ہے۔

جناب شبیر احمد خان ، ٹھیک ہے جناب۔

جناب سپیکر، چودھری جاوید محمود گھمن صاحب تشریف رکھتے ہیں؛ وہ کتنے keen تھے اپنی تحریک استحقاق کے لیے کہ آج آنی چاہیے۔ آج آنی ہے تو وہ خود نہیں ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! انہیں سیالکوٹ جانا پڑ گیا ہے۔ لہٰذا اسے pending فرما دیں۔

جناب سپیکر، اسے pending کیا جاتا ہے۔

رانا آفتاب احمد خان ، جناب سپیکر! میری ایک تحریک استحقاق pending تھی اگر آج اسے take up کر لیں تو بڑی مہربانی ہو گی۔ اس پر جواب اب تک آ گیا ہو گا۔

جناب سپیکر، آپ کی تحریک استحقاق نمبر 4 ہے اور لوکل گورنمنٹ کے متعلق ہے؛

جناب آفتاب احمد خان ، جناب والا! اس کا نمبر 4 ہے اور وہ سوشل سیکورٹی کے ڈائریکٹر کے متعلق ہے میرا خیال ہے کہ اس کا جواب آ گیا ہو گا۔

جناب سپیکر، سردار صاحب! آپ کے پاس اس کا جواب آ چکا ہو گا۔

وزیر قانون ، جی ہاں۔

جناب سپیکر، تو کیا اسے آج take up کر لیں؛

وزیر قانون ، جی ہاں۔

جناب سپیکر، تحریک استحقاق نمبر 4 کو take up کرتے ہیں۔ کیا آپ اسے پڑھ چکے ہیں؛

جناب آفتاب احمد خان ، جی میں پڑھ چکا ہوں اور اس پر short statement بھی دے چکا ہوں۔

جناب سپیکر، اس پر short statement بھی ہو چکی ہے۔ تو اب جناب لاءمنسٹر نے اس پر بات

کرنی ہے۔ جی ڈاکٹر بنگش صاحب!

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش ، جناب والا! میری ایک تحریک استحقاق تھی۔

جناب سپیکر، جی وہ تو dispose of ہو گئی۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش ، جناب والا! میں آپ سے گزارش کر کے گیا تھا کہ اس کو پینڈنگ فرما دیا جائے۔

جناب سپیکر، ہاں صحیح بات ہے۔ آپ نے کہا تھا مجھے یاد آ گیا۔ ٹھیک ہے۔ یہ pending ہے۔ میں نے نام پکارا تھا۔ مجھے یاد آ گیا۔ ڈاکٹر بنگش صاحب نے مجھے ذاتی طور پر کہا تھا کہ میری تحریک استحقاق کو pending کر لیں میں اس روز آ نہیں سکوں گا۔ تو جناب لاء منسٹر آفتاب احمد خان صاحب تحریک استحقاق پر آپ نے بات کرنی تھی۔

وزیر قانون ، جناب والا! اس سلسلہ میں منسٹر لیبر نے کمشنر سوشل سکیورٹی کے ذریعے انکوائری کرائی تھی اور متعلقہ آفیسر ملک طارق صاحب نے وضاحت کی ہے کہ اس دن وہ اپنے دفتر میں موجود نہیں تھے اور ڈسٹرکٹ کورٹس میں اس روز سرکاری کام کی انجام دہی کے سلسلہ میں گئے ہوئے تھے اور انھوں نے ساتھ اس بات کو بھی واضح الفاظ میں کہا ہے کہ وہ کسی معزز رکن اسمبلی کے ٹیلیفون نہ سننے یا ان کی عزت اور احترام کو ملحوظ نہ رکھنے کا کبھی سوچ بھی نہیں سکتے۔ ان کے دفتر کا پی۔اے جس کے ذمے فاضل رکن نے اپنی تحریک استحقاق میں فرمایا ہے کہ اس نے hold کرایا۔ انہیں لایا اور انہوں نے بات کرنے سے انکار کر دیا۔ اس نے بھی آفسر متعلقہ نے جو کچھ کہا ہے اس کی تصدیق کی۔ تو اس سلسلے میں جناب والا! عجیب سی صورت حال پیدا ہو گئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ معزز رکن نے اس بات پر بہت اصرار کیا ہے کہ انہوں نے فون کیا اور آفیسر متعلقہ نے دانستہ طور پر ان کا فون سننے سے گریز کیا۔ وہ اس بات پر مصر ہیں کہ وہ ڈسٹرکٹ کورٹس میں بکار سرکار گئے ہوئے تھے اور وہ اس چیز کا سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ اس قسم کی کوئی بات کریں۔ تو یہ معاملہ جیسا کہ جناب والا! اس چیز کو اچھی طرح سے جانتے ہیں کہ یہ مسئلہ استحقاق کے زمرے میں strictly ٹیکنیکلی نہیں آتا۔ لیکن ہم نے اپنے معزز اراکین کا احترام ملحوظ خاطر رکھنا ہے اور ہم نے سرکاری ملازمین کو اس چیز کی ہرگز اجازت نہیں دینی کہ اگر کوئی معزز رکن کسی سرکاری ملازم کے ساتھ ملنا چاہتا ہے اور بات کرنا چاہتا ہے تو وہ دانستہ طور پر اس سے گریز کرے۔ اس سلسلہ میں آپ کی خدمت میں گزارش کروں گا کہ اگر آپ

اجازت دیں تو میں متعلقہ آفیسر کو بھی بلوا لوں اور اس نے اپنے جواب میں اس کے باوجود بھی متعلقہ ڈائریکٹر طارق اقبال نے معذرت کا اظہار کیا ہے کہ اس ضمن میں معزز رکن کی دل آزاری ہوئی ہے اور معزز رکن سے استدعا ہے کہ وہ معذرت قبول فرمائیں۔ تو اس سے اگر میرے بھائی مطمئن ہو جاتے ہیں ان کی معذرت قبول فرما کر یا اگر اس سے مزید وہ چاہتے ہیں تو میں ان کو بلا کر اور ان صاحبان کی آپس میں میٹنگ کرا دیتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ معاملہ ایسا نہیں جس کا حل نہ نکل سکے۔ تو ہم اس کو settle کر لیں۔

جناب سپیکر، رانا صاحب! آپ نے لاءمنسٹر صاحب کی بات سن لی ہے؟

جناب آفتاب احمد خان ، جناب والا! میں اس پر جواب دینا چاہتا ہوں۔ کہ اب یہ بات capability کی آ جاتی ہے۔ وہ فرما رہے ہیں کہ وہ وہاں پر نہیں تھے۔ میں وثوق سے کہہ سکتا ہوں اور میرے پاس affidavits ہیں۔ اس دفتر کے ایک اہم آفسر کا ثبوت میرے پاس ہے جنہوں نے وہاں سے میرے ساتھ بات کی ہے۔ یہاں پر بات میرے capability کی آ جاتی ہے وہ ان کے پاس آنا پسند کریں گے تو کیوں نہ ہم اس کو استحقاق کمیٹی کے پاس لے جائیں۔ وہاں پر میں اس کو prove کروں گا کہ وہ وہاں پر تھے۔ وہ وہاں پر prove کریں گے کہ نہیں تھے۔ جہاں تک یہ کہتے ہیں کہ میرا privilege نہیں بنتا۔ تو یہ مجھے بتائیں کہ میرا privilege کیا ہے؟ یہ چاہتے ہیں کہ ہم افسروں کے ہاتھوں ذلیل ہو جائیں اور یہ جو چاہیں کریں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ یہ میری ذاتی عزت کا مسئلہ ہے یہ پورے ایوان کی عزت کا مسئلہ ہے۔ آپ اس کو پریویلج کمیٹی کے سپرد کریں - وہاں پر میں ثابت کروں گا کہ وہاں وقوعہ ہوا ہے اور اس نے مختلف لوگوں کے ذریعے مجھے کہا ہے کہ مجھے معافی دے دیں۔ میں تھا مگر میں اسے accept نہیں کر سکتا اس سے مجھے پینلٹی impose ہو جائے گی۔ میری نوکری کا مسئلہ ہے۔ جناب میں ایسے ہی نہیں کہہ رہا ہوں۔ اس میں آپ دیکھیں کہ ہم نے کون سے مسئلہ استحقاق کمیٹی کے پاس لے کر جانے ہیں اگر یہ بھی ہمارا مسئلہ نہیں ہے۔ اگر اس ایوان کے ممبران کی عزت نہیں۔ وہ میلیفون سننا پسند نہیں کرتے تو جانے پر پتا نہیں وہ کیا کریں گے۔ کچہری جس جگہ فرما رہے ہیں میں تو کچہریوں میں رہتا ہوں۔ میرا تو دفتر وہاں پر ہے۔ ملک طارق صاحب یہ بالکل جھوٹ بول رہے ہیں اور وہ مختلف طریقوں سے کہتے ہیں کہ اس کی privilege motion کا کچھ نہیں بنے گا۔ کیا ہو گا۔ اگر reprimand ہوتا ہے تو ایک وارننگ دے دیں گے۔ آپ مہربانی کر

کے اس تحریک کو باضابطہ قرار دے کر اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کریں کیونکہ یہ میری اور ہاؤس کی عزت کا معاملہ ہے اور انشاء اللہ میں prove کروں گا اور جو بھی ضروری decuments ہوئے وہ میں مہیا کروں گا اور وہاں پر اپنی statement میں بتاؤں گا کہ یہ وہاں پر تھے۔ اگر یہ نہیں ہیں تو وہ prove کر دیں گے۔ اب انہیں منسٹر صاحب کے پاس آنے کی ضرورت ہے۔ اب چونکہ انہوں نے کہہ دیا ہے کہ میری تحریک ہی نہیں بنتی ہے تو جناب میرا بنتا کیا ہے؟ آپ اسے استحقاق کمیٹی کے پاس بھیجیں اور وہاں پر میں بات کر لوں گا یہ تو admissibility کی بات ہے اس میں واضح ہے کہ میں ٹھیک کہہ رہا ہوں۔

MR. KHALID LATIF KARDAR: Hon'ble Speaker, with your permission, I would say that the Law Minister should be presumed to know the privileges and law relating to the Assembly business This is an encroachment of the rights and the privileges of the Members. It is not his duty to hold inquiry It is the privilege of the Privilege Committee to go and discuss the detials of the matter under issue

جناب آفتاب احمد خان : جناب سپیکر! جب ہم اس قسم کی چیزیں نظر انداز کر دیتے ہیں تو ان کو بہت liberty مل جاتی ہے۔ یہ واقعہ دریشک صاحب کے ساتھ بھی ہو سکتا ہے کہ ہم میں تو پھر حوصلہ ہے۔

ہم ہی کو جرأت اظہار کا سلیقہ ہے
خدا کا قہر پڑے گا تو ہم ہی بولیں گے

جناب سپیکر! وزیر صاحب کو تو خود بخود کمیٹی کے سپرد کر دینا چاہیے تھا ان کو تو یہاں پر statement نہیں دینی چاہیے تھی۔

سید ذاکر حسین شاہ : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر : رانا صاحب! اس میں لاءمنسٹر صاحب نے اپنی طرف سے اس بارے میں اپنا مدعا پیش کیا ہے۔ ان کا خیال یہ ہے کہ یہ مسئلہ آپ کی حسب منشاء حل کیا جا سکتا ہے اور وہ اس انداز میں کہ متعلقہ آفیسر کو یہاں طلب کیا جائے گا۔ آپ کے سامنے ان کو پیش کیا جائے گا۔ ان سے دریافت کیا

جائے گا۔ ان سے باز پرس کی جائے گی کہ یہ آپ نے معزز رکن کے بارے میں یہ رویہ کیوں اختیار کیا۔ آپ ذرا میری بات سن لیں اس پر اگر آپ کی تشفی ہو جاتی ہے اور آپ مطمئن ہو جاتے ہیں کہ اس کی جائز حد تک بات درست ہو گئی ہے تو پھر ٹھیک ہے اور اگر آپ مطمئن نہیں ہوتے کہ ان کی بات درست نہیں یا آپ کی تشفی تسلی نہیں ہوئی تو اس کو ہم ملتوی کر لیتے ہیں اور اس کو ہم دوبارہ ٹیک۔اپ کر لیتے ہیں۔

جناب آفتاب احمد خان : جناب والا! میری عرض اس بارے میں یہ ہے کہ میری تسلی اسی میں ہوتی ہے۔ That I want to prove in the presence of the Privilege Committee. جو بات آپ نے یہاں پر بتائی ہے اور میں وہاں پر یہ ثابت کروں کہ یہ زیادتی ہوئی ہے۔

Why this matter should not be resolved in the Privilege Committee, why between me, that Officer and Law Minister?

MR. KHALID LATEEF KARDAR: Mr. Speaker, Sir, It should be sent to the Privilege Committee.

جناب سپیکر، آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز۔ تشریف رکھیں اس میں بحث کی اجازت نہیں۔ تو اس پر پھر یہ دیکھنا ہو گا کہ اس پر وزیر قانون صاحب نے کہا ہے کہ technically speaking یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔ پھر اس کو دیکھنا پڑے گا کہ technically speaking کیا یہ تحریک استحقاق ہے؟ تو پھر آپ کی مرضی کے مطابق اس کو استحقاق کمیٹی کو بھیج دیا جائے گا کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ اس پر فیصلہ ہو۔

جناب آفتاب احمد خان : بالکل جناب والا! میں تو فیصلہ چاہتا ہوں۔ میں تو یہی کہتا ہوں کہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے اور میں اسے ثابت کرنا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر: تو اس پر میں اپنا فیصلہ ملتوی کرتا ہوں اور میں اس پر کل فیصلہ دوں گا۔

سید ذاکر حسین شاہ : پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! میں آپ کی توجہ رول نمبر 55 کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ وزیر قانون یہ کیسے کہتے ہیں کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی اس سے زیادہ تو کوئی اور تحریک استحقاق بنتی ہی نہیں ہے؟

جناب سپیکر: شاہ صاحب! اس پر فیصلہ ہو گیا ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ ، جناب والا! آپ نے تو یہ فیصلہ دیا ہے کہ اسے ملتوی کر لیتے ہیں۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! یہ مسئلہ dispose of ہو گیا۔ شاہ صاحب آپ تو ایوان کے معاملات کو سمجھتے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ ، جناب والا! یہ کیسے dispose of ہو گیا۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ ایوان کی functioning کو سمجھتے ہیں ۔ آپ اسے جانتے ہیں اس لیے اب آپ کو بات نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ میں نے اس پر فیصلہ دے دیا ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ ، جناب والا! آپ نے فیصلہ نہیں دیا ہے بلکہ اسے ملتوی کیا ہے۔

جناب سپیکر ، جب ایک فیصلہ ہو گیا کہ میں اسے ملتوی کرتا ہوں اور کل میں اپنا فیصلہ دوں گا۔

سید ذاکر حسین شاہ ، جناب والا! میں یہ کہتا ہوں کہ رول 55 کے تحت یہ تحریک استحقاق بنتی ہے اور وزیر قانون کو اس بارے میں گرمی کا مظاہرہ کرتے ہوئے خود کہنا چاہیے کہ اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اب ہم بجٹ پر بحث شروع کرتے ہیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! پچھلے اجلاس میں میری دو استحقاق کی تحریکیں تھیں ایک نوید ملک کو سیاسی کونسلر بنانے کے متعلق تھی اور دوسری اے۔سی ماڈل ٹاؤن کے رویہ کے متعلق تھی ان پر آپ کی رولنگ ملتوی پڑی ہوئی ہے۔ ایک تحریک استحقاق میاں منظور احمد موہل کی سیٹ سے متعلقہ تھی اس پر بھی ایک سال سے آپ کی رولنگ ہے۔ اور کب تک۔

خدا کرے کہ قیامت آئے اور تو آئے
ہم انتظار کریں گے تیرا قیامت تک

تو ہماری یہ تین تحاریک استحقاق التوا میں پڑی ہوئی ہیں۔

جناب سپیکر، آپ کون کون سی تحاریک جا رہے ہیں؟

نوابزادہ غضنفر علی گل ، جناب والا! ایک تو نوید ملک کے متعلق ہے جس کو سیاسی کونسلر رکھا گیا ہے۔

جناب سپیکر، نوید ملک جس کو سیاسی کونسلر رکھا گیا ہے۔ کیا یہ آپ کی تحریک استحقاق ہے؟

نوابزادہ غضنفر علی گل ، جی جناب والا!

جناب سپیکر، کیا اس پر فیصلہ pending ہے؟

نوابزادہ غضنفر علی گل ، جی جناب والا! آپ کا فرمان pending ہے۔

جناب سپیکر، دوسری کون سی تھی؟

نوابزادہ غضنفر علی گل ، دوسری جناب والا! اے۔سی ماڈل ٹاؤن کے رویہ کے متعلق تھی جس میں اس نے کہا تھا کہ ہم ان کا پیپلز پروگرام نہیں چلنے دیں گے۔

جناب سپیکر، کیا اس پر فیصلہ pending ہے؟

نوابزادہ غضنفر علی گل ، جی جناب والا اور تیسری میاں منظور احمد موہل کی سیٹ کے بارے میں ہے اور اس پر ایک سال سے فیصلہ التوا میں پڑا ہوا ہے۔

جناب سپیکر، ہاں۔ اس بارے میں تو آپ میرے پاس تشریف لائیں ہم بیٹھ کر اس بارے میں discussion کرتے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل ، جناب والا! جو اس ایوان کا مسئلہ ہے وہ اگر اس ایوان میں ہی ہو جائے تو یہ اچھا ہے۔ کیونکہ آپ کے چیمبر میں جانے سے کچھ غلط فہمیاں پیدا ہو سکتی ہیں۔

جناب سپیکر، آپ اور موہل صاحب دونوں میرے پاس تشریف لائیے گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل ، جناب والا! میرا موہل صاحب سے کوئی جھگڑا نہیں ہے۔ میرا تو ایک آئینی نکتہ ہے موہل صاحب تو میرے بھائی ہیں۔

جناب والا! دو الیومی جا رہے تھے ان میں سے ایک کنوئیں میں گر گیا دوسرے کو یاد آیا تو اس نے پوچھا کہ تم کہاں ہو اس نے کہا کہ میں یہاں ہوں تو اس نے کہا کہ جہاں رہو خوش رہو۔ تو میاں منظور احمد موہل صاحب جہاں رہیں خوش رہیں۔ میرا ان سے کوئی جھگڑا نہیں۔ جھگڑا تو یہ ہے کہ یہ سیٹ کیسی ہے اس کا آپ فیصلہ دیں؟

جناب سپیکر، اسی بارے میں آپ سے بات کرنی ہے۔ آپ تشریف لائیے۔ ہم اس مسئلے کو حل کریں گے اور آپ کی بات سن کر اس پر فیصلہ دیں گے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل ، ٹھیک ہے جناب والا۔

جناب سلمان تاثیر : نکتہ ذاتی وضاحت۔

جناب سپیکر، کیا آج کوئی بات آپ کے بارے میں ہوئی ہے؟

جناب سلمان تاثیر : جناب والا! کل میری غیر موجودگی میں مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب نے میرے رحیم یار خان کے دورے کے بارے میں یہاں کچھ باتیں کی تھیں اور یہ کہا کہ وہاں کوئی لوگ نہیں ہیں اور سب لوگ جو وہاں پر پنجابی ہیں جھنگ آ گئے ہیں۔ جناب والا! میں اس بات پر حیران ہوں وہ لوگ ہیں کہاں؟ میں رحیم یار خان جاتا ہوں وہ وہاں پر نہیں ہیں۔ مولانا صاحب کہتے ہیں کہ وہ وہاں سے ہو کر اب جھنگ آ گئے ہیں یا چنیوٹ آ گئے ہیں جہاں ہم جاتے ہیں وہ وہاں پر ہوتے نہیں ہیں اگر ان کو اتنا شوق ہے تو وہ مجھے یہ بتائیں کہ وہ یہاں لاہور میں کیوں نہیں آئے آخر لاہور پنجاب کا مرکز ہے اگر ہزاروں کی تعداد میں لوگ آ رہے ہیں اور رحیم یار خان میں قیام کر کے پنجاب میں نکل جائیں تو ان کو تو لاہور میں ہونا چاہیے تو جناب والا! میری چنیوٹی صاحب سے درخواست ہے کہ وہ میرے ساتھ چلیں ہم دونوں لاہور پھرتے رہتے ہیں ان کو ڈھونڈیں کہ وہ ہیں کہاں۔ یا کہیں ان کا ایسا ارادہ تو نہیں ہے جس طرح انہوں نے تین لاکھ روپے اپنے پرنٹنگ فنڈ کے لیے لئے تھے اور اسی چکر میں پھر وہ وزیر اعلیٰ سے صوابدیدی فنڈ لے جائیں اور دوسری بات جو میں حیران ہوں کہ کل سارے وزیر اتنے پریشان ہوئے کہ ہر ایک نے بیان دینا شروع کر دیا کہ یہ نہیں ہوا فلاں نہیں آئے۔ ایسا نہیں ہوا۔ جناب میں عرض کروں کہ یہ بڑا ہی سنگین مسئلہ ہے اور جناب دریشک صاحب نے یہ بیان دیا کہ جناب میں اپنے superiors کی خواہشات کے متعلق اس طرح کا بیان دے رہا ہوں۔ جناب والا! یہ بڑا ہی سنگین مسئلہ ہے اور جو ہمارے اس ملک کے دشمن ہیں یہ ان کے مقاصد پورے کرنے کے لیے اس صوبہ میں نفرت پھیلائی جا رہی ہے اور لوگوں کو سندھیوں کے خلاف اکسایا جا رہا ہے کہ پنجابی قتل ہو رہے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں سندھ سے آ رہے ہیں اور یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ جیسے برصغیر کی تقسیم ہو رہی ہے یہ کتنی شرم کی بات ہے جب ہم کوشش کر رہے ہیں کہ ہم اس وقت اس مسئلے کو حل کریں مگر یہاں پر لوگ دانستہ طور پر اور منصوبے کے تحت لوگوں کو اکسانے کی کوشش کر رہے ہیں اور دریشک صاحب کہتے ہیں کہ میں اپنے superiors کو خوش کرنا چاہتا ہوں تو یہ تو منصوبہ انڈین انٹیلی جنس کا ہے اگر میں اپنے superiors کو خوش کرنا چاہتا ہوں وہ تو کم از کم بارڈر کے اس پار رہتے ہیں وہ پاکستان میں نہیں رہتے ہیں تو جناب والا! میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ

کن superiors کو خوش کرنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر، نکتہ ذاتی وضاحت پر آپ اپنی پوزیشن کی وضاحت کیجئے اس پر آپ تقریر نہیں کر سکتے۔

جناب سلمان تاثیر ، جناب والا! پوزیشن کی وضاحت یہ ہے کہ میں رحیم یار خان گیا ہوں میں وہاں کا دورہ کر کے آیا ہوں۔ میں ایک' ایک جگہ گیا ہوں وہاں ہزاروں کی تعداد میں کوئی آدمی نہیں آئے۔ البتہ وہاں کے ڈی۔سی نے وہاں پر بڑی تعداد میں لوگوں کو اکٹھا کرنے کی کوشش کی تھی اعلان کیا کہ پلاٹس تقسیم ہو رہے ہیں اپنے پٹواروں کو بھی بھیجا گاڑیوں میں بھی لوگوں کو بھیجا ہم ہسپتال بھی گئے وہاں پر کوئی بھی زخمی آدمی نہیں تھا اگر ایسا حادثہ ہوتا تو ضرور کوئی زخمی ہوتا کوئی ایک زخمی ہوتا پچھلے دو مہینوں سے رحیم یار خان ہسپتال میں کوئی بھی زخمی نہیں تھا اور اب مولانا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں وہ اب وہاں سے جھنگ آ گئے ہیں تو میری ان سے یہ التماس ہے کہ آپ خود وہاں جائیں آپ وہاں جا کر دیکھیں کہ آئے ہیں یا نہیں۔ پھر ہماری پوزیشن اور حقیقت واضح ہو جائے گی۔

ملک طیب خان اعوان ، جناب سپیکر! میرے معزز رکن حقیقت پر پردہ ڈال رہے ہیں اگر انہیں سندھ کے آدمی نظر نہیں آئے تو یہ ہمارے ساتھ آئیں ہم ان کی ان سے ملاقات کرواتے ہیں اور ان کے حالات ان کو سنواتے ہیں۔ جناب والا! میں آج بھی آ رہا تھا راستے میں دو ٹرک ایک ہوٹل پر کھڑے تھے اور ان کے بال بچے ' ان کا سامان اور ان کی گائے بھینسیں ان ٹرکوں میں لوڈ تھیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ بھئی کہاں سے آ رہے ہو انہوں نے کہا کہ جی سندھ سے مار کھا کر آ رہے ہیں اور اپنا ایک بھائی بھی وہاں دے آئے ہیں۔ جناب والا! یہ کیوں حقیقت پر پردہ ڈال رہے ہیں یہ اصلاح کی کوشش نہیں کرتے ان غریبوں کی مدد کی کوشش نہیں کرتے یہ حقیقت پر پردہ ڈالتے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، جناب سپیکر! میں نے جو کل گزارش کی تھی میں نے جناب سلمان تاثیر صاحب کا بیان شائع ہونے کے متعلق کہا تھا اور انہوں نے اپنے بیان میں کہا کہ سندھ میں پنجابیوں کے خلاف کسی قسم کی نفرت کی لہر نہیں۔ یہ صرف پنجاب حکومت کے بیمار ذہن کی اختراع ہے میں نے عرض کیا تھا کہ انہوں نے حقائق پر پردہ پوشی کی ہے اور ان مظلوموں کی زخموں پر نمک پاشی کی ہے۔ چنیوٹ میں 4 جون سے لے کر اس وقت تک 77 خاندان جو 374 افراد پر مشتمل ہیں وہ سندھ ' شکارپور اور سکھر سے لٹ پٹ کر اور مار کھا کر وہ آ چکے ہیں اور لاکھوں کی جائیداد چھوڑ کر آئے ہیں۔ جناب والا! میں جناب سلمان تاثیر صاحب کو دعوت دیتا ہوں بلکہ میں نے یہ تحریک التواء بھی پیش کی

ہے کہ ہماری حکومت پنجاب کو بھی ان حضرات کی بحالی کے لیے فوری توجہ کرنی چاہیے اور میں سلمان تاثیر صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ میرے ساتھ چنیوٹ چلیں۔ ان کی دکھ درد سے بھری داستانیں سنیں۔ ظلم کی داستانیں سنیں کہ وہ کس طرح لٹ پٹ کر آئے ہیں۔ ایک عورت جس کی بیٹی اور جس کا داماد ٹکڑے ٹکڑے کر دیا گیا۔۔۔۔

جناب سپیکر، مولانا صاحب! اس پر میں بحث نہیں کروانا چاہتا۔ اس پر آپ نے یہاں اس بات کا ذکر کیا تھا تو اس پر سلمان تاثیر صاحب نے ایک personal explanation دی ہے تو کوئی بات نہیں۔ ان کی personal explanation آ گئی ہے۔ آپ کی ایک تحریک التواء بھی ہمارے پاس pending ہے۔۔۔۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، جناب سپیکر! میں نے اس پر ایک تحریک استحقاق دی ہے کہ ان کے غلط بیان سے ہم سب کا استحقاق مجروح ہوا ہے کہ ایک معزز ممبر غلط بیانی کرتا ہے اور ہزاروں کی تعداد میں مہاجر لٹ پٹ کر آ رہے ہیں۔۔۔۔

جناب سپیکر، مولانا صاحب! جس وقت آپ کی وہ پریویلج موشن آئے گی تو اس وقت بات ہو گی۔ سردست اس بات کو ختم کریں۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔

Take your seat please Have your seat please.

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب سپیکر! میں ایک بھوئی سے گزارش کرنا چاہتا ہوں۔

میزانیہ بابت سال 91-1990 پر بحث

MR SPEAKER : Have your seat please.

رانا شوکت محمود (لیڈر آف دی اپوزیشن)، جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ کل کم از کم آپ نے میری تقریر کو غور سے سنا۔ باقی کچھ دیر پہلے تو یہ ایوان خاصا disciplined تھا اور اب اس disturbance کی وجہ چند ایسے ممبران کا ایوان میں تشریف لانا ہے جو ایوان کی کارروائی میں بالکل سنجیدہ نہیں۔ میں گزارش کروں گا جیسے میں نے کل بھی عرض کی تھی کہ بجٹ کا یہ واحد موقع ہے جب ہم انتظامیہ پر، حکومت کے ان افسران پر پارلیمنٹ کے غلبہ اور اسمبلی کے غلبہ کا ایک عملی مظاہرہ کر سکتے ہیں۔ اس کو بہت سنجیدگی سے لیا جائے۔ افسوس یہ ہے کہ کل کی جو میری گزارشات تھیں وہ

بالکل چکنے گھڑے پر پڑیں اور بہت ساری قیمتی تجاویز جو میں نے اس صوبے کے عوام کی تکالیف، دکھ اور مصیبتیں دور کرنے کے لیے دیں ان کا کوئی غالباً اثر نہ ہوا اور ایوان بہت ہی ایک غیر سنجیدہ جملے پر ختم ہوا اور مجھے احتجاجاً واک آؤٹ کرنا پڑا۔ پھر عوام کے ایک انتہائی اہم مسئلے پر میں بات کر رہا تھا جو رشوت ستانی کے بارے میں ہے۔ رشوت ستانی ایک کینسر کی طرح اس ملک کے غریب عوام کو کھا گئی۔ مجبور، بے کس، لاچار لوگ اب رشوت دیں بلکہ ایک طرح extortion وہ ان سے زبردستی لی جاتی ہے۔ پیسہ زبردستی لیا جاتا ہے۔ ہم نے قوانین کی یہ شکل بنائی ہوئی ہے کہ عوام پیسہ زبردستی دینے پر مجبور ہیں۔ اگر غریب لوگ پیسہ نہیں دیتے تو قانون کو ان کے خلاف موڑ دیا جاتا ہے۔ اگر وہ پیسہ دے دیں تو اس قانون کو ان کے حق میں موڑ دیا جاتا ہے اور اس صورت حال میں نہ صرف عوام کے ساتھ ایک انتہائی زیادتی ہو رہی ہے۔ بلکہ حکومت کے ساتھ بھی یہ زیادتی ہے کہ ایسا بہت سارا پیسہ جو حکومت کے خزانے میں آنا چاہیے وہ ناجائز طور پر لوگوں کی جیبوں میں چلا جاتا ہے اور پھر جس سے بہت سارے معاشی مسائل پیدا ہوتے ہیں جس میں افراط زر اور پھر ایک فالتو پیسے کا مہیا رہنا شامل ہے جو پھر ناجائز طور پر استعمال کیا جاتا ہے تو ایسے سنجیدہ مسئلے پر جس کے بارے میں، میں نے عرض کی تھی کہ انٹی کرپشن کے محکمے کو ہم ختم کر دیں۔ میں یہ جذباتی طور پر بات نہیں کر رہا تھا اور نہ ہی یہاں پر یہ کوئی تقریر ہے کہ میں عوام کے سامنے پر سٹیج پر کھڑا تقریر کر رہا ہوں۔ ہم بہت سنجیدہ عوام کے نمائندے ہیں۔ میں یہ تجویز دے رہا تھا کہ ایک محکمے کی جس کی کوئی کارکردگی آج تک نہیں رہی جس کی موجودگی میں یہ حالات زیادہ خراب ہوئے ہیں اس کے رہنے کا جواز ہمیں دیکھنا چاہیے۔ ہم اس کو اگلے ایک سال میں ایک خطیر رقم خرچ کرنے کے لیے دے رہے ہیں۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ہم یہ رقم بھی خرچ کرتے ہیں اور اس کا فائدہ بھی کچھ نہیں ہو رہا تو پھر اس محکمے کو کیوں قائم رکھا جائے؟ اس کی جگہ کوئی ایسی تبدیلی کیوں نہ کی جائے جو واقعی رشوت ستانی کو روک سکے اور اگر ہم رشوت ستانی کو روکنے کی کوشش بھی نہیں کرتے تو پھر جناب ہم اس میں خود بھی شریک ہوتے ہیں تو میں یہ گزارش کر رہا تھا جب ایوان کے بارے میں ایک غیر سنجیدہ remark اور وہ بھی ایک وزیر صاحب نے دیا تو ہم نے اس بات پر احتجاجاً واک آؤٹ کیا کہ آپ پھر ہماری تقریر کو غیر سنجیدہ طور پر لے رہے ہیں۔

گزارش یہ ہے کہ میں ایک دفعہ پھر آپ کو اور پھر وزیر خزانہ جو یہاں موجود نہیں ہیں بجٹ کے بارے

میں عرض کروں گا بلکہ آج صبح میں نے اخبار میں بڑے انہماک سے اور اشتیاق سے دیکھا میرا خیال تھا کہ شاید آج وزیر خزانہ کا استعفیٰ اخبار میں آئے گا۔ (قہقہے) کہ انہوں نے بجٹ کے بارے میں کتابت کی غلطیاں، واقعات کی غلطیاں، حقائق کی غلطیاں، اور ایسی ایسی باتوں پر غلط بیانی کی کہ جس کو ہم نے یہاں ایوان میں، عوام کے سامنے، اخبارات کے سامنے واقعتاً ثابت کر دیا ہے اس کے اوپر وہ استعفیٰ ضرور دیں گے اور یہ نہیں کہ ہم کوئی ان کے خلاف ہیں۔ ہم ان کو بہت باعزت، باوقار سمجھتے ہیں۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ انہیں اپنے محکمے کی اس کارکردگی پر اور جس طرح ان کے محکمے نے اس ایوان کو اور ایوان کے ان ممبران کو غیر سنجیدہ طور پر لیا ہے۔ میرا خیال تھا کہ وہ شاید اپنے محکمے کے اس رویے کے خلاف استعفیٰ دے جائیں گے لیکن مجھے بڑی مایوسی ہوئی ہے۔ میں ان کو واقعی باوقار آدمی سمجھتا تھا۔ اس سال کی بجٹ تقریر کا ان کا ایک فقرہ میں پڑھتا ہوں اور یہ کیسی بات ہے مجھے تو خود اس کی سمجھ نہیں آ رہی۔ جناب سپیکر! حقیقت تو یہ ہے کہ اس بجٹ پر جتنی موٹی یہ کتاب ہے اتنے ہی دن بولا جا سکتا ہے کیونکہ یہ جھوٹ، ناانصافیوں اور زیادتیوں کا ایک پلندہ ہے لیکن آپ نے وقت کی ایک حد مقرر کی ہوئی ہے اور میں اپنے بھائیوں کا وقت نہیں لینا چاہتا جو خود بجٹ پر اپنی گزارشات آپ کے سامنے پیش کرنے کے لیے اسی طرح بہت بے چین اور بے تاب ہوں گے کہ کس طرح اس حکومت نے اس صوبے کے عوام کا مذاق اڑایا ہے۔ کس طرح یہ حکومت افسر شاہی کے ہاتھوں میں کھیل رہی ہے، کس طرح یہ حکومت عوام کے مسائل حل کرنے میں غیر سنجیدہ ہے۔ میں ان کی تقریر کا دوسرا پیرا پڑھنا چاہتا ہوں اور اس سے پھر آپ کو پتہ چلے گا کہ یہ بجٹ وزیر خزانہ نے پیش نہیں کیا بلکہ افسران نے یہ تقریر لکھی ہے اور میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وزیر خزانہ آئندہ پانچ سال میں بھی ایسا پیرا نہیں لکھ سکتے۔ ان کے افسران نے یہ تقریر لکھی ہے اور افسران کا انتہائی اہم نکتہ میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ افسران جو ہیں وہ کس طرح صوبائی اور مرکزی حکومت میں یہ اختلاف رکھنا چاہ رہے ہیں۔ یہ افسر شاہی ہے جو ان اختلافات سے فائدہ اٹھاتی ہے جن کا میں کل ذکر کر رہا تھا کہ ہم اور آپ حقیقتاً عوام کے نمائندے ہیں اور ہمارا یہ فرض بنتا ہے کہ ہم مل جل کر عوام کے مسائل کو حل کریں۔ یہاں یہ کوئی بات نہیں کہ آپ ایک طرف بیٹھے ہیں اور آپ نے ہماری ہر بات کو رد کرنا ہے خواہ وہ بہت ہی زیادہ منطقی، بہتر اور اچھی کیوں نہ ہو۔ تو جناب والا! یہ افسر شاہی کا کمال میں آپ کو دکھانا چاہ رہا ہوں، اس کو شروع ایسے کرتے ہیں "کہ مالی سال 90-1989ء تقریباً قریب الاختتام ہے، جن نامساعد حالات میں

گزشتہ مالی سال کا آغاز ہوا تھا' وہ دوران سال بتدریج دگرگوں ہوتے گئے' ہماری مالی اور اقتصادی مجبوریاں اور بڑھیں۔ معاشی ناہمواریوں نے علاقائی' صوبائی اور لسانی تعصبات کو ہوا دی۔ جنوب میں امن و امان کی صورت حال خراب تر ہوتی گئی اور اس کے اثرات ارض پنجاب پر بھی مرتب ہوئے۔ مزید برآں ہمارے ہمسایہ ممالک میں جدوجہد آزادی نے اور شدت اختیار کی اور اس سال کے آغاز سے حریت کا شعلہ بھڑکا اور جنت نظیر کشمیر کے مظلوم و مجبور باشندوں میں جور وظلم کے خونیں پنجوں سے آزاد ہونے کی تڑپ مزید بڑھی اور ایک ہمہ گیر تحریک کی شکل اختیار کر کے بھارتی سامراج کے اعصاب میں چھا گئی' ساتھ ہی ساتھ پوشیدہ ہاتھ پنجاب میں دہشت گردی کے ذریعہ امن و امان کی صورت حال خراب کر کے پنجاب کی حکومت کو پریشان کرنے کے لیے اپنی مذموم کارروائیاں کرتے رہے' ان حالات سے جناب والا! آپ مجھ سے بہتر طور پر آگاہ ہیں' درحقیقت یہ کڑی آزمائش کا دور تھا"۔

اسی طرح سے جناب والا! انہوں نے آگے بھی' افسر شاہی کے جن لوگوں نے یہ بجٹ لکھا ہے بجٹ کی یہ تقریر لکھی ہے' یہ ان کے ذہن کی عکاسی کرتی ہے اور آپ کو اصل مجرم کی نشان دہی کرتی ہے یہ اب پیرا پانچ ہے۔

5- "وفاقی حکومت نے ترقی پذیر پنجاب کی خسارے کی مد میں امداد اور مرکزی محصولات میں سے ہمارے حصے کی رقم کو مجموعی طور پر مالی سال 89-1988 کی سطح پر منجمد کر دیا"

پھر جناب والا پیرا نمبر سات میں یہ ذکر ہوتا ہے۔

7- "مجھے یقین ہے کہ وفاقی حکومت بالآخر پنجاب کے مسائل کو سمجھنے اور تالیف قلوب کے لیے ضروری اقدامات کرنے پر مجبور ہو جائے گی"

جناب والا! جو افسر شاہی اس بجٹ کی تقریر کو لکھ رہی ہے یہ ان کے فقرے ہیں' میں جناب والا! دوسرے پیرے کے حوالے سے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جو صورت حال دوسرے پیرے میں بتائی گئی ہے وہ بھی بیان کی گئی ہے کیا یہ صورت حال صرف پنجاب کے لوگوں کے لیے ہے؟ کیا کشمیر کا مسئلہ صرف پنجاب کی حکومت کے لیے ہے؟ کیا ملک میں جو صورت حال ہے وہ حکومت پنجاب کی ذمہ داری ہے؟ جناب والا! مرکزی حکومت بھی اس سے متاثر ہے۔ مرکزی حکومت کے لیے بھی یہی صورت حال ہے جو ملک میں ہے۔ ان کے لیے بلکہ اس سے زیادہ مسائل ہیں' کیونکہ دفاع کی ذمہ داری مرکزی حکومت کی ہے تو پھر حکومت پنجاب کو کس طرح مظلوم قرار دینا اور یہ کہنا کہ

سارے ملک کی ذمہ داری حکومت پنجاب نے لی ہوئی ہے۔ یہ بالکل اس سوچ کی عکاسی کرتی ہے اور نشان دہی کرتی ہے جو افسر شاہی آگے پیش کر رہی ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس پیرے کو پڑھنے کے بعد ہم یہ دیکھیں کہ یہ مرکزی حکومت کی ایک بہت بڑی قربانی ہے کہ انہوں نے پیسہ اکٹھا کیا' انہوں نے یہ ساری رقومات اکٹھی کیں 1989-90ء سال میں انہوں ہماری ایک سطح پر امداد کی اور وہ رقم ان کو واپس ادا کر دی گئی ہے یہ ایک بہت بڑی قربانی کی بات تھی اور اس سال بالخصوص جب کہ مرکزی حکومت نے 60 کے قریب F-16 خریدے ہیں' نیوکلیئر پاور پلانٹ لیا ہے اور اس قسم کا بے شمار سامان اپنی افواج کو جدید اسلحہ سے مسلح کرنے اور ایک دفاعی قوت بنانے کے لیے بہت سارا اسلحہ خریدا ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ مرکزی حکومت کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ انہوں نے اتنی بڑی رقم پھر بھی حکومت پنجاب کو فراہم کی ہے کہ جناب جائیے آپ اپنی عیاشیاں کیجیئے 18 کروڑ روپے کا جہاز خریدیئے' یہ چیئر لفٹ لگوائیے تاکہ مری میں سیر کر سکیں۔ اور اڑھائی اڑھائی کروڑ روپے کے جنریٹر خریدیئے (شیم شیم' شیم) تو یہ ایک بہت بڑی قربانی تھی کہ انہوں نے یہ رقم فراہم کی ہے۔ جناب یہ ان کے اپنے بجٹ کا ایک حصہ تھا۔ علاوہ ازیں آج میں جن نکات پر گزارش کرنی چاہتا ہوں' ان میں بہت اہم باتیں ہیں' لیکن وقت کی قلت بھی میرے پیش نظر ہے' اس لیے میں نے قبل ازیں عرض کی تھی کہ بجٹ کو خدارا ایک نہایت اہم دستاویز سمجھنا چاہیے اور اس کے لیے ہمیں یہ اجلاس دس دن پہلے شروع کرنا چاہیے تھا تاکہ ممبران اسمبلی اس پر اپنے خیالات کا اظہار کر سکتے اور افسر شاہی کا ایک ایکس رے بھی کریں' اور ان کا اپریشن بھی کریں اور یہ افسر شاہی ہمیں کم از کم ایک نالائق اسمبلی نہ سمجھے کہ جو کچھ انہوں نے لکھ کر دیا' ہم نے بغیر دیکھے پڑھ دیا بغیر دیکھے' بغیر سمجھے اس پر ووٹنگ ہوئی اور ہم نے اسے منظور کر لیا اور وہ ہنستے کھیلتے گھروں کو چلے گئے اور ہم اسی بات پر خوش رہے کہ ہم نے ایک یا دو تبادلے کروا لیے۔ میری گزارشات یہ ہیں کہ آج میں جن موضوعات پر بات کرنا چاہتا تھا' ان میں محکمہ تعلیم' ہیلتھ اور لاء اینڈ آرڈر جیسا کہ میں نے کل بھی عرض کیا کہ یہ ایک اہم ترین مسئلہ ہے ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے' ایک دو تجاویز دوں گا انٹی کرپشن سے متعلق' ہائی وے پر بات میں نے کر لی ہے' اسی طرح جنگلات کا محکمہ ہے سوشل ویلفیئر' زراعت اور انڈسٹری ہے۔ ایل ڈی اے کے متعلق تھوڑا سا کہوں گا اور ٹرانسپورٹ ہے اور جناب والا! re-concilation کی جو آپ بات کر رہے ہیں' اس پر بھی میں گزارشات کرنی چاہوں گا۔ لوکل باڈیز اور کوآپریٹو سوسائٹیز کے

محکمہ جات ہیں' کشمیر کے بارے میں کچھ کہنا چاہ رہا تھا' ریلوے اور کمیونیکیشن اور ارگیشن بہت سارے موضوعات ہیں' اسی طرح خواتین کے لیے بھی میں کچھ کہنا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر، تو رانا صاحب' ابھی آپ نے ان سارے موضوعات پر بات کرنی ہے۔ تو پھر میرے خیال میں اور کسی کو بات کرنے کی ضرورت نہیں رہے گی۔

رانا شوکت محمود (قائد حزب اختلاف)، جناب والا! یہ میرا حق بھی بنتا ہے اور میں بہت relevant بات کروں گا اور اس ضمن میں میں ایک تجویز دوں گا' میں خواتین سے شروع کرتا ہوں۔ مجھے افسوس ہے کہ خواتین جو کہ اس ملک کی آبادی کا 52 فی صد ہیں' ان کے لیے اس بجٹ میں کچھ نہیں رکھا گیا۔ حالانکہ جناب لاہنسٹر خواتین کے مسائل سے زیادہ دل چسپی رکھتے ہیں لیکن بجٹ میں انہوں نے ان کو کچھ نہ دیا ہے۔ یہ بہت ہی افسوس ناک ہے کہ اتنی بڑی تعداد کے لیے کچھ نہ رکھا جائے۔ ہماری خواتین میں بہت بڑی تعداد working women کی ہے' اتنی بڑی تعداد ہے کہ جس کا تصور آپ نہیں کر سکتے دیہات میں جتنی آبادی ہے اس میں تقریباً 99.9 فیصد خواتین کھیتوں میں کام کرتی ہیں' مجھے سخت افسوس ہے کہ ان کی ویلفیئر کے لیے قطعاً اس بجٹ میں کوئی بات نہیں کی گئی' یہ بہت ہی دکھ اور تکلیف کی بات ہے اسی طرح سے شہروں میں جو خواتین کام کرنے کے لیے آتی ہیں' پڑھنے آتی ہیں ان کی رہائش کے مسائل ہیں' ان کے بے شمار مسائل' settle ہونے کے مسائل ہیں ان کے لیے اس سارے بجٹ میں کوئی ذکر نہیں۔ میں سمجھتا ہوں اس سارے بجٹ کو ہی راوی میں پھینک آنا چاہیے اور نئے سرے سے ایک دستاویز بنانی چاہیے' میں سنجیدہ بات کر رہا ہوں دکھ اور تکلیف سے بات کر رہا ہوں' ان working women کا جو شہروں میں بستی ہیں کوئی ذکر نہیں' جو غریب گھروں سے دیہاتی ماحول سے طالبات پڑھنے آتی ہیں' یونیورسٹی میں پڑھتی ہیں' ان کو مستقبل بنانے کا شوق ہے جو باقاعدہ محنت کرتی ہیں' ان کے لیے کون سے ہوسٹل ہم نے کھولے' کون سی رہائش اور ٹرانسپورٹ ہم نے ان کو مہیا کی۔ ان کے دکھ اور تکالیف کا ہم کیا ازالہ کر رہے ہیں' یہ بہت ضروری اور اہم ترین نکتہ تھا اور ہم نے اس پر بالکل توجہ نہیں دی۔ جناب والا! میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں ہم اس کے لیے ایک ارب روپے سے ایک women foundation بنائیں اور اسی بجٹ میں سے میں آپ کو پیسہ بھی نکال کر دیتا ہوں۔ 2 ارب میں نے پہلے courts کے لیے بھی کہا ہے اور اب ایک ارب روپے Women Foundation کے لیے کہہ رہا ہوں۔ یہ تمام رقم میں آپ کو اسی بجٹ میں نکال کر دیتا

ہوں۔ کیوں نہ ہم عورتوں کو بھی ان کا حق دیں' یہ ایک ارب روپے بھی ان کا پورا حق نہیں بلکہ ان کے حق سے بہت کم ہے۔ مجھے یہ بھی یقین ہے کہ جو دل چسپی عورتوں کے مسائل کے ساتھ وزیر قانون رکھتے ہیں وہ میری اس بارے میں ضرور مدد فرمائیں گے۔ اور یہ سو کروڑ روپے میں آپ کو بغیر کوئی نیا ٹیکس لگائے اسی بجٹ میں سے نکال کر دوں گا۔ دو ارب روپے عدالتوں کے لیے تاکہ انصاف مہیا ہو سکے۔ ایک ارب روپے خواتین کی فلاح و بہبود کے لیے ایک foundation بنانے کے لیے اور یہ رقم میں آپ کو اسی بجٹ میں سے نکال کر دوں گا۔

میں ایک اور اہم نکتے کی طرف بھی آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں جو کہ اس ملک کے سنگین حالات کے لیے بھی ضروری ہے۔ یہ مسئلہ مرکز اور صوبے میں working relationshup کا ہے اس میں جناب والا! ہمیں آپ کے جذبات کا بھی پتا ہے' آپ کی خواہشات اور خیالات کا بھی پتا ہے۔ لیکن وہ سارے جذبات' خیالات اور خواہشات کی نفی اس بجٹ تقریر نے کی ہے۔ یہ بجٹ تقریر افسران کے ذہن کی عکاسی کرتی ہے۔ میں نے افسران کا لفظ استعمال کیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ جتنے سیاسی عناصر ہیں وہ چاہتے ہیں کہ حالات ٹھیک ہو جائیں۔ یہ ایک تیسرا فرقہ ہے جو چاہتا ہے کہ حالات ٹھیک نہ ہوں آج میں نے آپ کے سامنے ان کو پکڑ کر دکھایا ہے۔ یہ لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ مرکز اور صوبے کے تعلقات بہتر نہ ہوں۔ اس سے اگلے دن وزیراعلیٰ نے بہت اچھی تجویز پیش کی۔ جناب نصراللہ دریشک کے کھانے پر انہوں نے یہ تین نام لیے کہ غضنفر گل' محمود الحسن ڈار' اور شاہ نواز چیمہ جیسے لوگ اگر حالات ٹھیک ہوں اور میرے بس میں ہو تو میں ان کو بھی اپنا وزیر بنا لوں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میں ان کی اس بات کو نہایت سنجیدگی سے لیتا ہوں اور میں واقعی ہی سمجھتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ آپ بھی اس بات کو اپنی کمیٹی میں زیر بحث لائیں۔ جناب میں ان تینوں ممبران کو اجازت دیتا ہوں کہ وہ آپ کی کابینہ میں شریک ہوں اور میں یہ بھی سمجھتا ہوں کہ اگر آپ غضنفر گل کو پولیس کا انچارج بنا دیں تو تین ماہ میں اس صوبہ میں چوری رک جائے گی۔ میں اس بات کی گارنٹی بھی دیتا ہوں کہ غضنفر گل تین ماہ میں چوری روک دیں گے۔ محمود الحسن ڈار کو اگر آپ وزیر خزانہ بنا دیں تو یہ آپ کو اس سے دوگنی رقم اکٹھی کر کے دیں گے جتنے اس صوبے کے اخراجات ہیں۔ شاہ نواز چیمہ کے بارے میں بھی یہ کہوں گا کہ اگر یہ میرے بس میں ہو تو وزیر قانون بناؤں تاکہ انصاف

کا حصول بہتر ہو سکے۔ (قہقہے)۔ جناب میں شاہ نواز چیمہ کو وزیر قانون بنانے کا اعلان کر رہا ہوں۔

راجہ محمد خالد خان، جناب والا! رانا صاحب قلی کابینہ کا اعلان کر رہے ہیں؟

جناب سلمان تاثیر، جناب والا! جب دریشک صاحب وزیراعلیٰ بنیں گے تو میں بھی ان کا وزیر بن جاؤں گا۔

(قطع کلامیاں)

وزیر قانون، جناب والا! ایوان میں بڑی سنجیدہ باتوں پر غور ہو رہا ہے۔ لیکن اپوزیشن کے معزز اراکین اس ماحول کو غیر سنجیدہ بنانے کی کوشش کر رہے ہیں۔

رانا شوکت محمود، جناب والا! میں جلدی جلدی ایک ایک دو دو منٹ میں مختلف محکموں پر بات کروں گا۔

وزیر خزانہ، جناب والا! اگر یہ برا نہ بنائیں اور اجازت ہو تو گزارش کروں گا کہ اس گروپ میں رانا شوکت صاحب سے بہتر آدمی کوئی نہیں ہو سکتا وزیر بننے کے لیے یہ ادھر تشریف لائیں اور بڑے شوق سے وزیر خزانہ بنیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

رانا شوکت محمود، جناب والا! میں دستی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں وہ میرے بھائی ہیں۔ ویسے بھی بھائی ہیں اور بڑے قابل احترام بھائی ہیں۔ تو جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا تھا۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب والا! میں رانا شوکت محمود سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ جب وہ وزیراعلیٰ بنیں گے۔ دستی صاحب کو وزیر رکھیں گے۔ بلکہ میں تو یہ کہوں گا کہ ضرور رکھیں۔

چودھری محمد فاروق (پارلیمانی سیکرٹری)، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! حزب اقتدار کے ممبران پر تو یہ پابندی ہے کہ وہ قائد حزب اختلاف کی تقریر کے دوران مداخلت نہیں کر سکتے۔ آیا حزب اختلاف کے جو ممبران ہیں' رانا شوکت صاحب کے جو ساتھ ہیں ان پر کوئی پابندی نہیں ہے۔ نواب زادہ غضنفر علی گل صاحب اپنی سیٹ چھوڑ کر دوسری سیٹ پر بیٹھ کر بیٹھے بیٹھے مداخلت کر رہے ہیں۔ سلمان تاثیر صاحب بھی ڈپٹی لیڈر آف اپوزیشن ہیں وہ بھی مداخلت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ناظم شاہ صاحب بھی خاموش نہیں بیٹھ سکتے۔ محمود الحسن ڈار صاحب بھی وزارت کے شوق میں بار بار مداخلت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ لہٰذا میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ آیا معزز ممبران اپوزیشن اس سلسلے میں قائد حزب اختلاف کی تقریر میں مداخلت کر سکتے ہیں؟

جناب سپیکر، کوئی بھی معزز رکن قائد حزب اختلاف کی تقریر کے دوران مداخلت نہیں کر سکتا اور نہ ہی کرنا چاہیے۔ اور میں یہ بھی کہوں گا کہ اپوزیشن کے معزز اراکین قائد حزب اختلاف کی تقریر میں سنجیدہ رہ کر ان کی بات سنیں۔

رانا شوکت محمود، جناب سپیکر! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ بہت سارے موضوع ہیں لیکن میں صرف دو دو تین تین منٹ ان پر اپنی گزارشات پیش کروں گا۔ جناب والا! یہ جو میری تجاویز اور خیالات ہیں حکم ران پارٹی کے وزراء اور ممبران کم از کم غور سے سن لیں کرنا انہوں نے جو بھی ہے وہ ہمیں علم ہے۔ گزارش یہ ہے کہ تعلیم کی مد میں۔۔

Estimates of charged expenditure and demands for grants- pages 421 to 485

میں صفحہ 421 سے 485 تک تحریر ہے۔ مجھے ان میں کسی جگہ پر یہ نظر نہیں آیا کہ امتحانات جن کا سسٹم بالکل بگڑ چکا ہے۔ جو کہ ایمان دارانہ طریق کار کی بالکل عکاسی نہیں کرتے نہ ہی امیدواروں کی قابلیت' لیاقت یا ان کی اپنے مضمون پر دسترس کا اظہار کرتا ہے۔ ہم نے امتحانات کے طریق کار کو بہتر بنانے کے لیے کیا کیا ہے؟ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارا نظام تعلیم بہت بری طرح سے خراب ہو چکا ہے۔ اس کی بنیاد نہیں رہ گئی۔ بالکل ہم ایک stereo typed پہلی سے لے کر سولہویں تک جو ہمارے سلیبس ہیں ان کو ہم پڑھاتے ہیں اس پر جتنی بھی رقم مختص کرتے ہیں وہ ضائع جاتی ہے۔ اس سے کچھ حاصل نہیں ہو رہا اس میں مجھے یہ ذکر کہیں بھی نہیں ملا کہ پہلی سے لے کر دسویں تک عام سکولوں میں فنی تعلیم دینے کا کیا انتظام ہے؟ لیچرز کی بہتری کے لیے بھی اس میں کچھ موجود نہیں ہے' جو پچھلے سال تھا وہی اس سال ہے اور اگر یہ حکومت رہی تو جو اب ہے وہی اگلے سال ہوگا۔ یہ ایک status quo کی حکومت ہے اور status quo کو چلا رہے ہیں۔ status quo سب سے بد ترین چیز ہے۔ ایک ترقی پسند حکومت کے لیے یہ بد ترین چیز ہے۔اور یہ ایک status quo حکومت ہے۔ یہ کسی طور پر بھی موجودہ حالات اور موجودہ تقاضوں کو پورا نہیں کر رہی۔ میرا یہ مطالبہ ہے کہ اساتذہ کی تنخواہوں میں اضافہ کیا جائے۔ ان کی عزت اور وقار میں اضافہ کرنے کے لیے سکیمیں اور تجاویز پیش کریں۔ اور اس بات پر بھی ایوان میں غور کریں کہ ہم نے امتحانات کے طریق کار کو کس طرح سے بہتر بنانا ہے۔ اور کس طرح اچھا بنانا ہے۔ بے روزگاری اس ملک کے نوجوانوں کے لیے ایک اذیت ناک صورت اختیار کر گئی ہے۔ بے روزگاری نے ہمارے محنت کش طبقات' مڈل کلاس' لوئر مڈل

کلاس اور اپر مڈل کلاس کے بچوں کو ایک اذیت ناک صورت حال سے دوچار کیا ہوا ہے۔ ہم ایسی کوئی کوشش نہیں کر رہے کہ ہمارا ذریعہ تعلیم جو کہ براہ راست بے روزگاری کا ذمہ دار ہے اس کو کسی طرح درست کیا جائے۔ میں تعلیم کے ذمہ دار افسران کو اس کوتاہی کا ذمہ دار ٹھہراتا ہوں۔ اس میں افسران ہیں' سیکریٹری ہیں' وائس چانسلر صاحبان ہیں اور اساتذہ شامل ہیں۔ ہمیں اس نظام کو ٹھیک کرنا چاہیے تاکہ ملک سے بے روزگاری ختم ہو اور جو رقوم ہم خرچ کر رہے ہیں اس کا جائز اور صحیح مصرف نکل سکے اور ہمارا ملک' ہماری قوم اور ہمارے لوگ مجموعی طور پر ترقی کر سکیں۔ اسی طرح ہیلتھ کی مد میں" Estimates of charged expenditure and demands for grants" کے صفحہ 487 سے لے کر 663 تک جو تفصیل درج ہے لیکن اس میں بھی قطعاً کوئی ایسی چیز نہیں دی گئی۔ (شور) جناب والا! اس ایوان میں بہت زیادہ گفتگو ہو رہی ہے۔ اس شور کو روکا جائے تو پھر ہی میری تقریر جاری رہ سکے۔

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ جی رانا صاحب۔

رانا شوکت محمود: جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ ڈاکٹر بالخصوص جو جوان ڈاکٹر ہیں ان کے بہت سارے مسائل ہیں۔ وہ اکثر صوبے کے مختلف ہسپتالوں میں ہڑتال پر رہتے ہیں۔ آخر کیوں اس بجٹ میں ان کے مسائل پر غور و خوض نہیں کیا گیا۔ آخر ہمارے ملک کا ایک پڑھا لکھا' نوجوان طبقہ اپنے حالات کار سے خوش نہیں ہے تو اس پہ غور کر کے ان کی تجاویز کو اس بجٹ میں corporate کیا جانا ضروری تھا۔ اسی طرح مریضوں کے بھی بے شمار مسائل ہیں۔ ہسپتالوں میں جو ان کو دوائیاں دی جا رہی ہیں وہ جعلی اور غیر معیاری ہوتی ہیں۔ خوراک بھی غیر معیار دی جاتی ہے۔ صفائی کا نظام انتہائی ناقص ہوتا ہے۔ ان کے رہنے سہنے بالخصوص ان کے لواحقین کے بیٹھنے یا رہنے کا انتظام نہیں کہ وہ ہسپتال میں رہ کر اپنے مریضوں کا خیال کر سکیں۔ اسی طرح جناب والا! پیرا میڈیکل سٹاف ہے' ان کی بھی اپنی تکالیف ہیں۔ ان کے لیے بھی ایک stereo typed بجٹ ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جب تک وسائل نہیں ہوں گے صحت کی بہتری کی صورت نہیں بن سکے گی۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس وقت اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ صوبہ میں جعلی دوائیوں کی فروخت کو روکا جائے۔ کوئی دوائی صحیح نہیں مل رہی۔ جو اچھی سے اچھی کمپنی ہے اور سب سے مہنگی کمپنی ہے وہ بھی غیر معیاری ادویات بیچ رہی ہے۔ غیر معیاری ادویات کو روکنے کے لیے محکمہ صحت نے کبھی کوئی کوشش نہیں کی۔ نہ ہی ہمارے وزراء صاحبان نے کوشش کی ہے اور نہ ہی کبھی ہم نے دیکھا یا سنا کہ دوائیوں کے معیار کو بلند کرنے

کے لیے پنجاب کی حکومت کچھ کر رہی ہے۔ اس سلسلہ میں کوئی اقدام نہیں کیا گیا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایک مجرمانہ غفلت ہے جس سے پنجاب کے ان حکم رانوں کو بری الذمہ قرار نہیں دیا جا سکتا۔ بلکہ ہر وہ مریض جو کسی غیر معیاری دوائی کے استعمال کرنے سے مر جاتا ہے اس کی براہ راست ذمہ داری ان لوگوں پر آتی ہے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کو فوری طور پر اپنا کام بہتر کرنا چاہیے۔ اور دیہاتی علاقوں میں تو بنیادی چیزیں بھی موجود نہیں۔ ڈاکٹر نہیں' دوائیں نہیں' ہسپتال نہیں' آلات نہیں۔ اگر آپ جا کر صورت حال کو دیکھیں تو آپ کو دکھ اور تکلیف کے سوا کچھ نظر نہیں آئے گا۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس پر بھی انقلابی قدم اٹھانا چاہیے۔ ہمیں اس پر غور کرنا چاہیے کہ ہمیں health insurance scheme کو بھی رائج کرنا چاہیے کہ جو لوگ ہیلتھ انشورنس کروانے کی استطاعت رکھتے ہوں وہ تو اس سے مستفید ہوں اور باقی جن کو دوائیاں مہیا نہیں ہوسکتیں ان کو حکومت اپنے وسائل سے دوائیاں مہیا کرے۔ جو لوگ صاحب استطاعت ہیں یا جا ایم ایس کو approach کر سکتے ہیں ان کے لیے کمرہ بھی مفت ہے' دوائیاں بھی مفت ملتی ہیں' ایکس رے بھی مفت ہوتے ہیں اور ٹیسٹ بھی مفت ہوتے ہیں۔ اور اگر قیمت دینی پڑتی ہے تو ان بے چاروں کو جو سب سے زیادہ مستحق ہیں۔ ان کے لیے یہ بھی کیا جاتا ہے کہ اپریشن ہو رہا ہوتا ہے اور لواحقین کو کہا جاتا ہے کہ جا کر دوائیاں لائیں۔ وہ دوائیاں خریدنے کے لیے چلے جاتے ہیں۔ انہیں خون خریدنے کے لیے کہا جاتا ہے اور جو لوگ خون کی قیمت دے سکتے ہیں ان کو خون مفت مہیا کیا جاتا ہے۔

جناب والا! میں ایک دفعہ پھر لاء اینڈ آرڈر پہ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ایک انتہائی سنگین مسئلہ ہے۔ اس میں لوگوں کے ساتھ بے پناہ ناانصافی ہوتی ہے۔ خدارا! اس کو ٹھیک کرنے کی کوشش کریں۔ میں آپ کی توجہ خصوصیت کے ساتھ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ جیسے آپ نے اس سڑک کے لیے ایک کمیٹی بنائی ہے اسی طرح اس کے لیے بھی ایک کمیٹی تشکیل دیں جو چیف جسٹس سے ملاقات کرے اور ان سے تجاویز دینے کے لیے استدعا کرے کہ ہر مقدمے کا فیصلہ چھ ماہ کے اندر کیسے ہو سکتا ہے۔ اس کے لیے ایک سکیم بنائیں۔ ہم اس کے لیے وسائل ڈھونڈیں گے۔ جناب والا! میری آپ سے استدعا ہے کہ آپ ایک کمیٹی تشکیل دیں تاکہ چیف جسٹس صاحب اس کام پہ لگیں۔ جناب لاء منسٹر صاحب سے کہیں کہ کبھی اپنا کام بھی کیا کریں۔ ان کے ذمہ سب سے اہم کام صوبے میں قانون کی عمل داری ہے۔ عوام کو کوئی انصاف نہیں مل رہا۔ عوام کو نہ سماجی انصاف مہیا ہے' نہ قانونی

انصاف مہیا ہے اور نہ معاشی انصاف مہیا ہے۔ یہ بہت ہی بھیانک صورت ہے۔ خدا کے لیے ہمیں انہیں انصاف مہیا کرنا چاہیے۔ ہم اس طرف کیوں قدم نہیں اٹھاتے۔ جو کام ہم کر سکتے ہیں اس کو کرنے میں ہم کیوں خاموش ہیں۔ میں یہ توقع کرتا ہوں کہ آپ ایک کمیٹی بنائیں گے' وزیر قانون کو اس بارے میں کہیں گے اور خود بھی اس میں شامل ہوں گے۔ آج یا کل جناب چیف جسٹس سے بات کریں گے کہ جناب ہم ہر مقدمے کا فیصلہ چھ ماہ میں چاہتے ہیں آپ کو کن وسائل کی ضرورت ہے۔ پھر وہ وسائل مہیا کریں۔ ہم وہ وسائل مہیا کریں گے اور انشاء اللہ کر سکتے ہیں۔

اسی طرح جنگلات کا محکمہ ہے۔ جس کے لیے ایک بہت بڑی گرانٹ صفحہ 49 اور 61 پر دی گئی ہے۔ ہمارے وزیر خزانہ کی تقریر میں بھی ایک حوالہ ہے جو میں عرض کرنا چاہتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں ان اعداد و شمار کے ذریعے بے وقوف بنایا جاتا ہے۔ اور ہم بے وقوف بنتے ہیں۔ میری ممبران اسمبلی خواہ وہ اس طرف بیٹھے ہیں یا اس طرف اور بالخصوص اس طرف بیٹھنے والے ممبران سے استدعا ہے کہ اصل بات تو ان کے کرنے کی ہے کہ خدارا افسر شاہی کے ہاتھوں بے وقوف نہ بنیں۔ ان کے ہاتھوں سے دیکھتے دیکھتے زہر نہ کھائیں۔ آپ ان کو دیکھتے دیکھتے عوام کے ساتھ ظلم نہ کریں۔ یہ لوگ ہر حکومت کو دغا دیتے ہیں جیسے میں نے اس میں ثابت کیا ہے کہ یہ لوگ کیسے غلط رہ نمائی کرتے ہیں۔ خدا کے لیے آپ لوگوں کے مفادات ان پر قربان نہ کریں۔ انہوں نے پیرا 20 میں جنگلات کے بارے میں کہا ہے۔ اور یہ وزیر خزانہ کی تقریر ہے کہ ایک ہزار لمبی سڑکوں کے ساتھ ساتھ درخت لگائے گئے اور تیرہ ہزار نو سو ایکٹر زمین پر شجر کاری کی گئی۔ تو جناب یہ جو ہزار میل لمبی سڑکیں ہیں ان پر کون سے درخت لگائے گئے ہیں۔ ہمیں تو یہ دو چار سڑکوں کو چھوڑ کے جس سڑک پر بھی جائیں دو دو میل کے بعد ایک درخت نظر آتا ہے جو کہ قدرتی طور پر پیدا ہوگیا ہوتا ہے۔ یہ کون سی ہزار میل کی سڑکیں ہیں ان کی تفصیل کیوں نہیں دی گئی۔ جناب ان سڑکوں کی تفصیل دی جانی چاہیے پھر ان ممبران اسمبلی سے سرٹیفکیٹ لینا چاہیے۔ یہ لوگ certify کریں کہ ہاں واقعی اس سڑک پر درخت لگے ہیں۔ اور درخت لگنے کا یہ مطلب بالکل نہیں کہ وہ درخت بڑے ہوگئے ہیں۔ یہ محض پیسہ لیتے ہیں' ڈی اے / ڈی اے بناتے ہیں اور وہاں پہ جو ملازم رکھتے ہیں کبھی کام نہیں کرتے۔ صرف ایک کٹنگ' ایک پلانٹ لگا دینے سے وہاں پر کوئی درخت پیدا نہیں ہو جاتا۔ اس پہ ہمیں یہ دیکھنا چاہیے جناب والا! کہ کتنے درخت لگائے گئے' کتنے درخت بڑے ہوئے' محض لگانے کے پیسے آپ کیوں دیتے ہیں'

جناب والا! ہم اس صوبے کے خزانے کو کیوں اس طرح سے ضائع کر رہے ہیں۔ ہم کیوں نہیں سرٹیفکیٹ لیتے کہ یہ درخت لگے بھی یا نہیں یہ بڑے ہوئے بھی کہ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس گرانٹ پہ بھی اعتراض کرنا چاہیے۔ اس طرح کے بارے میں 81 سے لے کر 759 تک گرانٹس میں انہوں نے اپنے مطالبات کئے ہیں' اور انہوں نے بطور اپنی کارکردگی کے یہ کہا ہے کہ جناب گندم کی پیداوار بڑھ گئی' چاول کی پیداوار بڑھ گئی۔ تو جناب یہ بڑا اہم اور سنجیدہ مسئلہ ہے کہ یہ صوبہ بنیادی طور پر ایک زرعی صوبہ ہے کہ جو پیداوار ایک کسان یا کاشت کار اپنے کھیت میں زیادہ کھاد ڈال کر پیدا کر لیتا ہے۔ اب چاول ہے سینکڑوں سالوں سے زمیندار چاول کی کاشت کرتا آ رہا ہے۔ گندم کی یہاں پر ہزاروں سالوں سے کاشت ہو رہی ہے۔ اب آگے جو پیداوار بڑھتی ہے جس میں کسان کی اپنی ذاتی کوشش شامل ہے اس کو یہ محکمہ اپنے کھاتے میں ڈال کے ہم سے کیسے اتنی خطیر رقم مانگ رہا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم ان سے پوچھیں کہ آپ نے نئے trends کون سے متعارف کروائے ہیں' محکمہ زراعت نے ایک بھی بات نہیں کی ہے' جناب والا! ان کے کوئی بیل دار' ان کے کارندے زمینداروں کے پاس پہنچ کے ان کے لیے کسی قسم کی کوئی نئی چیز پیدا نہیں کرتے ہیں' کوئی نئی بات نہیں بتاتے ہیں' نئے آلات متعارف کرنے کی کوئی ٹریننگ نہیں دیتے۔ کوئی practical aid نہیں' ان لوگوں نے کتنے ایریوں میں کرم کش اور کیڑے مارنے والی دوائیں دی ہیں' کچھ نہیں۔ تو جناب کسان کی اپنی کارکردگی ہے اس کو اپنے کھاتے میں ظاہر کروا رہا ہے' میں سمجھتا ہوں کہ یہ اس قابل نہیں کہ اس کو کوئی پیسہ دیا جائے۔ اس طرح یہ سوشل ویلفیئر کا محکمہ' حالانکہ بہت کام ہو سکتا ہے جو یہ بالکل کوئی کام نہیں کر رہا یہاں پر ہماری بے شمار social evils موجود ہیں سوشل ایولز کی eradication کے لیے ہمیں کوئی کمیٹی بنانی چاہیے جو کہ کم از کم social evils کی ایک tabulation کرے اور tabulation کرنے کے بعد پھر ہم ان کے حل ڈھونڈیں تاکہ یہ محکمہ سوسائٹی میں معاشرے میں اپنا ایک بہتر رول ادا کر سکے اور ہم پھر اس پر پیسہ خرچ کرتے۔ آخر یہ پیسہ چند لوگوں کو چند ملازموں کو پالنے کے لیے کیوں خرچ کیا جاتا ہے' یہ کوئی ضروری نہیں ہے جناب' اگر کوئی کام نہیں کرتا تو ان محکموں کو بند کر دیں انہیں ویسے ہی stipends دینی شروع کر لیتے ہیں۔ اس طرح جناب انڈسٹری کا محکمہ ہے صفحہ 817 سے لے کر 845 تک ان کی گرانٹس ہے۔ انڈسٹری کا محکمہ ایک بہت بڑا اور ضروری محکمہ ہے یہ بے روزگاری کو ختم کرنے کے لیے ایک بنیادی محکمہ ہے لیکن انڈسٹری کا محکمہ

انڈسٹری لگانے کے لیے نہیں بلکہ انڈسٹری لگانے والوں کی راہ میں روڑے اٹکانے کا محکمہ ہے' انہوں نے کبھی بھی انڈسٹری لگانے میں کسی شخص کی امداد نہیں کی' ماسوائے کہ اس کی راہ میں روڑے اٹکائے جائیں' روڑے بھی ایسے کہ انہیں حل کرتے ہی وہ کارخانہ لگانے والا بے چارہ بھاگ جاتا ہے' کسی صورت میں این او سی کی ضرورت ہے کسی صورت میں دوسرے ایسے کئی مسائل ہیں جو کبھی بھی حل نہیں ہو سکتے۔ مرکزی حکومت نے ایک انقلابی قسم کی ایک سکیم دی ہے کہ رورل ایریاز میں' دیہاتی علاقوں میں انڈسٹری لگانے پہ بے شمار رعائتیں دی ہیں کہ 8 فی صد انٹرسٹ ہوگا' تمام ٹیکسز معاف ہوں گے' کسٹم ڈیوٹی معاف ہوگی۔ یہ بہت بڑی سہولتیں ہیں جو کہ مرکزی حکومت نے اعلان کی ہیں۔ تو اس کے لیے انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ نے ایسی کوئی سکیم ابھی تک تیار نہیں کی' اور جو مرکزی حکومت نے سہولت دی ہے اس کے لیے ہم یہاں صوبہ پنجاب میں کیا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ کوئی دفتر بنایا ہو۔ کسی سکیم کی propagation کی ہو۔ کسی سکیم کا اس کے تحت فائدہ اٹھانے کے لیے لوگوں کو motivate کیا ہو' کچھ بھی نہیں کیا۔ تو جناب یہ stereo type محکمے ہیں تو پھر ان محکموں میں بھی ہم اتنی وافر رقم کیوں دیں۔ اسی طرح ایک مسئلہ بہت اہم اور ضروری ہے کہ urbanization کو روکنے کے لیے بھی دیہاتوں میں انڈسٹری سکیم انتہائی اہم ہے اور یہاں پر پنجاب گورنمنٹ نے ایک سکیم کے طور پر ایک مہم کے طور پر انڈسٹری ڈیپارٹمنٹ نے کوئی کوشش نہیں کی ہے۔ میں ایک ضروری اور اہم بات کی طرف آپ کی توجہ دلانا چاہتا ہوں۔ وہ ایل ڈی اے ہے' یہ اس لیے کہ ایک گرانٹ جو کہ ہم نے منظور کی ہے وہ کوئی دس کروڑ روپے کی ہے کتنے افسوس کی بات ہے کہ یہ جو محکمے ہیں یہاں سے تو ہمیں پیسہ ملنا چاہیے کیونکہ ایل ڈی اے' ایف ڈی اے' ایم ڈی اے یہ ایسے ادارے ہیں جن کو خود self sufficient ہونا چاہیے۔ اس سال بھی ان کے لیے کوئی ساڑھے دس کروڑ روپے کی گرانٹ آپ نے اور ہم نے منظور کی ہے' میں سمجھتا ہوں کہ یہ بھی ایک ظلم ہے' وگرنہ جس طرح ایل ڈی اے کے وسائل کو' فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی کے وسائل کو ایم ڈی اے کے وسائل کو لوٹا گیا ہے اور اربوں روپے کی جائیداد کوڑیوں کے بھاؤ فروخت کی گئی ہے۔ یہ پیسہ تو حکومت کو اربوں کے فگرز میں ملنا چاہیے تھا' ہمیں ملنا چاہیے تھا۔ میرے خیال میں یہ تینوں شہروں کی دولت اگر اکٹھی کر لی جائے تو اس صوبے کا ایک سال کا بجٹ چل جاتا ہے۔ لیکن میں تو یہ کہوں گا کہ اگر آپ ایل ڈی اے اور ایم ڈی اے کو ٹھیکے پر دے دیں تو آپ کو سال کا ایک ارب

روپیہ ویسے ہی مل جائے گا۔ تو جناب ان کو تو گرانٹ ہم دے رہے ہیں' ان کو ہم گرانٹ کیسے دیں' ان کو گرانٹ ہم کیوں دیں اس لیے کہ یہ پلاٹ بنا کر زمین کا استحصال کریں اور زمین کی لوٹ مار کریں' یہ پیسہ غریب آدمی' لاچار آدمی اپنا پیٹ کاٹ کر دے اور پھر یہ ایک کنال کا پلاٹ ستر ستر ہزار کا بیچیں جو آگے پندہ بیس لاکھ روپے کا اُسی وقت فروخت ہو جائے۔ تو جناب یہ کس قسم کی لوٹ مار کی پشت پناہی کر رہے ہیں' میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی صورت میں بھی جائز نہیں۔ اس طرح 3 کروڑ روپے کی رقم ایل ایم سی کو دی گئی ہے۔ لاہور میٹروپولیٹن کارپوریشن ایک امیر ترین اور فعال ادارہ ہے جس کی چونگیوں کی آمدنی سال کی ستر اسی کروڑ روپیہ بن جاتی ہے۔ میں نے پچھلے دنوں اخبار میں دیکھا تھا اس کا چونگیوں کا نیلام ستر اسی کروڑ روپے کا ہوا تھا۔ تو جناب والا! جو کارپوریشن اتنی امیر ہو میں سمجھتا ہوں کہ اس کو مزید تین کروڑ روپیہ دینا زیادتی ہے۔ اور میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اس کو یہ تین کروڑ روپیہ کیوں دیا جا رہا ہے یہ اس لیے کہ یہاں پر چند مخصوص حلقوں میں اس پیسہ کو خرچ کیا جا سکے یہ پیسہ ہے تو ہمارا' ہے تو حکومت پنجاب کا' دیا تو عوام نے ہے اکٹھا ہم نے کیا ہے۔ جو عوام یہ میں ہیں' جو عوام بھیرہ میں ہیں' جو عوام پنڈ دادنخان میں ہیں' انہوں نے یہ پیسہ دیا ہے لیکن ہم اس پیسہ کو کہاں پر channelize کر رہے ہیں۔ ہم اس اسمبلی کے ذریعے پیسہ ایل ایم سی کو دے رہے ہیں۔ بلکہ یہاں سے پیسہ باہر جانا چاہیے' ہم باہر سے پیسہ اکٹھا کر کے یہاں دے رہے ہیں تاکہ اس تین کروڑ روپے سے چند مخصوص علاقوں کی ترقی ہو سکے۔ میرے ممبران اسمبلی' میرے بھائیو' کتنا ظلم اور زیادتی ہے کہ ہم اس قسم کے فراڈ میں' اس قسم کی بددیانتی میں حصہ دار ہیں۔ ہمیں کسی صورت اس میں حصہ دار نہیں بننا چاہیے۔ بلکہ میں بڑا حیران ہوں۔ جناب سپیکر! میں نے وہ رقوم بھی دیکھی ہیں جو انھوں نے جناب کی disposal پر رکھی ہیں۔ ایک پیسہ ایسا نہیں جس سے آپ اس بلڈنگ کو ٹھیک کر سکیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہ تین کروڑ روپیہ لاہور میونسپل کارپوریشن کے بجائے اسمبلی کو دینا چاہیے۔ یہ اسمبلی ہے جناب یہاں پر بہت سی ایسی ضروریات ہیں' جو لازمی ہیں۔ ممبران اسمبلی کے بیٹھنے کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ ممبران اسمبلی کی رہائش کے لیے جگہ کوئی نہیں۔ ممبران اسمبلی بے چارے رہائش کے لیے دھکے کھاتے پھرتے رہتے ہیں۔ اتنی تکالیف ہیں کہ جس کی کوئی انتہا نہیں۔ اسمبلی کی ساری عمارت کی صفائی ہونے والی ہے۔ اتنی خوبصورت عمارت ہے جو اپنی عمر کی وجہ سے خراب ہو رہی ہے۔ اس کی کوئی maintenance نہیں۔ ہم یہ تین کروڑ روپیہ اسمبلی

کے لیے منتقل کیوں نہیں کرتے؟ میں یہ تجویز دیتا ہوں' جناب وزیر خزانہ! جو گرانٹ آپ نے ایل ایم سی کو دی ہے' وہ اسمبلی کو دیں۔ تاکہ ممبران اسمبلی کے لیے بیٹھنے کی جگہ بنے۔ خواتین کے بیٹھنے کے لیے ساری اسمبلی میں کوئی جگہ نہیں۔ بے چاری خواتین ممبران اور دوسرے ممبران دھکے کھاتے رہتے ہیں۔ corridors یا دوسرے کمروں میں بیٹھنے کی جگہ حاصل کرنے کے لیے۔ بیٹھنے کی کوئی جگہ نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس ظلم کو فوری طور پر روکنا چاہیے۔ جو ظلم یہ حکومت ممبران اسمبلی پر کر رہی ہے۔ یہ حکومت ہمیں کوئی عزت' کوئی وقار' کوئی status دینے کے لیے تیار نہیں۔ ماسوائے اس بات کے کہ محض اپنے مرہون منت رکھا جائے۔ اگر کسی ممبر نے دو منٹ بیٹھنا ہے تو وہ وزیر کے کمرے میں جا کر کوئی کرسی اگر خالی مل جائے تو وہاں بیٹھ لے۔ وہ بھی اکثر یہی ہوتا ہے کہ وزیر صاحبان بھی ماتھے پر تیوریاں ڈال لیتے ہیں کہ ممبران نے کیوں کمرے پر قبضہ کیا ہوا ہے۔ میں گزارش کروں گا کہ ہمیں یہ رقم ایل ایم سی کو نہیں دینی چاہیے ہمیں یہ تین کروڑ روپیہ ہرصورت میں اپنی اسمبلی کو دینا چاہیے تاکہ اسمبلی کی صورت کسی طرح بہتر ہو (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! اب میں لوکل باڈیز کے متعلق بھی ایک دو منٹ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ نوکر شاہی سے متعلق خیال یہ تھا کہ اس کے ذریعے عوامی نمائندگان افسر شاہی پر غلبہ حاصل کریں گے اور جو ادارے لوکل باڈیز کے تحت چل رہے ہیں' ان کو کوئی اختیارات دیے جائیں گے کہ ضلعوں میں انتظامی امور پر حاوی ہوں اور ہم عوام کی تکالیف مقامی طور پر دور کر سکیں۔ لیکن اب تک ہم نے کوئی ایسی بات نہیں کی۔ ہمیں چاہیے کہ قوانین بنا کر افسر شاہی کو اور افسران کو لوکل باڈیز کے اداروں کے تحت کریں تاکہ اس اصول کو کہ عوام کو بالا دستی حاصل ہے' ہم کسی نہ کسی طرح لاگو کرا سکیں۔

جناب والا! ایک اور اہم محکمہ جس کے بارے میں' میں عرض کرنا چاہتا ہوں وہ جیلوں کا محکمہ ہے۔ جیلوں کا محکمہ جس کے لیے صفحہ 357 سے لے کر 374 تک گرانٹس مانگی ہیں' بہت ہی بدقسمت محکمہ ہے۔ اس سے جو بھی متعلق لوگ ہیں' خواہ وہ بے چارے سرکاری ملازمین ہیں' خواہ قیدی ہیں' سارے کے سارے مظلوم ہیں' ایک فرق کے ساتھ۔ جیل کے محکمے کے سرکاری ملازمین بذات خود بھی بہت بڑے ظالم ہیں۔ گویا وہ مظلوم بھی ہیں اور ظالم بھی۔ مظلوم اس لیے کہ ان کی شرائط ملازمت بہت بری ہیں۔ ترقی کے مواقع کوئی نہیں۔ تنخواہوں کے سکیلز بہت محدود ہیں۔ ان کے لیے سہولتیں

بہت ناکافی ہیں۔ کچھ بھی نہیں۔ کوئی ترقی کا موقع نہیں۔ پھر یہ بھی ہوتا ہے کہ اکثر دوسرے محکموں سے افسران تبدیل کر کے ان کے اوپر سوار کر دیے جاتے ہیں۔ تو ایک ایسا آدمی جو جیل کے محکمے میں ملازمت اختیار کرتا ہے' اس کے لیے ایسا کوئی incentive نہیں ہوتا کہ وہ اپنی کارکردگی کو بہتر کرے اور ترقی کرے۔ ہمیں اس پر بہت ہی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جیلوں میں رہنے والے لاکھوں ہزاروں لوگ ان افسران کے رحم و کرم پر ہیں اور ان کے علاوہ ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ ہم نے جیلوں میں رہ کر دیکھا کہ بے پناہ ظلم ہے۔ بہت ہی زیادہ ظلم ہوتا ہے۔ قیدیوں کی حالت زار جانوروں سے بھی بدتر ہے۔ ہم اپنے گھروں میں جانوروں کو اچھی حالت میں رکھتے ہیں۔ ان کو قیدیوں کی نسبت اچھا کھانا دیتے ہیں۔ ان کی اچھی طرح نگہداشت کرتے ہیں۔ قیدیوں کو بہت بری حالت میں رکھا جاتا ہے۔ یہ اس اسمبلی کی اور ہم سب ممبران کی ذمہ داری ہے کہ ہم اس بات کا خیال کریں۔ انھیں جو دوائی اور خوراک دی جاتی ہے' وہ انتہائی ناقص ہے۔ انتہائی غیر معیارہ ہے۔ ہمیں اس کی طرف فوری توجہ دینی چاہیے۔ probation کا محکمہ ایک ایسا محکمہ ہے جو براہ راست قیدیوں کی بہتری سے وابستہ ہے۔ لیکن ہم نے probation کے محکمے کو بھی بہت ہی پس پشت ڈالا ہوا ہے۔ ہمیں probation کا محکمہ بہتر کرنا چاہیے۔ اور قیدیوں کو زیادہ سے زیادہ سہولتیں دی جانی چاہیے تاکہ وہ اپنی زندگی بہتر گزار سکیں۔

جناب والا! اب میں communications کے محکمے کے بارے میں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ یہ محکمہ بھی بہت ضروری ہے۔ اس محکمے میں اس صوبے میں جو ایک بہت بڑی tregedy ہو چکی ہے۔ وہ یہ کہ سڑکوں کا سارا نظام ٹوٹ پھوٹ چکا ہے۔ سڑکوں پر چلنا تقریباً تقریباً ناممکن ہوگیا ہے۔ بہتر حالات پیدا کرنے کے لیے سڑکوں کی طرف زیادہ توجہ دی جانی چاہیے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے پاس وسائل نہیں۔ میں ایک تجویز دیتا ہوں کہ ہم ان سڑکوں کو پرائیویٹ سیکٹر میں دے دیں۔ پرائیویٹ پارٹیاں ڈھونڈیں اور پھر ان سے یہ سڑکیں تعمیر کروائیں۔ اور ٹول ٹیکس لگا کر سڑکوں کے اخراجات پورے کریں۔ ورنہ میں سمجھتا ہوں کہ آئندہ پانچ سال سال میں اس صوبے میں چلنا پھرنا' آنا جانا ناممکن ہو جائے گا۔ ہم ان راستوں کو کسی بھی صورت میں حکومت کے وسائل اور خرچ سے پورا نہیں کر سکتے۔ یہ میں خود کہہ رہا ہوں کہ اس کے لیے ہمیں ابھی سے تجویزیں بنانی چاہییں اور تجویزیں بنا کر ان پر عمل کرنا چاہیے۔

جناب والا! اریگیشن کا محکمہ بھی ایک انتہائی اہم محکمہ ہے۔ دو تین بڑے اہم نکات ہیں۔ میں خود چاہتا ہوں کہ اپنی تقریر کو زیادہ لمبا نہ کروں لیکن یہ اتنے اہم نکات ہیں کہ یہ کہے بغیر گزارہ نہیں۔ جناب والا! ہمارے ہاں پنجاب میں water logging اور salinity کا مسئلہ ہے۔ بہت اہم مسئلہ ہے۔ لاکھوں افراد اس سے متاثر ہیں۔ یہاں سکارپ ٹیوب ویلوں کا ایک بڑا اچھا پروگرام آیا تھا۔ سکارپ ٹیوب ویل جو واپڈا نے لگائے تھے پنجاب حکومت کے حوالے کر دیے۔ پنجاب حکومت نے ان کی maintenance نہ کر کے ان کا بیڑہ غرق کر دیا ہے۔ اب سکارپ ٹیوب ویل تقریباً سارے بند ہو چکے ہیں۔ جناب، ٹیوب ویل لگے ہوئے ہیں۔ بور موجود ہیں۔ بور choke up ہوگئے ہیں، یا پمپ اور موٹریں خراب ہیں۔ لاکھوں کی تعداد میں لوگ فصلیں کاشت نہیں کر پا رہے۔ لاکھوں ایکڑ رقبہ ضائع جا رہا ہے۔ اور بے چاری غریب عوام مصائب کا شکار ہیں۔ اس لیے شکار ہیں کہ پانی نہیں۔ اور سکارپ والے اب یہ کہہ دیتے ہیں کہ جناب، یہ سکیم اب ختم ہو چکی ہے۔ ہم maintenance نہیں کریں گے۔ جناب والا! یہ سکیم، انتہائی اہم سکیم ہے۔ اس کو ہمیں ہرصورت میں maintain کرنا ہے، چلانا ہے۔ اس کی طرف توجہ دی جانی چاہیے۔ بالکل کچھ نہیں کیا گیا۔ اسی طرح واپڈا نے water logging کے لیے drains بنائی تھیں۔ ان drains کی maintenance بھی پنجاب حکومت کے حوالے کر دی تھی۔ ساری drains choke up ہوگئیں ہیں۔ ایکس ای این اور ایس ڈی او ان کے ٹھیکے لیتے ہیں۔ مٹی صاف کروانے کے ٹھیکے لے کر سارا پیسہ خورد برد ہو جاتا ہے۔ جناب والا! ہم اپنے ایم پی اے صاحبان سے یہ رپورٹیں لیں کہ ان کے علاقے میں جو جو drains ہیں، آیا وہ چل رہی ہیں یا نہیں چل رہیں۔

جناب والا! میرے علاقے میں بھی دو drains ہیں میں آپ کو بتاتا ہوں وہ بند پڑی ہیں۔ یہ water logging کے لیے بنائی گئی تھیں دونوں بند ہیں جب سے میں دیکھ رہا ہوں دونوں کئی سالوں سے بند ہیں مجھے یقین ہے کہ ہر سال ان کی دیکھ بھال کے لیے پیسہ رکھا جاتا ہوگا۔ اس لیے میری گزارشات تھیں یہ ایک ایسا موقع ہے کہ ہم ان محکموں پر باقاعدہ اپنے اختیارات استعمال کر سکتے ہیں۔ ہم باقاعدہ اپنے اختیارات استعمال کریں۔ اور اس ایوان کی بالا دستی کسی نہ کسی صورت میں بحال کرائیں۔ وگرنہ جب یہ موقع گزر جائے گا۔ تو پھر یہ حکومت routine کے مطابق چلنے لگ جاتی ہے اور ہمیں پھر کبھی کوئی موقع نہیں ملتا۔ جناب والا! اپنی اس تقریر کو وقت کی کمی کی وجہ سے کیونکہ

بہت سارے دوستوں نے بولنا ہے میں ختم کرتا ہوں لیکن دو چھوٹی چھوٹی گزارشات کرنا چاہتا ہوں۔ جو تجاویز میں نے دی ہیں حزب اختلاف نے دیں ہیں۔ ان کو محض اس لیے رد نہ کیا جائے کہ ہم نے یہ تجاویز دی ہیں۔ اور ان کو اس لیے رد کر دینا چاہیے کہ یہ حزب اختلاف کی طرف سے آئی ہیں۔ اور ہماری اکثریت ہے۔ جناب والا! بلکہ میں تو یہ کہوں گا اور بالخصوص آپ کی موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کیونکہ آپ اس کمیٹی میں ہیں جو re-conciliation committee ہے۔ جناب یہ اس صوبہ کے منتخب نمائندگان ہیں۔ وہ اچھے کام کر کے ہی عوام میں جمہوریت کا اعتماد بحال کر سکتے ہیں۔ اگر آپ نے عوام کا اعتماد جمہوریت میں جمہوری نظام میں جمہوری اداروں پر قائم کرانا ہے۔ تو جناب ہمیں اچھے کام کرنا ہوں گے۔ اور یہ اچھے کام ہم مل جل کر کر سکتے ہیں۔ جناب ہم ملے جلے بغیر یہ کام نہیں کر سکتے۔ کوئی تجویز جس کی کوئی افادیت ہے۔ عوام کی بہتری بھلائی کے لیے ہیں خواہ کسی طرف سے بھی آئے ہمیں قبول کرنی چاہیے۔ محض اس ضد بازی میں کہ جناب یہ تو ہمارے مخالفین کی طرف سے آئی ہے۔ہم اس کو قبول نہیں کریں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ بہت بڑی سیاسی بد دیانتی ہوگی۔ یہ عوام کے ساتھ دھوکہ ہوگا۔ عوام کے ساتھ مذاق ہوگا جمہوری اداروں کے ساتھ مذاق ہوگا۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں یہ مذاق نہیں کرنا چاہیے۔ وگرنہ جو اعتماد عوام اپنے جمہوری اداروں پر رکھتے ہیں وہ مکمل طور پر اٹھ جائے گا۔ میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا کہ عوام بہت پسے ہوئے ہیں۔ یہ رشوت میں۔ زیادتیوں میں۔ بے انصافیوں میں اور محکمے کی جو ظلم یا زیادتی ہے اور جو معاشی اور معاشری بے انصافیاں ہیں۔ ہم نے ان کے ان دکھوں کو دور کرنا ہے۔ تاکہ انہیں یہ احساس ہو کہ اسمبلیاں ایسے ادارے ہیں جو ان کے یہ دکھ اور پریشانیاں دور کر سکتی ہیں۔ اب تک ان کو یہ معلوم ہے کہ ممبر صرف اپنے دکھوں اور تکالیف کو دور کرنے کے لیے منتخب ہوتے ہیں دوسروں کے دکھ اور تکالیف دور کرنے کے لیے نہیں ہوتے۔ حالانکہ بالکل اس کے برعکس ہونا چاہیے۔ ممبران کی اکثریت ہی یہ جذبہ رکھتی ہے۔ کہ ہم نے اپنے عوام کے دکھ درد کو دور کرنا ہے۔ لوگ ہم سے متوقع ہیں۔ میں نے یہ بارہا کہا اور پھر کہتا ہوں کہ اسمبلیوں کا ایک وقت مقرر ہے یہ وقت ختم ہو جائے گا اور اسمبلی ختم ہو جائے گی ممبران بھی بدلیں گے تبدیل ہوں گے اور یہ status quo چلتا رہے گا اس status quo کو افسر شاہی نے قائم کیا ہوا ہے۔ یہ status quo افسر شاہی کی سب سے بڑی ڈھال ہے۔ اور یہ افسر شاہی کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔ اور ان کو status quo میں ہی فائدہ ہے۔ خدا کے لیے یہ بجٹ دیکھئے

اور اس بجٹ کو وزیر خزانہ نے خود نہیں دیکھا ہوگا۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ وہ قسم کھا کر کہہ دیں کہ انہوں نے اس سارے بجٹ کو پڑھا ہے تو جناب ہم مان جائیں گے۔ اس بجٹ کو کسی نے نہیں پڑھا اس بجٹ میں دیکھیں کہ سیکرٹری کی تنخواہ فلاں کی تنخواہ فلاں کی مراعات فلاں کا پٹرول۔ فلاں کی گاڑی فلاں کا ٹیلی فون فلاں کا میڈیکل اس میں فلاں کا فلاں کو تو ہوگیا لیکن اس بجٹ میں عوام کا کیا ہے مجھے بتائیے کہ سارے بجٹ میں 24 ارب کے خرچ کا بجٹ ہے عوام کا۔ پر کتنا خرچ ہوگا۔ جب عوام کا کچھ نہیں۔ ہم سب کا ہے۔ ہم سب عوام کے مجرم ہیں۔ جناب ہمیں اس صورت حال کو بدلنا ہے۔ پھر ایک اور چیز کے لیے میں آپ کو چیلنج کرتا ہوں۔ اس بجٹ کو اٹھا کر دیکھ لیجیے اور پچھلے سال کا بجٹ اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ اس سے پچھلے دس سال پہلے کا بجٹ اٹھا کر دیکھ لیجیے۔ ایک ہی الفاظ ہوں گے ایک ہی صفحات ہوں گے۔ ایک ہی تفصیل ہو گی۔ جناب دس سال میں وقت اتنا بدل گیا ہے۔ وقت کے تقاضے بدل گئے ہیں۔ تو پھر ہم کس لیے status quo لے کر بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہمیں status quo کو توڑنا ہے ان کو ختم کرنا ہے۔ وہ تو یہ کہہ رہے ہیں کہ جیسا پنجاب کی حکومت نے ساری فیڈریشن کا بوجھ اٹھایا ہوا ہے۔ کشمیر کا مسئلہ دوسرے تمام مسئلے پنجاب کی حکومت کے ذمہ ہیں اور پنجاب کو فیڈریشن کے خلاف اکسانے کے لیے ابھارنے کے لیے یہ تقریریں کر دیتے ہیں۔ ان کی اپنی تقریر کے مطابق لاہور میں پنجاب میں دھماکے ہو رہے ہیں۔ پنجاب میں دھماکے روکنے کے لیے افسر شاہی نے کیا کیا؟ میں نے کل بڑی تفصیل کے ساتھ کہا کہ سپیشل برانچ کو ختم کریں اور 8 کروڑ روپیہ فوری طور پر بچتا ہے سپیشل برانچ کا عملہ کہیں اور لگائیں۔ سپیشل برانچ نے آج تک ذمہ دار افراد کو کیوں گرفتار نہیں کیا؟ کوئی پوچھتا نہیں۔ کوئی پوچھنے والا نہیں آپ نے تقریر میں تو لکھ دیا جن لوگوں نے دھماکے کیے آخر ان کی آج تک سپیشل برانچ نے کیوں نشان دہی نہیں کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ جناب ہمیں status quo کو توڑنا ہے۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ جو کچھ یہ لکھ کر دے دیں ہم اس کو قبول کریں آئیے ہم مل کر اس سارے کے سارے بجٹ پر نظر ثانی کریں اس لیے نہیں کہ ہم حکومت کو کوئی ناجائز تنقید کا نشانہ بنائیں۔ ہم دیانت داری سے یہ چاہتے ہیں کہ عوام کی بہتری ہو میں جناب کا ان گزارشات کے ساتھ شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے آپ کا وقت لیا لیکن میرے خیال میں یہ بہت ضروری تھا۔ شکریہ بہت مہربانی۔

مجلس قائمہ برائے خوراک و امداد باہمی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

جناب ظفر اللہ خان صاحب، جناب والا! میں یہ تحریک پیش کرنا چاہتا ہوں کہ مسودہ قانون انضباط کارخانہ جات چینی مصدرہ 1990 کے بارہ میں مجلس قائمہ برائے خوراک و امداد باہمی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 اگست 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ مسودہ قانون (ترمیم پنجاب) انضباط کارخانہ جات چینی مصدرہ 1990ء (مسودہ قانون نمبر 18 ' بابت 1990ء) کے بارے میں مجلس قائمہ برائے خوراک و امداد باہمی کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 30 اگست 1990ء تک توسیع کر دی جائے"۔

(تحریک منظور کر دی گئی)

میزانیہ بابت سال 91-1990ء پر بحث (..... جاری)

جناب پرویز صالح، جناب سپیکر! سب سے پہلے تو میں آپ سے اجازت چاہوں گا کہ میں اپنی تقریر کے دوران انگریزی کے کچھ الفاظ بولوں۔ جناب سپیکر! پاکستان کو بنے ہوئے تقریباً 43 سال کا عرصہ گزرا ہے۔ اور اگر سیاسی طور پر آپ اس کی تقسیم کریں تو یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس عرصہ میں تقریباً آدھا دور سیاسی پارٹیوں یا سویلین رول کے تحت رہا ہے اور آدھا دور فوج یا مارشل لاء کے تحت رہا ہے۔ اس سے میں ایک نتیجہ یہ بھی نکالنا چاہتا ہوں کہ سیاسی پارٹیوں میں پاکستان کی اندرونی سیاست میں بنیادی تضاد کا کیا خطرہ لاحق رہتا ہے۔ کیا یہی رہتا ہے کہ فوج جو کہ ہر وقت اس تاک میں رہتی ہے کہ انہیں کس وقت موقع فراہم ہو کہ دوبارہ وہ اس ملک کے آئین کی دھجیاں اڑا کر' اس ملک کے قانون کی دھجیاں اڑا کر اس ملک کے اقتدار پر غاصب ہو جائیں۔ کیا یہ آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی کا بنیادی تضاد ہے؟ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے کہ جمہوریت میں ہم لوگوں کا حق بنتا ہے۔ اور یہ ایک صحت مند بات بھی ہے کہ ہم نظام کی بہتری اور ایک دوسرے کی بہتری کے لیے تنقید کریں۔ لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ کسی صورت بھی' کسی وقت بھی ہمیں یہ بات ذہن سے نہیں نکالنی چاہیے کہ سیاست دان ایک کلب ہیں۔ بالآخر یہ elected لوگ ہیں منتخب طریقے سے آئے ہیں

ان کو ایک دوسرے کی اس وجہ سے بھی عزت کرنی چاہیے کہ جو شخص بھی elect ہوا ہے اس کے پیچھے اڑھائی تین لاکھ افراد ہیں۔ اس کے پیچھے ایک اپنا حلقہ ہے۔ ہم لوگوں کو ایک دوسرے کی عزت اس لیے بھی کرنی چاہیے کہ ہم ایک دوسرے کی عزت کے ذریعے اس ملک میں جمہوری سسٹم کو آگے بڑھا رہے ہیں۔ ہم لوگوں کو ایک دوسرے کی عزت اس لیے بھی کرنی چاہیے کہ اس وجہ سے آج ہم یہاں ہیں۔ اگر اس ملک میں جمہوریت ہے تو آپ ہیں، ہم لوگ ہیں۔ اگر اس ملک میں جمہوریت نہیں تو نہ آپ ہیں نہ ہم۔ میں کہتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے پر تنقید ضرور کریں لیکن اس بات کو ذہن میں رکھیں کہ پاکستان میں آدھا پیریڈ مارشل لاء رہا ہے اور وہ اشخاص پھر وقت کا انتظار کر رہے ہیں۔ ہر وقت تاک میں بیٹھے رہتے ہیں کہ ان لوگوں کے تضادات کو اس حد تک بڑھائیں اور عوام کو ان سے بدظن کریں کہ پھر ہمیں موقع مل جائے۔ جناب سپیکر! ہم لوگ سب کچھ بھول گئے ہوتے ہیں کہ ہم ایک ایسے track میں کھیل رہے ہیں جو کہ ڈرگ مافیا کا track ہے۔ پیسے والوں کا track ہے۔ ایسے لوگوں کا track ہے جو کہ مارشل لاء کے interest کا track ہے جن کا اصل مقصد یہ ہے کہ اس ملک سے جمہوریت کا خاتمہ ہو اور یہاں دوبارہ مارشل لاء آئے۔ ملک کی ایک معاشی اور سیاسی بنیاد بھی ہے۔ وہ لوگ اس ملک میں اس لیے مارشل لاء چاہتے ہیں کہ ان کی accountability نہ ہو سکے۔ جو کچھ انہوں نے لوٹ کھسوٹ کی ہے ماضی میں یا مستقبل میں ارادہ رکھتے ہیں اس کے بارے میں کچھ پوچھ گچھ نہ ہو۔ اور یہ مارشل لاء دور میں ہی ہوتا ہے کیونکہ جمہوری نظام میں accountability ہوتی ہے۔ جناب سپیکر! یہ ہماری بدقسمتی ہے کہ جب سے انتخابات ختم ہوئے ہیں ہم لوگوں نے آپس میں کش مکش اس حد تک بڑھا دی ہے کہ جو کچھ لوٹ کھسوٹ ہوئی جن جرنیلوں نے ہمیں لوٹا۔ جس نوکر شاہی کے لوگوں نے ہمیں لوٹا ان کے بارے میں ہم سب کچھ بھول گئے۔ ہم بھول گئے کہ وہ تو censorship کا دور تھا۔ اس وقت آزادی نہیں تھی۔ اس وقت اخبارات میں کچھ چھپ نہیں سکتا تھا۔ تو یہ وقت ہے آئیے اور ان کے بارے میں اب وائٹ پیپر شائع کریں۔ ہم لوگ پہلے ان لٹیروں کا ان فوجیوں کا جنہوں نے اس ملک کو گیارہ سال لوٹا ان کا احتساب پہلے کریں۔ ایسی ایسی گھناؤنی کرپشن کے واقعات۔ ایسے malpractices کے واقعات ایسے احمقانہ واقعات ہیں جن کے بارے میں آپ لوگوں کو جانیں کیونکہ اس وقت censorship تھا۔ اس وقت آزادی نہیں تھی۔ اس وقت جمہوریت کا نام لینے والوں کو قلعہ میں ڈال دیا جاتا تھا اس وقت جمہوریت کا نام لینے والے لاکھوں لوگوں کو جیلوں

میں ڈال دیا جاتا تھا۔ اب آزادی ہے۔ ہم ان لوگوں کا جو اصل میں غاصب ہیں' جو فوجی غاصب ہیں ان کے بارے میں لوگوں کو بتائیں گے کہ انہوں نے کیا کچھ کیا۔ انہوں نے کرپشن کو institutionalise کیا۔ ان لوگوں نے ایسے ایسے احمقانہ واقعات ظہور پزیر کیئے' ان کا ذکر کریں اور اس کے بارے میں وائٹ پیپر شائع کریں۔ جناب سپیکر! میں چند واقعات آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ مجھ سے زیادہ بلکہ ہرشخص کے تجربے میں بے شمار واقعات ہوں گے۔ لیکن ہم اپنا ذکر کر رہے ہیں کہ آئی جے آئی نے یہ کیا۔ پیپلز پارٹی نے یہ کیا۔ ہم لوگ موجودہ وزیر اعظم پر بھی الزام لگا رہے ہیں لیکن جو ماضی میں ہوا جو گیارہ سال لگاتار لوٹ کھسوٹ ہوئی اس کو ہم بھول گئے ہیں۔ اب میں کچھ چند واقعات کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں کسی صورت بھی یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ فوجیوں اور نوکر شاہی نے کیا کیا جو پاکستان میں ایک سسٹم کو غصب کرنا چاہتے ہیں۔ میں ایسے ایسے واقعات جانتا ہوں۔ مثال کے طور پر جناب سپیکر! ایک کور کمانڈر کو مرغے لڑانے کا بڑا شوق تھا مرغے لڑانے کے لیے ہارمونز کی ضرورت ہوتی ہے کیونکہ اس سے مرغہ ذرا طاقتور ہو جاتا ہے۔ ان کا plane سی 130 اس مرغے کو ہارمونز لگوانے کے لیے پنجاب کے ایک ضلع سے اسلام آباد جایا کرتا تھا۔ اس قسم کے واقعات رونما ہوئے جناب سپیکر! ایسے واقعات فوج کے دور میں رونما ہوئے ہیں۔ کیا ہم وہ بھول گئے ہمارے سربراہ مملکت نے ریفرز بنائیں۔ ان کی کرپشن کے واقعات کیلیفورنیا ہوسٹن میں گھر بنایا کیا وہ انہوں نے اپنی تنخواہ سے بنایا؟ کیا وہ واقعات بھول گئے کہ ہمارے سربارہ مملکت کی فیملی نے اگر ویڈیو فلم دیکھنی ہوتی تھی تو plane سی 130 اسلام آباد سے لاہور video shops سے video لے جانے کے لیے بھیجا جاتا تھا وہ واقعات ہم بھول گئے اور آج ہم آپس میں ایک دوسرے پر الزامات لگاتے ہیں ۔ ہم واقعات بھول گئے کہ مارشل لاء کے اس دور میں ایک دوست کو oblige کرنے کے لیے' اس کے بزنس کو establish کرنے کے لیے ہیلمٹ کا قانون بنایا کہ ہر موٹر سائیکل چلانے والا ہیلمٹ پہنے گا۔ اور اس کو پہلے سے علم تھا اس نے ہیلمٹیں اپنی فیکٹری میں تیار کرلیں کہ جب' یہ قانون نافذ ہو گا اور تم ہیلمٹیں بیچنا۔ اس کے بعد ہم قانون کو ختم کر دیں گے۔ صرف ہیلمٹیں بیچنے کے لیے وہ قانون بنایا گیا۔ جناب سپیکر! کیا ہم ایئر مارشل انور شمیم جیسے لوگوں کی وہ باتیں بھول گئے کہ جب اس کی بیٹی کی شادی کے لیے وہ ایم ایم عالم کو آرڈر کرتا ہے کہ میری بیٹی کی ڈھولکیوں کے لیے اپنی ایئر فورس کی plane دو جب ایم ایم عالم انکار کرتا ہے تو

اسے نوکری سے نکال دیا جاتا ہے۔ ہم یہ واقعات لوگوں کو نہیں بتاتے۔ ہم آپس میں ایک دوسرے پر گند اچھالتے ہیں۔ کہ آئی جے آئی نے یہ کیا۔ پیپلز پارٹی نے یہ کیا۔ پہلے آپ مارشل لاء والوں کا تو احتساب کریں جو کہ ہر وقت انتظار میں بیٹھے ہیں اور اپنے بوٹ پالش کر رہے ہیں کہ ان کو ہم فیل کریں۔ آپ کو بھی فیل کریں۔ ان کو بھی فیل کریں۔ لیکن ہم ان کا احتساب کرنا بھول گئے ہیں۔ جناب سپیکر! اس طرح کے بے شمار اور واقعات ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ آپ لوگ جب بھی اپنی تقاریر کریں۔ اپنا ذکر کریں۔ ٹھیک ہے ایک دوسرے پر تنقید کریں لیکن ذہن میں ہمیشہ یہ رکھیں کہ اصل دشمن کون ہے۔ اصل کون لوگ اس تاک میں بیٹھے ہیں کہ آپ اور ہم سب کو نکال کر وہ آئیں۔ تو پہلے ان کا احتساب کرلیں۔ کیا ہم لوگ وہ سارا کچھ بھول گئے۔ اب ہم ایک دوسرے پر رشوت اور پلاٹوں کی بات کرتے ہیں۔ کیا آپ بھول گئے جرنیل آباد شیر پاؤ پل کے ساتھ جہاں ہر وقت فوجی پلاٹوں کے سلسلے میں لگے رہتے ہیں۔ کیا آپ وہ باتیں بھول گئے کہ لاکھوں لوگوں کو جیلوں میں رکھا گیا۔ ایک اور بات جناب سپیکر بڑی اہم ہے۔ آپ جانتے ہیں کہ مارشل لاء کے دور میں ہیروئن کا کلچر فروغ ہوا۔ آپ جانتے ہیں کہ مارشل لاء کے دور میں کلاشنکوف کا culture develop ہوا یہ کتنی شرم کی بات ہے۔ جناب والا! ہمارے دوست جو نیو یارک گئے ہیں ان کو یہ پتا ہو گا کہ وہاں پر چرس کے دو برانڈ بہت مشہور ہیں ایک ملکی برانڈ ہے اور دوسری کوکی برانڈ ہے میں معذرت کے ساتھ کہتا ہوں کہ ملکی برانڈ جنرل فضل حق کا برانڈ کہلاتا ہے۔ اور دوسرا کوکی نام کا برانڈ ہے ہم تمام پاکستانیوں کے لیے شرم کی بات ہے کہ اس مارشل لاء کے دور میں اس حد تک corruption ہوئی کہ پاکستان سے باہر ہمارے جنرلوں کے نام پر چرس کے برانڈوں کا نام لیا جاتا تھا۔ کیا جناب سپیکر! ہم یہ بات بھول گئے کہ ٹائمز اور نیوز ویک میں جنرلوں کی corruption کے بارے میں آتا ہے اور ان کے بارے میں لکھا جاتا ہے کہ The Richest General of the World تو جناب سپیکر ! میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ ٹھیک ہے کہ جمہوری دور میں ہم اور آپ آپس میں healthy competition کریں یا ایک دوسرے کا احتساب کریں لیکن اس کا لیول پارلیمانی ہونا چاہیے اور آپ کسی سٹیج پر نہ بھولیں سیاستدانوں کا آپس میں احترام ہونا چاہیے جتنے بھی لوگ منتخب ہوئے ہیں ہم سب ایک ہیں ہم جمہوری طریقے سے آئے ہیں ہم لوگوں کا اصل مسئلہ مارشل لاء کو روکنا اور اسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے دفن کرنا ہے ہم لوگوں کا مسئلہ ہے کہ ہم nominated لوگوں کے خلاف لڑیں اور elected لوگوں کی nominated

لوگوں پر superemacy ہو۔ (نعرہ ہائے تحسین)

یہ آپ کا اور ہمارا مسئلہ ہے۔ جناب سپیکر! ٹریژری بنچوں کی طرف سے آج لوکل باڈیز کے لیے پیش رفت ہونی چاہیے کہ جی ہماری یونین کونسل۔ ہماری ڈسٹرکٹ کونسل ہماری ڈویژنل کونسل کو تمام پاورز منتقل کی جائیں تھانے دار اور تحصیل دار جو عوام کو لوٹتے کھسوٹتے یہ یونین کونسلیں ان کے اوپر ہونی چاہییں ڈپٹی کمشنروں، کمشنروں اور سیکرٹریوں کا کیا حق بنتا ہے کہ جب چاہیں ڈسٹرکٹ کونسل کو dismiss کر دیں۔ آپ اپنا قانون move کریں کہ منتخب نمائندوں کو اختیارات منتقل ہونے چاہییں۔ جناب سپیکر! میں اس کو support کروں گا میرے خیال میں ہمارے بے شمار بھائی اس کو support کریں گے جناب سپیکر! میں ایک بات آپ کی وساطت سے اپنے دوستوں کو کہنا چاہتا ہوں آپ House of Commons میں دیکھیں۔ آپ لوک سبھا میں دیکھیں آپ سینٹ میں دیکھیں House of Representatives میں دیکھیں دنیا کی جمہوری پارلیمنٹوں میں یہ روایت ہے کہ وہاں لوگ جب ہاؤس میں اپنے ضمیر کو سامنے رکھ کر بیٹھتے ہیں وہاں وہ اپنی اپنی رائے دیتے ہیں وہاں صرف پارٹی relations کی بات نہیں ہوتی وہاں پر اگر بجٹ یا کوئی بل پیش ہوتا ہے تو یہ حقیقت ہے کہ وہاں ٹریژری بنچز کے لوگ بھی اپنی حکومت کے خلاف بولتے ہیں اس کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے اپنی پارٹی چھوڑ دی یا اگر میں یہاں کسی قسم کی تنقید اپنی پارٹی پر کر دوں اس کا یہ مطلب نہیں کہ میں پارٹی چھوڑ رہا ہوں اس کا مقصد یہ ہے کہ میں اپنے ضمیر کے مطابق اپنی رائے دے رہا ہوں اگر میں نے کسی بل کے خلاف اپنا ووٹ دے دیا ہے تو اس کا قطعاً یہ مطلب نہیں کہ میں نے پارٹی چھوڑ دی۔ میں نے اپنے ضمیر کو honour کیا ہے میں نے اپنے ملک کے مفادات کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ بات کی ہے تو جناب سپیکر! اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا میں سمجھتا ہوں کہ ہمیں اس ایوان میں یہ روایت قائم کرنی چاہیے کہ ہم لوگ اپنی پارٹی سے بالا تر ہو کر اپنے ضمیر کی آواز پر چلیں اور اپنے ملک کے مفادات کو مد نظر رکھیں۔

جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ آج پاکستان میں جو بیشتر مسائل کی جڑ سنٹر اور پنجاب کی آپس کی کش مکش ہے کہ ہر بلیک میلر دوسرے کو offer کر رہا ہے اور اس کش مکش کی وجہ کسی National issue پر کسی نے issue پر چاہے وہ مہنگائی ہو چاہے وہ corruption ہو چاہے وہ inflation ہو چاہے آپ یہ سوچیں کہ Non-developmental Expenditure کو کم کرنا ہے اور

Developmental Expenditure کو بڑھانا ہے تعلیم پر زیادہ خرچ کرنا ہے ہاؤسنگ پر زیادہ خرچ کرنا ہے صحت پر زیادہ خرچ کرنا ہے سوشل ویلفیئر پر زیادہ خرچ کرنا ہے آپ کے اتنے مسائل ہیں کہ اس کش مکش میں اس طرح پھنس گئے ہیں یہ دو حکومتیں اس کش مکش میں اس حد تک پھنس گئی ہیں اور اندھی ہو گئی ہیں بلکہ جناب سپیکر! میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ان کو ایک سازش کے ذریعے پھنسایا گیا ہے مافیا نے ان کو اس سازش میں پھنسایا ہے ان Pro-Martial Law لوگوں نے ان کو اس میں پھنسایا ہے جو ایک تو اپنے احتساب سے بچنا چاہتے ہیں اور دوسرے وہ مستقبل کے لیے اپنی راہیں ہموار کر رہے ہیں ہم بڑے سادہ لوگ ہیں ہم لوگ اس سازش میں گھرتے جا رہے ہیں اور ہم اس کش مکش میں اس حد تک مبتلا ہو گئے ہیں کہ ایک تو ایک دوسرے پر گندگی بھی اچھالتے ہیں دوسرے ملک کے مسائل جیسے corruption ' inflation ' Non-developmental Expenditure کو کم کرنا Developmental Expenditure کو بڑھانے کے بارے میں سوچتے ہی نہیں ہم صرف سوچتے ہیں کہ اس حکومت کو الٹا دیا جائے۔ ہمارا تو ممبروں کی خرید و فروخت کاروبار بن گیا ہے ہم تمام وقت اس میں لگے ہوئے ہیں ایک طرف تو اس کو گرانے میں لگے ہوئے ہیں اور دوسری طرف اپنے آپ کو بچانے میں لگے ہوئے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) ہم ہر وقت اس کام میں لگے رہتے ہیں اور ہماری تمام طاقت اور سوچ اس طرف مرکوز رہتی ہے۔ جناب سپیکر! میں آپ کو ایک مثال دیتا ہوں۔ سندھ کا مسئلہ کیا ہے ہم سب اگر اپنے ضمیر کو سامنے رکھ کر سوچیں ہمیں یہ علم نہیں کہ تخریب کاروں کا کس جماعت سے تعلق ہے ہم بھی ان کو پسند نہیں کرتے اور آپ بھی ان کو پسند نہیں کرتے کوئی بھی تخریب کاروں کو پسند نہیں کرتا ہمیں یہ بھی پتا ہے کہ ولی خان بھی ان کو پسند نہیں کرتا ہمیں یہ بھی پتا ہے کہ نوابزادہ نصراللہ خان بھی ان کو پسند نہیں کرتا اور جناب سپیکر! ہم اس وجہ سے بھی ناراض ہوتے ہیں اور میرے سامنے ایسے واقعات ہیں کہ ہمارے ملک کی سطح کے لیڈر نے پیپلز پارٹی کے وزیر کو دو دفعہ فون کیا گو ہمارے وزیر کی کوتاہی تھی کہ اس نے انہیں دوبارہ فون نہیں کیا تو اس نے ملکی سطح پر پیپلز پارٹی کی مخالفت شروع کر دی تو جناب سپیکر! ایسے بھی واقعات ہوتے ہیں کہ چھوٹی چھوٹی وجوہات کی بناء پر ہم نے ملکی سطح پر اپنا Political Standard تبدیل کر لیا۔ جس طرح سے میں نے ذکر کیا کہ تخریب کار سندھ میں ہیں چاہے وہ مہاجر ہیں چاہے وہ سندھی ہیں چاہے وہ کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں یا کسی بھی جماعت سے ان

کا تعلق ہو ہمارا سب کا فرض بنتا ہے کہ ہم National consensus بنا کر ان کو crush کریں۔ جناب سپیکر! میں نے یہ پریس کانفرنس میں بھی کہا تھا کہ آپ کو بتاتا ہوں کہ آج تخریب کاروں کی اس وجہ سے حوصلہ افزائی ہو رہی ہے کہ اگر ہم تخریب کاری کریں گے تو بے شمار لوگ ملک میہمارے ساتھ اس لیے آئیں گے کیونکہ لوگ کہتے ہیں کہ کچھ بھی ہو جائے پیپلز پارٹی کو ختم کیا جائے پیپلز پارٹی کی حکومت کو ختم کیا جائے تو جناب سپیکر! یہ رویہ نہیں ہونا چاہیے ہمارا ذہن' ہمارا رویہ اور ہمارا مسئلہ ایک ہی ہونا چاہیے بحران کو ختم کرنے کا ایک متفقہ پلان ہونا چاہیے جناب والا! یہ جو واقعات آج سندھ میں ہو رہے ہیں خدانخواستہ یہ بڑھ نہ جائیں اگر بڑھ گئے تو پھر انڈیا کی حوصلہ افزائی ہو گی اور وہ ان لوگوں کو مہاجر بنا لے گا اور اپنے وطن میں لے جائے گا پھر مشرقی پاکستان جیسی حالت یہاں دھرائی جا سکتی ہے پھر ادھر ہی بات ختم نہیں ہوتی جناب سپیکر! اس طرح سے سندھ سے معاملہ پنجاب کا بھی رخ کرے گا اور پھر صوبہ سرحد میں بھی چلا جائے گا اسی طرح سے بلوچستان بھی چلا جائے گا یہ کبھی بھی کوئی اپنے دل میں نہ سوچے کہ یہ معاملات isolation میں ہوتے ہیں یہ معاملات isolation میں کبھی بھی نہیں ہوتے یہ سارے معاملات inter-connected ہوتے ہیں جناب سپیکر! آپ ایک reconciliation committee میں بیٹھے ہیں دونوں حکومتوں نے ایک کمیٹی بنائی ہے اگر اس کمیٹی کو بنانے کے بعد اگلے دن کوئی بیان دے جبکہ کمیٹی یہ فیصلہ کرتی ہے کہ جناب ایک دوسرے کے خلاف کوئی بیان بازی نہیں کرنی ہے مگر اگلے دن ہی اس پر کسی کا بیان آئے کیا یہ آپ کا' ہمارا اور سارے ملک کا مذاق اڑانے کے مترادف نہیں؟ اس کمیٹی کے اپنے ہی لوگوں کو undermine کرنے کے مترادف نہیں؟ جناب سپیکر! ہمارا اور آپ کا فرض بنتا ہے مرکز کی حکومت اور صوبائی حکومت کا فرض بنتا ہے کہ اس کمیٹی کو مکمل اختیار دیں اور جو یہ فیصلہ کرے اس پر مکمل طور پر پابندی ہونی چاہیے۔ جناب سپیکر! سندھ کے معاملات میں وزیر اعظم اور پنجاب کے وزیر اعلیٰ کو فوری طور پر آپس میں ملنا چاہیے ملکی politics کے بارے میں ایک National consensus بنانے کے لیے دونوں کو کوشش کرنی چاہیے اور اس وقت سندھ کی صورت حال جس طرح میں نے کہا ہے کہ تخریب کار خواہ کسی بھی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں کسی بھی مذہب سے تعلق رکھتے ہوں ان کو اس تعلق سے بالا تر ہو کر زبردست طور پر crush کرنا چاہیے۔

جناب سپیکر! یہ سارے مسائل بنیادی طور پر اس وجہ سے ہیں کہ ہم لوگ power tussel

میں اتنے involve ہو گئے ہیں ہم لوگ حرص میں اتنے involve ہو گئے، ہم لوگ ممبرز کو توڑنے پھوڑنے میں اتنے involve ہو گئے کہ ہم سب کچھ بھول گئے کہ اس ساری کش مکش کا نتیجہ کیا ہو گا ؟ ہو سکتا ہے کہ پاکستان ٹوٹ جائے۔ اس کی ہمیں فکر نہیں۔ ہو سکتا ہے کہ جمہوریت ختم ہو جائے اور مارشل لاء آ جائے، اس کی ہمیں فکر نہیں۔ کرپٹ ہوتا جائے سارا نظام، اس کی ہمیں فکر نہیں۔ مہنگائی بڑھتی جائے۔ اس کی ہمیں کوئی فکر نہیں ہمیں فکر یہ ہے کہ ہماری کرسی قائم رہے۔ ہم اتنے لالچی ہو گئے کہ ہماری کرسی قائم رہے۔ اگر میں آج ایم پی اے ہوں تو مجھے یہ ہو گا کہ میں منسٹر ہو جاؤں۔ چاہے جمہوریت ختم ہو جائے لیکن میں منسٹر بننا چاہوں گا۔ ہم لوگ اقتدار کی حرص میں اتنے اندھے ہو گئے ہیں۔ تو جناب سپیکر! یقین جانیں میں آج ایک سال کے بعد بولا ہوں کیونکہ ہمارے حالات اتنے خراب ہو گئے ہیں یقین جانیں میں معذرت سے کہتا ہوں کہ یہاں بیٹھنے کو اب دل نہیں کرتا۔ یہاں بولنے کو دل نہیں کرتا لیکن آج صورت حال یہ ہے جس کو کہتے ہیں کہ پانی سر سے گزرنے والا ہے۔ ایک سال پہلے لوگ یہ باتیں نہیں کرتے تھے۔ جب میں نے تقریر کی تھی تو میرے کچھ دوستوں نے مجھے کہا تھا کہ یار تم نے مارشل لاء کی بات کی ہے اور کیوں اس قسم کی بات کرتے ہو ؟ آج جب ساری پبلک باتیں کر رہی ہے۔ آج سر تک بات پہنچ گئی ہے تو جناب سپیکر ! مجھے تو خدانخواستہ اللہ کرے میں غلط ہوں کئی دفعہ ڈر یہ لگتا ہے کہ اگر ہم اس طرح چلتے رہے، ہم نے آج اپنے آپ پر کنٹرول نہ کیا، ہم نے جمہوریت کا احترام نہ کیا، ہم نے ملک کے مفادات کو مدنظر نہ رکھا، ہم نے آپس میں مل جل کر اگر consensus نہ بنایا تو مجھے تو کئی دفعہ خدشہ ہوتا ہے، ڈر لگتا ہے خدا کرے میں غلط ہوں کہ اگلا بجٹ آئے گا یا نہیں آئے گا یا اگلی تقریر ہم یہاں بیٹھ کر کر سکیں گے یا نہیں۔ ہمیں خوش ہونا چاہیے اس بات پر کہ آج جمہوریت ہے۔ چاہے پنجاب میں آئی جے آئی کی حکومت ہے اور چاہے مرکز میں پیپلز پارٹی کی حکومت ہے۔ آج مجھے تو اتنا ہے کہ خدا کا شکر ہے کہ ہم یہاں بیٹھے ہوئے تو ہیں۔ ہم جیلوں میں تو نہیں ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) ہمیں وہ وقت نہیں بھولا کہ جب ہمیں صرف جمہوریت کی بات کرنے پر قلعوں میں لے جایا جاتا تھا۔ جناب سپیکر! بیس مرتبہ کے قریب صرف چار پانچ سال کے دوران میں گرفتار ہوا ہوں۔ نہ میں کوئی terrorist تھا نہ میں کوئی ڈاکو تھا۔ مجھے قلعہ لے جایا گیا اور دو دفعہ وہاں ٹارچر کیا گیا۔ مجھے میانوالی جیل لے جایا گیا اس طرح ہمارے بے شمار لوگوں کو پھانسی دی گئی۔ میں آپ کو یہی بات کہنا چاہتا ہوں کہ مارشل لاء میں اور جمہوریت میں یہی

فرق ہے کہ مارشل لاء دور میں ایک منتخب وزیر اعظم کو پھانسی دی گئی۔ ہزاروں لوگوں کو مارچ کیا گیا۔ ہزاروں لوگوں کو گرفتار کیا گیا۔ کوئی پریس کی آزادی نہیں تھی۔ آج کم از کم یہ تو ہے کہ پریس کی آزادی ہے۔ آج کوئی political prisoner گرفتار تو نہیں ہوتا۔ آپ کو مکمل آزادی ہے۔ آپ کیوں نہیں ان باتوں کو expose کرتے۔ آئیں آپ اور ہم مل کر ان کی corruption پر ایک وائٹ پیپر لکھیں۔ پہلے ان کو تو ہم ایک دفعہ دفن کریں۔ فوجیوں کو دفن کریں۔ ان کا خطرہ ہمیشہ کے لیے دفن کریں تو پھر اس طرح آپس میں لڑتے رہیں گے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! میں اتنی ہی بات کرنا چاہتا تھا کہ ہمیں اپنے principle contradiction کو ذہن میں رکھنا چاہیے۔ جناب سپیکر! سیاست بھی ایک سائنس ہے، سیاستدان وہی ہوتا ہے جو یہ دیکھے کہ میرا principle contradiction کیا ہے۔ بنیادی contradiction کیا ہے اور میرا ثانوی contradiction کیا ہے؟ تو جناب سپیکر! ساری تقریر میں، میں یہی عرض کرنے کی کوشش کر رہا تھا کہ بنیادی contradiction ہمارا اپنا نہیں ہے۔ آپ بھی elected ہیں ہم بھی elected ہیں۔ وہ اور بات ہے کہ آپ پر بھی کچھ الزامات ہم لگاتے ہیں اور آپ ہم پر لگاتے ہیں۔ ہمیں کچھ اعتراضات آپ پر ہیں اور آپ کو ہم پر ہوں گے لیکن پھر بات یہ ہے کہ آپ اس لیے قابل احترام ہیں کہ آپ elected ہیں اور ہم بھی اس لیے قابل احترام ہیں کہ ہم لوگ elected ہیں۔ ہم اور آپ لاکھوں درجے ان لوگوں سے بہتر ہیں جو غاصب ہوتے ہیں، جو آئین کو توڑتے ہیں، جو قانون کو توڑ کر آتے ہیں۔ تو ہمارا بنیادی contradiction وہ ہے۔ آئیے مل جل کر پہلے ان کو دفن کریں پھر آپس کے مسئلے طے کرتے رہیں گے۔

جناب سپیکر! آخر میں، میں ایک بات بھول گیا تھا اسے بھی کرنا چاہوں گا۔ شاید یہ پراونشل اسمبلی وہ forum تو نہیں ہے کہ میں foreign policy پر بات کروں۔ میں کشمیر کے حوالے سے کچھ بات کرنا چاہتا تھا وہ پاکستان کے لیے اتنا اہم مسئلہ ہے کہ وہ بھی اس کے ساتھ connected ہے۔ میرا بنیادی مقصد یہ ہے۔ میں اس بات کو emphasize کر رہا ہوں کہ مرکز اور پنجاب کی tussel میں ہم اتنے مبتلا ہو گئے ہیں کہ ہمارا لیول بالکل macro ہو جاتا ہے۔ ہم ایک دوسرے کو ڈاؤن کرتے ہیں۔ ہم اپنے macro perspectives کو بھول جاتے ہیں۔ جناب سپیکر! کشمیر میں مرکزی حکومت نے جو سٹینڈ لیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہ ٹھیک ٹھاک سٹینڈ تھا۔ ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے

کہ 65 اور 71 سے آج کشمیر کی جو صورت حال ہے وہ مختلف ہے۔ پہلے کشمیر میں کوئی حقیقی صورت حال نہیں تھی لیکن آج کشمیر میں ایک حقیقی صورت حال develop ہوئی ہے جو کہ وہاں کے لوگ، آزادی کے لیے لڑ رہے ہیں اس لیے بارڈر پر صورت حال خطرناک ہو گئی ہے جس کو انڈیا avoid نہیں کر سکتا ہے کیونکہ ان کا ایک مسئلہ ہے اور پاکستان بھی اس کو اس لیے avoid نہیں کر سکتا کہ ہر آزادی کے لیے لڑنے والے ملک اور عوام کے ساتھ ہماری ایک commitment ہے ہماری ہر مسلمان کے ساتھ ایک commitment ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! مرکز کی حکومت نے اس کو اس commitment کے تحت support کیا۔ اب اگر ایک proper support ہو رہی ہے تو دوسری حکومت کو اس کو endorse کرنا چاہیے۔ نہ کہ ایک دوسرے میں کیڑے نکالنا کہ آپ نے کم کی ہے ہم زیادہ کریں۔ اور خدانخواستہ ایسی صورت حال کر دیں۔ دیکھیں ہم لوگوں کی commitment ہے۔ ہمیں کشمیر کے لیے اگر لڑنا پڑے تو ہم ضرور لڑیں گے لیکن ہمیں یہ ضرور ذہن میں رکھنا چاہیے کہ بیسویں صدی کے دور میں غیر ضروری لڑائی لڑنا بے وقوفی ہے۔ ہم اپنی commitment پوری طرح honour کریں لیکن ہمارا یہ کوئی فرض نہیں بنتا کہ ہم جا کر زبردستی ان کو provoke کر کے وہاں لڑائی کریں اور آج ہم یہ بھول گئے کہ ایک حقیقی صورت حال ہے جس کو نہ ہم avoid کر سکتے ہیں اور نہ انڈیا avoid کر سکتا ہے۔ 65 اور 71 میں یہ صورت حال نہیں تھی۔

جناب سپیکر! ہم لوگوں کو کشمیر کے سلسلے میں بھی ایک national consensus create کرنا چاہیے بلکہ پارٹی سے بالاتر ہو کر ملکی مفاد میں سوچنا چاہیے اور یہ نہیں سوچنا چاہیے کہ ایک دوسرے کو ہم نے نیچا دکھانا ہے اور ایک دوسرے کو ذلیل کرانا ہے اور اس دوران جنگ کرا کے ملکی معیشت کو بھی تباہ کر دیں، ملکی سیاست بھی تباہ کر دیں اور ملک کو بھی تباہ کر دیں۔ ہماری یہ سوچ نہیں ہوتی۔ ہماری سوچ قومی سوچ ہوتی ہے۔ ہماری سوچ جمہوری سوچ ہوتی ہے اور ہماری سوچ عوام کی سوچ ہوتی ہے۔ بہت بہت شکریہ۔۔۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، شکریہ۔۔۔ جناب محمد صفدر شاکر صاحب۔

جناب محمد صفدر شاکر، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے میزانیہ 91-1990 پر بولنے کا موقع دیا۔ جناب سپیکر! 38 ارب 2 کروڑ روپے کا سالانہ میزانیہ پیش کیا

گیا اور سب سے بڑھ کر خوشی کی بات یہ ہے کہ اس بجٹ میں کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا میں ٹیکس فری بجٹ پیش کرنے پر جناب وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف اور جناب سردار امجد حمید دستی کو دل کی گہرائیوں سے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ جناب سپیکر! موجودہ صوبائی حکومت نے لگاتار چھٹی بار بجٹ پیش کر کے یہ ثابت کر دیا ہے۔

(اس مرحلہ پر رانا اکرام ربانی کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

کہ انہوں نے اپنے پچھلے چار سالہ دور میں پنجاب کے عوام کی خدمت کھوکھلے نعروں سے نہیں بلکہ عملی طور پر کی ہے اور اس خدمت کے صلہ میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دوبارہ اسمبلی میں بیٹھنے کا موقع دیا ہے۔ تو میری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اس طرح پنجاب کے عوام کی خدمت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

جناب سپیکر! میں اپنی بجٹ تقریر شروع کرنے سے پہلے آپ کی وساطت سے مرکزی حکومت کی خدمت میں یہ استدعا کروں گا کہ خدارا! اس ملک کے مفاد کی خاطر، مرکز اور صوبے کے مفاد کی خاطر، مشترکہ مفادات کی کونسل کا اجلاس بلائیے اور ان تنازعات کو طے کیجیے جو ہمارے درمیان قائم ہیں اور اس کے ساتھ قومی مالیاتی کمشن کا اجلاس بلا کر مالیاتی ایوارڈ کا اعلان کیا جائے اور اگر اس کے بعد بھی مرکزی حکومت کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تو پھر میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ۔

جتنا جی چاہے اندھیروں کو طوالت دے لو
ہم میں ہو گا جو اگر دم تو سحر کر دیں گے

جناب سپیکر! صوبائی بجٹ میں شعبہ تعلیم کے لیے 115 کروڑ روپے رکھے گئے ہیں اس بجٹ میں یقیناً تعلیم کا شعبہ ترقی کرے گا، اس سلسلہ میں میری چند تجاویز ہیں، سب سے پہلے یہ ہے کہ ہمارے ملک کے تعلیم کے نظام کو بدلا جائے بلکہ یہ نظام برابری کی سطح پر قائم کیا جائے۔ کیونکہ اگر غریب کا بچہ ٹاٹ پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرتا ہے تو امیر کا بچہ بھی ٹاٹ پر بیٹھ کر تعلیم حاصل کرے۔ اس کے ساتھ ساتھ ہماری تعلیم کا سلسلہ دو قومی نظریے پر قائم ہونا چاہیے تا کہ ہمارے بچوں کو یہ احساس ہو کہ ہم نے یہ ملک کس طرح سے حاصل کیا ہے اور ہم نے اس ملک کو کس طرح سے قائم و دائم رکھنا ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ جدید دور کے چیلنج کو قبول کرنے اور اس سے عہدہ بر آ ہونے کے لیے ہمیں سائنس اور ٹیکنالوجی کی اعلیٰ تعلیم کو اپنا مقصد بنانا چاہیے اس کے ساتھ دیہات میں ٹیکنیکل سکولز کھولنے چاہییں، جس سے بے روزگاری ختم کرنے میں ہمیں یقیناً مدد ملے گی، اس

کے علاوہ ہمارے دیہاتی علاقوں میں۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین' آپ نے یہ ایوان چلانا ہے' اگر آپ کے دائیں اور بائیں ممبران کھڑے ہو جائیں ' ہمارے ایک معزز رکن تقریر کر رہے ہیں تو سپیکر سے یہ توقع کی جاتی ہے کہ کم از کم وہ ان کی تقریر توجہ سے سنے چاہے کوئی دوسرا سنے یا نہ سنے۔

جناب چیئرمین، شکریہ جناب شاہ صاحب۔

جناب محمد صفدر شاکر، ہمارے دیہاتی سکولوں میں آج کل اساتذہ کی بڑی کمی محسوس کی جاتی ہے' وہاں پر بی ٹی ٹیچر اور عربی کے اساتذہ کی بہت کمی ہے ' میں جناب وزیرتعلیم سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ اس پر عملدرآمد کرائیں اور ہمارے دیہاتی علاقوں میں جو اساتذہ کی کمی ہے' اسے پورا کیا جائے۔

جناب سپیکر! صحت کے معاملہ میں حکومت نے جو 135 کروڑ روپے رکھے ہیں' اور اس کے ساتھ ہی ساتھ ایک صحت فاؤنڈیشن قائم کی ہے' اس سے یقیناً غریب لوگوں کو حصول علاج میں بڑی سہولت ہو گی۔ لیکن میں اس کے لیے وزیرصحت سے گزارش کروں گا کہ شہروں میں تو ڈاکٹر باقاعدگی سے ڈیوٹی دیتے ہیں ' لیکن ہمارے جو دیہاتی علاقے ہیں ان میں ڈاکٹر ایک مہینہ میں ایک ہفتہ بڑی مشکل سے ڈیوٹی دیتے ہیں ' تو وزیرصحت اپنے ذریعہ سے ڈی ایچ او صاحبان کو تنبیہ کریں کہ وہ مہینہ میں کم از کم ایک بار اپنے علاقہ کا دورہ کریں' اور ان ڈاکٹروں کو چیک کریں جو کہ اپنی ڈیوٹی سے غیر حاضر ہیں (نعرہ ہائے تحسین) اس کے علاوہ صوبے میں کینسر انسٹی ٹیوٹ کے قیام کے لیے جو ایک کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے ' وہ بالکل ناکافی ہے ' کم از کم اس کے لیے تین چار کروڑ روپے کی رقم ہونی چاہیے۔ یہ کینسر ہمارے ملک میں بڑی تیزی سے بڑھ رہا ہے اور اس کے جدید علاج کے لیے ہمیں مزید پیسے کی ضرورت ہے اس لیے یہ رقم ایک کروڑ سے بڑھا کر تین کروڑ کی جائے۔ جناب سپیکر! اب میں شعبہ زراعت سے متعلق کچھ گزارش کروں گا۔ شعبہ زراعت جو کہ ہمارے ملک میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے' لیکن آج بدقسمتی سے اس شعبہ میں بڑا ظلم وستم ہو رہا ہے ' سب سے بڑا ظلم تو یہ ہے کہ ہمیں کھاد' ڈیزل اور بجلی کی قیمتیں آسمان سے باتیں کر رہی ہیں' اور دوسری مظلومیت یہ ہے کہ زمین دار وہ طبقہ ہے جس کی محنت کی قیمت خریدار لگاتا ہے۔ اس کو اتنا بھی اختیار نہیں ہے کہ وہ اپنی چیز کی قیمت خود لگائے اور میں آپ کو اس سلسلہ میں تین چار آئیٹم آپ کے گوش گزار کرتا

ہوں کہ زمین دار کو اس کی کیا قیمت ملتی ہے اور حکومت جناب والا! اس سے کتنا نفع حاصل کرتی ہے--- سب سے پہلے چاول کا ہے' اندرون ملک چاول کی خرید 206 روپے سے لے کر 285 روپے تک ہے اندرون ملک چاول کی یہ قیمت خرید ہے بیرون ملک یہ چاول 850 روپے فی من کے حساب سے فروخت ہوتا ہے۔ اس کی نقل و حمل پر جو اخراجات صرف ہوتے ہیں اور اس کا سرکاری منافع نکال کر 400 روپے فی من کا منافع حکومت کو حاصل ہوتا ہے ' اگر اس منافع کا ایک حصہ بھی آپ زمین دار کو دے دیں تو اس میں کتنی خوش حالی پیدا ہو گی' اس کے بعد جناب والا ! میں روئی کے متعلق آپ کو بتانا چاہتا ہوں ' روئی کی اندرون ملک قیمت خرید 515 روپے سے لے کر 581 روپے فی من ہے اور اس کی بین الاقوامی قیمت فروخت 1292 روپے فی من ہے حکومت کو 700 روپے فی من بچت ہوتی ہے۔ آپ اس سے اندازہ لگائیں حکومت کو ایک من روئی میں کتنی بچت ہوتی ہے لیکن زمین دار گھاٹے میں رہتا ہے۔ اس سے بڑی اور زیادتی کیا ہو گی ؟ اس کے بعد گندم کو لیں ' اس کی قیمت خرید 195 روپے ہے اور جو گندم ہم باہر سے منگواتے ہیں وہ ہمیں یہاں 200 روپے فی من پڑتی ہے۔ آپ بتائیے کہ یہ کتنا بڑا ظلم ہے---

ڈاکٹر ضیاء اللہ بنگش، پوائنٹ آف آرڈر' جناب سپیکر! بجٹ اجلاس پارلیمنٹ کا سب سے اہم اجلاس ہوتا ہے اور اس اجلاس میں قائد ایوان کو موجود ہونا چاہیے پہلے دن کے علاوہ قائد ایوان کبھی نہیں آئے ' دوسری بات یہ ہے کہ بجٹ اجلاس کے دوران وزیر خزانہ کو کم از کم ضرور موجود ہونا چاہیے۔ تو نہ یہاں اس وقت ایوان میں وزیر خزانہ تشریف رکھتے اور نہ ہی قائد ایوان ' تو جناب یہ میری گزارش قائد ایوان تک ضرور پہنچا دیجیے۔ کہ کم از کم بجٹ سیشن میں ان کا موجود ہونا بہت ضروری ہے کیا انہیں پنجاب کے عوام کے مسائل سے کوئی دلچسپی نہیں ؟

جناب چیئرمین، ڈاکٹر صاحب! میں سمجھتا ہوں کہ اس موضوع پر کئی مرتبہ بات ہو چکی ہے اور وزرائے کرام اس بات کا نوٹس بھی لیں گے--- جی شاکر صاحب۔

جناب محمد صفدر شاکر، جناب سپیکر! یہ میں نے آپ کے سامنے صرف تین چار آئیٹم رکھے ہیں جو ہمارے زمین داروں کے ساتھ فصل تیار ہونے پر زیادتی ہوتی ہے اس کے بعد میں آپ سے گزارش کروں گا کہ مجھے صرف دو تین منٹ اور دے دیجیے میں موجودہ حالات کے متعلق بات کرنا چاہتا ہوں' جناب سپیکر! آج ہم جن حالات سے گزر رہے ہیں--

جناب چیئرمین، شاکر صاحب! آپ کا جو نائم سپیکر صاحب بتا کر گئے ہیں' میں پہلے ہی ان پوائنٹ آف آرڈر کی وجہ سے آپ کو دو تین منٹ زیادہ دے چکا ہوں' آپ کوشش کریں ذرا جلدی ختم کریں۔

جناب محمد صفدر شاکر، --- ہمارے ملکی حالات بڑی مشکل سے گزر رہے ہیں اور آپ یقین کریں کہ ملک کے اندرونی اور سرحدی حالات دیکھ کر ہمیں ڈر لگتا ہے کہ یہ پاکستان جس کے لیے ہم نے بڑی قربانیاں دی ہیں ' آج ہمارے لیے اس میں اتنی مشکلات ہیں ؛ اور ان مشکلات کو دیکھ کر میں تو یہ کہہ سکتا ہوں---

میاں منظور احمد موہل، پوائنٹ آف آرڈر۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جب سپیکر اور ڈپٹی سپیکر نہ ہوں تو پینل آف چیئرمین کا جس طرح سے آرڈر ہے ' ترتیب ہے پہلا آدمی صدارت کرتا ہے ' موجودہ پینل میں جناب صفدر شاکر سر فہرست ہیں اب نکتہ اعتراض یہ ہے کہ آیا پینل کا پہلا آدمی تقریر کر سکتا ہے اور دوسرے نمبر والا صدارت کی کرسی پر بیٹھ سکتا ہے؟ نہیں بیٹھ سکتا ہے جب حالات ایسے ہوں کہ وہ تقریر کر رہا ہو' میری رائے میں جب وہ ایوان میں موجود ہو اس کو کرسی پر بیٹھنا چاہیے ڈپٹی سپیکر کے بعد وہ اور کسی جگہ بیٹھ نہیں سکتا ہے۔

جناب چیئرمین، اگر اس بارے میں کوئی رول کا حوالہ دیں تو شکرگزار ہوں گا ' بلا وجہ ایوان کا وقت ضائع کرنے کی کسی کو اجازت نہیں دی جا سکتی ہے ' لیکن اگر اس سلسلہ میں رولز آپ کے سامنے ہیں تو آپ بتائیں ' جناب صفدر شاکر اپنے حلقہ کے ایم پی اے پہلے منتخب ہوئے اور پینل میں وہ آئے ہیں اور اس وقت جو بنیادی ذمہ داری ان کے ذمہ ہے وہ پوری کر رہے ہیں اور جو ذمہ داری میرے ذمہ ہے وہ میں پوری کر رہا ہوں (نعرہ ہائے تحسین) جی شاکر صاحب آپ ذرا جلدی ختم کرنے کی کوشش کریں۔

جناب محمد صفدر شاکر، جناب سپیکر! ملکی حالات کو دیکھ کر مجھے وہ شعر یاد آرہا ہے کہ،

سر فروشی کے صلہ میں تنکا تنکا جوڑ کر
خود بنایا تھا جسے وہ آشیاں خطرے میں ہے

آج بعض شکست خوردہ عناصر یہ مطالبہ کر رہے ہیں کہ ملک میں الیکشن ہونے چاہئیں۔ ارے بھائی یہ الیکشن کیوں ہوں' ہمیں عوام نے ووٹ دے کر یہاں بھیجا ہے اور تم کس منہ سے یہ مطالبہ کرتے ہو کہ یہاں پر الیکشن ہوں ۔ میں آج اس فلور پر کھڑے ہو کر واضح طور پر یہ کہہ دینا چاہتا ہوں کہ موجودہ

حالات کا حل الیکشن نہیں۔ اگر اس وقت الیکشن کروائے گئے تو ہمارے ملک میں وہ صورت حال پیدا ہو گی جس پر کنٹرول کسی کے بس کا روگ نہیں ہو گا۔ اور عوام جو پہلے ہی ہم سے اکتا چکے ہیں۔ کیونکہ ہم نے عوام کو دیا ہی کیا ہے۔ سوائے مہنگائی کے ہم نے ان کو کچھ نہیں دیا اور جب ہم عوام کے پاس ووٹ مانگنے کے لیے جائیں گے اور نئی باتیں بتائیں گے تو پھر خدا کی قسم وہ آپ کو صرف یہی کہیں گے کہ۔

ہم نے دیکھے ہیں بہت باتیں بنانے والے
باتوں والے تو جناب کام کدھر کرتے ہیں
وہ جو دیکھے ہی نہیں طوفان اٹھتے ساغر
وہ کیا خاک سمندر میں سفر کرتے ہیں

جناب چیئرمین، شکریہ۔ محترمہ فوزیہ حبیب صاحبہ۔

میاں منظور احمد موہل، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جناب صدر شاکر کی تقریر ختم ہو چکی ہے قانون کے مطابق انہیں صدارت کرنی چاہیے یا تو وہ ایوان سے اٹھ کر چلے جائیں۔ پھر آپ صدارت کر سکتے ہیں۔ اگر وہ بیٹھے رہیں گے تو پھر ان کو صدارت کرنی پڑے گی۔ کیونکہ پینل میں ان کا نام پہلے ہے۔

جناب علی اکبر مظہر وینس، وہ تو اٹھ کر چلے بھی گئے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل، چلیں ٹھیک ہے۔ میں نے تو نشان دہی کی ہے۔ میں نے تو رول کی بات کی ہے۔ آپ کو کیوں مرچیں لگ جاتی ہیں۔ میں نے تو خود کہا ہے کہ وہ چلے جائیں۔ یہ قانون کی بات ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ موہل صاحب! آپ کی بات کی بنیاد ہی ختم ہو گئی ہے لہٰذا میں اس کے جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں کرتا۔

جناب علی اکبر مظہر وینس، جناب سپیکر! میں نے ہمیشہ اپنے بھائی منظور احمد موہل کی عزت کی ہے اور اپنے ہر دوست کو جو انہیں تنگ کرتا ہے اسے منع کیا ہے اور میں نے بار بار جناب سپیکر سے اس ایوان کے فلور پر کھڑے ہو کر گزارش کی ہے کہ جناب منظور احمد موہل کی سیٹ میرے ساتھ کر دی جائے۔ اس کے بعد انہیں کوئی تنگ نہیں کر سکے گا لیکن صورت حال یہ پیدا ہو گئی ہے کہ وہ

خواہ مخواہ اتنے جذباتی ہو گئے ہیں کہ ہر بات پر وہ لڑنے پر اتر آتے ہیں۔ اب میں صرف یہ عرض کر رہا ہوں کہ بھائی شاکر صاحب باہر تشریف لے گئے ہیں اور فوراً انہوں نے فرمایا کہ ان کو مرچیں لگ جاتی ہیں۔ یہ بات سراسر غلط اور غیر پارلیمانی ہے ۔ میرے ایک ایسے دوست کے منہ سے جو بہت سینئر ہیں اور قانون کو جانتے ہیں آخر وہ اتنے جذباتی کیوں ہو گئے ہیں؟

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! اگر انہوں نے محسوس کیا ہے تو میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔

جناب علی اکبر مظہر وینس، شکریہ جناب۔

جناب چیئرمین، محترمہ فوزیہ حبیب صاحبہ۔

محترمہ فوزیہ حبیب، جناب سپیکر! میں سب سے پہلے آپ کا شکریہ ادا کروں گی کہ آپ نے اس معزز ایوان میں آج بجٹ پر کچھ کہنے کے لیے یہ وقت دیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی میرا یہ گلہ بھی ہے اور آپ کی وساطت سے یہ چاہوں گی کہ اگر اس معزز ایوان میں اس وقت وزیر خزانہ موجود ہوتے تو میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتی ۔ جس انداز میں جناب وزیر خزانہ نے بجٹ پیش کیا۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! محترمہ فوزیہ حبیب نے ابھی ابھی یہ فرمایا ہے کہ اگر وزیر خزانہ ہوتے تو میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھتی۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ میں ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم اپنے متعلق کیا خیال کریں؟ (قہقہے)

MR.CHAIRMAN: No cross talks please.

محترمہ فوزیہ حبیب، وزیر خزانہ صاحب کی ایوان میں غیر موجودگی نہ صرف میری بلکہ اس پورے ایوان اور یہاں پر بیٹھے ہوئے تمام معزز اراکین کی بدنصیبی ہے۔ اس لیے کہ یہ بجٹ جو کہ ایک اہم دستاویز ہے، جس میں اس پورے مالی سال کی وہ تمام باتیں درج ہیں جس سے اس صوبے پنجاب کے عوام کی قسمتوں کا فیصلہ ہو گا۔ ان کی غیر موجودگی معنی خیز ہے۔

جناب والا! جس انداز میں انہوں نے یہ بجٹ پیش کیا تھا میں ان کی شان میں گستاخی کرنے کی جسارت نہیں کر سکتی اور نہ ہی سوچ سکتی ہوں۔ اس لیے کہ شاید جتنی میری عمر ہو اتنے ان کے تجربے ہوں۔ لیکن میں اس ایوان میں پہلے بھی کہہ چکی ہوں کہ اس صوبہ میں شاید یہ روایت پڑ گئی تھی کہ جب اس ایوان میں بجٹ پیش کیا جاتا رہا تو ساتھ شعر و شاعری بھی ہوتی رہی اور باہر عوام دیکھتے رہے اور اسی شعر و شاعری اور اسی انداز میں بجٹ پاس ہوتے رہے لیکن آج تو وزیر خزانہ صاحب

نے خود اتنی خوبصورت شعروشاعری کی ہے کہ یقیناً اب جی چاہتا ہے کہ ہم بھی شعر و شاعری کی طرف رخ کریں۔ لیکن بدنصیبی کہ مجھے کبھی شعر و شاعری نہ آ سکی۔ اس کی سب سے بڑی وجہ یہ ہے کہ بجٹ ایک انتہائی سنجیدہ دستاویز ہے' قوم کے لیے ایک انتہائی سنجیدہ بات ہوتی ہے۔ جناب والا! یہاں تو شعر و شاعری کی گنجائش ہی نہیں ہوسکتی۔ کجا شاعری کرنا اور پھر اپنی ناکامیوں کا ذمہ دار کسی اور کو خوبصورت شعروں کے ذریعہ ٹھہرا دینا۔ معاشی ماہرین کہتے ہیں کہ ایک حکومت یا سٹیٹ کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ کم ازکم وسائل سے زیادہ سے زیادہ افادیت حاصل کر سکے۔ جب معاشی ماہرین کم سے کم وسائل سے زیادہ سے زیادہ افادیت کی بات کرتے ہیں تو ان کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ correct allocation of resources ہوں۔ ترجیحات صحیح ہوں۔ اور بجٹ بناتے وقت یہ باتیں ذہن میں واضح ہوں کہ یہ پیسہ جو امانت کی صورت میں ہمارے حوالے ہے اس کا استعمال کس طریقے سے کیا جائے۔

جناب چیئرمین، میں معزز اراکین سے یہ درخواست کروں گا کہ اگر وہ خود اس تقریر کو غور سے نہیں سننا چاہتے تو جو سننا چاہتے ہیں کم از کم انہیں تو موقع دیں۔ شکریہ۔ محترمہ فوزیہ حبیب۔

محترمہ فوزیہ حبیب، تو اس رقم کو اس طریقے سے استعمال کیا جائے کہ اس میں سے ایک پیسے کا بھی زیاں نہ ہو۔ دوسری سب سے بڑی بات جس پر معاشی ماہرین یقین رکھتے ہیں اور وہ یہ ہے کہ material welfare of society ہو economic acitivity سے حاصل کردہ benefit سے ملک کے تمام لوگ یا صوبے کے تمام لوگ استفادہ حاصل کر سکیں۔ بجٹ بناتے وقت یہ بات ذہن میں رکھنی چاہیے کہ اس کا فائدہ صرف ایک مخصوص طبقے کو نہ ہو۔ بلکہ اس سے تمام طبقات کو فائدہ پہنچ سکے۔ جناب والا! اب میں یہاں ایک بات اس معزز ایوان میں کرنا چاہوں گی۔ جب کہ میرے بھائی منظور موہل صاحب اس وقت اس بات کو اہم سمجھتے ہیں کہ وہ تین چار درخواستوں پر دستخط کروالیں یہی موقع ہے۔ لیکن جناب والا! کسی بھی ملک میں ہم اس وقت معاشی استحکام لا سکتے ہیں۔ اور اسی ملک کی معیشت ترقی کر سکتی ہے جس ملک میں سیاسی استحکام ہو۔(نعرہ ہائے تحسین) کتنی بدنصیبی ہے کہ جب سے ہمارا ملک بنا ہمارے ملک میں سیاسی حکومتیں نہیں رہیں بلکہ یہاں پر مارشل لاء کا نفاذ رہا۔1965ء اور1971ء کی جنگ نے ہماری معیشت کو بہت متاثر کیا تھا۔ اس سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ اور ابھی ہماری معیشت سنبھل نہیں پائی تھی کہ مارشل لاء نافذ ہو گیا۔ پھر گیارہ سالہ دور میں جس قسم کی پلاننگ اور ایڈہاک پلاننگ اور قرضہ جات کی معیشت ہمارے سامنے آتی ہے تو کس طرح ہمارا ملک ترقی کی راہ

پر گامزن ہو سکتا ہے۔ اس دور کا اگر آپ تجزیہ کریں گے تو سوائے ایک لمبی فہرست قرضوں کی اور ایڈہاک پلاننگ کے کچھ نہیں مل سکے گا۔ کوئی لاء نہیں تھا۔ کوئی قانون نہیں تھا اور ملک میں کوئی معقول نظام نہیں تھا۔ کسی ملک کی ترقی کے لیے یہ ضروری ہے کہ اس ملک میں ایک جمہوری حکومت ہو۔ اگر یہ بات غلط ہے تو میں اپنے سامنے بیٹھے ہوئے معزز وزیر جن کا میں نام نہیں جانتی کہ وہ مشرقی جرمنی کی مثال کو دیکھیں کہ جس قوم نے چالیس سال کے بعد الیکشن کرا کے ایسی حکومت قائم کی جو آج دوبارہ اتحاد کے لیے تیار ہے۔ اس لیے کہ وہ اپنے ملک میں معاشی استحکام چاہتی ہے۔ وہ یہ چاہتے ہیں کہ ان کے ملک میں معاشی ترقی ہو۔ میں یہ کہتی ہوں کہ اگر جرمن قوم اپنے آپ کو اس لیول پر لا سکتی ہے تو پھر کیا بات ہے کہ ہم کیوں نہیں لا سکتے۔ جبکہ ہمارے پاس وہ مسائل بھی موجود ہیں۔ اسی ایوان میں وزیر خزانہ صاحب نے کہا کہ ہم نے 70 کروڑ روپے کی رقم جمع کی ہے۔ جناب والا! یہ کوئی بڑی رقم نہیں۔ ہمیں تو اب تک خود کفیل ہو جانا چاہیے تھا۔ اس ملک کو ایسی واضح پالیسی دینی چاہیے تھی جس کے باعث آج ہمارا صوبہ دوسرے صوبوں کی بھی کفالت کر سکتا۔ جناب والا! آج جو سندھ کی صورت حال ہے۔ اس سے کون انکار کر سکتا ہے کہ صنعتی پیداوار میں سندھ سب سے زیادہ حصہ لے رہا تھا۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ سیاسی عدم استحکام کی وجہ سے ہمارے گروہی فسادات کی وجہ سے ملک کے اس حصہ سے جہاں سے ہمیں بے پناہ معاشی مدد ملتی تھی آج ہم نے اس کو ایسی صورت حال سے دوچار کر دیا ہے کہ وہاں بزنس، تجارت یا دوسرے ادارے بند ہو گئے ہیں (شور)

جناب چیئرمین، آرڈر پلیز۔

محترمہ فوزیہ حبیب، جناب والا! میرے خیال میں وزراء صاحبان یہ سننا نہیں چاہتے کہ ہماری معیشت کس بحران سے دوچار ہے۔ اور اس کو کس طریقے سے ٹھیک کیا جائے۔ اس کے بعد جناب والا! میں خواتین کے مسائل پہ آؤں گی اور میں وزیر خزانہ کی خدمت میں بڑے ادب سے یہ گزارش کروں گی اور میں ان کی شان میں گستاخی کرنے کی جسارت نہیں کر سکتی کہ آپ نے خواتین کے جہیز فنڈ کے لیے 15 کروڑ روپے رکھ کر یہ سوچ لیا کہ آپ نے اپنا فرض پورا کر دیا۔ مجھے افسوس ہوا کہ اس صوبے کی خواتین کے لیے آپ کی یہ سوچ ہے۔ میں جانتی ہوں کہ یہ جہیز فنڈ کس طریقے سے خرچ ہو گا۔ جب الیکشن آتا ہے تو بڑے فخر سے سٹیج سجا کر یہ فنڈ خواتین میں تقسیم کر دیے جاتے ہیں جن سے ہمیں اپنے سیاسی مفادات حاصل کرنے ہوتے ہیں۔ کیوں ایک عورت کی اس حد تک ہتک یا تذلیل کی جا رہی

ہے۔ اس جہیز فنڈ سے جو 15 کروڑ روپے پر مشتمل ہے۔ میں یہ تجویز پیش کروں گی کہ آپ ایک ایسا ادارہ بنائیں جہاں پہ خواتین آ کر فنی مہارت لے سکیں۔ اور یہ بھی وزیر خزانہ سے گزارش کروں گی اور چونکہ یہاں چیف منسٹر موجود نہیں کہ کیا وجہ ہے کہ اس صوبہ میں خواتین کی وزارت قائم کرنے میں ناکام رہے ہیں۔ اس صوبے میں کیوں نہیں ایک ایسی وزارت کو قائم کرتے جو کہ خواتین کے امور سے متعلق ہو اور خواتین کی ترقی کی بات کرے۔ وفاقی حکومت میں Women Development کا جو کہ ایک چھوٹا سا ڈویژن تھا اب ایک منسٹری کی صورت اختیار کر گیا ہے۔ جناب والا! وہاں تمام تر خواتین کے مسائل حل کیے جاتے ہیں۔ وزیر خزانہ پنجاب کی خواتین کو اس اندھیرے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اور یہ سمجھتے ہیں کہ 15 کروڑ جہیز فنڈ سے ان کے مسئلے حل ہو جائیں گے۔ جناب والا! یہ بات بالکل غلط ہے۔

جناب والا! اس کے علاوہ جہاں تک عدلیہ کا تعلق ہے۔ فیملی لاز کے متعلق خواتین کے مقدمات کے سلسلے میں میں وزیر قانون کی توجہ مبذول کراؤں گی کہ فیملی لاز کے مقدمات کا فیصلہ جلد سے جلد کرانے کی تجویز پر غور کریں۔ ان کے لیے نئے جج مقرر کریں۔ جب وہ امن عامہ کی صورت حال پر کنٹرول کرنے کے لیے اتنی رقم خرچ کرنا چاہتے ہیں تو وہ تھوڑا سا خواتین کی فلاح و بہبود کا بھی کام کریں۔ ان کو اس بات کا ثواب ملے گا۔

یہاں پر یہ بھی لکھا ہے کہ جو وکیلوں کی فیس ادا کرنے کی استطاعت نہیں رکھتے ان کے لیے50 لاکھ روپے کی رقم مختص کی جائے گی۔ جناب والا! میں یہ معلوم کرنا چاہوں گی کہ یہ کس ایجنسی کے ذریعے رقم دی جائے گی۔ اگر یہی رقم خواتین کے مقدمات کے سلسلہ میں مختص کر دی جائے تو یہ ایک بہت اچھا قدم ہو گا۔ سپیشل برانچ کے ذریعے خواتین کے مسائل طے کرنے کا تصور ہی انتہائی خوف ناک ہے۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ پنجاب میں مارشل لاء کے دوران خواتین کو جیلوں اور قلعوں میں رکھا گیا۔

میں یہ آخری بات کرنا چاہوں گی کہ مری میں چھ لفٹیں لگائی گئی ہیں۔ میرا بھی تعلق مری سے ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ اس علاقے کا وزیر اس وقت یہاں موجود نہیں۔ میں ان سے صرف یہ کہنا چاہوں گی کہ کیا وہ اس علاقے کی پسماندگی کو بھول گئے۔ کیا اس غربت اور افلاس کو بھول گئے۔ جس علاقے سے ان کا تعلق ہے اور جس علاقے سے میرا تعلق ہے۔ کس طرح سے ان کے ضمیر نے یہ

گوارا کیا کہ وہاں چیئر لفٹیں لگائی جائیں جو کہ صرف عارضی ہیں۔ مری کے اس کالج کی حالت زار کو تو ذرا دیکھیں وہاں خواتین کے لیے کوئی ہوسٹل موجود نہیں ہے۔ وہاں خواتین کے لیے ہوسٹل کی بات کرتے تو میں بہت خوش ہوتی۔

جناب چیئرمین، آپ اپنی بات کو ذرا جلدی ختم کرنے کی کوشش کریں۔ آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

محترمہ فوزیہ حبیب، جناب والا! ایک آخری بات جو آپ مجھے کہنے کی اجازت دیں میں یہاں پہ جو آخری گزارش کرنا چاہوں گی وہ یہ ہے کہ "پولیس" کی مد میں ایک بڑی رقم رکھی گئی ہے۔ میں معزز ایوان کو یہ بتانا چاہوں گی کہ ایف ایس ایف جو کہ شہید ذوالفقار علی بھٹو کے زمانے میں بنائی گئی جب اس کو disband کیا گیا تو اس میں رکھے گئے تمام ملازمین کو برطرف کر دیا گیا۔ وہ لوگ ہائی کورٹ میں گئے۔ ہائی کورٹ نے ان کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ اور وہ بحال ہو گئے لیکن یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ وہ لوگ آج حاضر نوکر ہیں اور ہائی کورٹ کے فیصلے کے باوجود حکومت پنجاب نے ان کے سابقہ بقایا جات ادا نہیں کیے۔ اور اس لیے نہیں دیے گئے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ یہ ہمارا حق نہیں۔

جناب چیئرمین، شکریہ محترمہ فوزیہ حبیب صاحبہ۔ میں میاں منظور احمد موہل صاحب کو بات کرنے کی دعوت دیتا ہوں۔

میاں منظور احمد موہل، اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب والا! آپ کی مہربانی کہ آپ نے مجھے وقت دیا۔ اس ہاؤس میں کل سے سالانہ بجٹ پر تقاریر ہو رہی ہیں۔ اور میں سب سے پہلے پرویز صالح صاحب کو مبارک باد دیتا ہوں کہ انہوں نے اس ایوان میں بہت اچھی تقریر کی ہے۔۔۔۔۔(نعرہ ہائے تحسین)۔۔۔۔ کیونکہ بات یہ ہوتی ہے جس طرح انہوں نے کہا ہے کہ آدمی کو اپنے ضمیر کے مطابق ہر بات کرنی چاہیے۔ یہ نہیں دیکھنا چاہیے کہ اگر میں آج گورنمنٹ پارٹی سے تعلق رکھتا ہوں تو مجھے گورنمنٹ پارٹی کی امداد کرنی چاہیے اور اگر اپوزیشن بنچوں پر ہیں تو ہمیشہ اپوزیشن کی بات کرنی چاہیے۔ ہمیں یہ قطعاً نہیں سوچنا چاہیے۔ جناب والا! میں یہاں پر یہ بھی عرض کروں گا کہ یہاں پر قائد حزب اختلاف نے بھی باتیں کی ہیں میں ان کی ان باتوں سے پوری طرح تائید نہیں کرتا اور جو ڈپٹی لیڈر کی باتیں ہوئی ہیں نہ ہی میں ان کی تائید کر سکتا ہوں کیونکہ انہوں نے مخالفت برائے مخالفت کی ہے جبکہ پرویز صالح نے حقیقت پسندی سے اس ہاؤس میں بات کی ہے۔ جناب والا! بجٹ

یہاں پر ہمیشہ پیش ہوتے رہے ہیں۔ اور وزیر خزانہ صاحب ہی اس کو پیش کرتے رہے ہیں۔ جب پاکستان پیپلز پارٹی کا دور تھا اس وقت بھی یہاں پر پانچ سالانہ بجٹ اور ضمنی بجٹ پیش ہوئے۔ جناب والا! میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ یہ کتاب کوئی الہامی کتاب نہیں نہ ہی یہ ہے کہ یہ غلطیوں سے مبرا ہے نہ یہ ہے کہ جو ان کی سوچ ہے وہ ساری قوم کی سوچ ہے لیکن میں یہ ضرور کہوں گا کہ جناب والا! وسائل کی موجودگی میں پنجاب حکومت نے جو بجٹ پیش کیا ہے وہ وقت کے تقاضوں کے عین مطابق ہے۔ آپ حالات دیکھیں۔ صورت حال دیکھیں۔ مرکز میں کون سی حکومت ہے اور یہاں پر کون سی حکومت ہے اس ملک میں یہ پہلی دفعہ ہوا ہے تو ان وسائل کی موجودگی میں جو حکومت پنجاب نے بجٹ پیش کیا ہے میں ان کو دل کی گہرائیوں سے مبارک باد دیتا ہوں۔ جناب والا! اس بجٹ میں کل آمدن 26 ارب 9 کروڑ 37 لاکھ روپے ہے۔ اب اس آمدن کو مدنظر رکھتے ہوئے حکومت پنجاب نے تمام محکموں کو ان کے مسائل اور وسائل کو طے کرنا تھا جبکہ ہمارے مسائل بہت زیادہ ہیں وسائل بہت کم ہیں۔ اس کے باوجود حکومت نے 29 ارب 2 کروڑ 11 لاکھ روپے اخراجات میں رکھے ہیں۔ اس کے ہوتے ہوئے 2 ارب 52 کروڑ 74 لاکھ روپے کا ابھی بھی خسارہ ہے۔ تو جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ یہ سچی بات ہے اس سے پہلے جتنے بھی دور ہوئے۔ میں مارشل لاء کے دور کی بات نہیں کرتا۔ جب بھی بجٹ پیش ہوئے ہیں اس سے پہلے مرکز میں اور صوبے میں ایک ہی حکومت ہوتی تھی۔ پچھلے سال اور اس دفعہ متضاد حکومتیں ہیں اور پنجاب حکومت کن حالات میں کام کر رہی ہے۔ ملک کی کیا صورت حال ہے۔ ملک دشمن طاقتیں پاکستان کے خلاف ہیں۔ انڈیا جو ہمارا دشمن نمبر ایک ہے اس کی فوجیں سرحدوں پہ ہیں۔ اس کے علاوہ آپ دیکھ لیں کہ کراچی اور حیدر آباد میں کیا صورت حال ہے اور چونکہ وہ ہمارا ملحقہ صوبہ ہے۔ ہمارا ہمسایہ صوبہ ہے اس کا جو اثر ہو گا اس کا ردعمل یہاں پنجاب میں ضرور ہو گا۔ جناب والا! اس طرح آپ دیکھ لیں کہ یہاں پر پنجاب میں بھی لاقانونیت ہے۔ یہاں پر بھی بم بلاسٹ ہوئے ہیں۔ یہاں پر امن امان قائم رکھنے کے لیے بھی ہمیں بہت کچھ کرنا پڑ رہا ہے۔ ہمارے پاس وسائل بہت کم ہیں ان وسائل کی موجودگی میں جو کچھ کیا جا رہا ہے میرے نقطۂ نظر میں دونوں حکومتیں ٹھیک کر رہی ہیں۔ مرکز والے اپنے وسائل کے مطابق کر رہے ہیں۔ ان کی بھی یہی کوشش ہے کہ ملک میں حالات نارمل رہیں۔ جمہوریت قائم رہے اور امن و امان قائم رہے۔ یہی بات پنجاب حکومت کے سامنے ہے۔ جناب والا! میں آپ کو دیانت داری سے کہتا ہوں کہ جب

بھی میاں نواز شریف نے بات کی ہے اس نے یہی کوشش کی ہے کہ ملک میں جمہوریت بحال رہے اور امن و امان قائم رہے یہی بات پنجاب حکومت کے سامنے ہے۔ جناب والا! میں آپ کو دیانت داری سے کہتا ہوں کہ جب بھی میاں نواز شریف نے بات کی ہے اس نے یہی کوشش کی ہے کہ ملک میں جمہوریت بحال رہے اور اس میں امن و امان قائم ہو۔ اور ان وسائل کی موجودگی میں ہم یہاں پر اپنے عوام کی زیادہ سے زیادہ خدمت کر سکیں۔ جناب والا! اس میں میں گزارش کروں گا کہ ساتویں پانچ سالہ منصوبے میں پنجاب کو 27.3 فی صد حصہ ملتا تھا۔ لیکن اب جبکہ وہ رقم کم کر کے 20.75 فی صد کر دی گئی ہے۔ جناب والا! میں یہ پوچھنے میں حق بجانب ہوں اور اپنے ساتھیوں سے بھی درخواست کرتا ہوں کہ آپ پنجاب کے رہ نما ہیں اور پنجاب سے منتخب ہوئے ہیں آپ کی حکومت مرکز میں ہے۔ خدا کے لیے ان سے استدعا کریں کہ وہ پنجاب کے ساتھ ڈنڈی نہ مارے۔ وہ پنجاب کو اس کا پورا حق دے جو اس فارمولے کے تحت بنتا ہے۔ یہ نہیں ہونا چاہیے کہ وہ پنجاب کو کم حق دے۔ بلکہ فراخ دلی کا مظاہرہ کرے۔ جناب والا! بات یہ ہے کہ بجٹ اسی طرح ہمیشہ ملتے رہتے ہیں لیکن میں پوچھتا ہوں کہ جب پیپلز پارٹی کی حکومت تھی یا جب اس سے پہلے حکومتیں تھیں کبھی کسی بھی ممبران اسمبلی کو اعتماد میں لیا ہے۔ ہرگز نہیں لیا۔ نہ آج سے پہلے کبھی لیا ہے اور نہ اس دفعہ لیا گیا ہے۔ کیونکہ قطعاً ممبران کو اعتماد میں نہیں لیا جاتا۔

راجہ صفدر حسین، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر پہ ایک بات کرنا چاہتا ہوں۔

جناب چیئرمین، راجہ صفدر صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

راجہ صفدر حسین، جناب والا! منظور موہل صاحب نے یہ فرمایا ہے کہ "میرے یہ دوست پیپلز پارٹی والے جن کی مرکز میں حکومت ہے وہ مرکز سے یہ کہیں کہ وہ ڈنڈی نہ ماریں"۔ تو میں جناب یہ وضاحت چاہوں گا منظور موہل صاحب سے کہ ان کا تعلق کس پارٹی سے ہے؟

جناب چیئرمین، میرے خیال میں یہ پوچھنے کی بجائے موہل صاحب کو تقریر کرنے دیا جائے۔

میاں منظور احمد موہل، یہاں پر جناب والا! گزارش کروں گا کہ میں نے قائد حزب اختلاف، ڈپٹی لیڈر، اور پرویز صالح اور سب دوستوں کی تقاریر بڑے صبر سے سنی ہیں۔ اگر میری تقریر کے دوران یہی صورت حال رہے گی تو پھر میں بھی یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ میں جذباتی ہو گیا ہوں۔ میں کیا کروں کہ ابھی جبکہ میری بات ہی ہو رہی ہوتی ہے کہ بیچ میں اس طرح کی باتیں ہو جاتی ہیں۔ تو جناب

والا! میں گزارش یہی کروں گا کہ اس وقت جو صورت حال ہے وہ ہمارے سامنے ہے آپ مجھ سے زیادہ واقف ہیں کہ کون سی صورت حال کا ہمیں سامنا ہے۔ ہمیں اس وقت یہ دیانت داری سے دیکھنا چاہیے کہ ہم کون سا قدم اٹھا کر اس ملک کی صحیح خدمت کر سکتے ہیں۔ اس صوبے کی صحیح خدمت کر سکتے ہیں۔ جمہوریت کی صحیح خدمت کر سکتے ہیں۔ جناب والا! اب جو صورت حال ہے ہمیں یہ دیکھنا چاہیے کہ پنجاب کے ساتھ یہ سوتیلا پن کیوں کیا جا رہا ہے یہ نہیں ہونا چاہیے تو جناب والا! میں اس سلسلے میں گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس دوران افراط زر بھی بڑھا ہے۔ صوبہ پنجاب کی آبادی بھی بڑھی ہے اگر اس طرح اس دفعہ کچھ کروڑ روپیہ زیادہ بھی آ گیا ہے تو وہ افراط زر کو meet with کر جاتا ہے اس میں کوئی وفاقی حکومت کا احسان نہیں بلکہ انہوں نے تو 90-1989ء میں 360 کروڑ روپے دیے تھے اور اس دفعہ ہمیں جو رقم دی گئی ہے وہ افراط زر اور بڑھتی ہوئی آبادی کے مقابلے میں کم کر دی گئی ہے۔ حالانکہ وفاقی حکومت کو چاہیے کہ صوبہ پنجاب ملک کا سب سے بڑا صوبہ ہے اس کو سب سے زیادہ رقم دینی چاہیے۔ اور جناب والا! جو خصوصی ترقیاتی پروگرام ہیں جن کی وفاق امداد کرتا ہے اس میں 45.46 فی صد دیا گیا ہے جبکہ آبادی کے تناسب سے ہمارا 57.87 فی صد بنتا ہے اس سلسلہ میں بھی میں اپنے بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ وہ وفاقی حکومت کو کہیں کہ اس سال نہ سہی اگلے سال ہی سہی صوبہ پنجاب کو اس کی آبادی کے مطابق رقم دیں تاکہ ہم ان وسائل کو استعمال کر کے جن مسائل کی طرف دوستوں نشان دہی کی ہے اس کو حل کر سکیں۔ تو جناب والا! یہاں پر بہت باتیں ہوئی ہیں اور میں اس بجٹ میں یہ بھی کہوں گا کہ جناب والا! جہیز فنڈ کی بات ہوئی ہے میں علاقے کی حد تک یہ حلفاً کہہ سکتا ہوں یہ کبھی نہیں ہوا کہ کسی اچھے بھلے متمول آدمی کو جہیز فنڈ تقسیم کر دیا جائے۔ بلکہ اس پہ چار پانچ قدغنیں لگی ہوئی ہیں۔ امام مسجد تصدیق کرتا ہے۔ ڈسٹرکٹ کونسل کا ممبر تصدیق کرتا ہے۔ چیئرمین یونین کونسل تصدیق کرتا ہے۔ متعلقہ ایم پی اے تصدیق کرتا ہے اور ان تصدیقوں کے بعد اے سی تصدیق کرتا ہے اور یہ بھی نہیں کہ وہ ایسے ہی لے جائے۔ ان کو نکاح کی دستاویز پیش کرنا پڑتی ہے جب وہ پیش کرتے ہیں تو ان کو وہ جہیز فنڈ سے جہیز دیا جاتا ہے اگر وہ اس طرح سے لے جائیں تو ان کے خلاف 420 کا پرچہ بھی درج ہو جاتا ہے۔

ملک محمد وزیر اعوان: جناب چیئرمین! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب والا! منظور موبل صاحب نے فرمایا ہے کہ جہیز فنڈ بڑی سفارشات کے بعد ملتا ہے۔ منظور موبل

صاحب سے جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ پی پی 79 میں جو میری constituency ہے اگر اس میں آج تک کسی ایک حق دار کو بھی جہیز فنڈ دیا گیا ہو تو میں منظور موہل کی بات کو مان لوں گا۔

میاں منظور احمد موہل، جناب والا! میں یہی عرض کر رہا تھا کہ جہیز فنڈ کے منصوبے میں حکومت کی قطعاً بدنیتی نہیں ہے۔ یہ رقم نیک نیتی کے ساتھ رکھی گئی ہے۔ اسی طرح اس حکومت نے اور بھی کافی فلاحی کام کیے ہیں۔ سب سے پہلے اس کو لے لیں کہ ہم لوگ دیہاتی ہیں۔ وہاں ہم اچھا پانی پینے کو ترستے ہیں۔ اس سے پہلے ڈگی سسٹم تھا۔ وہاں پر پختہ ڈگیاں بنا کر پانی سٹور کیا جاتا تھا۔ میرے خیال میں سب سے زیادہ رقم ہاؤسنگ اور واٹر سپلائی سکیموں کے لیے رکھی گئی ہے۔ تمام دیہاتوں کے لیے جہاں پانی نہیں ملتا واٹر سپلائی کی سکیمیں ہیں۔ اور نکاس آب کے لیے بھی دیہات میں پختہ نالیوں کا کام کیا گیا ہے۔ میں کہوں گا کہ جو نعرہ پاکستان پیپلز پارٹی کا تھا کہ ہم غریب عوام کی فلاح کریں گے وہی کام اب آئی جے آئی کر رہی ہے۔ پانچ مرلے کے بجائے سات مرلے کا کام یہ بھی پیپلز پارٹی کا نعرہ تھا۔ اب اگر یہ کام آئی جی آئی کرتی ہے تو برا محسوس ہوتا ہے۔ بلکہ صوبہ پنجاب میں لاکھوں پلاٹ تقسیم کر دیے گئے ہیں۔ کوشش کی جا رہی ہے کہ کوئی بھی بے مکان غریب بغیر مکان کے نہ رہے۔ پانی پر ایک ارب دو کروڑ روپے خرچ کیے گئے ہیں۔ اسی طرح دس کروڑ روپیہ سے بیت المال کا قیام۔ اس سے بھی غریبوں کے لیے کام ہو گا۔ وہ بھی آپ دوستوں کی سفارش پر ہو گا۔ اسی طرح معذور افراد کی بحالی ہے۔ اسی طرح کچی آبادیاں ہیں۔ صوبے میں کچی آبادیوں کے لیے بھی اس حکومت نے کافی رقم رکھی ہے۔ اس طرح وہ غریب لوگ جو گھیوں محلوں میں رہتے ہیں اور جن کے مکان قابل رہائش نہیں۔ ان کے لیے بھی حکومت نے کافی رقم رکھی ہے۔ جناب والا! میں یہی کہنا چاہتا ہوں کہ تنقید کرنا بڑا آسان ہے۔ عمل کرنا بڑا مشکل ہوتا ہے۔ جب آدمی حکم رانی میں ہو۔ آپ مرکز سے پوچھیں کہ انہیں کن کن باتوں کا سامنا ہے۔ مرکز سے پوچھیں کہ وہ عوام کے لیے کیا کچھ خدمتیں کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان پر تنقید ہے۔ اور وہ لوگ کہتے ہیں کہ کس طرح سے ہونا چاہیے۔ جناب والا! میری گزارش یہی ہے کہ صوبہ پنجاب میں اس بجٹ کو عوامی بنانے کے لیے، عوام کی فلاح و بہبود کے لیے موجودہ حکومت نے بہت کوشش کی ہے میں ان کو اور وزیر خزانہ صاحب کو بھی جن حالات میں یہ بجٹ پیش کیا گیا ہے مبارک باد دیتا ہوں۔

جناب چیئرمین، ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑے ہیں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: جناب والا! میں آپ کی وساطت سے منظور موہل صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے فرمایا کہ تنقید کرنا بڑا آسان ہے۔ تو یہ ذرا وضاحت کر دیں کہ تشریف کرنا آسان ہے یا تنقید کرنا؟

جناب چیئرمین: اب میں راجہ صفدر صاحب سے درخواست کروں گا۔ جی سلمان تاثیر صاحب۔

جناب سلمان تاثیر: منظور موہل صاحب بار بار میری طرف مڑ کر تقریر کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ میں صرف تنقید ہی کرتا رہا ہوں۔ یہ تو خبر آئی جے آئی اور پیپلز پارٹی کے تعاون کی زندہ مثال ہیں۔ میں ان کی طرح تو نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم لوگ اپوزیشن میں ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ تنقید کرنا اپوزیشن کا کام ہے۔ تو یہ کہنا کہ ہم صرف تنقید کر رہے ہیں۔ یہ تو بڑا ظلم ہے۔

جناب چیئرمین: راجہ صفدر حسین صاحب۔

میاں منظور احمد موہل: چونکہ انہوں نے میرا ذکر کر دیا ہے۔ (مداخلت) آپ ہنسی کریں۔ یعنی پرویز صالح صاحب نے جو تقریر کی ہے۔ آپ پھر ایسے تمسخر اڑا رہے ہیں۔ ہمارا یہی مقصد ہے کہ جس نے بھی تقریر کرنی ہے اسے وقت ملنا چاہیے۔ جناب والا! میں ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ تو اب کہتے ہیں لیکن جب پیپلز پارٹی کی مرکز میں بھی حکومت تھی اور یہاں بھی' لودھی صاحب گواہ ہیں۔ اس وقت یہ بھی ایم پی اے تھے۔ میں نے اس وقت بھی علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اور حق کی بات کی تھی۔ اس وقت بھی میں نے اپوزیشن کا ساتھ دیا تھا جب دونوں جگہ پر پیپلز پارٹی کی حکومت تھی۔ مجھ پر مقدمے بنائے گئے تھے۔

جناب چیئرمین: منظور موہل صاحب۔ کافی وضاحت آپ کر چکے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! وہ کہتے ہیں۔ میں ان جیسا نہیں۔ میں مانتا ہوں کہ میں نے چار سال قید کاٹی ہے۔ شاہی قلعہ میں گیا ہوں۔ انہوں نے تو دو ماہ قید بھی نہیں کاٹی ہو گی جو اب ڈپٹی لیڈر بنے ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین: اس بات پر تقریر کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ میں راجہ صفدر صاحب کو فلور دے چکا ہوں۔ راہی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

جناب فضل حسین راہی: منظور احمد موہل صاحب کہہ رہے ہیں کہ پہلے بھی اس دور میں انہوں نے اپوزیشن کا ساتھ دیا تھا لیکن الیکشن جیتنے کے لیے یہ پیپلز پارٹی کے ٹکٹ کے لیے ترلے مارتے ہیں۔

لوگوں کی منتیں کرتے ہیں لیکن پھر یہ گھوم کر دوسری طرف جا بیٹھتے ہیں۔

جناب چیئرمین: میں اس بات پر فاضل اراکین کو بحث کی اجازت نہیں دے سکتا۔

میاں منظور احمد موہل: اگر میری پارٹی یا میرا قائد مجھے اجازت دے دے تو میں مستعفی ہو کر انہیں وہاں ہراؤں گا۔ (قطع کلامیاں) آپ نے کتنے ضمنی الیکشن ہارے ہیں

جناب چیئرمین: میں اس پر بحث کی اجازت نہیں دے سکتا۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز' راہی صاحب آپ تشریف رکھیں۔ کراس ٹاک کی اجازت نہیں دے سکتا۔ میں راجہ صفدر صاحب کو فلور دے چکا ہوں۔ وہ بجٹ پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ان کی تقریر کے بعد بات کر لیں۔

میاں منظور احمد موہل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں نے کوشش کی ہے کہ میں ان کے ساتھ پورا تعاون کروں۔ لیکن یہ کس غمیر کے بنے ہوئے ہیں کہ یہ نہیں سمجھتے۔ میں اس افہام وتفہیم میں شامل نہیں ہوں۔ میں کورم کا نکتہ اٹھاتا ہوں۔ ایوان میں کورم نہیں۔

جناب چیئرمین: گنتی کی جائے۔ گنتی کی گئی۔ کورم نہیں ہے۔ پانچ منٹ کے لیے گھنٹی بجائی جائے۔ گھنٹی بجائی گئی۔

جناب چیئرمین: کورم پورا ہے۔ راجہ صفدر حسین

راجہ صفدر حسین: بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر!

ہم کو شاہوں کی عدالت سے توقع تو نہیں
آپ کہتے ہیں تو زنجیر ہلا دیتے ہیں

جناب سپیکر! یہ بجٹ وزیر خزانہ صاحب نے پیش کیا اور سوائے اپنی حکومت کی مدح سرائی کے اس میں غریب عوام کی بھلائی کے لیے کچھ نظر نہیں آتا۔ بجٹ non-development budget کے متعلق انہوں نے جو دعویٰ کیا کہ ہم نے اتنے کروڑ روپیہ اخراجات میں کم کر کے خسارے میں کمی کی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ non-development budget 2523 کروڑ روپے سے بڑھ کر 2902 کروڑ روپے ہو گیا۔ اور یہ اضافہ تقریباً 17% ہوتا ہے۔ جو کہ انتہائی نا مناسب بات ہے۔ جبکہ صوبے کے وسائل اتنے نہیں اور بجٹ پہلے سے خسارے میں ہے۔ میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی یہ اتنا اضافہ non-development میں کس لیے کیا گیا ہے۔ اور اگر بجٹ پر نظر ماری جائے تو جناب سپیکر! صاف نظر آ جائے گا کہ صوبے کی ترقی عوام کی خوش حالی اور لوگوں کے مسائل کو حل کرنے کے

لیے حکومت کی کوئی توجہ نہیں۔ بلکہ صرف عیاشی اور ایسی مدات میں رقوم رکھی گئیں ہیں جن میں صوبے کی عوام کے لیے بھلائی کی کوئی صورت نہیں۔ اڑھائی کروڑ روپے کا جو جنریٹر خریدا جا رہا ہے۔ میری یہ تجویز ہے کہ اس رقم کو ختم کر کے یہ جو ٹوٹی ہوئی سڑکیں ہیں آپ جناب والا! شیخوپورہ روڈ ہی کو دیکھ لیں۔ کل میں وہاں سے گزر رہا تھا میری کار کے دو ٹائر نئے ٹائر تھے وہ کریک ہو گئے اور جو زر مبادلہ ان پر خرچ ہوا تھا وہ بھی ضائع ہوا۔ جناب والا! میری یہ تجویز ہے کہ اس کو ختم کر کے شیخوپورہ روڈ اور شاہدرہ روڈ جو ٹوٹی ہوئی ہیں اور جس طرح میرے بھائی شبیر صاحب نے ذکر کیا ہے اور سپیکر صاحب نے خود تسلیم کیا ہے اس سڑک یعنی بیدیاں روڈ کی اہمیت کے پیش نظر یہ پیسہ وہاں سے نکال کر ان سڑکوں کی مرمت کے لیے اور ان کو از سر نو بنانے کے لیے خرچ کیا جائے۔ جناب والا! اس بجٹ میں 291.82 کروڑ روپے لا اینڈ آرڈر کے لیے رکھے گئے اس میں 80 کروڑ روپے پولیس کی مد میں رکھے گئے جس پولیس کے لیے جو اس صوبے میں دہشت کا نشان ہے اور اس کی کارکردگی کا۔۔۔

جناب علی اکبر مظہر وینس، جناب والا! یہ اسمبلی ہال ہے کہ وزراء کے دفاتر ہیں یہ کس طرح درخواستوں پر دستخط ہو رہے ہیں۔ یہ کوئی بات کسی کی سننے کے لیے تیار نہیں۔

جناب چیئرمین، راجہ صفدر حسین۔

راجہ صفدر حسین، تو وہ پولیس جب شبنم اغوا ہوتی ہے اور دوسرے دن بڑے طمطراق سے بیان آتا ہے کہ ہماری کارکردگی دیکھئے کہ ہم نے چھبیس گھنٹے کے اندر اندر اس کو برآمد کر لیا۔ اور بعد میں پتا چلتا ہے کہ وہ شبنم نہیں تھی بلکہ شمیم تھی۔ اس پولیس کے لیے یہ اسی کروڑ روپے رکھے جا رہے ہیں۔ جناب والا! اگر اس صوبے میں امن عامہ کے حالات درست کرنے ہیں۔ اگر لوگوں کو اس صوبے میں دہشت گردی سے نجات دلانی ہے تو سب سے ضروری بات یہ ہے کہ پہلے پولیس کی اصلاح کی جائے تاکہ لوگوں کو سکون میسر آئے۔ اس صوبے کا ہر شخص چاہے وہ غریب ہے چاہے امیر وہ سکون چاہتا ہے۔ اور جناب والا! ارباب اختیار کی خدمت میں صرف اتنا عرض کرنا چاہتا ہوں کہ سکون مال زر کی فراوانی سے نہیں ملتا۔ سکون انسان کو اس وقت ملتا ہے جب اسے تحفظ کا احساس ہوتا ہے جب اسے یہ پتا ہوتا ہے کہ میری عزت میری جان اور مجھے ہر طرح کا تحفظ ہے تو اس وقت جناب والا! سکون ملتا ہے۔ اس طرح بجٹ بنانے سے یا fictitious نگرز بجٹ میں دینے سے لوگوں کو سکون مہیا نہیں کیا

جا سکتا۔ جناب والا! اس کے علاوہ 752.14 کروڑ روپے صوبائی حکومت بینکوں سے قرضہ لے چکی ہے اور جس کے against 90 کروڑ روپیہ ہر سال سود اقساط کی صورت میں دینا پڑتا ہے۔ اور اگر یہ اپنا خرچ کم کر لیں تو آہستہ آہستہ جس طرح پہلے پنجاب کا فاضل میزانیہ بنایا جاتا تھا مجھے امید ہے کہ اگر حکومت اپنا رویہ درست کر لے۔ اپنی شاہ خرچیاں بند کر لے تو یہ دوبارہ پنجاب کا فاضل میزانیہ بن سکتا ہے۔ ابھی میرے دوست نے پلاٹوں کا ذکر کیا کہ عوام کی بھلائی کے لیے پلاٹ رکھے گئے ہیں۔ اور ان کی تقسیم کا جو طریقہ ہے اس کو اگر دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہو گا کہ ان کو نچلے طبقے سے کوئی ہم دردی نہیں۔ جناب والا! ایک لاکھ پلاٹ سات مرلہ کے رکھے گئے ہیں اور دوسری طرف دس ہزار پلاٹ تین مرلہ سکیم کے لیے رکھے گئے ہیں تو میری گزارش یہ ہے کہ سات مرلہ کے پلاٹ کو بھی ساڑھے تین مرلہ میں دے دیا جائے تو جناب یہ دو لاکھ دس ہزار پلاٹ بن جائیں گے۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ بن جائیں گے اور اس سے بہت سے غریب لوگوں کو رہائشی سہولت میسر آ سکے گی۔ جناب فنڈز کو کس طرح ضائع کیا جاتا ہے؟ یہ ڈیفنس ہاؤسنگ سوسائٹی میں دو ریسٹ ہاؤس بنائے گئے ہیں۔ جہاں جناب فضل حق چھپا رہا۔ جب اسے سرحد حکومت گرفتار کرنا چاہتی تھی تو اس ریسٹ ہاؤس میں جنرل فضل حق کو چھپایا گیا۔ اور وہاں اس قسم کی گھناؤنی حرکات کی جاتی ہیں جو میں اس مقدس فلور پر بیان کرنے سے بھی قاصر ہوں۔ صرف اتنا ہی کہوں گا کہ "شرم تم کو مگر نہیں آتی"۔ اس کے بعد جناب یہاں audit report پر بڑا شور ہوا کہ جناب یہ audit report کیسے چوری ہو گئی؟ اور سلمان تاثیر کے خلاف پرچہ درج کرنا چاہیے یہ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ایک شخص نے ان کے خلاف نشان دہی کی ہے اور جو حسابات میں غبن ہے۔ جو بجٹ میں غبن کیا گیا ہے اس کو audit report کے متعلق اگر نشان دہی کی جائے تو اس پر چوری کے پرچے درج کرنے کی سفارش کی جاتی ہے۔ لیکن جنہوں نے وہ غبن کیا ان کو آج بھی کھلے عام چھٹی دی ہوئی ہے۔ جناب! مرکز نے پہلے سے چار کروڑ روپے زاید صوبے کو دیے جبکہ صوبے کو اپنے وسائل سے آمدن صرف تین سو کروڑ ہے تو ضرورت اس بات کی ہے کہ صوبائی حکومت اپنی آمدن میں اضافہ کرے اور اپنے اخراجات کو کم کرے۔ اور اس کے علاوہ جناب جس بے دردی سے اس صوبے کے وسائل کو ضائع کیا جا رہا ہے وہ انتہائی دکھ اور افسوس کی بات ہے۔ بڑا شور ہوتا ہے قومی اسمبلی میں مسٹر دس فی صد کا تو میں جناب آپ کا تعارف مسٹر سو فی صد سے کراتا ہوں۔ فیصل آباد کی پوری گرین بیلٹ فیصل آباد میں جتنی سرکاری املاک تھیں وہ صوبے

کے سربراہ نے اپنے وہاں کے رشتہ دار عزیز وہاں کے میئر کے نام الاٹ کر دی ہے۔ جناب میں اپنی تقریر کے بعد آپ کو یہ کاغذ پیش کروں گا۔ اس میں ہمارے الزامات اور ان کے ثبوت بھی موجود ہیں۔ جناب! green belt کو residential area declare کر کے اپنے عزیزوں اور رشتہ داروں کو الاٹ کیے جا رہے ہیں وہ ایک دن الاٹ کراتے ہیں اور دوسرے دن کروڑوں روپے میں ان کو بیچ کر روپیہ اپنی جیب میں ڈال لیتے ہیں۔ تو یہ کس کا پیسہ ضائع ہو رہا ہے؟ یہ پنجاب کے غریب عوام کے وسائل کو لوٹا جا رہا ہے۔ تو جناب والا! افسوس کی بات یہ ہے کہ جب ہم اس کی نشان دہی کرتے ہیں تو اس پر کوئی ایکشن نہیں ہوتا صرف اس لیے کہ یہ اعتراضات ایک اپوزیشن ممبر کی طرف سے آتے ہیں۔ جناب والا! اس کے علاوہ لاہور میں ناجائز پلاٹوں کی الاٹمنٹ میں بھی بہت زیادہ سرمایہ پنجاب کی عوام کا ضائع ہوتا ہے۔ جناب والا! اس بجٹ میں 41.26 کروڑ روپے ضلع کونسلوں کو، کارپوریشنوں کو اور لوکل کونسلوں کو دیے گئے۔

جناب والا! میں پھر آپ سے گزارش کروں گا کہ اگر اتنی اونچی آواز میں وزراء صاحبان آپس میں باتیں کریں گے تو اس سے تسلسل ٹوٹتا ہے اور بات نہیں ہو سکتی۔

جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ یہ 41.26 کروڑ روپے کارپوریشن کو، ضلع کونسلوں کو اور لوکل کونسلوں کو دیے گئے۔ حالانکہ یہ تمام ادارے اپنی آمدن میں خود کفیل ہیں۔

جناب فضل حسین راہی: پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین: جی راہی صاحب!

جناب فضل حسین راہی: جناب والا! جناب اعظم چیمہ صاحب کو اور منسٹر صاحبان کو کہیے کہ یہ اسمبلی میں بیٹھنے کا طریقہ تو نہیں۔ جناب اسمبلی میں تو آدمی اخبار نہیں پڑھ سکتا۔ کوئی کتاب نہیں پڑھ سکتا۔ کوئی انسان یہاں سے گزر نہیں سکتا اتنے اس کے آداب ہیں۔

جناب چیئرمین: راہی صاحب! آپ کی بات درست ہے۔ میرا خیال ہے وزراء صاحبان نے اس بات کا نوٹس لیا ہے۔

جناب فضل حسین راہی: اگر ہاؤس کو زیادہ دیر نہیں چلانا چاہتے تو ٹھیک ہے پوائنٹ آف کورم کر کے گھروں کو چلیں جائیں لیکن جب تک بیٹھنا ہے slumber کے طور پر بیٹھیں۔

جناب چیئرمین: جی راجہ صفدر حسین صاحب! (قطع کلامیاں)

no cross talk please. راہی صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

راجہ صفدر حسین: جناب والا! میں گزارش کر رہا تھا کہ 41.26 کروڑ روپے کارپوریشنوں کو ضلع کونسلوں کو اور لوکل کونسلوں کو گرانٹ کے طور پر دیے گئے۔ حالانکہ چاہیے تو یہ تھا کہ ضلع کونسلیں اور کارپوریشنیں جو خود کفیل ہیں اور ان کو اپنے ٹیکسز لگانے کے اختیارات حاصل ہیں تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ وفاقی حکومت ان کو کیوں یہ گرانٹ دے رہی ہے۔ لیکن جناب بات سمجھ میں آتی ہے یہ گرانٹ صرف اس لیے دی جاتی ہے۔ آپ کے سامنے مثال موجود ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب پسرور میں تشریف لے گئے وہاں جا کر 25 لاکھ روپے کی گرانٹ کا اعلان کیا۔ اور جناب چیئرمین نے وہاں سٹیج پر کہا کہ جناب 25 لاکھ روپے تو آپ کی یہاں تشریف آوری پر خرچ کر چکے ہیں۔ پھر جناب وہاں 50 لاکھ روپے گرانٹ کے طور پر دیے۔ تو یہ گرانٹ صرف ضلع کونسلوں، کارپوریشنوں اور لوکل کونسلوں کو وزیر اعلیٰ کے جلسہ میں آدمی بھجوانے کے لیے بطور خرچ دی جاتی ہے یہ گرانٹ ان کی compensation کے لیے ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ ضلاع کونسلیں، کارپوریشنیں اور لوکل کونسلیں جو وفاقی حکومت کے خلاف اشتہارات چھاپتی ہیں اور اخبارات بھی فنڈز دیتی ہیں یہ فنڈ صرف ان کو compensate کرنے کے لیے دیا جا رہا ہے۔ اور میری گزارش یہ ہے کہ یہ فنڈ کسی بہتر مد میں خرچ کیا جائے اس کو اس طرح اپنے سیاسی مقاصد حاصل کرنے کے لیے نہ خرچ کیا جائے۔ جناب والا! اس کے علاوہ اتنی غیر قانونی بھرتیاں ہوتی ہیں۔ کل ہمارے محترم قائد حزب اختلاف نے کہا کہ یہ فنڈز آپ اینٹی کرپشن اور انٹیلی جینس دامون کو دیتے ہیں اس کو ختم کریں۔ اور مزید پولیس بھرتی کریں تو جناب والا! اس میں گزارش ہے کہ پولیس میں ایسے افراد کو بھرتی کیا جاتا ہے جن کی عمروں میں رعایت دی جاتی ہے۔ physical fitness میں رعایت دی جاتی ہے۔ تعلیم میں رعایت دی جاتے تو ایسے افراد کو جب بھرتی کریں گے تو پھر امن عامہ کی صورت حال یہی ہو گی جو آپ کے سامنے ہے۔ جب تک نااہل افراد کو اسی طرح رعایت دے کر بھرتی کیا جائے گا تو جناب والا! اس کے نتائج پھر یہ نکلتے ہیں جو اب ہمارے سامنے ہیں۔ اسی طرح کی مثال جناب میں آپ کو دیتا ہوں۔ میں نے یہاں اسمبلی میں سوال کیا کہ فیصل آباد کا میونسپل انجنیئر دسویں فیل ہے اور اس کے پاس جعلی ڈگری ہے۔ اور اسمبلی کوئسچن میں یہ تسلیم کیا گیا کہ ہاں اس کی ڈگری جعلی ہے۔ لیکن بہاولپور ہائی کورٹ نے انہیں کام جاری رکھنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ اور جناب والا افسوس کی بات ہے کہ وہ ایک اوورسیئر

بھی qualified نہیں۔ اور وہ آج میونسپل کارپوریشن فیصل آباد میں بطور ایکس ای این کام کر رہا ہے۔ حالانکہ آپ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جو گورنمنٹ سروسز رول 10 اے ٹی کے تحت جو شخص کسی پوسٹ کے لیے promotion کا اہل نہیں وہ اس سیٹ پر officiate بھی نہیں کر سکتا۔

جناب والا! ایک اور انتہائی دکھ کی بات ہے کہ 25 مئی 1989ء سے اس شخص کے وہاں تعیناتی کے احکام بھی موجود نہیں وہاں پر اس کی پوسٹنگ بھی نہیں ہے اور وہ ایک سال سے زائد عرصے سے وہاں پر کام کر رہا ہے اور اسی دوران وہ میونسپل کارپوریشن میں ایک کروڑ روپے کی ادائیگیاں کرا چکا ہے جو انتہائی غلط اور غیر قانونی ہے تو جناب والا! ہم جو اس اسمبلی میں بات کہتے ہیں وہ صرف تقریریں کرنے کے شوق سے نہیں کہتے جس چیز کی ہم نشان دہی کرتے ہیں اس کی انکوائری ہونی چاہیے اور اس کے ذمہ دار افراد کے خلاف کوئی کارروائی ہونی چاہیے۔

اس کے علاوہ جناب والا! جو باتیں جناب پرویز صالح صاحب نے کیں ہم مکمل طور پر ان سے متفق ہیں اور میں اپنے دوستوں سے بھی یہ گزارش کرتا ہوں کہ ہمیں مل بیٹھ کر کوئی ایسا لائحہ عمل طے کرنا چاہیے کہ آج جو لوگوں کو یہ تاثر دیا جا رہا ہے کہ جمہوری حکومت ناکام ہو چکی ہے اس کا کوئی سد باب کرنا چاہیے اور جو تیسری طاقت مداخلت کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہی ہے اس سلسلے میں ہمیں پبلک کو یہ بتانا چاہیے میں پرویز صالح صاحب کی اس بات پر اتفاق نہیں کرتا کہ پچیس سال یہاں مارشل لاء رہا ہے جناب والا! پاکستان کی تاریخ کا مطالعہ کریں صرف دس یا گیارہ سال جمہوری حکومت رہی ہے باقی مارشل لاء کی حکومت رہی ہے یا ایسی حکومت رہی ہے جو مارشل لاء سے بھی بدتر تھی تو ہمیں عوام کو بتانا چاہیے کہ کمزور سے کمزور جمہوریت بھی مارشل لاء سے بہتر ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین، شکریہ راجہ صاحب۔ چودھری شبیر احمد

چودھری شبیر احمد، جناب والا! میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے مجھے وقت دیا لیکن اس ایوان کی اس وقت صورت حال آپ کے سامنے ہیں لہٰذا میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اسے کل پر ملتوی فرما دیں۔

جناب چیئرمین، یہ صورت حال تو غالباً یہی رہے گی۔

چودھری محمد وصی ظفر، آپ یہ بات تو تب کہیں جب انہوں نے ہماری باتیں سننی ہوں اور انہیں ماننا ہو۔

چودھری شبیر احمد، ٹھیک ہے۔ جناب والا! آپ کے حکم کی تعمیل ہو جائے گی۔

جناب والا! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ یہ بجٹ جناب وزیر خزانہ نے پیش کیا ہے۔ میرے نزدیک یہ ملک وطن کی حیثیت سے ہمارا گھر ہے اسی لحاظ سے صوبہ ایک یونٹ ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ صوبائی حکومت یہ صوبہ یہ بھی ہمارا گھر ہے اور جیسا کہ سربراہ خاندان یا کنبہ افراد خانہ کو وسائل کی تقسیم کرتا ہے اسی طرح سے جناب وزیر خزانہ پنجاب کی ذمہ داری تھی اور ہے کہ وسائل کی منصفانہ تقسیم ہو میں اس بجٹ کے مطالعہ کے بعد اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ وسائل کی تقسیم میں نہایت دیانت داری سے کام لیا گیا ہے ایک طرف تو کہ ہے کہ مرکزی حکومت نے پنجاب کو پنجاب کی آبادی کے مطابق فنڈز نہیں دیے اور دوسری طرف اس بات کا یہ ثبوت ہے اور جس طرح پنجابی دے وچ کہندے نیں اور میں جناب سے اسے عرض کرنے کی اجازت چاہتا ہوں کہ "ونڈے انہا شیرینی تے مڑ مڑ اپنیاں نوں دے"۔ کم از کم ان علاقوں کو بالکل نظر انداز کیا گیا ہے جہاں سے موجودہ پنجاب کی حکومت کے منظور نظر حضرات واپس نہیں آئے اور ان کے مخالفین منتخب ہوئے ہیں خاص طور پر میں ضلع لاہور کے دیہاتی علاقے کی بات کروں گا کہ ضلع لاہور کے دیہاتی علاقے کو بالکل نظر انداز کر دیا گیا ہے نہ ہمیں سڑکوں نہ شہروں اور نہ ہی ہمیں پبلک ہیلتھ کے لیے فنڈز دیے گئے ہیں اور چراغ تلے اندھیرے والی بات ہے ہمارا ایک مسئلہ جو مدت سے حکومت کے سامنے پیش کیا جا رہا ہے جب بھی کوئی حکومت آئی اور جب بھی کوئی الیکشن کے ذریعے منتخب نمائندے آئے ہر منتخب نمائندے نے حکومت کو وہ مسئلہ پیش کیا ہے اور وہ مسئلہ نہ صرف پنجاب کا یا پاکستان کا ہے بلکہ وہ مسئلہ انڈیا کے ساتھ Water Treaty کی وجہ سے پیدا ہوا کہ بی۔ آر۔ بی نہر کے مغرب کی جانب ہماری آبادیوں کو ہمارے دیہات کو نہری پانی سے محروم رکھا گیا ہندوستان سے دریاؤں اور نہروں کے ذریعے آنے والا پانی ان دیہات کو ملتا تھا اور جہاں نہری پانی دیا جائے ان نہروں کے پانی کی سطح کو جاری رکھنا اور متبادل نظام مہیا کرنا اور دوبارہ نئے وسائل سے ان کو نہری پانی فراہم کرنا حکومت کا فرض بنتا ہے اور ان لوگوں کا حق بنتا ہے جن لوگوں کو نہری پانی سے محروم کیا گیا ہے لیکن اس کے باوجود 1985ء کی حکومت نے ان لوگوں کو محروم رکھا اور اب موجودہ حکومت کی طرف سے جو دو بجٹ آئے ہیں ان میں بھی ان کو محروم رکھا گیا ہے باوجود اس بات کے کہ وعدے کیے جاتے رہے اور 1988-89ء کا جو بجٹ پیش ہوا تھا اس میں کم از کم اس سکیم کا ذکر تو تھا اگر اس کے لیے نئے فنڈ دینا تو اور بات ہے

لیکن موجودہ بجٹ میں تو اس سکیم کو بالکل ہی فراموش کر دیا گیا ہے اور اس سکیم کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔

جناب والا! یہ بجٹ 89۔ ارب 2 کروڑ اور 11 لاکھ روپے کے اخراجات پیش کرتا ہے اور اس میں سے صرف 9 ارب روپے صرف ترقیاتی منصوبہ جات کے لیے رکھے گئے ہیں بقایا رقم تقریباً 20 ارب 2 کروڑ ساری کی ساری غیر ترقیاتی منصوبہ جات کے لیے رکھی گئی ہے تو جناب والا! کسی بجٹ کی خوبی یہ ہوتی ہے کہ غیر ترقیاتی کاموں سے زیادہ ترقیاتی کاموں پر توجہ دی جائے اور اس میں ترقیاتی کاموں کے لیے کٹوتی رکھی گئی ہے جبکہ غیر ترقیاتی کاموں کے لیے کوئی کٹوتی نہیں رکھی گئی۔

صاحبزادہ محمد احمد، جناب والا! پریس والے لوگ کافی عرصے سے یہاں نہیں ہیں پتہ نہیں کیا بات ہے؟

جناب چیئرمین، چودھری صاحب! آپ اپنی بات جاری رکھیں۔

چودھری شبیر احمد، تو جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انہوں نے جو پچھلی دفعہ کٹوتی لگائی ہے وہ ساری کی ساری ترقیاتی فنڈ پر لگائی ہے اور اس دفعہ بھی انہوں نے جو کٹوتی لگائی ہے وہ ساری کی ساری ترقیاتی فنڈ پر لگائی ہے۔ اور مرکزی حکومت نے 6 ارب 44 کروڑ کی جو گرانٹ دی ہے اس میں انہوں نے اضافہ کیا ہے اس میں صرف 1 ارب 54 کروڑ روپے کا اضافہ کیا ہے اور اس طرح ان کا ترقیاتی بجٹ صرف 9 ارب روپے پر مشتمل ہے تو جناب والا! یہ پوری آبادی کے ساتھ مذاق ہے۔ اب انہوں نے جو ٹیکس لگائے ہیں ان میں انہوں نے فیسیں بڑھائیں رجسٹریشن فیس نہیں بڑھائی ہے سٹیمپ ڈیوٹی بڑھائی ہے ٹول ٹیکس بڑھائے ہیں موٹر گاڑیوں پر رجسٹریشن فیس بڑھائی ہے fitness certificate پر فیس بڑھائی ہے وغیرہ وغیرہ تو جناب آپ اندازہ فرمائیے کہ یہ بجٹ قوم کو دے رہے ہیں۔ صوبے کا بجٹ دے رہے ہیں صوبے کی عوام پر ٹیکس لگا رہی ہیں اور عوام کو یہ نہیں بتایا جا رہا کہ ان مدات میں جو ٹیکس لگایا گیا ہے اسی کی شرح کیا ہے؟ کون سی چیز پر کتنے فی صد ڈیوٹی انہوں نے لگائی ہے۔ تو یہ ایک طرح سے بجٹ میں انہوں نے کچھ چیزوں کو چھپانے کی کوشش کی ہے اور کچھ چیزوں کو اجاگر کرنی کی کوشش کی ہے جو ٹیکس لگایا جا رہا ہے اس کو چھپایا گیا ہے اس کا وزیر خزانہ صاحب نے اپنی تقریر میں کوئی واضح ذکر نہیں کیا اور جس چیز کو زیادہ اجاگر کیا ہے باوجود اس کے بات افہام و تفہیم کی چل رہی ہے۔ مذاکرات چل رہے ہیں کہ ہم مل جل کر چلیں اور

مل جل کر رہیں۔ آج ہمارے فاضل دوست جناب پرویز صالح صاحب نے جو تقریر فرمائی۔ یہ خوش آئند بات ہے کہ اس کو دونوں طرف سے ہی پسند کیا گیا۔ سراہا گیا ہے۔ تعریفیں ہوئی ہیں۔ انہوں نے چونکہ اچھی بات کی تھی اس لیے ہم بھی اس کی تعریف کیے بغیر نہیں رہ سکتے لیکن عملی طور پر ہم کیا کر رہے ہیں عملاً ہم منافقت کا شاہکار ہیں۔ جب ہم بات کچھ کہیں گے اور عمل کچھ اور ہو گا تو لازماً اس صوبے کے عوام اس کا نوٹس لیں گے۔ اصل جج لوگ ہیں۔ ہمیں جن لوگوں نے منتخب کر کے بھیجا ہے ہمارے اصل جج وہ ہیں ان کے سامنے ہم نے پیش ہونا ہے اور وہی ہمارے عمل کو دیکھ رہے ہیں اگر ہم زبانی جمع خرچ کریں گے اور عمل ہمارا صفر ہو گا تو لازمی فیصلے ہمارے خلاف ہوں گے۔

جناب سپیکر! ہم دوسرے لوگوں، ججوں، جرنیلوں اور صحافیوں کو مورد الزام ٹھہراتے ہیں لیکن صحافی ہمارے خلاف ہمارا عمل دیکھ کر لکھتے ہیں۔ جج ہمارے خلاف ہمارے عمل کے مطابق فیصلے کرتے ہیں اور جرنیل ہمارے عمل کی وجہ سے ایکشن میں آتے ہیں اگر ہم اپنا عمل صحیح کر لیں تو نہ صحافی ہمارے خلاف لکھیں گے نہ جج ہمارے خلاف فیصلہ دیں گے اور نہ جرنیل ہی ہم پر چڑھائی کریں گے۔ اس لیے ہم پر لازم ہے کہ ہم اپنا عمل صحیح رکھیں۔ اپنا قبلہ درست رکھیں اور اپنے عمل کے ذریعے ثابت کریں کہ ہم ہی دراصل اس قوم کی امانتوں کے وارث اور امین ہیں اور ہمارے سپرد جو امانتیں کی گئی ہیں ہم اس میں خیانت نہیں کر رہے ہیں۔ اس لیے میں آپ کی وساطت سے اپنے تمام فاضل دوستوں، اپنی دونوں حکومتوں اور ملک کے تمام صوبہ جات اور مرکز کے نمائندوں کی خدمت میں عرض کروں گا کہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم صرف زبانی جمع خرچ نہ کریں بلکہ ہم اپنا عمل صحیح کریں اگر ہمارا عمل صحیح ہو گا تو ہماری عاقبت، آخرت اور انجام بھی صحیح ہو گا۔ اسلام علیکم

جناب چیئرمین، شکریہ۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ جن فاضل اراکین نے بجٹ پر بات کرنے کے لیے اپنے نام دیے تھے ان میں سے غالباً کوئی بھی ایوان میں موجود نہیں ہے۔ اگر کوئی فاضل رکن بجٹ پر بات کرنا چاہتا ہے تو وہ کر سکتا ہے۔ میرا خیال ہے ڈاکٹر صاحب کاغذات سنبھال رہے ہیں شاید ان کا تقریر کرنے کا موڈ بن رہا ہے۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، جی! ہمارے قائد ایوان کا ایوان میں آنے کا موڈ نہیں بنتا تو میں اس وقت کیسے بولوں۔ میں کل بولوں گا۔

جناب چیئرمین، اجلاس کی کارروائی کل صبح 9-00 بجے تک ملتوی کی جاتی ہے۔

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارھواں اجلاس)

پیر 18- جون 1990ء

(دو شنبہ 24 ذی القعدہ 1410ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبر لاہور میں 9 بج کر 43 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری عمور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

أَعُوذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيمِ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيمِ ۝

إِنَّ هٰذَا الْقُرْاٰنَ يَهْدِي لِلَّتِي هِيَ أَقْوَمُ وَ
يُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِينَ الَّذِينَ يَعْمَلُونَ الصّٰلِحٰتِ أَنَّ لَهُمْ أَجْرًا كَبِيرًا ۝٩
وَّأَنَّ الَّذِينَ لَا يُؤْمِنُونَ بِالْاٰخِرَةِ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ۝١٠
وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا ۝١١
وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ
النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوا عَدَدَ السِّنِينَ
وَالْحِسَابَ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيلًا ۝١٢ وَكُلَّ إِنْسَانٍ أَلْزَمْنٰهُ
طٰٓئِرَهُ فِي عُنُقِهِ وَنُخْرِجُ لَهُ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰهُ مَنْشُورًا ۝١٣

سورۃ بنی اسرائیل آیات 9 تا 13

یہ قرآن بلاشبہ راہ دکھاتا ہے جو سب راہوں سے سیدھی راہ ہے
اور مژدہ سناتا ہے ان ایمان والوں کو جو نیک عمل کرتے ہیں کہ بلاشبہ
ان کے لیے بڑا اجر ہے اور بے شک وہ لوگ جو آخرت پر ایمان نہیں
لاتے ہم نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر دیا ہے اور انسان
برائی کے لیے دعا مانگا کرتا ہے جیسے بھلائی کے لیے دعا مانگا کرتا ہے
اور (حقیقت یہ ہے کہ) انسان بڑا جلد باز (واقع ہوا) ہے اور ہم نے دن
اور رات کو (اپنی قدرت کی) دو نشانیاں بنایا ہے اور ہم نے رات کی
نشانی کو مدھم کر دیا اور دن کی نشانی کو روشن بنا دیا تاکہ تم (دن کے
اجالے میں) اپنے رب سے روزی تلاش کرو سالوں کی تعداد اور حساب
کرو تاکہ تم جان لو اور ہر چیز کو ہم نے بڑی وضاحت سے بیان کر دیا
اور ہر انسان کی قسمت کا نوشتہ ہم نے ان کے گلے میں لٹکا رکھا ہے
اور روز قیامت ایک کتاب ہم اس کے لیے نکالیں گے جسے وہ اپنے
سامنے کھلا ہوا پائے گا۔

وما علینا الا البلاغ ۔

پوائنٹ آف آرڈر

پینل کے سینئر رکن کی موجودگی میں جونیئر رکن کا صدارت کرنا

میاں منظور احمد وٹو (جناب وزیر اعلیٰ): جناب والا پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی ارشاد فرمائیے۔

میاں منظور احمد وٹو (جناب وزیر اعلیٰ): جناب والا میرا پوائنٹ آف آرڈر رولز کے بارے میں ہے۔ کل جب آپ یہاں سے رخصت ہوئے تو رانا اقبال کریم ربانی کو پینل آف چیئرمین میں سے منتخب کر گئے تھے۔ میں نے ان کے سامنے بھی یہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا لیکن انہوں نے مسکرا دیا۔ جناب والا یہ پوائنٹ آف آرڈر نہایت اہم ہے۔ آپ نے جو پینل آف چیئرمین کا اعلان کیا تھا اس میں صدر شاکر صاحب نمبر ایک پر تھے۔ صدر شاکر صاحب تقریر فرما رہے تھے تو آپ نے ربانی صاحب کو چیئر دے دی۔ جناب والا رولز میں واضح طور پر لکھا ہے کہ

14. (1) At the commencement of each session, the Speaker shall nominate from amongst members a panel of not more than four chairmen and arrange their names in an order of precedence, and in the absence of the Speaker and the Deputy Speaker, the person whose name is highest on the panel from among those present in the assembly shall take the chair.

جناب والا اس وقت صدر شاکر بھی ایوان میں موجود تھے اور ربانی صاحب بھی موجود تھے۔ جب آپ جا رہے تھے تو پھر صدر شاکر صاحب کو چیئر سنبھالنی چاہئے تھی۔ تو جناب والا میرا پوائنٹ آف آرڈر نہایت اہم ہے کیونکہ ایسی صورت حال کبھی کبھار پیدا ہوتی ہے۔ from amongst those present میں یہ نہیں لکھا ہوا کہ وہ ممبر تقریر کر رہا ہو۔ یہ لکھا ہوا ہے کہ جو ہاؤس میں موجود ہوں ان میں سے ترتیب میں جو سب سے پہلے نمبر پر ہوگا اگر سپیکر اور ڈپٹی سپیکر نہ ہوں تو وہ صدارت

کرے گا۔ صدر شاکر صاحب ایوان میں موجود تھے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل: جناب' آج یہ مسئلہ زیر غور نہیں۔

میاں منظور احمد موہل: میں نے کل کا حوالہ دیا ہے کہ کل میں نے یہی پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا تھا۔ کل بھی میں نے پوائنٹ آف آرڈر پیش کیا تھا۔ یہ آج بھی اٹھایا ہے۔ یہ ایک continuing process ہے۔ انہوں نے کل بھی اس کو tackle نہ کیا۔

میاں اظہر حسن ڈار: جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: ڈار صاحب! پوائنٹ آف آرڈر یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں ہو سکتا۔ آپ تشریف رکھیں۔ اس میں آپ کیا فرمائیں گے کہ جب سپیکر ایوان میں موجود نہ ہو اور ڈپٹی سپیکر صاحب تقریر کرنا چاہیں تو پینل آف چیئرمین کا کوئی رکن صدارت کرے گا تو ڈپٹی سپیکر صاحب تقریر کر سکتے ہیں۔ کیا یہ ممکن ہے؟ آپ کی کیا رائے ہے؟

میاں منظور احمد موہل: میرے خیال میں یہ ممکن نہیں۔ ڈپٹی سپیکر اس وقت ہی تقریر کر سکتے ہیں جب سپیکر صاحب صدارت کر رہے ہوں۔ یہ بڑا اہم نکتہ ہے اور کبھی کبھار ایسی صورت حال پیدا ہوتی ہے۔

جناب سپیکر: رانا صاحب! آپ کی کیا رائے ہے؟

وزیر امداد باہمی (رانا پھول محمد خان): جناب والا! ڈپٹی سپیکر کسی پینل کے ممبر کی زیر صدارت ہونے والے اجلاس میں تقریر کر سکتے ہیں۔ کیونکہ سپیکر کی عدم موجودگی میں ڈپٹی سپیکر کو سپیکر تصور کیا جاتا ہے۔ اور اگر ڈپٹی سپیکر بھی موجود نہ ہو تو جناب کے نامزد کردہ پینل کے ہر ممبر کو سپیکر تصور کیا جاتا ہے۔ جب سپیکر ہاؤس میں موجود ہو تو کوئی اور آدمی صدارت نہیں کر سکتا۔ ڈپٹی سپیکر کی موجودگی میں پینل کا کوئی رکن صدارت نہیں کر سکتا' اس لیے ڈپٹی سپیکر کی تقریر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اگر جناب والا تقریر کرنا چاہیں اور گورنر صدارت کرے تو پھر آپ ان کے برابر وہیں بیٹھ کر تقریر فرما سکیں گے۔ یہاں بیٹھ کر تقریر نہیں کر سکتے۔

جناب سپیکر: نہیں' یہاں ہاؤس میں تو میری سیٹ ہی نہیں۔ رانا صاحب! آپ اپنی رائے اس بات پر دیجیے کہ جس مخصوص معاملے کی نشان دہی موہل صاحب نے کی ہے۔

وزیر امداد باہمی، میں نے ان کی بات نہیں سنی۔

جناب سپیکر، میں آپ کو بتاتا ہوں۔ پینل آف چیئرمین میں نمبر 1 پہ صفدر شاکر صاحب ہیں، نمبر 2 پہ رانا اکرام ربانی صاحب۔ جس وقت میں یہاں سے اٹھا ہوں تو میں نے صفدر شاکر صاحب کو دعوت دی کہ آپ خطاب کریں، کیونکہ وہ تقریر کرنا چاہتے تھے۔ جب وہ تقریر کر رہے تھے تو میں ہاؤس سے جانا چاہتا تھا۔ میں نے رانا اکرام ربانی سے، جو پینل آف چیئرمین میں نمبر 2 پر تھے کہا کہ آئیے اور صدارت کیجیے۔ صفدر شاکر صاحب تقریر شروع کر چکے تھے تو انہوں نے آ کے صدارت کی۔ میاں منظور احمد موہل صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ پینل آف چیئرمین کو فوقیت حاصل ہو گی۔ اگر پینل آف چیئرمین کے رکن نمبر 1 ہاؤس میں موجود ہوں تو نمبر 2 والا رکن صدارت نہیں کر سکتا۔ بظاہر ان کی بات ٹھیک ہے۔ اسی ترتیب کے مطابق صدارت ہو گی۔ اگر نمبر 1 والا رکن موجود ہے تو نمبر 2 والے صدارت نہیں کر سکتے۔ وہ نہیں ہے تو نمبر 3 کرے گا اور وہ بھی نہیں ہیں تو پھر نمبر 4 والا رکن صدارت کرے گا۔ بظاہر صورت یہی ہے۔ لیکن جب نمبر 1 والے تقریر کر رہے ہوں یا کھڑے ہوں اور سپیکر جانا چاہے تو پھر نمبر 2 صدارت نہ کرے تو اور کون کرے گا؟

وزیر امداد باہمی، نمبر 2 والے کو چاہیے کہ اپنی تقریر کو ختم کرنے کے بعد اس کو بلا کر کرسی صدارت پر بٹھا دے۔

جناب سپیکر، یہ تو پھر بیٹھ ہی نہیں سکتے۔ اگر وہ تقریر ختم کر رہے ہیں تو پھر انہیں ہاؤس سے باہر چلے جانا چاہیے یا اگر بیٹھے ہیں تو انہیں صدارت کرنی پڑے گی۔ لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر وہ تقریر کر رہے ہوں تو پھر کیا نمبر 2 صدارت کو سکتا ہے یا نہیں؟

وزیر امداد باہمی، اگر تقریر ہو رہی ہے اور آپ نے فوری جانا ہے تو تقریر والے کو تقریر بند کرنے کے لیے نہیں کہا جا سکتا۔ اس کو آپ نے بولنے کی اجازت دے دی ہے۔ اس کے بولنے کے دوران جس کو بھی آپ چاہیں بٹھا جائیں۔ پھر وہ تقریر کرنے کے بعد اگر ہاؤس میں بیٹھے تو کرسی صدارت پر بیٹھے یا پھر باہر چلا جائے۔

جناب سپیکر، نواب زادہ صاحب! میں آپ سے دریافت کرتا ہوں، ایک سیکنڈ آپ تشریف رکھیے۔ چودھری محمد اقبال صاحب بات کریں گے۔

چودھری محمد اقبال، جناب والا! میں اس میں آپ کو ایک واقعہ یاد کروانا چاہوں گا کہ پچھلی دفعہ جناب والا بڑی محبت کے ساتھ اس ہاؤس میں تشریف فرما تھے۔ میں preside کر رہا تھا تو ملک اللہ یار خان نے یہ پوائنٹ اٹھایا تھا کہ جب سپیکر ہاؤس میں موجود ہوں تو اس وقت کوئی دوسرا آدمی preside نہیں کر سکتا۔ تو پھر جناب والا ہاؤس سے باہر تشریف لے گئے تھے اور میں بدستور preside کرتا رہا۔ اس میں جناب والا! بات یہ ہے کہ جب سپیکر ہاؤس میں موجود ہوں تو پھر کوئی دوسرا آدمی preside نہیں کر سکتا۔ اس طرح جب آپ موجود نہ ہوں تو ڈپٹی سپیکر کی پوزیشن ہوتی ہے۔ اس طرح جناب والا! جب ڈپٹی سپیکر بھی موجود نہ ہوں تو پھر نمبر 1 کی پوزیشن ہوتی ہے۔ میرے خیال میں جب نمبر 1 آدمی ہاؤس میں موجود ہو تو پھر نمبر 2 آدمی preside نہیں کر سکتا۔ بس یہی میں عرض کرنا چاہتا تھا اور اس پر آپ کی رولنگ بھی موجود ہے۔

جناب سپیکر، جی نواب زادہ صاحب! آپ کچھ کہنا چاہیں گے؟

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! یہ ڈپٹی سپیکر کا مسئلہ ہے۔ اگر آپ چیئر پہ ہیں اور آپ نے ڈپٹی سپیکر کو تقریر کرنے کی دعوت دی ہے اور انہوں نے اپنی تقریر کا آغاز بھی کر دیا ہے تو آپ اٹھ کے جا رہے ہیں تو آپ پینل آف چیئرمین میں سے جس کا بھی نمبر آتا ہے اس کو بٹھا کر جا سکتے ہیں۔ کیونکہ اس وقت جو ڈپٹی سپیکر ہے جو ہاؤس کے فلور پر ہیں آپ ان کو discontinue کر کے نہیں بٹھا سکتے۔ ہاں، یہ صورت حال یہ ہے کہ جب ڈپٹی سپیکر صاحب اپنی تقریر ختم کر لیں تو وہ فوری طور پر ہاؤس سے باہر چلے جائیں یا پھر جیسے ہی ان کی تقریر ختم ہو گی تو پینل کا آدمی نیچے آجائے گا اور وہ اوپر چلے جائیں گے۔

دوسری بات جناب والا یہ ہے کہ میرے استحقاق پہ آپ کی رولنگز ہیں کہ چونکہ یہ مسئلہ آج زیر بحث نہیں۔ وہ رولنگ ایڈوائزر کے جھنڈوں کے متعلق تھی، حالانکہ ایڈوائزر ہاؤس میں بیٹھے تھے۔ آپ نے اس رولنگ میں یہ واضح طور پر فرمایا ہے کہ

"MIAN MANZOOR AHMAD MOHAL: Pointed out that since the matter is not before the House at the moment...."

کیونکہ یہ "at the moment" کو انگلی کے ساتھ زور دے کر کہتے ہیں کہ "at the moment" چونکہ یہ صورت حال نہیں۔

As per your own ruling in this House, this point of order in the first place cannot be entertained and if you entertain then you can foresee the situation that would arise.

جناب سپیکر، جی گھمن صاحب! آپ کچھ ارشاد فرمانا چاہیں گے؟

جناب جاوید محمود گھمن، جناب والا! میں بھی اس مسئلے پر کچھ گزارش کرنا چاہتا ہوں۔ پہلے تو یہ ہے کہ قاعدہ نمبر 12 قواعد انضباط کار میں واضح طور پر ہدایات دی ہوئی ہیں۔ جہاں پر کچھ ہدایت نہیں دی جاتی اور خاموشی اختیار کی جاتی ہے اور کوئی واضح پوزیشن نہیں ہوتی' وہاں پر یہ سپیکر کی صوابدید پر ہوتا ہے کہ وہ کیا قدم اٹھائیں گے؟ یہ قواعد انضباط کار قاعدہ نمبر 12 میں واضح طور پر تفصیل لکھی ہوئی ہے کہ اگر سپیکر نہ ہو تو ڈپٹی سپیکر' اگر ڈپٹی سپیکر تقریر کرنے لگے تو پھر یہ آپ کی صوابدید پر ہے کہ آپ کیا قدم اٹھاتے ہیں اور جو ڈپٹی سپیکر ہے وہ اگر تقریر کرنا چاہتے ہیں تو جو پینل آف چیئرمین آپ نے مقرر کیا ہے اس میں سے وہ preside کریں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تحاریک استحقاق کا وقت تھا جس میں آپ نے اس مسئلے پر 15 منٹ ضائع کر دیے ہیں۔ اور جب تحاریک کا وقت آئے گا تو آپ جلدی سے ختم کر دیں گے جو نہایت ہی اہم ہوتا ہے۔

جناب سپیکر، گھمن صاحب! اس کو ٹائم ضائع کرنا نہیں کہتے۔ یہ ایک اہم مسئلہ ہے جو کہ زیر بحث آیا ہے۔

جناب جاوید محمود گھمن، تو پھر یہ وقت add کر لیں میں اس کو ضائع کرنا تو نہیں کہتا۔ لیکن وہاں بھی وقت کم نہ کریں وہ بھی بہت اہم مسئلہ ہے۔ اس وقت تو آپ کہتے ہیں وقت آدھے گھنٹے کے بعد ختم ہو گیا ہے۔

وزیر امداد باہمی، گھمن صاحب کے لیے کہتا ہوں کہ اگر وہ ایسی باتیں کریں تو کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ کل ہائی کورٹ نے جھٹکا دے دیا ہے وہ اس سے شرمندہ ہیں۔

جناب سپیکر، جی چودھری صاحب۔

چودھری محمد فاروق، جناب والا! اس ضمن میں میری گزارش ہے کہ میاں منظور احمد موہل نے اپنے پوائنٹ آف آرڈر میں جو اپنا موقف پیش کیا ہے وہ درست ہے۔ اس لحاظ سے کہ جب پینل میں کسی

کا نام پہلے نمبر پر ہوتا ہے تو اس کی موجودگی میں جس ممبر کا نام دوسرے نمبر پہ ہو تو وہ preside نہیں کر سکتا۔ اس میں جو اصل بات ہے وہ تو یہ ہے کہ جب سینئر ممبر جو ہے یا دوسرے لفظوں میں جس ممبر کا نام پہلے نمبر پہ لکھا ہوا ہے اگر وہ ایوان میں موجود ہو تو دوسرا ممبر preside نہیں کر سکتا۔ جناب سپیکر! دوسری شکل یہ ہے کہ جیسے یہاں پر بات چل رہی تھی کہ جو شخص تقریر کر رہا ہو' اگر اس کے تقریر کرتے ہوئے نمبر 2 والا preside کرے تو وہ کر سکتا ہے؟ جناب والا! میرے خیال میں ایسا ممکن نہیں کیونکہ جو شخص تقریر کر رہا ہوتا ہے وہ اپنی ہی سیٹ پر کھڑے ہو کر تقریر کر سکتا ہے کسی دوسری سیٹ سے وہ تقریر نہیں کر سکتا۔ اس لیے جب وہ اپنی سیٹ پہ کھڑے ہو کر تقریر کر رہا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی سیٹ پر موجود ہے' یہ ضروری نہیں کہ وہ sitting position میں ہو' تو وہ ایوان میں موجود ہے۔ اگر وہ اپنی سیٹ پہ کھڑے ہو کر اپنا موقف بیان کر سکتا ہے تو اس کا موقف بیان کرنا valid ہے۔ تو میرے نزدیک اس ممبر کی اس ایوان میں اور اپنی سیٹ پر موجودگی ثابت ہوتی ہے۔ تو جب نمبر 1 چیئرمین اپنی سیٹ پہ موجود ہے' ایوان میں موجود ہے تو نمبر 2 preside نہیں کر سکتے۔ اس لیے جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ جب صدر شاکر ایوان میں موجود تھے تو اکرام ربانی صاحب اس وقت preside نہیں کر سکتے تھے اور اس وقت صدر شاکر صاحب کو ہی preside کرنا چاہیے تھا' بصورت دیگر ان کو اپنی تقریر چھوڑ کر ایوان سے باہر چلے جانا چاہیے تھا۔ جناب والا! میری submission تو یہی ہے۔

وزیر امداد باہمی، لیکن اگر کوئی ممبر تحریری استحقاق پیش کرے کہ سپیکر صاحب نے میرا استحقاق مجروح کیا ہے میں تقریر میں بڑی ضروری اور اہم باتیں جو کہ اس ملک اور صوبہ سے متعلق تھیں عرض کرنا چاہتا تھا۔

جناب سپیکر، رانا صاحب آپ اس سلسلے میں بات کر چکے ہیں۔ اب ڈاکٹر بنگش بات کرنا چاہتے ہیں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، شکریہ۔ جناب سپیکر! جو مسئلہ اس وقت پوائنٹ آف آرڈر کی صورت میں موبل صاحب نے اٹھایا ہے' اس پر بہت سے دوستوں نے اپنی آراء ظاہر کی ہیں۔ جب کسی معاملے میں قواعد خاموش ہوں تو اسمبلی کی روایات اور کنونشنز ہی ہوتی ہیں کہ جس پر بات کو آگے بڑھایا جاتا ہے۔ میں معلوم کرنا چاہوں گا کہ جو واقعہ کل پیش آیا ہے' اس سلسلے میں اسمبلی کی روایات اور کنونشنز ماضی میں کیا رہی ہیں؟ اس سلسلے میں ارشاد کیجیے گا۔

جناب سپیکر، اس سلسلے میں میری رائے یہ ہے کہ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ سپیکر کی موجودگی میں ڈپٹی سپیکر صدارت نہیں کر سکتا اور ڈپٹی سپیکر کی موجودگی میں پینل آف چیئرمین کے ممبر صدارت نہیں کر سکتے، نمبر ایک موجود ہو تو نمبر دو نہیں کر سکتا۔ نمبر دو موجود ہو تو نمبر تین نہیں کر سکتا اور نمبر تین موجود ہو تو نمبر چار نہیں کر سکتا' اس میں کوئی ابہام نہیں۔ اس میں قواعد واضح ہیں۔ اس میں جو تھوڑی سی بات جو چھان بین کرنے والی ہے وہ یہ ہے کہ پینل آف چیئرمین پر نمبر ایک تقریر کر رہے ہوں تو کیا نمبر دو صدارت کر سکتے ہیں؟ اس معاملے کی ہم تھوڑی سی اور چھان پھٹک کرلیں گے۔ دوسرے ایوانوں کی روایات اور سسٹمز کو ہم دیکھ لیں گے۔ اس کو مزید thrash out کر لیں گے۔ اس پوائنٹ آف آرڈر پر میری یہی رولنگ ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ کل تو آپ نے فرمایا تھا کہ چیمبر میں بات کریں گے۔ لیکن اگر اسی طرح کی تھوڑی سی بحث ہو جائے تو پانچ منٹ میں معاملہ بڑا واضح ہو جائے گا۔ وہ پوائنٹ آف آرڈر پر پوائنٹ آف آرڈر کے بارے میں ہے۔ میں اس کو بڑا مختصر کر کے پیش کرتا ہوں۔ جناب والا! 184 میں independent clauses دی ہوئی ہیں۔ کوئی اس میں subservient کلاز نہیں کہ دوسری کی subordinate ہو۔ تمام کی تمام independent ہیں۔ ابھی نواب زادہ صاحب بھی فرما رہے تھے' یا اس سے پہلے موہل صاحب بھی کہتے رہے اور وہ صرف کلاز نمبر 2 پر زور دیتے رہے۔ میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ کوئی بھی ایسا مسئلہ جو کہ

184 (1) A point of order shall relate to the interpretation or enforcement of these rules or such Articles of the Constitution as regulate the business of the Assembly

وہ کسی بھی وقت یہاں اٹھایا جا سکتا ہے۔ پھر جو بزنس چل رہا ہے اس کے بارے نمبر (2) اور (3) ہے:

(2) A point of order shall relate to the business or matter before the Assembly at the moment.

(3) Subject to Sub-rule (1) and (2), any member may submit a point of order for the decision of the Speaker but in doing so

shall confine himself to stating the point.

اور پھر جناب کی اجازت سے کوئی دیگر مسئلہ۔ اس کلاز کا مطلب یہ ہے کہ کوئی دیگر مسئلہ بھی جناب کی اجازت سے اٹھایا جا سکتا ہے۔ پھر ہے during division' ڈویژن کے بارے میں بھی اٹھایا جا سکتا ہے۔ جو اس وقت کا problem ہو۔ پھر اس کے بعد آتا ہے کہ آپ اس کا فیصلہ کیسے کریں گے۔ پھر یہ ہے کہ اس پر بحث کوئی نہیں ہو گی۔ پھر یہ ہے کہ Point of order is not a point of privilege. اس کو اس میں convert نہیں کیا جا سکتا۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب' اس پر تو کل ہم نے طے نہیں کر لیا تھا کہ ہم چیمبر میں بیٹھ کر اس پر بات کریں گے؟

چودھری محمد وصی ظفر ، ادھر بھی جناب کے پاس وقت نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر، وقت کیوں نہیں ہوتا؟ آپ تشریف لائیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، آپ وقت بتا دیں' میں حاضر ہو جاؤں گا۔

جناب سپیکر، آج ہی ہم بات کر لیں گے۔ آپ دو بجے کے بعد تشریف لائیے۔

چودھری محمد وصی ظفر ، ٹھیک ہے جناب۔

MR. SPEAKER: Most welcome

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، تو تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ میرے خیال میں ڈاکٹر بنگش کی تحریک استحقاق نمبر 13 آج نمبر 1 پر ہے۔ جی مخدوم صاحب۔

مخدوم الطاف احمد ، آپ نے غالباً پرسوں فوٹوگرافر حضرات کے بارے میں ہمیں ایک تجویز سوچنے کے لیے دی تھی۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اس پر بات کریں گے۔ اب تو اخبارات میں اس سلسلے میں کارٹون شائع ہونے شروع ہو گئے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ اس بارے میں بھی آپ کوئی فیصلہ لے لیں۔ اگر ایوان سے پوچھنا ہے تو پوچھ لیا جائے۔ ویسے میری ذاتی رائے میں اس قسم کی پابندی نہیں ہونی چاہیے۔ ہم یہاں جو کچھ کریں یہ بھی ایک قسم کی عوام کی امانت ہوتی ہے۔ ہم جس حالت میں بیٹھیں یہ بھی عوام کا حق ہونا چاہیے کہ انھیں معلوم ہو۔

جناب سپیکر، مخدوم صاحب' میں نے یہی آپ صاحبان کی رائے اور پریس گیلری کی رائے لینے کے لیے ایک آئیڈیا afloat کیا ہے۔ اس پر آپ کی رائے آئے گی۔ ابھی وہ فوٹوگرافی کا سلسلہ چل رہا ہے۔ ہم نے اس کو روکا نہیں۔ اس پر جیسے ہی آپ کی رائے آئے گی' اس بارے میں کوئی لائحہ عمل طے کریں گے۔ تحریک استحقاق نمبر 13۔

حزب اختلاف سے تعلق رکھنے کی بناء پر رکن اسمبلی کے حلقہ میں ترقیاتی کام نہ کروانا

13- ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ بھگت پورہ (شاد باغ) کی آبادی جو 10 ہزار نفوس پر مشتمل ہے اور یہ علاقہ میرے حلقہ نیابت میں شامل ہے۔ بھگت پورہ کے مکینوں کے شدید اصرار کے باوجود حکومت نے ابھی تک اس علاقہ میں سیوریج کی سہولت مہیا نہیں کی ہے۔ میرے علم میں یہ بات آئی ہے کہ اس علاقہ میں اس لیے سیوریج کی سہولت مہیا نہیں کی جا رہی کیونکہ یہ میرے حلقہ نیابت میں شامل ہے اور میرا تعلق پنجاب اسمبلی میں اپوزیشن گروپ کے ساتھ ہے۔ بھگت پورہ کے مکینوں سے پانی کے بلوں کی وصولی کے ساتھ ساتھ سیوریج چارجز بھی وصول کیے جا رہے ہیں۔ اس وجہ سے علاقہ کے لوگوں میں خاصی بے چینی پائی جاتی ہے۔ کیونکہ قانون کے مطابق حکومت جب میرے حلقہ نیابت کے لوگوں سے سیوریج چارجز وصول کرنے کے باوجود سیوریج نہیں لگا رہی ہے جو کہ قانون کی سراسر خلاف ورزی ہے اور اس سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ لہذا اس واقعہ کی تحقیقات کروانے کے لیے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، اس پر مزید کچھ کہنے کی ضرورت ہے؟

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ سیوریج اور پانی انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ جب حکومت پنجاب یہ دعویٰ کرتی ہے کہ اس نے دیہی علاقوں میں بھی سیوریج اور پانی کی سہولت مہیا کی ہے تو لاہور جیسا شہر جو پنجاب کا دارالحکومت ہے' اس میں شمالی لاہور کا ایک ایسا

علاقہ جہاں پر کچھ علاقوں میں پینے کا پانی میسر نہیں اور وہاں پر سیوریج کی شدید ضرورت ہے۔ جہاں پانی سپلائی کیا ہے' وہاں ایک تو بارش کا پانی کھڑا ہوتا ہے دوسرے جو پانی لوگ استعمال کرتے ہیں' وہ بھی کافی پانی کھڑا ہوتا ہے اور لوگوں کا کیچڑ سے گزرنا محال ہوتا ہے۔ نمازی مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جائیں تب بھی ان کے کپڑے ناپاک ہو جاتے ہیں۔ میں نے اس سلسلے میں حکام بالا سے بات چیت کی کہ جہاں ایل ڈی اے لاہور کے مختلف علاقوں میں سیوریج ڈال رہی ہے' تو اس علاقے کا مطالبہ تو کافی عرصے کا ہے۔ تو مجھے یہ بتایا گیا کہ چونکہ آپ اپوزیشن گروپ سے تعلق رکھتے ہیں' اس لیے آپ کے علاقے میں جان بوجھ کر سیوریج نہیں لگایا جا رہا۔ میں سمجھتا ہوں کہ حکومت پنجاب کی یہ بددیانتی ہے کہ وہ حزب اختلاف کے ممبران اسمبلی کے علاقوں میں جان بوجھ کر کام نہیں کرتے' جب کہ یہ "تعمیر وطن" کی بڑی پبلسٹی کرتے ہیں۔ کوئی 12 فٹ لمبی سڑک بناتے ہیں تو وہاں 24 مربع فٹ کی ایک تختی لگا دیتے ہیں کہ اس کو "تعمیر وطن" پروگرام سے تعمیر کیا جا رہا ہے۔ حزب اختلاف سے تعلق رکھنے والے ایم پی اے صاحبان کے علاقوں کو جان بوجھ کر نظر انداز کیا جاتا ہے۔ اگر میری بات پر یقین نہ آئے تو میں ارشد لودھی صاحب کو' جو اس وقت مسکرا رہے ہیں' دعوت دیتا ہوں کہ بھگت پورہ کے علاقے میں جائیں تو ان شاء اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور انھیں بھی پتھر مارے جائیں گے۔ میں سمجھتا ہوں کہ لوگوں کا یہ مطالبہ بالکل جائز ہے کہ آپ انھیں سیوریج جیسی بنیادی ضرورت سے محروم کر رہے ہیں جب کہ ہماری اطلاع کے مطابق ایل ڈی اے کو ورلڈ بنک سے بھی لاہور میں ترقیاتی کام کرنے کے لیے فنڈ دیے گئے ہیں۔ میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ میرے علاقے میں جان بوجھ کر سیوریج نہیں ڈالا جا رہا اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ دانستہ سازش ہے کہ حزب اختلاف کے لوگوں کے علاقے میں کام نہ کیا جائے۔

جناب سپیکر! اس صورت حال کو پیش نظر رکھتے ہوئے میں حق بجانب ہوں کہ چونکہ ایل ڈی اے کے حکام میرے علاقے میں جان بوجھ کر سیوریج نہیں بچھا رہے اس سے میرا ہی نہیں' میرے علاقے کے لوگوں کا بھی استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ میری اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ ایل ڈی اے اور واسا کے حکام اعلیٰ کو بلایا جائے اور ان سے استحقاق کمیٹی کے سامنے پوچھا جائے کہ اس علاقے میں' جس کی ڈیمانڈ پانچ چھ سال پرانی ہے' جان بوجھ کر سیوریج کیوں نہیں لگایا جا رہا؟ شکریہ جناب۔

وزیر قانون، اس کا جواب میں دوں گا۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، جناب والا! جب ہم تحاریک استحقاق پیش کرتے ہیں تو وزیر قانون ہی جواب دیتے ہیں۔ ورنہ یہ ایوان کی روایات رہی ہیں کہ۔ جس محکمہ کے بارے میں تحریک استحقاق ہوتی ہے اس محکمہ کا وزیر ہی اس تحریک کا جواب دیتا ہے۔ معلوم یہ ہوتا ہے کہ۔ وزیر قانون میں تمام محکمے اکٹھے کر دیے گئے ہیں۔ کسی بھی محکمہ کی تحریک استحقاق ہوتی ہے وہ جواب دینے کے لیے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ اس تحریک استحقاق کا تعلق وزارت تعمیرات کے ساتھ ہے۔ لہذا میں یہ درخواست کروں گا کہ اس تحریک استحقاق کا جواب وزیر مواصلات و تعمیرات دیں۔

جناب سپیکر، اس بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ تحاریک استحقاق کے جواب متعلقہ وزراء صاحبان کو ہی دینے چاہییں۔ اور اس بات کو یقینی بنانا چاہیے کہ تحریک استحقاق کے متعلقہ وزراء کارروائی میں موجود ہوں تو وہ اپنی حاضری کو ایوان میں یقینی بنائیں۔ اس طریقے سے وزراء صاحبان کی حاضری کو ہم ایوان میں یقینی بنائیں گے۔

وزیر قانون، وزیر مواصلات و تعمیرات ملک سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ وہ ملک میں موجود نہیں ہیں۔

جناب سپیکر، اگر وہ ملک میں نہ ہوں تو الگ بات ہے۔ لیکن یہ آپ میری طرف سے وزراء صاحبان کو بتائیں کہ تحاریک استحقاق کے جوابات آئندہ متعلقہ وزراء ہی دیں گے۔ اگر وہ نہ ہوں تو پھر وزیر قانون دیں۔ ویسے قانونی پوائنٹ پر آپ بات کر سکتے ہیں۔

وزیر قانون، جناب والا! جناب کی اس وقت۔۔۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، میری اس تحریک استحقاق کو پنڈنگ کر دیا جائے۔ کیونکہ وزیر مواصلات ملک سے باہر ہیں۔ اس لیے وزیر قانون تو اس کی admissibility پر بات نہیں کر سکیں گے۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر بنگش! انہیں بات کرنے دیں۔ کیونکہ اگر متعلقہ وزیر موجود نہیں تو وزیر قانون جواب دے سکتے ہیں۔

وزیر قانون، جناب والا! یہ تحریک استحقاق ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش نے پیش کی ہے' اس پر میرا پہلا اعتراض ٹیکنیکل ہے۔ آپ کی رولنگ بہت سی تحاریک استحقاق پر موجود ہے۔ کسی معزز رکن کے علاقہ کے حلقہ نیابت میں ڈویلپمنٹ تحریک استحقاق کی بنیاد نہیں بن سکتی۔ اس وجہ سے بھی یہ تحریک

استحقاق قابل پذیرائی نہیں بن سکتی۔ لیکن میں جناب والا! ایوان اور اپنے بھائی کی تسلی کے لیے محکمہ سے موصول ہونے والے جواب کو تھوڑا سا جناب والا کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں۔

بھگت پورہ کی آبادی دس ہزار نفوس پر مشتمل ہے۔ پرائیویٹ طور پر کسی منصوبہ بندی کے بغیر تعمیر ہوئی ہے۔ اس کے ترقیاتی کاموں کے لیے کسی بلڈنگز پلاننگ یا کنٹرول ایجنسی سے مدد نہیں لی گئی اور نہ کسی قسم کے ترقیاتی اخراجات ادا کیے گئے ہیں۔ بلکہ ترقیاتی کاموں کی ذمہ داری حکومت پر ڈال دی گئی۔ واسا نے بھگت پورہ شاد باغ اور ملحقہ شمالی آبادی میں سیوریج اور ڈرینج سسٹم کے لیے پنجاب اربن ڈویلپمنٹ پروگرام کے تحت ایک جامع منصوبہ بنایا ہے جس کے لیے عالمی بنک سے قرضہ حاصل کیا گیا ہے۔ یہ منصوبہ 90-1989ء میں شروع ہوا اور 1995ء تک مکمل ہوگا۔ بھگت پورہ کا علاقہ نشیب میں واقع ہے۔ اس علاقہ کے لیے قابل عمل جامع منصوبہ کا خاکہ بنانے میں مصروف ہیں۔ اس کے بعد ڈرینج اور سیوریج سسٹم کے پروگرام پر عمل درآمد شروع ہوگا۔ جہاں تک اس علاقہ کے مکینوں سے سیوریج چارجز وصول کرنے کا تعلق ہے۔ واسا یہ چارجز اس علاقہ کے اس گندے پانی کے اخراج کے عوض لے رہا ہے جو بالواسطہ یا براہ راست واسا کے گندے نالوں یا پمپنگ سٹیشن کے ذریعے دریائے راوی میں ڈالا جاتا ہے۔ جناب والا! حکومت اپنے فرائض سے کبھی بھی کوتاہی نہیں کرتی۔ ہوتا یہ ہے کہ آبادیاں بغیر کسی منصوبہ بندی کے بن جاتی ہیں پھر ان آبادیوں کے سیوریج یا اس قسم کے معاملات حکومت کے سر تھوپ دیے جاتے ہیں۔ اس کے باوجود حکومت بڑی سنجیدگی سے اس علاقے میں ڈرینج اور سیوریج کے پروگرام پر عمل درآمد کرنے کے لیے مناسب اقدامات کر رہی ہے۔ ویسے میں آخر میں ایک دفعہ پھر عرض کروں گا۔ وہاں پر سیوریج سکیم نہ دینے سے میرے معزز بھائی کا کسی قسم کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا' اس لیے یہ تحریک استحقاق قابل پذیرائی نہیں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: جناب والا! وزیر موصوف سے دریافت کرنا چاہوں گا کہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ورلڈ بنک پروگرام کے تحت کام کیا جا رہا ہے۔ ہم یہ دو سال سے سنتے آ رہے ہیں۔ کیا یہ کوئی مقررہ مدت جائیں گے کہ اتنے عرصے میں علاقہ میں سیوریج کا کام شروع کر دیا جائے گا؟ ابھی انہوں نے فرمایا ہے کہ سیوریج چارجز گندے پانی کے نکاس کے لیے لیے جا رہے ہیں۔ یہ وضاحت بھی غلط ہے۔ کیونکہ وہاں واسا نے تمام علاقہ میں پانی نہیں دیا۔ لیکن جس علاقے میں انہوں نے پانی مہیا کیا ہے یہ ان کا فرض بنتا تھا۔ وہاں پانی مہیا کیے ہوئے دو سال کا عرصہ گزر چکا ہے۔ جب وہ سیوریج چارجز لیتے

ہیں تو یہ ان کا فرض تھا کہ وہاں وہ سیوریج لگاتے اور میری اطلاع کے مطابق کیونکہ وہ حلقہ نیابت میرا ہے' یہی وجہ ہے کہ وہ وہاں ترقیاتی کام نہیں کر رہے اور اس وجہ سے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں گا کہ میرے حلقے کے مکینوں کا یہ استحقاق ہے۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر بنگش! اگر آپ اس سلسلے میں وزیر صاحب سے رابطہ کرنا چاہیں تو میں انہیں یہ کہوں گا کہ وہ آپ سے بات کریں' اگر آپ کے مطالبات جائز ہوں تو ان کو منظور کریں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، اگر آپ کہتے ہیں تو بات کر لیں گے۔

جناب سپیکر، وزیر قانون! ڈاکٹر بنگش آپ سے رابطہ کر لیں گے۔ وہ اس کو پریس نہیں کرتے۔ مخدوم الطاف! آپ کچھ فرمانا چاہتے تھے؟

مخدوم الطاف حسین، جناب والا! وزیر قانون نے اس تحریک استحقاق کا جواب دیا' وہ سن لیا کہ۔ ترقیاتی کاموں کے بارے میں تحریک استحقاق پیش نہیں ہو سکتی۔ میں آپ سے واضح طور پر رولنگ چاہوں گا کہ اگر اس قسم کی تحاریک استحقاق Privileges Act کے تحت نہیں آتیں تو کم از کم ہمیں واضح طور پر بتایا جائے کہ ایسی تحاریک استحقاق پیش کرنے کا ارادہ ہی نہ کریں۔ دوسری بات' وزیر قانون ماضی میں خود اس قسم کی تحاریک استحقاق پیش کرتے رہے ہیں۔ اسی ایوان میں آج کے موجودہ وزیراعلیٰ کے خلاف پیش کرتے رہے ہیں۔ ہم ان دنوں defend کیا کرتے تھے' آج یہ اس قسم کی تحاریک استحقاق کی مخالفت کر رہے ہیں۔

جناب سپیکر، کیا اس وقت آپ مخالفت کیا کرتے تھے؟

مخدوم الطاف حسین، دوسری رولنگ آپ سے مجھے یہ بھی چاہیے کہ اس بات کا بھی فیصلہ کریں کہ ہمارے استحقاقات کا فیصلہ تو اس ایوان میں ہوتا ہے۔ لیکن جب عوام کے استحقاقات مجروح ہوتے ہیں تو ان کے لیے ہم تحریک استحقاق کہاں جا کر پیش کریں؟ کیونکہ اس میں قائد حزب اختلاف شامل تھے' سپیکر نیشنل اسمبلی شامل تھے' کل آپ نے ذاتی طور پر اس معاملہ میں دل چسپی لی ہے کہ آپ بھی اس میٹنگ میں بیٹھیں گے۔ میں بھی پرزور احتجاج کرتا ہوں۔ میرے حلقے میں ایک سڑک آدھی بن چکی ہے اور آدھی اس لیے رکی ہوئی ہے' کیونکہ میں وزیراعلیٰ کی مخالفت کرتا ہوں۔ جناب والا! میں اس ایوان میں کھڑے ہو کر ببانگ دہل کہتا ہوں کہ جب تک وزیراعلیٰ پنجاب اپنی ذہنیت تبدیل نہیں

کریں گے میں ان کی مخالفت ترک نہیں کروں گا۔ مجھے اس بارے میں بھی آپ کی دل چسپی چاہیے۔ کیا آپ اس بارے میں وزیر قانون کو بٹھا کر میرے ساتھ میٹنگ کریں گے یا نہیں، وہ سڑک مکمل ہونی چاہیے یا نہیں ہونی چاہیے؟

جناب سپیکر: مخدوم صاحب! آپ باضابطہ طور پر تحریک پیش کریں۔ آپ تو ماشاء اللہ پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔

مخدوم الطاف حسین: جناب والا! آپ اس بارے میں واضح طور پر رولنگ دیں کہ کیا اس بارے میں تحریک استحقاق پیش ہو سکتی ہے یا نہیں؟ کیونکہ وزیر قانون بار بار یہ کہتے ہیں اور ہر تحریک پر کھڑے ہو کر یہ کہہ دیتے ہیں کہ یہ تحریک استحقاق نہیں بنتی۔

جناب سپیکر: اگر آپ اس بارے میں تحریک استحقاق پیش کریں، اگر آپ کا کوئی ترقیاتی مسئلہ ہے تو میں اس پر واضح رولنگ دوں گا۔ جہاں تک یہ مسئلہ ہے کہ میں categorically تمام ترقیاتی معاملات پر رولنگ دے دوں۔ تو آپ حزب اختلاف کے ممبران سے دریافت کر لیں۔ وہ یہ چاہتے ہیں تو میں ایک ہی بار تمام ترقیاتی معاملات پر رولنگ دینے کے لیے تیار ہوں۔ لیکن یہ ان کے مفاد میں نہیں۔ مقصد تو یہ ہے کہ ممبران کے معاملات جن پر وہ زور دینا چاہییں تو کم از کم ان کے معاملات ارباب اختیار تک پہنچ تو جائیں۔ اس کا کوئی نتیجہ نکلے یا نکلے، یہ ایک الگ بات ہے۔ لیکن ممبر کے استحقاق کو جس انداز میں بھی وہ پیش کرنا چاہیں میری کوشش یہ ہوتی ہے ان کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اور ان کی بات کم از کم ارباب اختیار تک پہنچ جانی چاہیے۔

چودھری اصغر علی گجر: جناب والا! اسی سلسلہ میں میں عرض کرتا ہوں اور اس بات کو ذرا آگے بڑھاتا ہوں۔ یہ بڑی اچھی بات ہے کہ مخدوم صاحب اپنے حلقے کی بات کر رہے ہیں اور یہ درست بات ہے۔ میں کہتا ہوں کہ ہر شخص کو اس بات کا احساس ہونا چاہیے کہ اس کے خلاف کوئی انتظامی کارروائی ہو رہی ہے یا اس کے حلقے میں کام نہیں ہو رہا۔ تو کیا وہ اس بات کو آگے لے کر بڑھیں گے کہ جہاں ان کے حلقے میں کام ہو رہا ہے اور انہیں اس بات کا دکھ ہے اور ایک طرف ایک صوبے کے ساتھ ایسا ایسا کام ہو رہا ہے۔ اس کے لیے کوئی امداد کرنے کے لیے تیار ہے کہ اس صوبے کو اجاڑنے سے بچایا جائے۔ اس صوبے کے ترقیاتی کاموں کو جاری رکھنے کے لیے وہ ہمارے ساتھ کیا امداد کر سکتے ہیں اور اس میں وہ کون سا ہمارا ساتھ دے سکتے ہیں؟ اگر وہ تیار ہیں تو وہ اس ایوان میں ضرور جائیں گے۔

چودھری محمد وصی ظفر ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! پیپلز ورکس پروگرام کو کون روک رہا تھا؟ بنی ہوئی عمارتوں کو گرا کون رہا تھا؟ لوگوں کی ترقی کی راہ میں رکاوٹ کون بن رہا تھا اور ٹھیکے داروں کو گرفتار کون کر رہا تھا ؟ اینٹیں کون چوری کر رہا تھا؟ چودھری صاحب اپنے حلقے سے ادھر آدمی بھیجتے تھے اور وہ ہماری اینٹیں اٹھا کر لے جاتے تھے۔

جناب سپیکر، جناب شبیر احمد خان صاحب۔

ملک طیب خان اعوان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، ملک صاحب! بات کو آگے نہ بڑھائیں؟

ملک طیب خان اعوان، جناب والا! بات کو آگے بڑھائیں۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ پنجاب حکومت نے پیپلز پروگرام کو نہیں روکا۔ وہ اس پروگرام سے اپنی جیبوں کو بھرنا چاہتے ہیں' اس لیے اسے روکا گیا ہے۔ وہ محکموں کو دیں' کوئی بھی نہیں روکے گا۔ چونکہ وہ اپنی جیبوں میں ڈالنا چاہتے ہیں' اس لیے عوام کا پیسہ ہم جیبوں میں نہیں جانے دیں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، جناب شبیر احمد خان' آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ شبیر احمد خان صاحب کو Privileges Motion پیش کرنا ہے۔

سید ذاکر حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، سید ذاکر حسین شاہ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ، جناب والا! ملک طیب خان اعوان صاحب اور اصغر علی گجر صاحب نے جو باتیں کی ہیں اور آپ نے بھی بڑے تحمل' بردباری اور صبر سے سنی ہیں اور ان کو ان کا مافی الضمیر بیان کرنے کی پوری پوری مہلت دی ہے' کون سے قاعدے' کون سے ضابطے اور کون سے رول کے تحت یہ کون سا پوائنٹ آف آرڈر بنتا ہے ؟ اگر ایسے ہی بات ہم کرتے ہیں تو آپ فوراً کہہ دیتے ہیں اور ادھر آپ ان کو مناسب موقع دیتے ہیں کہ بات ریکارڈ پر آجائے اور اس کے بعد آپ خاموش ہو کر مسکرا دیتے ہیں۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! یہ depend کرتا ہے کہ کون آدمی بات کر رہا ہے۔ اس بات پر بھی depend کرتا ہے کہ اگر ایک آدمی رولز کو جانتا ہو۔ traditions کو جانتا ہو۔ ہاؤس کے آداب کو جانتا ہو اور پھر وہ ایسی بات کرے جو ہاؤس کے آداب کے منافی ہو تو ان کو میں اجازت نہیں دیتا اور

جو جانتے نہ ہوں وہ سوآ کر جائیں تو میں خاموش ہو جاتا ہوں۔

سید ذاکر حسین شاہ: جناب والا! اس کا مطلب یہ ہے کہ ملک طیب اعوان صاحب اور اصغر علی گجر صاحب اور دوسرے جن حضرات نے باتیں کی ہیں یہ نہیں جانتے۔

جناب سپیکر: اب اس پر میں کہتا ہوں کہ ہم تحاریک استحقاق کو آگے بڑھائیں تاکہ ہم ڈسکشن پر پہنچ جائیں۔

چودھری جاوید محمد گھمن: جناب والا! قواعد سے ناواقفیت کوئی عذر نہیں۔ جو قاعدے اور قانون سے واقف نہیں ہیں آپ انہیں کہیں کہ وہ سیکھیں اور پھر وہ بولیں۔ یہ تو کوئی مسئلہ نہیں جناب کہ آپ نے رولنگ دے دی ہے کہ جو قانون سے ناواقف ہیں' میں انہیں رعایت دے سکتا ہوں۔

جناب سپیکر: شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ ان کو قواعد انضباط کار سکھانے کے لیے تھوڑی رعایت کرتے ہیں۔ جناب شبیر احمد خان صاحب' (قطع کلامیاں) خواجہ صاحب' تشریف رکھیں۔ شبیر احمد خان کی تحریک استحقاق پیش کرنے سے پہلے آخری پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے ملک صاحب اور اس ہاؤس کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہوں گا اور میں ملک طیب اعوان کو دعوت ہوں کہ وہ میرے ساتھ چلیں کہ ہارون آباد جو میرے حلقہ نیابت میں ہے وہاں دو کام جو لوگوں کے پرزور مطالبے پر وہاں کی میونسپلٹی پچھلے دس سالوں سے نہیں کر رہی تھی وہاں ہم لوگ کام کروا رہے تھے' وہاں سیوریج بچھا رہے تھے تو اس کی میونسپلٹی والے ساتھ پولیس کو لے کر ہمارا تمام سامان' تمام اینٹیں اٹھا کر لے گئے اور تمام مزدوروں کو پکڑ کر لے گئے اور ان کو گرفتار کر لیا۔ میں چیلنج کرتا ہوں کہ کوئی بھائی میرا یہاں سے میرے ساتھ چلے اور میں ثابت کروں گا کہ ان کے اوپر کیس بھی چل رہا ہے یا نہیں اور اینٹیں بھی وہاں سے اٹھا کر لے گئے ہیں یا نہیں اٹھا کر لے گئے۔ اگر یہ بات غلط ثابت ہوئی تو جناب' جو مزاج یار میں آئے کریں اور جو بھی سزا دیں میں اس کی لیے تیار ہوں۔

جناب سپیکر: مجھے افسوس ہے کہ یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ جناب شبیر احمد خان صاحب' (قطع کلامیاں) مہر صاحب! میں یہ کہہ چکا ہوں کہ یہ آخری پوائنٹ آف آرڈر ہے۔ اب شبیر احمد خان صاحب کی تحریک استحقاق کے بعد آپ پیش کر سکتے ہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ وینس صاحب' تشریف رکھیے۔

مہر صاحب، تشریف رکھیے۔ شبیر احمد خان صاحب۔

ایس ایچ او تھانہ ڈیفنس کا رکن اسمبلی سے فون پر بات کرنے سے انکار

جناب شبیر احمد خان، جناب والا! میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ مورخہ 25- اپریل 1990ء کی رات تقریباً 9 بجے میرے پاس دو اشخاص موضع چرڈ تھانہ ڈیفنس ایریا لاہور سے آئے کہ ان کے گاؤں سے ایک شخص کو ایس ایچ او ڈیفنس اصغر علی خان بے گناہ پکڑ کر لے گیا ہے۔ میں نے تھانہ ڈیفنس ٹیلی فون پر ایس ایچ او سے رابطہ پیدا کرنے کے لیے ٹیلی فون کیا تو نائب محرر نے ٹیلی فون اٹھایا اور میرا نام پوچھا۔ میں نے اپنا تعارف کرا کر بات کرنے کے لیے کہا تو اس نے جواب دیا کہ "ایہہ ممبران اسمبلی ایویں تنگ کر دے رہندے نیں۔ لینا دینا کجھ نہیں تے مفت دے وچ جان کھانی۔ آکھ دے، ایس ایچ او نہیں ہے کا"۔ میں یہ تمام باتیں خود اپنے ٹیلی فون پر سن رہا تھا۔ کچھ تاخیر کے بعد مجھے نائب محرر نے کہا کہ ایس ایچ او باہر چلا گیا ہے۔ جس پر میں نے نائب محرر کو بتلایا کہ ایس ایچ او موجود ہے اور میں نے ان کا مکالمہ سن لیا ہے۔ نائب محرر نے کہا کہ جناب، میں تو ماتحت ہوں کچھ نہیں کر سکتا۔ ایس ایچ او ڈیفنس ایریا کے اس رویہ سے میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری تحریک استحقاق، استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب والا! صورت حال یہ ہے کہ اکثر و بیشتر افسران ہمیں نظر انداز کرتے ہیں اور جو مناسب بات ہم ان سے کہنا چاہتے ہیں یا قومی مفاد عامہ اور پبلک انٹرسٹ میں ان کے گوش گزار کرنا چاہتے ہیں اسے وہ سننا پسند نہیں کرتے۔ اور پولیس افسران کا یہ خاص رویہ اچھا نہیں۔ میری اس سلسلے میں گزارش ہے کہ اگر یہی صورت حال رہے اور ممبران اسمبلی کو نظر انداز کرنے کا یہ طور طریقہ ایک روایت بن جائے تو پھر اس سے نمائندگی کا حق ہم ادا نہیں کر سکیں گے۔ اور اس سے نہ صرف مجھ اکیلے، بلکہ میں سمجھتا ہوں کہ پورے معزز ایوان اور تمام اکابر ممبران اسمبلی کے کام میں رکاوٹ پیدا ہو گی۔ ہم اپنے فرائض منصبی میں صحیح طریقے سے عہدہ برآ نہیں ہو سکیں گے۔ یہی رویہ ایس ایچ او ڈیفنس ایریا نے خاص طور سے اختیار کیا ہے۔ اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمیں ہمارا جائز مقام نہیں دیتے اور ہمارے فرائض منصبی کی ادائیگی میں تعاون کرنے کی بجائے رکاوٹ بنتے ہیں۔ تو

میری گزارش یہ ہے کہ اس سلسلے میں یہ تمام واقعہ استحقاق کمیٹی کے سپرد فرما دیں تو چھان بین ہو جائے گی۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ شاید اس طرح افہام و تفہیم کے ذریعے ان افسران کی اصلاح بھی ہو سکے اور ہم بھی اپنے فرائض صحیح طریقے ادا کر سکیں۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر، تو اس بارے میں جناب وزیر قانون' آپ کچھ فرمانا پسند کریں گے؟

وزیر قانون، جناب سپیکر! مجھے محکمہ کی طرف سے جو جواب موصول ہوا ہے' اس کے مطابق انسپکٹر ڈیفنس ایریا نے اپنے بیان میں کہا ہے کہ مورخہ 25 مئی 1990ء کو صبح سے لے کر اگلے روز تک وہ تھانہ میں موجود نہیں تھے۔ اس سلسلے میں نائب محرر محمد اشرف نمبر 1535 کا بیان بھی حاصل کیا گیا ہے۔ اس نے بھی واقعات کی تصدیق کی ہے۔ معزز رکن اسمبلی نے ایس۔ایچ۔او ڈیفنس ایریا کا نام اصغر علی تحریر فرمایا ہے۔ لیکن ایس۔ایچ۔او ڈیفنس ایریا کا نام انسپکٹر اختر علی ہے اور اصغر علی نہیں۔ ہم نے ڈی۔ایس۔پی۔ محبر گ سے بھی اس واقعہ کی اپنے طور پر تسلی کرنے کے لیے انکوائری کروائی ہے۔ ان کے مطابق بھی اس دن ایس۔ایچ۔او وہاں تھانہ میں موجود نہیں تھا۔ اس کے باوجود اگر ہمارے معزز بھائی ہمارے معزز رکن کی دل آزاری ہوئی ہے تو ایس۔ایچ ۔او مذکورہ نے بلامشروط معذرت کا اظہار کیا ہے۔ میں آپ کی خدمت میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ واقعات کے مطابق یہ واقعہ استحقاق کمیٹی کے پاس جائے یا یہاں آپ کی خدمت میں پیش ہو' متعلقین نے اس واقعہ سے انکار کیا ہے اور یہ لگتا ہے کہ غلط فہمی ہوئی ہے' کیونکہ ہمارے معزز رکن کو اس کا صحیح نام بھی معلوم نہ تھا۔ وہ اصل میں اختر علی صاحب ہیں' مگر معزز رکن نے اپنی تحریک استحقاق میں ان کا نام اصغر علی لکھا ہے۔ اگر جناب والا! غور سے دیکھا جائے تو یہ تحریک استحقاق استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی۔ لیکن اس کے باوجود ہمیں اپنے بھائیوں کا احترام ملحوظ خاطر ہے اور میں توقع کرتا ہوں کہ ہمارے معزز بھائی ایس۔ایچ۔او کی غیرمشروط معذرت کو قبول کریں گے اور اپنی اس تحریک پر اصرار نہیں کریں گے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، وینس صاحب' آپ تشریف رکھیے۔ آپ کس بات پر بول رہے ہیں؟ آپ کو تو ایسا نہیں کرنا چاہیے۔

جناب شبیر احمد، جناب سپیکر! پہلے تو میں جناب کے اور اس معزز ایوان کے یہ بات گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ اور فاضل وزیر قانون صاحب سے خاص طور پر میں یہ عرض کروں گا کہ میری تحریک کے

اصل متن کا ملاحظہ فرمائیں' اس میں میں نے نام اختر علی ہی لکھا ہے اور اختر علی ہی اس وقت وہاں پر ایس۔ایچ۔او تھا۔ آج کا مجھے علم نہیں کہ وہاں پر کون ہے۔

دوسرے جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ فاضل وزیر قانون کی منطق میری سمجھ میں نہیں آئی کہ ہم لوگ جو یہاں ان کے ساتھی رفیق کار ہیں ہماری credebility کے مقابلے میں وہ ایک ایسے پولیس افسر جس کے متعلق categorical یہ شکایت ہے اور جو تسلیم بھی کرتا ہے اور غیر مشروط طور پر معذرت خواہ ہے اس کو فاضل وزیر قانون defend کر رہے ہیں اور ساتھ ہی مجھے بھی کہہ رہے ہیں اور آپ کی خدمت میں بھی عرض کر رہے ہیں اور اس ایوان سے بھی ان کی یہ عرض ہے کہ غیر مشروط معذرت کو قبول کر لیا جائے۔ تو میں نہیں سمجھتا کہ آخر ایسی کون سی قباحت ہے کہ فاضل وزیر قانون استحقاق کمیٹی کو یہ استحقاق نہیں دے رہے کہ پولیس افسر اگر کوئی غلطی کرتا ہے تو وہ وہاں آ کر اپنا بیان دے اور اگر اس نے غیر مشروط معذرت ہی کرنی ہے تو وہ استحقاق کمیٹی کے روبرو پیش ہو کر کرے؟ فاضل وزیر قانون کی خدمت میں میں مؤدبانہ گزارش کروں گا کہ وہ ہمارے ساتھی ہیں ہمارے بھائی ہیں ہم ان کا احترام کرتے ہیں۔ انہیں استحقاق کمیٹی کو اس کے جائز مقام سے محروم نہیں کرنا چاہیے۔ تو جناب والا! میری یہ التجا ہے کہ آپ انہیں استحقاق کمیٹی میں بلوائیں' استحقاق کمیٹی اس کا بیان لے اور اگر وہ وہاں اپنے آپ کو defend کرنا چاہتا ہے تو وہاں اپنا ڈیفنس پیش کرے اور میرا یہ فرض بنتا ہے کہ میں استحقاق کمیٹی کے سامنے اپنا موقف بیان کروں اور اس کی تائید میں شہادت بھگتاؤں تاکہ میں یہ ثابت کر سکوں کہ اس معزز ایوان کا کوئی رکن بھی غلط بیانی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا اور ہمیں اس بات کا اچھی طرح سے احساس ہے کہ ہم جو بھی بات کریں اس میں صداقت ہونی چاہیے تاکہ آئندہ روایات قائم ہوں کہ اس معزز ایوان کے معزز اراکین نہ غلط بیانی کرتے ہیں نہ کسی پر جھوٹا الزام لگاتے ہیں اور نہ کسی کو بلاوجہ پریشان کرتے ہیں۔ شکریہ جناب۔

جناب سپیکر، جناب وزیر قانون' جو بات شبیر احمد صاحب نے کی ہے غالباً وہ بات آپ نے سنی ہے۔ تو اس بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ کیا متعلقہ اہل کار یہاں معزز رکن سے معذرت کرنے کے لیے تیار ہیں؟ ان کو تاسف ہے کہ وہ ناراضگی کا سبب بنے' کیا وہ آمادہ ہیں کہ وہ آپ کی موجودگی میں ان سے معذرت کریں؟

وزیر قانون، جی' اس نے کہا ہے کہ اس سے معزز رکن کی دل آزاری ہوئی ہے اور یہ سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے تو میں اس پر غیر مشروط معذرت کرتا ہوں۔ تو جناب والا! ان کو میری موجودگی میں بھی معذرت کرنے سے گریز نہیں ہوگا۔

جناب سپیکر، تو شبیر احمد صاحب' آپ کا اس بارے میں کیا خیال ہے' یہ تحریک استحقاق governed by certain rules and regulations ہوتی ہے اور اس میں بے شمار رولنگز ہیں کہ petty matters پر جو تحاریک استحقاق ہیں ان کو entertain کرنا ایوان کی diginty کے منافی ہے' یعنی ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ ایوان کی diginty کیا ہے اور اس میں ہم نے کون سے معاملات کو ٹیک اپ کرنا ہے۔ تو اس میں جو بہت petty matters ہیں جیسے ٹیلی فون کا سننا یا صحیح انداز میں نہ سننا' کیا یہ معاملات ایسے ہیں کہ ان لوگوں کی سرزنش کی جا سکے؟ اور میں وزیر قانون صاحب سے یہ کہوں گا کہ وہ انہیں اپنی موجودگی میں بلائیں اور متعلقہ افسر کی آپ کی تسلی کے مطابق سرزنش کی جائے کہ انہوں نے اس کو کیوں اہمیت نہیں دی؟

جناب شبیر احمد، جناب والا! پہلے میری گزارش سماعت فرمالیں۔ اس میں petty matter والا معاملہ بڑا ہی مختلف ہے۔ اگر افسر کو petty officer سمجھا جائے تو میں آپ کی رائے سے اتفاق کروں گا۔ اگر مجھے petty سمجھا جائے تو یہ میری خوش بختی ہے اور اگر آپ اس معاملے کو pettey سمجھتے ہیں تو میں دست بستہ اور مؤدبانہ طور پر آپ سے اختلاف کروں گا کہ میرا استحقاق یا اس ایوان کا استحقاق مجروح اس کے جملے یا ان کے الفاظ سے ہوا ہے' اس کی ذات سے میرا کوئی تعلق' واسطہ یا اختلاف نہیں۔ میرا اس سے کوئی ذاتی مفاد نہیں ہے اور خدا کرے کہ میرا کوئی کام کبھی اس سے پڑے بھی نہ۔ لیکن جناب والا! جو وہ اپنے منہ سے جملہ ادا کرتا ہے اور جو میں خود براہ راست سنتا ہوں' میں نے وہ الفاظ اس معزز ایوان کی خدمت میں پیش کیے ہیں۔ اگر آپ ان الفاظ کو petty سمجھتے ہیں' اور اصل معاملہ یہ نہیں کہ یہ petty سمجھتے ہیں اور اصل معاملہ یہ نہیں کہ یہ petty معاملات ہیں۔ اب معاملہ یہ ہے کہ اراکین اسمبلی اور عوام کے نمائندوں کو وقعت ہی نہیں دی جاتی اور خاص طور پر مجھے بڑے دکھ اور افسوس سے یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہاں اراکین حزب اختلاف کے ساتھ خصوصی طور پر یہ رویہ اختیار کیا جاتا ہے۔ تو جناب' میں یہ الفاظ اس زبان میں بالکل اس طرح سے دوبارہ ادا کر دیتا ہوں جو اس نے ادا کیے تھے کہ "ایہہ ممبران اسمبلی اینویں تنگ کر دے رہندے نیں۔ اپنا لینا دینا کچھ نہیں تے مفت

دے وچ جان کھانی۔ آکھ دے' ایس ایچ او نہیں ہیگا"۔ یہ میں نے جناب خود سنے ہیں اور اگر میں خود نہ سنتا تو باخدا میں کبھی بھی اس معاملے کو اس معزز ایوان کے روبرو پیش نہ کرتا۔ اس لیے اگر آپ مناسب سمجھتے ہیں کہ میرا استحقاق مجروح نہیں ہوا تو اسے بے شک مسترد فرما دیں بجائے اس کے کہ وہ افسر خود مجھ سے آ کر کوئی بات کرے۔ اگر یہ واقعی معمولی معاملہ ہوتا تو یہ بات میں نے 25-اپریل سے متعلق لکھی ہے اور اس ایوان میں' میں نے پیش کی۔ آپ کی خدمت میں آئی۔ اس کے بعد اس پر رپورٹ طلب کی گئی۔ ایس ایچ او کا بیان آیا۔ نائب محرر کا بیان آیا اور اس نے اب تک یہ محسوس نہیں کیا کہ کسی بھی طریقے سے مجھے وہ اپروچ کرتا یا مجھے پوچھتا یا مجھے بتاتا کہ جناب' یہ تو معمولی بات ہے' مجھ سے غلطی ہو گئی ہے' آپ اسے جانے دیں۔ تو جب ہمارا یہی حال رہے گا تو پھر جناب' ہم کہاں جائیں گے؟ میرے نزدیک کم از کم یہ معمولی بات نہیں' لہٰذا آپ کی نوازش ہوگی کہ اس کو آپ merits پر فیصلہ فرمائیں اور اگر merits میرے خلاف ہیں تو آپ میرے خلاف فیصلہ دیں اور اسے مسترد فرمائیں۔

جناب سپیکر، میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر merits آپ کے خلاف بھی ہوں تو بھی فیصلہ آپ کے حق میں ہو جائے۔

چودھری شبیر احمد، جناب' پھر تو فیصلہ میرے حق میں نہیں ہونا چاہیے۔

جناب سپیکر، اور وہ اس انداز میں ہو سکتا ہے کہ اگر یہ تحریک استحقاق ٹیکنیکلی تحریک استحقاق نہ بھی بنتی ہو تب بھی آپ کے grievances جو ہیں وہ proper انداز میں redress ہونے چاہییں۔

چودھری شبیر احمد، پھر تو جناب' میں آپ کی وساطت سے معزز وزیر قانون کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ تحریک استحقاق کمیٹی کے سپرد فرمائیں اور استحقاق کمیٹی کی اپنے فرائض منصبی ادا کرنے میں مدد کریں۔

جناب سپیکر، تو ٹھیک ہے میں اس تحریک استحقاق پر اپنا فیصلہ پینڈنگ کرتا ہوں۔ میں اس پر فیصلہ دوں گا۔

سید ذاکر حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔۔

جناب سپیکر، جی شاہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں۔

سید ذاکر حسین شاہ، جناب سپیکر! جو بھی تحریک استحقاق پیش کی جاتی ہے اور وہ رول نمبر 55 کے مطابق ہوتی ہے اس کو بھی آپ پینڈنگ کر دیتے ہیں۔ ہاؤس نے جو استحقاق کمیٹی بنائی ہوئی ہے اگر اس کے کوئی functions نہیں ہیں تو پھر اس کا کیا فائدہ ہے؟

جناب سپیکر، یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔

سید ذاکر حسین شاہ، جناب والا! پھر استحقاق کمیٹی کو پینڈنگ کمیٹی بنا لیں۔

MR. SPEAKER: You are commenting on the decision of the Chair. This is not a point of order.

سید ذاکر حسین شاہ، جناب والا! ان کی یہ تحریک استحقاق بنتی ہے۔

MR. SPEAKER: Please have your seat

جناب سپیکر، چودھری شاہد محمود نواز صاحب کی تحریک استحقاق نمبر 21 ہے' وہ اپنی تحریک استحقاق پیش کریں۔

وفاقی افسران کی رکن اسمبلی کے ساتھ بدتمیزی

چودھری شاہد محمود نواز، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ اوکاڑہ ضلع میں ایسمل جو کہ مرکزی وزارت خزانہ کا ذیلی ادارہ ہے نے آلو خریداری میں شدید بے ضابطگیاں کیں اور عوام سے 20 روپے فی بوری رشوت لے کر آلو کی سرکاری خرید کی۔ یہ معاملہ لے کر مارچ کے وسط میں میں لگاتار منیجنگ ڈائرکٹر و جنرل منیجر کے پاس جاتا رہا اور تمام معاملات سے آگاہ کیا۔ اس اثناء میں جب میں ملنے گیا تو منیجنگ ڈائرکٹر و جنرل منیجر جو کہ اس وقت اکٹھے بیٹھے تھے کو عوامی مشکلات اور عوام کے آلو کی سرکاری خرید و فروخت میں مسائل سے آگاہ کیا تو وہ بدتمیزی پر اتر آئے اور دیدہ و دانستہ ممبران اسمبلی کے بارے میں توہین آمیز کلمات کہنے شروع کر دیے اور میری شدید بے عزتی کی۔ میرے اعتراض پر انہوں نے مجھے سنگین نتائج کی دھمکیاں دیں۔ اس سے نہ صرف میرا بلکہ تمام ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ معاملہ استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب۔ اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ دیں۔

چودھری شاہد محمود نواز، جناب سپیکر! میرا حلقہ انتخاب تحصیل دیپالپور ضلع اوکاڑہ ہے اور جیسا کہ آپ کے بھی علم میں ہے کہ وہاں کے کسانوں کے لیے آلو سب سے اہم فصل ہے۔ وفاقی حکومت نے محترمہ بے نظیر بھٹو وزیراعظم پاکستان کے آرڈرز پر جو انہوں نے میری سپیشل درخواست پر صادر فرمائے ایمسل جو کہ وزارت خزانہ کا ایک ذیلی ادارہ ہے اسے 20- کروڑ روپے سینکشن کیے تاکہ کسانوں کو ان کی investment اور محنت کا جائز معاوضہ مل سکے۔ ایمسل نے جب آلو کی خریداری شروع کی تو میں نے محسوس کیا کہ کسانوں کو اپنی فصل بیچنے میں بہت دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔ یہ ادارہ یا تو رشوت لے کر یا پھر صرف ایک مخصوص خاندان کے آلو خرید رہا تھا۔ میں نے اس پر بارہا احتجاج کیا۔ کم از کم پانچ دفعہ میں اسلام آباد منیجنگ ڈائرکٹر اور جنرل منیجر سے ملنے گیا اور ہر دفعہ مجھے یہ کہا جاتا رہا کہ یہ معاملات ٹھیک کر دیے جائیں گے مگر اس کے باوجود لوگوں کو مشکلات پیش آتی رہیں۔ میں خود بھی آلو کا ایک کاشت کار ہوں اور مجھے ذاتی طور پر بہت مشکلات پیش آئیں تو میں نے یہ محسوس کیا کہ اگر میرے ساتھ ان کا یہ رویہ ہے تو عام غریب اور چھوٹے کسانوں کے ساتھ ان کا کیا رویہ ہوگا؟ پھر اس محکمے کی طرف سے ناامید ہونے کے باوجود میں چھٹی دفعہ اسلام آباد پھر ان کے پاس گیا اور وہاں پر میں نے منیجنگ ڈائرکٹر اور جنرل منیجر سے اس معاملے پر بات کی۔ میں نے انہیں یہ بتایا کہ یہ آپ کا آلو خریدنے کا طریقہ بالکل غلط ہے اور آپ اس سے صرف ایک مخصوص خاندان کو کروڑوں پتی بنا رہے ہیں۔ اس سے لوگوں کو بہت دشواریاں پیش آ رہی ہیں۔ جس پر انہوں نے میرے ساتھ شدید بدتمیزی کی۔ میں سمجھتا ہوں کہ قوم کے سرمائے سے چند لوگوں کو فائدہ پہنچایا گیا اور میرے ساتھ جو رویہ اپنایا گیا اس سے نہ صرف میرا بلکہ سب ممبران کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میری استدعا ہے کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ یہ تحریک استحقاق جو چودھری شاہد محمود نواز صاحب کی طرف سے پیش کی گئی ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس پر مزید کسی رائے کی ضرورت نہیں۔ یہ تحریک استحقاق prima facie clear breach of privilege ہے' میں اسے admit کرتا ہوں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! شاہد محمود صاحب کا تعلق چونکہ اوکاڑہ سے ہے' اس لیے آپ نے ان کا لحاظ کیا ہے۔

جناب سپیکر، اس میں لحاظ کا مسئلہ نہیں' معاملے کی اہمیت کا مسئلہ ہے۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز۔ آرڈر

پلیز۔ وینس صاحب تشریف رکھیں۔ وینس صاحب، تشریف رکھیں۔ آپ کو یہ بھی علم نہیں، اور آپ کو حق گوئی، بے باکی اور جذبات میں اس بات کا بھی احساس نہیں رہتا کہ سپیکر جس وقت بات کر رہا ہو، جس وقت وہ ہاؤس سے مخاطب ہو تو کسی بھی لحاظ سے interrupt کرنا مناسب بات نہیں ہے۔ یہ رولز کی واضح خلاف ورزی ہے۔ تو اس بارے میں کوئی تحریک آپ کی طرف سے ہے کہ اس کو پرویلج کمیٹی کے سپرد کیا جائے؟ اس کے لیے تحریک ہونا ضروری ہے۔ ضابطے کے مطابق باقاعدہ اس کے لیے موو کرنا پڑتا ہے۔

NAWABZADA GHAZANFAR ALI GUL: Sir, I move that this motion be referred to the Privilege Committee

جناب سپیکر، تو ٹھیک ہے اس کو پریویلج کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے جس کی رپورٹ ایک مہینہ 30 دن کے اندر آنی چاہیے۔ جی بیرسٹر صاحب۔ پوائنٹ آف آرڈر۔

MIAN KHALID LATIF KARDAR: Sir, I humbly submit to your honour whenever any privilege motion is moved which relates to Provincial Government, you always referred it to the Law Minister to decide whether this Privilege motion is in order or not, and then you decide on the opinion of the Law Minister

جناب سپیکر، اب بیرسٹر صاحب، آپ کی اس بات پر میں کیا تبصرہ کر سکتا ہوں؟ میں نے لاء منسٹر کو اس لیے زحمت نہیں دی۔ کیونکہ یہ مسئلہ پراونشل گورنمنٹ سے متعلقہ نہیں، اس لیے لاء منسٹر اس پر کیا comments کر سکتے ہیں؟ اور جو معاملات پراونشل گورنمنٹ کے بارے میں ہوتے ہیں، اس بارے میں لاء منسٹر کی یا منسٹر متعلقہ کی رائے لینی اس لیے ضروری ہے کہ اس میں متعلقہ ڈیپارٹمنٹ یا گورنمنٹ کا اس بارے میں point of view کیا ہے۔ اس کو سنے بغیر یک طرفہ طور پر آپ فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے وہ فیصلہ لاءمنسٹر نہیں کرتے، وہ فیصلہ بھی سپیکر کرتا ہے۔ لیکن لاءمنسٹر کی رائے لے کر یا متعلقہ منسٹر کی رائے لے کر۔۔۔

راجہ محمد خالد، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری گزارش ہے کہ بیرسٹر صاحب کی ڈگری چیک کرائی جائے۔

وزیر امداد باہمی (رانا پھول محمد خان)، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! ہمیں مرکزی حکومت کے محکموں سے بہت ساری شکایات ہیں۔ اب آپ کی رولنگ ماشاء اللہ آ گئی ہے' اس پر ہم آپ کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ آئندہ ہم مرکزی محکموں کے خلاف بھی تحریک استحقاق بھیج سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، رانا صاحب' تشریف رکھیے۔ یہ ضروری نہیں۔ جو تحریک جائز ہو گی اس پر فیصلہ ہو گا۔ جناب جاوید محمود گھمن صاحب کی تحریک استحقاق ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، میں گھمن صاحب کو فلور دے چکا ہوں۔ مولانا' آپ جو کہنا چاہتے ہیں' ان کے بعد پوچھ لیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، میں یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ تحریک استحقاق کے لیے کتنا وقت مقرر ہے؟

جناب سپیکر، تحریک استحقاق کے لیے نارمل آدھا پون گھنٹہ ہوتا ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، آدھا گھنٹہ ہوتا ہے مگر اب ایک گھنٹہ گزر چکا ہے۔

جناب سپیکر، یہ آخری تحریک استحقاق ہے۔ جاوید گھمن صاحب۔

ایس ایچ او تھانہ صدر سیالکوٹ کا ایم پی اے سے غیر مناسب رویہ

جناب جاوید محمود گھمن، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ پولیس تھانہ صدر سیالکوٹ کو ارشد ولد ناظر حسین سکنہ دھیدووالی تحصیل ڈسکہ نامی شخص ایک مبینہ فراڈ کیس میں مطلوب تھا جو کہ پولیس کے روبرو پیش ہو گیا۔ پولیس نے نامعلوم وجوہات کی بناء پر رہا کر دیا اس کے بعد پولیس کو ارشد دوبارہ مطلوب تھا۔ ارشد' جسے اس کی والد ناظر حسین نے اس کی بد اعمالیوں کی وجہ سے تین سال قبل 1987ء سے عاق کر دیا ہوا تھا اور اہل خانہ سے لاتعلق تھا' پولیس کے روبرو پیش نہ ہوا۔

مورخہ 15-4-90 کو پولیس نے ناظر حسین والد ارشد مطلوب کو پکڑ کر حراست بے جا میں رکھا کہ ارشد پولیس کے روبرو پیش ہو جائے لیکن ایسا نہ ہوا۔ ہر طرف سے مایوس ہونے کے بعد مورخہ

19-4-90 کو ناظر حسین کے اہل خانہ اس کی غیر قانونی حراست سے رہائی کے لیے میرے پاس آئے میں نے باقر شاہ سب انسپکٹر ایس ایچ او تھانہ صدر سیالکوٹ سے ٹیلی فون پر ناظر حسین کی بابت پوچھا کہ آپ نے ایک بے گناہ آدمی کو حراست بے جا میں رکھا ہوا ہے۔ ایس ایچ او نے جواب میں کہا کہ ناظر حسین کا بیٹا ارشد ایک آدمی کی رقم ہڑپ کر گیا ہے۔ یا ارشد مذکورہ رقم ادا کریں تو ناظر حسین کو چھوڑ دیا جائے گا۔ اس پر میں نے ایس ایچ او کو کہا کہ آپ ایک بے گناہ اور مجبور شخص کو غیر قانونی طور پر حراست میں رکھ کر جرم کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ یا تو اس کے خلاف کوئی پرچہ درج کریں تا کہ عدالت کی طرف رجوع کیا جا سکے بصورت دیگر اسے فی الفور رہا کر دیں۔ باقر شاہ ایس ایچ او نے مجھے کہا کہ آپ خواہ مخواہ ہمارے کام میں مداخلت کر رہے ہیں۔ اگر آپ کو ناظر حسین کی رہائی مطلوب ہے تو رقم خود اپنے پاس سے ادا کر دیں۔ میں اس کے خلاف ایک پرچہ درج کر رہا ہوں۔ آپ عدالت سے چارہ جوئی کر لیں۔ دو دن بعد تک اس کے خلاف کوئی پرچہ درج نہ ہوا اور نہ ہی اسے رہا کیا گیا۔ چنانچہ میں نے متعلقہ ایس ڈی پی او کے دفتر جا کر اس امر کی شکایت کی۔ ایس ڈی پی او نے مجھے کہا کہ ہم لوگ آپ لوگوں کی عزت کرتے ہیں اور عزت سے بٹھاتے ہیں پھر بھی آپ ہمارے کاموں میں بے جا مداخلت کرتے ہیں۔ جب میں نے اس کے تکیہ کلام پر احتجاج کیا تو اس نے ایس ایچ او کے ساتھ ٹیلی فون پر بات کر کے مجھے بتلایا کہ ناظم حسین کے خلاف باقاعدہ پرچہ درج ہے۔ میں نے اسے بتلایا کہ سب غلط بیانی ہے۔ آپ اور آپ کا عملہ غلط بیانی سے کام لے رہا ہے۔ اس پر اس نے کہا کہ وہ کچھ نہیں کر سکتا۔ آپ درخواست دلوا دیں میں کارروائی کروں گا لیکن مورخہ 24-4-90 کو ناظم حسین کو کسی دیگر شخص کی وساطت سے چھوڑ دیا گیا۔ پولیس کے اس رویے سے اس معزز ایوان اور میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ مذکورہ اشخاص کے خلاف کارروائی کے لیے ایوان کے سامنے پیش کیا جائے' نیز اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، اس پر شارٹ سٹیٹمنٹ کی ضرورت ہے؛ یہ کافی نہیں؛ آپ نے تحریک استحقاق دے دی ہے۔

جناب جاوید محمود گھمن، جناب میں مختصراً عرض کروں گا۔ مسئلہ یہ ہے کہ ارشد نامی آدمی پولیس کو مطلوب تھا۔ اس کے خلاف کوئی پرچہ درج نہ کیا اور اس کا والد جو کہ ستر سال کا بوڑھا تھا اس کو دس پندرہ دن انہوں نے بٹھائے رکھا اور میرے پوچھنے کے باوجود مجھ سے جھوٹ بولا کہ ہم نے پرچہ درج

کیا ہے حالانکہ پرچہ درج نہیں کیا تھا بلکہ انہوں نے مجھ سے رشوت مانگی اور پھر اتنی دیدہ دلیری کہ خود ایس ایچ او متعلقہ نے رشوت لے کر اسے چھوڑا۔ آئین پاکستان میں آرٹیکل 10 اور آرٹیکل 14 میں واضح طور پر یہ ہدایت دی گئی ہے کہ کسی آدمی کو کسی مقدمے کے بغیر آپ 24 گھنٹے سے زیادہ زیر حراست نہیں رکھ سکتے۔ لیکن میرے بار بار توجہ دلانے کے باوجود اسے دس پندرہ دن تھانے میں محبوس رکھا گیا اور یہ جھوٹ بولا کہ پرچہ درج ہو گیا ہے اور مجھے کہا گیا کہ آپ اس کی جگہ ہمیں پیسے دے دیں۔ تو اتنی دیدہ دلیری کہ ایک ایم پی اے سے بذات خود وہ پیسے مانگیں' اس سے بڑھ کر اور کیا استحقاق مجروح ہو گا؟

وزیر قانون، جناب والا! اس تحریک سے میرے بھائی کا استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ جہاں تک اس واقعہ کا تعلق ہے۔ یہ ارشد محمود کسی فرم میں بطور سیلزمین ملازم تھا۔ اس نے اپنے مالکان کے behalf پر جا کر ایک لاکھ روپیہ وصول کر لیا۔ اس سے ایک مکان بنا لیا اور تیس ہزار روپے اپنے بھائی کے نام بنک میں جمع کروا دیے۔ فرم والوں نے درخواست گزاری۔ اس پر پولیس والوں نے اس کو طلب کیا۔ جب یہ لڑکا خود غائب تھا۔ چونکہ رقم اس کے بھائی کے نام جمع تھی تو اس کے والد کو پولیس والوں نے طلب کیا۔ اس دوران ہمارے معزز بھائی کا ٹیلی فون گیا تو پولیس والوں نے ان کی خدمت میں یہ گزارش کی کہ ان کی آپس میں بات چیت ہو رہی ہے' ہم نے اسے گرفتار بھی نہیں کیا۔ تو جونہی یہ معاملہ طے ہو جاتا ہے ہم اس کو فارغ کر دیں گے اور جو اطلاعات مجھے دی گئی ہیں اس کے مطابق فرم اور ان کا معاملہ آپس میں تھانہ سے باہر طے ہو گیا ہے' کیونکہ یہ وقوعہ وہاں کا نہیں تھا یہ وقوعہ بہاولپور اور سندھ سے متعلقہ تھا۔ ان کا آپس میں باہمی تصفیہ ہو گیا ہے۔ جہاں تک میرے بھائی نے یہ بات کی ہے کہ اگر ان سے کسی نے رشوت لی ہے۔ جس اہل کار نے رشوت لی ہے اس کے بارے میں ہمیں درخواست دیں ہم اس کی انکوائری کروائیں گے۔ اگر یہ واقعہ ثابت ہو گیا تو ہم اس اہل کار کو قرار واقعی سزا دیں گے۔ جہاں تک پولیس کا ناجائز طور پر ان کو بٹھانے کا تعلق ہے اس کے لیے بھی عدالتیں موجود ہیں۔ ہائی کورٹ سے بیلف لیا جا سکتا ہے۔ ہائی کورٹ میں رٹ کی جا سکتی ہے Habeas corpus کے لیے چھاپہ مارا جا سکتا تھا اگر انہوں نے غلط انداز یا غیر قانونی طور پر بٹھایا ہوا تھا تو اس کے لیے عدالتیں موجود ہیں۔ جہاں تک تحریک استحقاق کا تعلق ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ اس میں میرے معزز بھائی کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا۔ یہ تحریک استحقاق' استحقاق کے زمرے میں نہیں

آئی۔ شکریہ۔

جناب جاوید محمود گھمن: جناب سپیکر! وزیر قانون صاحب نے جو حقائق پیش کیے ہیں وہ سراسر غلط ہیں۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ ارشد نامی شخص کے متعلق میں نے کچھ کہا ہی نہیں۔ اس کا ذکر ہی نہیں کیا کہ وہ اسے رکھیں یا چھوڑیں جو بھی کریں میرا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ بقول ان کے پولیس والوں نے اسے طلب کیا۔ اگر وہ مجرم تھا تو کس بنیاد پر اسے دوبارہ چھوڑ دیا؟ دوسری بات یہ ہے کہ ہر مسئلے کو اگر عدالتوں میں ہی لے جانا ہے تو پھر یہاں تحریک استحقاق کوئی بھی نہیں بنتی۔ سارے مسائل کے متعلق آپ کہا کریں کہ عدالتوں میں ہی چلے جائیں ایک ایس۔ایچ۔او ایک ایم۔پی۔اے کو کہے کہ آپ پیسے دے دیں، رشوت دے دیں۔ کیا یہ میرا استحقاق مجروح نہیں ہوتا؟ جناب سپیکر! آپ خود سوچیں کہ آپ سے ایک ایس۔ایچ۔او کہے کہ آپ اس کی جگہ پیسے دے دیں۔ اور مک مکا کے متعلق یہ خود مانتے ہیں کہ تھانے کے باہر ہو گیا۔ میں تو یہ خود کہتا ہوں کہ دس پندرہ دن وہ آدمی بیٹھا رہا۔ جب تک مک مکا نہیں ہوا اس وقت تک انہوں نے اسے نہیں چھوڑا۔ ایک ایس۔ایچ۔او خود مجھے کہے کہ آپ مجھے پیسے دے دیں۔ حالانکہ میں تو اس کے والد کے متعلق کہہ رہا تھا جو کہ 70 سال کا بوڑھا تھا۔ مجھے ارشد کے ساتھ کوئی غرض نہیں۔ ارشد کو گولی ماریں۔ میں نے کہا جو بھی کریں پھر جناب والا! میں نے یہ بھی کہا کہ اگر آپ کو والد بھی مطلوب ہے تو اس پر ایف۔آئی۔آر درج کریں آپ اس پر پرچہ کریں۔ میں یہ نہیں کہہ رہا تھا کہ آپ اسے چھوڑ دیں۔ باوجود میرے اس کو قانونی فرائض بتانے کے اس نے مجھے یہ جواب دیا کہ آپ مجھے رشوت دیں۔ اگر ایک پولیس انسپکٹر رشوت کی ڈیمانڈ کرتا ہے تو کیا میرا استحقاق مجروح نہیں ہوتا؟ اس طرح تو وزیر قانون بھی اگر بات کریں اور وہ کہیں کہ آپ مجھے دس ہزار روپے بھیج دیں تو پھر بھی استحقاق مجروح نہیں ہو گا۔ ایک پولیس آفیسر جو واضح طور پر پاکستان کے قانون کی خلاف ورزی کر رہا ہے اور ایک ممبر اسمبلی واضح طور پر قانون کی نشان دہی کرتا ہے۔ لیکن اس کے باوجود ایک بوڑھے بے بس اور لاچار آدمی کو تھانے میں رکھتا ہے تو یہ کہتے ہیں کہ آپ عدالتوں میں جائیں۔ اس سلسلے میں آپ آئین کا آرٹیکل 10 پڑھیں---

"No person who is arrested shall be detained in custody without being informed, as soon as may be, of the grounds for such arrest, nor shall be denied the right to consult and be

defended by a legal practitioner of his choice "

اس کے بعد آرٹیکل 14 ہے۔ اس میں بھی واضح طور پر لکھا ہوا ہے۔ یہ بھی آپ پڑھ لیں۔

"(I) The dignity of man and, subject to law, the privacy of home, shall be inviolable."

اگر وہ dignity of man نہیں۔ ایک ستر سال کے بوڑھے کو بغیر مطلوب، بغیر کسی وجہ کے کیوں تھانے میں بٹھایا گیا! اگر اس کے بچے نے کوئی حرکت کی بھی ہے تو آپ نے اسے دس پندرہ دن سے رکھا ہوا ہے۔ باقی رہا مک مکا! اگر آپ کہیں تو میں سارے خاندان کو استحقاق کمیٹی میں پیش کر دوں گا کہ انہوں نے پیسے لے کر مک مکا کیا ہے۔ دس بارہ دن اس بوڑھے آدمی کو روزانہ اس کی کمر پر مارا جائے اور چھتر لگائے جائیں۔۔۔

جناب سپیکر: گھمن صاحب، تشریف رکھیں۔

جناب جاوید محمود گھمن: جناب والا! ایک پولیس آفیسر یہ کہے کہ جاؤ اپنے ایم۔پی۔اے کو بلا لاؤ اور اس سے استحقاق بھی مجروح نہیں ہوتا۔

جناب سپیکر: گھمن صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ اس تحریک استحقاق پر میں اپنا فیصلہ محفوظ رکھتا ہوں۔ اب بجٹ پر عام بحث شروع کرتے ہیں۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ: جناب والا! میری ایک تحریک استحقاق ہے۔ آپ نے کل فرمایا تھا کہ آج اسے لے لیں گے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: میری بھی ایک تحریک استحقاق نمبر 27 ہے۔

جناب سپیکر: کل لے لیں گے۔ اب ہم بجٹ شروع کرتے ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ ایک انتہائی افسوس ناک واقعہ کا ذکر کر رہے تھے اور وزیر قانون ہنس رہے تھے اور ٹھٹھہ کر رہے تھے۔ اس سے ایوان کا وقار مجروح ہوتا ہے۔ یہ غیر انسانی بات ہے کہ ایک مظلوم کی بات پر ہنسا جائے۔ ان کے ساتھ جو ہوا تھا وہ خدا کسی دشمن کے ساتھ نہ کرے۔ ان کو تو احساس ہونا چاہیے تھا۔ وزیر اعلیٰ نے ان کی دوز لگوا دی تھی۔

جناب سپیکر: یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ جناب لطیف مغل صاحب۔

جناب محمد لطیف مغل (پارلیمانی سیکرٹری)، جناب سپیکر! جیسا کہ گھمن صاحب نے وزیر قانون صاحب کو کہا ہے کہ یہ جھوٹ بولتے ہیں میں ہاؤس کو صرف یہ یاد دلانا چاہتا ہوں کہ کیا یہ تحاریک استحقاق پیش کی جا رہی ہیں؟ واقعی تحاریک استحقاق ہیں۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس سے ممبران کا نہیں بلکہ ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ کسی ایم۔پی۔اے کے سامنے کوئی سپاہی' اے۔ایس۔آئی یا انسپکٹر رشوت مانگے۔ جتنی تحریکیں ہیں ان پر ہم نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ فیصلہ یہ ہے کہ صرف ایک اے۔ایس۔آئی آیا۔ اس کی بات سنی اور اس کے بعد اسے معافی دے دی گئی۔ جب اخبارات میں آتا ہے تو بڑی سرخیوں سے آتا ہے کہ فلاں ایم۔پی۔اے کی ایک اے۔ایس۔آئی نے بے عزتی کی۔ بڑھا چڑھا کر پیش کیا جاتا ہے اب جیسا کہ گھمن صاحب نے کہا ہے۔ کون یقین کرتا ہے کہ ایک اے۔ایس۔آئی یا انسپکٹر ایک ایم۔پی۔اے سے چاہے وہ اپوزیشن کا ہو یا حکومتی پارٹی کا ہو ڈیمانڈ کرے کہ آپ مجھے رشوت دیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ کوئی ایم۔پی۔اے سے ڈیمانڈ نہیں کر سکتا۔

جناب جاوید محمود گھمن، میں یہی تو کہہ رہا ہوں کہ ایسا ہوا ہے۔ نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے۔

جناب محمد لطیف مغل، اگر کسی نے کوئی پیسے کی ڈیمانڈ کی ہے تو۔۔

جناب جاوید محمود گھمن، مک مکا ہوا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ لطیف مغل صاحب! آپ اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔

جناب محمد لطیف مغل، انہوں نے وزیر قانون کو جھوٹا کہا ہے۔

جناب جاوید محمود گھمن، میں نے کسی کو جھوٹا نہیں کہا۔

جناب محمد لطیف مغل ، اگر آپ سے پولیس والے رشوت مانگتے ہیں تو پھر آپ اپنے آپ کو ایم۔پی۔اے نہ سمجھیں۔

جناب سپیکر، گھمن صاحب! اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔ لطیف مغل صاحب! اپنی نشست پر تشریف رکھیں۔ no cross talk۔ اس تحریک استحقاق کو میں نے dispose of کر دیا ہے۔ اس پر میں بعد میں فیصلہ دوں گا۔ بجٹ پر عام بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ اب میں مزید اس پر کوئی تاخیر نہیں کرنا چاہتا۔

چودھری محمد وصی ظفر، نکتہ ذاتی وضاحت۔

جناب سپیکر: جی، وصی ظفر صاحب نکتہ ذاتی وضاحت پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب والا! آج کے روزنامہ "جنگ" میں ایک خبر چھپی ہے کہ چودھری وصی ظفر کو اسلام آباد میں 12 ایکڑ اراضی اسلحہ فیکٹری بنانے کے لیے دی جا رہی ہے۔ اس سلسلے میں عرض ہے کہ وہ کچھ لیٹ ہو گئے ہیں۔ میں وہ اراضی لے چکا ہوں۔ اس کا قبضہ بھی لے چکا ہوں اور اس کی ادائیگی بھی کر چکا ہوں۔ اس میں، میں جو بات عرض کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ یہاں پر میری تین اسلحہ ساز فیکٹریاں تھیں۔ جن میں سے دو حکومت پنجاب نے بند کر دیں۔ میں پہلے بھی ایوان میں چالیس مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ میرے ساتھ بیٹھ کے calculate کر لیں یا کمیٹی بنا لیں مجھے کروڑوں کا نقصان ہوا ہے اور مزیدار خبر انہوں نے یہ لگائی ہے کہ۔ ادھر میزائل، بم، راکٹ لانچر اور مانٹر بنیں گے اور ساتھ ہی وزیر اعظم صاحبہ کا نام لے دیا ہے۔ جناب والا! یہ defence oriented ضرور ہے۔ اسلحہ ساز فیکٹری restricted لسٹ میں ہوتی ہے۔ جو بھی نئی اسلحہ ساز فیکٹری لگے گی اس کی اجازت وزیر اعظم سے لینی پڑے گی۔ یہ غیر ملکی اشتراک سے چھوٹے پیمانے پر اسلحہ بنانے والی فیکٹری ہے اور یہ سہالہ سائیڈ پر اسلام آباد سے آٹھ میل دور ہے۔ خبر اس طرح لگائی گئی ہے کہ خوف و ہراس پھیل جائے۔ پتا نہیں ادھر واہ فیکٹری سے بھی زیادہ بڑے توپوں کے گولے اور کیا کیا بننے والا ہے۔ جو آئٹم ادھر بن رہیں تھیں وہی ادھر بنیں گی۔ میں کوئی چالیس سال سے اسلحہ بناتا چلا آ رہا ہوں۔ وہی ڈیفنس کی آئٹم ہیں۔ نہ اس میں توپیں ہیں اور نہ اس میں راکٹ لانچر ہیں اور نہ ہی میں نے درخواست دی ہے کہ مجھے یہ یہ چیزیں بنانے کی اجازت دی جائے۔ تو اس چیز کی میں وضاحت چاہتا تھا کہ آپ اخبار والوں کو ہدایت فرمائیں کہ exploitation والی خبر دینے سے پہلے consult کر لیا کریں۔ اعداد و شمار ہم خود انہیں دے دیں گے یا وہ اس کو صحیح طریقے سے پیش کریں۔ یہی میری درخواست ہے۔

جناب محمد لطیف مغل: جناب والا! جب سے یہ اخبار میں آیا ہے پنجاب میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی ہے کہ وہاں پر اسلحہ بنے گا اور تخریب کاری ہو گی۔ اس کی تفصیلات اخبار میں آنی چاہییں۔ پنجاب کے لوگ بڑے پریشان ہیں۔ پہلے جو ان کی چھوٹی فیکٹریاں تھیں ان سے یہی کچھ برآمد ہوا تھا۔

جناب سپیکر: لطیف مغل صاحب! اس بارے میں ان کی ذاتی وضاحت تھی۔

سید افتخار الحسن شاہ: فیکٹری تو بعد کی بات ہے یہ بتا دیں کہ پلانٹ لیا ہے یا نہیں؟ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

چودھری اختر رسول، جناب والا! انہوں نے جو اسلحہ فیکٹری کے لیے زمین لی ہے اس کی اصل قیمت کیا ہے اور انہوں نے کس بھاؤ پر لی ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر، میں نے مقررہ قیمت پر زمین خریدی ہے۔ میں ایسی رعائتیں لینے کا عادی نہیں ہوں۔ میں ابھی بھی آپ کو اپنی جیب سے دے سکتا ہوں۔ اللہ نے مجھے اتنی توفیق دی ہے۔ کچھ ضرورت پڑے تو آگے لے جانا۔ آپ کی حکومت کو چاہیے ہوا تو وہ بھی دے دوں گا۔ اگر بجٹ میں کمی ہوئی تو وہ بھی پوری کر دوں گا۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ اختر عباس بھروانہ صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔ چودھری صاحب تشریف رکھیے۔

مہر اختر عباس بھروانہ، میں اپنے بھائی وصی ظفر صاحب سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو بارہ ایکڑ کی اسلحہ ساز فیکٹری بنا رہے ہیں۔ اس میں کیا بنا رہے ہیں؟ اس کی وضاحت فرما دیں۔

جناب سپیکر، مجھے افسوس ہے کہ آپ کا یہ پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ اب بحث کا آغاز کرتے ہیں۔ فاروق صاحب تشریف رکھیے۔

سردار عاشق حسین گوپانگ، جناب سپیکر! مجھے رپورٹ پیش کرنے کی اجازت دیں۔

جناب سپیکر، آپ رپورٹ پیش کریں۔

تجارتی حسابات پر آڈیٹر جنرل کی رپورٹ برائے سال 84-1983ء اور 85-1984ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سردار عاشق حسین گوپانگ، میں تحریک پیش کرتا ہوں "کہ تجارتی حسابات اور اس پر آڈیٹر جنرل کی رپورٹ برائے سال 84-1983ء اور 85-1984ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ 31 دسمبر 1990ء تک توسیع کر دی جائے"۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے:۔

"کہ تجارتی حسابات اور اس پر آڈیٹر جنرل کی رپورٹ برائے سال 84-1983ء اور 85-1984ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں مورخہ

31 دسمبر 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کر دی گئی)

مالیاتی حسابات' مد بندی پر آڈیٹر جنرل کی رپورٹ برائے سال 86-1985ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

سردار عاشق حسین گوپانگ، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں "کہ مالیاتی حسابات مد بندی اور اس پر آڈیٹر جنرل کی رپورٹ برائے سال 86-1985ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔"

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ مالیاتی حسابات' مدبندی اور اس پر آڈیٹر جنرل کی رپورٹ برائے سال 86-1985ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 2 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کر دی گئی)

تجارتی حسابات پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 85-1984ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں توسیع

راجہ محمد خالد خان، میں یہ تحریک پیش کرتا ہوں کہ تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 85-1984ء کے بارے میں پبلک اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی میعاد میں 31 دسمبر 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک پیش کی گئی ہے۔

"کہ تجارتی حسابات اور ان پر آڈیٹر جنرل آف پاکستان کی رپورٹ برائے سال 85-1984ء کے بارے اکاؤنٹس کمیٹی نمبر 1 کی رپورٹ ایوان میں پیش کرنے کی

میعاد میں 31 دسمبر 1990ء تک توسیع کر دی جائے۔"

(تحریک منظور کر دی گئی)

میزانیہ بابت 91-1990ء پر بحث

جناب سپیکر، آج بحث پر آغاز بیگم بشریٰ رحمٰن کریں گی۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! بجٹ پیش ہو چکا۔ بحث کا آغاز ہو چکا۔ بہت سے دوستوں کی اور چارہ گروں کی رائے ہم تک پہنچ چکی۔ اچھے اچھے نکات بھی ہم تک آئے۔ تجاویز بھی ہم تک آئیں۔ پھر ہمیں بابا بلھے شاہ کی زبان میں کہنا پڑا۔

وارے وارے جائیے اونہاں بندیاں توں جیہڑے کاپی لین پرچا
سوئی لبے تے دے دیون تے آہرن لین چھپا
وارے وارے جائیے اونہاں بندیاں توں جیہڑے مارن اپ گھڑپ
کوڈی لبھن تے دے دیون تے اپا کھو گھڑپ
جے کچھ کہیے تے دکھ کجھ نہ کہیے تے دکھ
اساں عاشقاں غریباں دے نصیباں وچ دکھ

جناب سپیکر! میرا یہ خیال ہے کہ جتنے خلوص نیت کے ساتھ حزب اختلاف کے چارہ گروں نے اپنی اپنی تقاریر پیش کی ہیں بہتر یہ ہے کہ آج اس ایوان کے Floor پر کھڑے ہوئے ہم بھی خلوص نیت کے ساتھ اپنے اپنے گناہ اور اپنے اپنے جرم تسلیم کر لیں۔ ہماری حکومت پنجاب کا سب سے پہلا جرم یہ ہے جس کا احساس انہوں نے ہمیں بار بار دلایا۔ ہمارا پہلا جرم یہ ہے کہ ہم ڈیڑھ سال سے بڑی کامیابی کے ساتھ حکومت پنجاب کے معاملات کو چلا رہے ہیں۔ یہ بھی جرم ہے اور ہمارا دوسرا جرم یہ ہے کہ ہم نے ٹیکس نہیں لگائے۔ یہ ایک غریبوں کی پارٹی برسراقتدار آئی تھی۔ غریب غریب کہہ کر دہائی مچائی لیکن غریبوں کے لیے انہوں نے کیا کیا؟ غریبوں کے لیے انہوں نے عرصہ حیات تنگ کیا۔ اور پھر ہم سے یہ مطالبہ ہے کہ جناب انہوں نے ٹیکس نہیں لگائے۔ دیکھیے۔

رقیبوں نے رپٹ لکھوائی ہے جا جا کے تھانے میں
کہ اکبر نام لیتا ہے خدا کا اس زمانے میں

جناب سپیکر! اس زمانے میں جب کہ وفاقی حکومت نے ہم پر ٹیکسوں کا بوجھ ڈال دیا۔ ہم نے

پنجاب کے غریب عوام کو ٹیکس سے بچا لیا۔ اس کو زندگی کی سہولت دی اس کو جینے کا جواز دیا۔ یہ ہمارا جرم ٹھہرا۔ ہم یہ جرم بھی قبول کرتے ہیں۔ ہمارا تیسرا جرم یہ ہے کہ ہم نے غریب اور نادار لوگوں کے لیے بیت المال میں دس کروڑ روپے کی رقم مختص کی۔ یہ ہمارا قصور ہے کہ ہم غریبوں کی جماعت ہونے کا دعویٰ نہیں کرتے۔ غریبوں کی طرف دیکھتے ضرور ہیں۔ چوتھا جرم یہ ہے کہ غریب اور بے کس اور یتیم بچیوں کی شادی کے لیے جہیز فنڈ میں دس کروڑ روپے کی رقم مختص کی۔ ہمارا پانچواں جرم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ معذور افراد کی بحالی کے لیے دس کروڑ روپے کا ٹرسٹ قائم کیا۔ اور یہ وہی لوگ جانتے ہیں اور وہ والدین جانتے ہیں جن کے بچے معذور ہوتے ہیں۔ اس درد کو وہی سمجھ سکتے ہیں۔

دل صاحب اولاد سے انصاف طلب ہے

جناب والا! ہمارا ایک اور جرم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ تمام سرکاری ملازمین کی تنخواہوں میں دس فی صد عبوری اضافہ کیا ہے اور کہتے ہیں کہ۔

دردمندوں سے ضعیفوں سے محبت کرنا

یہ محاورہ نہیں۔ درد مندوں، ضعیفوں، لاچاروں، بیماروں، ناداروں اور بوڑھوں سے محبت کرنے کے لیے اور ان کی زندگی کو بہتر بنانے کے لیے ہم نے ان کی پنشن میں دس فی صد اضافہ کیا۔ حضور یہ ہمارا گناہ ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

یہ ہمارا جرم ہے۔ ادھر سرحد اسمبلی میں پشاور میں انہوں نے کہا کہ دیکھیے پنجاب کیا کرتا ہے۔ پنجاب تو جب بھی کرتا ہے لاجواب کرتا ہے۔ آپ کو معلوم ہے۔ کہتے ہیں دیکھیے پنجاب کیا کرتا ہے۔ بوڑھوں کی پنشن میں دس فی صد کا اضافہ کرتا ہے۔ ہم کیا کریں گے۔ سرحد اسمبلی والے کہتے ہیں کہ اب ہم کیا کریں گے۔ ہم تو بوڑھوں کو بے موت مارنا چاہتے ہیں اور یہ ان کو زندہ رکھنا چاہتے ہیں اب انہوں نے ہمارے لیے مشکل پیدا کر دی ہے اور ابھی ہم کچھ اور مشکلات بھی پیدا کریں گے۔ انشاء اللہ! ہمارا آٹھواں جرم یہ ہے کہ صوبے بھر میں لڑکوں اور لڑکیوں کی پرائمری تعلیم کو ہم نے مفت کر دیا ہے۔ عرصہ دراز سے یہ سنتے چلے آ رہے تھے کہ جب تک پرائمری مفت تعلیم نہیں ہو گی اس وقت تک یہ ملک ناخواندہ رہے گا۔ خواندہ نہیں ہو سکتا۔ ہم نے یہ ایک بہت بڑا اقدام کیا۔ ہم نے یہ انقلابی قدم اٹھایا کہ ہم نے صوبے بھر میں پرائمری تعلیم کو مفت کر دیا تو یہ ہمارا جرم ہو گیا۔ (نعرہ

ہائے تحسین)

جناب والا! ہمارا ایک جرم یہ ہے کہ جناب رانا شوکت محمود صاحب اس وقت خوش قسمتی سے موجود نہیں ہیں فرما رہے تھے کہ 52 فی صد خواتین کے لیے پنجاب کے بجٹ میں کچھ نہیں رکھا گیا اور پنجاب کے بجٹ میں دیکھیے کہ پرائمری تعلیم میں بھی بچے، بچیاں، لڑکے اور لڑکیاں دونوں شامل ہوتے ہیں۔ اب ہم نے خاص طور پر نوجوان، نادار، مفلس، ذہین، فطین اور باصلاحیت طالبات کے لیے ایک مربوط پروگرام بنایا ہے جس کا ذکر وزیر خزانہ نے بجٹ میں کیا ہے کہ ان کی صلاحیتوں کو جلا بخشنے کے لیے اور اجاگر کرنے کے لیے ایک الگ ادارہ بنایا جائے گا اور خواتین کی ذہنی حالت و پس ماندگی کو دور کیا جائے گا۔ کیا یہ ہمارا جرم ہے؟ جناب والا! ہمارا ایک اور جرم بھی ہے کہ ہمارے ملک میں سستا انصاف نہیں ملتا۔ ہمارے ملک میں جلد انصاف نہیں ملتا۔ ہمارے ملک کے عوام غریب ہیں۔ لیکن ہم غریب غریب کی دہائی نہیں دیتے۔ ہم ان کا درد اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔ ہمارے ملک کے غریب عوام، ہمارے صوبے کے غریب عوام انصاف کے لیے سسک سسک کے دم توڑ دیتے ہیں تو ہم نے ان کے لیے یہ اقدام کیا ہے کہ 50 لاکھ روپے کی رقم مختص کی ہے تاکہ ان کو جلد انصاف مل سکے اور وہ وکیل کر سکیں۔ یہ جرم کیا ہے۔ یہ ہم نے گناہ کیا ہے۔ جناب والا! اور سنیئے ہمارا ایک گیارہواں جرم بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب نے فیصلہ کیا ہے کہ آئندہ سال 80 فی صد ترقیاتی کام دیہاتوں میں کیے جائیں گے۔ ہمیشہ دیہاتی لوگ یہ کہتے رہے اور دیہاتی لوگوں کو یہ شکوہ رہا

دیکھ خورشید ترقی ذرا انصاف سے کہہ
میرے گھر میں بھی تیری کوئی کرن آئی ہے

تو آج دیہاتی لوگ خورشید انصاف سے یہ نہ کہہ سکیں گے کہ ترقی کی کوئی کرن ہمارے کچے گھروندے میں نہیں آئی۔ ہم ان کچے گھروندوں میں چاندنیاں بچھا دیں گے اور اس کے لیے ہم نے 80 فی صد بجٹ رکھا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! ہمارا ایک بارہواں جرم بھی ہے۔ وہ بارہوں جرم کر کے بھی ہم فخر سے کہتے ہیں کہ ہم مجرم ہیں اور وہ جرم ہم نے یہ کیا ہے کہ صوبہ بھر میں نکاسی آب اور صاف پانی فراہم کرنے کے لیے 475 نئی سکیمیں دی ہیں۔ یہ صوبہ بھر کے لیے ہے۔ اگر میں اپنے جرموں کی فہرست گنواتی چلی جاؤں تو کئی دن اور کئی مہینے گزر جائیں کیونکہ یہ ڈیڑھ سال کے وہ کارہائے نمایاں ہیں جو حکومت پنجاب نے

کیے ہیں لیکن اگر میں مختصراً عرض کروں تو پھر میں آپ کی خدمت میں اور آپ کے توسط سے اپنے ان چارہ گروں کی خدمت میں یہ عرض کروں کہ ہمارے بجٹ "لفظ" کو توڑنے پھوڑنے سے پہلے' ہماری بجٹ کی تقریر کو تیا پانچا کرنے سے پہلے' جناب وزیر خزانہ پر رکیک حملے کرنے سے قبل آپ نے اس بجٹ کی روح کو پہچانا ہوتا۔ اس کی پیشانی پر لکھا تھا کہ "امن ملے تیرے بچوں کو اور انصاف ملے" اس کی پیشانی پر درج ہے کہ "امن ملے تیرے بچوں کو اور انصاف ملے' چاندی جیسا دودھ ملے اور پانی صاف ملے۔" (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! آج انہوں نے ہمارے سامنے کچھ وسائل رکھے ہیں لیکن میں آج یقین کے ساتھ آپ کی خدمت میں عرض کرتی ہوں کہ ہماری قوم کا مسئلہ' ہمارے صوبے کا مسئلہ آٹھویں ترمیم نہیں' صوبے اور قوم کا مسئلہ غیر ملکی قرضے نہیں۔ ہمارا مسئلہ پلانوں کی الاٹمنٹ نہیں۔ ہمارا مسئلہ فائیو سٹار ہوٹل نہیں۔ ہمارے یہ مسائل ہیں کہ ہمارے بچوں کو امن ملے' انصاف ملے۔ کھانا ملے اور پانی صاف ملے۔ جناب سپیکر! یہاں پر کچھ اعتراضات اٹھائے گئے۔ اس وقت اتفاق سے یا حسن اتفاق سے نہ تو یہاں پر رانا شوکت محمود موجود ہیں اور نہ جناب سلمان تاثیر موجود ہیں۔

معزز ممبران حزب اختلاف: ہم تو ہیں۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: آپ کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ **********

جناب سپیکر: آرڈر پلیز' ڈاکٹر بنگش بیٹھیں۔ آپ بیٹھیں۔ یہ الفاظ کارروائی سے حذف کیے جاتے ہیں۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ: جناب والا! میرے ایک دوست نے نہایت ہی غیر پارلیمانی بات کی ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ میں بشریٰ رحمٰن صاحبہ کا مچھ بننا چاہتا ہوں۔۔۔۔(قطع کلامیاں)۔۔۔۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب سپیکر! میں اپنی تقریر کو جاری رکھنا چاہتی ہوں۔

جناب سپیکر: آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

بیگم بشریٰ رحمٰن: جناب والا! اب ایسے موقعوں پر میں اپنی پارٹی کے معزز اراکین کی خدمت میں یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ یہ شرم سے اپنے سر نہ جھکایا کریں۔ شائستگی کسی کی میراث نہیں ہوتی۔ (نعرہ ہائے تحسین)

****** (بحکم جناب سپیکر حذف کر دیئے گئے)

آپ کی بہن کو خدا تعالیٰ نے یہ قدرت دی ہے کہ وہ حالات کا مقابلہ کرے۔ لیکن شائستگی، تہذیب اور خوب صورت زبان کسی کی میراث نہیں ہوتی۔ کبھی کبھی سیکھنا بھی پڑتی ہے۔ سلمان تاثیر صاحب نے یہ کہا بلکہ انہوں نے ہی نہیں کہا بہت سے معزز اراکین نے اس طرف سے کہا اور بار بار کہا کہ صوبائی اسمبلی پنجاب میں مرکز کا ذکر کیوں کیا جاتا ہے؟ جناب والا! یہ اعتراض پچھلے کئی اجلاسوں میں بھی اٹھایا گیا اور اب پھر اٹھایا گیا۔ میں آپ کی اجازت سے اس کی وضاحت کرنا چاہتی ہوں کہ بچپن میں ہم نے تاریخ اور جغرافیہ پڑھا تھا اور بہت سے معزز اراکین نے بھی پڑھا ہو گا۔ اس میں ایک سوال آیا کرتا تھا کہ دریاؤں کے ماخذ کیا ہیں؟ تو ہم اس کا جواب یہ دیا کرتے تھے کہ دریاؤں کے ماخذ پہاڑ ہوتے ہیں۔ پہاڑوں پر جب گرمیوں میں برف پگھلتی ہے۔ گلیشئر پگھلتے ہیں تو ان کا پانی چشموں کی صورت میں میدانوں میں چلا آتا ہے۔ اور دریاؤں میں ٹھاٹھیں مارتا ہے۔ یہ ہم اس کا جواب دیا کرتے تھے اب ہم سے پوچھا جائے کہ مرکز کا ماخذ کیا ہوتا ہے؟ صوبوں کا ماخذ کیا ہوتا ہے؟

تو ہم یہ عرض کریں گے کہ مرکز صوبوں کا ماخذ ہوتا ہے اور جب مرکز میں اس کی بے حسی کی برف اور گلیشیر پگھلتے ہیں تو پھر صوبوں میں محبت کے دریا ٹھاٹھیں مارتے ہیں۔ ایسے محبت کے دریا یہاں ٹھاٹھیں نہیں مار سکتے۔

جناب سپیکر! دوسری بات یہ ہے کہ انسان کی فطرت ہے کہ جب بیماری، لاچاری، دکھ اور اندوہ ناکی میں تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے۔ اسے چوٹ لگتی ہے تو سب سے پہلے اس کی زبان پر اس شخص کا نام آتا ہے جو اسے سب سے پیارا لگتا ہے اور اس کے دل کے قریب ہوتا ہے۔ اس وقت انسان یا تو خدا کو پکارتا ہے یا پھر وہ نام پکارتا ہے جو اس کے دل کے قریب ہوتا ہے۔ جب آدمی کو تکلیف پہنچے تو وہ اپنی زبان میں "ہائے اللہ"، "ہائے ربا" کہتا ہے۔ یا "ہائے اماں"، "ہائے بے بے" کہتا ہے۔ جب اسے گھٹنے پر، کہنی پر چوٹ لگے۔ جب بہت زور کی چوٹ لگے تو وہ کہتا ہے۔ "ہائے اللہ"۔ نہ کہہ سکے تو کہتا ہے "ہائے اماں"۔ حضور! اب یہاں پر یہ بتانا مقصود ہے کہ مرکز سے ہمارا وہ تعلق ہے جو بچوں کا ماں سے ہوتا ہے۔ جب پنجاب کے کسی حساس صوبے پر چوٹ لگے گی، ہم "ہائے مرکز" ضرور کہیں گے۔ ہم "ہائے مرکز" ضرور کہیں گے۔ اور ہم اس کے لیے "ہائے مرکز" کہتے ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ یہ تو بات ہو گئی کہ جو رشتہ دل کے قریب ہوتا ہے۔ تکلیف میں آدمی اس کو پکارتا ہے۔ (قطع کلامیاں) جناب سپیکر! میں اس شور میں تقریر کرتی رہوں یا بیٹھ جاؤں؟

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ مہربانی سے کوئی مداخلت نہ کی جائے۔

بیگم بشریٰ رحمٰن، جناب سپیکر! یہاں پر بہت باتیں ہوئی اور اس میں جناب وزیر اعلیٰ کے "صوابدیدی فنڈ" پر بہت کیچڑ اچھالا اور بہت رکیک حملے کیے گئے اور جناب سلمان تاثیر صاحب اس ایوان میں پیش کرنے کے لیے ہر اجلاس میں اتنی بہت ساری پرچیاں اٹھا کر لے آتے ہیں۔ ماموں فضلا' چاچی زینبے' بوا صغریٰ وغیرہ قسم کی بہت سی پرچیاں اٹھا کر لے آتے ہیں مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں مستقبل میں ان کا نام "پرچی بابو" نہ پڑ جائے۔ وہ ہیں بابوؤں جیسے۔ وہ پرچیاں اٹھا کے لے آتے ہیں اور یہ نہیں فرماتے کہ ہر صوبے کے وزیر اعلیٰ کا صوابدیدی فنڈ ہوتا ہے اور "صوابدید" کو کیا کہتے ہیں؟ یہ بھی انہیں نہیں معلوم۔ وزیر اعظم کا بھی صوابدید فنڈ ہے۔ یہ بھی انہیں معلوم ہے؟ لیکن حضور! کیا کیجئے کہ یہ ہماری قسمت میں رقم ہے کہ ہمارے وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی فنڈ میں سے "صواب" نکل جاتا ہے۔ بس "دیدی"، "دیدی" رہ جاتی ہے اور ان کا جو صوابدیدی فنڈ ہے اس میں "ثواب" بھی رہتا ہے اور "دیدی" بھی رہتی ہے اور ان کے جو عذاب ہیں' وہ ہمارے حصے میں آ جاتے ہیں۔

حضور والا! پولیس کے بارے میں یہاں پر بہت کچھ کہا گیا۔ لیکن ایک بات جو میں آپ کی خدمت میں عرض کرنا چاہتی ہوں وہ یہ ہے کہ حکومت پنجاب پر آپ چاہے ایک لاکھ الزامات بھی لگا دیں لیکن اب بھی میں یہ سمجھتی ہوں کہ حکومت پنجاب کے بہت سے گناہ صرف اس لیے معاف کر دیے جائیں گے کہ یہ پولیس کو از سر نو منظم کر رہی ہے' ترتیب دے رہی ہے۔ اس کی تطہیر نفس کر رہی ہے اور پولیس میں بہت زیادہ لوگوں کی بھرتی کر کے جرائم کا خاتمہ کر رہی ہے (نعرہ ہائے تحسین) یہ بے تحاشا کنسٹیبلوں کی بھرتی کے بارے میں مختلف انداز میں باتیں کی گئیں۔ جب کوئی وی آئی پی آتا ہے۔ وہ ہمارا ہو' ان کا ہو یا کوئی بین الاقوامی ہو تو پنجاب کی ساری پولیس شہد کی مکھیوں کی طرح اس کو چھتا کیے ہوئے ہوتی ہے اور شہر بالکل خالی' ویران اور سنسان ہوتا ہے۔ اس وقت شہر میں مزید پولیس کی ضرورت ہوتی ہے۔ مزید بھرتیاں اس لیے کی گئی ہیں کہ ان دنوں میں جب کوئی وی آئی پی آئے ہوئے ہوتے ہیں تو باقی لوگ اپنی اپنی ڈیوٹی پر ہوں اور وہ ڈیوٹی دیں۔ وقت کی کمی کی وجہ سے میں وہ پوری لسٹ آپ کی خدمت میں پیش نہیں کر سکتی جو یہاں پر پولیس کی تطہیر کرنے کے لیے کی جا رہی ہے لیکن میں آپ کی خدمت میں اتنا ضرور عرض کر سکتی ہوں کہ جتنے واقعات ہو رہے ہیں۔ افسوس کی بات ہے کہ پنجاب میں جو واقعات ہو رہے ہیں وہ تو

یہاں آ کر نام بنام بیان کیے جاتے ہیں لیکن ان واقعات کا کبھی کسی نے ذکر نہیں کیا کہ جو نہیں ہو رہے۔ کچھ واقعات ہیں جو نہیں بھی ہو رہے۔ اور خدا کا شکر ہے کہ وہ نہیں ہو رہے۔ آپ اگر ہونے کی نفی کرتے ہیں تو نہ ہونے کا بھی شکر ادا کریں کہ پنجاب پولیس کی وجہ سے' پنجاب حکومت کی وجہ سے' پنجاب کے امن و امان کی وجہ سے' پنجاب کی سمجھوتہ کر لینے کی عادت کی وجہ سے یہاں پر ہمیں وہ امن و امان نظر آ رہا ہے جو ہمیں صوبہ سندھ اور دوسرے صوبوں میں نظر نہیں آتا۔

جناب سپیکر! رانا شوکت محمود نے جس وقت یہ فرمایا کہ 52 فی صد خواتین کے لیے یہاں کچھ نہیں کیا گیا اور عورتوں کے لیے یہ نہیں کیا' وہ نہیں کیا اور وہ بڑی درد مندی کے ساتھ عورتوں کی حمایت میں بڑی خوبصورت تقریر کر رہے تھے۔ میں اس وقت انہیں ٹوکنا پسند نہ کرتی تھی۔ لیکن اب ان کی خدمت میں یہ عرض ہے اور پھر ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی کہا کہ چیئر لفٹ کی کیا ضرورت ہے؟ یہ تو ایک بہت ہی غریب ملک ہے۔ جی' ہم سمجھتے ہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ روٹی' کپڑا' مکان زیادہ ضروری ہیں۔ یہ چیئر لفٹ سے زیادہ ضروری ہیں لیکن اگر برگر کی دکانیں ہوں گی تو وہاں تو چیئر لفٹ کی ضرورت بھی ضرور محسوس کی جاتی رہے گی۔ اگر خواتین کے حقوق کی بات کی جائے گی تو ان خواتین کی بات ضرور کی جائے گی جنہیں پندرہ پندرہ سو روپے میں انڈونیشیا' ملائشیا سے خرید کر لایا جاتا ہے' ریسٹورانوں میں ملازم کیا جاتا ہے اور مقہور اور مجبور عورتوں کو موٹروں میں جا کے آرڈر لینے پر مجبور کیا جاتا ہے۔ کیا ان کے لیے بھی کوئی قانون بنایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ اگر ان کا خیال نہیں کیا جاتا تو پھر ان کا کیا خیال کیا جائے گا؟

جناب سپیکر! آپ کا شکریہ۔ آپ نے (وقت ختم ہونے کی) گھنٹی بجا دی ہے۔ میں نے اپنے اور حکومت پنجاب کے تمام جرموں کا اعتراف کر لیا ہے۔ میرا جرم بھی دیکھ۔

میرا ظرف دیکھ چپ ہوں غم بے کراں کو لے کر
نہ شکن سے راز ہویدا نہ جبیں سے آشکارا

جناب سپیکر! آخر میں' میں حزب اختلاف اور حزب اقتدار کی خدمت میں صرف یہ عرض کرنا چاہتی ہوں کہ کل جب جناب پرویز صالح بہت خوب صورت تقریر فرما رہے تھے تو لوگ بہت ڈیسک بجا رہے تھے۔ حالات یہ ہیں کہ ایسی تقریروں پر ڈیسک بجانے کی ضرورت نہیں تھی۔ دل بجانے کی ضرورت تھی (نعرہ ہائے تحسین) جناب والا! اس فلور پر آپ نے ہمارا زور بیان دیکھ لیا۔ ضمنی انتخابات میں زور

انتخابات دیکھ لیا۔ ڈیڑھ سال میں آپ نے رسہ کشی کی ہر ادا دیکھ لی۔ لیکن کیا پایا؟ کچھ بھی نہیں پایا آپ لوگوں نے کچھ بھی نہیں پایا ہم لوگوں نے۔ آج کہتے ہیں کہ جی' بونوں والے اس انتظار میں ہیں۔ ہمارے تو دل خود بھی دھڑکتے رہتے ہیں۔ ہم تو خود بھی آپ سے یہ کہتے ہیں کہ سمجھوتے کی ادا سیکھیے۔ محبت کی ادا سیکھیے۔ ان اسمبلیوں میں بیٹھنے کی ادا سیکھیے۔ آگئے ہیں تو اس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیجئے۔ فضائیں کیا کہہ رہی ہیں؟ ہوائیں کیا کہہ رہی ہیں؟ افواہیں کیا کہہ رہی ہیں؟ دلوں کی آہیں کیا کہہ رہی ہیں؟ کل کا کسی کو کچھ معلوم نہیں۔ لیکن آج ہمارا ہے۔ آج ہمیں کل کی ساری رنجشیں' کل کی آلائشیں' کل کی غلطیاں' کل کی کوتاہیاں' کل کی بھول' کل کے گناہ' کل کے جرم' اور کل کے انتقام بھول کر آج یک جہتی کے ساتھ پاکستان میں جمہوریت کو چلانا پڑے گا۔ جناب سپیکر! یہاں پر جمہوریت کا "جمعہ بازار" لگانے کی ضرورت نہیں۔ آئین اور دستور کو ریڑھی پر رکھ کر بیچنے کی ضرورت نہیں۔ اس کو دلوں میں سجانے کی ضرورت ہے۔ شاید آپ کو معلوم نہیں' شاید ہم کو معلوم نہیں اور کوئی بھی نہیں جانتا کہ:

اب کے بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر! ان سے کہیں کہ میری آخری بات سنیں۔ میری آخری بات سنیے۔ ہم نے یہ کبھی نہیں کہا کہ اس طرف سارے فرشتے ہیں اور ہم نے کبھی نہیں کہا کہ اس طرف سارے شیطان ہیں۔ کچھ فرشتے آپ کے ساتھ ہیں' کچھ شیطان ہمارے ساتھ ہیں (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب سپیکر! میں نے یہ کہا ہے۔ آپ اپنے فرشتوں کو پہچانیں۔ ہم اپنے شیطانوں کو پہچانیں۔ خدا کے واسطے' یہ وقت ہے۔ اور وقت آپ سے یہ کہتا ہے کہ:

اب کے بچھڑے تو شاید کبھی خوابوں میں ملیں
جس طرح سوکھے ہوئے پھول کتابوں میں ملیں
تو خدا ہے نہ میرا عشق فرشتوں جیسا
دونوں انسان ہیں تو کیوں اتنے حجابوں میں ملیں

شکریہ۔

جناب سپیکر، نواب احمد بخش تھہیم۔

نواب احمد بخش تھہیم: جناب سپیکر! یہ بجٹ کبیر والا کے لیے پچھلے سال جیسا ہے۔ کبیر والا کے لیے کچھ نہیں رکھا گیا اور میں کبیر والا کے لیے کچھ نہیں مانگتا۔ میں وفاقی حکومت اور اپنی وزیر اعظم سے عرض کروں گا کہ وہ ہمارے علاقہ کا کچھ خیال کریں۔ ہمیں ان لوگوں سے کوئی توقع بھی نہیں تھی۔ انہوں نے میرے علاقہ میں جتنی نہریں تھیں اس کے تمام درخت کاٹ دیے ہیں۔ بیج کھائے ہیں۔ یہاں انگریز سو سال رہا۔ اس نے ایک ڈیم بنایا اور نہروں کا جال بچھایا۔ درخت نہروں کی خوب صورتی ہوتے ہیں۔ غریب لوگ ان سے استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ سائیکلوں پر اپنے بیوی بچوں کو وہاں سیر کے لیے لے کر جاتے ہیں لیکن جب امیر لوگ درخت ہی بیچ کھائیں تو ان کو عوام کا کیا احساس ہے۔ انہیں کوئی احساس نہیں۔

پچھلے مہینے کی 23 تاریخ کو میں بی بی سی سن رہا تھا کہ پاکستان میں حقوق انسانی اور پاکستانی تھانوں میں کیا ہوتا ہے؟ میں دیکھ رہا ہوں کہ میرے تھانے نواں شہر جس کا ایڈیشنل ایس ایچ او ساجد ہے۔ چونکہ یہاں پر خواتین بیٹھی ہیں۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ بی بی سی میرے تھانے کی ترجمانی کر رہا ہے۔ جو کچھ وہاں ہو رہا ہے ہمارے دوست وہاں تھانوں کے اردگرد ایسے ڈیرے ڈالے پڑے ہیں جیسے باکس بے کے واقعے کی hits بنے ہوئے ہیں۔ ملزم دو گھنٹے پہلے گھر پہنچتا ہے اور مدعی دو گھنٹے بعد میں پہنچتا ہے۔ وہاں کوئی شنوائی نہیں۔ راہ گیروں کو روز روشن میں گزرتے ہوئے لوٹ لیا جاتا ہے۔ کوئی پوچھنے والا نہیں۔ تھانے میں جاتے ہیں تو کوئی شنوائی نہیں۔ میں نے تھانوں کے متعلق تحریک استحقاق نہیں دی لیکن میں یہ صحیح بتا رہا ہوں کہ تھانوں میں کوئی سنتا نہیں۔ عوام کے ساتھ زیادتیاں ہو رہی ہیں۔

(اس مرحلے پر جناب صفدر شاکر صاحب کرسی صدارت پر متمکن ہوئے)

نشتر ہسپتال میں میرے علاقے کی ایک عورت تین دن پڑی رہی کسی نے داخل نہیں کیا۔ پھر سول ہسپتال میں لایا گیا پھر بھی داخلہ نہیں ملا۔ پھر کبیر والا میں لایا گیا یہاں چار دن رکھ کر پھر نکال دیا گیا۔ وہاں تھانے والوں نے 323 اور 13۔20۔ 65 کا پرچہ دیا جیسے اس عورت کو مارا گیا حالانکہ اس کا حمل بھی گر گیا۔ جناب والا! یہاں علامہ احسان الٰہی کا قتل ہوا۔ مولانا حق نواز جھنگوی کا قتل ہوا۔ علامہ عارف الحسینی کا قتل ہوا۔ حق نواز جھنگوی کے قتل کا کسی کو پتا نہیں کہ اس کو شیعوں نے قتل کیا

یا جھنگ والوں نے یا اس کے معتقدین نے قتل کیا۔ لیکن کبیر والا میں ثمر کی سنت ادا کی گئی اور شیعوں کے گھروں کو آگ لگائی گئی۔ سادات شیعہ خواتین ایک گھر جلتا تھا تو دوسرے گھروں میں چھپتی تھیں۔ دوسرے گھر کو آگ لگائی جاتی تھی تو تیسرے گھر میں جا کر چھپتی تھیں۔ وہاں لاکھوں روپے کا نقصان ہوا اور حاکم وقت نے پوچھا تک نہیں۔ وہاں لاکھوں روپے کا جو نقصان ہوا ہے وہ سب قاتل کبیر والے کے نہیں تھے۔ علامہ احسان الٰہی کا قتل کبیر والے کے آدمی نے نہیں کیا۔ وہ کسی جھنگ والے نے کیا۔ اس کی پشت پناہی وزیر اعلیٰ خود کر رہے ہیں اور اس کو کبیر والے کے آدمی نے قتل نہیں کیا۔ جس نے کیا اس کو پوچھتا کوئی نہیں اور کبیر والا میں آگ لگائی گئی ہے۔ بلکہ قزاقی کو ہوا دی جا رہی ہے۔ مکینوں کا کوئی پرسان حال نہیں۔ جن کی پشتوں کی کمائی لی گئی ان کی کوئی حق رسی نہیں کر رہا۔ میں عرض کروں گا کہ مولانا صاحب اپنے آدمیوں کو پہچان کر باہر نکلتے تھے۔ یہ تمام علم کبیر والا میں کیوں ہو رہا ہے؟ علامہ احسان الٰہی کے قاتل اور جس ڈی آئی جی نے یہ پلاننگ کی میں اس کو جانتا ہوں جس ڈی ایس پی نے اس کی انکوائری کی وہ ریٹائر ہو چکا ہے۔ میں اس کو بھی جانتا ہوں یہاں لاہور میں وہ تمام لوگ رہتے ہیں ان کو پوچھا تک نہیں گیا۔ لیکن کبیر والا میں آگ لگا دی گئی اور تا حال اس حکومت کا حق رسی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں۔ اگر وہاں کوئی ان کا پرسان ہوتا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کبیر والا میں باغات ہیں اور وہاں کے لوگ بہت مالیہ دیتے ہیں لیکن ہم لیتے کچھ نہیں ہیں۔ نہ یہاں سے کچھ ملتا ہے۔ نہ ہم مانگتے ہیں اور مانگنا بھی اپنی توہین سمجھتے ہیں۔

جناب والا! پیپلز ورکس پروگرام ہمارے ضلع میں ہے۔ اگر پیپلز ورکس پروگرام کا ایڈمنسٹریٹر کچھ کام کرے تو انشاء اللہ مرکز سے بھی کچھ مل جائے گا۔ یہ تو اپنے تحفظ میں لگے ہوئے ہیں لیکن ایسا ہونا نہیں چاہیے تھا۔ یہاں تو یہ حال ہے۔

بزرگی بہ عقل است نہ بہ سال
تونگری بدل است نہ بہ مال

یہاں تونگری تو ہے لیکن وہ رواداری نہیں۔ شیخ سعدی علیہ رحمت نے ایک شعر کہا۔ حکم بدہن یہ الفاظ میرے نہیں۔ میری کیا جرات میری کیا مجال۔ وہ شعر کہتے ہیں۔

گربہ میرد سگ وزیر دموش را دربا کنند
ای چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

نوابزادہ غضنفر علی گل: اس کا ترجمہ بھی ہو جائے۔

نواب احمد بخش تھہیم: ترجمہ آپ خود کو لیں۔ جو حالت ہمارے علاقوں کی بنی ہوئی ہے وہ اخبارات تک نہیں پہنچتی۔ جو ظلم اور زیادتیاں وہاں ہو رہی ہیں اس کا کسی کو کچھ علم نہیں۔ یہ بجٹ تو پچھلے سال بھی یہی تھا اب بھی وہی ہے۔اس سے تو کوئی علاقے کے سکون میں تبدیلی نہیں آئی۔ ہر حاکم وقت اور جو اسلام کے ٹھیکے دار بنتے ہیں' آئی جے آئی کے سربراہ ہیں' ان کو تو چاہیے تھا کہ اسلام کے مطابق وہاں انصاف ملتا۔ وہاں ظالموں کو سزا دی جاتی۔ چوروں کو پکڑا جاتا' ڈاکوؤں کو پکڑا جاتا۔ کلاشنکوفوں کے متعلق پولیس پوچھتی ہی نہیں۔ تو میں عرض کروں گا کہ جناب غضنفر صاحب نے کہا ہے کہ فارسی کا ترجمہ ہو جائے اگر وہ فارسی نہیں جانتے تو پھر میں ترجمہ بھی کر دیتا ہوں جو اچھا نہیں لگے گا۔ اس میں ہے کہ بھیڑیا امیر ہے۔ گرگ میرو سگ وزیرو۔ تو وہ وزیر ہیں موش دیوان می شود۔ چوہے جو ہیں وہ حکومت کے دیوان ہیں۔ "می چنیں ارکان دولت ملک ویراں می شود"۔ اگر ایسے ہی کار بردار ہے تو یہ صوبہ ختم ہو جائے گا۔ اور ان کی حکومت ختم ہو جائے گی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی: جناب والا! یہ "گرگ" ہے یا "گربہ" ہے؟

گربہ میرو سگ وزیر موش را دربا کنند
ایں چنیں ارکان دولت ملک را ویراں کنند

تو یہ گربہ ہے یا گرگ ہے؟ گربہ اس وقت کون ہے؟ یہ گربہ بلی کو کہتے ہیں۔ بلی اس وقت امیر ہے۔ گربہ میرو سگ وزیرو۔ یہ انہوں نے ترمیم کر کے شیخ سعدی علیہ رحمت کا شعر بگاڑ کر گرگ بنا دیا ہے۔ یہ گرگ نہیں بلکہ گربہ ہے۔ یہ مثال انہی پر صادق آتی ہے۔ یہ شعر شاید انہوں نے اپنے لیے پڑھا ہے کہ اس وقت گربہ میرو ہم پر مسلط ہے۔ یعنی ایک عورت کا عذاب ملک پر آیا ہوا ہے۔ اللہ کرے اس سے جان چھوٹ جائے۔

جناب چیئرمین: یہ ٹھیک ہے۔ اسے ملتانی زبان میں کہا گیا ہے۔

نواب احمد بخش تھہیم: جناب والا! عورتوں نے حکومت کی ہے۔ قرآن میں ہے۔ بلقیس ملکہ صبا بھی حکمران رہی اور حضرت سلیمان نبی رہے۔ نبی کی بیوی حکومت کرتی رہی اور حضرت سلیمان نبی رہے اور کوئی فرق نہیں پڑا۔ بی بی عائشہ صدیقہ جنگ جمل میں آئی۔ عورتوں نے حکومت کی۔ عورتوں نے سربراہی کی۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر! یہ غلط بات کر رہے ہیں۔ جہاں تک محترمہ کے وزیر اعظم ہونے کی بات ہے وہاں تک تو یہ رکھیں۔ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام لیتے ہیں۔ غلط کہتے ہیں۔ عائشہ صدیقہ کبھی کسی ملک کی سربراہ نہیں رہیں۔ اگر انہوں نے جنگ میں شرکت کی ہے تو وہ بھی پردے میں، ہودج میں اور وہ بھی اس پر آخر عمر تک اس شکست پر افسوس کرتی رہی ہیں۔ کہاں حضرت عائشہ صدیقہ اور کہاں بے نظیر۔ یہ آسمان و زمین کا فرق ہے۔ کہاں یہ مثالیں دیتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

نواب احمد بخش تھہیم، جناب والا! میں یہ مثال کلام پاک سے دے رہا ہوں کہ عورتوں نے حکومت کی ہے۔ (قطع کلامیاں)

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! جب وہ مسلمان ہو گئیں تو اس وقت ان کا نکاح عتبہ حاکم سے کر دیا گیا اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکومت اس کے سپرد کر دی تھی۔ جب تک وہ مشرکہ تھی مومن نہیں تھی۔ اس وقت حکمران تھی اور جب وہ مسلمان ہو گئی تو اس کی شادی ایک مسلمان حکمران عتبہ سے کی گئی اور پھر حکومت ان کے سپرد کر دی گئی۔ یہ آپ مثالیں لاتے ہیں۔ اگر آپ یہ باتیں کریں گے تو پھر ہمیں بھی حق ہو گا کہ ہم قرآن و سنت کی روشنی میں بتائیں کہ کیا ایک عورت اسلامی ملک کی وزیراعظم ہو سکتی ہے یا نہیں؟ آپ کو ایسی بات نہیں چھیڑنی چاہیے۔ اگر آپ یہ باتیں یہاں لائیں گے تو پھر ہم بھی بتائیں گے۔ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین، چنیوٹی صاحب! تشریف رکھیں۔ ہاؤس کو چلنے دیں۔ میں تھہیم صاحب سے گزارش کروں گا کہ وہ بجٹ کے اندر رہ کر تقریر کریں۔ چنیوٹی صاحب! آپ کی باری آ رہی ہے۔ آپ اپنی باری پر بات کریں۔ اور ان کو بات مکمل کرنے دیں۔

جناب علی اکبر مظہر وینس، جناب والا! محترمہ فاطمہ جناح کو تمام علماء کرام نے support کیا تھا جب وہ صدارت کی امیدوار تھیں۔

جناب چیئرمین، وینس صاحب! آپ تشریف رکھیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! یہ غلط معنی کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین، چنیوٹی صاحب! آپ کی باری آئے گی۔ آپ اپنی باری پر بات کریں۔ وینس صاحب

آپ تشریف رکھیں۔ جب آپ کی باری آئے گی تو آپ تقریر کرلیں۔ چنیوٹی صاحب! تشریف رکھیں۔ تھہیم صاحب! آپ اپنی تقریر مکمل کریں۔ آپ کا صرف ایک منٹ باقی ہے۔

نواب احمد بخش تھہیم، جناب والا! ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہ کے پاس چند اللہ کے نیک بندے بیٹھے ہوئے تھے۔

چودھری زاہد پرویز، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں تو فرمائیے۔

چودھری زاہد پرویز، جناب والا! میں آپ کی وساطت سے مولانا صاحب سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا ملک کی وزیر اعظم رات کے اندھیرے یا گولی کے زور پر یا کسی اور طریقے سے پاکستان میں برسر اقتدار آئی ہیں؟ ان کو تو عوام نے، پاکستان کے مسلمانوں نے اس ملک کی مسند پر بٹھایا ہے۔ وہ جمہوریت کے ذریعے، ووٹ کے ذریعے ملک کی وزیراعظم بنی ہیں۔ ان کو ایسی باتیں نہیں کرنی چاہییں۔

جناب چیئرمین، شکریہ۔ تھہیم صاحب! آپ اپنی بات مکمل کریں۔ آپ کا صرف ایک منٹ رہ گیا ہے۔

نواب احمد بخش تھہیم، جناب والا! میں آخر میں ایک بات سنا کر اپنی تقریر ختم کرتا ہوں۔ ایک دفعہ حضرت علی کرم اللہ وجہ تشریف فرما تھے اور چند نیک لوگ ان کے پاس بیٹھے تھے۔ آپ نے پوچھا کیسی گزر رہی ہے؟ انہوں نے کہا یا حضرت مل جاتا ہے تو شکر کرتے ہیں نہیں ملتا تو بھی شکر کر کے سو رہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ یہ کتے کی عادت ہے۔ انہوں نے کہا کہ آپ کیا فرماتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ اگر نہیں ملتا تو شکر کرتے ہیں ملتا ہے تو اوروں کو دے دیتے ہیں تو ہم بھی ایسے ہی ہیں۔ نہیں ملتا تو شکر کرتے ہیں۔ مالیہ آپ کو دے رہے ہیں۔ آپ کو کبیر والا سے لاکھوں روپے کا مالیہ آتا ہے لیکن یہاں یہ حاکم ایک پائی بھی خرچ کرنے کو تیار نہیں۔ ہم دیتے رہیں گے۔ مالیہ بھی ادا کرتے رہیں گے لیکن یہ انصاف کا تقاضا نہیں۔ اگر حاکم بھی بے انصاف ہو جائے تو پھر اس ملک کا خدا حافظ ہے۔ میں ان الفاظ کے ساتھ آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

جناب چیئرمین، جناب اصغر علی گجر صاحب!

چودھری اصغر علی گجر، جناب سپیکر! آپ نے ایک نواب کے بعد میرا نام پکارا ہے۔ اس طرح نواب

کو میرے نام سے پہلے ہی بیٹھنے پر مجبور ہونا پڑا ہے۔ میں اس پر آپ کا بے حد مشکور ہوں۔ اس ایوان میں بجٹ پر بہت سی باتیں ہو چکی ہیں اور دوستوں نے تائید اور تنقیدی نکتہ نظر سے اپنی اپنی بات کی ہے۔ بہرحال ایک بجٹ ہونے کے ناطے سے کسی بجٹ کی اس طرح تعریف کی جا سکتی ہے کہ کم سے کم پیسے میں زیادہ سے زیادہ ترقیاتی منصوبوں پر کام کیا جائے۔۔۔

محترمہ بیگم صغیرہ اسلام، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں آپ کی توجہ کورم کی طرف دلانا چاہتی ہوں کہ کورم پورا نہیں۔ پہلے کورم پورا کرایا جائے اس کے بعد تقریر جاری رکھی جائے۔

جناب چیئرمین، گنتی کی جائے۔ (اس مرحلہ پر گنتی کی گئی) چونکہ کورم پورا نہیں لہذا گھنٹیاں بجائی جائیں۔

(اس مرحلہ پر گھنٹیاں بجنی شروع ہوئیں)۔

جناب چیئرمین، دوبارہ گنتی کی جائے۔ (گنتی کی گئی) کورم پورا ہے۔ جی' چودھری اصغر علی گجر صاحب۔

چودھری اصغر علی گجر، جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ بجٹ کی یہ سب سے بڑی خوبی ہوتی ہے کہ کم سے کم پیسوں میں زیادہ سے زیادہ ترقیاتی منصوبوں پر کام کیا جائے تو اس طرح پنجاب کے بجٹ میں کم سے کم ٹیکس لگا کر زیادہ سے زیادہ ترقیاتی منصوبوں کو جاری کیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے یہ بجٹ ایک متوازن بجٹ کہلائے گا لیکن اس میں بار بار جو ایک بات پنجاب حکومت کی طرف سے شکوے کے طور پر کی جاتی رہی ہے اس بارے میں' میں وزیر خزانہ سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ تو میں ان کی سُستی کہہ سکتا ہوں یا ان کی کوتاہی کہہ سکتا ہوں کہ جب انہوں نے بار بار اس بات کا ذکر کیا ہے کہ پنجاب کو مرکزی حکومت کی طرف سے اس کا پورا حصہ نہیں ملا ہے اس وجہ سے یہ بجٹ اتنا اچھا نہیں ہو سکتا جتنا اچھا ہونا چاہیے تھا اگر پنجاب کو مرکز کی طرف سے جو اس کا 59 فی صد بنتا ہے مل جاتا تو یقیناً یہ بجٹ اچھا اور سب سے بہتر بجٹ ہوتا تو اس بارے میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر اس ایوان کے اندر یا اس ایوان سے باہر وزیر خزانہ یا ہمارے اور ساتھی پنجاب پیپلز پارٹی سے رابطہ کرتے اور ان کو یہ بات بتاتے کہ ہمارا بجٹ ہمارے حق سے کم دیا جا رہا ہے تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ اس بات میں ہمارے معاون بنتے اور ہمارا حق ضرور لے کر دیتے اس لیے کہ پنجاب کی پیپلز پارٹی کسی وجہ سے نواز شریف کی مخالف تو ہو سکتی ہے وہ اسلامی جمہوری اتحاد کی مخالف تو ہو سکتی ہے لیکن وہ

پنجاب کے عوام کی مخالفت نہیں کر سکتی وہ ضرور پنجاب کے عوام کے حقوق کے لیے لڑتی اور اس حق کے لیے نہ وہ اپنی قیادت کو آڑے آنے دیتی نہ ہی کسی حکم ران کو آڑے آنے دیتی تو اگر یہ کوشش کی جاتی تو میں یہ سمجھتا کہ پنجاب پیپلز پارٹی پنجاب کے حقوق کے لیے ضرور مرکز سے بات چیت کرتی اور مرکز سے اپنا حق لینے کے لیے پنجاب حکومت کی حمایت کرتی اسی طرح اس ضمن میں میں یہ بھی بات کرنا چاہتا ہوں کہ بجٹ بنانے یا بجٹ کو پیش کرنے کے لیے ہمیشہ پیسوں کی ضرورت ہوتی ہے اور رقم حاصل کرنے کے لیے ایسے منصوبوں کی ضرورت ہوتی ہے جن سے آمدن حاصل کی جا سکے۔ میں یہ بھی سمجھتا تھا کہ اس بجٹ کو پیش کرنے سے پہلے وزیر خزانہ کو چاہیے یہ تھا کہ وہ کالا باغ ڈیم بنانے کے لیے بھی پنجاب پیپلز پارٹی سے بات کرتے اور انہیں اس بات کی دلیل دیتے اور انہیں دلائل سے یہ بات سمجھاتے کہ کالا باغ ڈیم پنجاب کے آئی۔جے۔آئی کے لوگوں کو تقویت نہیں پہنچائے گا ان کے کھیتوں کو سیراب نہیں کرے گا بلکہ انہیں یہ بات سمجھاتے کہ آپ لوگ غریبوں کی پیداوار ہیں۔ غریبوں سے اٹھے ہیں اور اگر کالا باغ ڈیم بن گیا تو یہ پنجاب کے غریبوں کو نہیں بلکہ سندھ کے غریب لوگوں کی بلکہ ملک کے غریب لوگوں کی زمینوں کو سیراب کرے گا غریب کاشت کاروں کی زمینوں کو سیراب کرے گا۔ جب وہاں پر کھیتیاں لہلہائیں گی تو اس کی آمدن سے کارخانے چلیں گے اور کارخانوں میں مزدور روزی کمائیں گے۔ مزدوروں کا کام بنے گا۔ جب ہمارے وزیر خزانہ پنجاب پیپلز پارٹی کو سمجھاتے تو وہ غریبوں کے ناتے سے مزدوروں کے ناتے سے اس بات پر ضرور تیار ہو جاتے اور وہ میرے خیال میں کبھی بھی لیت و لعل نہ کرتے اور وہ غریب کسانوں کے ناتے سے اپنی قیادت سے لڑ جاتے۔ وہ اپنے اس ملک کے حکم رانوں سے لڑ جاتے اور پنجاب کا حق ضرور پنجاب کو لے کر دیتے۔ میں سمجھتا ہوں کہ وزیر خزانہ سے ہی کوتاہی ہوئی۔ انہیں یہ بات ضرور پنجاب پیپلز پارٹی سے کرنی چاہیے تھی۔

جناب والا! اسی سلسلے میں میں ایک اور بات کرنا چاہتا ہوں جو اگلے دنوں ہمارے محترم ساتھی جناب سلمان تاثیر صاحب کی طرف سے کی گئی۔ انہوں نے ارشاد فرمایا کہ میں رحیم یار خان گیا اور وہاں پر جا کر دیکھا کہ سندھ سے آئے ہوئے آبادکار وہاں پر موجود نہ تھے بلکہ 70 یا 80 کے قریب لوگ وہاں کیمپوں میں موجود تھے جو اردو بولتے تھے۔ میں یہ کہتا ہوں اور ویسے بھی یہ بات پنجاب حکومت کی طرف سے نہیں کی گئی تھی کہ وہاں پر سندھ سے آئے آبادکاروں کے ٹینٹ لگائے جا رہے ہیں بلکہ یہ بات کی

گئی تھی کہ وہاں پر سندھ سے آئے ہوئے آبادکاروں کی رجسٹریشن کی جا رہی ہے۔ میں آج بھی یہ بات دعویٰ سے کہتا ہوں کہ سندھ کے بہت سے لوگ سندھ میں حالات کی خرابی کی وجہ سے خوف و ہراس کی وجہ سے پنجاب میں پہنچے ہیں اور پنجاب میں ان کے عزیز و اقارب موجود ہیں وہ ان کے گھروں میں چلے گئے ہیں۔ میرے پاس ایک آدمی آیا اس نے یہ بات کی کہ میں سندھ سے نکالا گیا ہوں وہاں سے اپنی زندگی بچانے کے لیے یہاں پہنچا ہوں میرے پاس کچھ پیسے ہیں مجھے کچھ زمین لے دی جائے میں اپنے بچوں کو یہاں پر رکھنا چاہتا ہوں اور زمین کو آباد کرنا چاہتا ہوں۔ حالات ٹھیک ہو جانے پر میں سندھ چلا جاؤں گا تو میں یہ کہتا ہوں کہ پنجاب کی پیپلز پارٹی اس بات کا دعویٰ کرتی ہے کہ وہاں کے لوگ نہیں آئے اگر آئے ہیں تو وہ ان کو آباد کرنے کے لیے تیار ہیں تو میں یہ گزارش کروں گا کہ اس ایوان میں سے ایک ایسی کمیٹی تشکیل کی جائے جو ان آباد کاروں کی رجسٹریشن کرے اور وہ کمیٹی اس بات کی ذمہ دار ہو کہ جہاں جہاں سے سندھ سے کوئی آباد کار خوف و ہراس کی وجہ سے نکلا ہے وہ کمیٹی وہاں پر جا کر ان کو آباد کرے کیونکہ ہمارے ساتھ پیپلز پارٹی کے نمائندے ہوں گے اور سندھ میں حکومت پیپلز پارٹی کی ہے وہ وہاں جا کر ان سے بات کر کے وہاں پر ان کو امان بھی حاصل کر کے دیں گے اور ان کی آباد کاری میں بھی معاون بن سکیں گے۔

جناب والا! رانا شوکت صاحب نے ایک بات فرمائی تھی۔ مجھے ان سے بڑا اتفاق ہے۔ انہوں نے کہا تھا کہ مری میں ایک لفٹ بنائی جا رہی ہے جس پر 20 کروڑ روپے خرچ کیے جا رہے ہیں۔ یہ بہت خطیر رقم ہے اس میں کوئی شک نہیں۔ یہ بات اس حد تک تو قابل برداشت ہے کہ دوسرے صوبوں کی طرح کروڑوں روپیہ کلچر کے نام پر نوجوانوں کی موسیقی کا اہتمام نہیں کیا گیا لیکن یہ بات قابل تحسین اس لیے نہیں کہ صرف امراء کے چونچلوں کو پورا کرنے کے لیے 20 کروڑ روپے مری کی لفٹ کے لیے خرچ کیے گئے ہیں جبکہ ڈیرہ غازی خان ڈویژن ڈویلپمنٹ اتھارٹی کو صرف اڑھائی کروڑ دیئے گئے ہیں۔ یہ بڑی حیرانگی کی بات ہے۔ میں وزیر خزانہ کی توجہ اس طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان چونچلوں کو پورا کرنے یا امراء کی خواہشات کو پورا کرنے کے لیے ان کے کھیل کود کے سامان کو پورا کرنے کے لیے 20 کروڑ کی خطیر رقم خرچ کر سکتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ میری ڈویژن میں لوگوں کو پینے کا پانی نہیں ملتا۔ پڑھنے کے لیے تعلیم نہیں ملتی۔ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ پورے پنجاب میں کوئی ایسا علاقہ نہیں کہ جہاں سے ایک غریب کا بچہ اٹھے اور اسے ایک میل کے فاصلے پر

تعلیم مل جائے۔ ایک میل کے فاصلے پر ہسپتال مل جائے۔ ایک میل کے فاصلے پر دوسری سہولت مل جائے۔

میں یہ بتاتا ہوں کہ میرا پورے کا پورا علاقہ ایسا ہے جہاں پر بیس میل چلنے کے بعد بھی کسی غریب کسان کے بچے کو نہ ہسپتال مل سکتا ہے۔ نہ پڑھنے کے لیے سکول مل سکتا ہے اور نہ شہر تک پہنچنے کے لیے سڑک مل سکتی ہے۔ تو میں یہ بات کہنے میں حق بجانب ہوں کہ آپ کو یہ بجٹ بنانے سے پہلے اس علاقے کو بطور خاص مدنظر رکھنا چاہیے تھا اور جو علاقہ اس پنجاب کا انتہائی پس ماندہ ترین علاقہ ہے اس کو خاص اہمیت دینی چاہیے تھی۔ اس بارے میں جناب وزیر خزانہ نے ایک بات کہہ کر ہمیں مطمئن کیا تھا کہ ہم میانوالی، بھکر، لیہ، مظفر گڑھ اور ڈی۔جی خان، ملتان اور رحیم یار خان کو 45% کل بجٹ کا ترقیاتی منصوبوں میں سے حصہ دے رہے ہیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ بات غلط ہے ایسا نہیں ہے اگر ایسا ہے تو یہ بہت اچھی بات ہے لیکن ایسا نہیں ہو رہا اگر ہمیں 45% دیں تو یہ ہماری خوش بختی ہو گی اور جناب وزیر خزانہ کی بہت بڑی خوبی ہو گی لیکن میں یہ بات بتاتا ہوں کہ ہمارے دیکھنے میں نہیں آ رہا کہ جتنے ترقیاتی منصوبے مجھے ملے ہیں وہی ایک لاہور کے رہنے والے کو ملے ہیں۔ وہی ایک فیصل آباد کے رہنے والے کو ملے ہیں۔ وہی ایک پنڈی کے رہنے والے کو ملے ہیں۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ ڈیرہ غازی خان، ملتان، رحیم یار خان، لیہ، بھکر اور میانوالی کے رہنے والے لوگوں کو کس طرح اس بجٹ کا 45% حصہ دیا جا رہا ہے۔ وہ لوگ محرومی کا شکار ہیں۔ آج ہمارے کنٹرول میں یہ بات ہے کہ ہم ان کا حق پورا کر دیں۔ وہ زبان نہیں کھولیں گے ورنہ وہ ایسی ایسی زبانیں کھولتے ہیں کہ کل آنے والے وقت میں وہ زبانیں ہمارے ملک، ہمارے صوبے، ہمارے کلچر اور ہمارے مذہب کے خلاف ہوں گی۔ اس سے بہتر ہے کہ آج ہم ان کی بات پر دھیان دیں۔ میں یہ کہتا ہوں کہ اگر ہم ایسا نہیں کر سکتے۔ اگر آپ کے پاس پیسہ نہیں یا آپ کا دل نہیں کرتا کہ ان غریب علاقوں کو پیسہ دیں تو پھر میں یہ بات کہنے پر مجبور ہوں گا کہ اس علاقے کو اپنی قسمت پر چھوڑ دیں۔ وہ اپنا کام خود کرے۔ وہ اپنی پیداوار پر اپنے ترقیاتی منصوبے خود تیار کرے تو یہ سب سے بہتر ہو گا کہ اس یونٹ کو ہی الگ کر دیا جائے تاکہ وہ لوگ اپنے طور پر اپنے ترقیاتی کام کر سکیں۔

(نعرہ ہائے تحسین)

میں نے تو دیکھا ہے کہ اگر لاہور کی کسی شام کو کسی چائنیز میں گھس جائیں تو وہاں بیٹھنے

کی جگہ نہیں تھی اور لاہور کے جو رہنے والے ہیں وہ اپنی جیبوں سے ایک شام کو اتنا پیسہ خرچ کرتے ہیں کہ میرے ضلع یہ کا بجٹ اس سے کم ہے اور چاتیز کی آمدنی اس سے زیادہ ہے۔ پھر میں کیسے نہیں کہوں گا کہ آپ اس توازن کو برابر کرنے کے لیے' اس بات کو درست کرنے کے لیے خدارا ان علاقوں کو دیکھیں۔ جہاں پر غریبوں کے بچوں کے پڑھنے کے لیے تعلیم نہیں۔ کسانوں کے بچوں کے علاج کے لیے ہسپتال نہیں اور مارکیٹ تک جانے کے لیے سڑکیں نہیں۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ میرے علاقہ میں سکول' ہسپتال اور سڑکیں بیس بیس میل دور تک کہیں نہیں ہیں۔ میں نے حلقہ 99 کے الیکشن میں کام کیا تھا۔ میں نے وہاں پر کوئی علاقہ ایسا نہیں دیکھا کہ جہاں ایک میل بھی پیدل چلنا پڑتا ہو یا ایک میل کچے پر گاڑی میں سفر کرنے کے بعد دوسری پختہ سڑک میں آجائے لیکن افسوس کی بات ہے کہ بجٹ بناتے ہوئے انہوں نے اس بات کو قطعی اپنی نظر میں نہ رکھا کہ اس علاقے میں جہاں میلوں پھیلے ہوئے علاقے میں رہنے والے لوگ پانی کو ترستے ہیں' تعلیم کو ترستے ہیں' صحت کے نظام کو ترستے ہیں' وہاں پر کوئی دھیان نہ دیا گیا اور اس کو اسی طرح پس پشت ڈالا گیا۔ میں اب بھی جناب وزیر خزانہ سے درخواست کروں گا کہ وہ بھی اس علاقے سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ ان حالات کو بہت اچھی طرح جانتے ہیں۔ وہ کچھ نہ کچھ جو رقم دوسرے منصوبوں میں زیادہ رکھی گئی ہے اس میں سے نکال کر اس پر بطور خاص توجہ دیں اور بجٹ کا ایک مخصوص حصہ جو ہے ان کے لیے رکھا جائے تاکہ ان غریب لوگوں کو' ان کسانوں کو' ان غریب مزدوروں کو اس علاقے کے برابر لایا جا سکے۔ ان میں احساس محرومی پیدا نہ ہو۔ تاکہ ہم آپس میں بھائی چارے اور محبت کی زندگی گزار سکیں۔ و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

جناب چیئرمین ، جناب محمد اسلم گورداسپوری صاحب۔

سردار سکندر حیات خان ، جناب سپیکر! میں یہ بات آپ کے نوٹس میں لانا چاہتا ہوں کہ سب سے پہلے تو آج میرا نام لسٹ میں ہے اور باقاعدہ آپ کے سامنے درج ہے۔ آپ کو پوائنٹ آؤٹ کیا گیا ہے۔ بشریٰ رحمان صاحبہ پہلے بولیں تو میں لیڈی فرسٹ کے احترام میں چپ رہا۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین ، سردار صاحب! آپ ایوان میں نہیں تھے۔ آپ کا پہلا نمبر تھا۔ آپ کے بعد چیمہ صاحب کو پکارا گیا۔ میں لسٹ کے مطابق چل رہا ہوں۔

سردار سکندر حیات خان ، جناب یہ بالکل غلط ہے۔ میں ایوان میں باقاعدہ حاضر تھا جب بشریٰ رحمٰن

صاحبہ کا نام لیا گیا تھا اور وہ ادھر دیکھ کر اتنے خوبصورت انداز میں مسکرائی تھیں۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین، آپ دس منٹ کے لیے تشریف رکھیں۔ ان کے بعد میں آپ کو وقت دے دوں گا۔

سردار سکندر حیات خان، جناب آپ ایسی یقین دہانی تو نہیں کرا رہے جیسی حکومت پنجاب کراتی ہے۔

جناب چیئرمین، میں صرف آپ کی خدمت کے لیے یہاں بیٹھا ہوں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، جناب سپیکر! بہت شکریہ آپ نے مجھے تقریر کرنے کا موقع دیا ہے۔ جناب سپیکر! بجٹ اجلاس کسی بھی اسمبلی کی تاریخ کا سب سے اہم اجلاس ہوتا ہے اور یہی اجلاس اسمبلی کے پورے سال کی کارروائی کو متعین کرتا ہے اور اسی اجلاس میں ہی صوبے کے عوام کے تمام مسائل کے بارے میں حتمی رائے قائم کی جاتی ہے اور فیصلہ کیا جاتا ہے۔ اس اجلاس میں حزب اقتدار کی طرف سے وزیر اعلیٰ کا بیٹھنا انتہائی لازمی ہوتا ہے اس لیے کہ جو کچھ حزب اختلاف تنقید کرتی ہے یا بجٹ پر جو بات چیت ہوتی ہے اس کا اصل مقصد صرف بجٹ کی ہی اصلاح نہیں ہوتا بلکہ صاحب اقتدار کی اصلاح بھی ہوتا ہے۔ بہت ساری باتیں ان کے گوش گزار کرنے کی ہوتی ہیں لیکن افسوس کہ وہ اپنی گوناگوں نہیں بلکہ جغرافیائی مصروفیات کی بناء پر اس ہاؤس میں تشریف نہیں لاتے اور آئے بھی تو وہ اجلاس کے آغاز میں ہی تشریف لائے بقول شاعر کے۔

آنکھ مٹکا کے کبھی، زلف کو لہرا کے کبھی
وہ جہاں جاتے ہیں ہنگامہ کرا دیتے ہیں

آوازیں، واہ واہ۔

جناب سپیکر! اس بجٹ کی جو تحریر آغاز ہے کاش کہ اس کو کسی ایک نے بھی پڑھ لیا ہوتا۔ اس کے مصنف نے وزیر خزانہ کے ساتھ ساتھ پورے ایوان کو جاہل سمجھا ہے۔ پورے ایوان کا مذاق اڑا دیا ہے۔ نہ بجٹ کے اعداد و شمار صحیح اور نہ شعر صحیح۔

جناب سپیکر! اگر وزیر خزانہ کو اعداد و شمار سے علاقہ نہیں، اگر انہیں شعر سے شغف نہیں تو یہاں تو صاحب تصحیح بیٹھے ہیں۔ صاحب دیوان بیٹھے ہیں۔ یہ تمام زیادتیاں، یہ تمام ستم کاریاں ہمارے نصیبوں میں ہی رہ گئی ہیں۔

دل مستقل عذاب جگر مستقل عذاب
بخشا ہے ہم کو ذوقِ نظر مستقل عذاب

آوازیں : واہ واہ۔

تمہاری آگ کی طرح کے ہوتے تو ہمارے احساس کو کبھی شعلے نہ لگتے۔ ہمارے خون نہ سرخ ہوتے۔ کیا یہ شعر ہے؟ کسی سے پڑھالیا ہوتا۔ یہ کس نے شعر لکھا ہے کہ۔۔۔۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد

یہ شعر ہے؟ یہ ادب ہے؟ یہ جانتے ہو؟ یہ لکھتے ہو؟ شاعری یہ ہے اور پھر اس ایوان کو سناتے ہو۔ اس جہاں' پوری دنیا اور پورے عوام کو سناتے ہو اور اس پر سب سے بڑا ظلم یہ کہ وزیر خزانہ برسر منبر' برسر ایوان بولتے ہیں' اعلان کرتے ہیں کہ میں نے اپوزیشن کی بولتی بند کر دی۔ ہاں' ہاں وزیر خزانہ صاحب جہالت بڑوں بڑوں کی بولتی بند کر دیتی ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جہالت کے سامنے' خدا نے بھی ابوجہل کی جہالت سے پناہ مانگی' قسم ہے ابوجہل کی جہالت کی کہ میں جہالت سے پناہ مانگتا ہوں۔ تو اسی کی اصلاح کیجیئے۔ جناب سپیکر! بتائیے بجٹ ایک Secret Sanctity ہے۔ ایک تقدس ہے اور جو بجٹ ایوان میں آنے سے پہلے بازار میں پڑھا جائے۔ جو اخبارات میں آجائے اور جس کا اعتراف وزیر اعلیٰ خود کریں۔ کیا وہ بجٹ بجٹ رہ جاتا ہے؟ کیا وہ اس قابل ہے کہ اس ایوان میں اس پر بحث ہو؟ جناب سپیکر! پہلے اس بجٹ کو ختم کریں۔ اس کی تنسیخ کریں اور پھر اس کو چھوڑیں۔ بجٹ کی اردو کی کاپی میں 4 کروڑ لکھا ہے اور انگریزی کی کاپی میں 6 کروڑ لکھا ہوا ہے۔ نہ یہ کہ یہ افشاں ہوا اور نہ یہ کہ یہ سرمایہ داروں کو دیا گیا کہ وہ اپنی تجوریاں بھر لیں۔ اپنے گودام بھر لیں' ذخیرے کر لیں high treason ہے۔ غداری ہے۔ یہ embazzlement ہے۔ دھوکہ ہے' فراڈ ہے' کسی کے ساتھ فراڈ کرتے ہو' کیا لگا رکھی ہے یہ منڈی' کس پر بات کر رہے ہو؟ کس پر بات سننا چاہتے ہو؟ جس کو افشاں کر دیا جس کو سرمایہ داروں کے سپرد کر دیا۔ اس پر ہم کیا بات کریں اور جس کے اعداد و شمار صحیح نہیں ہیں۔ جب تک یہ ترمیم نہیں ہوتی اس وقت تک اس بجٹ پر بات نہیں ہو سکتی۔ اسے واپس لیں۔ اس میں ترامیم لائیں پھر بات ہو گی۔ کیسے آپ کہہ سکتے ہیں؟ ہم بجٹ پر بات نہیں کریں گے؟ ہم بات کریں گے۔ بجٹ میں ایک سازش کی گئی ہے۔ بجٹ پر اس وقت بات ہو گی جب بجٹ آئے گا۔ اس بجٹ میں ایک باقاعدہ سازش کے تحت پنجاب کو بدنام کرنے کی'

پنجاب میں مرکز کے خلاف نفرت پھیلانے کی' سازش کی گئی ہے کہ مرکز ان کو امداد نہیں دے رہا۔ مرکز ان کو پیسے نہیں دے رہا۔ یہ ایک سازش کے تحت گورنر جیلانی نے اس صوبے کے منافع کے سرمایہ کو' منافع کے بجٹ کو خسارے کا بجٹ کر دیا تھا پیسہ کھانے کے لیے' یہ سازش ہے۔ اس لیے اب ایک نئی سازش کے تحت کہا جا رہا ہے کہ سیاست دان کرپٹ ہیں۔ اسی لیے کہہ رہے ہیں۔ اگر یہ بجٹ آئے گا۔ یہ بجٹ اگر ہم پاس کریں گے تو کیا ان کے الزامات صحیح ثابت ہوں گے۔ کیا ہم سب نااہل ہیں؟ اس کرپشن پر بات کرنا بہت ضروری ہے۔ کبھی حملے کیے گئے۔ (تقریر کا وقت ختم ہونے کی نشاندہی)

جناب سپیکر! ہمیں سنو'

ہمیں سنو کہ بہت خوش کلام ہیں ہم لوگ
لبوں کی بات ہے زلفوں کی بات کرتے ہیں

کسی کو بات کرنے کی مہلت دیں' جو بات کرنا چاہتے ہیں ان کو سنیں۔ یہ اسمبلی کی روایات ہیں۔ اسمبلی کے رواج ہیں۔ مقرروں کے لیے خاص رعائتیں ہیں۔

جناب چیئرمین ، آپ کی تقریر ماشاء اللہ اچھی ہے لیکن وقت کی بات ہے۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری ، ابھی تو میں بات کر رہا ہوں۔ میرے ساتھی مجھے ٹائم دے رہے ہیں۔ آپ میری بات سنیں۔ ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ آدھا آدھا گھنٹہ سب نے لیا ہے۔ مجھے بھی وقت دیں۔ بیگم بشریٰ رحمٰن نے 35 منٹ لیے' میں بھی 35 منٹ بولوں گا' بات سیدھی ہے' 35 منٹ لوں گا' ابھی مجھے بولتے ہوئے سات منٹ ہوئے ہیں۔

جناب چیئرمین ، آپ کے 10 منٹ پورے ہو چکے ہیں۔ میرے بھائی! میں دس منٹ سے زیادہ نہیں دے سکتا۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری ، جناب سپیکر! بات سنیئے' تعمیری بات بھی سنیں' تعمیری بات سننے کا حوصلہ پیدا کریں۔

بیگم بشریٰ رحمان ، پوائنٹ آف آرڈر' جناب والا! جس وقت سپیکر صاحب نے گھنٹی بجائی تھی اس کے فوراً بعد میں نے اپنی speech wind up کر لی۔ یہ ثابت کریں کہ میں نے 35 منٹ تقریر کی ہے۔ یہ خواہ مخواہ کہہ رہے ہیں۔ جس وقت سپیکر گھنٹی بجا دیتے ہیں۔ اسکے بعد ہمارا فرض ہے کہ ہم

اپنی تقریر کو ختم کریں یہ نہیں کہ مطالبے میں یہ کہنا شروع کر دیں۔

جناب چیئرمین : ان کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ کسی کا وقت ہم ان کو نہیں دے سکتے ہیں۔ دس منٹ سے زیادہ میں نہیں دے سکتا ہوں۔ یہ پھر ایک روایت چل پڑے گی۔

سید ناظم حسین شاہ : جناب آپ اس میں relaxation دے سکتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! میرا وقت ان کو دے دیں۔ (قطع کلامیاں)

سید ناظم حسین شاہ : جناب! وصی ظفر کا وقت آپ انہیں کیوں نہیں دے سکتے۔ آپ رول پڑھیں۔ ورنہ پھر یہ ایوان بھی نہیں چلے گا۔ (شور و غوغا)

جناب چیئرمین : یہاں ہر آدمی کو بات کرنے کا موقع ملے گا۔ آپ اپنی بات کھل کر کریں اس میں کوئی اعتراض نہیں۔ پہلے جو مقرر دس منٹ بولے ہیں ان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ یہ ہر ممبر کا استحقاق ہے۔ ہم دس منٹ سے زیادہ نہیں دے سکتے ہیں۔ (قطع کلامیاں)

میاں منظور احمد موہل : کوئی ممبر کسی کو اپنا وقت نہیں دے سکتا۔

سید ناظم حسین شاہ : دے سکتا ہے کیوں نہیں دے سکتا؟ (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین : جناب محمد لطیف مغل! پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں۔ چیمہ صاحب! آپ ذرا تشریف رکھیں، میں ان کو اجازت دے چکا ہوں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل : جناب والا! یہ اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔

جناب چیئرمین : مغل صاحب! آپ اگر اپنی سیٹ پر نہیں ہیں تو اپنی سیٹ پر آ جائیں۔

جناب محمد لطیف مغل : جناب والا! گزارش یہ ہے کہ کوئی ممبر اپنا ٹائم کسی کو نہیں دے سکتا۔ لیکن ناظم حسین شاہ صاحب کا رویہ آپ دیکھ رہے ہیں کہ ایسے حاکمانہ ہے۔ وہ جب بھی بولتے ہیں یہی کہتے ہیں۔ آپ کو وقت دینا پڑے گا۔ ورنہ یہ ہو گا وہ ہو گا۔ ورنہ اسمبلی نہیں چلنے دیں گے۔ انہیں کہیں کہ یہ الفاظ واپس لیں۔ یہ اسمبلی ہے۔ یہ کوئی طریق کار نہیں کہ آپ لوگوں نے اس قدر شقفت کر دی اور وہ کہتے ہیں کہ میں اسمبلی چلنے نہیں دوں گا اگر آپ ٹائم نہیں دیں گے۔ کیا اس کے متعلق رولز نہیں ہیں؟ کیا قانون کوئی چیز نہیں؟ اگر ان کی بات نہ مانیں تو یہ تڑی دے دیتے ہیں۔ دھمکی دیتے ہیں کہ اسمبلی نہیں چلنے دیں گے۔ اگر ان کی بات مانتے جائیں تو پھر ٹھیک ہے کہ یہ مچھلی بیچتے رہیں۔ شور

شرابا کرتے رہیں۔ تو پھر سب ٹھیک ہے۔ انہیں کہیں کہ یہ اپنے الفاظ واپس لیں۔

جناب چیئرمین : آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ میں ٹائم کی پابندی کروں گا۔ شاہ صاحب ہمارے بزرگ ہیں۔ میں ان کا احترام کرتا ہوں۔ اب میں سردار سکندر حیات صاحب کو دعوت خطاب دیتا ہوں۔ جناب چیمہ صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بولنا چاہتے ہیں تو پھر فرمائیے۔ (قطع کلامیاں' شور و غوغا)

چودھری محمد شاہ نواز چیمہ : جناب سپیکر! بات یہ ہے کہ آپ ریکارڈ کو دیکھیں۔ ابھی یہ ٹیپ سن کر دیکھ لیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر آپ کو کوئی دوسرا ممبر ٹائم دیتا ہے تو میں آپ کا ٹائم بڑھا دوں گا۔ لہذا سپیکر جو لفظ کہے۔ اسمبلی اس کا پاس رکھے۔ یہ چیئر کی عزت کی بات ہے' وقار کی بات ہے۔ آپ ہر قیمت پر اپنی commitment پر قائم رہیں اور یہ پوری کرنی ہے۔ یہ آپ پر فرض ہے۔

جناب چیئرمین : اسلم صاحب آپ اپنی بات ایک منٹ میں ختم کریں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری : جناب سپیکر! آپ نے کیا فرمایا ہے؟

جناب چیئرمین : آپ اپنی بات ایک منٹ میں ختم کر لیں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری : جناب سپیکر! میری عرض سنیں کہ اسی ایوان میں مخدوم زادہ حسن محمود صاحب چھ دن تک بولتے رہے۔ وہ اکیلے ہی حزب اختلاف کی طرف سے بولتے رہے۔ میری آپ گزارش سن لیں زاہد سرفراز قومی اسمبلی میں ڈیڑھ گھنٹے تک بولتے رہے اور سپیکر کو سننا پڑا۔ مہربانی فرما کر مجھے بھی وقت دیں۔

جناب چیئرمین : لیکن اسلم صاحب باقی دوست بھی بیٹھے ہیں۔ انہوں نے بھی اپنے اپنے علاقے کی بات کرنی ہے۔ بجٹ پر بات کرنی ہے۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، جتنا یہاں پر شور ہوا اتنی دیر میں' میں نے اپنی تقریر ختم کر لینی تھی۔ تقریر میں disturb کرنا کہاں کا اصول ہے؟ آپ حزب اختلاف کو سنیں گے تو بات بنے گی۔

جناب چیئرمین : آپ اپنی بات کو ایک منٹ میں ختم کریں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری : جناب میری تقریر ہے۔ میری تقریر جاری رہے گی۔

جناب چیئرمین : میں ایک منٹ سے زیادہ آپ کو وقت نہیں دے سکتا۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری : {******} **********

جناب چیئرمین : آپ ایک منٹ میں اپنی تقریر ختم کریں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری : میں تقریر کرنا چاہتا ہوں آپ سنیں میری تقریر۔ جب تک میں اپنی صحیح بات نہیں کر سکتا۔میں نہیں بیٹھ سکتا۔

Why I come here The people of my area elected me and sent me here to talk about their problems

جناب چیئرمین : آپ ایک منٹ میں اپنی بات ختم کریں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری : کیا اب مارشل لاء ہے؟ یہ آپ کی عادات ہیں۔ مارشل لاء کی یہاں نہیں چل سکتی۔

میاں منظور احمد موہل : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : آپ ایک منٹ تشریف رکھیں موہل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بول رہے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ سپیکر کے فیصلے کے خلاف کوئی رکن جو مقرر ہو وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنی تقریر جاری رکھوں گا۔ میں نہیں بیٹھ سکتا۔ یہ لفظ کارروائی سے حذف کر دیئے جائیں۔ کیونکہ اس سے ایسی روایت قائم ہو جائے گی اور آئندہ آنے والی نسلیں دیکھ کر شرم سار ہوں گی۔

جناب چیئرمین : یہ الفاظ کارروائی سے حذف کیے جائیں۔ اور

جناب محمد اسلم گورداسپوری : موہل جیسے انسانوں کو بھی حذف کر دیں۔

میاں منظور احمد موہل : جناب والا! انہیں مقررہ وقت سے زیادہ نہ بولنے دیں۔

جناب چیئرمین : اسلم صاحب آپ اپنی تقریر ختم کریں۔ ایک منٹ میں اپنی تقریر ختم کریں۔ ہاؤس کو چلنے دیں۔ باقی دوست بھی بیٹھے ہیں انہوں نے بھی اپنی بات کرنی ہے۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری : جناب والا! ہم جیلوں سے نکل کر یہاں پہنچے ہیں ۔ میری بھی سنئے میں بڑا باادب آدمی ہوں میں نے زندگی میں آج تک اس ایوان میں یہ رویہ نہیں اپنایا اس لیے کہ میں

**** (مندرجہ بالا الفاظ بحکم جناب چیئرمین اجلاس کی کارروائی سے حذف کئے گئے)

تقریر کر رہا ہوں۔ آپ مجھے موقع ہی نہیں دے رہے۔

میاں محمود الرشید : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : میاں محمود الرشید پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں محمود الرشید : جناب چیئرمین! میں یہ بات بڑے دکھ اور افسوس کے ساتھ کہہ رہا ہوں کہ اسلم گورداسپوری صاحب جنہیں اپنے مہذب ہونے پر، دانش ور ہونے پر، صحافی ہونے پر، سپیکر اور مقرر ہونے پر بڑا فخر ہے اور وہ اس بات کو تکرار کے ساتھ کہتے رہتے ہیں۔ لیکن ان کا آج کا یہ جارحانہ رویہ انتہائی قابل اعتراض ہے۔ یعنی سپیکر کو دھمکی کے انداز کے ساتھ انہوں نے کہا ہے کہ آپ کو میری تقریر سننی پڑے گی۔ یہ ان کے شایان شان نہیں ہے۔ ایک پارلیمنٹیرین اور ایک پڑھے لکھے پارلیمنٹیرین کی حیثیت سے انہوں نے انتہائی غلط رویہ اختیار کیا ہے اور پھر میاں منظور احمد موہل صاحب کے بارے میں ان کے جو ریمارکس ہیں وہ انتہائی قابل اعتراض ہیں۔ انہیں اپنے یہ الفاظ اسمبلی کے اندر واپس لینے چاہئیں۔ کسی بھی معزز رکن اسمبلی کے بارے میں یہ کہنا کہ انہیں اسمبلی سے حذف کیا جائے پوری اسمبلی کا استحقاق مجروح کرنے کے مترادف ہے۔ یہ الفاظ حذف کیے جائیں۔

جناب چیئرمین : آپ کا پوائنٹ آف آرڈر درست ہے۔ میں جناب اسلم گورداسپوری سے گزارش کرتا ہوں کہ ایک منٹ میں اپنی تقریر ختم کر لیں۔

ملک محمد وزیر اعوان : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب فضل حسین راہی : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : آپ پہلے یہ فیصلہ کر لیں کہ آپ میں سے پہلے کس نے بات کرنی ہے؟ پوائنٹ آف آرڈر پر چار چار دوست اکٹھے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اعوان صاحب آپ بات کیجئے۔ میں آپ سے یہ بھی گزارش کروں گا کہ آپ دوستوں نے یہی بات کرنی ہے۔ وقت ضائع نہ کریں۔

ملک محمد وزیر اعوان : جناب والا! آپ راہی صاحب کو وقت دے دیں۔ میں بیٹھ جاتا ہوں۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! میری آپ سے گزارش یہ ہے کہ آپ سپیکر ہیں اور آپ نے اس ایوان کو in order رکھنا ہے۔ آپ اس سارے ایوان کے custodian ہیں۔ میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ غیر ضروری گفتگو میں وقت ضائع ہو رہا ہے۔ آپ کسی ایک آدمی کو اشارہ کریں اور وہ آدمی

بات کرے اور اپنا مافی الضمیر بیان کرے اور بیٹھ جائے۔ یہ جو تقریر کے دوران مداخلت ہوتی ہے یہ نہیں ہونی چاہیے۔ یہ میری آپ سے گزارش ہے اور اس بات کا بالکل کوئی وجود ہی نہیں جس پر ہم وقت ضائع کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین : راہی صاحب ہر روز یہاں پر یہ بات طے ہوتی ہے لیکن ایک گھنٹے کے بعد پھر وہی سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

چودھری محمد فاروق (پارلیمانی سیکرٹری) : پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! اسلم گورداسپوری صاحب کے متعلق میں یہ سمجھتا ہوں کہ وہ ہمارے بڑے اچھے مقرر ہیں اور میرے نزدیک تو انہیں آداب ایوان بھی آتے تھے۔ لیکن آج کی تقریر میں جو کچھ بھی ہوا۔ میری آپ سے گزارش یہ ہے اور میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ وہ الفاظ جو سپیکر کو حکماً ہدایتاً ادا کیے گئے کہ آپ یہ کریں آپ کو یہ کرنا پڑے گا اور میں یہ نہیں کروں گا۔ یہ غیر پارلیمانی ہیں اور جناب اسلم گورداسپوری صاحب کو یہ الفاظ واپس لینے چاہئیں۔ آپ سے مجھے گزارش یہ کرنا ہے کہ آیا ایسے الفاظ اگر کوئی فاضل رکن ادا کرتا ہے تو وہ اسی طرح کارروائی کا حصہ بننے چاہئیں یا اس قسم کے غیر پارلیمانی الفاظ خواہ متعلقہ ممبر سے سہواً ادا ہو جائیں۔ اسے واپس لینے چاہئیں یا نہیں؟ آپ میرے اس پوائنٹ آف آرڈر پر رولنگ دیں۔

جناب چیئرمین : چیئر کی عزت اس ایوان کی عزت ہے لیکن میں اسلم گورداسپوری صاحب سے یہ گزارش کرتا ہوں کہ وہ ایک بہت پائے کے مقرر ہیں۔ خدارا اس ایوان کو چلائیے۔ آپ پر اس کی زیادہ ذمہ داری ہے۔ آپ ایک منٹ میں اپنی بات ختم کریں کیونکہ باقی دوست بیٹھے ہوئے ہیں وہ اعتراض کریں گے اور خواہ مخواہ ایک نیا سلسلہ چل پڑے گا۔ لہذا آپ ایک منٹ میں اپنی بات ختم کریں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری : جناب والا! جہاں تک چیئر کا تعلق ہے۔ مجھ سے زیادہ چیئر کے آداب کو کوئی ملحوظ نہیں رکھتا لیکن میں آپ سے پھر کہتا ہوں اور میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ یہاں پر 35 منٹ تک تقریر ہوئی ہے------

چودھری صداقت علی (پارلیمانی سیکرٹری) : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : چودھری صداقت صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنے چاہتے ہیں۔

چودھری صداقت علی : جناب سپیکر! اسلم گورداسپوری صاحب نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں اس کی

بابت میرے فاضل دوست چودھری فاروق صاحب نے پوائنٹ آف آرڈر پیش کیا ہے۔ میاں صاحب نے بھی پوائنٹ آف آرڈر پیش کیا ہے لیکن جناب نے اس کے بارے میں کوئی حکم نہیں فرمایا۔ انہوں نے بڑے غلط الفاظ استعمال کیے ہیں جن کو اسمبلی میں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا ہے۔

جناب چیئرمین : انہیں میں نے کارروائی سے حذف کر دیا ہے۔

چودھری صداقت علی : حذف کرنے کے علاوہ انہیں اس پر معذرت کرنی چاہیے اور اپنے الفاظ واپس لینے چاہئیں اگر ہم نے ان کے رویے کو encourage کیا تو پھر اسمبلی نہیں چل سکے گی۔ ہر آدمی یہ کہے گا کہ میں یہ کروں گا اور مجھے یہ کرنے دیا جائے۔ یہ قابل مذمت اور قابل افسوس بات ہے اور اس کو condemn کرنا چاہیے۔ انہیں اپنے الفاظ واپس لینے چاہئیں۔

جناب چیئرمین : اسلم صاحب! آپ اپنی تقریر ایک منٹ میں ختم کیجئے۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری : جناب سپیکر! تقریر کا کوئی مفہوم ہوتا ہے۔ تقریر یہ نہیں کہ میں اٹھ کر کھڑا ہو جاؤں اور دو منٹ آپ مجھے دیکھیں اور تیسرے منٹ پر گھنٹی بجا دیں۔ میری بات تو سن لیں کوئی بات کہنے دیں۔ سنیں تو سہی کہ میں کہنا کیا چاہتا تھا۔ اس ملک پر کس طرح سے عذاب ہے؟ اس ایوان کے خلاف کیا سازشیں ہیں؟ آپ بھی اس میں شامل ہیں ہم بھی شامل ہیں۔ کیا کہتے ہیں کہ جمہوریت فیل ہو گئی۔ کیا کہہ رہے ہیں کہ یہاں مارشل لاء آئے گا۔ یہ کرپشن کس کو دکھائی جا رہی ہے۔ کیا کرپشن ہے۔ کس نے کی ہے؟ آؤ-----

کریں محفل میں ذرا زخم نمایاں
وہ چرچا ہے بڑا بے سرو سامانی دل کا

آؤ، آؤ مارشل لاء والو، آؤ جرنیلو، آؤ آ کر فیصلہ کرو۔ آؤ اس ایوان میں آ جاؤ کہیں آؤ۔ گنواؤ تمہارے کرپٹ کتنے ہیں ہمارے کرپٹ کتنے ہیں؟ کتنے کرپٹ ہیں وزیر ہمارے وہ بھی گن لیں۔ کتنے تمہارے کرپٹ تھے۔ وہ بھی گنو۔ کتنی ٹینٹ تھی کیا کر کے گئے ہو یہاں اور انکے حوصلے کس نے دراز کیے؟ انہوں نے دراز کیے جب انہوں نے اسمبلی توڑی ان کو کرپٹ ڈیکلئر کر کے توڑی۔ ان کو کرپٹ کہہ کر توڑی۔ تو کسی کو غیرت نہ آئی کہ اٹھ کر جھنڈا لے کر نکلتا۔ کسی میں غیرت نہ آئی کہ کسی عدالت تک پہنچتا اور جا کر انکا دامن پکڑتا۔ جنہوں نے انہیں کرپٹ کہا۔ خائن کہا جنہوں نے انہیں embazzler کہا کوئی بولا؟ ہماری اسمبلی ٹوٹی ہم نے کفن باندھ لیے ہم نے شاعری کی کہ۔

زندگی اتنی غنیمت تو نہیں جس کے لیے
عہد کم ظرف کی ہر بات گوارا کر لیں

(نعرہ ہائے تحسین)

ہماری اسمبلی ٹوٹی ہم نے عوام کو پھانسیوں تک اپنے قدموں کی آہٹیں سنائیں۔ ہم جیلوں اور شاہی قلعہ تک گئے۔ ہم نے پیچھا کیا اس آمر اور ڈکٹیٹر کا جس نے اسمبلی توڑی۔

(نعرہ ہائے تحسین)

چودھری صداقت علی، پوائنٹ آف آرڈر۔

آوازیں، بیٹھ جائیں، بیٹھ جائیں (قطع کلامیاں)

جناب چیئرمین، صداقت صاحب! آپ انہیں تقریر کرنے دیں۔

چودھری صداقت علی، جناب والا! یہ ادھر ادھر کی باتیں کر رہے ہیں۔ بجٹ پر تقریر کریں۔

جناب چیئرمین، صداقت صاحب وہ جس طریقے سے بات کرتے ہیں آپ انہیں بات کرنے دیں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، جناب سپیکر! میں کسی کے خلاف بات نہیں کر رہا۔ میں اس ملک میں جمہوریت بچانا چاہتا ہوں۔ میں کہتا ہوں کہ جب اس وقت ہاؤس توڑا گیا اور اسمبلی ٹوٹی اگر یہ قربانیاں دیتے۔ اگر یہ سڑکوں پر نکلتے تو جرنیلوں کو یہ جرات نہ ہوتی کہ وہ منتخب حکومتوں کو کہتے کہ یہ ٹوٹ جائیں گی۔ ان سے نہیں چل سکتیں۔ یہ کرپٹ ہیں۔ آج یہ فیصلہ کرنا ہو گا کہ کتنے ہمارے وزیر فضل رازق بنے ہمارے کتنے وزیر فضل حق بنے۔ کتنے وزیر ہمارے جیلانی بنے۔ کیا کیا لوٹا گیا کتنے کتنے کروڑ کمائے گئے۔

جناب چیئرمین، آپ اپنی بات ختم کر دیں۔ سردار سکندر حیات نے بات کرنی ہے۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، جناب والا! بات یہ ہے کہ میری تقریر ویسے ہی یہ لوگ نہیں سننا چاہتے۔ جناب تقریر وہی ہوتی ہے کہ یہ بات کی جائے کہ ملک میں جمہوریت کیسے بچائیں گے؟ ہم نے جمہوریت کو بچانا ہے۔ دین لانے والے دین سے منحرف نہیں ہوا کرتے۔ ہم تو جمہوریت لانے والے ہیں۔ ہم ہر آمر کے خلاف لڑیں گے ہر قوت کے خلاف لڑیں گے۔ ہر ڈکٹیٹر کے خلاف لڑیں گے اور اس ملک میں جمہوریت قائم رکھیں گے۔

جناب چیئرمین : سردار سکندر حیات خان ۔ (شور)

سردار سکندر حیات خان : جناب آپ ہاؤس کو آرڈر میں لے آئیں گے تو میں اپنی بات شروع کروں گا۔

جناب چیئرمین : آپ بات کریں ہاؤس آرڈر میں ہی ہے۔۔۔۔۔ لطیف مغل صاحب آپ ان کو بات کرنے دیں۔ ان کو بات مکمل کرنے دیں۔ ابھی کئی دوست بیٹھیں ہیں۔ انہوں نے بھی بات کرنی ہے۔ آپ وقت ضائع نہ کریں۔

سردار سکندر حیات خان : جناب والا! میں آپ کی توجہ اس طرف دلاؤں گا کہ آپ ٹائم نوٹ کرلیں۔ میں آپ سے اجازت چاہوں گا کہ میں پنجابی میں بات کروں۔ میں اپنے علاقے کی پنجابی نہیں' میں وہ پنجابی بولوں گا جو بہت سارے لوگوں کو سمجھ آتی ہے۔

جناب والا! سب سے پہلے میں اس بیورو کریٹ کو مبارک باد دوں گا جس نے یہ بجٹ بنایا اور سردار دستی صاحب کے لئے میں ان کی تقریر ڈال دی ۔ مجھے یہ پکا یقین ہے کہ اس تقریر کو لکھنے میں' پڑھنے میں ان کا ہاتھ نہیں ہو گا۔ مجھے پتا ہے کہ ان آفیسروں نے اس ایوان کے ممبران کو چاہے وہ سرکاری بنچوں سے تعلق رکھتے ہیں یا حزب اختلاف سے تعلق رکھتے ہیں ان کو الو بنایا گیا ہے۔ یہ تو ان کی آنکھوں میں دھول ڈالی گئی ہے۔ ان کو چکر دیا گیا ہے۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں کے لوگ پڑھے لکھے نہیں۔ سرکاری بنچوں یا اپوزیشن کے ممبر پڑھے لکھے نہیں۔ ان کی یہ غلط فہمی ہے۔

جناب محمد لطیف مغل : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : لطیف مغل صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد لطیف مغل : جناب والا! سردار صاحب سے میری گزارش ہے کہ اگر ان کو پنجابی نہیں بولنی آتی تو نہ بولیں۔ آپ نے سنا نہیں کہ انہوں نے "الو" کا لفظ استعمال کیا ہے۔ وہ تمام اسمبلی کے بارے میں کچھ کہنا چاہتے تھے۔ آپ ان کے معنی سمجھیں۔ وہ یہ کہنا چاہتے تھے کہ تمام بیورو کریٹس نے اسمبلی کو "الو" بنایا ہے۔ پھر ان کی آنکھوں میں دھول ڈالی ہے۔ ان کو کہا جائے کہ یہ اپنے الفاظ واپس لیں۔ کوئی اسمبلی کو الو نہیں بنایا گیا اور نہ ہی ہم الو بننے کے لیے تیار ہیں۔ یہ جو بجٹ بنایا گیا ہے ہم بھی اس کے بارے میں تقریر کریں گے اور ہر آدمی تقریر کر رہا ہے۔ اگر ان کو پنجابی نہیں

بولنی آتی تو انگلش بول لیں تو بہتر ہے۔

جناب چیئرمین : آپ انہیں بات کرنے دیں جیسے وہ پنجابی بول رہے ہیں انہیں بولنے دیں۔

جناب محمد لطیف مغل : جناب والا! جس چیز کا ان کو پتا نہیں۔ ہم نہیں بولنے دیں گے۔ یہ ہماری توہین کی جا رہی ہے۔

میاں محمود الحسن ڈار : جناب والا! میری آپ سے یہ درخواست ہے کہ ہمارے مقرر کا اتنا اتنا ٹائم بڑھاتے جائیں وہ ان کا ٹائم ضائع کرتے جا رہے ہیں تاکہ یہ مداخلت کریں اور یہ اپنا پورا وقت بولیں۔

جناب چیئرمین : میں پوائنٹ آف آرڈر کا ٹائم نوٹ کرتا ہوں اور انہیں پورے دس منٹ دوں گا۔

سید ذاکر حسین شاہ : جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : شاہ صاحب! آپ کے دوست کہہ رہے ہیں کہ زیادہ پوائنٹ آف آرڈر نہ اٹھائے جائیں لیکن پھر آپ پوائنٹ آف آرڈر اٹھا رہے ہیں۔

سید ذاکر حسین شاہ : جناب والا! صوبہ پنجاب اٹک سے لے کر رحیم یار خان تک ہے۔ اس علاقے میں جتنی بھی زبانیں بولی جاتی ہیں وہ پنجابی ہیں اور پنجاب کے صوبے میں ہیں۔ پنجابی کی تاریخ کے مطابق اس ایوان میں جو پنجابی بولی جاتی ہے یہ مرکزی پنجاب کی بولی ہے۔ اس طرح تو آپ سرائیکی صوبے والوں کی حمایت کر رہے ہیں۔ ہمارے ڈویژن میں پوٹھوہاری زبان بولی جاتی ہے جو پنجابی زبان کی ایک قسم ہے۔ وہ سرائیکی زبان بولی جاتی ہے جو پنجابی زبان کی ایک قسم ہے۔ یہاں یہ سمجھا جا رہا ہے کہ جو مرکزی پنجاب کی بولی ہے صرف وہی پنجابی ہے۔ حالانکہ پوٹھوہاری، سرائیکی اور مرکزی پنجاب کی زبان پنجابی زبان کی قسمیں ہیں۔ آپ پنجابی زبان کے مختلف لہجوں کو مختلف زبانیں قرار نہیں دے سکتے۔ جس زبان میں سردار سکندر حیات صاحب بات کر رہے ہیں یہ بھی پنجابی زبان ہی ہے۔ اس طرح تو آپ خود پنجاب کے خلاف سازش کر رہے ہیں۔

جناب چیئرمین : میں آپ کے پوائنٹ آف آرڈر سے اتفاق کرتا ہوں۔ جی، آپ بات شروع کریں۔

سردار سکندر حیات خان : جناب والا! میرا خیال ہے کہ آپ وقت نوٹ کرتے جائیں۔

جناب چیئرمین : آپ بات جاری رکھیں میں آپ کا وقت نوٹ کر رہا ہوں۔

سردار سکندر حیات خان : جناب والا! میرے ایک بھائی نے پنجابی کا کہا ہے۔ اگر میں کہوں کہ

لاہوری پنجابی بولنے پر کتنے پیسے لائے۔ پیسے کیسے خرچے' تو پیسے کا کیا ہوا پھر بھی ان کو سمجھ نہیں آتی۔ سوائے ان آدمیوں کے جو قریب کے ہیں۔ یہاں ہماری آنکھوں میں دھول ڈالی گئی ہے۔ جناب دستی صاحب کہتے ہیں کہ وفاق نے ہمیں اور ہم نے ہیلتھ' ایجوکیشن' تعمیرات' شاہرات میں پیسے کم کیے ہیں۔ اور جب دوسرے صفحے پر جاتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم تعلیم کے لیے بڑا کچھ کر رہے ہیں۔ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ یہ بجٹ اس ایوان کی توہین ہے۔ یہاں بہت سے پنجابیوں پر ظلم کیا گیا ہے۔ آئین کا آرٹیکل 25 میں جناب کو پڑھ کر سناتا ہوں :۔

Article 25 (1) All citizens are equal before law and are entitled to equal protection of law.

آگے کہتے ہیں کہ:۔

(2) There shall be no discrimination on the basis of sex alone.

کہ ہر ایک علاقے کے فرد کے حقوق کا تحفظ کیا جائے گا۔ اسے قانون کے تحت دیئے گئے حقوق ملیں گے۔ دستی صاحب! ایک طرف کہتے ہیں کہ پنجاب کا بجٹ 56 یا 57 فیصد ہے' آپ کس پنجاب کی بات کر رہے ہیں۔ کہ جس میں نواز شریف کے پسندیدہ ایم۔پی۔ایز کے حلقوں کو دیا گیا۔ ان غریبوں کا کیا قصور کہ جو پیپلز پارٹی کے حلقوں میں رہتے ہیں یا جو چند آئی۔جے۔آئی کے بھائیوں کے حلقے ہیں۔ جن پہ ان کی آنکھ نہیں ٹکتی یا شہباز کی آنکھ نہیں ٹکتی۔ میں آپ کو باقاعدہ ثبوت دوں گا۔

تعمیر وطن پروگرام' سب سے پہلے تو ہتک ہے۔ میں کہوں گا کہ مرکز نے پورے پیسے دیے ہیں لیکن اگر یہ کہتے ہیں کہ نہیں دیے تو پھر ان کو ان سے کم نذر دینے چاہییں۔ اگر یہ ہمارے علاقوں کا خیال خود نہیں کر سکتے تو پھر ہم مرکز کو کہیں گے کہ ان کو ایک طرف رکھ دو۔ یہ ہمارا علیحدہ صوبہ بنانا چاہتے ہیں۔ یہ نواز آباد ہی بنانا چاہتے ہیں۔ صرف نواز آباد کے رہائشی یا ان کے حلقے یا وہاں کے غریب یا وہاں کے امیر خاص کر ان کو پیسہ دیا جائے گا یا وہاں ہی ڈویلپمنٹ ہو گی۔ میں جناب کے نوٹس میں تعمیر وطن پروگرام لاتا ہوں۔ سب سے پہلے سچ کہتا ہوں تعمیر وطن یہ تعمیر نواز شریف پروگرام ہے۔ یہاں تم ایگریکلچرل لے آؤ' روڈ' Farm t o market road' میرے علاقے فتح جنگ' اٹک کو ایک پیسہ نہیں دیا گیا۔ کیا وہ پنجاب میں نہیں بستے؟ کیا وہ وہاں کے غریب آدمی نہیں؟ وہ ایک

under development area ہے۔ وہاں پانی پینے کے لیے نہیں، سڑکیں نہیں، بنیادی ضروریات نہیں ہیں۔ جناب دستی صاحب! جناب نواز شریف صاحب! میرے بھائیوں جس طرح کئی آپ کو حلقوں کو development نہیں دی گئی۔ کہاں گئی agriculture department market roads? ہمارے حلقے کی کہاں گئی؟

جناب والا! ان کا دوسرا آئٹم لائیوسٹاک لے لو وہاں بھی فتح جھنگ، پنڈی گھیب کے لیے ایک پیسہ نہیں، تیسرا لے لو forst۔ وہاں بھی میرے حلقے کے لیے صفر پورے حلقے کے لیے صفر۔ حالانکہ اٹک ضلع پنجاب کے forests میں سے ایک حصہ رکھتا ہے۔ جو وہاں کٹائیاں ہو رہی ہیں، عین ہو رہے ہیں۔ وہاں بھی ایک پیسہ نہیں رکھا گیا۔ آگے لے لو، تعمیر وطن۔ یہ تعمیر عین ہے۔ نواز شریف صاحب کا اور ان کی حکومت کا خاص کر ان کے بیوروکریٹس کا جو ان کے ساتھ مل کر چوری تو کرتے ہیں۔ آگے آ گیا فیشریز۔ فیشریز کے ہمارے ڈیم بنے ہیں۔ لیکن وہاں پیسہ زیرو رکھا گیا ہے۔ اٹک کے لیے بالکل زیرو۔ جناب یہ کہتے ہیں کہ اس پنجاب کے لیے بڑا کچھ کر رہے ہیں۔ پنجاب کے لیے کچھ کرنا ہے تو ترقیاتی پروگرام آؤٹ کرو، فیکٹریاں لگاؤ، وہ فیکٹریاں جہاں سے لوگوں کو ملازمتیں ملیں۔ وہ فیکٹریاں نہیں جہاں آپ تماشا بنا کر، ڈھول لا کے اور قواعد میں نرمی کر کے اپنے بندوں کو بھرتی کیے جاؤ۔ نہ میرٹ دیکھو، صرف اپنے ہی جو پسندیدہ افراد ہیں ان کو بھرتی کرتے جاؤ۔ اگر آپ نے ترقیاتی کام کرنا ہے۔ اگر آپ کو سب سے زیادہ کمی ہے تو گوشت کی اور مچھلی کی ہے اور سبزیوں کی ہے۔ یہ آپ نے اس لیے رکھا ہے کہ پورے ڈویلپمنٹ بجٹ کے لیے آپ نے سبزی وغیرہ کے لیے کچھ رکھا ہے نہ آپ نے فشریز کے لیے، فشریز کا چھوٹا بجٹ ہے۔ صرف ان کے لیے ہے جو چند پرائیویٹ تالاب بن رہے ہیں باقی فشریز کے لیے کچھ نہیں رکھا گیا تاکہ مچھلیاں بڑھیں اور سستی ہوں۔ قیمت سستی کرنے کے لیے نہ گوشت نہ سبزی نہ مچھلی نہ کچھ، نہ انڈا کوئی ایک آنہ بھی نہیں رکھا۔ آپ باتیں کرتے ہیں کہ جی ترقیاتی اور غریبوں کے لیے کمی کریں گے۔ آگے چلو کوآپریٹو اینڈ رورل کریڈٹ، یہ آپ رورل کریڈٹ کس کو دیتے ہیں؟ جناب دستی صاحب! پڑھ تو لیں۔ آپ بھی ایک رورل ایریا سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ کریڈٹ کس کو دے رہے ہو؟ پنڈی گھیب، فتح جنگ، اٹک زیرو۔ ایک پیسہ نہیں۔ کیا اس حلقے میں بندے نہیں بستے؟ آگے چلو فوڈ سٹوریج۔ سب سے پہلے محکمہ خوراک کا یہاں پر ذکر ہی کوئی نہیں۔ مزے کی بات دیکھیں تعمیر وطن پروگرام ہے۔ جہاں فوڈ کا ذکر ہی نہیں۔ تعمیر

وطن ہو رہی ہے یہاں خوراک کی کمی ہے اور آبادی بڑھ رہی ہے اور خوراک کا ذکر ہی کوئی نہیں۔ خوراک کا ذکر ہے وہ بھی کوآپریٹو میں۔ وہ بھی پرائیویٹ' وہ بھی فتح جھنگ ' انک زیرو' آگے چلو رورل ڈیپارٹمنٹ۔ جو آپ کہتے ہیں' میری بہن بشریٰ رحمٰن صاحبہ نے کہا کہ جناب 80 فیصد دیتے ہیں۔ کیا 80 فیصد میں انک بھی اس کا حصہ ہے۔ فتح جھنگ اور پنڈی گھیب بھی اسی کا حصہ ہے۔ آپ نہیں دیتے۔ آپ جھوٹ بولتے ہیں اور آپ مرکز کو بھی جھوٹ بولتے ہیں اور آپ اپنے آپ سے بھی جھوٹ بول رہے ہیں اور مزے کی بات یہ ہے کہ اس جھوٹ کو آپ نے ماننا بھی شروع کر دیا ہے۔ کہاں ہے؟ میں جناب علیحدہ بیٹھ کر آپ کو کہوں گا کہ رورل ڈویلپمنٹ کا area پی۔پی کے ممبران کے لیے' انک کے ممبران کے لیے کہاں گیا؟ آگے آپ چلے جائیں آ گیا انڈسٹری۔ فتح جھنگ' انک زیرو۔ آگے چلے جائیں فزیکل زیرو' روڈز زیرو' صرف ایک فتح جھنگ روڈ دی نہیں' فتح جھنگ انک روڈ' مزے کی بات سر میں آپ کے نوٹس میں لاتا ہوں۔ پچھلا بجٹ دیکھیں وہاں لکھا ہوا ہے کہ 2 کروڑ روپیہ انک فتح جھنگ روڈ' اس کا ٹینڈر کھلا وہ سڑک کہیں بھی نہیں بنی۔ تو اس بار بجٹ میں ڈال دیا فتح جھنگ انک روڈ تو وہ بھی نہیں بنے گی۔ یعنی کہ اندھیر ہے۔ ایک انک فتح جھنگ روڈ' تو ایک فتح جھنگ انک روڈ اور کھایا پیا کچھ نہیں اور گلاس توڑا باہر آ گئے۔ وہ کون کھا گیا؟ کون محکمہ کھا گیا؟ کون سے بندے کھا گئے؟ ----(وقت ختم ہونے کی نشاندہی) ---- جناب والا! میں بالکل relevant ہوں۔

جناب چیئرمین : سردار صاحب آپ ایک منٹ میں اپنی بات کو ختم کریں۔

سردار سکندر حیات خان : جناب میرا ٹائم دیکھ لیں۔ میں نے باقاعدہ دیکھا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین : میں نے آپ کا ٹائم نوٹ کیا ہوا ہے۔

SARDAR SIKANDAR HAYAT KHAN: Physical planing in housing. Low income group of housing

جناب محمد لطیف مغل : پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین : لطیف صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد لطیف مغل : یہ کون سے فتح جھنگ کی بات کر رہے ہیں یہ ہمیں بتلایا جائے تاکہ ہم بھی پوچھ سکیں۔ ایک فتح جھنگ تو اس طرف ہمارے ساہیوال کی طرف ہے۔ یہ کس فتح جھنگ کی بات

کر رہے ہیں؟

جناب چیئرمین : یہ فتح جھنگ اٹک میں ہے۔

سردار سکندر حیات خان : جناب یہ فتح جھنگ وہی ہے جہاں مسلمانوں کو فتح ہوئی تھی۔ یہ وہ ساہیوال والا فتح جھنگ نہیں، جہاں کوئی جاتا بھی نہیں۔ یہ تاریخی جگہ ہے اور تاریخی علاقہ ہے جہاں مسلمان لوگ شہید ہوئے تھے۔ جہاں لوگوں نے اسلام کے لیے جانیں دیں تھیں۔ یہ وہی فتح جھنگ ہے جہاں کے غریبوں کے ساتھ آپ ظلم کر رہے ہیں۔ جناب! low income group اگلی آئٹم ہے۔ تعمیر وطن اس 80 فیصد rural areas کے لیے زیرو، صرف اگر کوئی پیسہ دیا گیا ہے تو وہ ہے پولیس اسٹیشن۔ علاقہ فتح جھنگ صرف گیارہ لاکھ روپیہ۔ یہ پولیس اسٹیشن علاقہ فتح جھنگ صرف ایک آیا ہے۔ پچھلی مرتبہ 4 لاکھ اور اس مرتبہ 11 لاکھ اور فتح جھنگ میں کچھ بھی نہیں۔ آگے آپ چلیں واٹر سپلائی، سپیکر صاحب! میرے بھائیو مزے کی بات دیکھیں۔ کیا یہ تمہارے حلقوں میں بھی ہوا ہوگا۔ لکھا ہے ڈھڈیال واٹر سپلائی، میں اس کی اوپننگ کر آیا ہوں۔ کئی دنوں سے اوپننگ کر آیا ہوں۔ وہاں کے غریب عوام نے پیسہ اکٹھا کیا۔ کچھ اس پیپلز پارٹی کے فنڈ میں سے پیپلز ورکس پروگرام میں سے پیسہ دیا اس کی اوپننگ ہو گئی۔

جناب چیئرمین : محترمہ راج حمید گل صاحبہ۔

سردار سکندر حیات خان : جناب! دوسرے آپ چلے جائیں گورنمنٹ سرونٹس ہاؤس کی طرف۔ اس کے لیے بھی کچھ نہیں۔ میں یہ پوچھوں گا۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین : محترمہ راج حمید گل صاحبہ! میں آپ کو ٹائم دے رہا ہوں۔ آپ اپنی بات شروع کریں۔

سردار سکندر حیات خان : چار ہزار صفحات فتح جنگ کا نام دو بار آیا ہے اور پیسے کوئی نہیں دیے گئے۔ یہ پنجاب گورنمنٹ کی لوٹ مار ہے۔ وزیر خزانہ کو استعفیٰ دے دینا چاہیے۔ یہاں کے ممبران کو استعفیٰ دے دینا چاہیے۔ حکومت کی لوٹ مار میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔

جناب چیئرمین : سردار صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ بہن بات کرنا چاہتی ہیں۔ انھیں بات کرنے دیں۔

بیگم راج حمید گل ، جناب سپیکر! میں آپ کی نہایت شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے موقع دیا۔ بجٹ اجلاس جاری ہے۔ بہت سی باتیں سننے کو ملیں۔ بات سے بات پیدا ہوتی ہے اور انہی باتوں باتوں میں' میں نے سوچا کہ میں بھی کچھ کہتی چلی جاؤں۔ وہ باتیں جو سامنے آئیں ان میں سے سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ہمارے قائد حزب اختلاف کا یہ ارشاد تھا کہ پنجاب حکومت نے ٹیکس کیوں نہیں لگائے؟ اس کے علاوہ انھوں نے یہ بھی فرمایا تھا کہ یہ بجٹ "عوام کش" بجٹ ہے۔ میں یہ کہوں گی کہ بجٹ عوام کی امنگوں کا ترجمان ہوتا ہے۔ ملک کی ترقی کا باعث ہوتا ہے اور حکومت وقت کی پالیسی کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ کسی بھی ملک میں عوام کی طاقت سے بڑھ کر قیمتوں میں اضافہ نہیں کیا جا سکتا۔ ٹیکس لگاتے وقت عوام کی قوت خرید کو دیکھنا پڑتا ہے۔ ٹیکسوں کی ادائیگی کی استطاعت کو دیکھنا پڑتا ہے۔ پھر ٹیکس لگائے جاتے ہیں۔ ٹیکس لگا کر یہ پروپیگنڈہ کرنا کہ ان ٹیکسوں کی وجہ سے غریب عوام پر کوئی بوجھ نہیں پڑے گا۔ اس سے عام آدمی متاثر نہیں ہو گا۔ لیکن میں ایک چھوٹی سی مثال سامنے لاؤں گی کہ اگر ہم ایک پٹرول ٹیکس کو ہی لیں تو پٹرول صرف کاروں میں ہی استعمال نہیں ہو گا۔ یہ بسوں کے لیے بھی استعمال ہو گا۔ بسوں میں غریب عوام سفر کرتے ہیں۔ جب پٹرول پر ٹیکس لگے گا تو لازماً بسوں کے کرایوں میں بھی اضافہ ہو گا۔ تو پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس ٹیکس کا عام آدمی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا؟ میں تو کہتی ہوں کہ اس کا اثر صرف اور صرف عام آدمی پر ہی پڑے گا۔

جناب والا! اب میں اگلی بات کو لوں گی۔ اس بجٹ کو "عوام دشمن" بجٹ کہا گیا ہے۔ اگر میں "تعمیر وطن پروگرام" کو سامنے رکھوں --- اس تمام پروگرام کو محترمہ بشریٰ رحمٰن گنوا تو چکی ہیں لیکن میں اس پر صرف اتنا کہوں گی کہ پرائمری تعلیم مفت مہیا کرنا' کیا یہ عوام دشمنی ہے؟ تعمیر وطن پروگرام کے تحت ترقیاتی پروگرام کے خصوصی گرانٹ دینا' کیا یہ عوام دشمنی ہے؟ صوبے کے بارانی علاقوں کے لیے جو رقم مختص کی گئی ہے کیا یہ بھی عوام دشمنی ہے؟ غریب خاندانوں میں سات مرلہ اور تین مرلہ سکیم کے تحت جو فنڈ رکھا گیا ہے کیا یہ غریب عوام دشمنی ہے؟ معذور افراد کی بحالی کے لیے جو فنڈ رکھا گیا ہے کیا یہ بھی عوام دشمنی ہے؟ کچی آبادیوں کو بنیادی سہولتیں مہیا کرنے کے لیے جو فنڈ رکھا گیا ہے کیا یہ بھی عوام دشمنی ہے؟ غریب لڑکیوں کو مفت تعلیم دینے کے لیے جو تعلیمی ادارہ قائم کیا گیا ہے۔ اس میں ایف۔ایس۔سی' ایف۔اے' بی۔ایس۔سی اور بی۔اے کی کلاسوں کا اجراء کیا گیا ہے کیا یہ بھی عوام دشمنی ہے؟ غریب لوگوں کی امداد کے لیے بیت المال کے وسائل

میں جو رقم مختص کی گئی ہے کیا یہ بھی عوام دشمنی ہے؟ جناب والا! یہ عوام دشمنی نہیں۔ میں اسے عوام دشمنی نہیں کہوں گی۔ میں اسے خالصتاً عوامی بجٹ کہوں گی۔ یہ عوام کی فلاح و بہبود کے لیے ہے۔ عوام کی ترقی کے لیے ہے۔ عوام کی امنگوں کی ترجمانی کے لیے ہے۔ اس بجٹ میں دیہی علاقوں کی ترقی کے لیے جو پروگرام رکھا گیا ہے۔ کھیت سے منڈی تک پختہ سڑکوں کی تعمیر دیہی علاقوں کے لیے سہولتوں میں ایک خوبصورت اضافہ ہے۔ نئے سکولوں کا اجراء کالجوں اور ہسپتالوں میں جو سہولتیں دی جا رہی ہیں۔ اگر میں "تعمیر وطن پروگرام" کو عوام کا پروگرام کہوں، صرف اور صرف عوامی پروگرام کہوں تو میں غلط نہیں ہوں گی۔

جناب والا! چونکہ وقت بہت تھوڑا ہوتا ہے۔ اس لیے میں اس پر مزید بحث نہیں کروں گی۔ ایک اقلیتی ممبر ہوتے ہوئے میں اپنے مسائل کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتی ہوں اور اس کے ساتھ ساتھ اپنے حقوق کی طرف بھی آپ کی توجہ دلانا چاہتی ہوں۔ سات مرلہ سکیم اور تین مرلہ سکیم میں اقلیتوں کی طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ کیونکہ یہی غریب لوگ ہیں جو بے زمین ہیں۔ انھی کے پاس رہنے کے لیے گھر نہیں ہوتے۔ اس کے علاوہ بہت سے ایسے مسائل ہیں جن کا تعلق صرف اور صرف اقلیتوں کے عوام کے ساتھ ہے۔

جناب والا! سب سے پہلے ہماری حلقہ بندی کا مسئلہ ہے۔ میں اس کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتی ہوں۔ اس کے ساتھ ساتھ ایک بہت بڑا مسئلہ Bibal Study کا ہے۔ میں اس کے لیے درخواست کروں گی کہ جس طرح اسلامیات مسلمان بچوں کے لیے لازمی قرار دی گئی ہے۔ اسی طرح مسیحی بچوں کے لیے Bibal Study بھی رکھی جائے تاکہ وہ بھی میرٹ کے اس معیار کو پورا کر سکیں۔ کیونکہ وہ عربی نہیں پڑھ سکتے۔ مسلمان بچے تو بچپن سے ہی، تین سال کی عمر سے ہی عربی پڑھنا شروع کر دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے بچے عربی پڑھنے میں دشواری محسوس کرتے ہیں۔ میری درخواست ہے کہ مسیحی بچوں کے لیے Bibal Study رکھی جائے۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کی توجہ مسیحیوں کی مردم شماری کی طرف دلانا چاہتی ہوں۔ 1951ء تا 1981ء جو بھی مردم شماری سامنے لائی گئی ہے اس میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد میں تو چار گنا اضافہ کیا گیا ہے۔ لیکن مسیحیوں کی آبادی جہاں تھی وہیں رکی پڑی ہے۔ مجھے تو ایسے لگتا ہے جیسے مسیحیوں کی نہ تو پیدائش ہوئی ہے اور نہ ہی اتنے عرصے میں کوئی وفات ہوئی ہے۔ کیا یہ

حیرت کی بات نہیں کہ پاکستان کو بنے 43 سال کا عرصہ ہو گیا ہے لیکن آج تک ان کی مردم شماری کی طرف توجہ نہیں دی گئی؛ میری درخواست ہے کہ اس طرف خصوصی توجہ دی جائے۔ معاشرے میں حقوق کے حصول اور اقتدار کی منصفانہ تقسیم کے لیے آبادی کے اعداد و شمار پر چلنا اشد ضروری ہے۔ اس لیے میں اس بات پر زور دیتی ہوں کہ اقلیتوں کی' خاص طور پر مسیحیوں کی مردم شماری کی طرف خاص طور پر توجہ دی جائے۔

جناب والا! میں ایک اور مسئلے کو سامنے لانا چاہتی ہوں۔ یہ ہمارے نیشنلائز سکولوں کا مسئلہ ہے۔ پنجاب حکومت اس میں دلچسپی نہیں لیتی کہ ان کو واپس کیا جائے۔ لیکن چونکہ یہ ہماری پراپرٹی ہے۔ اس پراپرٹی کے حق کو سامنے رکھتے ہوئے میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ ہماری پراپرٹی کو مدنظر رکھتے ہوئے اس کے کرایہ جات ان مسیحی اداروں کو دیے جائیں۔ اس کے ساتھ ساتھ حکومت پنجاب کی تعلیمی پالیسی میں یہ درج ہے کہ نیشنلائز سکولوں میں نیشنلائزڈ کیڈر کی پوسٹیں رکھی جائیں لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ وہاں نیشنلائزڈ کیڈر کی پوسٹیں نہیں ہوتیں۔ بلکہ وہاں بہت سے دوسرے لوگوں کو بھرتی کر دیا جاتا ہے۔ نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ وہاں مسلم اور عیسائی کا مسئلہ شروع ہو جاتا ہے۔ ہمارا ایک سکول ہے جو مثالی سکول ہوا کرتا تھا۔ وہ اس وقت ایف۔ایس۔سی کلاسوں تک اپ گریڈ ہو چکا ہے۔ لیکن وہاں کچھ اساتذہ نیشنلائزڈ کیڈر کے ہیں اور کچھ نیشنلائزڈ کیڈر کے نہیں ہیں۔ انھوں نے مذہبی تعصب کو سامنے رکھتے ہوئے وہاں پر اسلام اور عیسائیت کا مسئلہ رکھا ہوا ہے۔ جہاں اس قسم کا جھگڑا ہو گا وہاں بچوں کی تعلیم متاثر ہو گی۔ جہاں تعلیم متاثر ہو گی جہاں تعلیم کا معیار گرے گا تو وہاں ملکی تعلیم پر اور خواندگی پر اس کا اثر پڑے گا۔ میں اس کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتی ہوں۔ (وقت ختم ہونے کی نشاندہی) جناب والا! آپ نے گھنٹی بجا دی ہے۔ میں اپنے حقوق کی طرف خصوصی طور پر قائد عوام کی توجہ دلانا چاہوں گی کہ اس تمام پروگرام کی میں تعریف کرتی ہوں۔ میں اس تمام پروگرام کے لیے وزیر خزانہ اور حکومت پنجاب کو مبارک باد پیش کرتی ہوں۔ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ گزارش بھی کروں گی کہ جہاں اتنی عنایات کی ہیں' وہاں ایک عنایت اور کر دیں کہ اقلیتوں کے لیے بھی کچھ فنڈز رکھ دیں تا کہ ہماری فلاح و بہبود کے کچھ کام ہو سکیں۔

جناب والا! آخر میں' میں صرف اور صرف یہی گزارش کروں گی کہ میں نے جو گزارشات کی ہیں' ان کی طرف حکومت پنجاب خصوصی توجہ دے۔ آپ کا بہت شکریہ۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، جناب سپیکر! میں وزیر خزانہ کو مبارک باد پیش کرتا ہوں اور وہ بے چارے اس قابل نہیں تھے۔ جو ان کے ساتھ زیادتی کی ہے۔ اور سیکرٹری خزانہ نے ان سے زیادتی کی ہے۔ کیونکہ شریف النفس نیک انسان ان کے کہنے میں آگئے کہ آپ کا کام صرف اتنا ہے کہ آپ اس کو صرف کھڑے ہو کر سنا دینا۔ اور جو کچھ ہم نے بنایا ہے وہ آپ کی مرضی کے مطابق ہے۔ میں ایک بات بتانا چاہتا ہوں کہ ہارس ٹریڈنگ عرب تاجر گھوڑے بیچتے تھے۔ گھوڑوں کی منڈیاں بہت تھیں۔ اب یہ پتا نہیں کہ یہ گھوڑوں کی کیسی منڈی ہے اور یہ کس نے لگائی ہوئی ہے۔ اس طاقت کا بھی خیال کرو میں تمام ممبران کو یہ خبردار کرتا ہوں خواہ مخواہ تم گھوڑے بن گئے ہو تم انسان بنو ان کی زبانوں کو لگام دو جمہوریت کے ساتھ یہ بہت زیادتی ہو رہی ہے۔ روزانہ اخبارات میں یہ خبر آجاتی ہے۔ ہارس ٹریڈنگ۔ ہارس ٹریڈنگ۔ اس کا مطلب میں آج تک نہیں سمجھ سکا کہ یہ ہارس ٹریڈنگ کس جگہ پر ہو رہی ہے کہ یہ گھوڑے کہاں بک رہے ہیں اور گھوڑوں کے تاجر عربی گھوڑے ضرور بیچتے تھے۔ آیا یہ گھوڑے ولائتی ہیں امپورٹڈ گھوڑے ہیں؟ آیا عربوں کے گھوڑے ہیں؟ کیونکہ پنجاب کے گھوڑے اتنے مشہور نہیں۔ اگر یہ عقل میں نہیں آتی تو آپ اس کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ میں یہ بات سب کے مفاد میں کر رہا ہوں۔

جناب سپیکر! اب میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔ اس میں ایک 18 کروڑ روپے کا جہاز خریدا گیا ہے۔ میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس کی قیمت 4 کروڑ روپے ہے۔ اس کی بے شک اوپن انکوائری کی جائے۔ کہ یہ 4 کروڑ کا جہاز 18 کروڑ میں خریدا گیا میں یہ بات وثوق کے ساتھ کہتا ہوں۔ اس قسم کی بے اعتدالیاں بجٹ میں اور بھی ہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایک ارب روپیہ پولیس پر خرچ کیا جا رہا ہے۔ اگر ہم پنجاب کو اپنے اس وطن کو اپنے گھر کو چلانا چاہتے ہیں اگر ہمیں اس کے ساتھ محبت ہے اگر ہم اس کے ساتھ پیار کرتے ہیں تو ہمیں سوچ بچار کرنی چاہیے۔ تاکہ ہمارا ایک پیسہ بھی ناجائز ضائع نہ ہو۔

جناب محمد لطیف مغل، جناب سپیکر! جب انہوں نے تقریر شروع کی ہے تو وزیر خزانہ صاحب بھی چلے گئے ہیں اور دوسری سائیڈ سے بشریٰ رحمان صاحبہ بھی چلی گئیں ہیں۔ آپ وزیر خزانہ صاحب کو بلائیں تاکہ وہ ان کے نوٹس لے سکیں۔

جناب چیئرمین، چیمہ صاحب کو کسی وزیر خزانہ کی ضرورت نہیں ہے۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، میں مغل صاحب کا بہت مشکور ہوں کہ ایک دانا آدمی نے داناؤں والی

بات کی ہے۔

سردار سکندر حیات خان، جناب والا! اس وقت کوئی بھی منسٹر نہیں اور خاص طور پر وزیر خزانہ نہیں ہیں۔ وہ سامنے بیٹھیں اور سنیں شاہنواز صاحب تقریر کر رہے ہیں۔ اچھی باتیں کر رہے ہیں۔ حق حلال کی باتیں کر رہے ہیں۔ ایک تو ہمارے اوپر تقریر کے لیے دس منٹ کی پابندی لگا دیتے ہیں۔ اس میں نہ ہم نکرز پڑھ سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی کوئی اور بات مکمل کر سکتے ہیں۔

جناب چیئرمین، چیمہ صاحب کی ہر بات کو نوٹ کیا جا رہا ہے۔ آپ بے فکر رہیں۔

سردار سکندر حیات خان، آپ انہیں کہیں کہ وہ نوٹس پڑھ کر سنائیں وہ کاپی خالی ہے۔ آپ ذرا سپیکر صاحب کو کوئی پرچی بنائیں جو آپ نے نوٹ کی ہیں۔

جناب چیئرمین، چیمہ صاحب کی قیمتی باتیں نوٹ ہو رہی ہیں۔ آپ بے فکر رہیں۔

چودھری محمد شاہنواز چیمہ، وزیر خزانہ نے بتایا ہے کہ 1990ء آدمیوں پر ایک سپاہی رکھا ہوا ہے۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ 1990ء پر ایک سپاہی رکھنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ 1990ء آدمی بدمعاش چور ڈاکو نہیں۔ پولیس کا محکمہ صرف اس لیے بنایا گیا ہے۔ کہ چوروں کا ڈاکوؤں کا بدمعاشوں کا' راہ زنوں کا تدراک کیا جائے۔ میں اس کے لیے تجویز دیتا ہوں۔ ایک اعلیٰ قسم کی کمیٹی بنائی جائے۔ جو پرانے اور رشوت خور افسر بھرتی کیے گئے ہیں۔ انہیں نکال کر نئے افسر بھرتی کیے جائیں اور ان کی تعداد کم کی جائے۔ یہ اسی طرح ہے جیسے ایک بادشاہ نے اپنے گھوڑوں کے لیے ایک سائیس رکھا ہوا تھا۔ ایک دن بادشاہ نے جا کر دیکھا تو اس سے پوچھا کہ گھوڑے کمزور کیوں ہیں۔ لہٰذا اس نے ایک اور رکھ دیا۔ اس کے بعد بتایا گیا کہ گھوڑے اور کمزور ہو گئے ہیں۔ اس نے کہا کہ ایک اور چوکیدار رکھ دیا جائے۔ جناب والا! آپ جو پولیس بڑھا رہے ہیں' آپ اپنے انجام کو پہنچ جائیں گے۔ میں ہاؤس کو بتانا چاہتا ہوں کہ جتنی پولیس زیادہ ہو گی اتنے جرائم زیادہ ہوں گے۔ اتنے زیادہ ڈاکے پڑیں گے۔ اتنی زیادہ لوگوں کی عزتیں لوٹی جائیں گی۔ میں یہ بات دعویٰ سے کہتا ہوں کہ رات کے وقت یہ لمبے کرتے پہن کر ڈاکے مارتے ہیں اور خود چوریاں کرتے ہیں۔ جناب سپیکر! میرے لیڈر رانا شوکت محمود نے بجٹ کے مطابق ایک ایک بات بتائی۔ اگر یہ ایوان ان باتوں کو نہ سمجھا اور ان باتوں پر عمل نہ کیا گیا تو ان کو آنے والی تاریخ کبھی بھی معاف نہیں کرے گی۔ تاریخ کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔ یہ فیصلے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے یادگاری ہوتے ہیں۔ میں پولیس کی بات کر رہا تھا۔ جناب! یہ ایک ارب روپے آپ ہسپتالوں پر لگائیں

سکولوں پر لگائیں ہر تحصیل میں ہسپتال قائم کریں۔ وہاں ڈاکٹر بھیجیں۔ کسی تحصیل ہیڈ کوارٹر کے ہسپتال میں ایسا کوئی ڈاکٹر نہیں جو مریضوں کو بے ہوش کر سکے اور انکل بچو کے ساتھ ہی یہ دوائی دے کر بے ہوش کرتے ہیں چاہے وہ اس سے مر ہی جائے۔ یہ ڈاکٹر مریضوں کو دوائی سونگھا دیتے ہیں۔ کسی مریض کو یہ دوائی زیادہ سونگھائی گئی ہے۔ وہ مر گیا اور ڈاکٹر کو سمجھ نہیں آئی۔ آپ یہ پیسے نکال کر لوگوں کی فلاح پر خرچ کریں۔ یہ پیسہ زراعت پر لگایا جائے۔ یہ پیسہ تعلیم پر لگایا جائے۔ تعلیم کے لیے ٹیکنیکل سکول بنائے جائیں۔ اس طرح شرح خواندگی کم ہو گی۔ یہاں ہر چیز جو بے کار ہوتا ہے۔ آپ آئیں اور دیکھیں کہ یہ ڈکیتیاں کون کر رہے ہیں؟ ڈکیتیاں کرنے والے پولیس والے ہیں اور وہ آدمی جو بے روزگار ہیں۔ کون ڈاکے ڈالتے ہیں؟ یہ سب کچھ بے روزگاری کرا رہی ہے۔ بے روزگاری کیوں ہے؟ تعلیم صحیح نہیں۔ تعلیم صحیح ہونی چاہیے۔ یہاں ٹیکنیکل ادارے ہونے چاہییں۔ یہاں پر ٹیکنالوجی ہونی چاہیے۔ یہ چیزیں کوئی نہیں سوچتا۔ یہاں بات سوچتے ہیں کہ پولیس کی تعداد بڑھائی جائے۔ تاکہ شرفاء کو ڈرایا جا سکے۔ تاکہ شرفا کو مارا جا سکے۔ یا ان اسمبلیوں کے ممبران کا گھیراؤ کیا جائے۔ جناب سپیکر! یہ کتنی افسوس کی بات ہے یہاں جتنی تحاریک استحقاق پولیس کے خلاف ہوتی ہیں۔ ان کو وزیر قانون صاحب بڑی بے دردی کے ساتھ رد قرار دے دیتے ہیں۔ اور وزیر قانون صاحب قانون کی اس طرح دھجیاں اڑاتے ہیں تاریخ ان کو کبھی معاف نہیں کرے گی۔ میں یہ باتیں اس لیے جناب کے گوش گزار کر رہا ہوں کہ آپ کو اس وقت انصاف کی کرسی پر بٹھایا گیا آپ اس وقت ایوان کے custodian ہیں۔ اور آپ یہ یاد رکھیں کہ قوم وہ زندہ ہوتی ہے جو حق و انصاف پر چلے۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اس ایوان میں نوکر شاہی ایک سازش کے تحت طرح طرح کے پراپیگنڈے چلا رہی ہے۔ یہاں طرح طرح کی باتیں چل رہی ہیں۔ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ 9 تاریخ کو جس دن بجٹ پیش ہوا۔ کوئی ایسی چیز نہیں تھی۔ اس میں بھی ایک حاکمانہ چیز تھی اس حاکمانہ چیز کے خلاف ہم نے احتجاج کیا تھا اور ہم اس دن یہ بتانا چاہتے تھے کہ جمہوریت میں اگر کوئی پوائنٹ آف آرڈر پر کھڑا ہو تو اس کی بات سننی چاہیے۔ کیونکہ اصل فیصلے جرنیلوں اور ڈکٹیٹروں کے ہوتے ہیں۔ اور انصاف کرنے والوں کے اٹل فیصلے نہیں ہوتے۔

جناب سپیکر! جب تک انصاف اور ادب سے پیچھے ہٹتے جائیں گے اس وقت تک ہمارا نام مٹتا چلا جائے گا۔ میں کب تک اور کہاں تک آپ کو بتاتا رہوں۔ یہاں اتنا نقصان ہو چکا ہے جس کا اندازہ

ہی نہیں ہو سکتا۔ یہاں قانون کی بالا دستی نہیں۔ آئیں! میں آپ کو قانون کی بالا دستی بتاؤں۔ میں سعودی عرب عمرہ ادا کرنے گیا۔ میں نے وہاں دیکھا ایک سپاہی۔ گنتی کریں کتنے سپاہی ہیں۔ ہزارہا سپاہی ہزارہا کاروں کو کنٹرول کر رہے ہیں۔ اور وہاں کیا ہے؟ وہاں بھی عدالتوں سے متعلق لوگوں کو خوف ہے کہ یہاں انصاف ہو گا۔ انصاف یہ ہے کہ آٹھ دن یا دس دن کے یا بیس دن کے اندر وہاں فیصلہ ہو جاتا ہے۔ چلو یہاں کم از کم چھ مہینے میں برسر عام فیصلہ کیا جائے اور انصاف کے ساتھ فیصلہ کیا جائے تب یہاں کبھی لا قانونیت نہیں ہو سکتی۔ کبھی یہاں چوریاں نہیں ہو سکتیں۔ کبھی ڈاکے نہیں پڑ سکتے یہاں ہر بندہ واردات کرتا ہے ہر بندہ چوری کرتا ہے۔ ہر بندہ ڈاکہ زنی کرتا ہے لیکن لباس مختلف ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ مختلف لباسوں کو ٹھیک کیا جائے۔ یہاں صحیح انصاف ہونا چاہیے۔ میں آپ کا زیادہ وقت نہیں لیتا کیونکہ آپ نے گھنٹی کا اشارہ دے دیا ہے۔ ایک شعر عرض کرتا ہوں۔

بردہ فروشوں سے کہاں کے بھائی
بیچ ڈالیں جو یوسف سا برادر

جناب چیئرمین، جناب محمد احمد صاحب!

جناب صاحبزادہ محمد احمد، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ شکریہ! جناب والا یہ ایک حقیقت ہے کہ ہمارا ملک پاکستان بہت سی مشکلات و مصائب سے گزر کر معرض وجود میں آیا۔ اس کی زیادہ تر قدر و منزلت صرف اور صرف انہی لوگوں کو ہو سکتی ہے جنہوں نے وہ حالات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے یا جن لوگوں نے اپنی جائیداد اور اپنا گھربار لٹایا تھا۔ اپنے نوجوان بچوں کے خون کا نذرانہ پیش کیا تھا اور اپنی بہو بیٹیوں کی عزتیں لٹائی تھیں۔ تو اللہ کے فضل و کرم سے ایک ملک معرض وجود میں آیا۔ اس کے بعد جتنا بھی عرصہ گزرا ہے پاکستان کے اندر جو کچھ بھی ہوا ہے یہ ہماری ایک نہایت ہی کرب ناک سیاسی تاریخ ہے۔ پاکستان کے اندر بہت سے طالع آزما اور ابن الوقت لوگوں نے اس ملک کو جس طرح بھی لوٹا۔ جس طرح بھی اس کی بیخ کنی کی اس میں انہوں نے کوئی کسر باقی نہ رکھی۔ اب پھر ایک عرصے کے بعد جبکہ اس ملک میں اللہ کے فضل و کرم سے جمہوریت بحال ہوئی ہے۔ ہم جمہوریت کی باتیں تو بہت کرتے ہیں لیکن جہاں تک جمہوریت کے تقاضوں کو پورا کرنے کا تعلق ہے ابھی ہم اس سے بہت دور اور بہت پیچھے ہیں۔ اس وقت آپ سندھ کے حالات دیکھیں۔ وہاں مسلمان، مسلمان کے خون سے ہولی کھیل رہا ہے۔ ظلم و تشدد اور بربریت کا بازار گرم ہے۔ وہاں لوٹ مار جاری و ساری ہے۔ اغوا، قتل و غارتگری

بلکہ یہاں تک کہ وہاں پر انسانیت بھی کانپ اٹھی ہے۔ ایک مسلمان، مسلمان کو ہی گولی کا نشانہ بنا رہا ہے اور وہاں یہ کیا ہو رہا ہے؟ اور یہ کس چیز کے تابع ہو رہا ہے؟ ہمارے اوپر مرکزی حکومت بیٹھی ہے۔ ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ کیا مرکزی حکومت اپاہج اور مفلوج ہو چکی ہے؟ اس کے پاس کوئی اختیار نہیں؟ اس کے پاس کوئی فورس نہیں کہ وہ انتظام نہیں کر سکتی؟ اگر آپ تاریخ اسلامی کا مطالعہ کریں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اگر ایک جانور بھی کسی دریا کے کنارے پر مر جاتا ہے تو اس وقت کا خلیفہ وقت حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھ سے اس کے متعلق بھی بازپرس ہو گی۔ تو آپ دیکھیں یہاں جمہوریت کی باتیں تو بہت کی جاتی ہیں۔ جن ملکوں میں جمہوریت اپنے عروج پر ہے وہاں جمہوری ممالک میں اگر ایک بھی انسان کا قتل ہوتا ہے۔ اگر ایک بھی ایسا کوئی واقعہ ہوتا ہے۔ تو تمام حکومت مستعفی ہو جاتی ہے۔ لیکن یہاں انسانوں کے جسموں کے انبار لگائے جا رہے ہیں۔ لیکن کوئی ٹس سے مس نہیں ہوتا۔ یہ قانون، یہ آئین کی بالادستی آپ کو کہاں نظر آتی ہے؟ اس لیے میں آپ کی وساطت سے یہ عرض کروں گا کہ جب تک ہم اپنے ملک کے حالات کو آپس میں باہمی یگانگت، اتفاق و اتحاد اور قومی یک جہتی کا مظاہرہ نہیں کریں گے ایک ٹیبل پر بیٹھ کر ایک جگہ پر بیٹھ کر ان مسائل کو حل نہیں کریں گے اس وقت تک ہم نہ جمہوریت کی بات کر سکتے ہیں اور نہ کوئی اور بات کر سکتے ہیں۔ اور ہم کبھی بھی جمہوریت کو اس ملک میں پنپنے نہیں دیں گے۔ میری آپ کی وساطت سے یہ استدعا ہے کہ ہمیں تمام مکاتب فکر اور تمام سیاستدانوں اور حکومت والوں کو ایک جگہ پر بیٹھ کر اس کا حل کرنا چاہیے۔ ورنہ آپ دیکھیں گے کہ حالات اس طرف جا رہے ہیں کہ تاریخ ہمیں کبھی معاف نہیں کرے گی۔ جہاں تک اس بجٹ کا تعلق ہے۔ یہ بجٹ بہترین بجٹ ہے۔ تنقید ہوتی ہے تنقید اپوزیشن کا حق ہے۔ تنقید ہونی چاہیے لیکن تنقید بھی حقائق کی روشنی میں ہونی چاہیے۔ حقائق کو تسلیم کرنا چاہیے۔ آپ دیکھیں پچھلے بجٹ میں سے خدا کے فضل و کرم سے پنجاب میں بہت ڈویلپمنٹ ہوئی ہے۔ ہم اپنے علاقوں کی بات کرتے ہیں۔ یہاں میرے ایک فاضل دوست نے اعتراض کیا ہے وہاں بھی 35 لاکھ ایم پی اے سپیشل پروگرام کے تحت پیسے دیے جاتے ہیں۔ ہمارے علاقوں میں اسی طرح آپ جانتے ہیں ترقیاتی کام ہو رہا ہے۔ اتنی ڈویلپمنٹ ہوئی ہے کہ خدا کے فضل و کرم سے آپ دیکھیں کہ سڑکیں، ہسپتال اور سکولز۔ کالجز علی ہذاالقیاس وہ تمام ضروریات جو شہروں میں لوگوں کو مہیا ہوتی ہیں اب وہ دیہاتوں میں بھی لوگوں کو میسر آ رہی ہیں۔ اور اس کا تمام تر سہرا میاں نواز شریف صاحب کی حکومت پر ہے۔ انہوں

نے پنجاب میں ایک انقلاب برپا کیا ہے۔ اور تاریخ میں آج تک اتنا کام نہیں ہوا جتنا کہ میاں نواز شریف کے دور حکومت میں ہوا ہے اور ہم نے اپنے ہاتھوں سے کیا ہے۔ بعض دوست یہاں اعتراض کرتے ہیں کہ جہیز فنڈ۔ ہم وہ لسٹیں بنا دیتے ہیں جن لسٹوں کے تحت بیواؤں کو اور بیواؤں کی بچیوں کو جہیز فنڈ دیا گیا۔ ہمارے پاس وہ چیزیں آئیں اور ہم نے اپنے ہاتھوں سے دیا۔ تو اس لیے پچھلے بجٹ کو آپ دیکھیں اور اب اس بجٹ کو بھی دیکھیں۔ بجٹ کوئی الہامی کتاب نہیں یہ انسانوں کے ذہن کی اختراع ہے۔ یہ انسانوں کی بنی ہوئی دستاویز ہے۔ اس میں کوئی کمی بیشی ہو سکتی ہے۔ کوتاہی ہو سکتی ہے۔ مگر آپ مجموعی طور پر اس کا اندازہ لگائیں تو یہ ایک متوازی ' بہترین ' عوامی اور فلاحی بجٹ ہے۔ اس میں غریبوں کے لیے فنڈ مخصوص کیے گئے ہیں۔ جہیز فنڈ مخصوص کیا گیا ہے۔ ڈویلپمنٹ کے لیے بہت سا پیسہ رکھا گیا ہے۔ بیت المال قائم کیا گیا ہے۔ اور اس کے علاوہ کچی آبادیوں کے مکینوں کی سہولتوں کے لیے بہترین انتظام کیا گیا ہے۔ ان کو جگہیں دی گئی ہیں۔ آج سے پہلے ہم یہ سنتے آئے ہیں کہ سات مرلہ سکیم' روٹی کپڑا اور مکان لیکن کسی نے کچھ نہ دیا۔ آپ اس حکومت کو دیکھیں کہ اس نے تجربے سے ثابت کر دیا ہے کہ لوگوں کو مکانات دیے گئے ہیں رہائش کے لیے کچی آبادی کے لوگوں کو اور دوسرے لوگوں کو مکانات دیے گئے ہیں۔ ان کو پلاٹ دیے گئے ہیں۔ یہ ایک بہترین بجٹ ہے جس میں ملازموں کی تنخواہوں کا بندوبست بھی کیا ہے۔ کوئی ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ غریب پینشنرز کی پینشنوں کا انتظام کیا گیا ہے۔ بیت المال کے لیے خطیر رقم مختص کی گئی ہے۔ اس لیے اس لحاظ سے یہ بجٹ بہترین بجٹ ہے اور اللہ کے فضل و کرم سے جب یہ پیسے اس بجٹ سے باہر جائیں گے تو آپ اس انقلاب کو دیکھیں گے ان شاء اللہ ایک اور انقلاب برپا ہو گا۔ جو اصل بات ہے جو سچی بات ہے وہ کرنی چاہیے۔ عدالتوں میں تھانوں میں اور اس طرح کے اعتراضات کہ انصاف نہیں ملتا۔ تھانوں میں زیادتیاں ہو رہی ہیں اس کا بھی ہمیں محاسبہ اور قلع قمع کرنا چاہیے۔

جناب والا! سکولوں کے متعلق جو رونا رویا جا رہا ہے وہ بالکل حقیقت ہے کہ معیار تعلیم بالکل تباہ ہو چکا ہے معیار تعلیم بالکل ختم ہو چکا ہے۔ وہاں چیکنگ کا نظام زیادہ سے زیادہ ہونا چاہیے۔ اس طرح ہسپتالوں میں بہت سی خرابیاں ہیں۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہمارے وزراء اپنے علاقوں کا دورہ کریں اور وہاں جا کر دیکھیں کہ کس جگہ پر زیادتیاں ہوئی ہیں۔ اور اگر کوئی زیادتی ہوئی ہے تو وہاں ہی اس کا فیصلہ کیا جائے تاکہ دوسرے لوگوں کو عبرت حاصل ہو سکے۔

جناب والا! آخر میں میں یہ عرض کروں گا کہ میرا تعلق سیالکوٹ تحصیل پسرور سے ہے جو نہایت ہی پس ماندہ ترین تحصیل ہے۔ میں پہلے یہ کہہ چکا کہ یہ بالکل حقیقت ہے کہ اس دور میں وہاں بہت کام ہو رہا ہے لیکن چند ایک مسائل کے حل بہت ضروری ہیں۔ مثلاً وہاں چھوٹے زمین داروں کی تھوڑی تھوڑی زمینیں ہیں۔ نالہ ڈیک وہاں سے گزرتا ہے۔ جو کہ بڑا منہ زور نالہ ہے۔ اور اس کی تباہ کاریوں سے ہر سال زمین داروں کی سال بھر کی محنت ضائع ہو جاتی ہے۔ میں آپ کی وساطت سے حکومت پنجاب اور وزیر خزانہ سے استدعا کروں گا کہ نالہ ڈیک پر بند بنایا جائے اور وہاں ایک پل پسرور اور ڈھوڈا روڈ پر تعمیر کیا جائے تاکہ ڈیک کے اس طرف کا علاقہ اپنے شہر سے منسلک ہو سکے۔ آخر میں میں وزیر خزانہ اور جناب وزیر اعلیٰ کو اتنا بہترین، عوامی، متوازن اور رفاہی بجٹ پیش کرنے پر صمیم قلب سے مبارک باد پیش کرتا ہوں۔ شکریہ۔

جناب چیئرمین، میاں اظہر الحسن ڈار صاحب۔

میاں اظہر احسن ڈار: جناب چیئرمین! آج ہم 1990-91ء کے بجٹ کی بحث میں حصہ لے رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ جن ہندو لوگوں سے جدوجہد کر کے 1947ء میں پاکستان لیا تھا انہوں نے آج تک پاکستان کو قبول نہیں کیا۔ آج ان کی فوجیں ہمارے پنجاب کی سرحد کے ساتھ ہیں اور وہ کسی نہ کسی طرح ہمارے اس ملک کو ختم کرنا چاہتے ہیں اگر ہم سندھ کے حالات کو دیکھیں تو ہمیں پاکستان کی سالمیت اور وفاق کے متعلق سوچنا پڑے گا۔ ہمیں یہ سوچنا پڑے گا کہ سندھ کے حالات کس طرح خراب ہوئے۔ جب الطاف حسین پاکستان پیپلز پارٹی سے معاہدہ کرتا ہے تو اس وقت تو سندھ کے حالات میں سکون رہتا ہے لیکن جب الطاف حسین اپنے چچا جی۔ ایم سید کے ساتھ معاہدہ کرتا ہے تو پھر وہاں قتل و غارت شروع ہو جاتی ہے اور جب الطاف حسین کے جلسے میں آئی جے آئی شرکت کرتی ہے تو وہاں دہشت گردی شروع ہو جاتی ہے قتل عام سر عام شروع ہو جاتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آئی جے آئی پہلے تو یہ کہتی رہی ہے کہ الطاف حسین امریکن ایجنٹ اور دہشت گرد ہے تو آج یہ کس طرح کہتے ہیں کہ یہ ہمارا دست راست ہے۔ اس کے جلسوں میں جا کر انہوں نے کراچی اور سندھ کے امن عامہ کو خراب کیا۔ ان لوگوں کے قتل عام میں آئی جے آئی کا پورا ہاتھ ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آئی جے آئی میں وہ جماعتیں ہیں جو نظریہ پاکستان پر اتفاق نہیں رکھتیں۔ جنہوں نے نظریہ پاکستان کی مخالفت کی ہے آج وہ جماعتیں آئی جے آئی میں شامل ہیں اور ان کا تعلق جی ایم سید جیسے دہشت گرد

سے ہے۔ ان کا اس سے رابطہ ہے اور وہ وہاں پر لوگوں کا قتل عام کراتی ہیں۔ جب الطاف حسین کراچی، سندھ حیدرآباد میں قتل عام شروع کراتا ہے اور سندھ حکومت اس کو کنٹرول کرتی ہے جس وقت وہ کنٹرول میں آنے لگتا ہے تو پھر وہ اپنے چچا کو وہاں بلاتا ہے اور وہ اندرون سندھ دہشت گردی شروع کر دیتا ہے ڈاکہ زنی شروع کر دیتا ہے۔ آج جب کشمیر کی آزادی کی تحریک شروع ہوتی ہے تو اس وقت انڈین ایجنٹ اس میں شامل ہو جاتے ہیں جو وہاں پر دھماکے کرتے ہیں قتل عام کرتے ہیں اور ڈاکے ڈالتے ہیں اور ان لوگوں کو جی ایم سید اور الطاف حسین پناہ دیتے ہیں اور یہی لوگ امن عامہ کو خراب کرتے ہیں اور اس کا اطلاق اس طرح سے شروع ہوتا ہے کہ پنجاب کے دل لاہور میں بھی دھماکے شروع ہوتے ہیں۔ کروڑوں اور اربوں روپے کی جائیداد ختم ہوتی ہے اور کئی لوگ شہید ہو جاتے ہیں اور ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک کی سالمیت کو نقصان پہنچانے کے لیے اس طریقے سے سازشیں کی جا رہی ہیں۔ جناب والا! اس وقت ملک میں سب سے زیادہ اتحاد کی ضرورت ہے۔ وزیراعظم محترمہ بے نظیر بھٹو نے اتحاد کے لیے نواز شریف وزیر اعلیٰ پنجاب کو اپنا بھائی کہا اور مصالحتی کمیٹی تشکیل دی لیکن وزیر اعلیٰ پنجاب نے اس کے جواب میں کیا بیان دیا اور یہ ایسا بیان غیر شعوری طور پر دیتے ہیں جس سے قتل و غارت اور خون خرابہ نظر آتا ہے۔

چودھری صداقت علی (پارلیمانی سیکرٹری)، جناب چیئرمین۔ آپ سے عرض ہے کہ فاضل ممبر بجٹ پر تقریر کر رہے ہیں۔ یا--------

جناب چیئرمین، آپ ان کو بات کرنے دیں۔ وہ جیسے بھی بات کرتے ہیں۔ وہ ٹھیک ہے۔

جناب نذرحسین کیانی، جناب والا! کیا ہر مقرر کو ٹوکنے والے صرف یہی ایک ممبر رہ گئے ہیں اور کوئی نہیں؟ یہاں یہ کیوں اپنی حاضری لگوانا چاہتے ہیں۔ ان کا فوٹو تو اس سے پہلے ہی کھینچ لیا گیا ہے۔

میاں اظہر الحسن ڈار، جناب والا! وزیر اعلیٰ پنجاب میاں نواز شریف کے ان جیسے مشیر جن کا تعلق آئی جے آئی سے ہے اور جو نظریہ پاکستان کے مخالف رہے ہیں وہ غیر شعوری طور پر بیان ان سے دلواتے ہیں اور خون خرابہ کرواتے ہیں۔ یہ نہیں چاہتے کہ ملک میں سالمیت ہو۔ یہ نہیں چاہتے کہ ملک کا وفاق ہو اس لیے کہ ان کی دھاندلی نہیں چلتی یہ لڑائی میں خود جاتے ہیں۔ اس طرح کے مشیر شامل ہو کر ملک میں نفرت کا باعث بنتے ہیں اس طریقے سے ان کے پاس مسلم لیگ ہے ہمارے گوجرانوالہ کے وزراء صاحبان بھی بیٹھے ہیں۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ وہ کیسے مسلم لیگی ہیں؟ 1965ء میں جب مادر ملت فاطمہ جناح کا

ایوب خان کے سامنے الیکشن تھا تو مادر ملت کو شکست ہو گئی تو مسلم لیگیوں نے ایک جلوس نکالا جس میں ایک کتی کے اوپر ڈوپٹہ ڈال کر انہوں نے نعرے لگائے "کیا تُو الیکشن لڑے گی"؟ آج یہ قائد اعظم کی بات کرتے ہیں تو قائد اعظم کی بہن کو بھول جاتے ہیں جنہوں نے تحریک پاکستان میں قائد اعظم کو سب سے بڑا سہارا دیا تھا۔ کیا مادر ملت کی پاکستان بنانے میں کوئی کوشش نہیں اور قائد اعظم محمد علی جناح نے اپنی تقریر میں واضح طور پر کہا تھا کہ پاکستان بنانے میں اگر کسی نے میرے ساتھ محنت کی ہے تو میری بہن نے کی ہے۔ یہی وہ مسلم لیگی ہیں جن کا صدر اس وقت نواز شریف ہے تو وہ کس طریقے سے اس ملک کو چلا سکتے ہیں وہ تو یہی ان کو مشورے دیں گے کہ ملک میں افراتفری رہے۔ میں یہ ثابت کر سکتا ہوں کہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو مسلم لیگی کہلاتے ہیں ان کو قبول کرنے والا وہ بے شرم ہے جس کی شرم کی تو بات ہی چھوڑیں اگر یہ لوگ قائد اعظم کی بہن کو کتیا کہتے ہیں تو یہ لوگ اس قابل ہی نہیں ہیں کہ یہ مسلم لیگ کا نام لے سکیں۔ اس لیے ان کی مسلم لیگ سے اس ملک کے وفاق کی کوئی ضمانت ہی نہیں۔ یہ چاہتے ہی نہیں ہیں کہ ملک اکٹھا رہ سکے۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ آئی جے آئی کا نہ کوئی اتحاد ہے اور نہ ہی ان کا کوئی منشور ہے۔ ان کا کوئی پروگرام نہیں۔ یہ ایک الیکشن ہو رہا تھا جس کی وجہ سے یہ سب لوگ اکٹھے ہوئے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ ان کا کوئی منشور اور پروگرام نہیں۔ وزیر اعلیٰ صاحب کہتے ہیں کہ ہم بڑی ڈویلپمنٹ کروا رہے ہیں۔ میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ میرے حلقہ میں یونین کونسل جلال، یونین کونسل تونڈی کھجور والی، یونین کونسل ترگڑی، یونین کونسل منڈھلیا وڑائچ اور گوندلاں والا اور ایوب یونین کونسل میں انہوں نے آج تک کیا کارنامہ کیا ہے۔ وہاں پر سکولوں کی حالت دیکھ لیں۔ وہاں پر بچوں اور بچیوں کے سکولوں کی چھتیں نہیں ہیں۔ کئی ایسے گاؤں ہیں جہاں پر پرائمری سکول تک نہیں ہیں۔ کئی ایسے ادارے ہیں جہاں پر سڑکیں نہیں ہیں۔ ان یونین کونسلوں میں سڑکوں کے لیے انہوں نے کروڑوں روپیہ رکھا ہے مگر یہ ان یونین کونسلوں میں کوئی ایسی سڑک بتا دیں جہاں پر چھوٹے کاشت کار منڈیوں تک اپنی اجناس لے کر جا سکتے ہوں ہماری تحصیل وزیر آباد میں مولانا ظفر علی کا ایک ڈگری کالج ہے لیکن اس میں سائنس کی کلاسیں نہیں ہیں گھڑ میں لڑکوں اور لڑکیوں کا دس دس میل تک کوئی کالج نہیں۔ راہوالی میں بھی نہ لڑکوں اور نہ ہی لڑکیوں کا کوئی کالج ہے پانچ پانچ میل تک وہاں پر کوئی کالج نہیں اس وقت سب زیادہ تعلیم کی ضرورت ہے مگر جناب والا! ظلم کی بات یہ ہے کہ انہوں نے اس پر 20 فی صد کٹوتی کر دی ہے غریب

کے بچے کو تو پہلے ہی داخلہ نہیں ملتا مگر انہوں نے اس کے لیے یہ ایک اور ظلم کیا ہے۔

جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ راہوالی جی ٹی روڈ پر واقع ہے اور وہاں ہزاروں کی آبادی ہے مگر وہاں پر ان کا Basic Unit تک نہیں ہے۔ وہاں پر کوئی ڈسپنسری نہیں ہے۔ ان یونین کونسلوں میں کوئی ہسپتال بھی نہیں۔ اگر کوئی ہسپتال ہے تو وہاں پر کوئی فرنیچر تک نہیں۔ ڈاکٹروں کی سہولت کے لیے رہنے کی کوئی جگہ نہیں۔ لیڈی ڈاکٹر تک نہیں اور ادویات تک نہیں ہیں۔ گکھڑ اتنی بڑی منڈی ہے مگر اس کے ہسپتال میں ایک بلب تک نہیں۔ بستر تک نہیں۔ یہ کس طریقے سے کہتے ہیں کہ ہم نے صحت پر اور تعلیم پر پورا عبور حاصل کر لیا ہے۔ ہم نے پرائمری تعلیم کو مفت کر دیا ہے جبکہ انہوں نے پرائمری سکول ہی نہیں بنائے یہ پرائمری سکولوں پر چھتیں تک نہیں بنا سکے۔ دیہاتوں میں لوگ پڑھنے کے لیے ترس رہے ہیں۔ یہ نعرہ لگاتے ہیں کہ ہم نے تعلیم مفت کر دی۔ یہ یہ تو بتائیں کہ کیا کوئی سکولز ہیں بھی جہاں پر انہوں نے تعلیم مفت کی ہے۔ کیا ہسپتال ہیں جہاں سے غریب لوگ ادویات لے سکتے ہیں یہ تو انہوں نے فنڈ میں سے پیسہ لینے کے لیے یہ طریق کار بنایا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین، چودھری صداقت علی۔

میاں اظہر حسن ڈار، جناب چیئرمین! میں آپ سے گزارش کروں گا کہ یہ جو بجٹ ہے اور جس میں 20 فی صد کی کٹوتی کی گئی ہے میں نہیں چاہتا کہ تعلیم، صحت اور سڑکوں پر کوئی کٹوتی ہو۔ میں تو کہتا ہوں کہ یہ مقابلہ تو مرکز سے کرتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ یوٹیلٹی سٹور----

جناب چیئرمین، ڈار صاحب! آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

میاں اظہر حسن ڈار، یہ کہتے ہیں کہ غریبوں کے لیے یوٹیلٹی سٹور بنائے ہیں مگر ان کو تو یہ چاہیے کہ یہ سستی دکانیں چلائیں اور غریبوں کے لیے سستی دکانیں کھولیں۔ گوشت کو سستا کریں۔ سبزی کو سستا کریں۔

جناب چیئرمین، ڈار صاحب! آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے آپ تشریف رکھیں۔ چودھری صداقت علی آپ اپنی بات شروع کریں۔

چودھری صداقت علی، جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر تقریر کرنے کی

اجازت فرمائی۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب چیئرمین، آپ پہلے اپنی سیٹ پر جائیں پھر پوائنٹ آف آرڈر بولیں۔

چودھری صداقت علی، یہ شرارت لگتی ہے پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ ہنس رہے ہیں۔ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر تقریر کرنے کا موقع دیا۔

سردار سکندر حیات خان، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین، سردار صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار سکندر حیات خان، جناب سپیکر! اب میرے بھائی بہت مسکرائے ہیں جب ہم نے کوئی پوائنٹ آف آرڈر پر بات کی ہے۔ ان کا ریکارڈ دیکھ لیا جائے کہ انہوں نے ٹوٹل پوائنٹ آف آرڈر پر کتنی بات کی ہے تو اگر انہوں نے دو ممبروں کا وقت لے لیا ہے اور پھر ان کو بولنے کی اجازت نہ دی جائے۔ ان کی تقریر بند کر دی جائے۔

جناب چیئرمین: میں نے ان کا نام نوٹ کیا ہے۔ اس حساب سے ہم چلیں گے چودھری صداقت علی۔

چودھری صداقت علی، جناب سپیکر! پنجاب کا موجودہ بجٹ ہماری تاریخ کا مثالی بجٹ ہے کیونکہ ہم نے یہ موجودہ بجٹ بڑے مشکل حالات میں پیش کیا ہے۔ ایک طرف تو مرکز ہم سے مکمل طور پر تعاون کرنے کے لیے تیار نہیں اور دوسری طرف مسائل بہت زیادہ ہیں۔ ان حالات میں ہم نے اپنے اخراجات کو کم کیا ہے اور تمام مسائل پر ہم نے قابو پانے کی کوشش کی ہے۔۔۔

جناب علی اکبر مظہر وینس، پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

جناب چیئرمین: وینس صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہوں گا کہ موصوف کے متعلق یہ لکھ دیا جائے کہ یہ بجٹ بہت اچھا ہے اور ہم وزیر اعلیٰ اور وزیر خزانہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ یہ لکھ دیا جائے اور ان کی تقریر ختم کر دی جائے اور ان بے چاروں نے کیا کہنا ہے؟ یہی لکھ دیں بس کہ بہت اچھا بجٹ ہے۔ واہ واہ! سبحان اللہ!۔

چودھری صداقت علی، جناب سپیکر! ایک طرف صوبہ سرحد کے وزیر اعلیٰ ہیں وہ پریس کانفرنس

کرتے ہیں اور بڑے فخر سے کہتے ہیں----

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر--- جناب والا! یہ پنجاب اسمبلی ہے سرحد اسمبلی نہیں۔ یہاں پر یہاں کے وزیر اعلیٰ کی بات کی جائے۔ انہوں نے سرحد اسمبلی کے وزیر اعلیٰ کی بات کیوں کی ہے؟ انہیں عینکیں لگا کر بھی پتا نہیں ہے کہ یہ پنجاب کی اسمبلی ہے۔

جناب چیئرمین: کوئی بھی اچھی بات جس صوبے کی بھی ہو وہ کر سکتے ہیں۔ آپ سنیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: نہیں، میرا یہ مطلب نہیں---

جناب نذر حسین کیانی: جناب چیئرمین یہ بہت صحیح پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ جو شخص اس ہاؤس میں اپنے آپ کو defend نہیں کر سکتا اس کو آپ یہاں پر quote نہیں کر سکتے۔

جناب چیئرمین: کس کا پوائنٹ آف آرڈر سنیں۔ آپ کا یا غضنفر گل صاحب کا؟

جناب نذر حسین کیانی: جناب دونوں کا سنیں۔ اتنا حوصلہ پیدا کریں کہ آپ سننے کی عادت ڈال لیں۔

جناب چیئرمین: پھر قانون بدلنا پڑے گا--- (قہقہے)

جناب نذر حسین کیانی: آپ گھبرا کیوں جاتے ہیں؟ جب بھی کوئی بات ہوتی ہے تو آپ پریشان نہ ہوا کریں بات کو سن لیا کریں۔

جناب چیئرمین: اسمبلی کے قانون میں یہ ترمیم کراتے ہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر: جناب یہ وزیر کیوں بھاگ گئے ہیں؟

راجہ محمد خالد خان: جناب سپیکر! وصی ظفر صاحب اپنی سیٹ پر نہیں ہیں۔

جناب نذر حسین کیانی: راجہ خالد صاحب کس کی اجازت سے بول رہے ہیں؟

چودھری صداقت علی: جناب سپیکر! سرحد کے وزیر اعلیٰ بڑے فخر کے ساتھ یہ بات کرتے ہیں کہ ہمارا خسارہ مرکز پورا کرے گا۔

سردار سکندر حیات خان: پوائنٹ آف آرڈر--

جناب چیئرمین: سردار صاحب پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

سردار سکندر حیات خان: جناب والا! آپ یہاں باقاعدہ اس پر ایک رولنگ دیں۔ میرے بھائی جو اس وقت تقریر کے لیے کھڑے ہیں۔ انہوں نے باقاعدہ اٹھ کر ہمارے ایک دو بھائیوں سے کہا تھا کہ بجٹ سے متعلقہ بات کریں۔ اب یہ خود بجٹ کی متعلقہ باتوں سے باہر جا رہے ہیں۔ ہم جب تیاری کر کے آتے ہیں۔ کتابوں کو دیکھتے ہیں اور دل لگا کر figure work کو دیکھتے ہیں پھر یہاں بات کرتے ہیں تو ہمیں یہاں پر ٹائم نہیں دیا جاتا اور جو غیر متعلقہ باتیں کر رہے ہیں اور دوسرے صوبے کے متعلق بات کر رہے ہیں ان کو ٹائم دیا جا رہا ہے۔ ہم تو صرف اپنے علاقے کی بات کرتے ہیں اور ہم جو بات کرتے ہیں وہ باقاعدہ ان کے فائدے کی بھی بات ہوتی ہے۔ وہ پورے پنجاب کے فائدے کی بات ہوتی ہے۔

جناب چیئرمین: یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

چودھری صداقت علی: جناب سپیکر! وہ بڑے confidence سے کہتے ہیں کہ ہم اپنا خسارہ مرکز سے پورا کریں گے۔ اس کے علاوہ ہمارے دوسرے منصوبوں کے لیے بھی مرکز ہماری مدد کرے گا اور دوسری طرف ہماری یہ حالت ہے کہ ہمارا جو حصہ بنتا ہے وہ بھی ہمیں نہیں دیا جا رہا۔ ان حالات میں یہ جو بجٹ پیش کیا گیا ہے یہ ایک مثالی بجٹ ہے۔۔۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔ یہ مثالی بجٹ نہیں۔ یہ سالانہ بجٹ ہے۔ (قہقہے)

جناب چیئرمین: غضنفر گل صاحب! مجھے پتا ہے کہ آپ ان کو تقریر نہیں کرنے دیں گے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: نہیں، نہیں، میں کرنے دوں گا لیکن ان سے کہیں کہ وہ مثالی بجٹ نہ کہیں بلکہ سالانہ بجٹ کہیں۔

جناب چیئرمین: ابھی میری یہ خواہش ہے کہ آپ کا ایک اور ساتھی تقریر کرے۔

جناب علی اکبر مظہر وینس: مثالی بجٹ 90-89ء کا تو پاس ہو چکا ہے۔ اب یہ 91-90ء کا سالانہ بجٹ ہے۔

جناب چیئرمین: چلیں! وینس صاحب! آپ ان کو معاف کر دیں اور انہیں تقریر کرنے دیں۔

سردار سکندر حیات خان: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔۔۔

آوازیں: رہنے دیں۔۔

سردار سکندر حیات خان: نہیں، جناب! میرا باقاعدہ پوائنٹ آف آرڈر ہے اور پورے ایوان کا استحقاق

مجروح ہو رہا ہے۔ خاص طور پر اس سائیڈ کے پنجر کا اور وہاں اس سائیڈ کے پنجر کا اور کئی ضلعوں کا، تحصیلوں کا اور غریب عوام کا استحقاق مجروح ہو رہا ہے۔ یہ غلط فرماتے ہیں کہ ہم 80 فی صد Rural Areas کو دے رہے ہیں۔ جب ہم نے باقاعدہ ثابت کیا ہے۔ میں چیلنج کر کے کہتا ہوں کہ ایک انکوائری کمیٹی قائم کی جائے جس میں آڈیٹر جنرل بیٹھے ہوں اور باقاعدہ پچھلے بجٹ اور اس بجٹ کے اعداد و شمار لیے جائیں کہ کتنا جھوٹ ہے اور کتنا سچ ہے۔ پھر یہ تقریر کریں۔

جناب چیئرمین، سردار صاحب! انہوں نے جتنے پوائنٹ آف آرڈر اٹھائے تھے اتنے آپ نے اٹھا لیے ہیں۔ اب مقابلہ برابر ہے لہٰذا ان کو تقریر کرنے دیں۔

چودھری صداقت علی، جناب سپیکر! اس ہاؤس میں یہ کہا گیا کہ ہم نے کوئی نئی ٹیکسیشن نہیں کی۔ اس چیز کی تعریف کی جانی چاہیے تھی کہ ہم نے اس ملک کے غریب عوام پر مزید بوجھ نہیں ڈالا اور اپنے حالات کے مطابق یہ بہترین بجٹ ہم نے پیش کیا ہے۔ ایک طرف مرکز کا بجٹ ہے جہاں پر ٹیکسوں کی بھرمار کر دی گئی ہے جہاں پر ایکسائز ٹیکس لگایا گیا ہے اور کئی ایسی چیزوں پر ٹیکس لگایا گیا ہے جس سے ہماری برآمدات متاثر ہوتی ہیں اور جس سے ہمارے ملک کے غریب عوام، ہمارے ملک کے کاشت کار بری طرح متاثر ہوئے ہیں۔ ایک طرف تو یہ نعرہ لگایا جاتا ہے کہ ہم غریبوں کی خدمت کریں گے اور دوسری طرف جب بجٹ پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس انداز کا پیش کیا جاتا ہے کہ ان کو کچل کر رکھ دیا گیا ہے۔ ہمارے ملک کی اقتصادی حالت بجائے اس کے کہ وہ بہتر ہوتی وہ بالکل کمزور ہو کر رہ گئی ہے۔ دوسری طرف ہمارا بجٹ آپ دیکھیں کہ ہم نے اس میں ہر آدمی کو adjust کرنے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے اس میں جہیز فنڈ رکھا ہے تاکہ غریب لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ ہم نے بیت المال قائم کیا ہے۔ ایجوکیشن اور ہیلتھ کے بجٹ کو ہم نے بہتر کیا ہے۔ پھر تعمیر و ترقی کا سلسلہ تو اتنا عظیم ہے کہ ہماری سابقہ تاریخ میں اس کی کبھی مثال نہیں ملتی۔ آپ کسی گاؤں میں جائیں، کس علاقہ میں جائیں آپ کو وہاں پر سڑکیں ملیں گی---

میاں اظہر حسن ڈار، پوائنٹ آف آرڈر---

جناب چیئرمین، ڈار صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں اظہر حسن ڈار، جناب چیئرمین! انہوں نے ابھی کہا ہے کہ پنجاب کی اقتصادی حالت اچھی نہیں رہی تو میں یہی آپ سے گزارش کروں گا کہ وہ کس طرح اچھی رہے۔ جب وزیر اعلیٰ پنجاب اس طرح کی

فوج بھرتی کر لیں گے کہ جن کو نہ آگے کا پتا اور نہ پیچھے کا۔ اتنے اخراجات دیں گے تو اقتصادی حالت تو خراب ہو گی۔ جس طرح سٹینڈنگ کمیٹی کو کاریں دی ہیں اور ان کو اتنا خرچہ ملا ہے۔ پورے ایشیا میں اتنا خرچہ نہیں ہوا جتنا ان کو ملا ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

میاں اظہر حسن ڈار: پنجاب کا بجٹ تو یہ پال رہے ہیں۔ یہ پیٹ پال ہے۔۔۔

جناب چیئرمین: ڈار صاحب! آپ نے تو تقریر کر لی ہے اب ان کو بھی کرنے دیں۔

جناب آفتاب احمد خان: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب چیئرمین! فاضل مقرر جس سپیڈ سے چل رہے ہیں یہ کوئی super sonic نہیں کہ لوگ سمجھ جائیں گے ان کو کہیں کہ یہ تسلی سے بات کریں تاکہ ہم اس کا بعد میں جواب دے سکیں۔ میرا خیال ہے کہ ان کو خود نہیں پتا کہ یہ کیا کہہ رہے ہیں۔ بعد میں اس کا جواب ہم کیا دیں گے؟

جناب چیئرمین: یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

چودھری صداقت علی: جناب سپیکر! ہمارے دیہاتوں کی زندگی ہماری گورنمنٹ آنے سے پہلے آپ دیکھ لیں اور اب ہماری حکومت آنے کے بعد آپ ان کو دیکھ لیں۔ یہ بات بالکل واضح ہے کہ ایک بھرپور قسم کا انقلاب برپا ہو چکا ہے۔ اب دیہاتوں اور شہروں میں کوئی فرق نہیں رہا۔ ایک وقت تھا کہ جب لوگ تیزی سے شہروں کی طرف آ رہے تھے۔ دیہاتوں میں نہ کوئی تعلیم کی سہولت تھی، نہ کوئی صحت کی سہولت تھی، نہ کوئی روزگار تھا اور حفظان صحت کی صورت حال بھی بہت زیادہ خراب تھی۔ اب ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے ہر گاؤں میں سڑک جاتی ہے۔ اب ہم کہہ سکتے ہیں کہ ہمارے تمام گاؤں کو صحت کی سہولت مہیا ہے۔

سردار سکندر حیات خان: پوائنٹ آف آرڈر، جناب والا! میں یہ گزارش کروں گا کہ میرے بھائی باقاعدہ بجٹ کے حوالے سے بات کریں۔ بجٹ تقریر ہے مجھے کوئی اعتراض نہیں جو کچھ وہ کہنا چاہتے ہیں ضرور کہیں، لیکن بجٹ سے متعلقہ بات کریں۔ یہ کہہ رہے ہیں کہ وہاں پانی ہے سڑکیں ہیں، آسمان ہے زمین ہے۔ میں ان سے کہوں گا کہ قائد ایوان کو بلائیں اور آپ سارے آئیں میرے حلقہ میں چلیں وہاں جا کر رہیں، آپ کو پتا چلے کہ جب بنیادی پانی پینے کا نہیں ملے گا تو چھپڑ میں پانی ملے گا، جیسے

کتے اور ڈنگر سارے پیتے ہیں۔ وہاں تو انہیں پتا چلے گا کہ ترقی ہوئی ہے یا نہیں؟

جناب چیئرمین: سردار صاحب! یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔ جی صداقت صاحب!

چودھری صداقت علی: جناب سپیکر! یہاں ایک واضح طور پر انقلاب تعمیر و ترقی کا برپا ہوا' اور ہمارے حالات بہت زیادہ بہتر ہو گئے' اس کے لیے میں وزیر خزانہ اور وزیر اعلیٰ پنجاب کو مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے ہمارے لیے اتنا اچھا بجٹ پیش کیا۔ یہ میرے دوست جو بیٹھے ہیں' میں ان کو جانتا ہوں۔ میں ان کے ساتھ رہا ہوں۔ سال 1988ء تک میں ان کے ساتھ رہا ہوں۔ میں اس پیپلز پارٹی کو بہت اچھی طرح جانتا ہوں اور میں ہی ان کو ننگا کروں گا اور ان کو کوئی ننگا نہیں کر سکتا۔ یہ جو لوگ ہیں بھٹو صاحب اور ہماری موجودہ وزیر اعظم "را" اور سی آئی اے کے ایجنٹ ہیں۔ میں ثابت کر سکتا ہوں اور دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں اور انہوں نے جتنا بھی کام کیا ہے' اس ملک کے خلاف کیا ہے اور اس ملک کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے کشمیر اشو کو ختم کرنے کے لیے انہوں نے جان بوجھ کر سندھ میں مسئلہ پیدا کیا ہے حتیٰ کہ کشمیر اشو کو فیل کر دیا ہے' اور آج کشمیر اشو ختم ہو چکا ہے۔ اور ان کی غلط پالیسی کی وجہ سے ختم ہو چکا ہے۔ آج جو افغان اشو ہے وہ ختم ہو کر رہ گیا ہے اور ان کی غلط پالیسی کی وجہ سے ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ آج ہم افغانستان کے بارے میں شرمندہ ہیں۔ وہ جنگ جو ہم جیت چکے تھے اس میں ہمیں آج ناکامی ہو رہی ہے۔ میں جناب والا ڈسکہ کا رہنے والا ہوں---

سردار سکندر حیات خان: آئی جے آئی اگر کشمیر کی ہم درد ہے تو وہاں جیتی ہوتی وہاں کشمیر میں پیپلز پارٹی جیتی ہے۔ یہ کیسے کہتے ہیں کہ ہم مخالف ہیں۔

چودھری صداقت علی: جناب والا! میں ڈسکہ کا رہنے والا ہوں اور میرے ڈسکہ میں دو سال پہلے کچھ لوگ شاہی قلعہ میں گئے تھے اور میرے چچا بھی اس میں شامل تھے۔ وہ شاہی قلعہ میں ایک سال رہ کر آئے ہیں۔ وہ تمام لوگ میں ثابت کر سکتا ہوں کہ انہوں نے انڈیا میں ٹریننگ لی تھی' اگر یہ "را" کے ایجنٹ نہیں اور اگر یہ انڈیا کے ذریعہ سے اقتدار میں نہیں آئے تو یہ پیپلز پارٹی کے لوگ انڈیا میں ٹریننگ لینے کیوں گئے تھے؟ یہ کہتے ہیں کہ الذوالفقار ایک علیحدہ تنظیم ہے۔ میں کہتا ہوں کہ الذوالفقار علیحدہ تنظیم نہیں۔ الذوالفقار ان کی تنظیم ہے اور انہوں نے سب کو پلاٹ دیے ہیں۔ کوئی ایک آدمی نہیں ہے جو شاہی قلعہ میں گیا ہو اور اسے پلاٹ نہ دیا گیا ہو۔ اس سے انہوں نے ثابت کیا ہے کہ یہ سب انڈیا کے تربیت یافتہ ہیں اور ان کی پالیسی کو آپ دیکھیں۔ ان کی پالیسیوں سے آپ اندازہ کریں' جب

راجیو پاکستان میں آیا ' انہوں نے کشمیر ہاؤس سے بورڈ اکھیڑ دیا تا کہ ان کو یہ شک نہ ہو کہ ہم کشمیر پر بات کرتے ہیں۔ وہ ہم سے ناراض نہ ہوں۔ انہوں نے اس ملک کو اور اس اشو کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے۔ اس ملک کا ستیاناس کر دیا ہے ۔ ہمیں چاہیے کہ ہم جتنی جلدی ہو سکے ان سے جان چھڑائیں تاکہ ہم اپنے کشمیر کو آزاد کرا سکیں۔ ہم اپنے پاکستان کو مضبوط کر سکیں۔ ہم اپنے سندھ کو بچا سکیں۔ میں گزشتہ دنوں جب سندھ گیا تو میں نے وہاں کے مظلوموں کو دیکھا۔ ایم کیو ایم کے دوستوں کو دیکھا وہاں پر پی ایس ایف والوں نے ہمارے ایم کیو ایم کے ساتھیوں کے سینے پر لکھا ہوا ہے "جئے سندھ" یہ جئے سندھ اور پیپلز پارٹی یہ کیا بات ہے۔ یہ کیا منافقت ہے؟ یہ سندھ میں اور بات کرتے ہیں پنجاب میں آتے ہیں تو اور بات کرتے ہیں' اور ٹھٹھہ میں جاتے ہیں تو اور بات کرتے ہیں۔ انہوں نے منافقت اور نفرت کی انتہا کر دی ہے۔

جناب چیئرمین، آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ جناب ضیاء اللہ بنگش صاحب۔ (قطع کلامیاں)

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، جناب سپیکر۔۔۔ ٹائم ختم ہونے والا ہے یا تو آپ وقت بڑھا لیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، پوائنٹ آف آرڈر ' جناب سپیکر! یہ ایک پمفلٹ ملا ہے اس پر لکھا ہوا "نواز شریف اور شیخ مجیب الرحمن ' اس میں انہوں نے کافی سارے ثبوت دیے ہوئے ہیں۔۔۔

جناب چیئرمین، وصی ظفر صاحب! یہ آپ کے دوست ہیں۔ ڈاکٹر بنگش صاحب' بات کرنا چاہتے ہیں۔ ٹائم بھی ختم ہونے والا ہے۔ آپ ڈاکٹر صاحب کو تقریر کرنے دیں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، جناب چیئرمین! شکریہ' آپ نے وقت دیا۔ یہاں بیٹھنے والے دوست بڑے دعویٰ سے کہہ رہے تھے کہ ہم نے عوامی بجٹ پیش کیا۔ مرزا غالب کا شعر ہے ۔

کعبہ کس منہ سے جاؤ گے غالب
شرم تم کو مگر نہیں آتی

پہلی بات تو یہ ہے کہ عوامی بجٹ تو عوامی پارٹیاں دیا کرتی ہیں اور آئی جے آئی کوئی پارٹی نہیں' بلکہ متضاد پارٹیوں کا ایک اتحاد ہے۔ میں نے بجٹ تقریر پڑھی ہے۔ اس میں لکھا ہوا ہے کہ پنجاب میں ایک خفیہ ہاتھ کام کر رہا ہے تو میں ذرا ان خفیہ ہاتھوں کے ضمن میں بتاتا ہوں کہ اسلام پورہ ' لاہور میں جن خفیہ ہاتھوں نے فائرنگ کی وہ خفیہ ہاتھ انہی کے تھے اور وہ خفیہ ہاتھ ابھی تک بازاروں میں پھر رہے ہیں اور انہیں گرفتار نہیں کیا گیا۔

جناب والا! سالانہ بجٹ کے بعد ایک ضمنی بجٹ بھی ہر سال پیش کیا جاتا ہے۔ وہ اس لیے پیش کرتے ہیں کہ سالانہ بجٹ میں یہ شاہ خرچیاں کرتے ہیں اور شاہ خرچیاں کرنے کے بعد ان کو نبھانے کے لیے ایک ضمنی بجٹ پیش کر دیا جاتا ہے ' تو انشاء اللہ اگلے سال بھی اگر یہ رہے تو ایک ضمنی بجٹ ضرور پیش کریں گے۔

جناب والا! بات ہوتی ہے پنجاب اور مرکز کے تعلقات کی۔ ہمارے موجودہ سپیکر صاحب ' اور دوسری ٹیمیں مرکز اور پنجاب کے تعلقات کو بہتر کرنے کے لیے مذاکرات کر رہے ہیں۔ ادھر مذاکرات ہو رہے ہیں اور یہاں باہر لاہور کارپوریشن اور ایل ڈی اے اور بلدیات کے تمام فنڈز مرکزی حکومت کے خلاف پراپیگنڈے پر خرچ کیے جا رہے ہیں۔ پاکستان پیپلز پارٹی اور پاکستان کی وزیر اعظم محترمہ بے نظیر بھٹو کے خلاف بڑے بڑے بینرز لگائے جا رہے ہیں۔ تو یہ ان کے قول اور فعل کا فرق ہے۔ ایک طرف تو مرکز اور صوبے کے تعلقات کو بہتر بنانے کے لیے ہم سے مذاکرات کرتے ہیں اور دوسری طرف قوم کا پیسہ ' بلدیات کا پیسہ ' ایل ڈی اے کا پیسہ لاہور کی سڑکوں پر بینرز لگانے پر خرچ ہوتا ہے۔ میں جب جی ٹی روڈ سے اسلام آباد گیا تو وہاں راستے میں بینرز لگے ہوئے دیکھے۔ یہ ان کی منافقت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ میں آپ کو یہ ضرور عرض کرتا چلوں کہ پنجاب اور مرکز کے تعلقات ٹھیک نہیں ہو سکتے۔ اس کی ایک ٹھوس وجہ ہے۔ اگر یہ تعلقات ٹھیک ہو جائیں تو اس میں ملک کی بھلائی ہے۔ صوبہ پنجاب کی بھلائی ہے۔ پاکستان کی بھلائی ہے لیکن اس میں نواز شریف کی بھلائی نہیں۔ نواز شریف کی سیاست صرف مرکزی حکومت کے خلاف زہر اگلنے میں ہے ' جتنا وہ مرکزی حکومت کے خلاف بیانات دیں گے confrontation کی پالیسی رکھیں گے ' اتنی ان کی اس صوبے میں بقا ہے لیکن پنجاب کا اس میں نقصان ہے۔ تو میں یہ کہنے میں حق بجانب ہوں کہ پنجاب کے مفادات اور نواز شریف دو متضاد چیزیں ہیں These are two indifferenciable things. جب تک اس ملک ' اس صوبہ میں موجودہ وزیر اعلیٰ ہے پنجاب کے مفادات کا تحفظ نہیں ہو سکتا۔ میں نے جناب شاہ نواز چیمہ سے بات کی کہ سنا ہے کہ آپ کو وزیر بنایا جا رہا ہے تو میرے دوست نے کہا کہ میں اس وزارت پر لعنت بھیجتا ہوں جس کا کہ وزیر اعلیٰ نواز شریف ہو۔ لہٰذا انہیں یہ غلط فہمی اپنے دل سے نکال دینی چاہیے کہ ہم میں سے کوئی شخص بھی ان کی موجودگی میں کوئی وزارت لینا چاہے گا۔

جناب والا! اس کے بعد انہوں نے بجٹ میں پولیس کے لیے جس میں ہمارے دوست ارشد

لودھی صاحب، جنہیں شاید کرائم کنٹرول کمیٹی کا چیئرمین بنایا گیا ہے۔ پولیس کے محکمہ کا تو لوگوں کو معلوم ہے کہ "مک مکا" "رشوت ستانی" چل رہی ہے۔ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ بجٹ میں پولیس کو strengthen کرنے کے لیے چالیس کروڑ روپے کی lumpsum رقم رکھی گئی ہے۔ میں وزیر خزانہ سے پوچھوں گا کہ وہ اپنی جوابی تقریر میں یہ بتائیں کہ 44 کروڑ روپے کی یہ رقم کن مقاصد کے لیے دی گئی ہے جبکہ پولیس کا پورا بجٹ ایک ارب 24 کروڑ روپے کا ہے۔ یہ جو 44 کروڑ روپے کی ایک lumpsum رقم رکھی گئی ہے اور آپ کو معلوم ہے کہ جو پولیس والا سیاسی کارکنوں پر زیادتی کرے گا، جو سلمان تاثیر کو غضنفر گل کو گھسیٹ کر گھروں سے لائے گا ان کو اس lumpsum رقم میں سے انعامات دیے جائیں گے۔

جناب والا! دوسری طرف اگر ہم تعلیم کی طرف آتے ہیں تو تعلیم میں 115 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے اب ایک ایجوکیشن فاؤنڈیشن بنائی جا رہی ہے۔ پنجاب میں اپنے اقتدار کے پنجوں کو مضبوط کرنے کے لیے یہ فاؤنڈیشنیں بنائی جا رہی ہیں تاکہ ہم اپنے من پسند لوگوں کو ان فاؤنڈیشن کے ذریعے رشوت دے سکیں۔ اور اپنے اس اقتدار کو طول دے سکیں۔ تعلیمی اداروں کی یہ حالت ہے، بجٹ میں لکھا ہے کہ دو ہزار سکولوں کو وہ رقم دی جائے گی جن کی چھتیں موجود نہیں ہیں۔ دیہاتوں کی بات تو چھوڑیں۔ لاہور جیسے شہر میں، وزیر تعلیم اس وقت یہاں موجود نہیں ہیں میرے علاقے میں آ کر دیکھیں کہ وہاں اتنے سکول ہیں جس کی کوئی انتہا نہیں جن کی چھتیں نہیں ہیں۔ وہ کاغذوں میں ضرور موجود ہیں۔ دوسرا ہمارے لاہور میں ایک سنٹرل ماڈل سکول ہے اور غضنفر گل صاحب میرے خیال میں وہاں سے پڑھے ہوئے ہیں۔ وہ سنٹرل ماڈل سکول ایک آئیڈیل درسگاہ تھی، لیکن آج اس کی حالت باعث شرم ہے اور آج اس ادارے کو خود مختار ادارہ بنایا جا رہا ہے تاکہ میاں شہباز شریف اور نواز شریف، اپنے من پسند لوگوں کو ان خود مختار اداروں میں لا کر سیاسی رشوت کا بازار گرم کر سکیں۔

جناب والا! چونکہ وقت کم ہے پھر آپ گھنٹی بجا دیں گے۔ اس لیے میں آپ سے درخواست کروں گا کہ میں خاصا مطالعہ کر کے آیا ہوں اس لیے مجھے وقت دیا جائے۔

جناب والا! محکمہ صحت کی طرف آئیے۔ محکمہ صحت پر 135 کروڑ روپے خرچ کیا جا رہا ہے اور صحت کا بجٹ دیکھنے کے بعد میں یہ تو ضرور کہہ سکتا ہوں کہ وزیر صحت کی صحت تو ضرور ٹھیک ہے لیکن عوام کی صحت ٹھیک نہیں ہو گی۔ محکمہ صحت کے جو بنیادی طبی مرکز ہیں وہاں پر ادویات نہیں ہوتیں۔

وہاں تو ڈاکٹر بھی مشکل سے ہی پہنچتے ہیں۔ چلیں دیہاتوں کے بارے میں تو پتا ہے۔ میں ذرا لاہور کے ہسپتالوں کے متعلق بھی بتا دیتا ہوں۔ لاہور کے میوہسپتال میں ایسی مشینیں پڑی ہوئی ہیں جن کو ابھی تک استعمال ہی نہیں کیا جا رہا۔ اگر وزیرصحت یہاں پر موجود ہوتے تو میں ان کی آنکھوں سے پردہ ہٹاتا۔ آنکھوں کے وارڈ میں لیزر مشینیں پڑی ہوئی ہیں اور بے کار پڑی ہوئی ہیں۔ ان کو استعمال ہی نہیں کیا جاتا۔ جناب یہ میرے پاس ایک لمبی چوڑی لسٹ ہے لیکن میں صرف مختصر آپ کو بتاؤں گا کہ سروسز ہسپتال میں Video Indo Scope ہوتی ہے۔ Indo Scope وہ ہوتی ہے جس سے ہم آنتوں کا معائنہ کرتے ہیں۔

جناب چیئرمین: ڈاکٹر صاحب! آپ اپنی تقریر صرف ایک منٹ میں ختم کریں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش: جناب والا! میں آپ سے وقت لوں گا۔ جو تعریفیں کرتے ہیں ان کو وقت دیتے ہیں جو حقائق پیش کرتے ہیں انہیں آپ وقت بتا رہے ہیں۔ جناب وہ Indo Scope 28 لاکھ روپے کی آئی۔ اسی طرح کی ایک Indo Scope جنرل ہسپتال میں 18 لاکھ روپے میں خریدی گئی۔ جب کہ اس کی قیمت بازار میں صرف 9 لاکھ روپے ہے۔ تو یہ ایک غبن ہے جو پنجاب حکومت کرتی ہے۔ تیسری بات میں آپ کو اور بتاتا ہوں کہ یہاں سروسز ہسپتال میں Nicko Term Fort گولیاں ہوتی ہیں۔ وہ خریدی گئیں اور جب لیبارٹری میں ٹیسٹ کیا گیا تو وہ صرف چونا تھیں۔ یہ میں نے آپ کو 001 فی صد آپ کو بتایا ہے۔ کیونکہ ابھی آپ نے پھر گھنٹی بجا دینی ہے اس کے بعد جناب لوکل گورنمنٹ پر آ جائیں۔ لوکل باڈیز کے مقدس ادارے کو سیاسی مقاصد کے لیے استعمال کیا جا رہا ہے۔ پنجاب میں ایک مضحکہ خیز صورت حال ہے کہ ہمارے جو لوکل باڈیز کے وزیر ہیں وہ سیکرٹری بلدیات کے تابع ہیں۔ یہ لکھنے والی بات ہے۔ کیونکہ وہ ڈسٹرکٹ کونسل گجرات کے چیئرمین بھی ہیں اور لوکل باڈیز ایکٹ کے تحت وہ سیکرٹری بلدیات کے تابع ہیں۔ کبھی سیکرٹری بلدیات انہیں سلام کرتے ہیں اور کبھی وہ سیکرٹری بلدیات کو سلام کرتے ہیں۔ تو کتنا مجبور وزیر بلدیات ہو گا۔ کیونکہ وہ سیکرٹری بلدیات کے تابع ہے۔ اور بلدیات کے فنڈز کے بارے میں لاہور کے لوگ جانتے ہیں۔

جناب چیئرمین: آپ کی تقریر کا وقت ختم ہوتا ہے اور اجلاس کل 9 بجے صبح تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلے پر اجلاس 19 جون 1990ء صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی کر دیا گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس)

منگل 19 جون 1990ء

(سہ شنبہ' 25 ذی القعدہ 1410ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس اسمبلی چیمبرز لاہور میں 9 بج کر 38 منٹ پر منعقد ہوا۔ جناب سپیکر میاں منظور احمد وٹو کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری محمور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ
الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا لِيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ
تَهْوِيْٓ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿٣٧﴾ رَبَّنَآ
اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ۭ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي
الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَاۗءِ ﴿٣٨﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ
وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَسَمِيْعُ الدُّعَاۗءِ ﴿٣٩﴾ رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۣ
رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاۗءِ ﴿٤٠﴾ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ
وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ

سورۃ ابراھیم آیات 37 تا 41

اے ہمارے رب! تیرے حرمت والے گھر پڑوس میں اپنی کچھ اولاد اس وادی جس میں کوئی کھیتی باڑی نہیں ہے میں نے بسا دیا ہے اے ہمارے رب یہ اس لیے تاکہ وہ نماز قائم کریں پس کر دے لوگوں کے دلوں کو کہ وہ شوق و محبت سے ان کی طرف مائل ہوں اور انھیں پھلوں سے رزق دے تاکہ وہ (تیرا) شکر ادا کریں اے ہمارے رب جو ہم (دل) میں چھپاتے ہوئے ہیں اور جو ہم ظاہر کرتے ہیں یقیناً تو جانتا ہے اور اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز نہ زمین میں نہ آسمان میں مخفی نہیں سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جس نے اسمٰعیل و اسحاق (جیسے فرزند) مجھے بڑھاپے میں عطا فرمائے بلاشبہ میرا رب دعاؤں کا بہت سننے والا ہے میرے رب مجھے اور میری اولاد کو بھی نماز قائم کرنے والا بنا دے اور اے ہمارے رب میری یہ التجا ضرور قبول فرما۔ اے ہمارے رب جس دن حساب قائم ہو گا مجھے اور میرے ماں باپ اور سب مومنوں کو بخش دے۔

وما علینا الا البلاغ۔

پوائنٹ آف آرڈر

اخبارات میں رکن اسمبلی کے غلط نام کی اشاعت

میاں اظہر الحسن ڈار، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ میں جب بھی کوئی تقریر کرتا ہوں تو میرا نام اخبارات میں غلط آتا ہے۔ کل بھی میں نے تقریر کی' پہلے بھی میں آپ کے نوٹس میں لاچکا ہوں۔ اکثر میرا نام اظہرحسن ڈار کی بجائے کبھی محمودالحسن ڈار' جو کہ میرے بھائی ہیں ان کا تعلق فیصل آباد سے ہے اور میرا تعلق گوجرانوالہ سے ہے اور آپ نے یہ بھی مہربانی کی ہے کہ ہمیں اب آگے پیچھے بٹھا دیا ہے اور اب نام آ جاتا ہے مظہر ڈار کا۔ حالانکہ سارے معزز ایوان میں اس نام کا کوئی ایم۔پی۔اے نہیں ہمارے بھائی کا نام ضرور ہے لیکن وہ سیاست میں نہیں۔ اب ایک تیسرا نام آنا شروع ہوگیا ہے۔ میں آپ کے توسط سے اپنے صحافی بھائیوں سے درخواست کروں گا کہ وہ میرا نام صحیح لکھا کریں۔ آج کے روزنامہ "جنگ" میں میرا نام مظہر ڈار لکھا ہوا ہے۔ کل میں نے بجٹ پر تقریر کی ہے اور نام مظہر ڈار آگیا ہے۔ حالانکہ وہ اس ہاؤس میں بھی نہیں۔ وہ گھر بیٹھے ہوئے ہیں اور وہ سیاست میں بھی نہیں وہ کہتے ہیں میرے لیے کیا پلندہ تیار کر رہے ہو۔ میرا نام لے لیتے ہیں کل کو مجھے بھی کسی چکر میں نہ ڈال دینا۔ اس لیے میں آپ سے یہ گزارش کروں گا کہ اس طرح سے میرا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ لہذا میرا نام اخبارات میں میاں اظہر الحسن ڈار آنا چاہیے اور میں بار بار اس طرف توجہ دلاتا ہوں لیکن بار بار غلط چھپ جاتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ محمودالحسن ڈار کی جگہ میرا نام آئے۔ اکثر یہی ہوتا ہے کہ میرے نام کی جگہ محمود الحسن ڈار آجاتا ہے۔ محمود الحسن ڈار کی جگہ اظہر الحسن ڈار نہیں آتا۔

راجہ محمد خالد، کیا آپ دونوں بھائی ہیں؟

میاں اظہر الحسن ڈار، اس لیے میں بھی یہ گزارش کر رہا ہوں کہ اس طرف بھی توجہ فرمائیں۔

رانا پھول محمد خان، جناب والا! ڈار صاحب بھی راجپوت ہیں اور عام طور پر راج پوتوں کے ساتھ ناانصافی ہو رہی ہے۔ کل شاہد نواز رانا کی بجائے شاہد نواز چیمہ اخبارات میں لکھا ہوا ہے۔ یہ پتہ نہیں ہم

سے کیا دشمنی ہے۔ ڈار بھی ہماری برادری سے تعلق رکھتے ہیں اور شاہد نواز بھی لیکن ان کو چیموں میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔

چودھری محمد فاروق (پارلیمانی سیکرٹری)، جناب والا! محمود الحسن ڈار اور میاں اظہر حسن ڈار میں "ڈار" کی مماثلت کی وجہ سے نام آگے پیچھے ہوتے رہتے ہیں لہذا ایک صاحب کے نام کے ساتھ ڈار اور دوسرے کے نام ڈاری لکھ دیا جائے۔

جناب سپیکر، اظہر حسن ڈار صاحب کی یہ شکایت بجا ہے اور یہ کوئی پہلی دفعہ نہیں ہوا اس سے پہلے بھی یہ شکایت کر چکے ہیں اور ہماری پریس گیلری کے صاحبان اس بات کا خاص طور پر نوٹس لیں کہ پہلے بھی میں نے یہ کہا تھا کہ یہ اگرچہ دونوں بھائی ہیں' میاں محمود الحسن ڈار اور میاں اظہر حسن ڈار صاحب۔ لیکن محمود الحسن ڈار کا تعلق فیصل آباد سے ہے اور اظہر حسن ڈار کا تعلق گوجرانوالہ سے ہے اور اپنے اپنے حلقہ نیابت سے یہ منتخب ہوئے ہیں اور محمود الحسن ڈار کو اظہر الحسن ڈار نہیں بنایا جا سکتا۔ اظہر الحسن ڈار کو محمود الحسن ڈار نہیں بنایا جا سکتا۔ لیکن ہم نے تو اس ترتیب سے دونوں کو بٹھایا ہے۔ محمود الحسن ڈار چونکہ بڑے بھائی ہیں اس لیے ہم نے انہیں آگے بٹھایا ہے۔ میاں اظہر حسن ڈار چھوٹے ہیں اس لیے ہم نے ان کو پیچھے بٹھایا ہے۔ لیکن یہ شاید ان کا حق اس وجہ سے مارا جاتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ

"سگ باش بردار خورد ما باش"

اب میں سمجھتا ہوں کہ اس بارے میں ہمارے پریس کے صاحبان احتیاط سے کام لیں گے اور میاں اظہر الحسن ڈار جن کا تعلق ضلع گوجرانوالہ سے ہے وہ تقریر کریں یا بحث میں حصہ لیں تو ان کا اپنا نام ہی آنا چاہیے جو کہ اظہر حسن ڈار ہے۔ ڈاکٹر بنگش صاحب۔

اخبارات میں اسمبلی کی کارروائی کی غلط رپورٹنگ

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، جناب والا! کل میں نے اپنی تقریر میں یہ عرض کیا تھا کہ سروسز

ہسپتال میں ویڈیو انڈوسکوپ 28 لاکھ روپے میں خریدی گئی اور جنرل ہسپتال میں 28 لاکھ روپے میں خریدی گئی اور اس کی قیمت بازار میں 9 لاکھ روپے ہے۔ روزنامہ "جنگ" نے سروسز ہسپتال کی بجائے میو ہسپتال کا ذکر کیا ہے۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے درخواست کروں گا کہ اس کو صحیح کیا جائے اور میو ہسپتال کے بارے میں یہ بھی عرض تھا کہ وہاں پر آنکھوں کے وارڈ میں لیزر مشینیں بے کار پڑی ہیں ان کو استعمال میں نہیں لایا جا رہا۔ یہ روزنامہ "جنگ" کے بھائی سے گزارش ہے کہ اس کی تصحیح کر دی جائے۔

جناب سپیکر: جی ٹھیک ہے ڈاکٹر صاحب یہ نوٹ کر لیا گیا ہے۔

میاں منظور احمد موہل: جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر: جی موہل صاحب۔

میاں منظور احمد موہل: جناب والا! یہ درست ہے کہ افہام و تفہیم ہوئی ہے کہ ایوان کی کارروائی ٹھیک طرح سے چلے اور کورم کا مسئلہ بھی نہ اٹھایا جائے۔ لیکن جناب والا! اور یہ افہام و تفہیم اس طرح لے گئی کہ ہر ممبر نے یہی سمجھا کہ افہام و تفہیم ہو گئی ہے۔ کورم کا مسئلہ نہیں اٹھایا جائے گا لہذا ہمارا اسمبلی میں جانا ضروری نہیں۔ تو آپ دیکھ لیں کہ صبح صبح کا وقت ہے ایوان میں کورم نہیں اور اسی وجہ سے آپ بھی دیر سے آئے۔ میں آپ سے درخواست کروں گا کہ آپ اس کا سختی سے نوٹس لیں کہ ایوان میں بجٹ کے دنوں میں کم از کم حاضری 65 ممبران موجود ہوں۔ ویسے ہونے تو ہر اجلاس میں چاہیے۔ لیکن بجٹ کے دنوں مین بہت ضروری ہے۔ سرکاری بنچز کی طرف اور اپوزیشن کے بنچز کے طرف بھی ایک جیسی صورت حال ہے۔ اس کا آپ سختی سے نوٹس لیں۔ افہام و تفہیم کی وجہ سے کہیں یہ نوبت ہی نہ آ جائے کہ ایوان کی روایات ہی ختم ہو جائیں۔ میری جناب والا! سے یہ اپیل ہے۔

جناب سپیکر: جی آپ کی بات ٹھیک ہے۔

میاں اظہر الحسن ڈار: فارورڈ بلاک کے ممبران بھی نہیں آئے۔

مسئلہ استحقاق

جناب سپیکر، اب ہم تحاریک استحقاق کو لیتے ہیں۔ ڈاکٹر ضیاء اللہ بنگش کی تحریک استحقاق نمبر 14 ہے۔

وزیراعلیٰ کے بھائی کے لیے سرکاری پروٹوکول کا غلط استعمال

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلے کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے۔ معاملہ یہ ہے کہ دہلی گیٹ میں بم کے دھماکے سے ہلاک ہونے والی خاتون کی تعزیت کے لیے وزیراعلیٰ کے بھائی میاں شہباز شریف ایم پی اے سکیم نمبر 2 نیو شاد باغ میں آئے تو ان کو وہ پروٹوکول دیا گیا جو کہ وزیراعلیٰ کو دیا جاتا ہے۔ جب کہ قانون کے مطابق یہ پروٹوکول صرف وزیراعلیٰ اور وزراء کو دیا جاتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ میرا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ کیونکہ میں اس علاقہ کا ایم پی اے ہوں۔ اور مجھ سے پوچھتے ہیں کہ یہ پروٹوکول تمہیں کیوں نہیں دیا گیا۔ جناب سپیکر! آپ اجلاس کی کارروائی روک کر اس معاملہ کو زیر بحث لائیں اور اس کی تحقیقات کروائی جائے اور اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

آپ کی اجازت سے شارٹ سٹیٹمنٹ دینا چاہتا ہوں۔

جناب سپیکر، جی فرمائیے۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، جب دہلی گیٹ میں بم کا دھماکہ ہوا تو میرے حلقے کی ایک خاتون اس میں شہید ہوگئی۔ میں میاں شہباز صاحب کی قدر کرتا ہوں کہ وہ کہاں گئے۔ اور انہوں نے تعزیت کی لیکن جس انداز شاہانہ انداز سے وہ وہاں گئے جیسا کہ ہوتا ہے با ادب با ملاحظہ ہوشیار' کوئی مغل شہزادہ یہاں آرہا ہے۔ جناب والا! تمام سرکاری پروٹوکول انہیں دیا گیا۔ پولیس دونوں جانب با ادب نگاہ روبرو

کھڑی تھی۔ اور ان کی گاڑی کے آگے جو بھنپو بجتا ہوتا ہے جسے ہوٹر کہتے ہیں وہ بجتا ہوا گیا۔ جناب والا! مجھے اس پر تو کوئی اعتراض نہیں لیکن اتنا ضرور عرض کروں گا کہ اگر ان کو بھنپو بجوانے کا شوق ہے بجا سکتے ہیں لیکن جس بات کی وجہ سے میں نے تحریک استحقاق پیش کی ہے کہ ہم اس پنجاب اسمبلی کے ممبر ہیں۔ ہم نے آئین کے تحت حلف اٹھایا ہوا ہے۔ کہ ہم آئین کی پاس داری کریں گے اور کوئی وہ کام نہیں کریں گے جو ملک کے آئین کے خلاف ہو۔ تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ میاں شہباز شریف نے سرکاری پروٹوکول استعمال کر کے پاکستان کے آئین کی خلاف ورزی کی ہے۔ اس وجہ سے نہ صرف میرا بلکہ پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ کیونکہ یہ سرکاری پروٹوکول صرف وزیراعلیٰ اور وزراء شامل ہیں۔ لیکن شہباز شریف کو جس طرح پروٹوکول دیا جاتا ہے اس کی مثال کسی بھی جمہوری ملک کی پارلیمانی تاریخ میں نہیں ملے گی۔ البتہ اگر ہم پنجاب کی تاریخ کے اوراق پلٹیں تو معلوم ہوتا ہے کہ جس زمانے میں یہاں سکھوں کی حکومت ہوگی رنجیت سنگھ کے شہزادے شاید سرکاری پروٹوکول استعمال کرتے ہوں گے۔ جناب والا! میری استدعا ہے کہ یہ ملک جمہوریت کے نام پر حاصل کیا گیا ہے اور اس ملک میں آئین اور قانون کی بالادستی ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر، یہ short statement نہیں۔ short statement کہہ کر تقریر نہیں ہو سکتی۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ بنگش، جناب والا! آئین اور قانون کی بالا دستی ہونی چاہیے۔ آپ اور ہم ممبران اسمبلی آئین و قانون کی بالا دستی کے ذمہ دار ہیں۔ حضور والا! جب ایک ممبر آئین اور قانون کی خلاف ورزی کرتا ہے تو میں سمجھتا ہوں اس سے ہمارا اور دوسرے ممبران کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ تو میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس واقعے کی تحقیقات کروائی جائے اور استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ آئندہ اس قسم کی خلاف ورزی سرزد نہ ہو۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔ میں ڈاکٹر بنگش صاحب کے الفاظ سن رہا تھا کہ پاکستان جمہوریت کے نام پر بنایا گیا۔ میں اس کی اصلاح چاہتا ہوں۔ اس لیے کہ پاکستان کا مطلب کیا لا الا اللہ۔ پاکستان اسلام کے نام پر بنایا گیا تھا نہ کہ جمہوریت کے نام پر البتہ یہ آپ کہہ سکتے ہیں کہ جمہوری طریقے سے حاصل کیا گیا۔ یہ کہنا کہ جمہوریت کے نام پر معرض وجود میں آیا یہ غلط

ہے۔ یہ اسلام کے نام پر معرض وجود میں آیا ہے اور مسلمانوں نے علیحدہ خطہ ہی اس لیے حاصل کیا تھا۔ (شور)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز' آرڈر پلیز۔ جناب لاء منسٹر۔

وزیر قانون، جناب والا! میں نے بڑی کوشش کی ہے کہ مجھے اس تحریک استحقاق میں اپنے بھائی بنگش صاحب کے استحقاق کے مجروح ہونے کا کوئی پہلو نظر آئے۔ لیکن میں اس میں کامیاب نہیں ہو سکا ہوں۔ جناب والا! حکومت کی طرف سے صدر' پرائم منسٹر' گورنر' وزیراعلیٰ کے لیے لاہور شہر میں پروٹوکول کی اجازت ہے۔ اس کے علاوہ کسی کو پروٹوکول کی اجازت نہیں۔ حتیٰ کہ صوبائی وزراء کے لیے بھی پروٹو کول کی اجازت نہیں۔ میرے بھائی نے بدقسمتی سے سمجھ لیا ہے کہ میاں شہباز شریف صاحب وہاں گئے ہیں۔ وہاں بہت بڑا حادثہ ہوا ہوا تھا اور وہاں بہت سے لوگ اکٹھے تھے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ جب بھی کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ رونما ہوتا ہے تو وہ وہاں جاتے ہیں۔ وہ ایم پی اے کی حیثیت سے جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ جناب وزیراعلیٰ کے بھائی کی حیثیت سے بھی جاتے ہیں۔ وہ مسلم لیگ میٹروپولیٹن لاہور کے صدر بھی ہیں۔ کرائم کنٹرول کمیٹی کے وہ ممبر ہیں۔ تو لاہور میں جہاں بھی اس قسم کا وقوعہ ہو جاتا ہے تو وہ وہاں ضرور جاتے ہیں۔ تو لوگ کافی تعداد میں اکٹھے ہوتے ہیں اور اس سلسلہ میں پولیس کو بھی وہاں جانا پڑتا ہے۔

(قطع کلامیاں)

جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ یہ ایسی قطع کلامیاں نہیں ہونی چاہیے۔

جناب سپیکر، نواب زادہ صاحب! یہ نہایت نامناسب بات ہے کہ آپ بیٹھے بیٹھے کنٹری کرتے رہتے ہیں۔ آپ کو اب تو اس بارے میں احتیاط کرنی چاہیے۔ ڈیڑھ سال سے زائد عرصہ اس اسمبلی کو ہو گیا اس اسمبلی کو معرض وجود میں آئے ہوئے ہو چکا ہے اور آپ اچھے پڑھے لکھے انسان ہیں۔ آپ کے بارے میں میں توقع کرتا ہوں کہ آپ اسمبلی کے آداب دوسروں کو سکھائیں۔ اور اس بات کی ہر گز اجازت نہیں کہ آپ اپنی سیٹ پہ بیٹھے ہوئے کنٹری کریں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، میں معذرت خواہ ہوں۔

وزیر قانون، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ بعض اوقات ہمارے اپوزیشن کے بھائی بھی جاتے ہیں اور وہاں پر کوئی جلسہ وغیرہ ہوتا ہی اور وہاں پر بھی پولیس کو ہی جا کر انتظامات وغیرہ کرنے پڑتے ہیں۔ اس طرح وہاں پر بم بلاسٹ ہوا تھا تو وہاں پر پولیس کی موجودگی سے کوئی انکار نہیں کر سکتا میں آپ کو اور اس ہاؤس کو یقین دلاتا ہوں کہ گورنمنٹ کی طرف سے پولیس والوں کو اس قسم کی کوئی ہدایات نہیں کہ وہ خاص طور پر میاں شہباز شریف صاحب کو پروٹوکول دیں اور نہ ہی اس قسم کی کوئی توقع کی جا سکتی ہے۔ ان کا اپنا ایک مقام ہے' ان کو اس قسم کے پروٹو کول کی ضرورت نہیں۔ باقی کہنے والے تو اور بہت کچھ کہتے ہیں۔ میں ان کو اتنا یقین دلاتا ہوں کہ ہم نے اپنے بھائی میاں شہباز شریف صاحب کو گورنمنٹ میں' پروٹو کول میں وہ مقام نہیں دیا ہوا ہے جو مقام مرکز میں جناب آصف زرداری صاحب کو حاصل ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، [*****]

وزیر قانون، [*****]

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔ Take your seat, please. نواب زادہ تشریف رکھیے۔ No cross talk ڈار صاحب Take your seat, please. Have your seat Mr. Dar, I say take your seat, please یہ نہایت نامناسب رویہ ہے یہاں اس ایوان میں آصف زرداری کا نام لینا کوئی گناہ نہیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، [*****]

جناب سپیکر، میں نواب زادہ صاحب آپ کو warn کرتا ہوں کہ You hold your tongue.

خواجہ محمد یوسف، آپ کس کس کو warn کریں گے۔

***(حکم جناب سپیکر کارروائی سے حذف کر دیا گیا)

جناب سپیکر ، خواجہ صاحب! آپ اپنی سیٹ پر تشریف رکھیے۔ Take your seat, please. نواب زادہ صاحب میں آپ کو warn کرتا ہوں کہ آپ اس ہاؤس میں اپنی زبان سے ایسے الفاظ نہ نکالیں۔ آپ نے لاء منسٹر کے بارے میں ناشائستہ زبان استعمال کی ہے آپ اپنے الفاظ واپس لیں۔ نواب زادہ صاحب میں آپ کو کہوں گا کہ لاء منسٹر کے بارے میں کہے گئے یہ الفاظ آپ واپس لیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میں اپنے یہ الفاظ واپس لیتا ہوں' لیکن لاءمنسٹر سے کہیں کہ وہ بھی اپنی حد میں رہیں۔

جناب سپیکر، شکریہ' تشریف رکھیں ۔ اور میں یہ الفاظ کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔ اور لاءمنسٹر صاحب اپنی بات جاری رکھیں۔

وزیر قانون، جناب والا! میں یہ گزارش کر رہا تھا کہ جب ہمارے معزز اراکین حزب اختلاف باتیں کرتے ہیں تو اس وقت انہوں نے یہاں پر ہماری حکومت کو رنجیت سنگھ کی حکومت کے ساتھ تعبیر کیا تھا۔ جب یہ ہماری حکومت کو رنجیت سنگھ کی حکومت سے تعبیر کریں گے تو کیا یہ توقع کر سکتے ہیں کہ ہمارے جذبات کے اظہار سے ہمیں کیسے روک سکتے ہیں۔ اگر وہ شائستہ الفاظ استعمال کریں' اور وہ اپنی زبان کو لگام دے کر رکھیں تو ایسی بات نہ ہو' مگر ہر ایکشن کا ری ایکشن ہوتا ہے۔ اگر وہ ہمیں ری ایکشن کرنے پر مجبور نہ کریں تو ایسا نہ ہو۔ میں آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ میں ہمیشہ کوشش کرتا ہوں کہ فاضل اراکین حزب اختلاف کے ساتھ میرے تعلقات اچھے ہیں اور میں ان کا نہایت ہی احترام کرتا ہوں۔ اگر اس قسم کی کوئی بات ہو گی تو اس کے دفاع میں مجھے بھی پھر مجبوراً بات کرنی پڑتی ہے۔ جو کہ میں ایمان داری سے کہتا کہ مجھے وہ بادل ناخواستہ کرنی پڑتی ہے' مجھے اپنی طبیعت اور مزاج کے خلاف اس قسم کی بات کرنی پڑتی ہے۔ لیکن جب ہماری حکومت رنجیت سنگھ کی حکومت کے ساتھ تعبیر کیا جائے گا اور جب ہمارے وزیراعلیٰ کی ذات پر رکیک حملے کئے جائیں گے تو پھر طور لاء منسٹر اور بطور ایکٹنگ لیڈر آف دی ہاؤس میں یہ میرے فرائض میں شامل ہے کہ پھر میں حکومت کے نقطہ نظر کو اپنی سمجھ کے مطابق پیش کروں۔ تو جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس قسم کا گورنمنٹ کی طرف سے ان کو کوئی پروٹوکول نہیں دیا گیا۔ اور نہ ہی گورنمنٹ کی طرف سے اس قسم کی کوئی ہدایات ہیں۔ وہ تو جیسے میرے بھائی بنگش صاحب نے کہا ہے کہ ان کے حلقہ

انتخاب میں جو واقعہ ہوا تھا' اور جو لوگ مجروح ہوئے تھے اور جو جان ضائع ہوئی تھی' ان کی امداد اور ان کے افسوس کے لیے وہ وہاں پر تشریف لے گئے تھے' وہاں پر انہوں نے جا کر ایک مفاد عامہ کا کام کیا ہے۔ ایک طرف تو ہمارے اپوزیشن کے بھائی کہتے ہیں کہ ہمارے علاقے میں کچھ توجہ نہیں دی جاتی' کوئی ڈویلپمنٹ کا کام نہیں کیا جاتا' فلاں نہیں کیا جاتا۔ جب ہم وہاں پر جاتے ہیں تو اس پر بھی ان کو اعتراض ہوتا ہے۔ جب نہ جائیں اور ان کے علاقے میں کوئی اچھا کام نہ ہو تو ان کو اس پر بھی اعتراض ہوتا ہے۔ تو اب جناب والا! آپ جج ہیں' میں آپ سے پوچھنا چاہتا ہوں کہ ہم کریں تو کیا کریں؟ باقی یہ جو تحریک استحقاق ہے اس سے میرے بھائی کا کوئی استحقاق مجروح نہیں ہوا' اور یہ تحریک استحقاق کے زمرے میں نہیں آتی۔ شکریہ جناب والا۔

جناب سپیکر، نواب زادہ غضنفر علی گل! پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! جب ہم اس ایوان میں حکومت پنجاب کے متعلق کچھ کہتے ہیں تو ہم حق بجانب ہیں کیونکہ حکومت پنجاب بھی اس ایوان کے اندر ہے اور ہم بھی اس ایوان کے اندر ہیں۔ وہ یہاں پر اپنے آپ کو defend کر سکتے ہیں اور ہم یہاں پر اپنے آپ کو defend کر سکتے ہیں۔ اور خدا کی قسم جتنی مرتبہ وزیر قانون نے اپنی حکومت کو رنجیت سنگھ کی حکومت کہا ہے ہم نے آج تک نہیں کہا۔ اور جو لوگ یہاں پر موجود نہیں یہ تو ایسے ہی ہے کہ ایک آدمی یہاں سے گزر رہا تھا' پنجابی میں اس نے کہا "او حالیہ تو پاڑہ کیتا اے' تو اس نے کہا کہ "تو کیوں اوہدی روٹی کھتی اے۔" یہ کوئی جواب ہے' یہاں کی ہماری آپس کی باتیں ہیں' ہماری جو لڑائی ہے ہم لڑیں۔ اور سردار نصر اللہ دریشک صاحب تیسری پشت سے اس اسمبلی کے ممبر ہیں ان کو اس ایوان کا اتنا تقدس ہونا چاہیے اور وہ تو پیپلز پارٹی کے بھی سرکردہ رہے ہیں' اور وہ اب بھی کئی مرتبہ پیپلز پارٹی کو اپنے تعاون کا یقین دلا چکے ہیں۔ اس کے باوجود وہ ایسی نامناسب باتیں کرتے ہیں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، میری تحریک استحقاق کو غلط رنگ میں پیش کیا گیا ہے پہلی بات تو یہ ہے کہ میں نے اپنی شارٹ سٹیٹمنٹ میں یہ عرض کیا تھا۔

جناب سپیکر، یہ سمجھ نہیں آتی کہ آپ کا یہ بریچ آف پریویلج کیسے ہوا؟

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، سر میں بتاتا ہوں پہلی بات تو یہ ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ میاں شہباز شریف صاحب وہاں پر گئے۔۔۔

جناب سپیکر، وہ آپ کے علاقے میں' آپ کی constituency میں ایک رکاہی کام کے لیے گئے تو آپ کا breach of privilege کیسے ہوا؟

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، میں نے اس کو سراہا ہے۔ میں نے اس کے بارے میں یہ نہیں کہا۔ میں نے تو اس کی تعریف کی کہ اچھے کام کے لیے گئے۔ لیکن جس انداز سے وہ گئے' وہ غلط تھا۔ وہ قانون کی خلاف ورزی تھی۔ انھوں نے فرمایا کہ پولیس تو جلسوں میں جاتی ہے۔ لیکن جو وزیراعلیٰ کا پروٹو کول ہوتا ہے' آگے ہوٹر بج رہا ہوتا ہے' اور پیچھے پولیس کے افسران کی گاڑیاں جا رہی ہوتی ہیں۔ تو یہ وہ پروٹوکول ہے جو کہ وزراء کو' وزیراعلیٰ کو' وزیراعظم کو اور جناب صدر مملکت کو دیا جاتا ہے۔ اور وزیر قانون اس بات کو جانتے ہیں۔ یہ واقعات کو توڑ مروڑ کر بیان کر رہے تھے۔ میرا استحقاق اس لیے مجروح ہوتا ہے کہ یہ پروٹوکول صرف آفیشل لوگوں کو دیا جاتا ہے اور بھائی شہباز شریف ہماری طرح کے ایم پی اے ہیں۔ کسی وزیراعلیٰ کا بھائی ہونا اس بات کا استحقاق نہیں بنتا کہ ان کو پروٹو کول دیا جائے۔ انھوں نے وہاں قانون کی خلاف ورزی کی ہے۔ بقول وزیر قانون حکومت کی طرف سے کوئی ہدایات جاری نہیں کی گئیں کہ انھیں پروٹو کول دیا جائے۔ اس کے باوجود انھوں نے پروٹو کول استعمال کیا ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ جہاں پر آئین اور قانون کی خلاف ورزی ہوتی ہے تو وہاں پر منتخب لوگوں کا استحقاق مجروح ہوتا ہے۔ یا تو وزیر قانون اس ایوان میں یقین دہانی کرائیں کہ آئندہ انھیں اس طرح کا پروٹو کول نہیں دیا جائے گا' پھر تو میں اپنی تحریک استحقاق پر زور نہیں دیتا۔ ورنہ میں اس پر زور دیتا ہوں کہ اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، کون سے رولز کی خلاف ورزی ہوئی ہے؟ آپ حوالہ دے سکتے ہیں؟

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، "پروٹو کول رولز آف پنجاب" گورنمنٹ کے بزنس رولز کو آپ دیکھیں۔

جناب سپیکر، تو ڈاکٹر بنگش صاحب کی رائے ہے کہ اگر وزیر قانون یہ انھیں کہیں کہ آئندہ کے لیے

انھیں پروٹوکول نہیں دیا جائے گا' تو وہ اس کو پریس نہیں کرتے۔ رانا صاحب بیٹھے بیٹھے باتیں نہ کریں۔

وزیر امداد باہمی، میں پوائنٹ آف آرڈر پر عرض کر رہا ہوں۔ جب تک کسی ممبر کی شان میں کوئی ایسے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں جس سے اس کا استحقاق مجروح ہو' اس کے حلقے سے یا اس کے محلے سے گزرنے والے۔ جب وہاں سے ڈاکو گزرتے ہیں تو ان کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شریف آدمی وہاں جائے جہاں دھماکہ ہو رہا ہو اور پولیس اس کے ساتھ ہو تو ان کا معمولی سا استحقاق مجروح ہو جاتا ہے۔ یہ تحریک استحقاق تو آپ کو اپنے چیمبر میں ختم کر دینی چاہیے تھی۔

جناب سپیکر، رانا صاحب! یہ کوئی پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ مجھے افسوس ہے۔ حاجی صاحب' پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں؛ تحریک استحقاق کے بارے میں آپ کچھ نہیں کہہ سکتے۔ پوائنٹ آف آرڈر پر کوئی بات نہیں کرنی چاہتے ہیں تو کریں۔

حاجی غلام ربانی، میں پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنی چاہتا ہوں۔ آج سے چھ ماہ قبل گوجرہ شہر میں ایسا ہی ایک واقعہ ہوا تھا۔ تین قیمتی جانیں ضائع ہو گئی تھیں۔ تو جناب مصطفیٰ کھر صاحب ہیلی کاپٹر پر تشریف لائے۔ وہاں انھیں پروٹوکول دیا گیا۔ ہیلی پیڈ کا انتظام کیا گیا۔ اس کے علاوہ وہ وہاں تعزیت کے لیے گئے اور دس دس ہزار روپے کا اعلان کیا۔ جب مرکزی وزیر بلدیات تشریف لے گئے تو انھوں نے ایک ایک لاکھ روپے کا اعلان کیا۔ لیکن میں رانا شوکت محمود صاحب سے یہ درخواست کروں گا کہ وہ ان سے کم از کم عمل درآمد کروا دیں۔ لوگوں کے بچے اور قیمتی جانیں ضائع ہو گئی ہیں۔ ان کے اعلانوں پر عمل درآمد ہی نہیں ہو سکا۔ ان کو رقم بھی مہیا نہیں ہو سکی۔ جب ان کے مرکزی قائدین تشریف لاتے ہیں تو پنجاب حکومت انھیں باقاعدہ طور پر پروٹوکول دیتی ہے۔ وہ چنیوٹ تشریف لائے' گوجرہ تشریف لائے۔ غلام مصطفیٰ کھر نہ تو منسٹر تھے' اور نہ مشیر تھے' وہ صرف اور صرف ایک ایم۔ این۔ اے تھے۔ اس کے بعد خالد کھرل صاحب آئے۔ وہ ایم۔این۔اے بھی نہ تھے' بلکہ شکست خوردہ آدمی تھے' انھیں بھی پروٹوکول دیا گیا۔ شہباز شریف تو کم از کم منتخب نمائندے ہیں۔ اس لیے یہ کوئی ایسی بات نہیں مہربانی شکریہ۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی، جناب سپیکر میں بھی حاجی صاحب کی تائید کرتا ہوں۔ جب چنیوٹ کا سانحہ ہوا تو مصطفیٰ کھر صاحب باقاعدہ ہیلی کاپٹر پر آئے ہیں اور ہسپتال تک باقاعدہ بھنگڑا ڈالتے آئے اور پتا نہیں کیا کیا کرتے آئے۔ ان زخمیوں کے ساتھ اور جن لوگوں کے آدمی ڈاکوؤں نے قتل کیے تھے ان کے ساتھ جو وعدے کر کے گئے تھے' وہ آج تک پورے نہیں ہوئے۔ میں جناب قائد حزب اختلاف کی توجہ دلاؤں گا کہ وہ وعدے پورے کروائیں اور دوسرے ذرا ہمیں یہ بھی سمجھائیں کہ جو پروٹوکول ان کو دیا گیا تھا' اس کا کیا جواز ہے؟

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیے۔ ڈاکٹر بنگش' آپ اپنی اس تحریک استحقاق کو پریس کرتے ہیں یا نہیں؟

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، اگر وزیر قانون مجھے یقین دہانی کرائیں کہ آئندہ شہباز شریف صاحب کو آفیشل پروٹوکول نہیں دیا جائے گا' پھر میں اس کو پریس نہیں کرتا۔ بصورت دیگر میں اس کو پریس کرتا ہوں اور اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، اس بارے میں آپ کچھ فرمانا چاہیں گے؟

پارلیمانی سیکرٹری برائے قانون(چودھری محمد فاروق)، جناب سپیکر اس سلسلے میں' میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ ڈاکٹر بنگش صاحب کو ان رولز کا حوالہ دینا چاہیے جو پنجاب کے پروٹوکول رولز ہیں اور جن کی خلاف ورزی ہوئی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جہاں پر بم بلاسٹ ہوا ہے وہاں پر پولیس کی موجودگی ضروری ہے۔ اگر وہاں پر پنجاب کی کرائمز کنٹرول کمیٹی کا ممبر جاتا ہے تو پولیس کا وہاں پر موجود ہونا ضروری ہے۔ یہ کرائمز کنٹرول کمیٹی عوام کی ضرورت کے لیے' عوام کو ان کا حق دلانے کے لیے بنائی گئی ہے' تو اس لیے کوئی ایسا مسئلہ نہیں۔ اگر وہاں پر عوام میاں شہباز شریف کی مقبولیت کی وجہ سے جمع ہو جاتے ہیں تو انھیں نہیں جلنا چاہیے۔ یہ جلتے ہیں۔ چنیوٹی صاحب نے فرمایا کہ پیپلز پارٹی کے مرکزی رہنما چنیوٹ میں ہیلی کاپٹر سے اتر کر عوام کے ساتھ بھنگڑے ڈلوا کر وہاں گئے۔ تو یہ کیسا اظہار تعزیت ہے؟ اس پر تو ان کا استحقاق مجروح نہیں ہوتا' یہاں کیسے مجروح ہو گیا؟

جناب سپیکر، یہ جواب نہیں بنتا۔ اس پر ٹیکنیکل بات کی جائے۔ ڈاکٹر بنگش میں اس کو زیر التواء رکھتا ہوں۔ آپ مجھے اس بارے میں رولز دکھائیے اور آئین کا وہ آرٹیکل دکھائیے جن کے تحت آپ کا استحقاق مجروح ہوا ہے۔ میں اس پر فیصلہ ملتوی کرتا ہوں۔ جناب گورداسپوری صاحب' پوائنٹ آف ارڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، جناب سپیکر یہ آپ کا اختیار ہے کہ آپ پینل آف چیئرمین میں ایوان سے جس کو چاہیے منتخب کر سکتے ہیں۔ لیکن جناب سپیکر! آپ کے مرتبے پر بیٹھنے والوں کو سپیکر کی دانائی بہت ضروری ہے۔ آپ جیسے اگر وہ نہیں ہو سکے' آپ کی جھلک ہونی چاہیے۔ کل میری تقریر کے دوران سات منٹ میں انھوں نے گھنٹی بجائی جب کہ مجھ سے پیشتر یہاں پینتیس منٹ تقریریں ہوئیں۔ اور میری تقریر میں چودہ پوائنٹ آف آرڈر کیے گئے۔ آدھے گھنٹے تک میں تقریر نہ کر سکا۔ اور آپ ٹیپ چلا کر دیکھیں' مجھے کل ٹائم صرف گیارہ منٹ تقریر کرنے دی گئی۔ تمام اس انتشار کے باوجود میں آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ جن لوگوں کو منتخب فرماتے ہیں' یا تو ان کی کوئی تربیت کریں۔ ورنہ اگر اس طریقے سے ایوان میں لوگ تقریر میں مداخلت کریں گے اور اگر چیئر کنٹرول نہیں کر سکے گی تو اس سے اس ایوان کو اور جمہوریت کو بھی بہت نقصان پہنچے گا۔

جناب سپیکر، شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ سے یہ کہوں گا کہ پینل آف چیئرمین میں جو ممبران نامزد ہوتے ہے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ سپیکر اور ڈپٹی سپیکر اگر موجود نہ ہوں تو وہ ترتیب کے لحاظ سے اجلاس کی صدارت کریں۔ اور اس میں جو بھی معزز رکن صدارت کر رہے ہوتے ہیں' انھیں وہی اختیارات حاصل ہوتے ہیں جو سپیکر کو اختیارات اجلاس کی صدارت کرتے ہوئے حاصل ہوتے ہیں۔ اور ان کی وہی اتھارٹی ہوتی ہے اور انھیں ایوان کی طرف سے وہی عزت اور احترام ملتا ہے جو سپیکر کو یا ڈپٹی سپیکر کو صدارت کرتے ہوئے ملنا چاہیے۔۔ میں یہ کہوں گا کہ اس میں ہمیں اپنے رویے میں تھوڑی اصلاح کرنی ہوگی کہ سپیکر صدارت کرتے ہوئے اگر آپ کو کہتا ہے کہ آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے' آپ بیٹھ جائیں تو اب ہمیں ڈیڑھ سال گزر جانے کے بعد کم از کم یہ ضرور کرنا چاہیے کہ سپیکر کے حکم کی تعمیل کریں اور اس کو agitate کرنے کے اور طریقے ہیں۔ آپ اس کے بعد

میرے پاس آ سکتے ہیں۔ مجھے آپ کہہ سکتے ہیں کہ یہ فیصلہ درست نہیں ہوا۔ آپ میرے چیمبر میں تشریف لائیں کہ یہ فیصلہ درست نہیں ہوا اس پر آپ کو compensate کیا جا سکتا ہے آپ کی بات کو اہمیت دی جا سکتی آپ کو فالتو وقت دیا جا سکتا ہے۔ آپ کو accommodate کیا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں میں آپ سب صاحبان سے کہوں گا سپیکر کی رولنگ اور سپیکر کے فیصلے وہ چاہے پینل آف چیئرمین کے ممبرز ہوں چاہے سپیکر یا ڈپٹی سپیکر خود ہوں ان کو ماننا چاہیے۔ اور بغیر کسی جھجک کے ماننا چاہیے۔ اس کو agitate کرنے کا طریقہ میں نے ابھی عرض کیا ہے کہ آپ میرے پاس تشریف لے آئیں اور اپنی تکالیف کھل کر بیان کریں ہم آپ کو accommodate کریں گے۔ اب ہمیں تحاریک استحقاق کو آگے بڑھانا چاہیے اور ہمیں پوائنٹ آف آرڈر پر زیادہ وقت نہیں دینا چاہیے۔ ابھی آپ نے بحث میں حصہ لینا ہے دو دن باقی ہیں آج اور کل کا دن ہے اور میرے پاس اب جو صاحبان تقریر کرنا چاہتے ہیں تعداد بڑھتی جا رہی ہے۔ پہلے دن تقریر کرنے والے کوئی نہیں تھے دوسرے دن کم تھے تیسرے دن بھی کم تھے۔ اب تعداد بڑھتی جا رہی ہے اور آخری دن پورا زور ہو جائے گا۔ دن ایک ہوگا اور بات کرنے والے ممبران 80 ہوں گے۔ اس مسئلے کا حل بھی آپ نے ڈھونڈنا ہے۔ اور پوائنٹ آف آرڈرز سے بھی اجتناب کرنا ہے۔ کیونکہ یہ ہاؤس کی کارروائی بھی اور وقت بھی آپ کا اپنا ہے۔

سید جاوید علی شاہ، جناب سپیکر میں نے دو اپریل کو ایک تحریک التوائے کار دی تھی ابھی تک نہیں آئی۔

جناب سپیکر، بجٹ سیشن میں تحریک التوائے کار نہیں آیا کرتی آپ اس کے رولز دیکھئے۔ کہ تحریک التوائے کار بجٹ سیشن میں نہیں آیا کرتی۔ اگر آپ کو پتہ نہیں لگا تو آپ میرے پاس تشریف لائیے۔ میں آپ کو بتا دوں گا تحریک استحقاق نمبر 8 شبیر احمد صاحب تشریف نہیں رکھتے۔ تحریک استحقاق نمبر 23 میاں اظہر الحسن ڈار۔

نشان زدہ سوال نمبر 916 کا غلط جواب

میاں اظہر حسن ڈار: میں حال ہی میں وقوع پذیر ہونے والے ایک اہم اور فوری مسئلہ کو زیر بحث لانے کے لیے تحریک استحقاق پیش کرتا ہوں جو اسمبلی کی فوری دخل اندازی کا متقاضی ہے معاملہ یہ ہے کہ میرا سوال 916 جو کہ 25 فروری 1990ء کے اجلاس میں پیش کیا گیا کا جواب محکمہ کی طرف سے جناب وزیر متعلقہ کو غلط اور حقائق کے برعکس مہیا کیا گیا ہے جس سے نہ صرف میرا بلکہ اس پورے ایوان کا استحقاق مجروح ہوتا ہے استدعا ہے کہ میری اس تحریک کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے تاکہ ملک و قوم کے وسیع تر مفاد میں اس معاملہ کی چھان بین ہو سکے۔

جناب سپیکر، کوئی شارٹ سٹیٹمنٹ دینی ہے۔

میاں اظہر حسن ڈار، جناب سپیکر! مسئلہ یہ ہے کہ اکتوبر 1988 کو حکومت کی طرف سے تقریباً 20 لاکھ روپے کی خصوصی گرانٹ حلقہ پی پی 87 اور یونین کونسل روپ ترگڑی جلال۔ تلونڈی بھوروالی۔ گوندوالہ منڈیالہ وڑائچ میں ترقیاتی کاموں کے لیے ملی تھی۔ پروجیکٹ منیجروں نے اپنی ملی بھگت چیکوں کو مختلف ورشن مختلف ناموں اور جعلی ناموں سے اس رقم کو تقسیم کیا اس کی نگرانی کے لیے یونین کونسل کے سیکرٹری تھے۔ اور یونین کونسل کے سیکرٹری اور پروجیکٹ منیجر اور ڈائریکٹر لوکل باڈیز نے مل کر تقریباً 20 لاکھ کی رقم کو خورد برد کیا۔ میں نے اس واقعہ کی اطلاع تحریری طور پر 4 فروری 89 جناب کمشنر کو بھی دی جناب ڈپٹی کمشنر کو ملا ڈائریکٹر لوکل باڈیز سے بھی ملا۔ کہ یہ قوم کا سرمایہ اور اس طرح یہ خوردبرد ہو رہا ہے۔ آپ اس کی انکوائری کریں۔ لیکن انہوں نے مجھے اس کے متعلق کوئی جواب نہ دیا۔ اور اس کے بعد میں نے ایک سوال اسمبلی میں دیا۔ جو یہاں 4 فروری 1989ء کو آیا۔ 25 فروری 1990ء کے سوالوں میں اس سوال کا جواب آیا اس میں تمام نقطہ نظر غلط بیان کیا گیا تھا۔ ان حلقوں کی نشان دہی کی ہوئی تھی جہاں ڈویلپمنٹ کا ایک پیسہ بھی نہیں لگا۔ اب میں چاہتا تھا کہ جو روپیہ 1988ء کا ملا ہوا ہے۔ وہ ڈویلپمنٹ کے لیے ہے۔ اب تعمیر وطن پروگرام کے تحت پھر اس جگہ پر ڈویلپمنٹ کر رہے ہیں۔ اور جو روپیہ پروجیکٹ منیجر یونین کونسل کے سیکرٹریز اور ڈائریکٹر لوکل

باڈیز کھا گئے اور اب وہ یہ چاہتے ہیں کہ انہوں نے جھوٹ، غلط بیانی سے کام لیا میرے پاس پورا ریکارڈ موجود ہے۔ میں ہر گاؤں میں گیا ہوں میرے پاس ان کا تمام ریکارڈ موجود ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ قومی سرمایہ کو خوردبرد کرنے والے افسران کی حکومت سرپرستی چھوڑ دے اور ان کے خلاف انکوائری کرائی جائے۔ اور حقائق کو سامنے لانے اور اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کرے تاکہ پتہ چل سکے کہ وہ کون سی کالی بھیڑیں ہیں۔ جو کام چلنے نہیں دیتیں۔ اس لیے اس کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کر دیں تاکہ وہاں انکوائری ہو سکے اور ان افسروں کی نشان دہی ہو سکے۔ جنہوں نے قومی سرمایہ کو خوردبرد کیا۔

جناب سپیکر، جناب ڈار! یہ کس محکمہ کے متعلق سوال تھا؟

میاں اظہر الحسن ڈار، لوکل باڈیز کے متعلق ہے۔

جناب سپیکر، منسٹر تشریف نہیں رکھتے۔ جناب وزیر قانون۔ منسٹر لوکل گورنمنٹ فریضہ حج کے لیے تشریف لے گئے اس لیے وزیر قانون جواب دیں گے۔

وزیر قانون، میرے فاضل بھائی نے یہ تحریک استحقاق دی ہے اس میں انہوں نے کوئی نشان دہی نہیں کی کہ سوال کے جواب کے کون سے حصے پر ان کو اعتراض ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ وزیر متعلقہ کو غلط اور حقائق کے برعکس محکمہ کی طرف سے جواب مہیا کیا گیا۔ جب کہ محکمہ موصوف نے پھر لکھ کر دیا اور اس بات پر انہوں نے اصرار کیا ہے ہم نے اسمبلی کے سوال نمبر 916 جس کے محرک میاں اظہر الحسن ڈار صاحب ایم پی اے کا جواب جو چٹھی نمبر 868902/8689/R.T مورخہ 27 نومبر 1987ء کے تحت دیا گیا تھا وہ حقائق پر مبنی ہے کسی قسم کے حقائق کی پردہ پوشی نہیں کی گئی۔ اس سوال کا جواب میرے پاس موجود ہے۔ انہوں نے کہا ہے کہ یہ خوردبرد ہو گیا اس جواب میں یہ موجود ہے۔ کہ سال 87-1986 حلقہ پی پی 87 میں 17 لاکھ 35 ہزار روپے کی سکیمیں منظور کی گئی تھیں لیکن تا حال دس لاکھ 71 ہزار روپے موصول ہوئے ہیں بقایا رقم 6 لاکھ 63 ہزار 9 سو روپے موصول نہیں ہوئی مورخہ 5 نومبر 1988ء تک کوئی گرانٹس موصول نہ ہوئیں اس لیے کسی کو 5 نومبر 1988ء تک یونین کونسل یا کسی کمیٹی کو رقم بذریعہ چیک یا نقدی جاری نہ کی گئی منظور شدہ سکیموں کی تخمینہ جات مرتب کئے گئے ہیں۔ حلقہ پی پی 87 میں کوئی بھی نام نہاد کمیٹی نہ ہے بلکہ ایم پی

اسے صاحبان کی منظور کردہ پروجیکٹ کمیٹیاں ہیں اس لیے رقم کے خوردبرد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ ابھی تک کسی بھی رقم کے خوردبرد ہونے کا واقعہ پیش نہیں آیا حلقہ پی پی 87 میں سکیموں کے لیے 17 لاکھ 25 ہزار روپے منظور کئے گئے ہیں۔ تاحال کچھ رقم موصول ہوئی ہے باقی رقم موصول نہیں ہوئی مکمل اور جاریہ نامکمل و بقیہ رقم کی تفصیل لف ہے۔ میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جس بارے میں میرے بھائی کو اعتراض ہے۔ مجھے یہ لکھ کر دے دیں تو ہم اس کی انکوائری کرا لیں گے۔ جواب کے جس حصے پر ان کو اعتراض ہے ان کو غلط جواب دیا گیا ہے۔ اس میں اس کو بتا دیں کہ ان کی تحریک استحقاق جس میں یہ فرماتے ہیں کہ محکمہ کا اب بھی اصرار ہے کہ انہوں نے جو جواب دیا ہے وہ حقائق پر مبنی ہے۔ اگر وہ یہ بتا دیں کہ فلاں بات کا جواب غلط دیا گیا ہے۔ اس کی ہم انکوائری بھی کرا لیں گے اگر ان کو کوئی خوردبرد کا احتمال ہے۔ کہ کسی نے خوردبرد کیا ہے۔ یہ اپنی طرف سے یا اپنے حلقہ انتخاب کسی معزز آدمی کی طرف سے لکھ کر دے تو اس پر حکومت پنجاب بڑی خوشی سے انکوائری کروائے گی اور اگر واقعی اس قسم کی کوئی خوردبرد ہوئی ہے کسی آفیسر نے کوئی زیادتی کی ہے تو ہم اس کا پورا حساب لیں گے۔

میاں اظہر حسن ڈار : جناب سپیکر! 4-2-89 کو میں نے کمشنر صاحب کو لکھ کر دیا میں اس حلقے کا ایم پی اے ہوں۔ میں نے ایک ایک گاؤں سے معلوم کیا ہے وہاں انہوں نے بالکل کوئی ڈویلپمنٹ نہیں کی۔ اور منسٹر صاحب یہ کہتے ہیں کہ ہم انکوائری کرائیں گے۔ تو میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ استحقاق کمیٹی میں انکوائری ہو تاکہ تمام پتا چل سکے۔ اور اب افسران مل کر تعمیر وطن سے جو پنجاب گورنمنٹ کا سرمایہ ہے وہ وہاں پر لگا کر یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ ہم نے 1988ء کی ڈویلپمنٹ کی ہے۔ جو انہوں نے چند گلیاں یا گاؤں کے چند رستے دکھائے ہیں یہی تو میں بتانا چاہتا ہوں کہ یہ اس سرمائے سے نہیں لگے۔ 1988ء کو جو چیک تقسیم کیے گئے تھے ان سے نہیں لگے۔ بلکہ اب جو فنڈ انہوں نے ان کو دیا ہے اس سے یہ خرچ کر رہے ہیں اس لیے میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ استحقاق کمیٹی میں آئے کیونکہ یہ ملکی مفاد کا مسئلہ ہے یہ میری ذات کا مسئلہ نہیں یہ عوام کا مسئلہ ہے۔ یہ سرمایہ بھی غریبوں اور مزدوروں کی فلاح و بہبود کے لیے ان رستوں کے لیے ملا تھا۔ اب میں یہ چاہتا ہوں کہ یہ استحقاق کمیٹی میں آئے۔

انہوں نے بالکل غلط رپورٹ دی ہے۔

جناب سپیکر، ڈار صاحب! ان کی بات ذرا سنیں۔ لاء منسٹر صاحب نے یہ کہا ہے کہ سوال کا جو حصہ آپ سمجھتے ہیں کہ اس کا جواب غلط ہے وہ بتائیے۔ ہم اس حصے کا جواب دینے کے لیے تیار ہیں۔ ایک چیز۔ اور دوسری چیز انہوں نے کہی ہے کہ اگر آپ سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی خوردبرد ہوئی ہے تو آپ انہیں لکھ کر دے دیجئے، ہم اس کی انکوائری کرانے کے لیے تیار ہیں۔

میاں اظہر حسن ڈار، جناب والا! یہ تمام روپیہ خوردبرد ہوا ہے۔ اس لیے میں نے یہ کمشنر صاحب کو لکھ کر دیا۔ ڈی سی صاحب سے وفد لے کر ملا۔ ڈائریکٹر لوکل باڈیز سے ملا۔ یہاں لاہور میں بھی ملا۔ گوجرانوالا میں تمام دفاتر میں گیا اور اس کے بعد اسمبلی کے فلور پر سوال دیا جس کا انہوں نے جواب غلط دیا۔ اب یہ کس طرح کی انکوائری کرانا چاہتے ہیں؟

جناب سپیکر، آپ اس پر آمادہ ہیں کہ خوردبرد کی تحقیقات کی جائے۔

میاں اظہر الحسن ڈار، جناب والا! میں یہ چاہتا ہوں کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے اور استحقاق کمیٹی اس کی انکوائری کرے اور حقائق سامنے آئیں۔ اور پنجاب کے عوام کو بتا چلے کہ کس طرح روپیہ خرچ ہوا۔

جناب سپیکر، آپ خوردبرد کے تحقیقات کرانے کو تیار نہیں ہیں؟

میاں اظہر الحسن ڈار، جناب والا! اس کی تحقیقات استحقاق کمیٹی کے ذریعے کرانے کو میں تیار ہوں۔

جناب سپیکر، استحقاق کمیٹی میں لانا چاہتے ہیں؟

میاں اظہر الحسن ڈار، جی ہاں!۔

جناب سپیکر، تو آپ مجھے بتائیے کہ اس میں آپ کا استحقاق مجروح کیسے ہوا ہے اور سوال کے کس حصے کا جواب غلط دیا گیا ہے؟

میاں اظہر الحسن ڈار، جناب والا! تمام جواب ہی غلط ہے۔

جناب سپیکر، سوال بھی نکالیے اور جواب بھی نکالیے۔

میاں اظہر حسن ڈار، جناب والا! میرا سوال نمبر 916 ہے جو مندرجہ ذیل ہے۔

(الف) کیا یہ امر واقع ہے کہ سال 88-1987ء میں پی پی -87 میں مبلغ بیس لاکھ روپے کی گرانٹ برائے ترقیاتی سکیموں کی تکمیل مہیا کی گئی تھی۔

(ب) کیا یہ امر واقع ہے کہ اس میں مبلغ 7 لاکھ 50 ہزار روپے 88-11-5 تک کو مختلف نام نہاد یونین کونسلوں کے گاؤں کمیٹیوں کو زبانی تخمینہ جات بذریعہ چیک ادا کئے گئے تھے۔

(ج) کیا یہ امر واقع ہے کہ نام نہاد کمیٹیوں نے قومی خزانہ کی رقم کو ترقیاتی سکیموں کے بہانے مختلف طریقوں سے خوردبرد کیا ہے۔

(د) اگر جز ہائے بالا کا جواب اثبات میں ہے تو کیا حکومت خزانہ کو لوٹنے والوں کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کا ارادہ رکھتی ہے۔ اگر ہاں تو کب تک۔ اگر نہیں تو اس کی کیا وجوہات ہیں نیز مکمل اور نامکمل ترقیاتی سکیموں کی تفصیل بمع بقایا رقم کی تفصیل ایوان میں پیش کی جائے؟

جناب والا! اس کا جواب مندرجہ ذیل ہے۔

(الف) سال 88-1987ء میں حلقہ پی پی 87 میں -/1735000 روپے کی سکیمیں منظور کی گئی تھیں تا حال ان سکیموں کے لیے -/1071100 روپے موصول ہوئے بقایا رقم -/6,63,900 روپے موصول نہیں ہوئی۔

(ب) مورخہ 88-11-5 تک کوئی گرانٹ موصول نہ ہوئی اس لیے کسی کو 88-11-5 تک یونین کونسل یا کسی کمیٹی کو رقم بذریعہ چیک یا نقد جاری نہ کی گئی۔ منظور شدہ سکیموں کے تخمینہ جات مرتب کیے گئے ہیں۔

(ج) حلقہ پی پی۔ 87 میں کوئی بھی نام نہاد کمیٹی نہ ہے بلکہ ایم پی اے صاحب کی منظور کردہ پروجیکٹ کمیٹیاں ہیں۔ اس لیے رقم کے خوردبرد ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

(د) ابھی تک کسی رقم کے خوردبرد ہونے کا واقعہ پیش نہیں آیا۔ نیز وضاحت کی جاتی ہے کہ حلقہ پی پی 87 میں ترقیاتی سکیموں کے لیے -/1735000 روپے منظور کیے گئے تھے۔ تا حال

10,71,100/- روپے موصول ہوئے ہیں۔ بقایا رقم 663900/- روپے موصول نہیں ہوئے مکمل جاریہ تا مکمل و بقایا رقم کی تفصیل لف ہے۔

جناب! اس میں جو کہتے ہیں کہ پروجیکٹ کمیٹیاں بنی ہیں اور اس کے ساتھ یہ مانتے ہیں کہ ڈویلپمنٹ کے لیے انہوں نے چیک جاری کئے ہیں۔ ان میں سے اکثر کمیٹیاں فرضی ہیں۔ اور پروجیکٹ منیجروں اور یونین کونسل کے سیکرٹریوں کے ساتھ مل کر ملی بھگت سے بنائی ہیں۔ اور اس میں لمبانوالی ابدال روڈ کے لیے انہوں نے روپیہ لگایا ہوا ہے اور میرے پاس ان کے محکمے کی پوری تفصیل ہے جو میں لے کر آیا ہوں۔ منسٹر صاحب بے شک میرے ساتھ بیٹھ جائیں اور دیکھ لیں کہ ان میں سے کتنے کتنے روپے ان کو ملے ہیں اور انہوں نے کسی نہ کسی طریقے سے ان کو خرچ نہیں کیا۔ تر گڑی میں تانگے والی، لمبانوالی، ابدال میں 95 ہزار روپے کا تخمینہ تھا اور 15 ہزار روپے ان کو نقد فرسٹ پارٹ انہوں نے بذریعہ چیک دیا جس کے اوپر کوئی ڈویلپمنٹ نہیں ہوئی۔ وہ روڈ جو بٹرانوالی سے ابدال مرمت کے لیے دی گئی۔ ان کو آدمی نہیں مل رہا۔ جن ہاتھوں میں انھوں نے روپیہ دیا ہے اس کا انہیں پتا ہی نہیں کہ وہ آدمی کہاں ہے۔ اور کس طریقے سے انہوں نے روپیہ خرچ کیا ہے۔ اگر یہ استحقاق کمیٹی میں آجائے تو میں ان سے کہوں گا کہ یونین کمیٹی کے سیکرٹریوں کو بلایا جائے۔ پروجیکٹ منیجروں کو بلایا جائے۔ اور وہ ہمارے سامنے بیٹھ کر فیصلہ کریں کہ اتنا روپیہ کہاں سے اور کس طریقے سے ہے۔ نظام پور میں ہے۔ کوٹلی آدو میں ہے۔ ابدال روڈ گرلز ہائی سکول نندی پور ہے۔ اور مرمت ابھی تک کسی سکول کی نہیں ہوئی۔ وانیاں والا ہے۔ چک خضر ہے۔ میں کس کس کا جناب نام لوں۔ اور انہوں نے تمام روپیہ ایڈوانس قسطوں میں دیا ہے۔ انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ میں یہی چاہتا ہوں کہ اگر اس کی انکوائری کمشنر صاحب نہیں کرا سکے۔ ڈپٹی کمشنر نہیں کرا سکے، ڈائریکٹر لوکل باڈیز نہیں کرا سکے تو اسے استحقاق کمیٹی میں آنا چاہیے۔

جناب محمد لطیف مغل، جناب سپیکر!۔

جناب سپیکر، لطیف صاحب! تشریف رکھیں۔ ڈار صاحب! اس میں بنیادی چیز کہ آپ نے تحریک استحقاق سوال نمبر 912 کے بارے میں دی ہے۔ کہ 912 جو آپ کا سوال تھا اس کا جواب غلط دیا گیا

حالانکہ سوال نمبر 912 آپ کا ہے ہی نہیں۔

میاں اظہر الحسن ڈار، جناب والا! یہ 916 ہے۔

جناب سپیکر، 916 ہے؟

میاں اظہر الحسن ڈار، لیکن اس میں لکھا ہوا 916 ہی ہے اور تحریک استحقاق کی جو کاپی انہوں نے مجھے دی ہے اس میں 912 لکھا ہوا ہے۔

جناب سپیکر، آپ نے جو مجھے یعنی سیکرٹری کو تحریک استحقاق بھیجی ہے وہ 912 کی بھیجی ہے 916 کی نہیں بھیجی۔ آپ کے دستخط کے ساتھ وہ میرے پاس ہے۔

میاں اظہر الحسن ڈار، جناب والا! یہ کلیریکل غلطی ہو گی 916 کا 912 انہوں نے کر دیا۔

جناب سپیکر، یہ آپ کے دستخط کے ساتھ تحریک استحقاق ہے۔ آپ کے دستخط ہوئے ہیں۔

میاں اظہر الحسن ڈار، جناب۔ یہ اردو کے ہندسے میں فرق آ گیا ہے۔

جناب سپیکر، یہ تحریک استحقاق سوال نمبر 912 کے بارے میں ہے 916 کے بارے میں نہیں۔

میاں اظہر الحسن ڈار، جناب والا! یہ سوال نمبر 916 ہی ہے۔ یہ تو آپ کی مہربانی ہے۔

جناب سپیکر، اس پر مہربانی کیسے ہو سکتی ہے؟

نواب زادہ غضنفر علی گل، پوائنٹ آف آرڈر۔ اگر سوال کا نمبر غلط لکھا گیا ہے لیکن اس کا substance وہی ہے تو یہ کلیریکل غلطی بنے گی۔ ہاں اگر اس کا substance وہ نہیں پھر یہ آؤٹ آف آرڈر ہو سکتی ہے۔

If the substance is the same, merely the numbering of question cannot be fatal in this regard.

جناب سپیکر، ڈار صاحب! اس میں جو بہتر طریقہ ہے کہ آپ اس کی تحقیقات کروا لیں۔

میاں اظہر الحسن ڈار، جناب والا! میں یہ تحقیقات کے لیے ہی دے رہا ہوں؟

جناب سپیکر، یہ تحریک استحقاق، استحقاق کمیٹی میں جانے کے قابل نہیں۔ یہ استحقاق کمیٹی میں نہیں

جائے گی۔ یہ primafacie بنتی نہیں آپ اس کی تحقیقات کروالیں۔ آپ لکھ کر دیں۔منسٹر لاء نے under taking دی ہے کہ وہ اس کی تحقیقات کروالیں گے

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! یہ کیسے نہیں بنتی ہے؟

جناب سپیکر، نواب زادہ صاحب! آپ تشریف رکھیں۔ تو ڈار صاحب یہ طے ہوئی بات تو آپ اس کو پریس نہیں کرتے ہیں۔ آپ لکھ کر دیں۔ اس پر تحقیقات ہو جائے گی۔ اور آپ اس کو پریس نہیں کرتے ہیں۔

میاں اظہر الحسن ڈار، جناب سپیکر! اگر آپ کہتے ہیں تو منسٹر صاحب یقین دلائیں کہ تحقیقات صحیح ہوگی اور جو گناہ گار ہیں ان کو سزا ملے گی اور بڑی جلدی ہاؤس میں کمیٹی کی رپورٹ دیں تو میں اس کے لیے تیار ہوں کہ وہ رپورٹ صحیح دیں۔ کیونکہ جناب والا یہ ایک قومی مسئلہ ہے۔

جناب سپیکر، اس پر بات ہو چکی ہے۔ لاء منسٹر صاحب under taking دے چکے ہیں۔ آپ ان کو لکھ کر دیں وہ تحقیقات کرائیں گے۔ اور آپ اس کو پریس نہیں کرتے ہیں۔

جناب آفتاب احمد خان، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میں نے آج صبح ایک تحریک استحقاق پیش کی ہے جس کا نمبر 43 ہے اس کو فوری طور پر ٹیک۔اپ کرنا ضروری ہے۔ فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی 1976 کے ایکٹ کے تحت قائم ہوئی اس کے رولز میں یہ ہے کہ۔

The Authority shall consist of:-

(a) Minister incharge of Housing and Physical Planning;

(b) Secretary Housing;

(c) Secretary Local Government;

(d) A Representatives of Planning and Development Department;

(e) A Representative of Finance Department;

(f) Commissioner of the Concerned Division....."

جناب سپیکر، رانا صاحب! آپ کی یہ تحریک استحقاق آج ہی آئی ہے۔

جناب آفتاب احمد خان، جناب والا! میں اس کے بارے میں بتا رہا ہوں---

جناب سپیکر، نہیں۔ اس میں مسئلہ یہ ہے کہ جو تحریک استحقاق آپ نے آج دی ہے اس بارے میں آپ کیا فرمانا چاہتے ہیں؟

جناب آفتاب احمد خان، جناب والا! میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ

That the members of the Provincial Assembly of the Punjab, elected from the city of the concerned area is a member of that Authority.

اس کی اتھارٹی کا میں نے سوال دیا تھا کہ اس کی اتھارٹی کی میٹنگ نہیں ہوئی ہے اور نہ ہی ہمارے ممبر کا کوئی نوٹیفکیشن ہوا ہے۔ انہوں نے میرے اس سوال کے بعد میٹنگ تو کل رکھ لی ہے مگر ہمارا نوٹیفکیشن نہیں ہوا اور نہ ہی ہمیں وہاں پر بلایا گیا ہے۔ کیونکہ وہاں پر بڑی حد تک embezzlement ہو رہی ہے۔ تو میں یہ کہہ رہا تھا کہ بطور ممبر میرا استحقاق مجروح ہوا ہے یہ مسئلہ بہت اہم ہے لہذا میری استدعا ہے کہ آپ اسے ٹیک۔اپ کر لیں۔ کیونکہ اگر کل وہاں پر میٹنگ ہو جائے تو پھر ہمارا مسئلہ ہی ختم ہو جائے گا۔ ہمارا استحقاق تو مجروح ہو گیا ہے کیونکہ ہمارا نوٹیفکیشن نہیں ہوا ہے۔

جناب سپیکر، تو اس بارے میں آپ مجھے لکھ کر دیں میں اسے دیکھتا ہوں پھر مجھے ہاؤس کی رائے لینی ہو گی اگر ہاؤس اس کی اجازت دے کہ اس کو out of turn لیں پھر یہ out of turn آ سکے گی۔

جناب آفتاب احمد خان، جناب والا! میں نے اس ایوان کے سامنے استدعا کر دی ہے کہ اسے out of turn لے لیا جائے کیونکہ یہ بڑی اہم ہے۔

جناب سپیکر، میں اسے دیکھ لیتا ہوں اور ایوان سے اس بارے میں دریافت کرتا ہوں۔

جناب آفتاب احمد خان، ٹھیک ہے جی۔

ڈائریکٹر سوشل سیکورٹی فیصل آباد کا رکن اسمبلی سے نامناسب رویہ

جناب سپیکر، رانا آفتاب احمد خان صاحب کی ایک تحریک استحقاق ہمارے پاس pending ہے۔ اس کا نمبر 4 ہے۔ اس کو pending کیا گیا تھا آج میں اس پر اپنا فیصلہ دینا چاہتا ہوں۔ وزیر قانون صاحب یہ آفتاب احمد خان صاحب کی تحریک استحقاق ہے آپ کے علم میں یہ بات ہے اور اس پر میرا فیصلہ ہے کہ میں اس تحریک استحقاق کو باضابطہ قرار دیتا ہوں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! اب اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، ہاں۔ اس میں یہ ہے کہ تحریک استحقاق کو باضابطہ قرار دے دیا جائے تو پھر اس پر ایک تحریک فوراً پیش کی جاتی ہے کہ اسے استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! میں تحریک پیش کرتا ہوں کہ تحریک استحقاق نمبر 4 پیش کردہ جناب آفتاب احمد خان کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جائے۔

جناب سپیکر، اس تحریک استحقاق کو استحقاق کمیٹی کے سپرد کیا جاتا ہے اور اس کی رپورٹ تیس دن کے اندر آنی چاہیے۔

وفاقی حکومت کی طرف سے جاری کردہ پیپلز ورکس پروگرام پر عمدرآمد میں صوبائی حکومت کی مزاحمت سے متعلق تحاریک استحقاق پر جناب سپیکر کی رولنگ

نواب زادہ صاحب کی ایک تحریک استحقاق میرے پاس ہے جس پر فیصلہ pending ہے۔

Ruling Regarding implementation of Peoples Works Programme in the Punjab Province.

M/S Nawabzada Ghanzanfar Ali Gul, Abdul Qadir Shaheen and Rana Ikram Rabbani, MPAs given notice of privilege motion Nos. 10, 11 and 12 of 1990 on 24 12. 1989 to discuss the matter relating to implementation of the Peoples Works Programme in the Province alleging that the Punjab Government was creating hurdles in the smooth working of the said programme and being the peoples representatives their privilege had been breached.

The motions were moved in the House on 10.2.1990 and discussed on 13.2.1990. The movers, during discussion, argued that the Provincial Government was creating impediments in the proper implementation of Peoples Works Programme launched by the Federal Government. They could not, however, produce any documentary evidence to substantiate their viewpoint and mainly relied upon the news items appearing in the press from time to time in this connection.

The Law Minister, while opposing the motions, stated that it was not correct to say that the Provincial Government was either against the scheme of the Programme or was creating obstacles in its smooth functioning. He, however, conceded that the Provincial Government was not satisfied with the 'modus operandi' being adopted by the Federal Government for implementation of the Programme He clarified that since the programme had to be implemented in the Province, the Federal Government should have the courtesy of consultation with the Provincial Government in order to sort out

ways and means before launching of such a project. The Federal Government, on the other hand, entrusted the supervision and execution of the programme to the persons who were not the chosen representatives of the masses. He added that merely on account of controversial news items in the newspapers, no question of breach of privilege would occur nor there would be any violation of the Constitution, any law or rules. The Law Minister, therefore, pleaded that the motions being ill-founded should be ruled out.

Some other members of the House also took part in the discussion and I have heard their point of view also carefully.

After hearing the arguments and counter arguments advance for and against these privilege motions, technically speaking, I agree with the Law Minister in holding that no breach of privilege of any Member under the Constitution, any law or rules has taken place. Moreso, neither of the movers nor any member participating in the discussion has been able to substantiate it either. From the statement of the Law Minister it clearly follows that the Provincial Government has had no intention to stand in the way of the implementation of the Programme. It, therefore, seems to be more or less an administrative matter between the Federal Government and the Provincial Government for which details could be worked out with mutual consultation and particularly when the Law Minister has stated on the floor of the House that the Provincial Government was not against the initiation or implementation of the Programme and that only the administrative and

procedural modalities in respect thereof were required to be sorted out between the Federal Government and the Provincial Government.

In view of what has been stated above, I feel convinced that such matters cannot be agitated by means of privilege motions. As such, I hold that all the privilege motions referred to above are misconceived and are, therefore, out of order. This ruling disposes of all the privilege motions presented and pending on the subject.

چودھری محمد وصی ظفر : پوائنٹ آف آرڈر۔ کیا رولز میں یا اس اسمبلی کی روایات میں یہ ہے کہ تحریک استحقاق کو ثابت کرنے کے لیے اس کے کمیٹی کے پاس جانے سے قبل documentary evidence پیش کی جائے۔ کیا یہ ضروری ہے۔ تحریک استحقاق کے ساتھ ممبر کی زبان پر یقین کیا جانا غلط ہو گیا ہے۔ اور کیا یہ ضروری ہے کہ documentary evidence پیش کی جائے۔

جناب سپیکر : جی۔ اس کے لیے ابتدائی طور پر ضروری ہے کہ primafacie کو hold کرنے کے لیے کہ یہ تحریک استحقاق بنتی ہے۔ اس میں ضروری ہے کہ اگر آپ کسی نیوز آئٹم کو تحریک استحقاق کا سبجیکٹ میٹر بنانا چاہتے ہیں تو آپ کو وہ نیوز آئٹم مہیا کرنی پڑے گی۔ اگر آپ کسی document کو تحریک استحقاق کا سبجیکٹ میٹر بنانا چاہتے ہیں تو آپ کو وہ documents مہیا کرنے پڑیں گے۔

چودھری محمد وصی ظفر : جناب والا! میرا ایک پوائنٹ آف پریویلج ہے جسے میں نے پہلے دن بھی raise کیا تھا تو جناب نے کہا تھا کہ یہ میں دیکھوں گا کہ یہ میں کر سکتا ہوں یا نہیں۔ یہ ہارس ٹریڈنگ کے بارے میں ہے۔ وہ خبریں تو جناب نے خود بھی پڑھی ہیں اور یہ 182 کے تحت پوائنٹ بھی اٹھایا جا سکتا ہے اور 54 بھی بڑا کلیر ہے۔

> Provided that the Speaker may, if he is satisfied about the urgency of the matter, dispense with the requirement of notice and allow a question of privilege to be raised at any

time during the course of sitting after the disposal of questions.

جناب والا! اس میں وہ آپ کے پاس اختیار موجود ہے اور اس سے نہ صرف اس ایوان کا بلکہ تمام ایوانوں کا شدید استحقاق مجروح ہوا ہے اور منتخب نمائندوں کو تضحیک کا نشانہ بنایا گیا ہے۔ یہ ایک باقاعدہ سوچی سمجھی سکیم کے تحت ہوا ہے۔

جناب سپیکر، یہ کس بارے میں آپ فرما رہے ہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر : یہ جناب ہارس ٹریڈنگ کے متعلق جو اخبارات میں نیوز آئٹم آئے۔ جو مختلف بیانات دیئے گئے۔ جو اخبارات میں کارٹون آئے کہ جی فاضل ممبران ہارس ٹریڈنگ میں ملوث ہیں اور ان کو گھوڑے کے ساتھ تشبیہہ دی گئی کہ جیسے گھوڑے بکتے ہیں وہ بک رہے ہیں اور یہ دونوں فریقین خرید رہے ہیں۔

جناب سپیکر، چودھری صاحب اس میں آپ کوئی تحریک استحقاق لائے ہیں؟

چودھری محمد وصی ظفر :جناب والا! میں کہتا ہوں کہ تحریک استحقاق لانے کی ضرورت نہیں۔ میں جناب کے نوٹس میں اگر یہ بات لاؤں تو جناب ہر چیز کو dispense with کر کے میری اس سٹیٹمنٹ کو جو یہاں پر ریکارڈ ہو گئی ہے اس کو استحقاق کمیٹی کے پاس بھیج سکتے ہیں۔ اس بارے میں رول 54 کلیر ہے اور یہ جناب کو اختیار ہے۔ یہ میں اس لیے کہتا ہوں کہ بجائے اس کے کہ میں اس پر تحریر دوں۔ اس پر پھر بحث ہو۔ اس پر پھر میں شارٹ سٹیٹمنٹ دوں۔ اس پر رول کا proviso جناب ملاحظہ فرمالیں۔۔

جناب سپیکر، اس پر آپ نے کوئی تحریک دی ہے؟

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب یہی میری سٹیٹمنٹ تحریک consider ہو گی۔ رول 54 ہے۔

جناب سپیکر، رول 54 نکالیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب آپ نوٹس کے ٹائم کو dispense with کر سکتے ہیں اور نوٹس کا

ٹائم ایک گھنٹہ لکھا ہے۔ اس کو بھی آپ dispense with کر سکتے ہیں۔ اگر matter urgent نوعیت کا ہو تو ایک گھنٹے کا ٹائم چاہیے اور نیچے proviso میں ہے کہ جناب اس کو بھی dispense with کر سکتے ہیں۔ جناب اس پر نہ صرف تضحیک ہوئی بلکہ بڑی ذلت سی محسوس ہوئی۔

جناب سپیکر، ایسے تو نہیں کہ آپ اٹھ کر زبانی ایک بات کر دیں۔ یہ معاملہ جس کو آپ discuss کرنا چاہتے ہیں اس بارے میں آپ مجھے لکھ کر دیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، میں جناب کو عرض کرتا ہوں۔۔

جناب سپیکر، آپ بات سن لیں۔ میں رول 54 پڑھ چکا ہوں اس میں پریویلج موشن کے ذریعے جو بات اپ discuss کرنا چاہتے ہیں جس میں آپ چاہتے ہیں کہ میں requirements of rule کو dispense with کر دوں تو اس بارے میں آپ مجھے اس بات کو determine کرنے کے لیے لکھ کر دیں کہ یہ مسئلہ importance کا حامل ہے، کتنا urgent ہے اور اس کو فوری طور پر رول کو suspend کر کے discuss کرنا کتنا ضروری ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب suspend نہیں کرنا ہے۔ رول کو suspend نہیں کرنا ہے dispense with the requirements کرنا ہے اور وہ جناب کے پاس اختیار ہے رول کو suspend نہیں کرنا۔

MR. SPEAKER: Dispense with the requirements of the notice

چودھری محمد وصی ظفر ، dispense with کا جناب کے پاس اختیار ہے۔ اس کے لیے ہاؤس سے بھی نہیں پوچھنا۔

جناب سپیکر، ٹھیک ہے اس میں، میں dispense with کر سکتا ہوں لیکن آپ مجھے لکھ کر دیں۔

چودھری محمد وصی ظفر ، پھر میں آج ہی لکھ دیتا ہوں اور کل اس کو ٹیک اپ کر لیا جائے۔

جناب سپیکر، میں فیصلہ دوں گا کہ اس کو ٹیک اپ کرنا ہے یا نہیں کرنا۔

چودھری محمد وصی ظفر ، تو کل جناب فیصلہ دے دیں۔

جناب سپیکر، آپ مجھے لکھ کر دیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، درست ہے۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب والا! میری تحریک پر اے سی ماڈل ٹاؤن اور کونسلر مسٹر نوید ملک کے خلاف رولنگ پینڈنگ ہے۔

جناب سپیکر، جی نواب زادہ صاحب! وہ میرے پاس پینڈنگ ہیں ان پر میں فیصلہ دوں گا۔ پریویلج موشن کا ٹائم ختم ہوتا ہے۔ اب ہم بجٹ پر بحث شروع کرتے ہیں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔۔

جناب سپیکر، جی ملک صاحب آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں قبل اس کے کہ آپ پوائنٹ آف آرڈر پر بات کریں میں آپ سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ آج اور کل کا دن ہمارے پاس بجٹ پر discussion کے لیے ہے اور میرے پاس اس وقت بجٹ پر تقریر کے لیے 40/30 کے قریب نام ہیں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، جناب سپیکر! میں بجٹ کے آئینی پہلو پر آپ سے بات کرنا چاہتا ہوں۔ جیسا کہ آپ کے علم میں لایا جا چکا ہے کہ اس بجٹ کے اردو اور انگریزی ورژن کی رقوم میں تضاد ہے۔ جب آپ کے سامنے یہ آ چکا ہے تو پھر کیا اس کی تصحیح کے بغیر اس بجٹ پر بحث کرنا آپ سمجھتے ہیں کہ درست ہے؟ اس پر میں رولنگ چاہوں گا۔

جناب سپیکر، ملک صاحب! اس بارے میں پہلے پوائنٹ آف آرڈر آیا اور فنانس منسٹر صاحب نے اس بارے میں اپنا point of view بتانے کے لیے مہلت مانگی ہے۔ وہ جب تشریف لاتے ہیں تو میں آج ان سے یہ کہوں گا کہ وہ اس پر اپنا point of view بتائیں کہ کون سا version درست ہے آیا اردو version درست ہے یا انگلش؟

سید ناظم حسین شاہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔۔

جناب سپیکر، جی شاہ صاحب! یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر تھا۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب سپیکر! آپ نے اسی سلسلے میں اپنی رولنگ محفوظ رکھی تھی اس لیے میرے بھائی اسلم گورداسپوری صاحب کا جو نکتہ اعتراض ہے میرا بھی وہی ہے کہ اب چار دن ہوگئے ہیں۔ ٹھیک ہے فنانس سیکرٹری صاحب وہاں پر گئے اور انہوں نے اپنی غلطی تسلیم بھی کی مگر انہوں نے یہ نہیں کہا کہ کل ہم آپ کو یہ صحیح کر کے دے دیں گے تو آج تک ہمیں نہیں ملا اس پر آپ اپنی رولنگ دے دیں جیسے اسلم گورداسپوری صاحب نے کہا ہے کہ کیا آئینی طور پر جب ان کے اعداد و شمار صحیح نہ ہوں ہم یہاں پر کوئی بھی بات کریں وہ ہماری بات کو رد کر سکتے ہیں کہ جناب آپ غلط اعداد و شمار پیش کر رہے ہیں۔ آپ نے اس پر رولنگ دینی ہے اور اگر آپ فنانس منسٹر صاحب سے بات کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں مگر اس پر رولنگ آپ ذرا دے دیں۔

جناب سپیکر، اس بارے میں فنانس منسٹر صاحب نے اپنا point of view بتانا ہے اس کے بعد میں نے رولنگ دینی ہے۔ فنانس منسٹر صاحب تشریف لے آتے ہیں تو وہ اس بارے میں اپنا point of view بتائیں گے۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب سپیکر! ہم اپنی تقریر میں جو اعداد و شمار کہیں گے تو وہ تو فنانس منسٹر صاحب کہیں گے کہ یہ بالکل انہوں نے غلط بات کی ہے کیونکہ جب ہمارے پاس ساری کاپی نہ ہو۔ آپ خود ہی اس کا اندازہ کر لیں کہ اگر ہم اعداد و شمار کچھ بتاتے ہیں تو پھر وہ کہیں گے کہ انہوں نے یہاں پر غلط حوالہ دیا ہے۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، یہ آئینی اختلاف ہے یہ نہیں ہو سکتا جب تک declaration نہ آئے۔

جناب سپیکر، لاء منسٹر صاحب! آپ کو علم ہوگا کہ ہمارے فنانس منسٹر صاحب کہاں تشریف لے گئے ہیں۔ ان کی کیا پوزیشن ہے؟

وزیر قانون، جناب مجھے علم نہیں۔۔

جناب سپیکر، انہوں نے اس بارے میں فرمانا تھا کہ اس بجٹ کی اردو ورژن درست ہے یا انگلش ورژن درست ہے کیونکہ اس میں کچھ تضاد ہیں تو اس کے بارے میں انہوں نے بتانا تھا تاکہ اس کے

مطابق یہ discussion ہو۔ یہ جائز طور پر انہوں نے پوائنٹ آؤٹ کیا ہے۔

وزیر قانون، جناب والا! ابھی وہ تشریف لاتے ہیں اور وہ اس بارے میں تفصیل سے بتائیں گے ویسے مجھے تھوڑا سا اس بارے میں اتنا پتہ چلا تھا کہ چونکہ یہ پہلی دفعہ اردو میں ہمارا بجٹ پیش ہوا ہے تو اس میں کوئی typographical غلطیاں رہ گئی ہیں مثلاً چک نمبر 119 جے ب' جی بی ہے تو جے ب کو بھی ج ب انہوں نے لکھ دیا ہے اور جی بی کو بھی ج ب لکھ دیا ہے حالانکہ جی بی کا مطلب گ ب ہے۔ اس قسم کی کوئی غلطیاں ہیں تو اس پر تفصیلی طور پر جناب فنانس منسٹر صاحب نے تیاری کی ہوئی ہے وہ ابھی تشریف لاتے ہیں تو بتا دیتے ہیں لہذا اس دوران بحث جاری رہے جس وقت وہ تشریف لاتے ہیں تو تفصیلاً بتا دیتے ہیں۔

جناب سپیکر، جی ٹھیک ہے۔ ہم بحث کو جاری رکھتے ہیں اور جس وقت وہ تشریف لے آتے ہیں تو اس پر واضح کر دیتے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر۔۔ گزارش یہ ہے کہ وزیر قانون صاحب ہمارے محترم دوست بھی ہیں اور ماشاء اللہ سرائیکی علاقے سے تعلق رکھتے ہیں مگر مجھے ان کی یادداشت پر افسوس بھی ہوتا ہے کہ ان کی یادداشت اتنی کمزور ہے انہوں نے فرمایا ہے کہ یہ بجٹ پہلی دفعہ اردو میں پیش ہوا ہے۔ پچھلے سال کا ریکارڈ آپ دیکھیں کہ پچھلے سال بھی بجٹ اردو میں پیش ہوا ہے۔ پچھلے سال کا ریکارڈ آپ دیکھیں کہ پچھلے سال بھی بجٹ اردو میں پیش ہوا تھا دوسرا میں نے ویسے آپ کی اطلاع کے آج یہ بات بھی کرنی ہے کہ لاہور ڈویژن کے برجز اور روڈ کے لیے انہوں نے 16 کروڑ 11- لاکھ 50 ہزار روپے کل بتایا ہے اب ضلع لاہور کے لیے 9 کروڑ 12 لاکھ روپے شیخوپورہ کے لیے 3 کروڑ 88 لاکھ روپے۔ ضلع قصور کے لیے ایک کروڑ 80 لاکھ روپے ضلع اوکاڑہ کے لیے ایک کروڑ 27 لاکھ 50 ہزار روپے اگر ان کو جمع کریں یہ بڑا سادہ سا معاملہ ہے۔ یہ میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں آپ ان کو جمع کریں تو یہ 16- کروڑ 7 لاکھ 50 ہزار روپے بنتا ہے۔ اب ان کے اعداد و شمار کے مطابق جو لاہور ڈویژن کے لیے انہوں نے اوپر 16- کروڑ 11 لاکھ 50 ہزار روپے لکھا ہوا ہے۔ یہ میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں' آپ ان کا میزان کریں' تو یہ بنتا 16 کروڑ' 7 لاکھ 50 ہزار روپے' جب

کہ انہوں نے پورے لاہور ڈویژن کا' خود ان کے اعداد و شمار کے مطابق' انہوں نے اوپر لکھا ہوا ہے 16 کروڑ 11 لاکھ 50 ہزار روپے' یہ میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں' بجٹ کی کاپی بھی ہے آپ ان سے ابھی کہیں کہ یہ calculate کر کے یہ بتا دیں کہ یہ کیسے بنتا ہے 16 کروڑ 11 لاکھ 50 ہزار روپے۔ اب جناب والا! اگر یہ اعداد و شمار ہوں' تو ہم تو بات کریں گے جب ہم میزان کریں گے .16.07 5 0..000 کروڑ روپے کی' مگر انہوں نے جو ہیڈ دیا ہوا ہے وہ ہے -/161150000 کروڑ بنتا ہے۔ میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں بجٹ کی کاپی جو ان کا دیا ہوا ہے' منظور شدہ اور غیر منظور شدہ دونوں' اس میں آپ یہ دیکھ لیں۔ اب جب ہم اسے زیر بحث لائیں گے تو ہم کہیں گے 16 کروڑ 7 لاکھ تو یہ کہیں گے کہ آپ غلط اعداد و شمار پیش کر رہے ہیں یہ تو 16 کروڑ 11 لاکھ'۔۔۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ کی بات درست ہے لیکن چوں کہ ہم اس پر تین روز سے بحث کر رہے ہیں' اس لیے میرے خیال میں بحث کو روکنا نہیں چاہیے' فنانس منسٹر آتے ہیں تو ابھی ان سے پوچھتے ہیں تو وہ اپنا point of view بتا دیں گے۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب فنانس منسٹر یا ہمارے وزراء صاحبان اپنی عزت بے عزتی کا مسئلہ نہ بنائیں یہ ہم سب ممبران کا استحقاق ہے' کہ غلط اعداد و شمار ہمیں پیش کیے جاتے ہیں' کیوں پیش کیے جاتے ہیں؟ آخر ان افیسران کے خلاف کیوں نہیں ایکشن لیا جاتا' ان کی جواب طلبی کیوں نہیں ہوتی ہے باز پرس کیوں نہیں ہوتی' آپ ذرا یہ دیکھ لیں' اور خود آپ اندازہ کریں گے کہ یہاں پر کیا jugglery کی گئی ہے۔

جناب سپیکر، یہ آپ مجھے بھجوا دیں' اور ہم بحث کا آغاز کرتے ہیں اور فنانس منسٹر صاحب آ کر اپنا point of view بیان کریں گے۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب والا! آپ آئینی طور پر اس کو درست سمجھتے ہیں کہ غلط اعداد و شمار پر ہم بحث میں حصہ لے سکتے ہیں۔

جناب سپیکر، اس میں مسئلہ یہ ہے کہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر ہمارے پاس پینڈنگ ہے۔ اس پر یہ

طے ہے کہ فنانس منسٹر اپنا point of view دیں گے۔ اور بحث ہم کر رہے ہیں تین دن سے اور آج چوتھا دن ہے۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب میں قطع کلامی کی معافی چاہتا ہوں' اگر میرا پوائنٹ آف آرڈر درست تسلیم کر لیا گیا تو پھر ساری بحث کس کھاتے میں جائے گی' پھر ہم دوبارہ بحث کو re open کریں گے۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! وہ اس وقت فیصلہ کریں گے کہ ساری بحث کا کیا بنتا ہے لیکن آپ سر دست بحث ہونے دیں' یہ آپ مجھے ڈاکومنٹس بھجوادیں۔

جناب محمد اسلم گورداسپوری، لیکن اس کا کیا ہوگا' کہ کہیں یہ رقم 6 کروڑ روپے لکھی ہوئی ہے اور کہیں 4 کروڑ روپے لکھی ہوئی ہے' یہ کھیلا ہے یہ جان بوجھ کر کیا گیا ہے دونوں رقوم جب منظوری کے لیے پیش کی جائیں گی۔ اگر آپ مجھے اجازت دیں تو۔۔۔

جناب سپیکر، آپ فنانس منسٹر کو بات کر لینے دیں اس کے بعد بات کیجیے گا۔

سید علی ہارون شاہ، جناب والا! میری مودبانہ گزارش ہے آپ نے ابھی فرمایا ہے کہ فنانس منسٹر صاحب آ کر اپنا نقطہ نظر دیں گے' جناب سپیکر! یہ تو حقائق کی بات ہے یہ تو قانونی بات ہے اس میں تو نقطہ نظر کی بات ہی نہیں' یہ کوئی ڈیبیٹ تو ہے نہیں کہ میں اپنا نقطہ نظر بیان کروں' تو اس کے بعد اور کوئی ممبر اٹھتے ہیں وہ اس کی مخالفت کرتے ہیں اور اپنا point of view دیتے ہیں یہ تو حقائق کی بات ہے یہ ڈیبیٹ کا معاملہ نہیں ہے' اس میں اگر facts غلط ہیں تو ہم جس بجٹ پر بحث کر رہے ہیں جن اعدادوشمار کو سامنے رکھ کر بحث کر رہے ہیں اگر ہمیں پتا ہی نہیں کہ وہ کیا ہیں؛ تو اس کے اندر ساری بات ہی سمجھ میں نہیں آسکتی ہے شکریہ۔

جناب سپیکر، جناب فنانس منسٹر صاحب' آپ اس بارے میں ارشاد فرمائیں گے کہ جو سید ناظم حسین شاہ کا پوائنٹ آف آرڈر ہے کہ اس میں جو آپ کی بجٹ کاپی ہے اردو اور انگریزی کی' دونوں کی ورژن میں تضاد ہے اور ان کی بنیاد پر وہ confuse ہیں کہ آیا اردو کی ورژن کو زیر بحث لائیں یا انگریزی کی' انگریزی کی کاپی میں نمبرز مختلف ہیں اور اردو کی کاپی میں نمبرز مختلف ہیں' آپ نے کہا

تھا کہ مجھے اس بارے میں وقت دیا جائے تاکہ میں اس بارے میں بتا سکوں' تو آپ ارشاد فرمائیے۔

وزیر خزانہ : جناب سپیکر! اس ضمن میں گزارش ہے کہ آج سے قبل بھی سید ناظم حسین شاہ نے یہ اعتراض کیا تھا میں ان کو اپنے ساتھ لے گیا تھا فنانس سیکرٹری اور دوسرا عملہ ساتھ بیٹھا' ایک بڑی غلطی اس میں یہ تھی جو کہ پوائنٹ آؤٹ کی گئی کہ ترقیاتی پروگرام میں اضلاع کے نام درست نہ تھے' کہ ایک ضلع کا پروگرام کہاں سے شروع ہوتا ہے' اردو کی کاپی میں یہ خامی تھی جس کو میں تسلیم کرتا ہوں کہ اس میں ضلع کا نام نہیں تھا اور ان کو سمجھایا گیا' کچھ اس میں اور غلطیاں تھیں' انگریزی کے متن میں جہاں جہاں کوئی غلطی تھی ہم نے اس کا تصحیح نامہ چھپوا دیا ہے انگریزی کی ورژن بالکل درست ہے جو اس میں غلطیاں corrigandum کے ذریعہ سے درست کی جا چکی ہیں اس کا اردو کا ورژن کا تصحیح نامہ پلاننگ اینڈ ڈویلپمنٹ والوں نے چھاپنا تھا کیوں کہ ترقیاتی پروگرام کی تفاصیل ان کے پاس ہوتی ہے وہ انشاء اللہ اس کا تصحیح نامہ چھپوا کر تقسیم کر دیں گے وہ آج کر دیں کل کر دیں لیکن فی الحال آپ کی سہولت کے لیے شاہ صاحب سے میں یہ عرض کروں گا کہ انگریزی ورژن ہی کو دیکھیں وہ ہر طرح سے مکمل ہے۔ اس میں اب کوئی غلطی نہیں جہاں جہاں غلطی تھی اس کی تصحیح کر دی گئی ہے اور تصحیح نامہ ساتھ لگا دیا گیا ہے۔ تو وہ اس کی انگریزی ورژن کے مطابق تقریر فرمائیں اور اس کو زیر بحث لائیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! آپ کی اطلاع کے لیے---

جناب سپیکر: شاہ صاحب! ذرا سنیں' آپ کا پوائنٹ آف آرڈر پینڈنگ ہے نیا پوائنٹ آف آرڈر آپ کو اٹھانے کی ضرورت نہیں اسی پر آپ بات کر سکتے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ: جناب والا! میں یہ گزرز آپ کے لیے لکھ رہا ہوں' یہ انگریزی کی کاپی آپ ابھی منگوالیں اس میں ایک مد ہے' شاہرات اور پل' اس مد میں تمام پنجاب کے لیے 68 کروڑ رکھا گیا ہے' اس میں لاہور کے ڈویژن کے لیے 16 کروڑ 11 لاکھ روپیہ رکھا گیا ہے اور انہوں نے اس کو ضلع وار جب تقسیم کیا ہے' اس میں 9 کروڑ 12 لاکھ ضلع لاہور' ضلع شیخوپورہ 3 کروڑ 88 لاکھ' ضلع قصور ایک کروڑ 80 لاکھ اور ضلع اوکاڑہ کے لیے ایک کروڑ 27 لاکھ پچاس ہزار روپے رکھے گئے ہیں۔ اس انگریزی

ورشن کے تحت اس کو اگر یہ میزان کریں تو یہ بنتا ہے 16 کروڑ سات لاکھ' یہ مجھے اس کا میزان 16 کروڑ 11 لاکھ 50 ہزار روپے بنا دیں' وہ جو پہلے وہ کھیت تا منڈی تک سڑکوں کی مد تھی' اب یہ مد ہے شاہرات اور پل کی' یہ میں نکال رہا ہوں اغلاط یہ تھوڑی سی رہ گئی ہیں' میں آپ کے پاس بھجوا رہا ہوں ہو سکتا ہے میری calculation میں غلطی ہو۔ آپ خود calculate کر لیں' میرے حساب سے یہ بنتا ہے 16 کروڑ 7 لاکھ اور 50 ہزار روپے۔ ان سے کہیں کہ اس کا میزان پورا کر لیں' ہم جب بات کریں گے ہم کہیں گے کہ یہ ہے 16 کروڑ 7 لاکھ یہ کہیں گے نہیں یہ 16 کروڑ 11 لاکھ ہے تو وہ انگریزی والے کے حساب سے بھی بات غلط ہو جاتی ہے اب آپ خود یہ فیصلہ کریں کہ ہم کس پر بحث کریں' کسی چیز کو بنیاد بنا کر بات کریں؟

جناب سپیکر، اسی چیز کو آپ بنیاد بنا کر بحث کریں جو انگلش ورشن کا انہوں نے کہا ہے اور بحث کے دوران جو غلطیاں آپ کو نظر آتی ہیں جو ٹیکنکل یا calculation کی غلطیاں ہیں' پالیسی کی غلطیاں جو بھی آپ کو نظر آتی ہیں آپ اپنی بحث میں اس کو زیر بحث لائیے۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب سپیکر! گزارش یہ ہے کہ اسراف تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک بھی قابل قبول نہیں چاہے وہ وضو کے پانی کے لیے ہی کیوں نہ ہو جناب والا! آپ اگر میری جگہ ہوتے ہیں یہ نہیں کہتا کہ آپ کی جگہ پر میں ہوتا بلکہ وہاں پر آپ کی جگہ کوئی اور ہوتا تو آپ کے جذبات کیا ہوتے اور آپ کیا چاہتے اسراف جب اللہ کے نزدیک قابل قبول نہیں ہے' جناب والا! آپ اس کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں' آپ اس پورے ایوان کے custodian ہیں اور آپ کے سامنے سب جواب دہ ہیں' چاہے وزراء ہوں' اس سائیڈ یا اس سائیڈ کے ممبران ہوں' میں بار بار یہی ایک simple سی بات کر رہا ہوں' یہاں پر ان کے فنانس منسٹر بھی بیٹھے ہوئے ہیں' فنانس سیکرٹری بھی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان سے کہیں للہ یہ calculate کر کے بتائیں' یہ اصل ہے 16 کروڑ 7 لاکھ' یہ کہیں گے کہ نہیں یہ 16 کروڑ 11 لاکھ روپے ہے اگر ہم کہیں گے کہ 16 کروڑ 11 لاکھ ہے تو یہ کہیں گے کہ یہ 16 کروڑ 7 لاکھ روپے ہے۔ تو جناب والا! یہ اتنی بڑی غلطی ہے یہ صرف میں نے ایک غلطی کی طرف اشارہ کیا ہے۔ تو ہم پھر کس پر بحث کریں' صحت میں بھی ایسے ہیں اور باقی میں پوائنٹ آؤٹ کروں گا۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ ان ساری چیزوں کو اپنی تقریر میں پوائنٹ آؤٹ کیجئے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ وزیر خزانہ نے کہا ہے کہ آپ انگریزی والے بجٹ کو درست تصور کریں۔ یہ ہر لحاظ سے مکمل ہے تو آپ اس کو بنیاد بنا کر بحث میں حصہ لیں۔ اس پوزیشن میں کیا کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے پوائنٹ آف آرڈر پیش کیا ہے کہ انگریزی والے حصے کو درست سمجھیں یا اردو والے حصے کو درست سمجھیں۔ آپ کے پوائنٹ آف آرڈر پر میں نے وزیر خزانہ سے کہا کہ آپ واضح طور پر بتائیں کہ انگریزی والے بجٹ پر بحث کی جائے یا اردو والے بجٹ پر بحث کی جائے۔ انہوں نے آپ کو واضح جواب دیا ہے کہ انگریزی والا بجٹ پر بحث کی جائے یا اردو والے بجٹ پر بحث کی جائے۔ انہوں نے آپ کو واضح جواب دیا ہے کہ انگریزی والا بجٹ ہر لحاظ سے مکمل ہے۔ اس کو زیر بحث لایا جائے۔ اب یہ بات تو طے ہو گئی کہ انگریزی والے بجٹ کو زیر بحث لانا ہے اردو والے کو زیر بحث نہیں لانا۔ اب اس میں آپ کوئی کمی کوتاہی یا غلطی محسوس کرتے ہیں' یا جمع تفریق کی غلطیاں سمجھتے ہیں آپ اس کی دھجیاں اڑائیے۔ آپ کو کون روکتا ہے۔ آپ کے پوائنٹ آف آرڈر کا اس سٹیج پر اور کیا جواب ہو سکتا ہے؟

سید ناظم حسین شاہ، جناب والا! یہ نکتہ اعتراض بھی ہے اور نکتہ استحقاق بھی بنتا ہے' بلکہ سب ممبران کا استحقاق بنتا ہے اور آپ کا بھی استحقاق بنتا ہے۔ آپ بھی اسی ایوان کے ممبر ہیں۔ جب غلط اعداد و شمار انگریزی میں بھی پیش کیے جائیں تو پھر جناب والا کسی طریقے سے بحث ہو سکتی ہے۔ یہ ہماری تحریک استحقاق بنتی ہے پھر آپ ہماری تحریک استحقاق قبول کرتے ہیں؟

جناب سپیکر، آپ کے پوائنٹ آف آرڈر پر تو میرا فیصلہ یہی ہے کہ آپ انگریزی حصے کو زیر بحث لائیے اور اس میں جو غلطیاں موجود ہیں ان کو پوائنٹ آؤٹ کیجیے۔ یہ میرا فیصلہ ہے۔ اب اگر آپ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے آپ کا استحقاق مجروح ہوا ہے تو بسم اللہ کیجئے' پیش کیجئے میں رولز کے مطابق اس پر اپنا فیصلہ دوں گا۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب سپیکر، اب میں چاہتا ہوں کہ بجٹ پر بحث کا آغاز کیا جائے' کہ اب میں ڈاکٹر بنگش سے کہوں گا کہ وہ اپنے آپ کو بحث کے لیے تیار کریں۔ بجائے اس کے کہ وہ پوائنٹ آف آرڈر اٹھائیں۔ نذر حسین کیانی صاحب سے شروع کریں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، جناب والا! میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ کل ابھی میری تقریر ہو رہی تھی کہ ایوان کا وقت ختم ہو گیا تھا۔ میری تقریر ابھی رہتی ہے۔

جناب سپیکر، بنگش صاحب آپ تشریف رکھیں۔ ایک چیز میں آپ سے دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ میرے پاس زیادہ لوگوں کے نام آگئے ہیں۔ کل سارا زور سپیکر پر آجانے کا کیونکہ ابھی تک جن صاحبان نے اپنے نام دیے وہ بھی اپنا نام دینا شروع کر دیں گے کہ جی یہ باتیں تو میں بھی کرنا چاہتا تھا کل ان کو یاد آئے گا' مجھے یہ علم ہے اور میرا تجربہ یہی ہے۔ آج تک جن کے نام نہیں آئے ہیں ان کے نام کل آجائیں گے۔ تو کل پھر یہ ہوگا کہ آپ کہیں گے کہ دیکھیے جی سالانہ بجٹ ہے سال میں ایک مرتبہ بولنے کا موقع ملتا ہے آپ ہمیں بولنے کا موقع دیں۔

ڈاکٹر ضیاء اللہ خان بنگش، جناب مجھے آج موقع دے دیا جائے میں کل نہیں بولوں گا۔

جناب سپیکر، ڈاکٹر بنگش صاحب اپ ذرا بیٹھ جائیں ذرا حوصلہ کیا کریں۔ اس بارے میں' میں آپ سے یہ بات کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ چاہیں تو ہم آج دو اجلاس کر سکتے ہیں اور کل بھی دو اجلاس کر سکتے ہیں۔ تاکہ جو صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں انہیں اپنا مافی الضمیر بیان کرنے کا موقع فراہم کیا جائے۔ تو آپ اس سے اتفاق کرتے ہیں کہ آج دو اجلاس کر لیے جائیں لیکن اس میں پھر یہ ہوگا کہ جو صاحبان چاہتے ہیں کہ دو اجلاس کیے جائیں انہیں آنا بھی ہوگا جن کی تقریر کی باری نہ ہو انہیں بھی آنا ہوگا۔ ایسا نہ ہو کہ جنہوں نے تقریر کرنی ہو صرف وہ آجائیں اور باقی صاحبان اپنا اپنا آرام کریں۔ ہم ہوں اور تقریر کرنے والے ہوں۔ یہ بھی بات ہے کہ آپ نے کورم کا بھی اعتراض نہیں کرنا ہے۔ کورم پورا بھی کرنا ہے لیکن کورم کا اعتراض نہیں کرنا ہے۔

جناب جاوید محمود گھمن، جناب والا! میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ اگر آپ نے زیادہ کام لینا ہے

تو شام کا اجلاس ہی رکھ لیا کریں تاکہ دن کو ہم دوسرے تھوڑے بہت کام کر لیا کریں۔ آپ بے شک رات بارہ بجے تک اجلاس رکھ لیا کریں۔ جناب والا! گرمی بڑی شدید ہے تھوڑا سا ریسٹ بھی ہو جائے اور یہ جو اتنی بڑی کتابیں ہیں اگر صبح شام اجلاس ہو تو اس کو پڑھیں کس وقت۔

جناب سپیکر، آپ تشریف رکھیں ہم دیکھتے ہیں کہ آج کتنے لوگ بول لیتے ہیں اور کل پھر کتنے بچتے ہیں اس کے بعد یہ فیصلہ کریں گے کہ کل دوسرا اجلاس کرنا ہے یا نہیں؟

سید ناظم حسین شاہ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں نے پچھلے اجلاس میں بھی یہ تجویز پیش کی تھی کہ بجائے چار دن کے آٹھ دن بحث کے لیے رکھ لیں تو اس طرح ہر رکن کو آسانی سے بات کرنے کا موقع مل سکتا ہے۔ آپ قومی اسمبلی میں دیکھ لیں کل 237 ممبر ہیں۔۔۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! آپ کا پوائنٹ آف آرڈر صریحاً نہیں بنتا۔ میں آپ کے لیڈر آف اپوزیشن سے کہوں گا کہ جب وہ کوئی بات طے کرنے کے لیے آئیں اس وقت سید ناظم حسین شاہ کو ہم راہ لائیں۔ کیونکہ یہ بات ہم نے قائد حزب اختلاف سے طے کی ہے اور طے شدہ فارمولے کے تحت اپنا شیڈول جاری کیا ہے۔ اس لیے اب اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

سید ناظم حسین شاہ، نہیں' جناب اعتراض نہیں۔ لیکن آپکے پاس صوابدیدی اختیارات ہیں۔ اس کے تحت آپ اس شیڈول کو بدل سکتے ہیں۔ آپ کے اختیارات خصوصی میں ہے۔۔

جناب سپیکر، شاہ صاحب! میں اب اس کو کیسے کر سکتا ہوں۔ جب قائد حزب اختلاف اور وزیر قانون اس پر متفق ہوں تو اس کو تو یہ سمجھا جائے کا پورا ایوان اس پر متفق ہے۔

جناب جاوید محمود گھمن، جی پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! جب بھی کوئی معاہدہ ہوتا ہے دونوں سائیڈ کی back benches کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے اعتماد میں نہیں لیا جاتا۔ جناب یہ دو چار آدمی مل بیٹھ کر معاہدہ کر لیتے ہیں۔ اس لیے یہ متفقہ فیصلہ نہیں۔ لہذا میری یہ استدعا ہے کہ جب کوئی معاہدہ ہوتا ہے تو back benches کو بھی پوچھا کریں۔ ہمیں بھی اعتماد میں لیا کریں۔ آخر ہمارا بھی کوئی استحقاق ہے' ہمارا بھی اس ایوان پر کوئی حق ہے۔ یہ تو کوئی طریقہ نہیں کہ دو چار آدمی ادھر سے دو چار

آدمی ادھر سے بیٹھ کر معاہدہ کر لیں۔

جناب سپیکر، خواجہ محمد یوسف۔

میجر (ریٹائرڈ) خواجہ محمد یوسف، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ جو کوئی معاہدہ ہو اس کے بارے میں ایوان کو بھی بتا دیا جائے تاکہ سب کو پتہ چل جائے کہ یہ معاہدہ ہوا ہے۔ ہمیں تو معاہدے کا پتہ ہی نہیں ہوتا کہ کیا معاہدہ ہو گیا ہے۔ جس وقت اس پر عمل پیرا ہونا ہوتا ہے پھر ہم پر بات آ جاتی ہے۔

جناب سپیکر، خواجہ صاحب! اس بارے میں' میں آپ کو یہ بتانا چاہتا ہوں کہ پہلی بات یہ ہے کہ ایوان کا ڈسپلن پارٹی کا ڈسپلن ایک ابتدائی بات ہے' بنیادی بات ہے اگر آپ کے لیڈر میرے ساتھ آ کر بیٹھ کر کوئی فیصلہ کر لیتے ہیں تو یہ تصور کیا جائے گا کہ یہ آپ سب کی طرف سے فیصلہ ہے۔ اگر آپ اس سے اتفاق نہیں کرتے تو آپ اپنی پارلیمانی پارٹی کی میٹنگ میں اپنے لیڈر کو سمجھائیں کہ وہ ہم سے مشورہ کیے بغیر کوئی بات طے نہ کریں۔ یہاں ایوان میں اپنے لیڈر کی طے کی ہوئی بات پر نکتہ چینی کریں تو یہ بات آپ کو زیب نہیں دیتی۔ آپ کو خواجہ صاحب اس بات کا علم نہیں جو فیصلہ ہو گیا ہے اس پر ہم نے ایک شیڈول بنا کر جاری کر دیا ہے۔ اور تمام اراکین کو تقسیم بھی کر دیا ہے۔ جو شیڈول ہم نے تقسیم کیا ہے یہ طے شدہ فارمولے کے تحت شیڈول ہے۔ اس میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ اور اس میں سارا بزنس ہے۔

جناب جاوید محمود گھمن، جناب والا! ہمیشہ سے یہی ہو رہا ہے اور دونوں طرف سے ہو رہا ہے۔

رانا پھول محمد خان، جناب سپیکر! جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے کہ دونوں گروپوں کے لیڈر جو فیصلہ کرتے ہیں۔ اس کو تسلیم کرنا چاہیے۔ اس ایوان کا فیصلہ بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن ایوان کے فیصلے کے خلاف بھی عدم اعتماد ہو سکتا ہے اور کسی لیڈر کے خلاف بھی عدم اعتماد ہو سکتا ہے اگر کسی گروپ کے ارکان اسمبلی اپنے لیڈر کے فیصلے کو تسلیم نہ کرے تو وہ اس لیڈر پر عدم اعتماد ہے۔ اور اس میں جناب بھی مداخلت نہیں فرما سکتے کہ نہ کرو کیونکہ جناب تو جج ہیں اب چیمہ صاحب نے عدم اعتماد کا

اظہار کیا ہے انہیں کرنے دیجئے ا گر وہ اپنے لیڈر کا فیصلہ نہیں مانتے تو وہ حق بجانب ہیں آپ انہیں مجبور نہ کریں۔

جناب سپیکر، چودھری فاروق صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

چودھری محمد فاروق، جناب والا! ا گر گھمن صاحب کو اعتراض ہے تو گھمن صاحب سے ان کے گروپ لیڈر کا نام پوچھ لیا جائے۔ اور میرے خیال میں کوئی مضائقہ نہیں کہ اگر ان کے گروپ لیڈر سے صلاح مشورہ کر لیا جائے۔ اور میرے خیال میں وزیر قانون صاحب بھی شرکت فرمائیں گے اور جناب سپیکر! بھی ان کے گروپ کے لیڈر کے مشورے کو شامل کر لیا کریں۔ جناب سپیکر وقت بچایا جائے اور بجٹ پر بحث شروع کی جائے۔ نوازش ہو گی۔

جناب جاوید محمود گھمن، جناب سپیکر! میرا لیڈر جناب شوکت محمود ہے۔ ان کے علاوہ اگر کوئی لیڈر ہے تو وہ خود ساختہ ہے۔ ہماری بات کرنے کا کوئی اور مجاز نہیں سوائے رانا شوکت محمود کے۔

جناب سپیکر، آرڈر پلیز۔ آرڈر پلیز۔

ملک امان اللہ، جناب سپیکر! جس دن لیڈر آف دی اپوزیشن اور لاء منسٹر صاحب نے آپ کے روبرو جو فیصلہ کیا تھا ہمیں اس فیصلے سے اتفاق ہے لیکن اب آپ کی باتوں سے اس بات کا احساس ہوتا ہے کہ آپ بھی کچھ مجبور ہیں۔ لوڈ بڑھ چکا ہے۔ دو یا تین جو دیے گئے تھے ان میں وہ progress نہیں ہو سکی جس کی آپ کو یا ان دونوں حضرات کو توقع تھی۔ اس لیے ا گر اس پر پھر غور کر لیا جائے اور ایک یا دو دن بڑھا دیے جائیں تو اس میں آسانی پیدا ہو جائے گی۔ ایسی کوئی بات نہیں کہ اس پر دوبارہ غور نہیں کیا جا سکتا یا توجہ نہیں دی جا سکتی۔ ا گر یہ کر لیا جائے تو سب کے لیے بہتر ہو گا۔

میزانیہ بابت 91-1990 پر بحث

جناب سپیکر، شکریہ ملک صاحب، تشریف رکھیں۔ میں نذر حسین کیانی صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ بجٹ پہ بحث کا آغاز کریں۔

جناب نذیر حسین کیانی، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے پنجاب کے سالانہ میزانیے پر گفتگو کرنے کے لیے مجھے اجازت مرحمت فرمائی۔ جناب والا! کسی بھی صوبے کا میزانیہ یا کسی بھی ملک کا سالانہ بجٹ اس کے سیاسی سماجی اور معاشی ڈھانچے کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ پنجاب کا یہ بجٹ پچھلے سال جناب سردار ذوالفقار علی کھوسہ نے پیش کیا تھا اور اس سال ہمارے بے دست و پا وزیر خزانہ جناب امجد حمید دستی نے پیش کیا اور اگلے سال پتا نہیں اور کون سا بے دست و پا ہو گا جو اس بجٹ کو پیش کرے گا۔ بہر حال یہ بجٹ جسے آپ کی ہماری' پنجاب کے محنت کشوں اور غریبوں کی امنگوں کا آئینہ دار ہونا چاہیے تھا۔ یہ بجٹ جو ان کے دکھوں کا مداوا کرتا۔ یہ بجٹ جو ان کے مسائل حل کرنے میں مددگار ثابت ہوتا۔ یہ بجٹ جو آپ کے' ہمارے اور صوبہ پنجاب کے لیے خوشی کا پیغام لے کر آتا اس میں ایسی کوئی بات نہیں۔ اور سب سے بڑی دکھ کی بات یہ ہے کہ تقریر لکھ کر دے دی گئی۔ تقریر پڑھنے پر مجبور کیا گیا۔ اور اس تقریر میں شعروں کا انتخاب بھی ایسا کیا گیا کہ جو صحیح نہیں تھے۔ اور ان شعروں کو غلط انداز میں پیش کیا گیا۔ جیسے کہ "خرد کا نام جنوں پڑ گیا" یوں لگتا ہے کہ جیسے شاعری بھی انہوں نے گھر میں بنالی ہو۔ "خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کو خرد" خرد کا نام جنوں پڑ گیا اور پھر اسی طرح سے اس بجٹ کو اسی روانی سے پڑھا بھی گیا۔

جناب والا! یہ ملک' یہ پنجاب' یہ پاکستان آپ کا ہے' ہمارا ہے' ہم سب کا ہے' یہ باہمی نفرتیں' یہ رنجشیں' یہ کدورتیں' یہ گروہ بندیاں' یہ جتھے بندیاں جھگڑے' یہ آپس میں سیاسی مقابلے اور وطن کی تعمیر کی بجائے تخریب کی باتیں۔ یہ آپ کو اور ہمیں کس طرف لے کر جا رہی ہیں۔ اس پر سوچنا پڑے گا۔ اس پر آپس میں بیٹھ کر سر جوڑنا پڑے گا۔ کہ یہ ملک جسے آپ کہتے ہیں' میں کہتا ہوں کہ اسلام کے نام پر بنایا گیا۔ جس کو لا الہ الا اللہ محمد الرسول اللہ کی بنیاد پر رکھا گیا۔ یہ ملک جس میں اسلام سب سے زیادہ مظلوم مذہب رہا۔ جس ملک میں عوام کا کوئی پرسان حال نہیں۔ جناب والا! آپ دیکھیں کہ دو بھائی آپس میں الجھائے جا رہے ہیں۔ آپس میں گروہ بندیاں پیدا کی جا رہی ہیں۔ اس سے نہ کوئی ملک ترقی کرے گا اور نہ کوئی صوبہ ترقی کر سکتا ہے۔

جناب والا! ہمارے دوست، ہمارے ساتھی بجٹ کی شان میں قلابے ملاتے ہیں۔ پچھلی دفعہ بھی سردار ذوالفقار علی کھوسہ نے بجٹ پیش کیا تھا۔ اس میں بھی کچی آبادیوں کی ترقی کا بہت زیادہ دعویٰ کیا گیا۔ اس کے لیے رقم رکھی گئی۔ اس دفعہ بھی جناب امجد حمید دستی نے رقم رکھی ہے جناب والا! جو پچھلی دفعہ رقم رکھی گئی تھی اس کو کہاں پر خرچ کیا گیا۔ اس رقم سے کچی آبادیوں کے لوگوں کو کس طرح فائدہ پہنچایا گیا۔ اس کی تصدیق پورے ہاؤس میں کبھی نہیں کی گئی۔

جناب والا! میں آپ کی توجہ اس بجٹ کی ان خاصیتوں کی طرف دلانا چاہتا ہوں جس سے وزیر قانون و پارلیمانی امور سردار نصراللہ خان دریشک کو کوئی دل چسپی نہیں۔ اور وہ اس وقت میاں شہباز شریف کے ساتھ خوش گپیوں اور خوش فعلیوں میں مصروف ہیں۔ میں آپ سے گزارش کروں گا کہ آپ انہیں کہیں کہ وہ ہماری باتیں سنیں۔ ان کے پاس ہنسنے اور دوسری باتوں کے لیے اور بھی وقت ہو گا۔ جناب والا! بڑا دعویٰ کیا جاتا ہے کہ آپ پنجاب میں بڑا ترقی کا کام کر رہے ہیں۔ جناب والا! ابھی آپ نے رانا آفتاب احمد خان کی تحریک استحقاق منظور نہیں فرمائی مگر آپ نے فرمایا ہے کہ اس پر آپ غور کریں گے۔ جناب والا! راولپنڈی میں بھی ایک ڈویلپمنٹ اتھارٹی قائم کی گئی ہے۔ اس کا نام "راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی" رکھا گیا ہے۔ جناب والا! اس کے لیے بھی یہی طریقہ کار اختیار کیا گیا ہے۔ کہ راولپنڈی شہر سے میں، آغا ریاض الاسلام اور سید ذاکر حسین شاہ تین منتخب نمائندے ہیں مگر ہمارا قصور یہ ہے کہ چونکہ ہم نے اسلامی جمہوری اتحاد کے امیدواروں کو شکست دی تھی اس لیے راولپنڈی ڈویلپمنٹ اتھارٹی نے راولپنڈی سے ماتحت ہونے کے باوجود ہمارا کوئی استحقاق نہیں۔ جناب والا! اگر استحقاق بیوروکریسی کا ہے۔ اگر استحقاق ہے تو غیر منتخب نمائندوں کا ہے۔ اگر استحقاق ہے تو ان لوگوں کا جو پنجاب حکومت کی آ کر خوشامد کریں۔ اور جو اپنے ضمیر کو آگے بیچ دیں۔ اگر دعوت میں باتیں ہوتی ہیں تو میں کہتا ہوں کہ مخلوط وزارت ہو اور آپ میں سے فلاں فلاں حضرات وزارت میں آئیں اور دوسرے دن اپنے ایک نام نہاد ترجمان سے کہہ دیا جاتا ہے کہ اسلامی جمہوری اتحاد کے ترجمان نے کہا کہ ایسی کوئی بات نہیں تھی۔ ہم کوئی مخلوط وزارت قائم نہیں کرنا چاہتے۔ جناب والا! ذمہ دار لوگ ذمہ دار باتیں کرتے ہیں۔ غیر ذمہ داری کی باتیں نہیں کیا کرتے۔ دوستی کی فضا میں بھی

اپنا تمام تر زور اپنے مخالفوں کے خلاف لگا دیتے ہیں اور لوگوں کی ڈویلپمنٹ کی طرف آپ کی کوئی توجہ نہیں۔ جناب والا! اگر راولپنڈی شہر سے آغا ریاض الاسلام منتخب ہوا تو اس کا کوئی جرم نہیں تھا اسے عوام نے منتخب کیا۔ راولپنڈی شہر سے اگر نذرحسین کیانی منتخب ہوا تو اس کا گناہ نہیں تھا اسے عوام نے منتخب کیا۔ اگر راولپنڈی شہر سے سید ذاکر حسین شاہ منتخب ہوا تو جناب والا! اس کا کوئی گناہ نہیں تھا۔ ایک شخص جو راولپنڈی شہر سے بد قسمتی سے ایم این اے بن گیا' آپ نے اس کو خوش کرنے کے لیے تمام منتخب نمائندوں کو نظر انداز کر دیا۔ اور آپ کو اعتراض ہے کہ پیپلز ورکس پروگرام میں آپ نے منتخب لوگوں کو مقرر نہیں کیا۔ تو آپ کیا کر رہے ہیں' آپ کا عمل کیا ہے' آپ کا کردار کیا ہے' آپ کون سے لوگوں کے سامنے آئینہ پیش کر رہے ہیں جس سے آپ یہ کہیں کہ آپ ان لوگوں کی عزت کرتے ہیں؟ جناب والا! جو پنجاب کا ڈویلپمنٹ پروگرام ہے' پیپلز پارٹی کے کسی بھی ایم پی اے کو آپ نے کوئی بھی پیسہ دیا اس کے علاقے میں بھی آپ نے کوئی ڈویلپمنٹ کا کام کیا' اس میں بھی آپ نے ان کو کوئی اعتماد میں لیا۔ اگر اس میں آپ اس طرح سے کریں گے کہ آپ اپنوں کو نوازیں' آپ تمام نوازشات اور اپنی کرم نوازیاں اپنے اسلامی جمہوری اتحاد کے اراکین پہ کریں گے تو آپ ہم سے شکایت نہیں کر سکتے اس لیے کہ جب تک آپ اپنے گریبان میں جھانک کر نہیں دیکھیں گے آپ کو اصل حقائق نہیں ملیں گے۔ اس کے علاوہ جناب والا! تعلیم کے شعبے پہ کہا گیا کہ ہم نے بڑی ترقی کی' کہا گیا کہ ہم نے پچھلی دفعہ اتنے پرائمری سکول کھولے اور اس دفعہ اتنے کھولیں گے۔ جناب والا! بڑا اچھا کیا آپ نے' پچھلی دفعہ بھی آپ نے بچوں کو دھوپ میں بٹھایا اور ٹاٹ پر بٹھایا۔ پچھلی دفعہ بھی سکولوں میں اساتذہ نہیں تھے اور آج بھی نہیں ہیں۔ میں اس تعلیمی نظام اور تعلیمی پالیسی کی آپ کی خدمت میں کیا کیا تعریف کروں۔ جس کے سلسلے میں میری گزارش یہ ہے کہ ایک انسپکٹر صاحب ایک سکول میں معائنے کے لیے گئے اور انہوں نے ایک بچے سے سوال کیا۔ کہ سومنات کا مندر کس نے گرایا تھا؟ وہ بچہ ڈر گیا جناب والا! سردار ذوالفقار علی خان کھوسہ سے کہ وہ وزیر تعلیم ہیں اور اس نے کہا کہ جناب میں نے نہیں گرایا۔ انسپکٹر نے استاد کو بلایا کہ میں نے بچے سے یہ سوال پوچھا ہے کہ سومنات کا مندر کس نے گرایا؟ اس نے کہا کہ جناب یہ کہتا ہے کہ

میں نے نہیں گرایا۔ اس نے کہا کہ جی گرایا تو اس نے ہے مگر آپ کے خوف کی وجہ سے صحیح جواب نہیں دے رہا۔ جناب انسپکٹر واپس تشریف لائے، محکمہ تعلیم کو رپورٹ بھیجی۔ انہوں نے کہا کہ میں خاص سکول کے معائنے کے لیے گیا تھا اور اس معائنے کے دوران یہ واقعہ پیش آیا۔ تو جناب محکمہ تعلیم کی طرف سے جو جواب ملا سومنات کا مندر گرانے پر، محکمہ تعلیم نے کہا کہ یہ توڑ پھوڑ کرنا تو پی ڈبلیو ڈی کے محکمہ کا کام ہے یہ محکمہ تعلیم کا نہیں اس لیے فائل داخل دفتر کی جاتی ہے۔ جناب والا! جہاں یہ نظام تعلیم ہو جہاں پر یہ صورت حال ہو وہاں پر آپ بچوں کو کیسے پڑھائیں گے۔ پرائمری کی سطح پر تعلیم مفت، مڈل کے سکول میں فیسیں بڑھا دیں، ہائی پر فیسیں بڑھا دیں۔ کالج تک فیسیں بڑھا دیں۔ آپ اصل میں یہ چاہتے ہی نہیں کہ ہمارے ملک کا کوئی بچہ، کوئی غریب پرائمری کی سطح سے اوپر جائے، اس لیے کہ آپ یہ چاہتے ہیں کہ اگر پرائمری کی سطح سے اوپر چلا گیا تو مڈل میں گیا تو وہاں شعور آئے گا، ہائی سکول میں گیا تو وہاں شعور آئے گا، اگر کالج تک گیا تو وہاں شعور آئے گا۔ اس کے بعد ہو سکتا ہے کہ اس کا ہاتھ ہمارے گریبان تک پہنچے۔ آپ صرف نام لکھوانا چاہتے ہیں، ہم سے اور ہمارے بچوں سے اپنا نام لکھوانا چاہتے ہیں۔ یہ بھی اجازت نہیں دیتے کہ وہ کہیں پر عزت سے روزگار کما سکیں۔ جناب والا! میں آپ کی خدمت میں عرض کروں گا کہ یہ تعلیم کا نظام، میں نے ایک دفعہ جناب وزیر تعلیم کی خدمت میں عرض کیا تھا کہ اساتذہ کے لیے آپ نے کیا گیا۔ نیشنلائز سکول اور پراونشلائز سکول، جناب والا! یہاں پر دو کیٹگریز ہیں، یہ دونوں حکومت نے لیے۔ پنجاب کی حکومت نے اور مرکزی حکومت نے۔ اور جناب والا! جو پراونشلائزڈ سکول تھے ان کے اساتذہ کو سنیارٹی الگ دی گئی اور جو نشنلائزڈ سکول تھے ان کے اساتذہ کو سنیارٹی الگ دی گئی۔ جناب والا! نیشنلائزڈ سکول کا استاد سنیارٹی پار کر کے بھی پراونشلائزڈ سکول میں تعینات ہو سکتا ہے، وہاں جا کے ہیڈ ماسٹر یا ہیڈ مسٹریس بن سکتا ہے۔ مگر پراونشلائزڈ سکول کا استاد یا وہاں کی استانی دوسرے نیشلائزڈ سکول میں نہیں جا سکتی، ان کی سنیارٹی ان کے ہاں آ سکتی ہے ان کی سنیارٹی ان کے ہاں نہیں جا سکتی تعلیم کا یہ کیسا دہرا معیار ہے جناب والا۔ یہ کون سا معیار ہے جو کہ آپ پراونشلائزڈ سکولوں کے اساتذہ کو وہ حقوق دینے کے لیے تیار نہیں ہیں جو نیشنلائزڈ سکولوں کے اساتذہ کو حاصل ہیں۔ اگر آپ پراونشلائزڈ سکولوں

کے اساتذہ کو وہاں پر نہیں بھیجنا چاہتے تو پھر آپ نیشنلائزڈ سکولوں کے اساتذہ کو بھی پراونشلائزڈ سکولوں میں مت بھیجیں تاکہ ان کی سنیارٹی الگ رہے اور ان کی سنیارٹی الگ رہے اور وہ اپنے وقت پر ترقی پائیں اور یہ اپنے وقت پر ترقی پائیں۔ مگر ہو کیا رہا جناب والا! کہ نیشنلائزڈ سکولوں کے اساتذہ پراونشلائزڈ سکولوں میں تعینات ہو کر آتے ہیں وہاں آ کر ترقی پا جاتے ہیں اور وہاں سینئر پراونشلائزڈ کیڈر کے لوگوں کو وہاں پر ترقی نہیں ملتی' یہ ناانصافی ہے' یہ زیادتی ہے۔ یہ دہرا معیار تعلیم ہے اور تعلیم کے دوہرے نظام کے خلاف میں احتجاج کرتا ہوں۔ جناب والا! بجٹ میں جناب وزیراعلیٰ کا صوابدید فنڈ بڑھا دیا گیا' اس میں کوئی حرج نہیں' آپ نے اچھا کیا' پیسوں کی ضرورت ہو گی اور آپ نے ان کو دے دیے۔ جناب والا! صوابدیدی فنڈ سے اگر آپ کسی غریب کو پیسے دے دیں تو کوئی حرج نہیں۔ آپ کسی کی بیٹی کی شادی کرا دیں کوئی حرج نہیں' اگر کسی غریب کا بیٹا تعلیم حاصل کرنے کے لیے فیس ادا نہیں کر سکتا' آپ اس کے لیے فیس ادا کر دیں کوئی حرج نہیں۔ لیکن جناب سپیکر! آج اگر آپ آزادکشمیر کے دورے پر جائیں تو 10 کروڑ روپے کا اعلان کر آئیں' اگر آپ صوبہ سرحد میں جائیں تو وہاں پر 5 کروڑ روپے کا اعلان کر آئیں' پنجاب کے عوام بھوکے مریں' پنجاب کے بچے تعلیم سے محروم رہیں۔ پنجاب کے غریب علاج معالجے کی سہولتوں سے محروم رہیں۔ پنجاب کے علاقے ترقیاتی سکیوں سے محروم رہیں' اور آپ حاتم طائی بنے ہوئے کبھی آزاد کشمیر میں پیسہ دے رہے ہیں۔ کبھی صوبہ سرحد میں پیسہ دے رہے ہیں' کبھی کراچی میں پیسے دے رہے ہیں۔ آخر اگر میرے بچوں نے پنجاب میں جنم لیا ہے جناب سپیکر! تو ان کا گناہ کیا ہے ان کا قصور کیا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ پیسہ پنجاب کا پنجاب پر خرچ کرو' یہاں کے غریبوں کے لیے خرچ کرو' جو بھی اچھا کام کرو گے اس کے لیے ہم آپ کا ساتھ دیں گے۔ اور جناب والا! میری آپ سے ایک اور گزارش بھی ہے کہ غیر ترقیاتی بجٹ میں آپ نے ٹیکس نہ لگا کر بغلیں بجائیں' ڈیکس بجائے' آپ نے قصیدے پڑھے' آپ نے اپنی حکومت کی شان میں تعریفوں کے پل باندھ دیے یہ تمام باتیں ہمارے یا آپ کے کسی کام نہیں آئیں گی۔ ابھی میں نے کچھ عرض کرنا ہے' میں چاہوں گا کہ آپ مجھے تھوڑا سا وقت اور عنایت کر دیجئے' میں زیادہ وقت نہیں لوں گا۔

جناب سپیکر، کیانی صاحب! آپ کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

جناب نذر حسین کیانی، جناب والا! میں انشاء اللہ اسے تین چار منٹ میں وائنڈ اپ کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، میں پہلے آپ کو پانچ منٹ زیادہ دے چکا ہوں۔

جناب نذر حسین کیانی، سر میرے ایک دو پوائنٹس ہیں بس میں دو تین منٹ میں ختم کرتا ہوں۔

جناب سپیکر، بس ایک دو منٹ میں ختم کیجئے۔

جناب نذر حسین کیانی، ٹھیک ہے سر، میں آپ کی بات کو چیلنج نہیں کروں گا لیکن ایک بات ہے کہ قومی اسمبلی میں بھی ایسا ہوا کہ وہاں پر ڈپٹی لیڈر آف دی اپوزیشن یا چودھری عبدالغفور یا جناب سرفراز نے بولنا چاہا تو ان کو باقاعدہ دوسرے سپیکرز سے زیادہ وقت دیا گیا تھا۔ بہرحال میں اس استحقاق کی بات نہیں کرتا۔ جناب والا! آپ نے ایڈمنسٹریشن کو شتر بے مہار بنا رکھا ہے، آپ تعجب کریں گے جناب والا! جب ہم یہاں سے نکلتے ہیں تو دو شریف آدمی ہمارے پیچھے پیچھے چل پڑتے ہیں، کبھی وہ موٹر سائیکل پر ہوتے ہیں، کبھی وہ گاڑیوں میں ہوتے ہیں یہ دیکھنے کے لیے کہ ہم کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، یہ دیکھنے کے لیے کہ ہم لوگ کہاں جاتے ہیں اور جناب ہم اپنے گھروں پہ اتر جاتے ہیں تو وہ شریف آدمی درختوں کے سائے میں سستانے لگتے ہیں۔ اور وہ اس وقت تک سستاتے رہتے ہیں جب تک ہم اپنے گھر سے دوبارہ کہیں نکل کر نہ جائیں۔ اور میں آپ کی خدمت میں ایک اور عرض کرتا ہوں، خوش قسمتی یا بدقسمتی سے چکوال میرا آبائی ضلع ہے اور ایک مرتبہ چکوال سے ایک مرتبہ اب میں راولپنڈی سے ایم این اے اور دوسری مرتبہ ایم پی اے منتخب ہوا۔ یہ جناب ذوالفقار علی بھٹو کی قیادت اور محترمہ بے نظیر کی شفقت کا نتیجہ ہے میری اپنی کوئی constituency نہیں میں ایک غریب انسان ہوں۔ جناب والا! چکوال میں چند دن پہلے ایک واقعہ ہوا جو میں آپ کے نوٹس کے لیے اور وزیر قانون کی توجہ کے لیے ضرور عرض کرنا چاہتا ہوں۔ وہاں سے ایک پندرہ روزہ رسالہ "آثار" نکلتا ہے۔ اس کا مدیر یونس اعوان ہے۔ اس نے آج سے چھ ماہ پہلے ڈپٹی کمشنر اور ایس پی چکوال کے خلاف اپنے رسالے میں کچھ لکھا۔ اب یہ دونوں افسران اس ضد میں تھے کہ کسی وقت یہ ہمارے ہتھے

چڑھے اور ہم اسے اس کا مزہ چکھائیں۔ چند روز پہلے وہ پنڈی سے واپس جا رہا تھا۔ اس کے ساتھ ایک لڑکی بیٹھی ہوئی تھی اور ایک اور شخص بھی موجود تھا۔ اس کو گاڑی سے اتار لیا گیا۔ سب سے پہلے لڑکی کا معائنہ کرایا گیا اور یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی کہ شاید انھوں نے اس کے ساتھ کوئی برا فعل کیا ہو۔ جب یہ ثابت نہ ہوا تو لڑکی کو مجبور کیا گیا کہ تم پرچہ درج کراؤں کہ انھوں نے مجھے اغوا کیا ہے۔ جناب والا! اس کے بعد خود ڈپٹی کمشنر نے اس صحافی کو درے مارے۔ (شیم شیم کی آوازیں) میں یہ کہتا ہوں' جناب نصراللہ خان دریشک' وزیر قانون و پارلیمانی امور' کہ یہی تمھارا پنجاب ہے۔ یہی تمھاری ایڈمنسٹریشن ہے۔ یہی تمھارا قانون ہے۔ یہی تمھارا انصاف ہے کہ یہاں اسلام کا ڈھنڈورہ پیٹتے زبان نہیں تھکتی۔ وہ صحافی بے شک اس علاقے سے سہی' جہاں پر آپ اور ہم بستے ہیں' لیکن آخر صحافی تھا۔ اس کا کوئی قصور تھا تو اس کو مارنے کا کیا جواز تھا؟ میں یہ کہتا ہوں کہ ایک غیر جانب دارانہ کمیشن بنایا جائے۔ اگر پنجاب اسمبلی کے اور چکوال کے اراکین نہیں بولتے تو میں آپ سے عرض کرتا ہوں کہ آپ اپنی سربراہی میں ایک کمیشن بنا دیں اور ڈپٹی کمشنر اور ایس پی کے معاملے کی تحقیقات کی جائے۔ اگر وہ صحافی یونس اعوان قصوروار تھا تو اس کو برسر عام درے مارے جائیں۔ اگر وہ بے گناہ ہے تو اس ڈپٹی کمشنر اور ایس پی کی پیٹھ پر درے مارے جائیں جس نے اس صحافی کو بے گناہ درے مارے ہیں۔ اس لیے کہ حضرت عمر نے یہی کیا تھا (نعرہ ہائے تحسین)۔

اب آخری بات۔ اسراف اللہ کو بھی پسند نہیں۔ آپ بھی اپنے پیسوں پر کنٹرول کریں کہ حضرت عمر نے خالد بن ولید کو صرف اس لیے برطرف کر دیا تھا کہ انھوں نے کسی کو انعام دیا تھا۔ جب انھوں نے سنا کہ انھوں نے انعام دیا ہے تو حضرت ابو عبیدہ کو لکھا کہ اگر خالد بن ولید نے اپنی جیب سے پیسے دیے ہیں تو اسراف کیا۔ اور اگر اس نے بیت المال سے دیے تو خیانت کی ہے۔ دونوں صورتوں میں وہ سزا کے مستوجب ہیں۔ اور یہاں بیت المال بن رہا ہے' اپنے بیٹوں کے لیے۔ ایئر کنڈیشنڈ کاروں کے لیے۔ آپ بیت المال فنڈ قائم کر کے جن لوگوں کو بانٹنے کے لیے دیں گے' جائنٹ سیکرٹری' ڈپٹی سیکرٹری' ایڈمنسٹریٹر' آپ کا عملہ بیت المال کا لاکھوں روپیہ وہ کھا جائیں گے اور غریب پھر دیکھتے رہیں گے۔

جناب والا! میں یہ کہتا ہوں' اور آپ نے مجھے مختصر وقت میں ختم کرنے کا حکم دیا ہے' اس لیے میں ختم کرتا ہوں' یہ بجٹ' یہ پنجاب کا غیر ترقیاتی بجٹ' یہ بجٹ نہیں یہ الفاظ کی جادو گری ہے جس کو جناب امجد حمید دستی نے مجبور ہو کر پڑھا۔ ہم ان کے ساتھ ہم دردی کرتے ہیں۔ لیکن ایسے بجٹ کی حمایت کرنا جس میں کوئی ترقیاتی پروگرام نہیں صرف جناب نصر اللہ خان دریشک کی ہنسی ہے' میں ایسے بجٹ کو نہیں مانتا۔ آپ کا شکریہ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر، جناب راجہ محمد خالد خان صدارت۔

(اس مرحلے پر جناب محمد صفدر شاکر کرسئ صدارت پر تشریف فرما ہوئے)

راجہ محمد خالد خان، بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں آپ کا ممنون ہوں کہ آپ نے مجھے میزانیہ 91-1990ء پر بحث کا موقع عطا کیا۔ بجٹ صرف ملک یا صوبے کی آمدنی اور اخراجات کے اعداد و شمار کا ہی نام نہیں ہوتا' بلکہ صوبے کے اقتصادی' معاشرتی اور ترقیاتی کاموں کا بھی مظہر ہوا کرتا ہے۔ غرض یہ کہ یہ قوموں کی ترجیحات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ جناب والا! عوام کو بہتر سے بہتر انفرادی اور اجتماعی سہولتیں بہم پہنچانا اور انھیں استحکام بخشنا' پیداواری صلاحیت اور روزگار کے مواقع فراہم کرنا اور روزگار کے زیادہ تر مواقع دیہاتی آبادی کی طرف منتقل کرنا ہے تاکہ شہروں پر دباؤ کم ہو سکے اور زندگی کی تمام تر سہولیات کو بہم پہنچانا' یہ ایسی چیزیں انھی دشواریوں کے پیش نظر بجٹ تیار کیا جاتا ہے۔ میرے بھائیوں نے یہ الزام لگایا ہے کہ بجٹ بیورو کریسی نے تیار کیا ہے اور وزیر خزانہ نے محض اس کو پڑھا ہے۔ جناب والا! میں ان سے گزارش کرنی چاہوں گا کہ یہ بہت بڑی غلط فہمی ہے کہ بجٹ بیورو کریسی نے تیار کیا ہے۔ یہ بیورو کریسی انگریز کے زمانے کی نہیں' بلکہ یہ لوکل بیورو کریسی ہے اور یہ لوگ بھی اتنے ہی اچھے یا برے ہو سکتے ہیں جتنے کہ لوکل سیاست دان یا کوئی اور آدمی ہو سکتا ہے۔ ان کی حب الوطنی پر کسی قسم کا شک کرنا بالکل گناہ ہے' نہیں کیا جا سکتا۔ یہ لوگ حصول آزادی کے بعد کے بیوروکریٹ ہیں۔ انگریز کے زمانے کے بیوروکریٹ تو فوت ہو چکے' یا کہیں جا چکے ہیں۔ بہرحال' کسی بھی جمہوری ملک میں تین شعبے ہوا کرتے ہیں۔ مقننہ' انتظامیہ اور عدلیہ ان تینوں کو ساتھ ساتھ اور اکٹھے ہو کر چلنا پڑتا ہے۔ جناب والا! میں اس بات کو تسلیم کرتا ہوں کہ

budget professional expert ہی بنایا کرتے ہیں۔ سیاسی قیادت کا کام ہے صرف پالیسی دینا۔ میں نہایت ادب اور دعوے سے کہتا ہوں کہ یہ بجٹ سیاسی قیادت کی دی ہوئی پالیسی کے عین مطابق تیار کیا گیا ہے۔ اور عوام کو سہولتیں بہم پہنچائی گئی ہیں۔ جناب والا! میرے اس طرف سے اٹھنے والے بھائیوں نے اگر کوئی مثبت تجویز دی ہوتی' یا کوئی خامی کی نشان دہی کی ہوتی تو اس پر عمل درآمد کرنے میں ہمیں کوئی عار محسوس نہ ہوتی۔ حسرت موہانی کا شعر انھی پر صادق آتا ہے اور اسی موقع کے لیے کہا گیا ہے۔

خرد کا نام جنوں رکھ دیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

جناب والا! رانا شوکت محمود صاحب نے کچھ باتوں کا یہاں پر تذکرہ کیا ہے۔ بجٹ تقریر کے صفحہ4 کے مطابق' سال رواں کا خسارہ 275 کروڑ 83 لاکھ روپے سے کم ہو کر نظر ثانی شدہ بجٹ میں89 کروڑ 69 لاکھ روپے رہ گیا ہے۔ جناب والا! یہ highest achievement ہے جو ہماری حکومت ان نامساعد حالات اور مرکزی حکومت کے کیے گئے اقدامات اور قدغن کے باوجود کر سکتی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ ان کی رواں مالی سال میں highest achievement ہے اور اس پر میں انھیں داد دیتا ہوں۔ جناب والا! کٹوتی کے بارے میں رانا صاحب' قائد حزب اختلاف نے فرمایا تھا کہ انہار' تعلیم' صحت اور دیگر محکمہ جات میں کٹوتی کر دی گئی ہے۔ یہ غریب غریب کا رونا روتے ہیں۔ میری ان سے گزارش ہے کہ یہ کٹوتی نان ڈویلپمنٹ چارجز سے کی گئی ہے۔ ترقیاتی کاموں میں بالکل' قطعی طور پر کوئی کٹوتی نہیں کی گئی۔ اور ترقیاتی کاموں میں پہلے سے زیادہ رقوم رکھی گئی ہیں۔ لیڈر آف اپوزیشن نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جو رقوم مرکزی حکومت کی جانب سے دی گئی ہیں' ان کو ضائع کر دیا گیا ہے۔ میں ان سے یہ سوال کرتا ہوں کہ پیپلز ورکس پروگرام کے لیے مختص شدہ رقوم کہاں خرچ ہوئی ہیں اور ان کا کیا بنا؟ جناب والا! پنجاب حکومت نے محدود وسائل کے باوجود پچھلے اڑتیس سالوں میں نہیں ملتی۔ پیپلز پارٹی کو اس ملک کی عنان حکومت سنبھالنے کے لیے سات سال کا طویل عرصہ دیا گیا تھا لیکن یہ نیکی کرنا ان کے نصیب میں نہ تھا۔ غریب لوگوں کے لیے رونا رونا محض ان کا ایک slogan تھا۔ میری

ان سے گزارش ہے کہ یہ slogan اب بہت پرانا ہو چکا ہے۔ اب وہ اس slogan کو تبدیل کریں۔ کیونکہ غریب عوام یہ حقیقت جان چکے ہیں کہ یہ محض لفاظی اور نعرے کی حد تک ہے اور اس میں حقیقت کچھ بھی نہیں اور اس سات سال کی طویل مدت میں، جو انھیں ملی تھی، انھوں نے ان کے لیے کچھ بھی نہیں کیا۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔

جناب والا! میں رانا صاحب کی اس تجویز سے اتفاق نہیں کرتا جو انھوں نے پولیس کے بارے میں کہا ہے کہ پولیس کو جو فنڈ دیے گئے ہیں، ان کو مجسٹریٹوں، ججوں اور عدالتوں کے قیام پر خرچ کیا جائے۔ اگر پولیس ہی نہ ہوگی یہ مجرموں کو haul up نہ کرے گی تو عدالتیں کیا فرائض سر انجام دیں گی؟ آپ ایک سائیکل اور ایک ڈنڈا رکھنے والے پولیس کنسٹیبل سے کیا توقع کر سکتے ہیں کہ وہ کلاشنکوف بردار اور ہجارو گاڑی کے حامل مجرم کا پیچھا کر سکے گا۔ اس کا مقابلہ کر سکے گا۔ جناب والا! پولیس کو equip کرنے کی اشد ضرورت ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ پولیس میں بھی کوتاہیاں اور غلطیاں ہیں۔ میں اس بات کا اعتراف کرتا ہوں۔ لیکن ان کی اصلاح کے لیے جب آپ ان کو equip کریں گے تو ان سے پھر باز پرس بھی کی جا سکے گی کہ آپ کو یہ ذمہ داری سونپی گئی تھی اور آپ اس ذمہ داری سے عہدہ برآ نہیں ہوئے۔ جناب والا! میں اس بارے میں رانا صاحب کی تجویز سے اتفاق کرتا ہوں ایف آئی آر کسی دوسری ایجنسی کو لکھنے کے لیے دی جائے۔ میں اس میں اور اضافہ کروں گا کہ افسران کی اے سی آر بھی منتخب نمائندوں کو دی جائے۔ تاکہ وہ اس میں اچھی خاصی پیش رفت کر سکیں۔ جناب والا! اس بات میں کوئی شک نہیں کہ رشوت اور سفارش اس ملک کو گھن کی طرح کھائے جا رہی ہے۔ اور کچھ اچھی باتیں بھی ہیں تعلیم میں اس حکومت نے ایک میرٹ قائم کیا تھا۔ جو آج تک قائم ہے۔ اور یہ قابل ستائش بات ہے۔ جناب والا! محکمہ تعلیم کے بارے میں کچھ عرض کرنا چاہوں گا۔ کہ تعلیمی میدان میں بہت پیش رفت ہوئی۔ سکولوں کا اجراء نئی عمارات اپ گریڈیشن کالجز کا اجراء لیکن ایک بات میری سمجھ میں نہیں آئی ایک انگریزی کو لازمی مضمون قرار دیا گیا اردو کو لازمی مضمون قرار دیا گیا۔

لیکن ایک مضمون جس کو سمجھا ہی نہیں گیا۔ اس کو غیر اہم قرار دیا گیا وہ ہے اخلاقیات۔

اسے اختیاری مضمون کے طور پر بھی اختیار نہیں کیا گیا۔ اگر آپ غور کریں تو اس میں بھی ایسے باب دکھائے گئے ہیں جن کی وجہ سے شیعہ سنی کے لیے الگ الگ اسلامیات کا باب رکھا گیا۔ تو میری آپ سے گزارش ہے کہ ڈاکٹرین اخلاقیات کے مضمون کو بھی پڑھایا جائے۔ اس کو پرائمری سے لے کر ہائر سکینڈری تک رکھا جائے۔ ہمارے گھریلو اور غیر گھریلو ماحول کی مثالیں قائم کی جائیں۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ کہ ہمارے قول و فعل میں آج تک تضاد رہا ہے۔ ہم زبانی table talk کے بڑے ماہر سہی لیکن قول و فعل میں تضاد کی بناء پر ہم آج تک ترقی نہیں کر سکے۔ میری گزارش ہے اور میں اپوزیشن بنچوں پر بیٹھے ہوئے بھائیوں سے گزارش کروں گا کہ ہمیں قوم اور اس صوبہ کے عوام نے ایک مینڈیٹ دے کر بھیجا ہے کہ باہمی نفرتوں اور کدورتوں کو بھلا کر مل بیٹھیں تاکہ آنے والی نسلوں کے لیے اچھی مثال قائم کر سکیں۔ آخر میں ان کے ضمیر کو جھنجھوڑتا ہوں کہ سندھ جل رہا لیکن اس کی کوئی پرواہ نہیں ان کے دل میں کوئی درد نہیں کوئی پشیمانی نہیں اللہ نے سکون قلب اس کا دل جس نے ہمارا توڑ دیا۔ جس زلف نے دنیا برہم کی وہ آگ کبھی برہم نہیں ہوئی۔۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ جب منظور وٹو صاحب ہوں اس وقت میرا نام پکارا جائے۔ میں آپ کی زیر صدارت تقریر نہیں کرنا چاہتا تھا [*****]۔

جناب چیئرمین، شاہ صاحب آپ کو مجھ سے کوئی ناراضگی ہے؟

سید ناظم حسین شاہ، [*****]۔

جناب چیئرمین، شاہ صاحب آپ کو میرے بیان کی داد دینی چاہیے۔ کل میں نے یہاں 9 ممبروں کو بات کرنے کا موقع دیا ہے۔

سید ناظم حسین شاہ، جناب والا! اس قصائی کو داد دینا چاہیے جو منٹ میں پتہ نہیں کتنے جانوروں کو ذبح کر دیتا ہے۔ آپ جھٹکا کر دیتے ہیں۔

جناب چیئرمین، آپ کو چیئر کے متعلق ایسے ریمارکس نہیں دینے چاہئیں۔

*****(مندرجہ بالا الفاظ بحکم جناب چیئرمین حذف کر دیے گئے)

چودھری محمد فاروق، جناب والا! ممبر نے جو الفاظ چیئر کے بارے میں استعمال کیے ہیں وہ قابل اعتراض ہیں۔ اور چیئر کے conduct کو ایوان میں زیر بحث نہیں لایا جا سکتا۔ انہوں نے سپیکر کے بارے میں کہا کہ پرتشدد کارروائی کی۔ آپ نے کل جانب داری کی۔ میں یہ سمجھتا ہوں کہ چیئر کے conduct کے سلسلے میں ان کی مداخلت مناسب نہیں۔ ان کے ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کیا جائے اور جناب شاہ صاحب سے کہا جائے۔ کہ یہ آئندہ احتیاط کریں۔ اور ایوان کے تقدس اور وقار کو مجروح نہ کریں۔

جناب چیئرمین، میں ان الفاظ کو کارروائی سے حذف کرتا ہوں۔

سید ناظم حسین شاہ ، جناب سپیکر! مہربانی کر کے ان کو وزیر بنا دیں۔ پتہ نہیں کتنے دنوں سے ہمارے بھائی کارروائی ڈالتے ڈالتے آدھے ہوتے جا رہے ہیں۔ جب اتنے وزیر بنے ہیں ان کو بھی وزیر بنا دیں ہمیں خوشی ہو گی۔ چلو کچھ خوبصورت اور نوجوان جن سے ان کے ایمان تازہ ہوں گے۔ وہ بھی وزیر بن جائیں گے۔

جناب چیئرمین، آفتاب احمد خان۔

جناب آفتاب احمد خان، جناب سپیکر! معزز وزیر خزانہ نے بڑی فخریہ اور معصومانہ انداز میں یہ کہا ہمارے فیصلے اور ہماری منصوبہ بندی کا دل و دماغ سے تجزیہ کیا جائے۔ تو وہ ایک محور کے گرد گھومتے ہیں۔ میں جناب سپیکر اس پر یہ کہوں گا۔

نکل جاتی ہے جو سچی بات اس کے منہ سے مستی میں
فقیہہ مسلک سے بھی ہے وہ رند بادہ خوار اچھا

جناب سپیکر! اس میں بے شک کوئی شبہ نہیں کہ یہ بجٹ انہوں نے پیش کیا مگر میرا خیال ہے کہ انہوں نے اس بجٹ کو پوری طرح پڑھا بھی نہیں ہو گا۔ انہوں نے مختلف چیزوں کے ٹی وی میں بھی بڑے جوشیلے انداز میں ہم نے دیکھا۔ کہا کہ ہم نے یہ کیا اور ہم نے وہ کیا۔ تعلیم کا کیا ہم نے یہاں پر اداروں کو مضبوط کیا۔ مگر انہوں نے یہ نہیں کہا ہم نے اس political system کو

de-systemize کرنے کے لیے کیا کیا اس پر میں یہ کہوں گا کہ صوبائی حکومت نے آئی جے آئی کے ممبران کو سرکاری زمین جو state land جو حکومت کے لیے ایک مقدس جگہ ہوتی ہے۔ اس کو بے دردی سے کس طرح بانٹا مثال کے طور پر فیصل آباد کے ضلع کونسل چودھری نذیر جو کہ ایم این اے ہے جس حلقہ سے میں منتخب ہوا ہوں انہوں نے ایک زمین کے لیے وفاقی حکومت نے 132 کے وی گرڈ سٹیشن بنانے کے لیے مانگی جس کی رقم 6 لاکھ فی ایکڑ تجویز کی گئی مگر وہی زمین ایک لاکھ 70 ہزار روپے فی ایکڑ میں دی گئی جو 80 ایکڑ زمین تھی۔ جس کی مالیت ایک کروڑ 41 لاکھ روپے بنی۔ اور وہ زمین اسی آئی جے آئی کے ایم این اے نے 12 کروڑ روپے ایک فیصل اسلامک بنک فارن بنک کو pledge کر دی۔ جس حکومت نے ایک آدمی کی بلیک میلنگ کی وجہ سے اس کو 10 کروڑ 59 لاکھ روپے کا فائدہ دے دیا۔ اس کے بعد آپ دیکھیں کہ آپ کا بھی فیصل آباد سے تعلق ہے۔ آپ خود جانتے ہوں گے کہ مل کے سامنے گرین بیلٹ کو ہمارے ایک ممبر کی بیوی کے نام اور ایک آئی جے آئی کے ایم این اے کی رشتہ دار کے نام اس کو الاٹ کر دیا گیا۔ گرین بیلٹ کو کیا ہے۔ جو چیز بہت ضروری ہوتی ہے۔ اس کو الاٹ کر دیا گیا۔ انہوں نے اگلے دن 80 ہزار روپے مرلے کے حساب سے فروخت کر دیا گیا۔ پھر ہم آتے ہیں گرین بیلٹ مدینہ ٹاؤن پر قبضہ کر لیا گیا جو کہ یہاں پر ہاؤسنگ اینڈ پلاننگ کے وزیر بیٹھے ہوئے ہیں۔ شاہ صاحب! اس پر توجہ دیں گے۔ وہ زمین ہاؤسنگ اینڈ فزیکل پلاننگ کو دی ایک چیف منسٹر صاحب کے رشتہ دار نے قبضہ کیا اس پر شو روم بنے اور وہ دس دس ہزار روپے میں بیچ دیے گئے۔ ایف ڈی اے میں وزیراعلیٰ کا ایک کوٹہ ہوتا ہے۔ اس کوٹے میں آپ پلاٹ الاٹ کر سکتے ہیں۔ جو 5% یا 10% ہے۔ معلوم نہیں انہوں نے 70% پلاٹ الاٹ کیے ہیں اس کی بھی انکوائری ہونی چاہیے۔ پھر آپ محکمہ صحت میں چلے جائیں۔ آپ نے بنیادی ہیلتھ یونٹ تو بنا دیے ہیں۔ مگر وہاں پر کوئی ڈاکٹر نہیں جاتا۔ نہ ہی کوئی وہاں دوائی جاتی ہے۔ جیلوں میں آپ دیکھیں۔ ایک مہینے local purchase 15 لاکھ کی ہو جاتی ہے۔ مگر کسی قیدی کو دوائی نہیں ملتی۔ آپ ہسپتال میں چلے جائیں غریب آدمی علاج نہیں کرا سکتا۔ سپیشلسٹ اپنے گھروں میں مریضوں کو بلوا لیتے ہیں۔ جو ڈاکٹر ظفر چودھری فیصل آباد کے ہیں انہوں نے میرے حلقے کا ایک غریب آدمی تھا۔ اس کا بچہ بیمار تھا ہسپتال

لے گیا اس کا بچہ مر گیا۔ اس آدمی نے جو کہ قاتل ہے ڈاکٹر ہے اس نے کہا کہ یہ بچہ نہیں جا سکتا جب تک تم 250 روپے نہیں دو گے وہ میرے پاس بھاگا آیا اور بتایا میں نے اس کو 250 روپے دیے تو وہ اپنے بچے کی لاش لے کر آیا۔

آپ دیکھیں یہ کتنے ظالم لوگ ہیں آپ ان کو protect کر رہے ہیں یہاں کہ یہ آپ کے بجٹ میں ہے کہ ڈاکٹر فتح خان جیسے لوگ جن کی روزانہ آمدنی دو لاکھ روپے ہے اور اس کو گورنمنٹ پنجاب علاج کے لیے باہر بھیج رہی ہے۔ کیا آپ نے اس کا تجزیہ کیا ہے؟ آپ ایجوکیشن کی بات کرتے ہیں۔ جناب! بچے پڑھنا چھوڑ جائیں گے کیونکہ میرٹ ختم کر دیا گیا ہے۔ اس معزز ایوان میں اب یہ لوگ بیٹھے بتائیں گے کہ کسی کے بچے کو نوکری ملی ہے؟ آئی۔جے۔آئی سائڈ پر کسی کے ماموں کا بیٹا' کسی کا بھتیجا' کسی کا بھانجا تحصیل دار ہے۔ انسپکٹر پولیس ہے۔ ان کو نوکریاں دی جا رہی ہیں۔ آپ جناب دیکھیں لوگ پڑھنا چھوڑ جائیں گے۔ یہ قتل و غارت' ڈکیتی ہماری وجہ سے ہو رہی ہے کیونکہ ہم اپنے اصل مقصد سے بھاگ چکے ہیں۔ ہم اس ادارے کو نہیں بچا رہے۔ ہم اپنی ذاتی جاگیریں بنا رہے ہیں۔ ہم چاہ رہے ہیں کہ صرف اس ملک کے مالک نہ بن جائیں آپ نے کبھی سوچا ہے کہ بیورو کریسی کیا کر رہی ہے؟ بیورو کریسی فیصل آباد میں دیکھیں کہ وہاں ریونیو آفیسرز ہاؤسنگ سوسائٹی بنی۔ جس آفسر نے کبھی فیصل آباد کی شکل نہیں دیکھی اسے پلاٹ الاٹ کیا اور وہ 20 لاکھ روپے کا بیچ کر آگے چلا گیا۔ جناب سپیکر! آپ اندازہ کریں کہ یہ افسران ہمارے اوپر حکم ران بن گئے ہیں۔ ان کو ابھی تک اس چیز کی تمیز نہیں کہ ہم عوامی نمائندے ہیں اور یہ سرکاری ملازم ہیں۔ ہم ملازم اور نمائندے کی ابھی تک differentiate نہیں کر سکے ہیں۔ ہمیں پتا ہونا چاہیے کہ ہمارے حقوق ' ہماری ڈیوٹیز ہیں۔ آپ فیصل آباد میں دیکھیں کہ قتل کے پرچے پولیس والے کرواتے ہیں۔ چوری ہوتی ہے تو پیسہ لے کر پرچہ درج ہوتا ہے۔ ڈاکہ ہوتا ہے تو اس میں بے گناہ لوگوں کو ملوث کر دیا جاتا ہے۔ آپ بھی جانتے ہیں۔ آپ بھی ایک سیاسی فیملی سے تعلق رکھتے ہیں۔ آپ کو یہ سوچنا ہے کہ کیا ہم لوگ اسی صوبے کے عوام کے لیے کچھ ترقیاتی کام کر رہے ہیں۔ آپ کو اندازہ ہو گا ہم میں سے کسی کے علاقے میں کوئی ترقیاتی سکیم نہیں رکھی گئی۔ صرف مخصوص لوگوں کو جو حاکم وقت

کے لیے اس کی "ہاں" میں "ہاں" کہیں ان کو دیا ہے۔ مگر ہم وہ لوگ ہیں جو اصولوں کی خاطر آئے ہیں۔ ایک سیاسی عمل سے گزر کر یہاں پہنچے ہیں۔ لوگ محترمہ بے نظیر بھٹو کی قائدانہ صلاحیتوں کی وجہ سے یہاں آئے ہیں۔ ہمارے بزرگ ممبر رہے ہیں۔ مگر کبھی ہم نے اصولوں پر سمجھوتہ نہیں کیا۔ جناب والا! وزیر بننا بڑا آسان ہے صرف تھوڑی سے بے ضمیری کرنی پڑتی ہے مگر آپ یہ لوگ دیکھیں 90 یا 95 اراکین بیٹھے ہیں کبھی انہوں نے کوئی مراعات طلب کی ہیں؟ میں نے اپنے علاقے میں، پورے علاقے میں ٹیلی فون لگوا دیا ہے جو کہ فیصل آباد کا نمبر ہے۔ میں نے پورے علاقے میں بجلی لگوا دی ہے۔ پیپلز پروگرام کے ذریعے سے سڑکیں بن رہی ہیں۔ نالیاں بن رہی ہیں اور سولنگ ہو رہی ہے۔ مگر اس کے ساتھ ساتھ آپ دیکھیں صوبائی حکومت نے ہمارے ساتھ کیا کیا ہے۔ ہمیں نظر انداز کیا ہے۔ ہمیں ignore کر دیا گیا ہے۔ صرف اس لیے کہ ہم ان کی غلط پالیسیوں کی نشان دہی کرتے ہیں۔ کرپشن کا یہ عالم ہے کہ فیصل آباد کے مجسٹریٹ کو ڈی۔سی فیصل آباد کے کورٹ روم میں ساڑھے آٹھ ہزار روپے رشوت واپس ہوئی۔ اس کو طلب کیا گیا۔ اس کے اختیارات لے لیے گئے مگر اس کے بعد کیا ہوتا ہے؟ جناب سپیکر! کہ اسی مجسٹریٹ ظاہر خان کو اب اے۔سی کے عہدے پر ترقی دی جا رہی ہے۔ یہ کتنی شرم کی بات ہے۔ آپ بتائیں کہ آپ انٹی کرپشن کے محکمے میں کبھی کسی آفسر کا محاسبہ ہوتے دیکھا ہے؟ ہمیشہ سنتے ہیں۔ ایک پٹواری پکڑا گیا ہے۔ ایک کلرک پکڑا گیا ہے۔ غریب عوام ہم لوگوں سے تنگ آ چکی ہے کیونکہ ہم لوگ اپنی اصل منزل سے ہٹ چکے ہیں۔ آپ یہاں دیکھیں جتنے بھی لوگ ہیں کارروائی نہیں سن رہے ہیں کیونکہ میری بات سے کوئی غرض نہیں۔ ہر آدمی اپنی نوکریوں کی ٹرانسفر کی اور پروموشنز کی درخواستیں کروا رہا ہے۔ فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی لے لیں اس میں ایک سکیل 11 کا ملازم ہے اسے اسسٹنٹ ڈائریکٹر بنا دیا جاتا ہے۔ اس پر لوگ عدالت میں چلے جاتے ہیں۔ اب اس کو فوراً ڈپٹی ڈائریکٹر بنا دیا جاتا ہے۔ کیونکہ وہ اسسٹنٹ ڈائریکٹر کی پوسٹ infractuous ہو گئی تھی۔ پھر اس کو دس دن بعد ڈائریکٹر Procurement and Stores گوجرانوالہ اتھارٹی میں لگا دیا جاتا ہے۔ جناب والا! وہ technical job تھی۔ اس پر غلط نگاہ تھی۔ اگر آپ بے ضابطگیاں دیکھنا چاہتے ہیں تو میں آپ کے لیے اس حکومت پنجاب کا white paper بنا رہا

ہوں۔ میں انشاء اللہ ثابت کروں گا کہ یہ کیا ہو رہا ہے؟ میں نے اسمبلی میں سوال دیا مگر اس کا جواب نہیں دیا جا رہا۔ ضلع کونسلوں کی بات کرتے ہیں۔ ضلع کونسل فیصل آباد کی آمدن 8 کروڑ روپیہ اور اخراجات 19 کروڑ روپے ہے۔ یہ گیارہ کروڑ روپیہ آپ نے کہاں سے لانا ہے؟ یہ جناب والا صرف حکومت پنجاب اپنے لوگوں کو نواز رہی ہے۔ غریب عوام کے متعلق کچھ نہیں سوچا جا رہا۔ غریب، غریب تر ہو جائے گا جب اسے انصاف نہیں ملے گا۔ جب اسے روزگار نہیں ملے گا۔ میرے پاس لوگ آتے ہیں۔ ایم۔اے پاس ہیں اور وہ میرٹ پر آتے ہیں اور وہ کلرک کے لیے خواہش مند ہیں۔ جناب سپیکر! آپ لوکل گورنمنٹ کی بات کرتے ہیں۔ احمد پور سیال ٹاؤن کمیٹی میں ایک تحریک عدم اعتماد پیش ہوئی۔ انہوں نے کہا 22 مئی کو میٹنگ ہو گی۔ ڈی۔سی صاحب نے کہا کشمیر میں الیکشن ہو رہے ہیں یہ 29 کو ہو گا۔ جب 29 تاریخ آئی تو بغیر کسی نوٹس کے اسے ملتوی کر دیا کیونکہ لوکل گورنمنٹ آرڈیننس 1979ء میں کوئی پروویژن نہیں۔ یہ کہا کہ وہاں پر crisis ہو سکتے ہیں۔ وہاں پر چار دن ہڑتال رہی۔ میں پوچھتا ہوں۔ جناب سپیکر! وزیر بلدیات تو نہیں ہیں اور نہ ہی یہاں سیکرٹری ہیں تو کس قانون کے تحت اسے ملتوی کر دیا۔ آپ جمہوری اداروں کو تو ختم کر رہے ہی منتخب لوگوں کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ اب آپ دیکھیں کہ فیصل آباد کی میونسپل کارپوریشن ہے۔ میں اتنی بے ضابطگیاں ہوئیں کہ کروڑوں روپے کھا لیے گئے لیکن کسی نے نہیں پوچھا۔ اب آپ دیکھیں کہ ضلع کونسل والے میرے حلقے میں پیپلز پروگرام سے جو نالیاں بنی ہیں۔ گلیوں کی سولنگ ہوئی ہے اس کے پیسے ضلع کونسل کے فنڈ سے لے کر کھا رہے ہیں۔ جہاں کہیں جاتے ہیں۔ وہ یہی چاہتے ہیں کہ اس حکومت کو بدنام کیا جائے۔ ہم لوگوں کو اس ایوان میں کھڑے ہو کر کہنا چاہیے۔ کہ کیوں نہیں ہم ساری پنجاب اسمبلی کے اراکین اپنے آپ کو احتساب کے لیے پیش کرتے ہیں۔ میں اپنے آپ کو پیش کرتا ہوں کہ کوئی آدمی یہ بتا دے کہ میں ایک پیسے یا کسی کام کا روادار ہوں۔ کیونکہ میرا مقصد ہے کہ ہمیں لوگوں نے جس منصب پر عزت دی ہے یہ خدا تعالیٰ کی وجہ سے ملی ہے مگر ہم اس پر حق ادا نہیں کر رہے ہیں۔ کیونکہ ہم اپنے ذاتی مفادات کی خاطر، اپنی ملوں کی خاطر کام کر رہے ہیں۔ میں کہتا ہوں جو آدمی کرپشن کرتا ہے وہ اس کے لیے خود جواب دہ ہے۔ میں اس کا جواب دہ نہیں ہوں۔ آپ وفاقی حکومت

کو کہتے ہیں کہ کرپشن ہو رہی ہے۔ اگر وہ اس کے لیے جواب دہ ہیں تو وہ خود جواب دیں گے میں اس ہاؤس سے پوچھتا ہوں کہ صوبائی اسمبلی کے ممبر جو ہماری طرف سے ہیں کسی نے کرپشن کی ہے تو اس کے جواب دہ ہم ضرور ہیں۔ ایوان میں اس کا جواب دیں گے۔ مگر کسی پر الزام لگانے سے ہمارا مسئلہ حل نہیں ہو گا۔ جناب والا! ہم بجٹ کی بات کرتے ہیں۔ ترقیاتی کاموں میں ہمیں نظر انداز کر دیا گیا۔ ایجوکیشن میں ہمیں نظر انداز کر دیا گیا۔ ایف۔ڈی۔اے کا واٹر سپلائی کے لیے آپ نے کروڑوں روپیہ لگا دیا۔ فیصل آباد میں آپ نے کہا کہ ہم رورل واٹر سپلائی دیں گے۔ جناب والا! آپ مجھے یہ بتائیں کہ جو آپ کے ابھی جاری projects کو تو کم از کم مکمل کر لیں۔ ان کو تو آپ مکمل نہیں کرنا چاہتے اور نیا کام چھیڑنا چاہتے ہیں۔ آپ صرف یہ کریں کہ فیصل آباد ڈویلپمنٹ اتھارٹی کی ایک انکوائری کروائیں میونسپل کارپوریشن کی انکوائری کروائیں۔ ضلع کونسل کی انکوائری کروائیں۔ یہاں پر ضلع کونسل کے ریسٹ ہاؤس کے متعلق میں نے سوال بھیجا کہ یہاں کی سال کی آمدن کیا تھی جبکہ 28 ہزار روپیہ ماہانہ بجلی کا انہوں نے بل دے دیا مگر ظاہر کیا کہ سارا سال ریسٹ ہاؤس خالی رہا۔ وہاں جناب والا! کون ٹھہرتے رہے۔ آپ جناب والا! اس کی انکوائری کریں۔ ہمیں اپنے لوگوں کا خود محاسبہ کرنا ہو گا۔ ورنہ اس صوبے کے عوام کا ہاتھ ہمارے گریبان تک پہنچ چکا ہے۔ اب لوگ کہتے ہیں کہ یہاں کام صرف ممبروں کے عزیزوں کا ہوتا ہے۔ میں یہاں ہاؤس کے فلور پر کہتا ہوں کہ میرا یہ اخبار میں بھی آنا چاہیے اگر کوئی آدمی ہمارے پاس آیا ہم نے اس کی حق رسی کی ہے۔ ہم نے کوشش کی کہ اس کام ہو جائے۔ ہم نے سکولوں پر encroachment بچائی ہے۔ ہم نے جناب والا! یہ نہیں کیا کہ شیر علی کی طرح نواز شریف ماڈل سکول کا بورڈ لگوا لیا اور اس کے بعد اس کو گرا کر اسے بیچ دیا۔ ہم نے یہ نہیں کیا جو نذیر چیئرمین نے کیا ہے۔ جناب والا! وہ لکھتا ہے کہ۔

> I am a busy man. I have to have an office because I want to run my office as a member of the Zila Council. I don't have an office. Kindly allow me 2 kanals and 9 Marlas adjacent to the Regency Plaza for Rs. 20,000/- a marla price.

جناب والا! میں آج اس زمین کی قیمت اس ہاؤس میں ایک لاکھ روپیہ مرلہ لگا رہا ہوں۔ اگر سیل میں پرائیویٹ ٹی۔ٹی دینا ہو تو میں حاضر ہوں۔ جو زمین انہوں نے ایک لاکھ 70 ہزار روپے کی دی اس کا میں دس لاکھ روپے فی ایکڑ دینے کے لیے تیار ہوں۔ کیوں نہیں یہ زمین sale میں open ہوتی۔ 229 آر۔بی بگوآناں گاؤں ہے۔ وہاں پر 7 مربع زمین آئی۔جے۔آئی کے ایم۔این۔اے اور ایم۔پی۔اے حضرات نے اپنے رشتہ داروں کے نام مچھلی فارم اور مرغی خانے کے نام پر ساڑھے بارہ بارہ ایکڑ اراضی الاٹ کروالی ہے۔ آپ منٹگمری بازار فیصل آباد شہر میں دیکھیں۔ کہ وہاں زمین کا یہ حال ہے کہ دس لاکھ روپے مرلہ کی زمین جس کے متعلق چیئرمین شیر علی کہہ رہا ہے کہ اسے پچاس ہزار روپے مرلہ میں دے دی جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی ذاتی نظر میں لگ گئے ہیں اور لوٹ مار کا بازار گرم ہے۔ جتنی دیر یہ لوٹ مار کا پروگرام ختم نہیں ہو گا۔ ہم کچھ نہیں کر سکیں گے۔ ہمیں یہاں ہاؤس کے فلور پر یہ عہد کرنا ہے کہ ہم جس مقصد اور منشور کے لیے لوگوں نے ہمیں بھیجا ہے وہ عوام کی فلاح و بہبود ہے۔ یہاں ان کی خدمت کے لیے بھیجا ہے۔ ہمیں میرٹ کو دیکھنا چاہیے۔ ہمیں دیکھنا چاہیے کہ سچ کیا اور جھوٹ کیا ہے۔ اگر حکومتی بنچز کی طرف سے سچ کی بات ہوتی ہے تو میں اس کا ساتھ دوں گا اگر وہ پنجاب کے حق میں ہو گی مگر مخالفت برائے مخالفت ختم کر دینی چاہیے۔ جناب سپیکر! آپ کی بڑی مہربانی میں آخر میں ایک شعر عرض کرتا ہوں جو میں نے اس دن کے لیے لکھا تھا۔ وہ میں سناتا جاؤں۔

یہ داغ داغ اجالا یہ شب گزیدہ سحر
کہ انتظار تھا جس کا یہ وہ سحر تو نہیں

جناب چیئرمین: محترم جناب قیصر افراہیم سرویا صاحب۔

جناب قیصر افراہیم سرویا: جناب سپیکر! آپ کی مہربانی کہ آپ نے مجھے وقت عنایت کیا جیسا وقت ہے اور جو دور چل رہا ہے۔ اس کے مطابق میں اپنی تقریر کا آغاز ایک شعر سے کروں گا۔ پنجابی کا ایک شعر ہے کہ۔

ہس ہس جردے تتلیاں ریتاں تن کمئی دے دانے
جوں جوں بھامبڑ ودھ دا جاوے بن دے جان کھانے

یعنی حالات اور واقعات جیسے آگے سے cruel ہوں گے جیسے آگے سے خراب ہوں گے لوگ اور حکومتیں ویسے ہی ترقی کریں گی کیونکہ محبت کا پودا وہاں ہی بڑھتا اور پھلتا پھولتا ہے۔ جہاں نامناسب اور زمین ناہموار ہو اور بجٹ 1990-91 محض ایک دستاویز نہیں بلکہ لوگوں کی ترقی میں شامل ہونے اور ارتقائے کے اس عمل کو پورا کرنے کے لیے ایک ایسا طریقہ ہے ایک پیپر وضع کیا گیا ہے۔ جو اس سال لوگوں کی ترقی میں حصہ لے گا اور جناب سپیکر! جب سچ بولا جاتا ہے تو لازمی بات ہے کہ اس کے جواب میں کوئی نہ کوئی بات آتی ہے لیکن تمام سچائیوں کے لیے باتیں یہاں ہو چکی ہیں اس کے لیے انگلش کی quotation عرض کرنا چاہتا ہوں۔

"Truth is given to set people free not to find fault."

کہ سچ آدمی کو اس لیے بخشا گیا ہے کہ لوگوں کو آزاد کرے نہ کہ ان کی غلطیاں اور خامیاں نکالے اور وہ سچ جو لوگوں کی غلطیاں اور خامیاں نکالنے کے لیے بولا جاتا ہے وہ ایک بہت بڑا جھوٹ ہوتا ہے۔ کیونکہ آزادی انسانوں کا نصیب اس وقت بنتی ہے آزادی لوگوں کا مقدر اس وقت بنتی ہے جب اس میں سچ کی ترویج کی گئی ہو جب اس میں سچ پیدا کیا گیا ہو اور ان کی آزادی جو وہ پروان چڑھا رہے ہیں وہ کچھ ایسے ہے کہ جو غریب آدمی ہے اس کو اور ظلم سہنے کی آزادی دے دی گئی ہے اور جو سرمایہ دار ہے اس کو اور سرمایہ لگانے کی آزادی دے دی گئی ہے اور ہم جس آزادی کو پروان چڑھانا چاہتے ہیں وہ کچھ ایسی ہے کہ غریب کی غربت کو ہم ختم کرنا چاہتے ہیں اور جاہل لوگ جو ان پڑھ اور غیر تعلیم یافتہ تک تعلیم پہنچانا چاہتے ہیں اور یہ ہمارے 1990-91 کے بجٹ سے واضح ہوتا ہے ہم غریب کو غریب نہیں رہنے دینا چاہتے اس کی عزت اور اس کی جان و مال کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں اس کی عزت نفس کی حفاظت کرنا چاہتے ہیں اسی لیے ہم نے مختلف مدات پر ایسی رقوم لگانے کا ارادہ کیا ہے جس سے غریب کی غربت میں کمی ہو گی سرمایہ دار کے سرمایہ میں کمی واقع ہو گی اور ان سرمایہ داروں کا خاتمہ ہو گا جو محض اس ملک کو لوٹنا چاہتے ہیں۔

جناب سپیکر! تعلیم کی مد میں جو پیسے رکھے گئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ اتنے ضروری اور اہم ہیں کہ ان پیسوں کو اور بڑھا دینا چاہیئے۔ جناب والا! جب یہ بات سامنے آتی ہے تو میں بڑا حیران

ہوتا ہوں کہ تعلیم کی مد میں خرچ ہونے والے پیسوں کو کم کرنے کی بات کی جاتی ہے یا پولیس کے شعبے کے پیسوں کو ضبط کرنے کی بات کی جاتی ہے کیونکہ میں سمجھتا ہوں کہ ایسی بات تو ان لوگوں کی طرف سے تو آ سکتی ہے جو اس ملک میں کرپشن، ڈاکہ زنی اور غنڈہ گردی کو اور زیادہ بڑھانا چاہتے ہیں اور ایسی بات کہ اس کو اور کم کر دیا جائے یہ ہماری طرف سے نہیں آ سکتی کیونکہ ہم اس ملک میں سے غنڈہ گردی کا خاتمہ کرنا چاہتے ہیں ہم اس ملک سے ڈاکے اور چوریاں بند کرنا چاہتے ہیں اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ پولیس پر زیادہ سے زیادہ پیسہ خرچ کیا جائے تاکہ اس ملک میں امن قائم ہو اور جو لوگ امن کے خلاف ہیں میں سمجھتا ہوں کہ وہ تو اس کے خلاف بولتے ہی رہیں گے۔

جناب سپیکر! بڑی باتیں ہوئیں اور یہ سمجھ میں آیا کہ پچھلے دور میں فاضل میزانیہ پیش کیا جاتا تھا اور اب یہ خسارے کا بجٹ پیش کیا گیا ہے۔ جناب سپیکر! میں ایک بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ جب آدمی ارتقاء کے عمل میں آتا اور ترقی کرنا چاہتا ہے تو پھر وہ فاضل بجٹ سے ہٹ کر خسارے کے بجٹ میں آ جاتا ہے اور جب بھی خسارے کا بجٹ پیش کیا جاتا ہے۔ جناب سپیکر! اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ کم وسائل سے زیادہ سے زیادہ ترقیاتی کام کیے جائیں اور جب آپ تھوڑے ذرائع سے زیادہ سے زیادہ ترقیاتی کام کرنا چاہتے ہیں تو آپ کا بجٹ خسارے کا بجٹ ہو گا اور اس خسارے کے بجٹ کی وجہ سے آپ اس پر نظر رکھیں گے اور آپ اپنے وسائل بڑھائیں گے اور اپنے اخراجات کو کم کرنے کی کوشش کریں گے اور یہ ایسی بات ہے جو ایک عام آدمی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی کہ خسارے کا بجٹ ہمیشہ ہی کسی اچھی جگہ اور کسی اچھے ادارے کا ہوتا ہے کیونکہ اس سے کچھ امیدیں وابستہ کی جا سکتی ہیں۔

جناب سپیکر! میں کرسچین مینارٹی کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے بجٹ میں جو خسارہ پیش کیا گیا ہے اس بارے میں میں کچھ مشورے دینا چاہتا ہوں اس کو کم بھی کیا جا سکتا ہے اور اس کو زیادہ بھی کیا جا سکتا ہے۔ جناب والا! جب حزب اختلاف کے ارکان یہ بات کرتے ہیں کہ مارشل لاء کی باقیات کو اب ختم ہونا چاہیے تو جناب سپیکر! میں آپ کی وساطت سے یہ بات اس ایوان میں پیش کرنا چاہتا ہوں کہ بھٹو دور کی باقیات کو بھی اس ملک سے ختم کرنا چاہیئے جب انہوں نے مسیحی

ادارے نیشنلائز کر لیے تو ہماری معیشت کو اور ہمارے لوگوں کو بہت نقصان پہنچا اور میں سمجھتا ہوں کہ اب ہمیں اس دور میں وہ سکولز واپس ملنے چاہییں تاکہ اس بجٹ میں خسارے کی مد میں کمی واقع ہو سکے اس طرح سے جناب سپیکر دو صورتیں پیدا ہوں گی ایک تو معیار تعلیم بڑھ جائے گا اور دوسرے خسارے میں کمی واقع ہو جائے گی اب اگر آپ اس بات سے اتفاق نہ کریں میں آپ کی وساطت سے جناب وزیر خزانہ سے بھی یہ بات عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگر آپ ایسا نہیں کر سکتے تو پھر اس خسارے میں تھوڑا سا اور اضافہ کر دیجیے وہ اس طرح کہ اس دور میں یہ وعدہ کیا گیا تھا کہ جو بھی سکولز نیشنلائز کیے جائیں گے ان کی عمارتوں کا کرایہ ان کے مالکان کو ادا کیا جائے گا جو آج سترہ سال گزرنے کے باوجود ایک پیسہ بھی کسی مالک کو ادا نہیں کیا گیا۔ میں سمجھتا ہوں کہ اگر آپ اس خسارے میں کمی نہیں کرنا چاہتے تو کم از کم خسارے میں اضافہ کیجیے اور کرایہ مالکان کو دیجیے تاکہ وہ جو نوٹیفکیشن کی بات پوری ہو سکے۔

جناب سپیکر! میں اقلیت کا نمائندہ ہونے کی حیثیت سے شراب پر نافذ ٹیکس پر بھی تھوڑی سی بات کرنا چاہتا ہوں۔ شراب پر ٹیکس تو دوگنا چھوڑ کر چارگنا کر دینا چاہیئے۔ اس لیے کہ جو غریب حضرات شراب خریدتے ہیں مجھے پتہ ہے کہ وہ پیتے نہیں ہیں اس کو آپ اگر چارگنا کر دیں گے تو اس سے ان کو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ جنہوں نے شراب پینی ہے چاہے آپ اس پر دس گناہ اضافہ کر دیں انہوں نے شراب ضرور پینی ہے اور برے کام کو روکنے کے لیے آپ نے جو اقدام کیا ہے میں سمجھتا ہوں کہ اس سے برائی کو روکا نہیں جا سکتا بالکل روکا نہیں جا سکتا۔ جناب والا! میں اپنی تقریر کو ختم کر رہا ہوں اور رانا صاحب کی اس بات کے ساتھ اسے ختم کر رہا ہوں کہ انہوں نے کہا تھا کہ یہ ایسا بجٹ ہے جس کو راوی دریا میں بہا دینا چاہیئے میں سمجھتا ہوں کہ واقعی ہی اس کو دریائے راوی میں بہا دینا چاہیئے کیونکہ کسی آدمی کو کسی کتاب کی کسی document کی قدر نہ ہو وہ یہی کہا کرتا ہے کہ۔

بجھنے لگ جائیں تو پھر شمعیں جلا دی جائیں
میری آنکھیں میرے قاتل کو لگا دی جائیں

اور بے ہنر لوگ کہاں ' لفظ کی سچائی کہاں
اب کتابیں اس دریا میں بہا دی جائیں
(نعرہ ہائے تحسین)

نوابزادہ غضنفر علی گل ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! میں آپ کی وساطت سے فاضل مقرر سے یہ پوچھنا چاہوں گا کہ کیا انہوں نے شراب پر ٹیکس واپس لینے کے لیے کیا ہے۔

جناب چیئرمین ، محترمہ طاہرہ خان صاحبہ۔

بیگم طاہرہ خان ، جناب سپیکر! میں اپنی گزارشات پیش کرنے سے پہلے ایک بات ریکارڈ پر لانا چاہتی ہوں کہ ہمارے معزز امان اللہ خان صاحب نے آج تقریر کرنی تھی مگر وہ کسی وجہ سے تشریف نہ لا سکے انہوں نے اپنا وقت مجھے دے دیا ہے۔ جناب میں آپ سے دو ممبران کا وقت مانگ رہی ہوں۔

جناب چیئرمین : میں اس مسئلے میں معذرت خواہ ہوں۔ میں کسی کا وقت نہیں دے سکتا۔

بیگم طاہرہ خان ، جناب انہوں نے بولنا تھا آپ مجھے وقت نہیں دے رہے ان کو بولنے دے رہے ہیں۔ ان کی بجائے میں بول رہی ہوں۔

جناب چیئرمین ، آپ اپنی بات شروع کریں۔

بیگم طاہرہ خان ، جناب سپیکر! اپنی معروضات پیش کرنے کے لیے اگر کہیں مجھے انگریزی کے الفاظ استعمال کرنے پڑے تو میں آپ کی اجازت طلب کرتی ہوں۔ جناب آج تمام سیاسی اور جماعتی وابستگیوں سے بالا تو ہو کر ایک دردمند اور وطن دوست شہری کی حیثیت میں بات کروں گی وہ شہری کہ جسے نہ صرف یہ کہ اپنے حقوق کا علم ہے بلکہ اپنے فرائض کا بھی شدت سے احساس ہے لہذا جناب میں پوری دیانت داری اور غیر جانب داری سے' بغیر کسی سیاسی دباؤ اور جھکاؤ کے صرف اور صرف عوام کی نمائندگی کا فرض ادا کرنا چاہتی ہوں جس کے لیے جناب مجھے آپ سے ہم دردانہ شنوائی درکار ہے۔

جناب سپیکر! بجٹ کی بجائے میں بجٹ کے رجحان اور میلان پر بحث کروں گی۔ ہمارا trend کیا ہے؟ ہمارا track کیا ہے؟ کیا ہم صحیح پٹڑی پر جا رہے ہیں؟ یہ جاننا زیادہ ضروری ہے۔ جناب

مجھے اچھی طرح علم ہے کہ موجودہ بجٹ اور بہت سے تحائف کی طرح مرکز اور صوبے کی رسہ کشی کے نتیجے میں نکلا ہوا ایک تحفہ ہے۔ مجھے یہ بھی علم ہے کہ صوبائی نظام محصولات، وفاقی نظام محصولات سے کم لچک دار ہوتا ہے۔ ہمارا taxation base inelastic ہے بلکہ غیر لچک دار ہوتا ہے۔ مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ہمارا نظام محصولات غیر لچک دار ہے تو کیا ہماری سوچ، ہماری فکر، ہماری منصوبہ بندی پر بھی کوئی پابندی ہے کہ وہ بھی غیر لچک دار ہو جائے۔ جناب ایک خود کفیل صوبہ کہ پنجاب کبھی خود کفیل تھا اب ایک خواب لگتا ہے۔ ایک خود کفیل صوبہ خسارہ در خسارہ بجٹ پیش کر رہا ہو یہ قابل فہم نہیں۔ پانچ دریاؤں کی زرخیز زمین کے پالے ہوئے اتنے غیر تعمیری، اتنے غیر تخلیقی، اتنے غیر تخلیقی کیسے ہو گئے۔۔۔۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب کہیں ہماری ذہنیت تو شکست خوردہ نہیں ہو گئی؟ کہیں ہمیں خسارے کی عادت تو نہیں پڑ گئی؟ اگر یہ عادت ہے جناب تو بہت ہی خطرناک عادت ہے اور ہمیں خسارے کی شیطانی دائرے کا تسلسل توڑنا ہو گا۔

We must break this vicious circle.

اس لیے جناب کہ یہ ایک طے شدہ کلیہ ہے کہ غربت مزید غربت، جہالت مزید جہالت اور خسرہ مزید خسارے کو جنم دیتا ہے۔ جناب میں criticize نہیں کر رہی۔ میں participate کر رہی ہوں۔ تنقید کروں گی تو تجاویز بھی پیش کروں گی۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم بہاؤ کی الٹی سمت بہنا شروع کر دیں اور اگر سوچ کے بازو مفلوج نہیں ہو گئے تو upstream بھی تیرا جا سکتا ہے۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم مل بیٹھ کر، سر جوڑ کر کوئی حل تلاش کریں۔ کوئی نہ کوئی تو حل ہو گا صرف تلاش کی ضرورت ہے اور میرا دعویٰ ہے کہ اگر تلاش شروع کر دی جائے تو خواب اپنی تعبیریں اور ارادے اپنے راستے تلاش کر ہی لیتے ہیں۔

They say! "Where there is a will there is a way".

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب میں اپنی تجاویز اپنی سوچ کے مطابق پیش کر رہی ہوں۔ میری سوچ کے مطابق

ہمیں تین چیزوں کی طرف توجہ دینی ہے۔

1۔ آمدن 2۔ وسائل 3۔ ترجیحات

ہمیں اپنی آمدن بڑھانے کے لیے مثبت اور ذہین طریقے ایجاد کرنے ہوں گے۔ ہمیں اپنے نظام محصولات میں کشادگی اور بہتری پیدا کرنے کے لیے نئے ذرائع دریافت کرنے ہوں گے۔ جناب میں ایجاد اور دریافت کی بات کر رہی ہوں۔ مکھی پر مکھی مارنے کی بات نہیں کر رہی۔

It is a better way. We have to survive. Punjab must learn to be more innovative.

ہاں اپنے خزانے میں وسعت پیدا کرنے کا ایک اور طریقہ ہے لیکن وہ ذرا مشکل ہے اس لیے کہ اس میں ذاتی سبھاؤ کی بات آ جاتی ہے۔ ہمیں ذاتی طور پر اپنے اطوار سنوارنے ہوں گے۔ ہمیں اپنی چالیں بدلنی ہوں گی۔ جناب ہمیں اپنی شاہانہ عادتیں چھوڑنی ہوں گی۔ ہمیں اپنی بگڑی ہوئی عادتوں کو سنوارنا ہو گا اور یہ بات میں بڑے دکھ سے کہہ رہی ہوں۔ یہ بات میں تعمیر وطن پروگرام کے conclusive figures دیکھنے کے بعد کہہ رہی ہوں۔ ذرا غور فرمائیے۔ ہماری Gross income Rs. 900/- crore ہے۔ ہماری خالص انکم 766/- کروڑ روپے یعنی 135 کروڑ departmental shortfall یعنی wastage جناب departmental shortfall یہ department کیا ہیں؟ ہمارے ہی ادارے ہیں۔ ہم انہیں اخراجات کے ایک دائرے میں محدود کیوں نہیں کر سکتے؟

We must impose financial discipline on our institutions. We cannot afford wastages.

بزنس میں تو سنا تھا کہ material wastage کے لیے 10 فیصد کا margin چھوڑا جاتا ہے لیکن جناب ہم بزنس نہیں کر رہے۔ ہم ایک صوبے کا نظام سنبھالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ 124 کروڑ ہماری آمدنی کا ساتواں حصہ ہے اور ہم اپنی آمدنی کا ساتواں حصہ wastage کے طور پر خارج از بجٹ کیسے کر دیں اب میں وسائل پر آتی ہوں کہ جناب وسائل کو بھی تنظیم نو کی ضرورت ہے اور وسائل کی تنظیم نو کے لیے نئے ذرائع جدید ٹیکنالوجی اور تخلیقی صلاحیتوں کا سہارا لینا پڑے گا۔

ہمارے پاس وسائل کی کمی نہیں، کمی ہے تو تخیل کی کمی ہے تو خواہش کی۔۔۔۔

What we lack is the imagination to extract the maximum from the minimum. What we lack is the will to convert our liabilities into assets.

لیکن جناب ہمیں کم سے کم میں سے زیادہ سے زیادہ حاصل کرنے کا فن سیکھنا ہے۔ ہمیں اپنے بار کو اثاثوں میں تبدیل کرنے کا گر اپنانا ہے اور اگر نیت صاف ہو تو یہ کوئی مشکل کام نہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، آپ کی باتوں کی ان کو سمجھ نہیں آ رہی۔ (قہقہہ)

بیگم طاہرہ خان، نہیں، میرے خیال میں آ رہی ہے اور اگر نہیں آ رہی تو سمجھا دیں گے۔

(قطع کلامیاں)

جناب یہاں میں آپ کی توجہ دلوانا چاہتی ہوں۔ میں نے بات کی ہے۔ فن کاری کی، میں نے بات کی ہے ہنرمندی کی، میں نے بات کی ہے کاری گری کی اور میں نے بات کی ہے ہوشیاری کی۔ یہ لکیر کے فقیر ہونے کی بات نہیں ہو رہی۔ اب میرے خیال میں ان کو سمجھ آ گیا ہو گا۔

جناب بصارت اور بصیرت صرف صوفیا اور دانش وروں کا خاصا نہیں اگر ہمارے ماہرین معاشیات چاہیں تو وہ بھی تخلیقاتی صلاحیتوں سے مالا مال ہو سکتے ہیں صرف ایمان داری سے دیانت داری سے منصوبہ بندی کرنے کی ضرورت ہے بلکہ منصوبہ بندی سے بھی زیادہ دیانت داری کی ضرورت ہے۔

جناب اب میں ترجیحات کی طرف آتی ہوں۔ ترجیحات میں ہمیں تقسیم زر میں اپنی ترجیحات کو تقسیم کرنا ہو گا۔ یہ ہم پر لازم ہے اس لیے کہ ایک خستہ حال کشتی میں جب سمندر میں تھپیڑوں کا سامنا کر رہی ہوتی ہے تو مسافروں کی جان بچانے کے لیے ملاح کشتی کا بوجھ ہلکا کر دیتا ہے۔ یعنی بعض دفعہ تو قیمتی سامان بھی وہ سمندر میں گرا دیتا ہے۔ آج میرا بھی پنجاب سے یہی مطالبہ ہے کہ اپنی کشتی کو بچائیے۔ اپنا بوجھ ہلکا کیجیے اگر زیادہ قیمتی نہیں تو کم اہمیت والا سامان ہی سمندر میں گرا دیجیے۔

جناب والا! Non Development Fund یعنی غیر ترقیاتی اخراجات کو کم کر کے اپنے

بجٹ کو خسارے کی شکست سے بچا لیجئے۔ جناب والا! میں جانتی ہوں کہ غیر ضروری اخراجات بھی ضروری ہوتے ہیں۔ میں یہ بات تسلیم کرتی ہوں کہ غیر ضروری اخراجات بھی ضروری ہوتے ہیں صرف عرض یہ ہے۔۔۔۔ جناب میں نے دو ممبران کا وقت آپ سے لیا ہے۔

جناب چیئرمین ، محترمہ آپ اپنی بات کو ایک منٹ میں ختم کریں۔ آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے میں کسی کا وقت آپ کو نہیں دے سکتا ہوں۔ بہت سے ہمارے دوست ایسے بیٹھے ہیں جو کہ اس اسمبلی میں سال میں صرف ایک دفعہ بولتے ہیں اور ان کا یہ حق بنتا ہے کہ میں ان کو وقت دوں۔ آپ ایک منٹ میں اپنی بات ختم کیجئے۔

جناب فضل حسین راہی ، جناب والا! میری گزارش یہ ہے کہ اگر اتنی دیر تک ہم اتنی بور تقاریر سنتے رہے ہیں تو کیا تھوڑی دیر کے لیے ہم ایک اچھی تقریر نہیں سن سکتے ہیں۔

بیگم طاہرہ خان ، جناب سپیکر! یہ جو بحث میں وقت ضائع ہو جاتا ہے اگر یہی وقت میں لے لیتی تو میرے وقت میں اور اضافہ ہو جاتا۔ میں آپ کی اجازت سے اپنی تقریر جاری رکھوں۔

جناب چیئرمین ، آپ اپنی تقریر ایک منٹ میں ختم کریں۔

بیگم طاہرہ خان ، درست ہے جناب ختم کرنی پڑے گی کیوں کہ چیئر کو ہی میری باتیں پسند نہیں ہیں۔ باقی ممبران کو تو چھوڑیئے۔ اس لیے کہ ان میں تجاویز شامل ہیں۔ جناب والا! میں یہ عرض کر رہی تھی کہ ہم اپنے غیر ترقیاتی اخراجات کو کم سے کم کر کے بجٹ کو خسارے کی شرمندگی سے بچا سکتے ہیں۔ میں جانتی ہوں کہ غیر ترقیاتی اخراجات بھی ضروری ہیں۔ صرف اتنا مطالبہ ہے کہ ان ضروری اخراجات کو ضروری طور پر اگر بڑھایا نہ جائے بلکہ بچایا جائے کیونکہ ان حالات میں بچت ہی نفع ہے اور جہاں پر بچت کی بات آئی تو ہم پولیس کا بجٹ نہ بڑھا کر اپنی بچت کر سکتے ہیں۔

جناب والا! میں مانتی ہوں کہ امن و امان کی صورت حال غیر معمولی اقدامات کی متقاضی ہے۔ But let us not confuse quality with quantity. قدر اور مقدار کی شناخت ہمارے اپنے لیے ضروری ہے۔ ہمیں پولیس اہل کاروں کی تعداد نہیں بڑھانی ہے بلکہ ہمیں ان کی کارکردگی بڑھانا اور بہتر

کرنا ہے۔ ((نعرہ ہائے تحسین) اور یہ بات بھی طے شدہ ہے کہ اسلحے کی تعداد میں اضافہ سے اور پولیس اہل کاروں کی تعداد میں اضافے سے کبھی امن و امان نہیں ملتا ہے۔ امن و امان کی حصول کے لیے آپ کو انصاف کی تقسیم کرنا ہو گی۔ اسلحہ کی تقسیم نہیں انصاف کی تقسیم کریں۔ اور میں یہ بات واضح کروں کہ جبر و تشدد سے حاصل کیا ہوا امن و امان مصنوعی ہو گا اور چونکہ وہ مصنوعی ہو گا اس لیے یہ زیادہ خطرناک ہو گا اگر آپ کو امن و امان چاہیے تو اپنا بجٹ بچائیے۔ پولیس کا بجٹ نہ بڑھائیے اپنی طرف سے عوام میں انصاف تقسیم کر کے دیکھیئے۔ اسی میں کوئی خرچہ نہیں ہوتا ہے۔ جناب والا! بچت ہی بچت ہے۔ میرے پاس کوئی چارہ نہیں ہے۔ آپ اجازت ہی نہیں دے رہے ہیں۔ میں نے باتیں بہت سی کرنی تھیں اور میں ایک خلش لے کر ختم کر رہی ہوں۔

جناب چیئرمین ، باقی باتیں ایوان کی میز پر رکھ دیں۔ ملک شاہ محمد محسن۔

جناب محمود الحسن ڈار ، جناب والا! میرا نام آج کی لسٹ میں تھا اور میں نے سویرے دیکھا تھا کہ دوسرا نمبر تھا۔

جناب چیئرمین ، ڈار صاحب! مجھے آپ کے جذبات کی قدر ہے لیکن میں یہ گزارش کروں گا کہ آپ تو ماشاء اللہ ہر روز بولتے ہیں اور پھر کٹ موشن پر آپ بولیں گے۔

جناب محمود الحسن ڈار ، جناب والا! نہ تو میں ضمنی بجٹ پر بولا ہوں اور نہ ہی کٹ موشن پر بولا ہوں اس لیے میں سالانہ بجٹ پر تقریر کروں گا۔

جناب چیئرمین ، ہم آپ کو کٹ موشن پر بولنے کے لیے ہر روز وقت دیں گے۔ ملک شاہ محمد محسن۔

ملک شاہ محمد محسن ، جناب چیئرمین! میں آپ کا تہہ دل سے شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے اپنے خیالات کے اظہار کرنے کے لیے وقت دیا ہے اور ساتھ ہی میں یہ بھی عرض کروں گا کہ اگر مجھے اپنی تقریر میں اردو کے علاوہ کسی دوسری زبان میں بولنا پڑا تو آپ مجھے اس کی اجازت دیں گے۔ جناب والا! اس ایوان کے معزز اراکین نے بجٹ کے بہت سارے پہلوؤں پر اپنے اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔ رانا شوکت محمود صاحب نے بڑی تفصیل سے بجٹ کی خامیوں اور بے انصافیوں کو ظاہر کیا ہے

اور بہت سارے دوستوں نے بڑی تفصیل سے اس بارے میں کہا ہے۔ اسی لیے میری یہ کوشش ہو گی کہ میں ان چیزوں پر نہ جاؤں اور اسی تھوڑے سے وقت میں اگر میری بات کوئی اچھی لگے تو مجھے تھوڑا سا مزید وقت بھی دیا جائے۔

جناب والا! میری گزارش ہے کہ ہمیں اسی ایوان میں آئے ہوئے تقریباً ڈیڑھ سال ہو چکا ہے میں اس سے پہلے بھی اس ایوان میں رہا ہوں ۔ یہاں میرے کچھ دوست حکومتی سائیڈ پر بیٹھے ہوئے ہیں جن میں سردار دریشک صاحب' ارشد لودھی صاحب بھی ہیں۔ رانا پھول خان ہیں۔ جن کا قبل ازیں کسی وقت پیپلز پارٹی سے بھی تعلق ہوتا تھا۔ لیکن بڑے افسوس کی بات ہے کہ جتنا غیر سنجیدہ ایوان میں نے اب دیکھا ہے۔ اس سے پہلے میں نے کبھی نہیں دیکھا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) شاید ہم جو نمائندگان جو کہ اپنے علاقہ سے ووٹ لے کر آتے ہیں اور یہاں اسی ایوان میں پہنچ کر ہم پورے پنجاب کی نمائندگی کرتے ہیں اور جس صورت حال سے گزر رہا ہے۔ پنجاب کی صورت حال ہے امن و امان کی صورت ہے۔ خسارے کا بجٹ ہے ۔ بھوک ہے تنگ ہے۔ بے انصافی ہے۔ وہاں ہم آ کر اس کو ایک ڈیبیٹنگ ہاؤس بنا دیا ہے ۔ ہم صرف مناظرہ کرنے کے لیے آتے ہیں ہمیں شخصیتوں کی پرستش میں میرے خیال میں بھیجا جاتا ہے۔ ہمارا تجزیہ ہماری اپروچ کسی صورت میں بھی بامقصد نہیں آتی ہے۔ ہم یا تو شاید کسی ہستی کے غلام ہیں ۔ کسی شخصیت کے یا کسی گروں کے یا اپنی حکومت کے یا اپنی اپوزیشن کے۔ میرے خیال میں ہمیں یہ احساس ہونا چاہیے تھا کہ ہم اپنے ضمیر کے مطابق اپنی ذمہ داری جو کہ عوام نے ہم پر ڈالی تھی اس کو ہم بجا لاتے اور اسی صوبے کے عوام کے لیے اور ' اور جہاں تک ملک کا تعلق ہے اور سندھ کے واقعات کے لیے وہ کچھ کہتے ' وہ رائے دیتے جو کچھ کہ ہماری ضمیر محسوس کرتی اس لیے جناب والا میں اپنے ساتھیوں سے یہ کہوں گا کہ ہمیں اس تاریخ میں اپنے اس رول کو صحیح طور پر ادا کرنے کے لیے اپنے فرائض اور اپنی ذمہ داری کا احساس کرنا چاہیے اور اس کے مطابق ہمیں یہاں پر اپنے خیالات کا اظہار کرنا چاہیے۔ میں اپنی طرف سے یہ عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میں یہ باتیں دل کی گہرائی سے کر رہا ہوں اور میرے وہ ساتھی جو کہ اس طرف بیٹھے ہوئے ہیں۔ ہم نے تکالیف اٹھائیں ہم آگ اور خون کے دریا سے گزر کر آئے ہیں۔ ہم نے

قربانیاں دی ہیں ہم صرف باتیں کرنے کے لیے نہیں رہے ہیں۔ ہمارے قول و فعل میں تضاد نہیں۔ ہمارا عمل آپ کے سامنے ہے اور میں اگر اپنی ذات کی بات کر جاؤں تو میں اور میرے بچے قید و بند میں رہے ہیں۔ سزائیں ہوئی ہیں۔ سب کچھ ہوا ہے لیکن ہم نے یہ کبھی جتایا نہیں ہے۔ آج میں دل سے اور دکھ سے بات کر رہا ہوں کہ ہم اس کو سنجیدگی سے کیوں نہیں لے رہے ہیں۔ یہ کس صورت حال سے گزر کو ہم کو یہ موقع ملا ہے جمہوریت ملی ہے۔ تو میرے دوستو! میرے بھائیو یہ میں اس لیے کہہ رہا تھا یہ بجٹ اس طرح سے لیا جا رہا ہے جیسے ایک معمولی سا documents ہے۔ کوئی بات ہی نہیں ہے۔ میں عرض کرتا ہوں کہ یہ بجٹ ایک ایسی بنیادی دستاویز ہے کہ آپ نے پنجاب کے لیے جو کچھ کرنا ہے اس کو اگر آپ نے ضلعی اوور صوبہ بنانا ہے ۔ لوگوں کو انصاف دینا ہے۔ تعلیم دینی ہے ۔ صحت دینی ہے۔ سڑکیں اور ہسپتال دینے ہیں تو یہ چیزیں اسی بجٹ سے دینی ہیں تو اس کے سوا آپ کے پاس اور کوئی راستہ ' دکھوں کو حل کرنے کا اور مصیبتوں کو دور کرنے کا نہیں۔ اگر میں یہ کہوں کہ یہ بجٹ اس ایوان کا بجٹ نہیں اور نہ ہی یہ بجٹ یہ ایوان منظور کر رہا ہے۔ ہم تو ربڑ سٹمپ بیٹھے ہوئے ہیں ادھر بھی ادھر بھی۔ کیونکہ یہ مالیاتی سیکرٹری کا بنایا ہوا بجٹ ہے۔ یہ بجٹ پیش ہونے سے پہلے کوئی رکن اٹھ کر بتا دے کہ مجھے پہلے پتہ تھا کہ بجٹ میں کیا ہے۔ یا مجھ سے پوچھا گیا تھا کہ کیا بجٹ بن رہا ہے۔ مالیاتی سیکرٹری وہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور اپنے وزیر خزانہ جن کا میں دلی طور پر احترام کرتا ہوں وہ بچے جمورے کی طرح ان کے آگے کام کر رہے ہیں۔ ناچ رہے ہیں۔ کود رہے ہیں اور باقی ممبران اسمبلی تماشائیوں کی طرح پیچھے واہ واہ کرتے جا رہے ہیں۔ بڑے افسوس کی بات ہے کہ بجٹ ہمارا ہے؛ لیکن جب بجٹ ہاؤس میں آ جاتا ہے ہمیں یہ بھی خیال نہیں ہوتا کہ اب ہی کوئی عقل کی بات کریں ہم اس کو صحیفہ آسمانی سمجھ لیتے ہیں اور صحیفہ آسمانی سمجھتے ہوئے زیر زبر تک نہیں بدلا جاتا۔ کیا ایوان اس بجٹ کو approve کر رہا ہے؟ قطعی طور پر نہیں۔ یہ بجٹ ایک سیکرٹری کا بنایا ہوا بجٹ ہے اسی پر ہم مہر لگا رہے ہیں۔ ہم غلاموں کی طرح اس پر اپنی رائے دے رہے ہیں۔ اگر اصغر چودھری نے ڈیرہ غازی خان کی کوئی بات کی ہے یا بنگش صاحب نے اپنے علاقے کی کوئی بات کی ہے یا سردار سکندر حیات خان نے اپنے پس ماندہ علاقے کی کوئی بات کی ہے تو کیا یہ

بات بجٹ میں آ جائے گی؛ قطعی طور پر نہیں آئے گی۔ اگر جس صحیفے میں، جس document میں، جس کو آپ صحیفہ سمجھتے ہیں اگر آپ کا یہ ایوان اس کی زیر زبر تبدیل نہیں کر سکتا تو یہ بات پھر ہمارے لیے باعث شرم ہے۔ اور ملک اور صوبے کے ساتھ یہ ایک مذاق ہے۔ فراڈ ہے کہ یہ ایوان اس بجٹ کو پاس کر رہا ہے۔ عوامی نمائندے اس بجٹ کو پاس کر رہے ہیں۔ یہ ایک سیکرٹری کا بنایا ہوا بجٹ ہے جس پر ہم سب بولتے جا رہے ہیں۔ میرے دوستو! یہ ایک بڑی بنیادی بات ہے کوئی میرا ساتھی اٹھ کر کہہ دے کہ اس سے پہلے مجھے بجٹ کا پتہ تھا۔ اب بازار میں چلا گیا۔ سرمایہ داروں کو بتانے کے لیے کہ یہ بجٹ آ رہا ہے۔ سٹور کر لو، ذخیرہ کر لو۔ مہنگائی کر لو۔ بچا لو جتنا بچتا ہے۔

جناب والا! اگر اسی بجٹ کو قبول کر بھی لیا جائے تو یہ بجٹ ہے؟ بجٹ کے تقدس کو ذرا آگے چل کر دیکھیں اس کے ساتھ کیا ہوتا ہے۔ یہ لکھی ہوئی تحریر پر عمل ہو گا اپنا ضمنی بجٹ نکال کر دیکھیں اس میں کیا ہوا ہے۔ آپ اس کی ڈیمانڈز کو دیکھیں۔ ڈیمانڈ نمبر 6 کو دیکھیں۔ ڈیمانڈ نمبر 12 کو دیکھیں باقی ساری ڈیمانڈز بھی دیکھیں۔ جتنی ساتھ سکیمیں اس ایوان نے منظور کی تھیں۔ ان سب کو بدل دیا گیا ہے اور ان کو سیم زدہ قرار دے کر نئی سکیمیں بنا دی گئی ہیں۔ کیا یہ تقدس ہے اس بجٹ کا جسے آپ پاس کر رہے ہیں؟ بعد میں یہ ہوتا ہے ضمنی بجٹ میں جا کر؛ یہ تو صورت حال ہے بجٹ کی۔ پھر کہیں پر write off کر دیا گیا ہے۔ کہیں پر mis-appropriation show کہیں پر غبن ہو رہا ہے۔ کہیں پر لوٹ کھسوٹ ہو رہی ہے۔ کہیں کچھ ہو رہا ہے اور کہیں پر ذاتی پسند کو دیکھا جا رہا ہے۔ پھر ذاتی پسند ناپسند پر اسی بجٹ کو تقسیم کیا جا رہا ہے۔ یہ بجٹ جو آپ دے رہے ہیں۔ اس کو ذرا غور سے دیکھیں یہ کہاں تک اپنے گھر کو پورا کر رہے ہیں۔

میرے دوستو! چونکہ وقت بہت کم ہے اور چیئرمین صاحب گھنٹی بھی بجا رہے ہیں۔ اس لیے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ ہمیں اپنے بنیادی فرائض اور ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے۔ موجودہ بجٹ پنجاب کے ساتھ بھی اور پنجاب کے عوام کے ساتھی بھی مذاق ہے۔ اس کے علاوہ میں یہ بھی عرض کروں گا کہ یہاں پر کچھ خدشات کا ذکر کیا گیا ہے۔ یہ مارشل لاء کے آنے کے خدشات ہیں۔ میں اس کے متعلق عرض کرتا ہوں کہ یہ خدشات یہ صورت حال بنی ہے۔ یہ ایک دن کی نہیں ہے۔ آپ

اس کو ذرا دور تک دیکھیں تو آپ کو پتہ چل جائے گا کہ اس کا کون ذمہ دار ہے۔ کس نے اس کی تائید کی ہے کس نے اس کو قبول کیا ہے؟ کون اس کے پیچھے بھاگتے رہے ہیں۔ آئیے ہم ذرا پیچھے خاص طور پر 1970ء کے انتخابات کی طرف چلتے ہیں۔ جو کہ ملک کے پہلے عام انتخابات تھے۔ اس کے بعد حکومت بنی آئین بنا۔ اس کے بعد 1977ء میں انتخابات ہوئے۔ دھاندلی کا بہانہ ہوا۔ صحیح ہوا یا غلط ہوا۔ اپوزیشن والے بیٹھ گئے مذاکرات ہو رہے تھے سب کچھ طے ہو گیا لیکن ایک مہم جو نے آ کر قبضہ کر لیا۔ پھر انہیں کس نے قبول کیا؟ ملک کی منتخب حکومت توڑ دی گئی۔ متفقہ آئین کو پاؤں میں روندا گیا اور اس کے بعد کیا ہوا ریفرنڈم کا فراڈ کھیلا گیا اور بعد میں غیر جماعتی انتخابات کروائے گئے اور اس اسمبلی سے کیا کروایا گیا؟ کہ میں نے 9 سال تک جو کچھ کیا ہے اس کی تائید کرو میں نے جو کیا صحیح کیا اس میں آئین توڑنا بھی شامل تھا اور اس کے بعد اس پر اسمبلی سے مہر ثبت کروائی جاتی ہے اور وہ اختیار آج کل صدر اسحٰق اپنی جیب میں لے کر بیٹھے ہوئے ہیں کون یہ اختیار دینے والے ہیں؟ کون یہ صورت حال پیدا کرنے والے ہیں۔ کس نے اس سارے عمل کو کندھا دیا۔ کیا کچھ عدالتوں میں ہوا؟ میں ایک چھوٹا سا واقعہ آپ کو سناتا ہوں۔ چھوٹی سے بات کرتا ہوں اور اپنی ذاتی بات کرتا ہوں۔ میرے لڑکے کو پولیس والے میرے گھر سے پکڑ کر لے گئے کہ آپ کا بھائی شیر پاؤ پل پر زخمی ہو گیا ہے اور وہاں پر پھر اس پر دو ہینڈ گرینیڈ ڈال کر قلعے میں لے گئے۔ میں خود اس وقت نظر بند تھا اور بعد میں سپیشل ملٹری کورٹ میں ٹرائل ہوا۔ ہم سب اس وقت جیل میں موجود تھے اور مجھے میرے ایک دو ساتھیوں نے وہاں سے اٹھایا۔ یہ 30 مارچ 1979ء کی بات ہے انہوں نے مجھے بتایا کہ آپ کے بچے کو چودہ سال سزا ہو گئی ہے۔ میں نے کہا کہ بھائی ہم کوٹ لکھپت جیل میں ہیں۔ وہ کیمپ جیل میں ہیں۔ یہاں رات کو اسے آ جانا چاہیے تھا کیوں نہیں آیا؟ اگر آیا ہوتا تو رابطہ ضرور کرتا وہاں تلاش کیا مگر نہیں تھا۔ اس سے پہلے 28 مارچ کی رات کو ہائی کورٹ سے یہ حکم امتناعی حاصل کیا گیا تھا کہ رٹ کا فیصلہ ہونے تک کورٹ فیصلہ نہ سنائے۔ وکیل سے رابطہ کیا گیا اس نے وہاں پر سپیشل ملٹری کورٹ سے رابطہ کیا۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے تو اعلان نہیں کیا۔ ہمارے پاس تو Stay Order ہے۔ یہ تو مارشل لاء ہیڈ کوارٹروں کی حالت تھی اور اسی پنجاب اسمبلی سے اناؤنس ہوا ہے۔ یہ تو

صورت حال تھی عدالتوں کی عدالت کوئی اور سن رہی ہوتی تھی فیصلہ کوئی اور سنا رہا ہوتا تھا۔ اس لیے میرے دوستوں یہ ساری باتیں ہیں۔ اس کے علاوہ میں کچھ اور بھی عرض کرتا جاؤں۔ رانا صاحب! ابھی اس وقت بیٹھے ہوئے ہیں شاید ان میں کچھ مذاق کی عادت بھی ہو گی۔ لیکن میں گزارش کروں گا کہ اس بجٹ کے ذریعے ہم پنجاب کو تقسیم کر رہے ہیں۔ کوئی برادری کو جا رہا ہے۔ کوئی علاقے کو جا رہا ہے۔ کوئی ذاتی پسند ناپسند کو جا رہا ہے ادھر کے ممبروں کو کمزور کیا جا رہا ہے حلقہ 99 میں جب ضمنی انتخابات ہوئے تو رنا صاحب کی مانگامنڈی میں ڈیوٹی لگی تھی ۔ میں اور وہاں پر بہت سارے راجپوت رہتے ہیں۔ رانا صاحب گئے۔ دروغ برگردن راوی مجھے نہیں پتہ میں وہاں موجود نہیں تھا۔ رانا صاحب نے کہا کہ میں راجپوت ہوں۔ راجپوتوں راجپوت کو ووٹ دو۔ وہاں کچھ سیانے بھی تھے۔ انہوں نے کہا رانا صاحب آپ ہمیں اس اصول کی تلقین کرتے ہیں تو پھر آپ نواز شریف کے پیچھے کیوں جاتے ہیں۔ آپ پھر اس اصول کو کیوں نہیں مانتے۔ رانا صاحب نے جواب دیا پہلے میں نے کہہ دیا ہے کہ دروغ بر گردن راوی کہ بھئی وہ بھی راجپوت ہے۔ کیسے راجپوت ہے؟ وہ کشمیر سے آیا ہے۔ شاہی خاندان سے اس کا تعلق ہے۔ ہری سنگھ سے اس کا تعلق ہے۔ ہری سنگھ راجپوت تھا اس لیے نواز شریف بھی راجپوت ہے۔

جناب چیئرمین : ملک صاحب! آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

ملک شاہ محمد محسن : یہ تمام باتیں ہماری ایسی ہی ہیں۔ میرے دوستو! میں آپ کا بڑا مشکور ہوں کہ ہمیں جلدی میں باتیں کرنی پڑیں۔ بہت ساری باتیں تھیں لیکن چونکہ وقت کی تنگی تھی ورنہ میں کچھ اور عرض کرتا۔ لیکن میں پھر بھی آپ کا شکر گزار ہوں۔

جناب چیئرمین : ملک نور محمد۔

ملک نور محمد (پارلیمانی سیکرٹری) : جناب سپیکر! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس بجٹ پر بولنے کا موقع عطا فرمایا ہے۔ ہمارے ملک کو قائم ہوئے 44 سال گزر گئے ہیں یہ تقریباً نصف صدی کے لگ بھگ بنتا ہے۔ لیکن اگر ہم اپنے ماضی کا تجزیہ کریں تو یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ ہم نے معاشی، اقتصادی، سیاسی اخلاقی اور دفاعی لحاظ سے ترقی کی بجائے تنزلی کی طرف جا رہے ہیں۔ رشوت

کنبہ پروری، لوٹ کھسوٹ، ڈکیتیاں، ملاوٹ قتل و غارت، دہشت گردی۔۔۔۔۔

جناب نذر حسین کیانی ، جناب یہ لکھی ہوئی تقریر پڑھ رہے ہیں۔

جناب چیئرمین ، وٹو صاحب! آپ دیکھ کر نہیں پڑھ سکتے۔ آپ ماشاء اللہ پارلیمانی سیکرٹری بھی ہیں۔ آپ صرف پوائنٹس دیکھ سکتے ہیں۔ تقریر دیکھ کر نہیں پڑھ سکتے۔

ملک نور محمد ، میں یہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ ہمارے بھائی قائد حزب اختلاف ہم پر تو بہت زیادہ تنقید کرتے ہیں۔ لیکن ان کو اپنی خامیاں نظر نہیں آتی ہیں۔۔۔۔۔۔

جناب نذر حسین کیانی ، جناب ان کے کاغذ اٹھا لیے جائیں یہ دیکھ کر تقریر کر رہے ہیں۔

ملک نور محمد ، جناب سپیکر! پیپلز پارٹی 1971ء میں ملک کو دو لخت کر کے معرض وجود میں آئی اور اس نے جمہوریت کا نعرہ لگایا۔ جب اس نے یہ حکومت سنبھالی تو اس نے مارشل لاء کا دامن بھی ہاتھ سے نہ چھوڑا اور انہوں نے سویلین مارشل لاء لگائے رکھا۔ مہنگائی کی یہ حالت ہوئی کہ جب 1977ء میں ان سے حکومت مارشل لاء کے ذریعے چھینی گئی تو بھاؤ تین گنا بڑھ چکے تھے۔ غریب غریب تر، غریب ترین سے بھی نچلے درجے تک چلا گیا تھا۔ یہاں تک کہ مہنگائی کا یہ عالم تھا کہ غریب آدمی کو ہفتہ کا راشن لینے کے لیے پہروں قطاروں میں کھڑا ہونا پڑتا تھا۔ اس کے بعد عوام نے انہیں مسترد کر دیا اور اب گیارہ سال کی مسلسل جدوجہد کے بعد پیپلز پارٹی دوبارہ برسر اقتدار آئی۔ جس غریب عوام کا یہ رونا روتے ہیں۔ ان کی حالت زار اور خاص طور پر کسانوں اور کاشت کاروں کی حالت زار کے متعلق میں کچھ عرض کروں گا۔

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

(نعرہ ہائے تحسین) 1989ء میں وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ کا خرچ 9 کروڑ روپے سالانہ تھا۔

جناب چیئرمین ، گھمن صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ بولنا چاہتے ہیں۔ یہ وٹو صاحب زمینداروں کے متعلق بڑی اچھی اچھی باتیں بتائیں گے آپ ان کی باتوں کو ذرا سنیں۔

ملک نور محمد ، 1987-88ء میں وزیر اعظم کے سیکرٹریٹ کا خرچ 5 کروڑ 80 لاکھ روپے تھا۔ جو کہ 1989-9ء میں 9 کروڑ روپے کر دیا گیا اور یہ کہتے ہیں کہ ہم شہ خرچیاں نہیں کرتے۔ وزیر اعظم کے ہریلو مصارف جو کہ 5 کروڑ روپے سالانہ ہیں جبکہ ایک عام آدمی کی اوسط آمدنی تقریباً پانچ سو روپے ہے۔ یہ شاہ خرچیاں نہیں تو اور کیا ہے۔ سندھ ہاؤس کو وزیر اعظم صاحبہ کی عارضی رہائش گاہ بنانے کے لیے۔۔۔

جناب جاوید محمود گھمن ، یہ پنجاب کے بجٹ پر بات کر رہے ہیں یا مرکز کے بجٹ پر۔

جناب چیئرمین ، گھمن صاحب! آپ ان کو بات کرنے دیں۔

ملک نور محمد ، میں وفاقی بجٹ پر بھی بول سکتا ہوں۔ وزیر اعظم صاحبہ کے گھر کا معمولی خرچ 40 ہزار روپے ہفتہ ہے۔

جناب چیئرمین ، سردار سکندر حیات خان پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔ آپ ذرا بیٹھیے۔ جناب سردار صاحب۔

سردار سکندر حیات خان ، جناب سپیکر! میرے بھائی جو مرکز کے بجٹ کی بات کر رہے ہیں ان کو حق ہے ۔ یہ ضرور بات کریں اور یہ بجٹ میں لکھا بھی ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ضیاء الحق کا گھر لے کر پنجاب ہاؤس بنایا گیا۔ یا گوہر ایوب کا گھر ساڑھے چار کروڑ روپے میں بنایا گیا۔ یا کھوڑو کا کراچی میں ساڑھے پانچ کروڑ میں گھر لے کر پنجاب ہاؤس بنایا گیا۔ امریکہ اور لندن میں پراپرٹی خریدی جا رہی ہے۔ ایگریکلچر کا انہوں نے نام لیا اور چلے گئے سندھ ہاؤس پہ۔

جناب چیئرمین ، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں بنتا۔

ملک نور محمد ، جناب چیئرمین ! میں وقت کی کمی کے پیش نظر اور کسان ہونے کے ناتے سے زراعت کے شعبے پر بھی بات کروں گا۔ اللہ تعالیٰ نے ہمارے ملک کو بے پناہ وسائل سے نوازا ہے۔ وسیع و عریض اور زرخیز زمین عطا کی ہے۔ میٹھے پانی ہیں۔ جفاکش کسان ہیں۔ محنت کش کسان ہیں اور ہمارے کسان شیر دل ہیں لیکن اس کے باوجود وفاقی حکومت نے انہیں معاشی لحاظ سے اس طرح روند

رہی ہے کہ وہ غریب سے غریب تر ہو رہے ہیں۔ ان کے ہاتھ پاؤں باندھ کر انہیں جکڑ دیا گیا ہے اور معاشی طور پر مفلوج ہو کر رہ گئے ہیں۔ میں ٹریکٹر کی بات کرتا ہوں۔ آج سے چند سال پہلے ٹریکٹر کی قیمت 76 ہزار روپے تھی۔ جس کو بڑھا کر ایک لاکھ 95 ہزار کیا گیا اور اب سنائی دے رہا ہے کہ عام ٹریکٹر کی قیمت 2 لاکھ 5 ہزار روپے ہو گی اور اس پر 14 فیصد سود لگایا گیا ہے۔ اگر ایک نصف مربعے کا کاشت کار فصل اچھی نہ ہونے کی وجہ سے ادا نہیں کر سکتا تو سود در سود لگا دیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ وہ اور پیسے مانگے تو اسے نہیں ملتے اور خرچ نہ ہونے کی وجہ سے فصل ختم ہو جاتی ہے اگر ہم آج سے دس سال پہلے کا تجزیہ کریں تو ہمارے دیہات کی زمین قبضہ سے بالکل پاک تھی۔ لیکن آج 90 فیصد کاشتکار لاکھوں روپے کی قرضہ میں جکڑے ہوئے ہیں اور ان کا یہ عالم ہے کہ اپنی روزی کمانے سے بھی معذور ہیں۔ اگر ہمارا موازنہ بھارت سے کیا جائے جو کہ ہمارا ہمسایہ ملک ہے تو ان ٹریکٹر کی قیمت ہماری نسبت ایک لاکھ روپے کم ہے۔ اس کے علاوہ میں آپ کی توجہ پانی کی طرف مبذول کراتا ہوں جو زمین اور زمیندار کے لیے ایک ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔

سردار سکندر حیات خان، جناب والا! ہمارے بھائی کو آپ پڑھنے کی اجازت دے دیں۔

ملک نور محمد، سردار صاحب! میں ایک زمیندار ہوں اور میں اس ہاؤس کے فلور پر بولنے کا حق رکھتا ہوں اور میں اپنے مسائل بیان کر رہا ہوں۔ آپ میری تقریر میں مداخلت نہیں کر سکتے۔ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں حقائق پر مبنی ہے۔ ہمارے ساتھ جو زیادتی ہو رہی ہے وہ کسی ملک کے کسان کے ساتھ نہیں ہو رہی۔

جناب چیئرمین، ملک صاحب! ان کا اعتراض یہ ہے کہ آپ پڑھ کر تقریر نہیں کر سکتے۔ آپ پوائنٹ لے سکتے ہیں۔

ملک نور محمد، میں پوائنٹ ہی لے رہا ہوں۔

سردار سکندر حیات خان، جناب والا! میں ان سے کہنا چاہوں گا کہ ان کو غلط فہمی ہوئی۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین، سردار صاحب! ان کو بات مکمل کر لینے دیں۔ وقت بہت تھوڑا ہے۔

سردار سکندر حیات خان ، جناب میرا point of personal explanation ہے۔ میرے بھائی نے کہا ہے کہ مرکزی حکومت 14 فیصد سود لیتی ہے۔ یہ 14 فیصد سود آج نہیں لگا بہت دیر کا لگا ہوا ہے۔

جناب چیئرمین ، سردار صاحب! یہ نکتہ ذاتی وضاحت نہیں۔ ان کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔ نور محمد صاحب آپ اپنی بات مکمل کریں۔

سردار سکندر حیات خان ، جناب والا! میں اپنے بھائی کے ساتھ متفق ہوں کہ ان کو سود کم لگنا چاہیے۔ لیکن میں یہ کہتا ہوں کہ ان سے پیسے لیے جائیں۔ جنہوں نے 2 فیصد پر اربوں روپیہ لیا ہے۔

جناب چیئرمین ، ان کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔

ملک نور محمد ، سردار صاحب! آپ کا شکریہ میں آپ کے نکتے کی طرف ہی آنے والا تھا۔

رانا پھول محمد خان ، جناب والا! پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین ، رانا صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں؟

وزیر امداد باہمی ، پوائنٹ آف آرڈر سر۔ جناب والا! کیا اس معزز ایوان کے رکن سپیکر گیلری میں بیٹھ کر اس ہاؤس کی کارروائی دیکھ سکتے ہیں۔ اگر نہیں تو پھر میں محترمہ سے گزارش کروں گا کہ وہ اپنے مقام پر تشریف لے آئیں تو زیادہ بہتر ہو گا۔

جناب چیئرمین ، آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے۔

جناب فضل حسین راہی ، جہاں بھی اس کا جی چاہے وہ بیٹھ سکتا ہے۔ اگر ہاؤس کا ممبر جو ہے اس کی آنکھیں ٹھیک ہیں تو وہ وہاں سے کارروائی دیکھ سکتا ہے۔

جناب چیئرمین ، جناب نور محمد وٹو صاحب۔

وزیر امداد باہمی ، نہیں بیٹھ سکتا میں چیلنج کرتا ہوں۔

سید ناظم حسین شاہ ، پوائنٹ آف آرڈر۔

جناب چیئرمین ، آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

سید ناظم حسین شاہ : جی ہاں! سر میں پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتا ہوں۔ جناب والا! یہ رول quote کر دیں کہ کس رولز کے تحت ممبر ادھر سپیکر گیلری میں نہیں بیٹھ سکتا۔

وزیر امداد باہمی : جناب والا! میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ روایات یہ ہیں کہ اراکین اسمبلی اس معزز ایوان کے رکن ہیں اور اس معزز ایوان کا رکن گیلری میں بیٹھ کر کارروائی نہیں دیکھ سکتا۔ البتہ قومی اسمبلی کا رکن سپیکر صاحب سے اجازت حاصل کر کے گیلری میں بیٹھ کر کارروائی دیکھ سکتا ہے۔ کوئی آدمی بھی اس گیلری میں سپیکر صاحب سے اجازت لیے بغیر داخل نہیں ہو سکتا اور صوبائی اسمبلی کے اراکین مرکزی کارروائی دیکھنے کے لیے پارلیمنٹ کی گیلری میں نہیں بیٹھ سکتے۔

جناب چیئرمین : شکریہ!

وزیر امداد باہمی : خود یہاں پر انہیں اجازت لینی پڑتی ہے اور وہاں پر ہمیں بھی اجازت لینی پڑتی ہے۔ لہذا آج کی یہ بات روایات کے خلاف ہے۔ اور آپ اس پر رولنگ دیں۔

جناب چیئرمین : رانا صاحب کا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے وہ جو کچھ کہہ رہے ہیں وہ صحیح ہے۔

خواجہ محمد یوسف : کیسے valid ہے؟

سید ناظم حسین شاہ : میں نے رول پوچھا ہے وہ رول بتائیں۔

جناب چیئرمین : ہمیں ان روایات کا احترام کرنا چاہیے۔ وہ پرانے پارلیمنٹیرین ہیں۔

جناب جاوید محمود گھمن : وہ تو روایات کے تحت پرانے پارلیمنٹیرین بغیر پوچھے ہی اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔

وزیر امداد باہمی : میں یہ گزارش کروں گا کہ کیا شاہ صاحب ایسا کوئی رول quote کر سکتے ہیں۔ جس میں وہاں بیٹھنے کی اجازت ہو۔

جناب چیئرمین : میں آپ لوگوں سے گزارش کروں گا کہ ملک نور محمد کو اپنی بات مکمل کرنے دیں۔ رانا صاحب تشریف رکھیں۔ جاوید گھمن صاحب تشریف رکھیں۔ ملک نور محمد زراعت سے متعلق بات کر رہے ہیں۔ زمینداروں کی بات کر رہے ہیں۔ آپ ان کی بات سنیں۔ میں آپ سے استدعا کروں

کا وقت ضائع ہو رہا ہے۔ بہت دوست بیٹھے ہیں انہوں نے بات کرنی ہے۔

جناب جاوید محمود گھمن ، ایک رکن اسمبلی' اسمبلی کے کسی بھی حصے میں بیٹھ سکتا ہے اور کسی بھی حصے میں بیٹھ کر کارروائی سن سکتا ہے جب یہاں پر رکاوٹ ہی نہیں ہے تو پھر قانون بھی اس کی اجازت دیتا ہے۔

وزیر امداد باہمی ، پریس گیلری میں کوئی نہیں جا سکتا۔ سپیکر گیلری میں کوئی نہیں جا سکتا۔ اس کی کوئی اجازت نہیں۔

جناب جاوید محمود گھمن ، کہیں رکاوٹ نہیں۔ آپ قانون quote کریں۔

ایک معزز ممبر ، جناب والا! یہ روایت کی بات کرتے ہیں۔ یہ رانا صاحب کی ایک عادت ہی ہے۔

جناب چیئرمین ، سردار صاحب! آپ پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔ جی فرمائیے۔

سردارمقصود احمد خان لغاری ، جناب والا! گزارش یہ ہے کہ ملک نور محمد تقریر کر رہے تھے ان کا زور ٹوٹ گیا ہے۔ لہذا اب انھیں دوبارہ پورا ٹائم دیا جائے۔

---------- (تالیاں) ----------

جناب چیئرمین ، ونو صاحب! آپ دو منٹ میں اپنی بات کو مکمل کریں۔ کیونکہ وقت کم ہے اور بہت دوست یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں۔

ملک نور محمد ، جناب والا! پانی زراعت میں ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ کلیٹ ریٹ وفاقی حکومت نے بنایا تھا-/60 روپے فی ہارس پاور کے حساب سے زمیندار سے پیسے وصول کیے جاتے تھے اس پر ظلم و زیادتی یہ کی گئی کہ اس کو بڑھا کر -/109 روپے فی ہارس پاور کر دیا گیا ہے۔ جبکہ ہمارے مسلیہ ملک بھارت میں -/17 روپے فی ہارس پاور ہے جو ہماری کرنسی کے حساب سے 21.50 فی ہارس پاور نتی ہے۔ اب میں کھاد کی طرف آتا ہوں۔ کھاد کا ریٹ -/132 روپے فی بوری تھا جس کو بڑھا کر /170 روپے کر دیا گیا اور ڈی۔اے۔پی کھاد جو کہ -/144 روپے فی بوری تھی اس کو بڑھا کر -/217 روپے فی بوری کر دیا گیا اور اپنے جیالوں کو ایسے جیالوں کو جن کا کاشت کار کے شعبہ سے کوئی تعلق

نہیں انہیں کھاد مفت تقسیم کی گئی۔

جناب چیئرمین : وٹو صاحب! ہارون صاحب پوائنٹ آف آرڈر پہ بات کرنا چاہتے ہیں۔

جناب علی ہارون شاہ : جناب والا! میں آپ سے مودبانہ گزارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس ایوان میں رانا پھول خان اٹھ کر بات رول کی کرتے ہیں اور اب وہ اس ایوان میں رول کے بغیر ہی کوئی بات لے آئے ہیں اور یہاں پر ملک نور محمد مسلسل اپنی تقریر کو پڑھتے جا رہے ہیں اس کے اوپر وہ کیوں نہیں کہتے اگر وہ واقعی دیانت دار ہیں اور وہ اس ہاؤس کے اندر واقعی رولز کا تقدس چاہتے ہیں تو ان کو چاہیے تھا کہ وہ پوائنٹ آف آرڈر پہ یہ پوائنٹ آؤٹ کرتے کہ وہ اپنی تقریر کو پڑھ رہے ہیں۔ اس وقت ان کو رولز یاد نہیں رہتے۔ وہ محض اپنے پاس سے کوئی روایت نکال کر لے آئے ہیں۔ جس میں اس ایوان میں سوائے ایوان کا وقت ضائع کرنے کے اور کوئی بات نظر نہیں آتی۔ کیونکہ محترمہ وہاں پر جا کر اپنے بچے سے ملنے کے لیے بیٹھ گئی ہیں۔ تو آپ ان کی تقریر کو تو سنیں۔

جناب چیئرمین : آپ کا پوائنٹ آف آرڈر valid ہے اور میں ملک نور محمد سے گزارش کروں گا کہ وہ صرف پڑھ لیں۔

ملک نور محمد : اور وہ جیالے جن کا زراعت سے کوئی تعلق نہیں۔ ہمارے سامنے انہیں کھاد کی بوریاں تقسیم کی جاتی رہی ہیں اور کی جا رہی ہیں۔ انہیں مفت میں سلائی مشینیں اور سائیکل بانٹے جا رہے ہیں۔ جبکہ غریب کسان بے چارہ پس رہا ہے۔ اس کے ساتھ ہی اب میں زرعی ادویات کی طرف آتا ہوں۔ جن کو generic نام دے کر، اور ان میں ملاوٹ کر کے زمیندار کو دیا جا رہا ہے اور کپاس جیسی اہم ترین فصل، جس کا ہمارے زر مبدلہ سے خاص تعلق ہے وہ ہر سال کیڑوں کی نظر ہو جاتی ہے۔ اب میں کسان کی جو بھی فصل ہے اس کی لوٹ کھسوٹ کی طرف آپ کی توجہ مبذول کروانا چاہتا ہوں۔۔۔۔۔۔

جناب چیئرمین : ملک صاحب! آپ اب ایک منٹ میں اپنی بات کو ختم کیجئے۔

ملک نور محمد : جناب والا! میں ایک منٹ میں واٹنڈ اپ کرتا ہوں کہ ہم سے گندم -/85 روپے فی من کے حساب سے لی گئی جب کہ گورنمنٹ نے باہر سے گندم -/200 روپے فی من کے حساب سے

خریدی ہے۔ اس کے علاوہ کپاس کی فصل پر -/655 روپے کے حساب سے عالمی منڈی میں ہماری کپاس بیچی گئی۔ جبکہ وہاں کا اصل ریٹ -/1200 روپے فی من تھا۔ گنے کی فصل پہ ہم سے 2 روپے 40 پیسے فی کلو گرام چینی پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ جو ایک تخمینے کے لحاظ سے -/5,000 فی ایکڑ تک ایک زمیندار کو خسارہ پڑتا ہے۔ اب میں جناب کی توجہ تمباکو کی فصل کی طرف مبذول کرواتا ہوں جو کہ زمیندار سے 18 سے 20 روپے فی کلو گرام کے حساب سے خریدا جاتا ہے اور تمباکو کمپنیاں اس کو -/1200 روپے میں فروخت کرتی ہیں۔ اس کے ساتھ ہی میں آپ سے اجازت چاہتا ہوں۔ شکریہ۔

---------- نعرہ ہائے تحسین ----------

جناب مجتبیٰ حیدر شیرازی ، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! میں آپ سے یہ سوال کرنا چاہتا ہوں کہ میں نے آج آپ سے گزارش کی تھی کہ گذشتہ تین روز سے میرا نام مقررین کی فہرست میں شامل ہے اور اسے وقت کی قلت کی بناء پر اگلے دن کے لیے بڑھا دیا جاتا ہے۔ جناب چیئرمین! آج دو دفعہ آپ نے مجھ سے وعدہ کیا کہ اس مقرر کے بعد میں آپ کو بلوا رہا ہوں لیکن نہ جانے آپ نے اپنے اس تقدس کی پرواہ کیوں نہیں کی جو اس وقت آپ کو حاصل ہے۔ میں آپ کی اس وعدہ خلافی کے خلاف احتجاجاً اس ہاؤس سے دو منٹ کے لیے واک آؤٹ کرتا ہوں----- اور پھر ----- (مجتبیٰ حیدر شیرازی صاحب ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)۔

جناب چیئرمین ، جناب چودھری محمد صفدر صاحب۔

چودھری محمد صفدر ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ O

جناب سپیکر! میں آپ کا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ آپ نے مجھے بجٹ پر بات کرنے کا موقع دیا۔ بجٹ انگریزی کا لفظ ہے اور اس کے انگریزی میں جو معنی میں نے دیکھے ہیں اس میں یہ لکھا گیا ہے۔

Economic proposals made annualy by the Government. اس کا مطلب یہ ہے کہ بجٹ تمام کا تمام اس صوبے یا ملک کی اکنامکس سے deal کرتا ہے اور اکنامکس کا یہ مطلب ہوتا ہے کہ اس میں ذرائع محدود ہوتے ہیں اور ان ذرائع کو مساوی تقسیم کرنا ہوتا ہے۔ تاکہ وہ ملک یا صوبہ ترقی

کرے۔ لیکن اس بجٹ میں اس قسم کا کوئی خیال نہیں رکھا گیا اور اس بجٹ میں جو انتیس ارب روپے کی رقم دی گئی ہے۔ اس کو مختلف طریقوں سے ضائع کیا گیا ہے۔ یہ پچھلے بجٹ سے مختلف نہیں۔ مکھی پر مکھی ماری گئی ہے۔

ملک نور محمد ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ کیا میرے فاضل بھائیوں' اپوزیشن کے ممبران کو اس طرح پڑھنے کی اجازت ہے؟ (نعرہ ہائے تحسین) حالانکہ میرے پاس کاغذ کا ایک پرزہ پڑا تھا اور میں اس سے hints ہی دیکھتا رہا ہوں۔

جناب چیئرمین : آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے۔ میں ان سے گزارش کرتا ہوں کہ دیکھ کر نہ پڑھیں۔

چودھری محمد صفدر ، میں پڑھ نہیں رہا۔ جناب والا! وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ اس سال بجٹ کی تیاری ہمارے لیے مشکل ترین کام تھا۔ تو بجٹ کی تیاری تو ان کے لیے ہمیشہ ہی مشکل ترین کام ہوتا ہے۔ کیونکہ اتنی بڑی رقم کو embezzle کرنا کوئی آسان کام نہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین) اس بجٹ میں embezzlement کی بہت سی مثالیں ہیں۔ میں ایک چھوٹی سی مثال دیتا ہوں۔

میاں منظور احمد موہل ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب والا! اس وقت رانا صاحب اور ربانی صاحب کے علاوہ کوئی بھی منسٹر' نہ وزیر خزانہ ہیں' نہ لاء منسٹر ہے۔ یہ بھی بات ہے کہ یہ اسمبلی کا ایک مذاق بنا ہوا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ ہمیں یہ سوچنا چاہیے کہ یہ ایک مقدس ایوان ہے اور بجٹ پر بحث ہے۔ حکومت نے اس کا جواب بھی دینا ہے۔ انھوں نے اس کو اس طرح لیا ہوا ہے کہ یہ کوئی یونین کونسل کا اجلاس ہو رہا ہے۔ جناب والا! آپ اس کا نوٹس لیں۔

جناب چیئرمین : آپ کا پوائنٹ آف آرڈر جائز ہے اور میں ابھی اس کے متعلق حکم جاری کروں گا۔

(نعرہ ہائے تحسین)

چودھری محمد صفدر ، جناب والا! میں عرض کر رہا تھا کہ میں اس بجٹ میں embezzlement کی

ایک چھوٹی سے مثال دیتا ہوں۔ ایک لفٹ چیئر کے لیے بیس کروڑ روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور ایک ہوائی جہاز خریدنے کے لیے اٹھارہ کروڑ روپیہ ہے۔ ایک ریسٹ ہاؤس میں جنریٹر لگانے کے لیے اڑھائی کروڑ روپیہ۔ یہ کل چالیس کروڑ پچاس لاکھ روپے بنتے ہیں۔ لیکن اس کے برعکس دیکھیں۔ میں وزیر خزانہ کی تقریر میں سے آپ کو حوالہ دینا چاہوں گا۔ اس کے مقابلے میں صوبے کی سیاسی اور سماجی ترقی کے لیے صرف اکتالیس کروڑ چھبیس لاکھ روپے رکھے گئے ہیں۔ آپ اس embezzlement کا اندازہ کریں کہ تین چیزوں کے لیے، وہ بھی عیاشی کے لیے 40 کروڑ 50 لاکھ روپے اور صوبے کی سماجی ترقی کے لیے 41 کروڑ، کتنے شرم کی کی بات ہے (نعرہ ہائے تحسین) اور پھر انھوں نے اس کی تفصیل یہ بتائی ہے کہ ایک یونین کونسل کو ایک لاکھ روپیہ، ٹاؤن کمیٹی کو تین لاکھ روپے اور ضلع کونسل کو 27 لاکھ روپے اور لاہور میٹروپولیٹن کے لیے چالیس لاکھ روپے۔ اس سے انھوں نے صوبے کا مذاق اڑایا ہے اور آپ خود اندازہ کریں کہ لاہور جیسے بڑے شہر میں چالیس لاکھ سے کیا ترقیاتی کام ہوں گے؟ اور اس سے کیا فلاح ہو گی؟ چالیس لاکھ سے تو آپ لاہور میں ایک اچھا گھر نہیں خرید سکتے اور یہ کہتے ہیں کہ یہ ترقی کریں گے۔ انھوں نے اس صوبے اور خاص طور پر لاہور کے لوگوں کا مذاق اڑایا ہے۔ میں ایک اور مثال دینا چاہوں گا اور میں پھر وزیر خزانہ کی تقریر سے حوالہ دینا چاہوں گا کہ تعلیم کے شعبے میں حکومت تمام تر کوششوں کے باوجود شرح خواندگی میں اضافہ نہیں کر سکی۔ اچھا جی! اگر تمام تر کوششوں کے باوجود آپ شرح خواندگی میں اضافہ نہیں کر سکے تو خدا کے لیے، اس کام کو چھوڑ دو۔ کسی اور کو کرنے دو تاکہ اس صوبے میں ترقی ہو۔ آگے چل کر فرماتے ہیں۔ نہ شہر میں اعلیٰ معیار کا تعلیمی ادارہ قائم کر سکی ہے۔ تو اس کے لیے انھوں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ اس کا حل یہ ہے کہ اس کو ہم ٹھیکے پر دے دیتے ہیں۔ کیونکہ ہم خود تو چلا نہیں سکتے تو کوئی ٹھیکیدار بلاتے ہیں اور ان سے کہتے ہیں کہ بھائی صاحب، آپ ہمیں ایک اعلیٰ تعلیمی ادارہ بنا کر دو۔ تو میں عرض کروں گا کہ یہ ٹھیکیداری کا کام نہیں۔ ٹھیکیدار بلڈنگ وغیرہ تو بنا سکتے ہیں۔ چونگی کا ٹھیکہ ہو سکتا ہے۔ اڈوں کا ٹھیکہ ہو سکتا ہے لیکن تعلیم کا ٹھیکہ نہیں ہو سکتا۔ خدا کے لیے، ایسا مذاق تعلیم کے ساتھ مت کریں۔ جناب والا! تعلیم نہیں بڑھانا چاہتے۔ اس کا معیار نہیں بڑھانا چاہتے لیکن ایک اور تجویز انھوں نے پیش کی

ہے کہ ہم نہ تو کوئی اعلیٰ تعلیمی ادارہ قائم کر سکتے ہیں۔ نہ تعلیم کی percentage بڑھا سکتے ہیں لیکن ان کی ایک تجویز جو بہت ہی اچھی ہے وہ یہ ہے کہ ہم پندرہ کروڑ روپے سے ایک فاؤنڈیشن قائم کر دیتے ہیں۔ اب وہ کالج تو کھول نہیں سکتے۔ کوئی ادارہ تو چلا نہیں سکتے۔ لیکن فاونڈیشن پندرہ کروڑ سے اس لیے کھولی جائے گی تاکہ اس سے رشوت دی جا سکے اور لوگوں کو سیاسی طور پر نوازا جا سکے اگر آگے چل کر وہ ہسپتال کی بات کرتے ہیں۔ اس کے لیے بھی انھوں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ایک اور ہسپتالوں کی فاؤنڈیشن کھول دیں۔ یعنی ہمارے صوبے میں ہسپتالوں میں تو کوئی دوائی ملتی نہیں۔ انھیں چاہیے تو یہ تھا کہ موجودہ ہسپتالوں میں دوائیاں پہنچاتے تاکہ غریب لوگوں کو دوائیاں ملتیں۔ لیکن وہ نہیں کیا۔ انھوں نے کہا کہ نہیں، دس کروڑ روپے کی ایک فاؤنڈیشن قائم کر لیتے ہیں۔ انھوں نے اپنی ایک اور تجویز پیش کی ہے کہ ہم ہر ہسپتال میں سپیشلسٹ بھیجیں گے۔ بھئی، لوگوں کو دوائیاں نہیں مہیا کر سکتے۔ ڈاکٹروں کو یہ نہیں کہہ سکتے کہ ان ہسپتالوں کو اچھی طرح چلائیں تو سپیشلسٹس کی کیا ضرورت ہے؟ لوگوں کو دوائیاں چاہییں۔ آپ کے سپیشلسٹ نہیں چاہییں اور پھر انھوں نے یہ رونا رویا ہے کہ یہ ایک deficit بجٹ ہے۔ اس میں دو ارب اور کچھ کروڑ کا deficit انھوں نے دکھایا ہے۔ deficit بجٹ کا مطلب ہی یہ ہوتا ہے کہ ہم آمدن سے زیادہ خرچ کرنے کی عادی ہو چکے ہیں اور اس بجٹ میں انھوں نے کہا ہے کہ ہم نے بچت کا جو کام کیا ہے۔ اس میں بہت اعلیٰ تجویزیں پیش کی ہیں کہ ہم نے پرائمری کی تعلیم مفت کر دی جو کہ پہلے ہی انگریزوں کے وقت سے مفت چلی آ رہی ہے۔ انھوں نے کہا ہے کہ پرائمری کے بعد دو روپے، چار روپے، پانچ روپے یعنی بچوں پر ٹیکس لگا کر یہ اپنی فیس پوری کرنا چاہتے ہیں۔ انھوں نے ایک اور رقم دس کروڑ کی رکھی ہے۔ اس میں ایک لفظ ہے۔ میں ان کی تقریر سے ہی بتانا چاہتا ہوں۔ یہ دس کروڑ روپے کا ایک اور ٹرسٹ قائم کرنا چاہتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ ہم معاشرے کے potentially productive طبقے کی صلاحیتوں کو بروئے کار لانے کے لیے ایک تدریجی پروگرام کا آغاز کریں گے۔ اب potentially productive۔ یہ اردو کی تقریر ہے اور وزیر خزانہ کو بھی پتا نہیں کہ potentially productive کا اردو میں کیا ترجمہ ہوتا ہے۔ جب وزیر خزانہ کو ایک لفظ کے ترجمے کا نہیں پتا تو غریب عوام کو کیا

پتا ہو گا کہ potentially productive کون ہیں؟ (نعرہ ہائے تحسین) اس کا فیصلہ کون کرے گا کہ potentially productive کس آدمی کو کہتے ہیں۔ اس میں embezzlement کرنے کے سوا اور کیا ہے؟ آپ کسی کو پکڑ کے کہہ دیں گے کہ یہ potentially productive ہے۔ اسے ایک کروڑ روپیہ دے دو۔ اسے پانچ لاکھ روپے دے دو۔ جناب، خزانے کو آپ کی صوابدید پر اس طرح نہیں چھوڑا جا سکتا۔

چودھری محمد فاروق ، جناب سپیکر! پوائنٹ آف آرڈر جناب والا! میں اپنے فاضل بھائی سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں جو انہوں نے اعتراض کیا ہے اس کے معنی یہی بتا دیں۔

جناب چیئرمین ، چودھری محمد صفدر! آپ اپنی تقریر ایک منٹ میں ختم کر دیں۔ آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

جناب فضل حسین راہی ، جناب سپیکر! آپ اپنے جملہ کی تصحیح فرمالیں ان کا ٹائم ختم نہیں ہوا بلکہ ان کی تقریر کرنے کا ٹائم ختم ہو گیا ہے۔

جناب چیئرمین ، رولز کی پابندی کرنا میرا فرض ہے۔

چودھری محمد صفدر ، 1990-91ء میں تعمیر وطن پروگرام کے لیے مرکزی حکومت نے ہمیں 766 کروڑ روپے دینے کا وعدہ کیا ہے جناب جو تعمیر وطن پروگرام بنایا ہے وہ 900 کروڑ روپے کا بنایا ہے۔ پھر رونا رویا ہے کہ مرکزی حکومت کوئی پیسہ نہیں دیتی۔ اگر ریکارڈ چیک کیا جائے 1988ء میں جو پچھلا بجٹ تھا۔ وہاں مرکزی حکومت نے جتنا وعدہ کیا تھا اس سے 18 فیصد پنجاب کو دیا تھا۔ اس دفعہ بھی یہ خود مانتے ہیں موجودہ سال کے مقابلہ میں 15.21 فیصد زیادہ دیا ہے لیکن فرق یہ ہے کہ ان کی مرضی کے مطابق پیسے نہیں دیئے گئے اور میں ان سے پوچھتا ہوں کہ تعمیر وطن پروگرام میں میرے حلقے میں انہوں نے ایک اینٹ بھی لگائی ہے میں وزیر خزانہ کو اپنے ساتھ لے کر جانا چاہوں گا اور ان سے پوچھوں گا کہ مجھے بتاؤ کہ تمہارا تعمیر وطن پروگرام کہاں ہے۔ یہ 900 کروڑ روپے صرف دھاندلی ہے۔ اس میں اتنا دھوکہ ہے کہ میں اندازہ نہیں کر سکتا میرے حلقے میں سڑکیں ٹوٹی پھوٹی

ہیں۔ سکول ٹوٹے ہوئے ہیں پینے کا پانی دستیاب نہیں نہ ہمارے حصے میں مرکز سے جو فنڈ ملے ہیں ہمیں ملے ہیں نہ ہی تعمیر وطن پروگرام میں ملے ہیں۔ بلکہ میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ ہمارے پیپلز پارٹی کے ممبران ان کو کسی کے حلقے میں بھی پیپلز پروگرام نہیں دیا گیا۔ کوئی پیسہ نہیں دیا گیا۔

جناب چیئرمین : آپ کا وقت ختم ہو گیا ہے۔

چودھری محمد صفدر : میں جناب ایک منٹ میں ختم کر دیتا ہوں۔ میں ان کو بچت کا ایک اور طریقہ بتاتا ہوں اگر 900 کروڑ روپے جو ہیں۔ اگر یہ اپنے محکموں کی رشوت بند کر دیں۔ کمشن بند کر دیں میں آپ کو دعویٰ سے کہتا ہوں کہ 900 کروڑ میں سے 300 کروڑ کی بچت ہو گی۔ آپ یہ میرے علاقے میں تو خرچ نہیں کریں گے۔ لیکن آپ کو ایک عقل کی بات بتا دیتا ہوں۔ اس طرح آپ بچت کر سکتے ہیں۔ اس دفعہ انہوں نے پولیس پر 77 کروڑ روپے پچھلے سال سے زائد خرچ کیے ہیں۔ پہلے بھی بہت زیادہ رقم پولیس پر خرچ کی جاتی ہے اور اب یک دم انہوں نے کہا ہے کہ ہمیں لاء اینڈ آرڈر کو قائم رکھنے کے لیے بڑی سخت تکلیف ہوئی ہے۔ حالانکہ لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال بہتر نہیں۔ ٹریفک پولیس رشوت لیتی ہے۔ آپ ٹریفک کا حال دیکھیں۔ آپ جی۔ٹی۔روڈ پر یا شہروں میں سفر کریں۔ سوائے ٹریفک پولیس کو پیسے اکٹھے کرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں۔ تھانوں کی یہ حالت ہے کہ سوائے رشوت لینے کے اور کوئی کام نہیں ہوتا اور غریبوں کی امداد کرنے کی تو بات ہی کیا الٹا غریبوں کو گرفتار کرنے کے سوا اور کام نہیں اس کو مستعد بنانا چاہیے اور زیادہ بھرتی کی کوئی ضرورت نہیں مہربانی فرما کر انہوں نے اتنی زیادہ رقم کی ڈیمانڈ کی ہے وہ پولیس پر خرچ نہیں ہونی چاہیے میں ایک اور بات آپ کو یہ کہنا چاہتا ہوں۔ یہ کہتے ہیں کہ ہم ٹیکس نہیں لگائیں گے اچھا بھائی ٹیکس نہیں لگائیں گے تو حکومت کیسے چلے گی یہ تو اسی طرح ہے کہ ایک گھر کا سربراہ اٹھ کر کہہ دے کہ اب میں کام پر نہیں جاؤں گا یہ بڑے افسوس کی بات ہے۔ ٹیکس ان لوگوں پر لگایا جاتا ہے جن کے پاس پیسے ہوں۔ غریبوں پر ٹیکس نہیں لگایا جاتا۔ یہ آپ کی ڈیوٹی ہے کہ آپ ٹیکس لگائیں۔ یہ شروع سے ہوتا چلا آیا ہے جب سے حکومتیں بنی ہیں وہ ٹیکسز اکٹھے کرتے ہیں اور ان ٹیکسوں کو لوگوں کی فلاح و بہبود پر خرچ کرتے ہیں۔ اگر آپ ٹیکس اکٹھا نہیں کرنا چاہتے تو کیسے سکول بنیں

گے کیسے سڑکیں بنیں گیں اور غریبوں کی کیسے فلاح و بہبود ہو گی۔

(اس مرحلے پر جناب سپیکر کرسیٔ صدارت پر متمکن ہوئے)

آپ ٹیکس اکٹھا کرنے کے نظام کو وسیع البنیاد بنائیں۔ جو لوگ زیادہ پیسہ کما رہے ہیں ان پر ٹیکس لگائیں اور آپ صوبائی ٹیکس ایسا لگائیں آپ زیادہ کما سکیں۔ سب سے بری بات کہ یہ آپ نان ڈویلپمنٹ فنڈز کو کم کریں اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کو چھوڑیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ حکومت پنجاب اپنی تمام تر نااہلیوں اور کوتاہیوں کو ہر وقت مرکزی حکومت کو مورد الزام ٹھہراتی ہے اور یہ بجٹ صرف اس طرح سے بنایا گیا ہے کہ مرکزی حکومت کو پروردگ کیا جائے اور اس طریقہ سے بلیک میلنگ کی جائے۔

جناب سپیکر ، آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو گیا ہے۔ موہل صاحب! پوائنٹ آف آرڈر پر بات کرنا چاہتے ہیں۔

میاں منظور احمد موہل ، جناب سپیکر! آپ کے آنے سے کچھ عرصہ قبل یہاں صدر ثنا کر صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ میرے فاضل بھائی فضل حسین راہی صاحب نے ان کو چیئرمین صاحب کہہ کر مخاطب کیا تھا۔ اس سے پہلے بھی چند دوستوں نے چیئرمین کہا تھا میں پوائنٹ آف آرڈر اٹھانے والا تھا کہ جناب والا آ گئے میری گذارش یہ ہے کہ جس کرسی پر جو بھی صاحب بیٹھتا ہے تو وہ سپیکر بن جاتا ہے۔ اس کو ہم چیئرمین کہہ کر مخاطب نہیں کر سکتے۔ کیونکہ وہ چیئرمین کے پینل میں سے ضرور ہے۔ تو وہ بطور سپیکر کے فرائض انجام دیتا ہے لیکن جناب والا! جب وہ کرسی پر آ جاتا ہے سپیکر کی جو definition ہے۔

Speaker means the Speaker of the Assembly & Deputy Speaker and any person for the time being acting as Speaker under the Constitution.

جناب والا یہاں پر جو بیٹھ جاتا ہے وہ سپیکر کہلاتا ہے۔ فاضل دوستوں کو سپیکر کہہ کر مخاطب کرنا چاہیے چیئرمین نہیں۔

رانا پھول محمد خان ، مجھے موہل صاحب سے اختلاف ہے۔ عہدے کے لحاظ سے اور بات ہے چیئرمین کہا جاتا ہے کرسی والے کو۔ جو اس کرسی پر بیٹھا ہو اس کو اگر انگریزی میں چیئرمین کہا جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

جناب سپیکر ، انھوں نے سپیکر کی تشریح رولز کے حوالے سے کی ہے۔ جو میں سمجھتا ہوں درست ہے۔ جو بھی آدمی اس کرسی پر بیٹھے گا۔ سپیکر ہو ڈپٹی سپیکر ہو یا پینل آف چیئرمین میں سے ہو اس کو سپیکر ہی کہا جائے گا۔

خواجہ محمد یوسف ، جناب کے جانے کے بعد یہ جو اعزازی راڈ پڑا ہوا ہے۔ یہ بھی یہاں پر رہنا چاہیے۔ یہ کیوں چلا جاتا ہے۔

جناب سپیکر ، یہ ٹریڈیشن ہے چودھری محمد صدر آپ بات کر چکے ہیں؟

چودھری محمد صدر ، ایک منٹ میں ختم کرتا ہوں۔ وزیر خزانہ نے اپنی تقریر میں فرمایا ہے کہ economy cut کے لیے بچت کریں گے اور economy cut کن محکموں پر کیا گیا ہے۔ محکمہ تعمیرات، شاہرات، تعلیم اور صحت اب تعلیم اور صحت پر نہ خرچ کر کے economy cut کا کیا فائدہ ان کو چاہیے تھا۔ یہ دوسرے فضول اخراجات ہیں ان کو کم کرتے اور تعلیم کو ترقی دیتے شاہرات کو ترقی دیتے انہار کا سسٹم ٹھیک کرتے اور سب سے زیادہ یہ جو تعمیر وطن کا ڈھونگ رچایا ہے اس کو ہر ممبر کے گھر تک پہنچانا چاہیے۔ آخر آدھے پنجاب نے کیا قصور کیا ہے۔ یہ اپنے وسائل کو آدھے پنجاب میں خرچ کر رہے ہیں اور باقی پنجاب کو نظر انداز کیا جا رہا ہے۔ اس کو deprive کیا جا رہا ہے اور اس طرح یہ پنجاب کی ترقی میں رکاوٹ بنے ہوئے ہیں۔ شکریہ۔

جناب سپیکر ، جناب چودھری نذیر احمد صاحب!

چودھری نذیر احمد ، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ شکریہ، جناب سپیکر! آپ نے مجھے بجٹ تقریر کا ٹائم دیا۔ سب سے پہلے تو میں حکومت پنجاب کو اس بات پر مبارکباد دیتا ہوں کہ انہوں نے اپنے حالات میں رہتے ہوئے، اپنے وسائل میں رہتے ہوئے ایک اچھا اور متوازن بجٹ پیش کیا ہے۔ جب پہلے

دن بجٹ پیش کیا گیا تو اس وقت ہمارے اپوزیشن والے بھائیوں کی طرف سے جو ڈرامہ رچایا گیا ہے۔ یہ نہایت افسوس ناک ہے۔ انہوں نے پوری تقریر کے دوران جناب وزیر خزانہ کو interrupt کیے رکھا اور جناب سپیکر کا کہا نہ مانا تو یہ ان کی جو روش ہے اس کے لیے انہیں حکم ملا ہوا ہے۔ کیونکہ انہوں نے اپنے آقاؤں کو راضی کرنا ہو گا۔ لیکن میرے خیال میں ہماری پاکستان کی جمہوری تاریخ میں یہ پہلا واقعہ تھا۔ ان لوگوں نے سامنے آ آ کر، چیمبر کے سامنے آ آ کر ٹیلیوژن پر آنے کی کوشش کی۔

خواجہ محمد یوسف ، پوائنٹ آف آرڈر ۔

جناب سپیکر ، چودھری صاحب! اب اس بات کا ذکر نہیں کرنا ہے۔ یہ ساری کارروائی حذف ہو چکی ہے اور اس بارے میں ذرائع ابلاغ سے بھی کہا گیا ہے کہ اس بات کو اب دوبارہ شائع نہ کیا جائے۔ تو اس بات کو نہ دہرایا جائے۔

چودھری نذیر احمد ، ٹھیک ہے۔ جناب۔ میں اس بات کو نہیں دھراتا۔ اس کے بعد قائد حزب اختلاف نے یہ فرمایا ہے کہ یہ بجٹ والی بک کو دریائے راوی میں پھینک دینا چاہیے۔ تو جناب والا! میں ان کی اس بات پر یہ جواب دوں گا کہ ہماری اس پنجاب گورنمنٹ کے بجٹ کو آپ اگر دریائے راوی میں پھینکنا چاہتے ہیں تو آپ کے اپنے بجٹ جو کہ فیڈرل گورنمنٹ میں پیش کیا گیا ہے اس کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے۔ تو ایسی تیز اور ترش باتیں کرنے کا کچھ فائدہ نہیں۔ تنقید برائے تنقید کا کچھ فائدہ نہیں۔ کوئی مثبت پہلو ہوں تو ان پر تنقید کرنے کا انہیں حق ہے۔ گورنمنٹ کی کمزوریوں کو سامنے لائیں ان کا حق ہے لیکن تنقید برائے تنقید کا کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ بجٹ میں پنجاب حکومت نے دیہاتی علاقوں کی ترقی کی طرف خصوصی دھیان دیا ہے۔ دیہاتی علاقوں کی ڈویلپمنٹ کے لیے 80 فیصد رقومات مختص کی ہیں اور اس کے آگے میں عرض کروں گا کہ پس ماندہ علاقوں کے لیے 45 فیصد رقوم رکھی گئی ہیں۔ تاکہ ہمارے دیہاتی بھائی اور پس ماندہ علاقوں میں رہنے والے بھائی اچھی سہولیات حاصل کرنے والے لوگوں کے برابر آ سکیں اور یہ انسانیت میں ان کے ساتھ برابری کا سلوک کرنا یہ ہماری گورنمنٹ کا شیوا ہے اور ہماری گورنمنٹ نے پچھلے تقریباً پانچ سال سے ہی یہ اپنا شیوا بنا رکھا ہے۔ پنجاب حکومت نے دیہاتی حلقوں کو بہتر ترقی کے مواقع میسر کیے ہیں۔ وہاں تعلیم

پر خرچ کیے ہیں۔ وہاں سڑکوں پر خرچ کیے ہیں۔ پینے کا صاف پانی مہیا کیا ہے۔ ہسپتال بنائے ہیں۔ پچھلے دور میں بجلی بھی فراہم کی جاتی رہی ہے۔ تو ہماری گورنمنٹ نے خطیر رقم خرچ کر کے ہمارے دیہاتی علاقوں کو شہری علاقوں کے برابر لانے کی کوشش کی ہے۔

سید ناظم حسین شاہ ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! میں صرف آپ کی توجہ اس طرف دلانا چاہتا ہوں کہ آپ اب خود ہی اندازہ کریں کہ بجٹ تقریر ہے اس طرف بھی نگاہ کر لیں کہ کتنی سنجیدگی سے ہم لوگ اس بجٹ تقریر میں حصہ لے رہے ہیں صرف اتنا ہی ہے کہ آپ وزراء کے متعلق میں کسی کی ذاتی بات نہیں کرنا چاہتا خود آپ اندازہ کریں کہ کیا ہم اس لیے تیاری کرتے ہیں پڑھتے ہیں کہ ہم نے صرف خالی بنچوں کو اور ان در و دیوار کو تقریر سنانی ہے۔ اگر جناب یہ سنجیدگی نہیں ممبر نہیں آنا چاہتے آپ مہربانی کر کے ہاؤس ملتوی کر دیں۔ کیونکہ ایسے کوئی فائدہ نہیں ہے ہم کس کو بات سنائیں۔

جناب سپیکر ، میں لاء منسٹر صاحب سے یہ کہوں گا کہ وہ سید ناظم حسین شاہ صاحب کی اس بات کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کریں کہ وہ یہ کہہ رہے ہیں کہ اگر منسٹر صاحبان کی یہی دلچسپی ہے ہاؤس کی کارروائی میں تو اس ہاؤس کو ملتوی کر دیا جائے۔

سید ناظم حسین شاہ ، جناب والا! یہ صرف منسٹر صاحبان کی بات نہیں بلکہ ممبر حضرات کی بھی بات ہے۔

وزیر قانون ، جناب والا! اس ایوان میں جناب شاہ صاحب ماشاء اللہ 1970ء سے تشریف لاتے ہیں میں بھی اس وقت اس ایوان کا رکن ہوتا تھا۔ تو جناب والا! یہ کوئی ایسی خاص بات نہیں ہے کہ ممبران کی بجٹ سیشن میں حاضری تھوڑی سے کم ہوئی ۔ جناب والا! ایسا بھی ہوا ہے اور مجھے اچھی طرح سے یاد ہے کہ جناب شیخ رفیق احمد صاحب سپیکر ہوتے تھے اس دن میں نے خود بطور ایم۔پی۔اے اپنی بجٹ تقریر کرنی تھی میں تقریر کر رہا تھا اور ہم دو آدمی بیٹھے تھے۔ میرے بعد دو اور آدمیوں نے بولنا تھا اور سپیکر موجود تھے۔ جناب والا! دو ہی راستے ہو سکتے ہیں۔ ایک یہ راستہ ہو سکتا ہے کہ معزز اراکین اسمبلی اپنی ذمہ داری احساس کریں اور وہ یہاں پر تشریف لے آئیں اور دوسرا یہ ہو سکتا ہے کہ اگر وہ

تشریف نہیں لاتے تو اس کی سزا ان ممبر صاحبان کو نہیں ملنی چاہیے جو بولنا چاہتے ہیں۔ کم از کم ریکارڈ پر یہ چیز آ جاتی ہے کہ اگر انہوں نے اپنے علاقے کے معاملات سے بارے میں ہاؤس میں ذکر کیا ہے۔ پریس میں بات آ جاتی ہے کہ انہوں نے پنے علاقے کے بارے میں کوئی بات کی ہے۔ اب گر معزز اراکین' لیڈر آف دی اپوزیشن اور معزز اراکین حزب اختلاف جو کہ زیادہ سے زیادہ باتیں کرتے ہیں وہ تشریف لائیں اور ایوان کی کارروائی میں بھرپور حصہ لیں۔ تو میں سمجھتا ہوں کہ اس کارروائی کو اور زیادہ بامقصد بنایا جا سکتا ہے۔ تو میں آپ کی خدمت میں یقین دہانی کراتا ہوں کہ ہم اپنی طرف سے اور ہماری پوری کوشش ہوتی ہے کہ ہمارے معزز اراکین یہاں پر تشریف لائیں۔ ہر پارٹی میٹنگ میں جناب چیف منسٹر صاحب اس بارے میں تاکید کرتے ہیں۔ جناب والا! جناب خود اس بات کے گواہ ہیں اور جناب والا کا پیغام بھی یں نے کئی دفعہ چیف منسٹر صاحب کو پارٹی میٹنگ میں دیا ہے۔ میرے پاس یہ موجودہ attendance of the members during the session اس پر مہر سعید ظفر صاحب آپ کے ریفریشنگ روم میں کہہ رہے تھے کہ آپ ہر روز ممبر صاحبان کی حاضری لگاتے ہیں۔ اب ہم تو کوشش کر سکتے ہیں ان کو گزارش کر سکتے ہیں۔ میرے پاس ایسا کوئی طریقہ نہیں کہ اگر کوئی ممبر حاضر نہیں ہوتا تو میں خدانخواستہ اس کے خلاف کوئی بات کروں۔ میں اپنی طرف سے آپ کو یقین دلاتا ہوں اور یہ گزارش کرتا ہوں کہ میں خود باقاعدگی سے ساڑھے آٹھ بجے پہلا آدمی ہوتا ہوں جو میں ہاؤس میں آتا ہوں پریویلج موشنز کی تیاری کرتا ہوں لاء سیکرٹری کے کمرے میں بیٹھ کر اس کے بعد سب سے آخر میں میں یہاں سے جاتا ہوں اور میں نے یہ بھی کوشش کی ہے کہ ہمرے دوسرے معزز اراکین کیبنٹ۔ ہماری پارلیمانی سیکرٹری صاحبان اور دوسرے معزز اراکین تشریف لے آئیں۔ تو میں یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اس کا مقصد صرف ممبر کو سنانا نہیں ہوتا ہے ۔ یہ جو یہاں پر تقاریر ہوتی ہیں۔ اس کا مقصد ریکارڈ پر لانا ۔ اپنے علاقے کی بھرپور نمائندگی کرنا اور ان چیزوں کو پریس میں لانا ہے اگر ہمارے ممبر صاحبان دلچسپی نہیں لیتے ہیں تو ان ممبر صاحبان کو اس کی سزا نہیں ملنی چاہیے۔ اسی وجہ سے میں نے اور قائد حزب اختلاف نے آپس میں اتفاق کی تھا جناب کی موجودگی میں کہ اگر کورم پورا نہ ہو تو اس کی نشاندہی نہ کی جائے تاکہ جو معزز اراکین بولنا چاہتے ہیں۔ جناب والا! آج ابھی فرما

رہے تھے کہ چالیس ممبرز کی میرے پاس لسٹ ہے اور ابھی اور بھی آئے گی اور دن صرف کل کا رہ گیا ہے۔ جناب منسٹر فنانس نے واٹنڈ اپ بھی کرنا ہے۔ تو میں اس سلسلے میں صرف اپیل ہی کر سکتا ہوں۔ اپنے معزز اراکین حکومتی بینچز سے معزز اراکین حزب اختلاف سے۔ معزز اراکین کیبنٹ سے کہ خدا کے واسطے۔ مہربانی کر کے اپنی حاضری کو یقینی بنائیں۔ اس طریقے سے آپ اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنے میں زبردست کوتاہی کر رہے ہیں اور جن لوگوں نے آپ منتخب کر کے بھیجا ہے وہ آپ کی اس کارکردگی سے مایوسی کا شکار ہوں گے اور آئندہ الیکشن میں یہ چیز آپ کے خلاف جائے گی۔ شکریہ۔

جناب فضل حسین راہی : جناب سپیکر! میرے پاس طریقہ نہیں کہ حاضری پوری کر سکوں۔ تو میری گزارش یہ ہے کہ آج صرف اس بات کو ممکن کریں کہ جناب چیف منسٹر صاحب یہاں ہاؤس میں تشریف لائیں حاضری اپنے آپ پوری رہے گی۔ صرف چیف منسٹر صاحب آ جائیں پھر آپ دیکھیں گے کہ یہ ہاؤس کتنا آپ کو pack نظر آئے گا۔ صرف ایک آدمی کے لانے سے حاضری مکمل ہو جائے گی۔

جناب سپیکر : اس پر لاء منسٹر صاحب نے بات کی ہے اور اب۔۔۔۔۔۔۔۔

سید ناظم حسین شاہ : جناب سپیکر! لاء منسٹر صاحب کا مشکور ہوں کہ انہوں نے واقعی اپنی سنجیدگی کا اظہار کیا ہے۔ واقعی ان کے پاس ایسا کوئی ڈیامیٹر نہیں مگر میں صرف آپ کی وساطت سے ان سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ کیا اس واقعہ کو جو انہوں نے ریفر کیا ہے کہ جب وہ تھے اور سپیکر آف دی ہاؤس تھے اس واقعہ کو یہ صحیح سمجھتے ہیں کہ وہ صحیح تھا۔ اگر صحیح ہے تو پھر چلے جائیں جناب پھر آپ اور ہم بیٹھے ہیں۔ ہم کر لیں گے۔ اگر صرف ریکارڈ ہی کرانا ضرورت ہے تو پھر جناب ہم کیسٹ ریکارڈ کروا کر دے دیتے ہیں پھر آپ رف ریکارڈ سن لیا کریں یا اخباروں میں ہم پریس کانفرنسیں کر سکتے ہیں۔ وہاں پر بھی اپنی معروضات پیش کر سکتے ہیں۔ یہاں ہاؤس میں بات کرنے کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ٹھیک ہے ہم اپنا نقطہ نظر بیان کریں گے۔ ہو سکتا ہے ہمارے دوستوں کو یہ بات پسند نہ آئے۔ مگر یہ بھی ہو سکتا کہ کوئی ایسی بات ہو جو ان کے اپنے مفاد میں ہو۔ میں یہ سمجھتا ہوں ۔ جناب والا! کہ یہاں صرف ایک proportional طریقے سے یہی نہ کریں کہ انہوں نے حکومت کو بالکل support کرنا ہے

اور ہم نے تنقید کرنی ہے۔ میں تو کہتا ہوں کہ سب کا مشترکہ مفاد اسی میں ہے کہ ہم پوری سنجیدگی سے اس بجٹ کے اوپر حصہ لیں اور ایک دوسرے کے نقطہ نظر کو سنیں اور جس ممبر کو سمجھ نہ آئے وہ بھی سمجھ سکے کیونکہ اس میں اس کے اپنے علاقے کا مفاد ہے۔ شکریہ جناب والا۔

وزیر امداد باہمی ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! راہی صاحب نے ایک پوائنٹ آف آرڈر اٹھایا ہے کہ وزیر اعلیٰ صاحب کو اس ایوان میں رہنا چاہیے ہم ان کی بات تسلیم کرتے ہیں لیکن قومی اسمبلی اور صوبائی اسمبلی کی ایک ہی روایات ہیں میں ان کو چیلنج کرتا ہوں کہ وزیر اعظم جتنی دیر اور جتنے گھنٹے ادھر پارلیمنٹ میں بیٹھیں گی اتنے گھنٹے ہی وزیر اعلیٰ صاحب اس ایوان میں بیٹھیں گے اگر یہ پابندی کرانی ہے تو پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلی میں ہو گی۔

جناب والا! جہاں تک شاہ صاحب کا تعلق ہے کہ دریشک صاحب نے شیخ رفیق صاحب کی ایک رولنگ کا حوالہ دیا ہے جناب والا! ہمیشہ یہ طریقہ رہا ہے کہ ایک سپیکر کی رولنگ دوسرے سپیکر کے سامنے پیش کی جاتی ہے اور پیش کی جا سکتی ہے اور اس کو تسلیم بھی کیا جا سکتا ہے آج یہ ہم سے وعدہ کریں کہ جتنے گھنٹے وزیر اعظم صاحبہ پارلیمنٹ میں متواتر بیٹھیں گی میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ اتنے ہی گھنٹے وزیر اعلیٰ صاحب بھی یہاں بیٹھیں گے۔

(قطع کلامیاں)

جناب سپیکر ، آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز ۔ راہی صاحب' راہی صاحب

جناب فضل حسین راہی ، جناب والا! پارلیمنٹ میں سپیکر صاحب نے ایک فاضل ممبر کو جھاڑ دیا اور کہا کہ آپ آرام سے بیٹھیں آپ غیر ضروری مداخلت کر رہے ہیں اگر آپ اس قسم کی روایات یہاں بھی قائم کریں تو بہتر ہو گا رانا صاحب ہمیشہ بلاوجہ مداخلت کرتے ہیں۔

جناب سپیکر ، راہی صاحب! آپ تشریف رکھیں گے۔ آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز۔

چودھری نذیر احمد ، جناب والا! میں ڈویلپمنٹ کے بارے میں عرض کر رہا تھا ہمارے پچھلے تین سال دور میں اتنی ڈویلپمنٹس ہوئی ہیں میں دعویٰ سے کہہ سکتا ہوں کہ.....

جناب سپیکر ، اس بارے میں میں جناب وزیر قانون سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس بات کی بارہا اس ایوان میں نشاندہی کی گئی ہے کہ بجٹ اجلاس میں وزراء صاحبان اور مشیر صاحبان کا یہاں تشریف لا ایک ضروری بات ہے یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ کوئی رکن اس کو بلاوجہ تضحیک کا باعث بنانا چاہتا ہے بلکہ ان کی عزت ہی اس ایوان سے وابستہ ہے ان کا یہ مقام اسی ایوان کی وجہ سے ہے اور ان کی اس ایوان میں تشریف آوری بہت ضروری ہے اور اس ایوان کی کارروائی کو زیادہ بامقصد بنانے کے لیے ان کی حاضری بہت ضروری ہے اور میں آپ کے توسل سے یہ کہنا چاہوں گا کہ وزراء صاحبان ایڈوائزر صاحبان پارلیمنٹری سیکرٹری صاحبان خاص طور پر افسران اور رولنگ پارٹی کے وزراء کو ایوان میں ضرور تشریف لانا چاہیے اور ایوان میں اپنی حاضری کو یقینی بنانا چاہیے---------- چودھری نذیر احمد صاحب۔

چودھری نذیر احمد ، جناب والا! میں یہ بات دعوٰی سے کہہ سکتا ہوں کہ جتنی ڈویلپمنٹس ہمارے پچھلے تین سال دور میں ہوئی ہیں اس سے پہلے 38 سال میں اتنی ڈویلپمنٹس نہیں ہوئی تھیں اور اب جو ہماری یہ اسمبلی تقریباً ڈیڑھ سال سے چل رہی ہے اس میں ہماری ڈویلپمنٹس کچھ کم ہو گئی ہیں کیونکہ ہمیں اتنی سکیمیں نہیں ملتیں اور سنٹر سے پیسہ نہیں ملتا تو اس لحاظ سے ظاہر ہے کہ یہ سکیمیں کچھ کم ہی چلیں گی۔ جناب والا! ہمارے مقابلے میں پیپلز پارٹی والوں نے پیپلز پروگرام چلا رکھا ہے تو جناب والا پیپلز پروگرام کا یہ حال ہے کہ یہ اپنے ہی بندوں کو ٹھیکے دیتے ہیں۔ ٹھیکے دار انہوں نے اپنے ہی بنا رکھے ہیں اس کے ایڈمنسٹریٹر اپنے بنا رکھے ہیں اور پنجاب حکومت اس میں رکاوٹ اس لیے ڈال رہی تھی کہ پیپلز پروگرام کا پیسہ محکموں کی وساطت سے خرچ کیا جائے۔ پنجاب حکومت کا مطالبہ میں سمجھوں گا کہ ہر عقل مند اور شعور رکھنے والا یہ سمجھے گا کہ جائز ہے کیونکہ محکموں کی وساطت سے کام کیوں نہ کرایا جائے گورنمنٹ کے اتنے محکمے ہیں اور وہاں پر اتنے افسر، اتنے اہل کار، اتنی گاڑیاں اور اتنے کام کرنے والے لوگ موجود ہیں تو پھر یہ کیوں اپنے اپنے لوگوں کو ٹھیکے دے دیں اور اپنے ہی آدمیوں کو ایڈمنسٹریٹر بنا دیں اور یہ صرف پیسے کو اپنی جیبوں میں ڈالنے کے لیے یہ کام کرتے ہیں۔ سندھ اور سرحد میں پیپلز پروگرام محکموں کے ذریعے سے عمل در آمد کیا جا رہا ہے جبکہ

پنجاب اور بلوچستان میں یہ اپنے ورکروں کے ذریعے اس پر عمل درآمد کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور میں تو یہ کہوں گا کہ یہاں پر ہمارے ہاں تو صرف اور صرف ٹی۔وی کی سکرین پر ہی کام ہو رہا ہے ہم نے کہیں نہیں دیکھا کہ یہ کام احسن طریقے سے چل رہے ہوں۔ جناب والا! میرے پاس ایسی مثالیں موجود ہیں کہ جہاں پر پیپلز پروگرام کے ذریعے سے کام ہوئے وہاں پر خرچ تو بیس ہزار ہوا مگر ظاہر کیا گیا کہ ایک لاکھ روپے خرچ ہوئے۔ تو جناب والا! ہم یہ نہیں چاہتے کہ ہماری قوم کا پیسہ اس طرح سے ضائع ہو اور یہ لوگ اپنے ٹھیکے داروں کی ٹھیکے داری کو چمکانے کے لیے پیسے کا ضیاع کریں کچھ ان کی جیبوں میں ڈالیں کچھ ورکز کی جیبوں میں ڈالیں اور کچھ اپنی جیبوں میں ڈالیں ہم اس پروگرام کی ضرور مخالفت کریں گے اور اس لیے کریں گے کہ یہ کام پنجاب حکومت اور مرکز کی حکومت کے محکموں کے ذریعے سے ہونے چاہییں اگر یہ سرکاری محکموں کے ذریعے نہ ہوں گے تو ہم کم از کم اس کی مخالفت کریں گے۔

اس کے علاوہ جناب والا! ہماری حکومت نے بارانی علاقوں کی ترقی کے لیے ایک خطیر رقم رکھی ہے جب کہ اس سے پہلے اتنی زیادہ رقوم نہیں رکھی جاتی تھیں۔ جناب والا! اگر ہمارے بارانی علاقوں میں ڈویلپمنٹ ہو گی تو ظاہر ہے کہ ہمارے ملک کی آمدن میں اضافہ ہو گا اور لوگ خوشحال ہوں گے۔ تو یہ بھی ہماری پنجاب حکومت کا ایک احسن قدم ہے اس کے علاوہ جہیز فنڈ قائم کیا ہے بیت المال قائم کیا ہے۔ معذور افراد کی بحالی کے لیے ہماری حکومت نے فنڈز رکھے ہیں اور ہماری حکومت نے معذور اور نادار طلباء کے لیے ایک سپیشل کالج بنا رکھا ہے سات مرلہ اور تین مرلہ پلاٹس کی تقسیم کی ہے۔ جناب والا! میں ان کو چیلنج کروں گا کہ یہ بتائیں کہ ان کی مرکزی حکومت نے ہمارے مقابلے میں کون سے فلاحی کام شروع کر رکھے ہیں جن سے غریب عوام کو فائدہ ہو غریبوں کا نام لے کر اور غریب غریب کی رٹ لگا کر یہ لوگ صرف اور صرف پیسہ اپنی اپنی جیبوں میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ اس کے علاوہ سندھ میں پنجابی، پختون اور مہاجر کا جو حال ہو رہا ہے وہ بھی ان کے سامنے ہے جناب سلمان تاثیر صاحب نے پچھلے دنوں رحیم یار خان کا معائنہ کیا اور وہاں پر انہوں نے ٹیلیویژن پر بڑی خوبصورت فوٹو بنوائی ہے تو جناب والا یہ ادھر کہہ رہے تھے کہ ان کیمپوں میں کوئی بندہ نہیں

صرف 64 اور 65 آدمی ہیں تو میں آپ کی وساطت سے ان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ صرف ٹرکوں کے ذریعے پنجاب میں آنے والے پندرہ ہزار آدمی تھے ٹرکوں کے علاوہ لوگ وہاں سے کاروں، ویگنوں، جیپوں اور ٹرینوں میں آنے والوں کی تعداد اس کے علاوہ ہے اور وہاں پر ایک مقام کوٹ صدر کے مقام پر ایک کیمپ بنایا گیا ہے جہاں پر سندھ سے آنے والے لوگوں کو فرسٹ ایڈ دی جاتی ہے اور ان کی enrolment کی جاتی ہے اس کے بعد وہ لوگ پنجاب میں اپنے اپنے عزیز و اقارب کے پاس چلے جاتے ہیں اور جا کر پناہ حاصل کرتے ہیں تو جناب والا سندھ میں، ہمارے ملک میں اگر ایسا کوئی واقعہ ہو رہا ہے تو یہ شرم ناک بات ہے اور جو ٹی۔وی پر اپنی فوٹو بنوا کر یا ایسا بیان دیکر سستی شہرت حاصل کرنا چاہتے ہیں یا سیاسی سٹنٹ بنانا چاہتے ہیں میں کہوں گا کہ یہ ان کے لیے بھی افسوس ناک ہے اور انہیں بھی اس بات پر شرم آنی چاہیے ایسا بیان دینے سے گریز کرنا چاہیے جو ہمارے بھائی ہیں اور ان کے بھی بھائی ہیں ہم یہ نہیں کہتے کہ پنجاب میں صرف ہمارا حق ہے پنجاب میں سب کا حق ہے ہمارے پٹھانوں کا حق ہے ہمارے پختونوں کا حق ہے۔ ہمارے سرحد کے باسیوں کا حق ہے اور سندھیوں کا حق ہے لیکن ہمارے بھائیوں کے ساتھ جو سلوک ادھر ہو رہا ہے اس کے لیے کم از کم انہیں اپنی حکومت سے کہنا چاہیے کہ یہ لوگ migrate ہو کر ادھر آ رہے ہیں کیا ان کا حق نہیں ۔ انہوں نے وہاں جا کر ان کی زمینیں آباد کی ہیں سندھ میں فیکٹریاں لگائی ہیں اور سندھ کے لوگوں کو کاروبار سیکھایا ہے تو جناب والا! میں یہ کہوں گا کہ ٹیلیویژن پر ایسی فوٹو بنوانا یا کوئی سیاسی بیان دینا کوئی اچھی بات نہیں ہے یہ عملی طور پر ان کی بہتری کے لیے کچھ کریں اور صوبہ سندھ میں حالات کو کنٹرول کرنے کے لیے کچھ کریں۔ صوبہ سندھ میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی وجہ سے ہمارے کاروبار ٹھپ ہو کر رہ گئے ہیں اور سندھ میں جو لوگ دوسرے صوبوں سے گئے ہوئے تھے وہ واپس آنا شروع ہو گئے ہیں اور انہوں نے ادھر آ کر اپنے چھوٹے موٹے کاروبار کرنے شروع کر دیئے ہیں ہمارے جو لوگ ادھر زمیندار تھے اب اگر وہ ادھر اپنی زمینیں بھی بیچنا چاہتے ہیں تو ان کی زمینوں کو کوئی نہیں خریدتا کیونکہ ان کا یہ خیال ہے کہ آخر انہوں نے ایک دن نکل ہی جانا ہے۔ تو جناب والا میں یہ عرض کروں گا کہ ایک ملک میں رہتے ہوئے یہ لسانی فسادات یہ تفرقے اور لوگوں کو ذلیل کرنا یہ

ایسی باتیں نہیں ہونی چاہییں تو میں ان سے یہ استدعا کروں گا کہ یہ اپنی حکومت سے کم از کم یہ تو کہیں کہ وہ وہاں پر امن عامہ تو بحال کرے۔

جناب والا! ہماری حکومت کی طرف سے لوکل کونسل کو سپیشل گرانٹ دینے کے بارے میں کہا جا رہا ہے یہ بھی پنجاب میں یا پاکستان میں پہلی دفعہ ہوا ہے کہ پنجاب حکومت نے اس کے لیے ایک خطیر رقم رکھی ہے تاکہ یونین کونسلز، ٹاؤن کمیٹیز میونسپل کمیٹیز ضلع کونسلز اور میونسپل کارپوریشن کو مالی طور پر مستحکم کیا جائے اور ان سے کچھ کام لیا جائے۔ جناب والا! سندھ میں لسانی فسادات کے متعلق میں یہ کہوں گا کہ یہ بھٹو صاحب کے دور سے شروع ہوئے ہیں اور یہ ان کی اپنی پیداوار ہیں۔ اب وہاں کے حالات ایک ایسا رخ اختیار کر چکے ہیں جن کو کنٹرول کرنا ان کے لیے بھی مشکل ہے۔ جناب والا! یہ اپنی پیداوارکو خود ہی کنٹرول کریں کسی کے کھاتے میں کیوں ڈالتے ہیں۔ اس کے علاوہ سلمان تاثیر صاحب نے ایک بات یہ بھی کہی تھی کہ یہ لوگ ادھر آ نہیں رہے ان کا کہاں ٹھکانہ ہے تو پنجاب کے لوگ جو کہ سندھ سے آتے ہیں یہ پنجاب میں ہی آئیں گے اپنے عزیز و اقارب کے پاس آئیں گے۔ یہ کوئی ایسے تو نہیں کہ جیسے وزیر اعظم صاحبہ نے اپنا گھر باہر بنا رکھا ہے اور وہ ادھر جا کر اپنا ٹھکانہ کر لیں گی لیکن ان لوگوں نے تو ادھر ہی آنا ہے اور ان پر ایسی تنقید کرنا بجا نہیں۔ اس کے علاوہ وزیر اعلیٰ کے صوابدیدی فنڈ پر اعتراض کیا جاتا ہے تو جناب والا ان لوگوں کو اعتراض کرنے سے پہلے یہ تو دیکھنا چاہیے کہ باقی صوبوں کے وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کے لیے بھی بے بہا صوابدیدی فنڈز ہیں تو یہ ہر وزیر اعلیٰ اور وزیر اعظم کا حق ہوتا ہے اور ان پر انہیں خواہ مخواہ کا اعتراض نہیں کرنا چاہیے جب بھی کوئی بولتا ہے تو وہ اس پر اعتراض کرتا ہے خاص طور پر سلمان تاثیر صاحب صوابدیدی فنڈ پر بہت اعتراض کرتے ہیں تو جناب والا! یہ فنڈز ہمارے صوبے میں اور ہمارے ملک میں استعمال ہوتے ہیں۔ چیف منسٹر صاحب سے ڈائریکٹو جاری ہوتے ہیں تو یہ ہمارے ترقیاتی کاموں کا حصہ ہیں۔ یہ کوئی وزیر اعلیٰ صاحب علیحدہ اپنی کسی جگہ پر جا کر نہیں لگا لیتے۔

جناب والا! اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ جب سے پیپلز پارٹی کی حکومت آئی ہے

مہنگائی بھی عروج پر ہے۔ جناب والا! میں صرف ایک مثال دوں گا کہ آپ ایک ٹریکٹر کو لے لیجیے۔ 1988ء میں جب الیکشن ہوئے تو میسی ٹریکٹر کی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی اور اب وہی قیمت پونے دو لاکھ روپے سے تجاویز کر گئی ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹی موٹی ضروریات زندگی کو لے لیجیے صابن کی ٹکیہ کو لے لیجیے اس کی قیمت تقریباً ڈبل ہو چکی ہے تو یہ قیمتیں تو مرکز کے کنٹرول میں ہیں۔ صوبے کے کنٹرول میں تو نہیں تو جناب والا! انہیں اس طرف بھی دھیان دینا چاہیے اگر یہ مہنگائی اس طرح بڑھتی جائے گی تو پھر یہ زمیندار' یہ کاشت کار' یہ مزدور اور اس ملک کے رہنے والے اپنی سفید پوشی سے بھی تنگ آ جائیں گے اور پھر نہ جانے اس کا کیا نتیجہ نکلے۔

جناب والا! اس کے بعد میں یہ عرض کروں گا کہ بجٹ میں مرکزی حکومت نے اس وقت تو مناسب حد تک ٹیکسیشن کی ہے لیکن مارچ اپریل میں کھاد' بیج' ادویات اور دوسری چیزوں کی قیمتوں میں اضافہ کر دیا گیا ہے اور ہمیں خدشہ ہے کہ اگر ان چیزوں پر بجٹ میں اب اضافہ نہیں ہوا تو یہ اکتوبر' نومبر میں پھر اضافہ کریں گے۔ میں آپ کے توسط سے ان سے یہ گزارش کروں گا کہ یہ اضافہ کو روکیں۔ خدا کا خوف کریں۔ کچھ ہوش کے ناخن لیں اور ہمیں اس ملک میں جینے کا حق دیں۔ ہم سے مراد میری یہ ہے کہ آپ بھی اس میں ہیں۔ غریب عوام بھی اس میں ہے اور امیر عوام بھی اس میں ہے تو ہمیں جینے کا حق دینا چاہیے۔

جناب والا! اس کے علاوہ لاء اینڈ آرڈر کا مسئلہ ہے اس پر بہت اعتراض کیا گیا ہے کہ پولیس کو اتنے پیسے دے دیئے گئے ہیں۔ فلاں ایڈمنسٹریشن کو اتنے پیسے دے دیئے گئے ہیں۔ میں کہوں گا کہ اس سے بھی زیادہ رقوم دینی چاہییں۔ لیکن جب ان کو آپ رقوم دیتے ہیں تو پھر ان پر ذمہ داری بھی متعین کرنی چاہیے کہ جناب ہم نے آپ پر اتنا خرچہ کیا ہے۔ آپ کو گاڑیاں دی ہیں۔ آپ کو دفتر مہیا کیے ہیں تو آپ لاء اینڈ آرڈر کنٹرول کریں۔ ہماری لاء اینڈ آرڈر کی صورت حال آئیڈیل تو نہیں لیکن کنٹرول میں ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ انہیں مزید فنڈز دے کر صورت حال کو آئیڈیل بنایا جائے تاکہ یہ ہمارے ملک اور ہمارے صوبہ میں کنٹرول میں رہے اور جرائم کی بیخ کنی کی جا سکے۔

جناب سپیکر : چودھری صاحب شکریہ۔۔۔ جناب علی ہارون شاہ صاحب۔

سید ناظم حسین شاہ ، جناب سپیکر! میری ایک درخواست ہے۔ یہ اب ٹائم بھی آپ دیکھ لیں۔ پتا نہیں ہمارے بھائی شاید اس جوش میں ہیں کہ ہمیں بھوکا رکھ کر ہمیں مارنا چاہتے ہیں یا کیا کرنا چاہتے ہیں تو میری گزارش یہ ہے کہ اگر میرا نام آج آنا ممکن نہیں تو کل صبح مہربانی کر دیں تو میں آپ کا ذاتی طور پر بڑا مشکور ہوں گا۔ ویسے جناب والا بھوکے پیٹ سے تو بیڑا اچھا لڑتا ہے مگر یہ پتا نہیں ہم سے کیا سلوک کرتے ہیں؛ یا تو کوئی لنچ کا بندوبست کرلیں۔ دریشک صاحب ویسے بھی ماشاء اللہ سردار ہیں اور دوسرے ہمارے سردار امجد حمید دستی صاحب ہیں بلوچوں کی ویسے بھی مہمان نوازی مشہور ہے۔ دونوں بلوچ سردار ہیں۔ یہ اپنی سرداری کا بھی ثبوت دیں۔ مہمان نوازی کا بھی ثبوت دیں----

جناب سپیکر ، سید علی ہارون شاہ صاحب۔

چودھری محمد ظہیر الدین خان ، جناب سپیکر! ہر رکن کی تقریر کا وقت 10 منٹ ہے ۔ میرے خیال میں شاہ صاحب آج تقریباً 18/17 منٹ تک اعتراضات کر چکے ہیں آپ ان کو آج ٹائم دے ہی دیتے تو اچھا تھا۔ خاصا وقت ضائع کر لیا ہے۔

جناب سپیکر ، شاہ صاحب! آپ کی ابھی اس نشست میں تقریر نہیں ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ سیکنڈ ٹائم سیشن ہو۔ (قطع کلامیاں) آرڈر پلیز ۔ آرڈر پلیز-----

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، پوائنٹ آف آرڈر ۔ جناب سپیکر! یہ مجھے ایک لفافہ عید کارڈ کے طور پر بھیجا گیا ہے۔

آوازیں ، پیپلز پارٹی والوں نے بھیجا ہے ۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، اگر تو پیپلز پارٹی والوں نے بھیجا ہے تو بڑی شرم کی بات ہے۔

آوازیں ، یہ اصلاح کے لیے ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی ، یہ اگر اصلاح کے لیے ہے تو وہ ہم کوشش کر رہے ہیں کہ عریانی، فحاشی اور بے حیائی کو ہمیں مل کر دور کرنا چاہیے۔

آوازیں ، کارڈ دکھایا جائے ۔

(اس مرحلہ پر کارڈ پر بنی ہوئی تصویر دکھائی گئی)

جناب سعید اکبر خان : یہ مولانا صاحب کو گم راہ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی : یہ ڈاک کے ذریعے بھیجا گیا ہے۔ (قطع کلامیاں)

جناب سپیکر : آپ نہیں چاہتے کہ سید علی ہارون شاہ صاحب اپنی تقریر آج کر لیں۔ (قطع کلامیاں)

میاں محمود الحسن ڈار : جناب سپیکر! میرا نام بھی آپ کے پاس ہے مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ درجہ بندی کیسے چل رہی ہے۔ میرا نام آج صبح دوسرے نمبر پر تھا اور ابھی تک میں یہاں بیٹھا اپنی باری کا انتظار کر رہا ہوں۔ آپ رجسٹر پر دیکھ لیں نذر کیانی صاحب کے بعد میرا نام تھا لیکن مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ کیسے انصاف ہو رہا ہے یا آپ ہمیں بتا دیں کہ ہم نے اپنی تقریر نہیں کرنی تو پھر ہم تیاری نہ کریں۔ ہم اتنا پلندہ اٹھا کر لائے ہیں کہ ان کا پول کھولیں گے کچھ تھوڑا بہت ان کو خیال آئے گا لیکن ایسے لگتا ہے کہ یہ سب کچھ ایسے ہی ہم اپنے ساتھ واپس لے جائیں گے یا تو مہربانی کریں کہ ٹائم بڑھا لیں یا پھر صبح کے لیے اگر آپ مجھ سے وعدہ فرمائیں کہ مجھے ٹائم دیں گے تو میں آ جاؤں گا ورنہ پھر میں نہیں آؤں گا۔

جناب سپیکر : میں تو کہتا ہوں کہ شام کا سیشن کرنا پڑے گا اس کے بغیر بات نہیں بنے گی اگر آپ سب صاحبان بات کرنا چاہتے ہیں تو پھر شام کا سیشن کرنا پڑے گا۔ جو صاحبان چاہتے ہیں کہ آج شام کا سیشن کیا جائے وہ مجھے بتائیں کہ آج شام کا سیشن کیا جائے۔

معزز ایوان : کل دو سیشن کر لیں۔

جناب سپیکر : کل دو سیشن کر لیں۔ سردار صاحب آپ کا کیا خیال ہے؟

وزیر قانون : جناب والا! صورت حال یہ ہے کہ پرسوں سوا ایک بجے کے قریب حزب اختلاف کی طرف سے کوئی سپیکر بولنے والا نہیں تھا۔ میں رانا صاحب کے پاس بیٹھا تھا میں نے انہیں بھی اس چیز کی نشان دہی کی تھی کہ جب آخری ایک دو دن بچیں گے تو پھر یہ پریشانی ہو گی کہ بولنے والے زیادہ ہوں گے اور وقت کم ہو گا تو اب جناب والا! کو ہی صحیح اندازہ ہے کہ بولنے والے کتنے ہیں میں تو یہ

گزارش کروں گا کہ اگر یہ مہربانی کر کے آج شام کو بولنا پسند کریں تو آج شام کا سیشن رکھ لیا جائے اور پھر اگر کوئی معزز اراکین بچ گئے تو کل آپ کے پاس ٹائم ہو گا کہ آپ اس پر سوچ سکتے ہیں۔ اگر کل صبح بھی یہی صورت حال رہی کہ گیارہ بجے تک تحاریک استحقاق ہم نپٹاتے رہے اور جنرل ڈسکشن شروع نہ ہوئی۔ تو آپ کو علم ہے کہ دو تین گھنٹے میں 40,30 آدمی کیسے بولیں گے اور اگر شام تک بھی ممکن ہے کہ مقرر پورے نہ ہو سکیں۔ تو میری گزارش ہے کہ آج شام کا اجلاس ہونے دیں۔ ہم آنے کے لیے تیار ہیں۔ ہم ان کی باتیں سننے کے لیے تیار ہیں۔ تو میں یہ ان سے گزارش کرتا ہوں کہ آپ اسمبلی کارروائی میں زیادہ سے زیادہ حصہ لیں۔ یہ تو بلکہ ہمیں کہنا چاہیے تھا۔ ہم کہیں کہ ٹھیک ہے شام کا اجلاس نہ ہو اور ابھی تو ڈار صاحب نے ہمارے ڈھول کا پول کھولنا ہے۔ ہم ان سے کہتے ہیں کہ وہ ہمارے ڈھول کا پول کھولیں ۔ آپ تیار ہو کر آئیں شاید ہمیں کوئی سمجھ آجائے اور وہ اس بات پر آمادہ نہیں ہوتے ہیں تو آج شام کو سیشن کریں ہم آنے کے لیے تیار ہیں اور ان کو بولنا چاہیے۔

جناب محمد وصی ظفر ، جناب سپیکر! میں لاء منسٹر صاحب کی تھوڑی سی تصحیح کر لوں کہ ہماری فہرست سے تو روزانہ مقرر پینڈنگ چلے آ رہے ہیں۔ پہلے دن بھی جب انہوں نے فرمایا تھا کہ مقررین نہیں۔ اس دن بھی ہماری لسٹ سے مقرر باقی بچ گئے ہیں۔ ہمارے مقررین کی تعداد پہلے دن بھی زیادہ تھی اور ابھی پینڈنگ ہیں ۔ آج شام بھی اجلاس کر لیں اور اس کے بعد اگر کل ضرورت پڑے تو کل بھی کر لیں۔

جناب سپیکر ، تو پھر ٹھیک ہے آج شام کو سیشن ہو گا اور یہ اجلاس شام پانچ بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس شام پانچ بجے تک کے لیے ملتوی کیا گیا)

صوبائی اسمبلی پنجاب

(صوبائی اسمبلی پنجاب کا گیارہواں اجلاس)

منگل، 19۔جون 1990ء

(سہ شنبہ، 25 ذی القعد 1410ھ)

صوبائی اسمبلی پنجاب کا اجلاس، اسمبلی چیمبرز، لاہور میں شام 6 بجے منعقد ہوا۔ جناب ڈپٹی سپیکر سردار حسن اختر موکل کرسی صدارت پر متمکن ہوئے۔

تلاوت قرآن پاک اور ترجمہ قاری عمور احمد ایوبی نے پیش کیا۔

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ O

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O

فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا وَقِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ ﴿٢٧﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ
اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَمَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ
مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٨﴾ قُلْ هُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِهٖ وَعَلَيْهِ
تَوَكَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿٢٩﴾ قُلْ
اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ﴿٣٠﴾

سورۃ الملک آیات 27 تا 30

پھر جس وقت اسے اپنے قریب آتے دیکھیں گے تو کافروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور انھیں کہا جائے گا کہ یہ ہے جس کا تم بار بار مطالبہ کرتے تھے آپ فرمائیے (اے منکرو) ذرا غور تو کرو اگر اللہ تعالیٰ مجھے اور جو میرے ساتھ ہیں کو ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرما دے تو کون بچائے گا۔ کافروں کو دردناک عذاب سے فرمائیے وہ (میرا خالق) بڑا ہی مہربان ہے ہم اسی پر ایمان لائے ہیں اور اسی پر ہم نے توکل کیا ہوا ہے بس عنقریب تمہیں پتہ چل جائے گا کہ کھلی گمراہی میں کون ہے۔ آپ پوچھئے اگر کسی صبح تمہارا پانی زمین کی تہہ میں اتر جائے تو تمہیں میٹھا صاف پانی کون لادے گا۔

وما علینا الا البلاغ۔

میزانیہ بابت 91-1990ء پر بحث

جناب ڈپٹی سپیکر ، جناب خالد لطیف کاردار صاحب ۔ (معزز ممبر تشریف فرما نہیں تھے)۔

نوابزادہ غضنفر علی گل ، جناب والا! پریویلج موشن شروع کر لیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی پریویلج موشن؟

نوابزادہ غضنفر علی گل ، نہیں جناب تقاریر ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، تقاریر ہیں تو پھر نام تو پکارنا پڑے گا۔

نوابزادہ غضنفر علی گل ، جناب والا! فلور جناب ہارون شاہ صاحب کے پاس تھا۔ ان کے بعد میرا نام ہے۔ میں تین دن سے انتظار کر رہا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، آپ کا؟

نوابزادہ غضنفر علی گل ، جی ہاں ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، یہ لکھا ہوا ہے اور ٹک مارک ہوا تھا۔ میں سمجھا کہ شائد آپ بول چکے ہیں۔ شاہ صاحب۔ آپ بسم اللہ کیجئے۔

چودھری محمد وصی ظفر ، جناب والا! یہ علیحدہ سیشن ہے یہ continuation of that session تو نہیں۔ لہذا آپ کو پہلے پریویلج موشن لینی چاہیے۔ یہ اس سیشن کی continuation نہیں۔ اس طرح تو کل بھی continuation نہیں ہو گی۔ (قطع کلامیاں)

جناب ڈپٹی سپیکر ، شاہ صاحب! آپ بسم اللہ کیجئے۔

سید علی ہارون شاہ ، جناب سپیکر! شکریہ کہ آپ نے مجھے یہ موقع فراہم کیا کہ میں اس بجٹ اجلاس میں اپنے خیالات کا اظہار کر سکوں۔ یونہی میں آپ سے اس بات کی اجازت چاہوں گا کہ اپنی تقریر کے دوران مجھے انگریزی کا لفظ استعمال کرنا پڑے تو اس کی مجھے اجازت دی جائے۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی شاہ صاحب! بسم اللہ کیجیے۔

سید علی ہارون شاہ : جناب والا! اس ملک میں ایک طویل اور صبر آزما عرصہ کے بعد جمہوریت کی بحالی ہم نے دیکھی ہے اور پاکستان کے عوام، صوبہ پنجاب کے عوام بجا طور پر ہماری طرف نظریں لگائے بیٹھے ہیں اوراس بات کی ان کو ہم سے توقع ہے کہ ہم بحالی جمہوریت کے بعد ان کے لیے، پنجاب کی عوام کے لیے کیا کرتے ہیں۔ وہ اس بات میں بالکل صحیح ہیں کہ وہ اس انتظار میں ہیں کہ جمہوریت ان کے لیے کیا پھل لاتی ہے۔ جناب والا! ایک منتخب حکومت جو کہ عوام کے ووٹوں سے منتخب ہو کر آتی ہے وہ ہمیشہ یہی چاہتی ہے کہ منتخب ہونے کے بعد عوام کی توقعات کے مطابق پوری اترے۔ عوام کے مسائل حل کرے۔ اس کے علاوہ اس منتخب حکومت کے پاس اور کوئی چارہ کار نہیں ہوتا۔ جناب والا! میں یہاں یہ کہنا چاہوں گا کہ اندھیرے سے اٹھنے والے آمر کی کوئی ہم دردی ایک منتخب حکومت کے ساتھ نہیں ہو سکتی۔ آج جناب والا! پاکستان میں اسی سوچ کے تحت پاکستان کے عوام یہ چاہتے ہیں کہ اس صوبے میں پنجاب کے عوام یہ چاہتے ہیں کہ اس صوبے کے اندر اس قسم کی اقتصادی پالیسیوں کو عمل میں لایا جائے اور اس طریقے سے اس ملک کی معیشت کی اور اس صوبے کی معیشت کی اصلاح کی جائے جس سے کہ ان کی امیدیں وابستہ ہیں اور وہ چاہتے ہیں کہ ان کے مسائل حل ہوں۔ لیکن جناب والا! بدقسمتی سے اس وقت صوبہ پنجاب اس سارے قومی سوچ کے دھارے سے کٹ کر بہت پیچھے چلا گیا ہے اور یہاں کے عوام بے حد مایوس ہوئے ہیں کہ صوبہ پنجاب کے اندر جس قسم کی مرکز گریز سیاست کو اختیار کیا گیا ہے اس کی وجہ سے ان کو بے حد مایوسی ہوئی ہے۔ جناب والا! یہی وجہ ہے کہ کچھ دن پہلے اس ایوان کے اندر جو بجٹ پیش کیا گیا تھا اور جو زیر بحث ہے وہ بجٹ qualitative اعتبار سے کسی بھی اقتصادی پالیسی کا آئینہ دار نہیں۔ جناب والا! وہ ایک محکمانہ تشخص اور رجحان رکھنے کا ہیر پھیر ہے۔ اس کے اندر کوئی بھی آپ کو جدید اقتصادی پالیسی نظر نہیں آئے گی اور نہ ہی جناب والا! وہ ایسی نئی سیاسی یا سماجی سوچ کا آئینہ دار ہے۔ جناب والا! وہ تو اس طرح لگتا ہے جیسے کسی منڈی کے آڑھتی کا بہی کھاتہ ہو اور جیسے پرانے رجسٹروں کو سامنے رکھ کر نئی رقموں کے اندراج سے تیار کیا گیا ہو۔ جناب والا! پنجاب میں اس وقت جس سوچ کی ہمیں ضرورت

ہے وہ وہی سوچ ہے جس طرح کہ پوری دنیا میں آپ دیکھیے کہ جو سوچ مشرقی یورپ سے چلی ہے اور پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے اور وہ سوچ جمہوریت کے لیے سوچ ہے اور وہ سوچ جناب والا خود مختاری کے لیے سوچ ہے اور اسی سوچ کے تحت پوری دنیا کے عاقل اور بالغ قومیں یہ چاہتی ہیں کہ وہ اپنے ملک کی معیشت کو خود مختاری اور خود انحصاری کی طرف لے کر چلیں۔ لیکن جناب والا! بدقسمتی سے پنجاب کے اندر اس طرح نہیں ہو رہا۔ پنجاب میں ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ مرکز گزیر پالیسی کے تحت جو کہ ہمارے ملک کے اندر اس وقت وفاقی حکومت نے بجٹ دیا ہے جس کے اندر جس سوچ کی میں نے بات کی ہے وہ آپ کو واضح طور پر نظر آتی ہے کہ وہاں وفاقی بجٹ کے اندر صنعت کاری پر اس ملک کو خود مختاری کی طرف لے جانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس ساری سوچ کو پیچھے ہٹانے کے لیے اس وقت پنجاب کے بجٹ کے اندر ایک بار پھر زرعی منڈی کے رجحان کو اختیار کیا گیا ہے اور کہیں بھی صنعت کاری یا اس کے ساتھ آپ یہ دیکھ لیجئے اور انرجی کی کہیں بھی بات نہیں کی گئی حالانکہ یہ آپ کو اچھی طرح یاد ہو گا کہ پچھلے بجٹ میں بجلی کی shortage کا بہت رونا رویا گیا تھا۔ لیکن اس دفعہ اس کا آپ دیکھ لیجئے کہ بجٹ کے اندر کوئی ذکر نہیں اس کے لیے ایک لفظ تک نہیں کہا گیا۔ جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ جو کوئی ملک اپنے products کو خام مال کے طور پر باہر فروخت کرتا ہے تو وہ کبھی بھی اس ملک کے حق میں نہیں جاتا۔ اس کی معیشت کے حق میں نہیں جاتا۔ اقتصادیات کے حق میں نہیں جاتا اور آج ہمارے ملک میں یہی ہو رہا ہے۔ ہم نے زراعت کو ترجیح دی ہے اور صنعت کاری کے لیے اس ملک کے اندر کچھ نہیں کیا۔ صوبے کے اندر جو بجٹ پیش کیا گیا ہے اس کے اندر صنعت کاری جس کا ذکر مرکزی بجٹ کے اندر ہے اس کے لیے صوبے کے اندر کچھ نہیں کیا گیا۔ آپ اس کا نقصان بھی دیکھیے کہ جب یہ خام مال باہر جاتا ہے تو اس سے فائدہ ہمیشہ بین الاقوامی سامراجیت کو ہی ملتا ہے اور اسی طریقے سے جب سابقہ دور میں جو کہ یہاں ہمارے وزیر خزانہ تھے اور جو میں سمجھتا ہوں کہ بین الاقوامی سامراجیت کے گماشتوں کی نمائندگی کرتے تھے اور ان کے تنخواہ دار ملازم تھے اور اسی طریقے سے جو ہمارے سابق وزیر خزانہ

میں سمجھتا ہوں وہ بین الاقوامی سامراجیت کے گماشتوں کی نمائندگی کرتے تھے اور ان کے تنخواہ دار ملازم تھے تو وہ اسی رجحان کو آگے لے کر آئے اور زراعت پر سارا زور دیا گیا اور Industrialization کی کہیں بھی بات نہیں کی گئی جناب والا! میں اس ذیلی یا امدادی Industrilization کی بات نہیں کر رہا جو ہمیشہ بین الاقوامی سامراجیت کی گماشتہ بن کر ایک کردار ادا کرتی ہے اور آپ کو اچھی طرح سے پتا ہے کہ ہمارے ملک اور خصوصاً ہمارے صوبے کے اندر کچھ فیملیاں اس قسم کی Industrialization کی نمائندگی کرتی ہیں میں اس کی بات نہیں کر رہا میں بات اس آزاد Industrialization کی کر رہا ہوں جس سے ہمارا ملک بھی بین الاقوامی سامراجیت کے چنگل سے آزاد ہو کر آبرو مند قوموں اور ملکوں کے اندر اپنی جگہ بنا سکے اور جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ کابل کے اندر حکمت یار کی حکومت بنانا ہمارے لیے بہت ضروری ہے اور اس قسم کے اقدام کیے گئے ہیں جناب والا! اس طرح آپ یہ دیکھیے کہ اس وقت صوبہ پنجاب میں جو رجحانات پائے جاتے ہیں وہ اسی قسم کے ہیں یا تو صوبہ پنجاب کو یہ چاہیے تھا کہ وہ اس قسم کی کوئی اقتصادی انقلابی پالیسی اختیار کرتا جس کی وجہ سے سارا ملک پنجاب سے lead لیتا۔ اور وہ اسی پالیسی کو اپنا کر آگے چلتے اگر ایک فیڈریشن کے اندر ایک صوبہ یہ کام نہیں کر سکتا اور اس قسم کا کردار ادا نہیں کر سکتا تو پھر اس صوبے کو یہ چاہیے کہ جو اقتصادی پالیسی مرکز دے اس کو دیانت داری سے اپنایا اور آگے بڑھایا جائے لیکن جناب والا! یہاں پر تو سوائے مارشل لاء کی باقیات کو تحفظ دینے کے ہمارے پنجاب کے اندر اور جو نور ہمارے پنجاب میں حکم ران ہے وہ اس کے سوا اور کچھ نہیں کر رہا اور آپ یہ دیکھیے کہ اس ملک کے اندر بجائے Industrialization کی پالیسی کو آگے بڑھایا جائے اس کو پیچھے دھکیل کر اس ساری چیز کو ایک مرکز گریز سیاست کا حصہ بنایا گیا ہے اور ہمارے ملک کو اس سے بے پناہ نقصان پہنچا ہے جناب والا! میں یہی کہوں گا کہ جب تک ہم کوئی حقیقت پسندانہ اقدام نہیں کریں گے اور پنجاب کے معروضی حالات کو سامنے نہیں رکھیں گے اس ملک اور عوام کی جو صحیح ضروریات ہیں ان کو مدنظر نہیں رکھیں گے اس وقت تک اور ہمیشہ اس قسم کے بجٹ آتے رہیں گے اور اس سے ہماری عوام کے مسائل حل نہیں ہوں گے۔

جناب والا! میں خسارے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں یہ ہم سب کو اچھی طرح پتا ہے کہ پچھلے سال بھی اس ایوان میں جو بجٹ پیش ہوا تھا وہ بھی خسارے کا بجٹ تھا اس سال بھی ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ خسارے کا ہی بجٹ پیش ہوا ہے۔ جناب والا! خسارے کی یہ کہانی 1981ء سے شروع ہوتی ہے جب پہلی دفعہ یہاں خسارے کا بجٹ پیش ہوا تھا اس کی کیا وجہ تھی؟ اس وقت آپ کو یاد ہے اس وقت اس ملک کے حکمران ضیاء الحق مٹری ڈکٹیٹر تھے۔ اور جناب یہ سب مانتے ہیں کہ وہ بہت طاقتور تھے اور وہ اس ملک کے عوام پر اپنی من مانی مسلط کرتے تھے اور جیسے چاہتے تھے ویسے ہی کرتے تھے لیکن وہ اپنے آپ کو کافی کمزور سمجھتے تھے کیوں اس لیے کہ ان کے پاس عوام کی support نہ تھی وہ عوام کے ووٹوں سے منتخب نہیں ہو کر آئے تھے بلکہ انہوں نے رات کے اندھیرے میں چور دروازے سے آ کر اس ملک کے اقتدار پر قبضہ کیا تھا جناب والا! یہ اسی کی وجہ تھی کہ جب انہوں نے یہ دیکھا کہ ان کی حالت مظبوط نہیں اور وہ حوصلے سے بات نہیں کر سکتے تو انہوں نے کھلی چھٹی دے دی اور جو چاروں صوبے شاہ خرچی چاہتے تھے وہ کرتے تھے اور وہ گرانٹس دے دے کر اور ایڈ دے کر ان کے خسارے کو پورا کرنے لگے اس وقت یہاں کے مٹری گورنر مجھے ان کا نام نہیں یاد آ رہا انہوں نے یہ فیصلہ کیا کہ پنجاب چونکہ ایک surplus صوبہ ہے اس میں اس قسم کی گرانٹس کا کوئی فائدہ نہیں لہٰذا انہوں نے بھی شاہ خرچیاں شروع کر دیں اور جناب والا! انہوں نے اس صوبے کے اندر خسارہ پیدا کرنا شروع کیا اور آپ یہ دیکھیے کہ اس وقت یہ اس طرح لگتا تھا کہ جیسے کوئی نواب اس صوبے کے اندر اس ملک کے اندر اپنی کوئی من مانی کر رہے ہوں اس طریقے کے ساتھ اس ملک کے چیف منسٹر اور یہاں کے چیف منسٹر مارشل لاء کے دور میں ایسا برتاؤ کرتے رہے یہی وجہ تھی کہ اس صوبے میں جہاں کا بجٹ ہمیشہ surplus ہوتا تھا یہاں بھی خسارے کا بجٹ آنا شروع ہو گیا اور یہ بات یہاں ہی نہیں رکی جتنا پیسہ پنجاب کے بنکوں میں تھا پنجاب کی حکومت کا تھا جتنی پنجاب حکومت کی بچت تھی وہ ساری کی ساری بچت کھائی پی گئی بلکہ بات یہاں بھی نہیں رکی پنجاب حکومت نے مرکز سے قرضے لینے شروع کر دیے اور اس حد تک قرضے لیے جتنے قرضے وہ لینے کے مجاز نہیں جو

مرکز کی طرف سے پنجاب حکومت کے لیے limits مقرر کی گئی تھیں پنجاب حکومت نے ان کو تجاوز کر کے اپنی آئینی حدود کو تجاوز کر کے خسارے کو قرضوں سے پورا کرنا شروع کر دیا اگر جناب والا! مرکزی حکومت اس قسم کے خسارے کی فینانسنگ بند کر دیتے یا قرضے دینے بند کر دیتے تو آپ یہ دیکھ لیجیے اس کا اثر یہ ہونا تھا تو آج وہ یہی کہتے کہ چونکہ پیپلز پارٹی کا دور ہے اور چونکہ پنجاب صوبے میں آئی جے آئی کی حکومت ہے مرکزی حکومت نے جان بوجھ کر اور پنجاب کے لوگوں کو نقصان پہنچانے کے لیے یہ قرضے بند کر دیے ہیں یہاں کی حکومت نے بالکل اس قسم کا پروپیگنڈا کرنا تھا اور قطع نظر اس بات کے یہ financial discipline پنجاب کی اقتصادیات میں اس وجہ سے introduce ہوئی اس چیز کو تو ہم بالکل کبھی سامنے لاتے ہی نہیں اس بات کا تو ہم کبھی ذکر کرتے ہی نہیں بلکہ سارے کا سارا اعتراض ہم مرکزی حکومت کے دروازے پر رکھ دیتے ہیں جناب والا! یہ پنجاب کے عوام کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی ہے اور اس سے ہمارے ملک کو بہت بڑا نقصان ہو رہا ہے اور مستقبل میں بھی ہو گا اس بجٹ تقریر کے اندر وزیر خزانہ صاحب نے اس بات کا ذکر کیا کہ deficit کے اوپر مرکزی حکومت نے freeze لگا دیا ہے جناب والا! یہ میں ان کو یاد دلانا چاہتا ہوں کہ پہلی دفعہ یہ freeze جونیجو صاحب کی حکومت میں کیا گیا تھا 88-87ء کے دوران پہلی دفعہ deficit پر freeze لگایا گیا تھا لیکن اس وقت بے چارے جونیجو صاحب کی کون مانتا سنتا تھا ان کو ایک شریف آدمی سمجھتے تھے لہٰذا ان کو in-effective سمجھا جاتا تھا اور جونیجو صاحب کی تو کسی نے نہ مانی سنی نہیں لیکن ملک کے حالات جب اس حد تک خراب ہو گئے اور صوبہ پنجاب کے حالات اس حد تک بگڑ گئے اور قرضے limits سے کئی گنا بڑھ گئے تو اس قسم کی financial discipline کو بحال کرنے کے لیے اگر مرکزی حکومت نے مجبوراً کوئی اقدام کیا ہے تو اس کو ہمیں سمجھنا چاہیے ماننا چاہیے اور صوبہ پنجاب میں ہمیں دوبارہ financial discipline بحال کرنا چاہیے اس کے بغیر ہم پنجاب کے عوام کی کوئی خدمت نہیں کر سکتے۔

جناب والا! اب میں تعمیر وطن پروگرام کا ذکر کرنا چاہوں گا افسوس تو اس بات کا ہے کہ

تعمیر وطن پروگرام میں جہاں اتنی بڑی بڑی رقمیں سنائی گئی ہیں اور اس پروگرام کے لیے مختص کی گئی ہیں آپ پورے پنجاب میں دیکھیے کہ سوائے اس کے پانچ نکاتی پروگرام کے ووٹ ہٹا دیے گئے ہیں اور تعمیر وطن پروگرام کے ووٹ لگا دیے گئے ہیں دراصل شاید ہی کہیں کوئی کام شروع ہوا ہو اور شاید ہی کہیں عوام کی فلاح و بہبود کے لیے کچھ کیا گیا ہو شاید یہ تعمیر وطن پروگرام اسی طرح چل جائے جس طرح کہ پہلے دور میں ہوتا تھا اس خیال سے یا تو یہ پیسہ خورد برد ہو رہا ہے یا اس کو سنبھال کر رکھا ہوا ہے کہ جب الیکشنز آئیں گے تو شاید اس وقت دکھاوے کے لیے اور لوگوں کے ووٹ لینے کے لیے دوبارہ یہ پیسہ عوام کے سامنے لا کر پھینکا جائے گا اور یہ کوشش کی جائے گی کہ عوام کے ووٹ حاصل کرنے کے لیے یہ پیسہ خرچا جائے اس سے شاید کچھ سڑکیں بن جائیں اور شاید نالیاں سیدھی ہو جائیں اور عوام کو ایک دفعہ پھر جتایا جائے اور پھر عوام سے اس طرح غلط بیانی کر کے دھونس اور دھاندلی کے ذریعے ووٹ حاصل کیے جائیں۔ جناب والا! یہ بہت بڑی بے انصافی ہے اور میں ٹریژری بنچز سے یہ کہنا چاہوں گا کہ وہ اپنے اس قسم کے پروگرام میں کبھی بھی کامیاب نہیں ہوں گے ہمارے پنجاب کے عوام بہت باشعور عوام ہیں وہ سب کچھ سمجھتے ہیں وہ اس طرح اس دفعہ ان کی باتوں میں نہیں آئیں گے۔

سید علی ہارون شاہ، ہمارے پنجاب کے لوگ بہ باشعور ہیں وہ سب کچھ سمجھتے ہیں۔ وہ اس دفعہ ان کی باتوں میں نہیں آئیں گے اور اگر انہوں نے دوبارہ انہیں حالات میں الیکشن لڑنے کی کوشش کی تو ان کو بڑی بری طرح شکست ہو گی۔ مجھے اس بات کا پوری طرح یقین ہے۔

جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ میں آپ کی وساطت سے ٹریژری بنچز والوں کو اور پنجاب کی حکومت کو ایک اپیل کرنا چاہوں گا کہ خدا کے لیے پنجاب کے عوام پر کچھ رحم کریں۔ پنجاب کی عوام کو National Politics میں، National Economy میں اس سوسائٹی کا حصہ بننے دیں۔ ان کو اس سارے دھارے سے کاٹ کر کہیں پیچھے نہ لے جائیں اور اس ساری معیشت سے، اس ساری سوچ سے، یہ ساری اقتصادیات ہمارے ملک کی ضروریات سے کاٹ کر پیچھے نہ لے جائیں ان کو بھی بھرپور

انداز میں ان ساری چیزوں میں حصہ لینے دیں۔ جناب والا! میرا اشارہ مرکز کی industrialization کی طرف ہے اس کو فروغ دینے کے لیے یہ صوبہ پنجاب کے اندر Industrial Homes بنیں۔ چھوٹی چھوٹی صنعتیں لگائی جائیں۔ اس کے لیے Small Industries Estate بنائی جائیں جناب والا! یہاں یہ چاہیے کہ لوگوں کو تکنیکی ٹریننگ فراہم کی جائے اور اس کے لیے یہاں ٹیکنیکل انسٹیٹیوٹ بنائے جائیں بجائے اس کے کہ ہم ان کو وہی پرانا فرسودہ تعلیمی نظام جو کہ ہمارے ہاں چلا آ رہا ہے اور جو آج کی ضروریات سے بہت پیچھے رہ گیا ہے اس کی ڈگریاں اٹھا کر لوگوں کو دے دیتے ہیں جن کا کہ ان کو کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب وائنڈ اپ کر لیں۔

سید علی ہارون شاہ، جناب آج تو کوئی ہے ہی نہیں۔ ٹائم کی کوئی قلت ہی نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کئی دوست تقریر کرنے کے لیے بیٹھے ہیں۔

سید علی ہارون شاہ، آج تو ہم لوگ یہ سوچ رہے تھے کہ شاید ہمیں اپنی ہی سائیڈ کی طرف بیٹھے ہوئے لوگوں کو تقریر سنانی پڑے گی۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اس لیے آپ ذرا دیکھ لیں کہ آپ نے کتنا ٹائم لیا ہے اور میں تو خاموش تھا لیکن کافی دوست بیٹھے ہیں اور کچھ دوست جن کا آج لسٹ میں نام نہیں وہ بھی بولنا چاہتے ہیں۔

سید علی ہارون شاہ، جناب! دو چار منٹ میں اور لوں گا۔ میں اپنی بات ختم کر لیتا ہوں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ گھڑی دیکھ لیں کہ آپ نے کتنا ٹائم لیا ہے؛ جو ٹائم طے تھا اس سے بھی غالباً دو گنا سے زیادہ آپ ٹائم لے چکے ہیں۔

سید علی ہارون شاہ، جناب! اگر یہاں پر زیادہ دوست بیٹھے ہوتے تو یقیناً میں نے یہی کرنا تھا۔ اب تھوڑا سا ٹائم مجھے آپ اور دے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، کیونکہ آپ کی بعد پھر کچھ ایسے سپیکر بھی بے چین ہیں کہ جنہوں نے بہت ہی

ٹائم لینا ہے۔

سید علی ہارون شاہ، جناب والا! میں آپ کے کہنے کے مطابق زیادہ ٹائم نہیں لیتا۔ میں یہی بات کر رہا تھا کہ اس عوام کو اس ملک کی معیشت میں اس ملک کی اقتصادیات میں ' اس ملک کی سیاست میں بھرپور انداز میں حصہ لینے دیا جائے۔ ان کو کسی اور انداز میں اس ساری چیز سے کاٹ کر پیچھے نہ لے جایا جائے۔ یہ اس صوبے کے عوام کے ساتھ بہت بڑی ناانصافی ہو گی۔

یہاں میں ایک دفعہ پھر آپ کی رسالت سے توجہ جمہوریت کی طرف دلواؤں گا اور اس ایوان میں جتنے میرے بھائی میرے ساتھ ' چاہے وہ ٹریژری بنچز ' چاہے اپوزیشن بنچز پر بیٹھے ہوں میں ایک بار پھر اس ملک کے اندر جمہوریت کی ضرورت کی طرف توجہ دلواؤں گا۔ جناب والا! ہم سب لوگوں کو یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ ہم عوام کے ووٹوں سے منتخب ہوئے عوام نے ہم کو یہاں پر اس لیے بھیجا کہ ان کے مسائل کا حل ڈھونڈیں۔ عوام یہ دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے آپ لوگوں کو منتخب کر کے اس ایوان میں قانون سازی کے لیے بھیجا ہے تاکہ ہم اس قسم کی قانون سازی کریں کہ اس عوام کے مسائل حل ہو سکیں لیکن جناب والا! اس کے ساتھ ساتھ پنجاب کے عوام ایک اور چیز بھی دیکھ رہے ہیں کہ ہم اس معزز ایوان کے اندر جا کر کس طریقے سے نمائندگی کرتے ہیں' کس قسم کی روایتیں ' کس قسم کی قدریں اپناتے ہیں کیونکہ عوام چاہتے ہیں کہ ہم اس قسم کی قدریں ' اس قسم کی روایتیں ' اس ایوان کے اندر قائم کریں۔ ہمارا کردار اس قسم کا ہو کہ جمہوری اداروں کو ہم اپنے کردار ' اپنی روایات کی وجہ سے ان اداروں کو مستحکم کریں۔ لیکن جناب والا! اگر ایسا نہیں ہوا تو عوام ہم سے بے حد مایوس ہو جائیں گے۔ ہم سب کو یہ یاد رکھنا چاہیے کہ ہم جب منتخب ہو کر آتے ہیں تو ہم کوئی status کسی کورٹ سے لے کر نہیں آتے۔ ہمارے حق میں عوام کسی اشٹام پیپر پر یہ نہیں لکھ دیتے کہ آپ منتخب ہو گئے ہیں اور ہمیشہ کے لیے آپ اسی پوزیشن میں رہیں گے۔ ایسا بالکل نہیں ہوتا اگر آج ہم منتخب ہو کر آئے ہیں تو کل وہی عوام ہمیں مسترد بھی کر سکتے ہیں۔ ہمیں یہ بات ہر وقت اپنے ذہن میں رکھنی چاہیے۔ جناب والا! جناب سپیکر نے جس دن بجٹ پیش ہوا وہ ساری

کارروائی حذف کر دی ہے اسی وجہ سے میں اس کا ذکر نہیں کر سکتا لیکن میں اس دن کا ذکر اس حوالے سے صرف ایک دو باتوں کی نشان دہی کرنے کے لیے کروں گا میں details میں قطعاً نہیں جاؤں گا۔ جناب والا! کیا ہم لوگ اس دن بھول گئے تھے کہ یہ معزز ایوان اس ملک کا سب سے پرانا قانون ساز ادارہ ہے اس کو اس وقت live coverage دی جا رہی تھی۔ ی تاریخ میں پہلی دفعہ کسی صوبے سے عوام کو live coverage دی گئی ہے اور اس پورے ایوان کی پرفارمنس پورا ملک دیکھ رہا تھا۔ کیا ہم یہ بات بھول گئے تھے۔ میرے دوست ٹریژری بنچز والی سائیڈ کے بھی بھول گئے تھے اور شاید ہم لوگ جو اس سائیڈ پر اپوزیشن بنچز پر بیٹھتے ہیں ہم بھی بھول گئے تھے۔ جناب والا! میں صرف ایک بات کی طرف اشارہ کروں گا کہ فرض کریں کہ کسی کو کوئی اعتراض ہو' کسی کو کس grievance کا redress ڈھونڈنا ہو تو جو جمہوری دور کے اندر Normal Channels کے ذریعے ہم کو ملنے والا انصاف بند کر دیا جائے تو جناب والا! جب وہ تمام راستے بند کر دیے جاتے ہیں مثلاً آپ دیکھیں تو کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ پولیس والے زیادتی کرتے ہیں نتیجتاً عوام ان کے خلاف مشتعل ہو جاتے ہیں اور یہ بھی سننے میں آتا ہے کہ کئی دفعہ تھانے کو آگ لگ گئی۔ توڑ پھوڑ ہو گئی وہ اس لیے ہوتا ہے کہ Normal Channels کے ذریعے ہم لوگوں کو انصاف مل سکتا ہے ' عوام کو انصاف مل سکتا ہے وہ بند کر دیے جاتے ہیں اس طرح جناب والا! میں صرف اس بات کا اشارہ کروں گا کہ اس دن بھی اگر چیئر کی طرف سے ایک آدھ رولنگ آ گئی ہوتی تو شاید میرے اپوزیشن بنچز پر بیٹھے دوست شاید اتنی frustration نہ feel کرتے اور جو کچھ ہوا میں اس کی قطعاً حمایت کے لیے نہیں کہہ رہا---

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! یہ آپ وہ مسئلہ discuss کر رہے ہیں جو ختم ہو چکا ہے۔

سید علی ہارون شاہ، جناب میں اس کو قطعاً discuss نہیں کر رہا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب اس مسئلے پر بات کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں کیونکہ یہ مسئلہ تو ختم ہو چکا ہے اور آپ پھر وہی لانا چاہتے ہیں۔

سید علی ہارون شاہ، جناب سپیکر! میں قطعاً اس بات کو discuss نہیں کر رہا۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میری گزارش ہے کہ آپ اب وائنڈ اپ کر لیں۔

سید علی ہارون شاہ، جی میں وائنڈ اپ کر رہا ہوں۔ جناب والا! میں یہی گزارش کرنا چاہتا تھا کہ میرا بات کرنے کا مقصد کسی دوست پر تنقید کرنا نہیں صرف یہی کہنا چاہتا تھا کہ ہم سب کو یہ سوچنا چاہیے کہ ہماری کوتاہی کی وجہ سے ' ہمارے کسی ایسے اقدام کی وجہ سے جمہوریت کا جو پودا ہم نے بڑی مشکل سے لگایا ہے اور اس ملک کے اندر لگا ہے اس کو اگر نقصان پہنچا اور میں خصوصاً اس بات کے لیے تمام دوستوں سے اپیل کروں گا جنہوں نے جمہوریت کے لیے جدوجہد کی ماریں کھائی اور جمہورت کے پودے کو اپنے خون سے سینچا ہے میں ان سے اس بات کے لیے مزید اپیل کروں گا کیونکہ ہمارے ملک میں اس قسم کے لوگ بھی ہیں جو کہ مارشل لاء کے دور میں مجلس شوری میں بھی جا کر بیٹھ جاتے ہیں۔ میں ان لوگوں سے نہیں شاید اپیل کر رہا لیکن میں ان لوگوں سے ان تمام right minded لوگوں سے جن کا یقین ہے کہ اس ملک کے اندر جمہوریت ناگزیر ہے اور وہ سمجھتے ہیں کہ اس ملک کو اگر چلانا ہے تو یہاں پر جمہوریت کا استحکام ضروری ہے۔ وہ اس بات کو مدنظر رکھیں کہ اگر ہماری وجہ سے جمہوریت کو کوئی نقصان پہنچا یا جمہوریت کا سلسلہ رک گیا تو پھر نہ صرف ہمیں اس ملک کے عوام بلکہ ہمیں تاریخ بھی معاف نہیں کرے گی۔ شکریہ

جناب ڈپٹی سپیکر، شاہ صاحب! شکریہ۔۔۔ صاحب زادہ مختار احمد صاحب۔

صاحب زادہ مختار احمد، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥ جناب سپیکر! میں آپ کا مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے اس فلور سے بولنے کا موقع دیا۔ جناب والا! اس سال بھی 9۔ جون کو حسب سابق ہر سال کی طرح وزیر خزانہ صاحب کے ہاتھ میں ایک کتابچہ دے دیا گیا اور انہوں نے اسے اس طرح پڑھ دیا جیسے وہ کسی انتخابی جلسہ میں ووٹ مانگنے کے لیے تقریر فرما رہے ہوں حالانکہ وزیر موصوف خود بھی نہیں جانتے تھے کہ اس کتابچے میں کیا لکھا ہوا ہے کیونکہ یہ سردار صاحبان حکومت کے بنچز پر بیٹھے ہوئے ' حکومت میں رہنا ان کی مجبوری ہے۔ خواہ کوئی بھی حکومت چاہے آئی جے آئی کی ہو یا کل

پیپلز پارٹی کو ہو یہ حکومت میں ہی ہوں گے اور سب کچھ سمجھنے اور دیکھنے کے باوجود یہ اپنی آنکھیں بند کیے رکھتے ہیں۔ جناب والا! بجٹ تو ہر سال تیار ہوتا رہتا ہے اور وہ بجٹ خواہ کسی ملک کا ہو' خواہ کسی صوبے کا ہو وہ اس کے سیاسی' سماجی اور معاشی حالات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔

جناب والا! اسی بجٹ کے سیشن میں پورے سال کے اخراجات اور آمدنی کا فیصلہ کیا جاتا ہے۔ ہر بجٹ سے پہلے یہ کہا جاتا ہے کہ حکومت کی یہ پوری کوشش ہے کہ غریب عوام پر اس کا بوجھ نہ پڑے۔ لیکن جناب والا! یہ تلخ حقیقت ہے کہ بجٹ کا براہ راست اثر غریب اور بے کس عوام پر پڑتا ہے۔ جناب والا! غریب عوام ہی بہر حال مسائل کا شکار ہوتے ہیں' اور ہر ٹیکس کا بوجھ غریب آدمی پر پڑتا ہے۔ جناب سپیکر! مارشل لاء اور غیر نمائندہ حکومت کے مسلسل تسلسل کے بعد جب عوام کو اپنے جمہوری طریقہ سے اپنی مرضی سے نمائندگان چننے کا موقع ملا تو ان کا یہ خیال تھا کہ اس طرح سے ہمارے مقدر سنور جائیں گے جس طرح سے ہمارے قائد جناب ذوالفقار علی بھٹو نے کہا تھا کہ پاکستان کے عوام کے مقدر میں یہ نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ جاہل رہیں' پاکستان کے عوام کے مقدر میں یہ نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ غریب رہیں' پاکستان کے عوام کے مقدر میں یہ نہیں ہے کہ وہ ہمیشہ بیمار رہیں' اور انہوں نے اپنے دور اقتدار میں معیشت میں اعداد و شمار کو نہیں پیسے کو نہیں بلکہ ہمیشہ انسان کو اہمیت دی' لیکن جناب والا! یہ بجٹ دیکھنے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ غریب غریب تر ہو جائے گا' جہالت میں اضافہ ہو جائے گا اور بیماریوں کا علاج سوائے اس کے کوئی نہیں رہ جائے گا کہ غریب سسک سسک کے مر جائے گا' جناب والا! ایک منتخب جمہوری دور میں بجٹ کا مرکز و محور عام شہری کو ہونا چاہیے لیکن بجٹ کی بڑی بڑی کتابوں میں ایسی ایسی اصطلاحات استعمال ہوتی ہیں جس کی غریب آدمی کو سمجھ ہی نہیں آتی ہے اور ایسے لگتا ہے کہ اقتصادیات پر ایک مخصوص طبقہ نے اپنی اجارہ داری قائم کر رکھی ہے۔ جناب والا! جس طرح سے دین اسلام اللہ تعالیٰ نے سب کے لیے اتارا لیکن ہمارے علمائے کرام نے اس کی تفسیر اور تاویل کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس پر اپنی اجارہ داری قائم رکھی ہوئی ہے' اسی طرح سے ماہرین اقتصادیات نے معیشت کو اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے اور سب سے زیادہ

خوف زدہ انہوں نے سیاست دان کو کیا ہوا ہے اور سیاست دان یہ کہنے پر مجبور ہو گئے ہیں کہ ہمیں economy کا کیا پتا یہ تو معیشت والے ہی جانتے ہیں۔ جناب والا! جہاں تک صوبے کی مختلف ضروریات ' مسائل اور مشکلات کا تعلق ہے ' یہ کیسے بجٹ میں شامل ہو سکتی ہیں ' اس کے لیے ضروری ہے کہ بجٹ تیار کرنے والوں اور عوامی نمائندگان کے درمیان آپس میں رابطہ ہونا چاہیے تاکہ اٹر کنڈیشن دفتروں میں بیٹھ کر ' اور ٹھنڈے گھروں میں رہنے والے جو بجٹ تیار کرتے ہیں یہ سمجھ سکیں کہ یہ اور بھکر میں رہنے والے عوام کے کیا مسائل ہیں' ڈیرہ غازی خان ' راجن پور اور مظفر گڑھ میں رہنے والے لوگوں کے کیا مسائل ہیں ؛ بہاولپور اور بہاولنگر میں رہنے والے لوگوں کے کیا مسائل ہیں اور وہاں پر تپتے ہوئی صحراؤں میں مزدوری کرنے والے لوگوں کے کیا مسائل ہیں ' جناب والا! جس حلقہ سے میں منتخب ہو کر آیا ہوں میں وہاں کی بات آپ سے جناب والا! کروں گا کہ اس علاقہ میں جو نو آبادی کے چکوک ہیں ' وہ لوگ اس وقت بھی ترستے رہتے ہیں کہ ہمارے علاقہ میں نہری پانی کب پہنچے گا ؛ اور وہ کاشت کار جو کہ ٹیل پر آخر میں بیٹھے ہیں ان کا سب سے بڑا مسئلہ پانی کا ہے ' وہاں آخر میں نہری پانی اب بھی نہیں پہنچتا ہے اور وہاں پر پینے کے پانی کی یہ صورت حال ہے کہ وہاں پر انسان اور جانور ایک ہی جگہ پر پانی پیتے ہیں ' جناب والا! وہاں پر رہنے والے بچوں کی یہ پوزیشن ہے کہ وہ اپنے پاں کے بغیر چھت کے سکولوں میں ٹاٹوں میں بیٹھ کر پڑھتے ہیں اور مجھے یقین ہے کہ بجٹ بنانے والوں کے بچے اس وقت بھی چیف کالج یا اس سے بھی کسی بڑے کالج میں پڑھتے ہوں گے۔ جناب والا! وہاں کی سڑکوں کی یہ پوزیشن ہے کہ اگر غریب کے پیٹ میں درد ہو جائے یا وہ بیمار ہو جائے تو اس میں شہر میں لاتے لاتے ہو سکتا ہے کہ راستہ میں ہی اس کی زندگی ختم ہو جائے۔ وہاں کی خواتین ' وہاں کی عورتیں جو کہ مردوں کے شانہ بشانہ مزدوری کرتی ہیں ' کھیتوں میں کام کرتی ہیں ' اگر ان کی زچگی کا کوئی مسئلہ ہو یا کوئی اور تکلیف ہو تو میلوں تک انہیں کوئی ہسپتال نظر نہیں آتا ہے ۔ اور اس علاقہ میں 50 فی صد حادثات اسی وجہ سے ہو جاتے ہیں کہ وہاں پر ان کو طبی امداد نہیں مل سکتی ہے ' جناب والا! اگر غور سے دیکھیں تو آپ کو یہ نظر آئے گا کہ یہ تمام رقم جس کا ذکر کیا

جاتا ہے یہ صرف پنجاب کے ارباب اقتدار یا ان افسروں کے بنگلوں ' شاندار قالینوں اور قیمتی گاڑیوں میں چھپی ہوئی آپ کو نظر آئے گی۔ جناب والا! اگر اس بجٹ میں کسی طرح سے ان پسے غریب اور نادار لوگوں کی بنیادی ضرورتوں کا احساس نہ کیا گیا اور ساتھ ہی ساتھ یہ بھی کہا جا رہا ہے کہ نرم ٹیکس لگا کر حکومت بہت مقبول ہو رہی ہے تو جناب والا! یہ ارباب اقتدار کی غلط فہمی ہے اور اگر اسی طرح سے غریب عوام کی مجبوریوں سے فائدہ اٹھایا جاتا رہا اور کروڑوں کی ٹیکس چوری ہوتی رہی تو اس طرح سے عوام کی کمر ٹوٹ جائے گی۔ یہی وقت ہے کہ معیشت پر عوام کے نقطۂ نظر سے قابو پاتا جائے اور اس کا فائدہ ہو گا' ورنہ اقتصادی ماہرین اس طرح سے جیت جائیں گے اور جمہوریت ہار جائے گی۔ شکریہ۔۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، نواب زادہ غضنفر گل صاحب۔

نواب زادہ غضنفر علی گل، جناب سپیکر! شکریہ مجھے زیادہ خوشی ہوتی اگر وزیر خزانہ بھی یہاں موجود ہوتے۔ لیکن ان کی عدم موجودگی اس چیز کا ثبوت ہے کہ بجٹ نامی دستاویز ان کی نہیں ہے جس کی ہے وہ صبح سے شام تک بیٹھتے ہیں اور وہ اب بھی بیٹھے ہوئے ہیں اور حداوندان مالیات پنجاب کو میں مخاطب ہوں ' میں کچھ ان کے دیے ہوئے اعداد و شمار کے متعلق بتاؤں گا اور وہ اس پر غور کرتے رہیں چونکہ یہاں پر اب اور تو کوئی ہے نہیں اور اگر ہو بھی تو اس کا فائدہ کوئی نہیں کیونکہ شاہ رگ پر ان کا انگوٹھا ہے کسی اور کا نہیں ' کل اس ایوان میں بلکہ ہر روز نئے اور شوخ اور بھڑکیلے لباس بدلنے والی اور ٹھنڈے گھر سے آنے والی اور ائرکنڈیشن مرسیڈیز ویگن میں سفر کرنے والی بشریٰ رحمٰن اس پنجاب کے غریبوں کی باتیں کر رہی تھی یہ انہی لوگوں کا حوصلہ ہے کہ یہ اپنے منہ سے غریبوں کی بات کرتے ہیں ' ان کا ان سے دور کا بھی تعلق نہیں ہے۔ جناب والا! آندھی اگر آتی ہے تو ان کے گھروں کو میلا نہیں کرتی ہے اور ہم دیہات والے اگر صاف راستے سے بھی گزرتے ہیں تو میلے ہو جاتے ہیں ' بلکہ ہم تو رستے ہی میلے کچیلے ہیں۔

جناب والا! میری تقریر کے تین حصے ہوں گے۔ ایک حصہ وہ ہے جو کہ ماہرین مالیات پنجاب نے وائٹ پیپر شائع فرمایا ہے اس کے اعداد و شمار کی روشنی میں ' میں اس کا تجزیہ اور analysis کروں

گا' critical appraisal کروں گا' یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ ہمارے بجٹ کی مخالفت کرتے ہیں' مخالفت کیا کرنی ہے' مخالفت تو ہم آپ کی کرتے ہیں' یہ بجٹ آپ کا معاملہ نہیں' آپ کو اس کا پتا نہیں آپ کو اس کا علم نہیں' تو آپ سے ہمارا کیا جھگڑا ہے۔ یہ تو ہم نے بات بتائی ہے کہ ان لوگوں کی شعبدہ بازی ہے' کاری گری ہے ہم تو critical appraisal کرتے ہیں آپ کی بہتری کے لیے جو کچھ لوگ ایوان کے اس طرف بیٹھے ہیں جو فنانس اور اکنامکس جانتے ہیں ان کا فرض بنتا ہے اور یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ جو لوگ حکومت کے افسر ہو کر ٹھنڈے دفتروں میں بیٹھتے ہیں اور ان کے کمروں کے باہر تختیاں لگی ہوئی ہوتی ہیں کہ یہ اخراجات کا سیکرٹری ہے' یہ بجٹ کا سیکرٹری ہے یہ فلاں کا ہے' اگرچہ ان بے چاروں کا بھی مالیات سے زیادہ تعلق نہیں ہوتا ہے۔ اگر ہو تو اس میں کوئی novelty آئے' کوئی تبدیلی آئے' دوسرے گزشتہ سال کے بجٹ سے اس مرتبہ کے بجٹ میں کوئی تبدیلی آئے' یہ ایک جوں کا توں اسلوب بیان میں لکھے جاتے ہیں۔ جناب والا! سب سے پہلے مجھے یہ عرض کرنی ہے کہ پنجاب حکومت بدستور قرضہ لینے کی ڈگر پر رواں دواں ہے وہ اپنے جاری اخراجات کو چلانے کے لیے قرضہ لیتی ہے یہ ایک ایسی مثال جیسے آپ گھر کا خرچ چلانے کے لیے' اپنی دال روٹی چلانے کے لیے قرضہ لیتے ہیں۔

حضور والا! ماہرین کہتے ہیں کہ قرضہ گھر کی دال روٹی چلانے کے لیے نہیں لیا جاتا' قرضوں کو تو اثاثے بنانے کے لیے لیا جاتا ہے جو reproductive ہوتے ہیں اور یہ assets creation کے لیے قرضے لیے جاتے ہیں جو household یا جو حکومت یا جو صوبہ اپنی روٹی چلانے کے لیے قرضہ لے گا وہ تو doomed ہے۔ اس کا تو مستقبل ہی کوئی نہیں۔ اس کی معیشت کا کوئی تصور ہی نہیں۔ اور تھوڑی بہت جو assets creation ہو بھی رہی ہے اس کا بھی ایک بڑا حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ وہ drain ہو جاتا ہے' کیونکہ وہ مختلف شکلوں میں کھایا جاتا ہے اور جو تھوڑی سی رقم assets creation کے لیے رکھی جاتی ہے اس کا کافی حصہ ضائع ہو جاتا ہے۔ اب جناب ان کے وائٹ پیپر میں ہے کہ Budget at a Glance اس میں لکھا ہوا ہے کہ ان کی جو general revenue

receipts ہیں یہ کوئی 243 کروڑ کے قریب، پچھلے سال 2456.84 کروڑ تھی اور اس سال 2566.41 کروڑ ہے۔ تو ان کی general revenue receipts میں صرف 7.3 فی صد کا اضافہ ہوا ہے۔

اس کے بعد جناب non development revenue expenditure آتا ہے۔ غیر ترقیاتی ریونیو کے اخراجات 2523 کروڑ تھے وہ اب 2902 کروڑ پر چلے گئے ہیں یعنی جو general revenue receipts ہیں وہ 7.3 فی صد کی شرح سے بڑھی ہیں اور غیر ترقیاتی اخراجات 15 فیصد بڑھے ہیں۔ جو کہ revenue receipts سے تقریباً دگنا ہے۔ یہ کہاں کی justification ہے۔ اس کے بعد ان کا ایک ہیڈ ہے general capital receipts۔ اس میں یہ show کرتے ہیں کہ ہماری آمدن حقیقت میں جتنی general capital receipts ہوتی ہیں یہ قرضے ہوتے ہیں، یہ ان کی آمدنی نہیں ہوتی ہے، یہ روپیہ بھی دوسرے لوگوں کا ہوتا ہے۔ اس طرح جناب والا trial revenue deficit 333 اعشاریہ 7 فی صد ہے اور جو انہوں نے کہا ہے کہ ہم نے نئے ٹیکس نہیں لگائے اور یہ بار بار کہہ رہے ہیں کہ ہم نے نئے ٹیکس نہیں لگائے۔ میں کہتا ہوں کہ انہوں نے نئے ٹیکس لگائے ہیں اور ان کی مالیت 70 کروڑ روپے بنتی ہے اور اس طرح سے اگر اس میں سے 70 کروڑ روپے نکال بھی دیں پھر بھی 265 اعشاریہ 7 فی صد deficit رہ جاتا ہے جو کہ یا تو قرضوں کے ذریعے پورا کیا جائے گا یا پھر اپنے اخراجات میں سے کمی کر کے پورا کیا جائے گا۔ اگر جناب والا! ہم اس میں capital revenue receipts کو اس میں سے نکال دیں تو پھر بھی ان کا deficit 29 کروڑ روپے رہ جاتا ہے۔ اگر ہم ان کے اعداد و شمار قبول بھی کر لیں اور اس میں سے 70 کروڑ روپے مزید نکال دیں تو یہ 222 اعشاریہ 74 کروڑ پھر بھی deficit رہتا ہے۔ اس کے بعد یہ فرماتے ہیں کہ ہم نے 30 کروڑ روپے کے اخراجات کم کیے ہیں۔ یہ میں آپ کو بتاؤں گا کہ 30 کروڑ روپے کے اخراجات جو کہ انہوں نے خود کہا کہ ضروری شعبوں میں سے کم کیے ہیں۔ اس میں سے ایک محکمہ تعلیم ہے۔ اس میں انہوں نے 10 فی صد خرچ کم کیا ہے۔ اسی طرح community services میں بھی اخراجات کم کیے گئے ہیں۔ حالانکہ یہ ضروری تھے اور تعلیم میں ہماری شرح خواندگی اور تعلیمی حالت کے مطابق ہمیں تعلیم کی مد میں

اخراجات بڑھانے چاہییں۔ لیکن اس پر اخراجات نہیں بڑھائے گئے بلکہ کم کیے گئے ہیں اور اس کے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ ایک فلاحی بجٹ ہے۔ یعنی community services اور تعلیم کا بجٹ کم کر کے وزیر خزانہ بڑی شان سے کہہ رہے ہیں کہ یہ ایک فلاحی بجٹ ہے۔ یہ کون سا فلاحی بجٹ ہے جس میں community services کے اخراجات کو کم کیا گیا ہو اور تعلیم کے اخراجات کو بھی کم کر دیا گیا ہو۔ اور جناب والا! بڑھایا کون سا بجٹ گیا ہے اس پر میں آگے آ رہا ہوں کہ جنرل ایڈمنسٹریشن کا خرچ budget in brief پر اگر آپ آئیں تو آپ دیکھیں گے کہ قومی افراط زر کی شرح میں 5.7 فی صد ہے۔ جنرل ایڈمنسٹریشن میں 244.74 سے بڑھا کر اس سال 337.7 کروڑ روپے کر دیا گیا ہے۔ لہٰذا جنرل ایڈمنسٹریشن پر ان کا 37 فی صد اضافہ ہوا ہے۔ اور یہ جنرل ایڈمنسٹریشن کا خرچہ کیا ہے؟ یہ ریسٹ ہاؤس ہیں، جو ان کی موٹروں کے اخراجات ہیں اور ان کی عیاشیوں کے اخراجات ہیں۔ اگر ہم قومی شرح افراط زر کو لیں تو وہ 5.7 فی صد ہے اور ان کے جنرل ایڈمنسٹریشن کے اخراجات کے اضافے کو لیں تو وہ 37 فی صد بنتا ہے تو یہ افراط زر کی شرح سے 650 فی صد زیادہ بڑھی ہے۔ اور یہ انتہائی شرمناک بات ہے کہ اس ترقی پذیر ملک کے لیے صوبے کے لیے تعلیم، نہروں community services پر اخراجات گھٹا دیں اور جنرل ایڈمنسٹریشن پر خرچہ بڑھا دیا جائے۔ یعنی لوگی بھاویں جھگے مرجان بسکٹ کھان کتورے۔ ان کی عیاشیوں میں کمی نہ آئے اور میں یہ وزیر خزانہ کو بتانا چاہتا ہوں کہ بھوربن کا ریسٹ ہاؤس ان کے لیے نہیں بنایا گیا، یہ کچھ اور لوگوں کے لیے بنایا گیا ہے۔ وہاں کیا ہو رہا ہے یہ مجھے نہیں پتا اور وہ جو 18 کروڑ روپے کا جہاز خریدا گیا ہے اس میں بھی دستی صاحب نہیں بیٹھیں گے۔ اس میں بیٹھنے کے لیے اور کوالیفکیشن چاہیے۔

میاں اظہر حسن ڈار: وہ بھی سردار صاحب ہیں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل: سردار صاحب بھی اب اس مرحلے سے گزر چکے ہیں۔ جناب والا! یہ ایک ظلم ہے جو اس صوبے پر ہو رہا ہے اور ڈھٹائی سے یہ کہا جا رہا ہے کہ یہ ایک فلاحی بجٹ ہے۔ تعلیم اور community services پر بجٹ کم کر دیا ہے اور جنرل ایڈمنسٹریشن پر بڑھا دیا گیا ہے۔

community services پر انہوں نے 112 اعشاریہ 96 کروڑ سے کم کر کے 110 اعشاریہ 96 کروڑ کر دیا ہے۔ یعنی community services پر actual cut لگا دیا گیا ہے۔ خدا کا خوف کریں تعمیر وطن اینٹوں اور گاروں سے نہیں ہوتی ، تعمیر وطن پتھروں سے اور سیمنٹ سے نہیں ہوتی۔ تعمیر وطن قوم کے افراد سے ہوتی ہے۔ اور قوم کے افراد کی تعمیر تعلیم سے ہوتی ہے۔ کیا تعلیم کے بغیر بھی کسی قوم کا تصور ہے ؟ جناب والا! میں یہ مان لیتا ہوں کہ اگر تعلیم کی ان کے نزدیک کوئی اہمیت ہوتی تو وزیر خزانہ یہ بجٹ ہی نہ پڑھتے۔ اگر تعلیم کو کوئی اہمیت ہوتی تو جو کچھ بجٹ میں لکھا گیا ہے کوئی پڑھا لکھا آدمی اس بجٹ کو نہ پڑھتا۔ صفحہ 12 پر فرماتے ہیں کہ صوبائی سطح پر بے شمار ایسے محصولات اور فیسیں ہیں ، کچھ انہوں نے ٹیکس میں ردوبدل بھی کیا ہے جیسے نکاح کی دستاویز ، رجسٹریشن فیس ، ٹول ٹیکس ، موٹر گاڑیوں کی رجسٹریشن ۔

جناب والا! بجٹ کیا ہوتا ہے ۔ بجٹ وہ تقریر نہیں ہوتی جو وزیر خزانہ نے مرکز کے خلاف کی ہے۔ جو بجٹ تجاویز ہوتی ہیں وہ مالیاتی تجاویز ہوتی ہیں کہ ہم نے کہاں کہاں مالیاتی تبدیلیاں کی ہیں۔ حقیقت میں انہیں percentage دینی چاہیے تھی کہ اتنی اتنی کمی کی ہے۔ صرف اس لیے نہیں دی گئی کہ عوام کو پتا نہ چل جائے کہ ہم نے کس طرح سے گھٹایا بڑھایا۔ انہوں نے انگریزی زبان میں فنانس بل لکھ کر دیا۔ کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی۔ اس طرح سے چھپانا بددیانتی ہے۔ یہ وزیر خزانہ کی بددیانتی نہیں۔ یہ ایک طے شدہ بات ہے۔ ان کا قصور صرف اتنا ہے جو انہیں نہیں پڑھنا چاہیے تھا وہ انہوں نے پڑھ دیا ہے۔ اور اس کا ہم انہیں قصور وار نہیں ٹھہراتے۔ آخر وہ وزیر رکھے گئے۔ انہوں نے تو کرنا ہی تھا۔ میں ماہرین مالیات سے کہتا ہوں کہ یہ کہاں کا بجٹ ہے ؟ کہ جن چیزوں پہ ٹیکسیشن گھٹا بڑھا رہے ہیں ان کی شرح نہیں لکھی۔ اس بجٹ میں اگر اس کی شرح نہیں تو یہ بجٹ نہیں بلکہ یہ ایک افسانہ رہ جاتا ہے۔ اگر یہی budgeting ہے تو میری توبہ۔ اور اگر ملک کے technocrat ایسے ہیں تو پھر ملک کا خدا ہی حافظ ۔

اس کے بعد جناب والا! میں یہ عرض کروں گا کہ رورل ڈویلپمنٹ پر صرف 3.1 فی صد بڑھایا

گیا ہے۔ اور جنرل ایڈمنسٹریشن پر خرچ 37 فی صد بڑھایا گیا ہے۔ میں ان کا مقابلہ کرتا جاؤں گا کہ جنرل ایڈمنسٹریشن پر خرچ 37 فی صد بڑھایا گیا ہے۔ یہ عیاشیاں ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ مرکز ہمیں پیسے نہیں دیتا۔ تعلیم میں آپ کمی کر رہے ہیں community services میں آپ کمی کر رہے ہیں ' لازمی سروسز میں آپ کمی کر رہے ہیں۔ ان میں آپ کمی کر رہے ہیں ۔ جو قوموں کا سرمایہ ہوتے ہیں۔ جناب والا! یہ انتہائی افسوس ناک بات ہے۔ جناب والا! یہ محسوس ہوتا ہے اور 80 فی صد دیہاتی آبادی کے لیے کیا کیا گیا ہے۔ یہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر دیہاتی حکم ران پنجاب کا نہ ہو جنرل ایڈمنسٹریشن کا خرچ 37 فی صد بڑھے گا اور دیہی ترقی کا 3 فی صد ۔ یہ وہ فرق ہے جو سردار امجد حمید دستی اور نصر اللہ دریشک کو سوچنا چاہیے تھا۔ یہ وہ فرق ہے۔ انہیں ہنسنا نہیں چاہیے۔ یہ ہنسنے کی بات نہیں یہ رونے کی بات ہے کہ جو صوبہ 86 فی صد دیہاتی ہے اس کی ترقی کے لیے 3.1 فی صد اور جنرل ایڈمنسٹریشن پہ 37 فی صد اضافہ ہے۔ یہ بڑی شرم ناک بات ہے۔ اور اس کے بعد میں نے آپ کو بتایا کہ ریونیو میں اضافہ 7 3 فیصد ہے اور غیر ترقیاتی اخراجات میں اضافہ 15 فی صد ہے۔ اب جناب والا! یہ بتایا جائے کہ 197 کروڑ روپے کا خسارہ رہ جائے گا۔ اس میں سے capital receipts کو بھی نکال دیں۔ انہوں نے 77 کروڑ ٹیکس اکٹھا کرنا ہے اس کو بھی نکال دیں ' 30 کروڑ روپے جو انہوں نے اپنے اخراجات تعلیم میں کمی کرنی ہے۔ اس کو بھی نکال دیں۔ پھر بھی 195 کروڑ روپے کا خسارہ رہتا ہے ۔ یہ کہاں سے پورا ہو گا۔ اس کو پورا کرنے کے لیے لامحالہ قرضے لینے پڑیں گے یا ان کو اپنے ترقیاتی پروگرام میں کمی کرنی پڑے گی۔ یہ پنجاب کا صوبہ زیادہ deeper slum چلا جائے گا اور مسائل پیدا ہوں گے۔ انہوں نے asset creation کی طرف کوئی توجہ ہی نہیں دی ۔ ایک آدمی asset creation and general administration and expenditure میں کوئی فرق نہیں سمجھتا۔ وہ صوبہ یا حکومت asset creation کی طرف توجہ نہیں دے گی وہ آمدنی کہاں سے پیدا کرے گی۔ پھر وہ قرضے لے گی ' پھر وہ ترقیاتی اخراجات گھٹائے گی۔

جناب والا! انہیں چاہیے کہ capital gain tax لگائے۔ ٹیکس لگانا بری بات نہیں ہے۔ دیکھنا

یہ ہے کہ کس پر ٹیکس لگایا گیا ہے۔ آپ امرا اور سرمایہ داروں پر ٹیکس نہیں لگاتے۔ اس نے کہا رہیں گے دلی میں کھائیں گے کیا۔ یہ وزیر خزانہ کے لیے قابل فخر بات نہیں کہ ٹیکس نہیں لگایا گیا۔ یہ لوگ بھیک مانگتے رہتے کبھی بھکاری کی معیشت ہوتی ہے۔ چاہے ایک فقیر کی ایک لاکھ روپیہ روز کی آمدنی ہو اس کی معیشت نہیں۔ اس لیے کہ اس کی economy نہیں۔ کیونکہ اس کی certain income نہیں۔ ایک دن اس کو پانچ روپے ملتے ہیں دوسرے دن بیس روپے ملتے ہیں۔ خواہ شام کو ایک ہزار مل جائے لیکن یہ certain نہیں economic base نہیں۔ یہ بھیک دینے والے کے dependent ہیں۔ پنجاب کی economy کو اکانومی نہیں کہا جا سکتا۔

Punjab's economy is a beggar's economy. It is no economy. Beggars have no economy but they have money. That money belongs to others.

یہ transfer payment ہوتی ہے۔ یہ asset creation نہیں۔ یہ ان کی اپنی generation نہیں۔

How they are going to generate the funds ? Are they going to tell me outside the Assembly ? I am ready to sit with them. I am ready to meet them.

مجھے بتائیں asset creation اور revenue generation کیسے کر رہے ہیں۔ یہ ٹیکس لگائیں اور capital gain tax کو واپس لائیں۔ یہ جو پلازوں اور پرائیویٹ زمینوں سے فائدہ اٹھایا جا رہا ہے اس پر ٹیکس بڑھائیں۔ ہسپتالوں میں پرائیویٹ کمروں پر ٹیکس بڑھائیں۔

اس کے بعد انڈسٹری آتی ہے۔ یہ انڈسٹری نہیں لگاتے کیونکہ انڈسٹری سے ملازمتیں پیدا ہوتی ہیں۔ ملازمتیں دینے سے لوگوں کی مصیبت حل ہوتی ہے۔ جناب والا! پنجاب حکومت نے سمجھا ہوا ہے کہ انڈسٹری لگانے والے صرف چند لوگ چند ادارے ہیں۔ ہم کئی لوگ صوبہ پنجاب کے اندر کئی انڈسٹری لگانے چاہتے ہیں۔ ہمارے لیے فری لسٹ پر انڈسٹریز نکلی ہیں وہ صوبہ پنجاب نے

subsidize list پہ کر دی ہے۔ صوبہ پنجاب نے کہا ہم سے اجازت لو ہم سے NOC لو۔ اگر پنجاب کے خیر خواہ ہو تو میں انڈسٹری لگانا چاہتا ہوں۔ تو آپ اس کو خوش آمدید کہیں کہ ایک آدمی اپنا روپیہ لگا کے قرضے لے کے ایک انڈسٹری بنا رہا ہے۔ آپ کہتے ہیں کہ پیپلز پارٹی کے لوگوں کو انڈسٹری نہیں لگانے دینی۔ ہم کوئی چاند سے نہیں آئے۔ ہم کوئی لیتھونیا سے نہیں آئے ہم کوئی وینزویلا سے نہیں آئے۔ ہم کوئی غیر ملکی تو نہیں ہیں۔ ہم پنجابی ہیں ' پنجاب میں پیدا ہوئے ہیں۔ اگر ہم پنجاب میں انڈسٹری لگاتے ہیں تو کیا وہ پنجاب میں نہیں لگیں گی۔ ہمیں کیوں روکا جا رہا۔ اگر ہمیں انڈسٹری کے لیے NOC نہیں دیا جاتا۔ اگر ہمیں انڈسٹری لگانے سے روکا جاتا ہے تو اس کا مطلب ہے پنجاب کی ترقی روکی جاتی ہے۔ ہماری ترقی نہیں ' میں تو روٹی کھاتا رہوں گا اللہ مجھے دیتا رہے گا۔ اللہ تو پتھر میں کیڑے کو روزی دیتا ہے۔ مجھے روٹی ملتی رہے گی لیکن پنجاب کی ترقی رک جائے گی۔ اس کے ساتھ آخر میں جناب والا! صرف دس فقرے ہیں۔ وزیر قانون ایک منٹ کے لیے میری طرف متوجہ ہوں۔ انہوں نے منگل یا سوموار کے روز فرمایا تھا۔ میں گھر گیا تو میرے بچوں نے پوچھا۔ ابو آپ کی اسمبلی میں یہ ہوتا ہے۔ میں مانتا ہوں۔ کیونکہ جو ذہین بچے ہوتے ہیں اور سردار صاحب کے بچے ذہین ہیں۔ وہ بڑے inquisitive ہوتے ہیں وہ سوال پوچھتے ہیں۔ اور مجھے یقین ہے کہ اسمبلی والے واقعے سے پہلے بھی انہوں نے سردار صاحب سے بہت سے سوال کیے ہوں گے۔ اور انہیں اس پر بھی اکثر شرمندگی ہوئی ہو گی لیکن ان بچوں کے کچھ سوالات میرے ذہن میں ابھرے ہیں۔ تو جناب سپیکر! بچوں نے یہ بھی پوچھا ہو گا یا بچے یہ بھی پوچھتے ہوں گے ابو! وزیر خزانہ کو پڑھنے کے لیے آپ کی حکومت نے کیا دیا۔ جناب سپیکر! بچے یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ پنجاب کا سرپلس صوبہ خسارے میں کیسے چلا گیا۔ جناب والا! بچے یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ ابو! آپ ہر حکومت میں وزیر کیسے بن جاتے ہیں۔ جناب والا! وہ بچے یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ ابو آپ قانون کی سدھ بدھ رکھے بغیر قانون کے وزیر کیسے بن گئے۔ کیونکہ بچے بڑے نادان ہوتے ہیں۔ ان کو پتا نہیں ہوتا کہ ابو سے کیا سوال پوچھنے ہیں۔ اور پھر وہ یہ بھی پوچھتے ہوں گے ابو! کبھی آپ نے ایوان میں قانونی حوالہ کیوں نہیں دیا۔ اور

وہ یہ بھی پوچھتے ہوں گے ابو ! آپ نے مسلم لیگ کے وزیر ہوتے ہوئے پیپلز پارٹی کو تعاون کی یقین دہانی کیسے کرائی۔ اور وہ ابو سے یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ جنہوں نے ہمارے لہلہاتے سرسبز باغ اجاڑے آپ ان کے ساتھ کیوں ہیں ابو۔ اور جناب سپیکر! وہ یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ صوبہ پنجاب میں پہلی مرتبہ پارلیمانی سیکریٹریوں اور کمیٹیوں کے چیئرمینوں کو گاڑیاں دینے کا رواج کیوں ڈالا۔ جناب والا! وہ یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ پنجاب کی کابینہ میں ان پڑھ لوگوں کو وزیر کیوں لیا گیا ہے۔ وہ یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ کبھی صوبوں نے مرکز کے خلاف بغاوت بھی کی ہے۔ وہ یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ ابو ! بھوربن میں اتنا قیمتی ریسٹ ہاؤس کیوں بنایا جا رہا ہے۔ اور اس میں کیا کیا ہو گا۔ اور یہ بھی پوچھتے ہوں گے کہ آپ میں جمہوری سوچ کب پیدا ہو گی؟

جناب ڈپٹی سپیکر، نوابزادہ صاحب آپ کی تقریر کا وقت ختم ہو چکا ہے۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، جناب والا! بچے عقل کے کچے ہوتے ہیں۔ سوال بڑے ٹیڑھے پوچھتے ہیں۔ اور مجھے خوشی ہے کہ سردار صاحب کے بچے ذہین ہیں اور وہ سردار صاحب سے سوال پوچھتے ہیں۔ اور پھر سردار صاحب کو شرمندگی ہوتی ہو گی۔

چودھری محمد فاروق، جناب والا! کیا نوابزادہ صاحب آپ سے یا کسی سے یہ بھی پوچھتے ہیں کہ بجٹ سپیچ کیا ہوتی ہے۔ بجٹ میں کیا کہا جاتا ہے۔ انہیں بھی چاہیے کہ یہ اگر خود نہیں بتا سکتے تو اپنے بچوں سے پوچھ لیں کہ بیٹا بجٹ سپیچ کیا ہوتی ہے۔ یہ دریشک صاحب کی ذات کے بارے میں باتیں ہو رہی ہیں۔ یہ بجٹ سپیچ نہیں ہو رہی۔ براہ کرم آپ فاضل مقرر سے کہیں کہ وہ بجٹ کے دائرے میں رہتے ہوئے بجٹ تقریر کریں۔

نوابزادہ غضنفر علی گل، جناب والا! پنجابی میں کہتے ہیں کہ

اسنے نوں بازار پھرایا تے سارا سیر کرایا
جد پچھیا تے ایہو ای کہندا مینوں کچھ نظر ای نئیں آیا

جناب ڈپٹی سپیکر، قربان علی چوہان صاحب۔

جناب قربان علی چوہان: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ٥ جناب والا! میں آپ کا بے حد مشکور ہوں کہ آپ نے مجھے موجودہ سال کے میزانیے پر بولنے کا موقع عنایت فرمایا۔ میرے خیال میں نوابزادہ صاحب یا کسی اور کو اتنی ہمت تو نہیں ہوسکتی اور ہم بھی ابتدائے دن سے بجٹ کے متعلق تقاریر سن رہے ہیں۔ جو کچھ میری سمجھ میں آیا وہ میں عرض کیا دیتا ہوں۔ جناب والا! میں نے شروع سے لے کر اب تک بجٹ تقاریر سنی ہیں۔میرا خیال ہے کہ ایک بات پہ سرکاری بنچز اور اپوزیشن کے لوگ متفق ہیں اور میرا خیال ہے کہ جناب وزیر خزانہ بھی اس بات سے متفق ہیں کہ یہ بجٹ تقریر انہوں نے نہیں لکھی۔ اور بجٹ کے متعلق جو بھی اطلاعات ہیں یہ افسر شاہی کے کل پرزوں کا شاہکار ہیں۔ کیونکہ جب وزیر خزانہ تقریر فرما رہے تھے تو اس سے بھی ثابت ہوتا تھا کہ یہ تقریر ان کی نہیں۔ کیونکہ جو بات دل سے نکلتی ہے اس کا اثر کچھ اور ہے اور جو کسی سے مستعار لی جاتی ہے اس کا اثر کچھ اور ہوتا ہے۔ جناب والا! نوابزادہ غضنفر علی گل نے مدلل انداز میں بجٹ کے متعلق چند تصاویر دکھائی ہیں لیکن میں اختصار کرتے ہوئے جناب وزیر خزانہ سے صرف ایک بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ پہلے بھی میں نے عرض کیا تھا کہ یہ وائیٹ پیپر ٹیبل نمبر 6 کے حوالے سے ہے۔ اس میں کچھ رقومات دی گئی ہیں جو کہ پچھلے سال بجٹ میں زیادہ رکھی گئی تھی مگر خرچ کم کی گئیں۔ اس میں حیرانی کی بات یہ ہے کہ یہ رقومات آگے کسی جگہ نہیں دکھائی گئیں کہ یہ کمی کیوں واقع ہوئی ان کا خرچ کس مد میں ہوا۔ یہ بجٹ کہاں کھپائیں گے۔ اور میں نے چند ایک رقومات جیسے کہ ترجیحی پروگرام پر 18 کروڑ روپے ' ایم کے ڈی اے 2.50 کروڑ ' چولستان ڈویلپمنٹ اتھارٹی 0.72 اور یہ ساری رقم 129.07 کروڑ روپے بنتی ہے۔ اور ان رقومات کے متعلق باہر شیڈول میں بھی نہیں بتایا گیا۔ کہ یہ کہاں پہ خرچ ہوئی اور کس مد پہ خرچ ہوئی۔ میرا خیال ہے کہ یہ کسی ایسی مد پہ خرچ ہوئی۔ جن کے متعلق وزیر خزانہ صاحب کی شرافت انہیں اجازت نہیں دیتی کہ یہ جتائیں کہ یہ رقم کہاں پہ خرچ ہوئی۔ ویسے بھی آپ ٹیبل نمبر 6 کو ملاحظہ فرمائیں تو گزشتہ سال 90-1989ء میں 810 کروڑ روپے کا بجٹ رکھا گیا تھا۔ اور اس میں سے 733.60 کروڑ خرچ ہوا ہے۔ تو یہ کمی کس انداز سے ہوئی اور کیسے ہوئی۔ یہ وزیر خزانہ صاحب بیان فرمائیں گے۔

بہر حال ہمیں یہی بجٹ سے حاصل ہوا ہے کہ اعداد و شمار کا ایک پلندہ اور کتابوں کا ایک ڈھیر لگا دیا گیا ہے جس سے نہ وہ کچھ حاصل کر سکیں ہیں اور نہ ہم حاصل کر سکے ہیں۔ جناب والا! تعمیر وطن کا نام ہم نے سنا۔ ماشاء اللہ بڑا دل کش نام ہے۔ اصل میں جو اپنی اصل شکل میں دیہات میں چل رہا ہے یہ تعمیر وطن نہیں یہ تعمیل ارشاد ہے۔ اس کا نام اگر تعمیل ارشاد رکھا جائے تو میرا خیال ہے زیادہ بہتر ہو گا۔ پہلے تھوڑا سا اس کے متعلق میں عرض کرتا ہوں۔ 91-1990ء میں 900 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے۔ اور فرمایا گیا ہے کہ وفاقی حکومت 766 کروڑ روپے اس میں سے ادا کرے۔ تو فرق ایک کروڑ 34 لاکھ کا ہے۔ اور بجٹ تقریر میں بار بار کہا گیا ہے کہ مرکز ہمیں کم رقم دے رہا ہے۔ مرکز نے ہماری رقومات روک لی ہیں اور ہمیں پوری رقومات نہیں دی گئیں۔ مگر یہ بجٹ تقریر اور بجٹ کے کاغذات سے ظاہر ہے کہ پچھلے سال مرکز نے 664 کروڑ 85 لاکھ روپے کی رقم دی تھی اور اس سال جو مرکز نے رقم دی وہ 766 کروڑ روپے ہے۔ جناب والا! اس میں ایک اضافہ ہونا چاہیے تھا کہ مرکز نے 101.15 کروڑ روپے کی رقم مہیا کی ہے مگر مرکز کو ایسا رگڑا دیا گیا اور اس کی زیادتی کا اس انداز سے شور ڈالا گیا کہ میں سمجھتا ہوں کہ عام آدمی سمجھنے سے قاصر ہے۔ یہ پتا نہیں کس کمزوری کو چھپانے کے لیے اور کس مجبوری کو چھپانے کے لیے ایسا کیا گیا ہے۔ جناب والا! بجٹ تقریر کے صفحہ 9 شق نمبر 26 کی زیادہ وضاحت میں نہیں جاؤں گا کیونکہ دوستوں نے تعلیم کے بارے میں بہت کچھ پہلے بتا دیا ہے۔ میں صرف یہ عرض کرتا ہوں کہ وہاں پہ ایک مژدہ سنایا گیا ہے تعلیمی ماحول کی بہتری کے لیے کہ اب وقت آ گیا کہ حکومت نجی شعبے کو مراعات بلکہ مناسب مراعات دے تاکہ وہ اپنے فرض کے سلسلہ میں اپنا قومی کردار ادا کر سکے۔ جو حکم خداوندی بھی ہے اور فرمان رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی۔

جناب والا! اس میں یہ خوش خبری دی گئی ہے کہ ایک تعلیمی فاؤنڈیشن قائم کی جائے گی۔ جس کا ابتدائی سرمایہ بیس کروڑ روپیہ بتایا گیا ہے۔ حالانکہ تعلیم کے سلسلے میں ہمارا پنجاب میں سیٹ اپ پرائمری سے لے کر اوپر کی حد تک پہلے ہی قائم ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان سکولوں کی حالت

کو سدھارا جاتا۔ اساتذہ کی تنخواہیں بڑھائی جاتیں۔ تعلیمی اداروں کے مسائل حل کیے جاتے۔ قباحتوں کو دور کیا جاتا۔ مگر سمجھ نہیں آئی کہ یہ ایک نیا کھاتا کھڑا کر دیا گیا' یہ کس مقصد اور کس چیز کے لیے ہے؟ اسی طرح ہیلتھ فاؤنڈیشن کے ہم پد ایک فاؤنڈیشن قائم کی گئی ہے۔ لیکن اس کے مقاصد' اس کی غرض و غایت' اس کی مجبوری کوئی ظاہر نہیں کی گئی۔ نہیں بتایا گیا کہ کن مقاصد کے تحت ہمیں یہ بوجھ پالنا پڑ رہی ہے۔ اور بجٹ تقریر میں فرمایا گیا ہے کہ نجی شعبے کو اس کارخیر کی ترغیب دینے کے لیے پندرہ کروڑ روپے کے ابتدائی سرمائے سے ایک ہیلتھ فاؤنڈیشن قائم کی جا رہی ہے۔ اس فاؤنڈیشن کا قیام ہو گا اور گریجویٹ اور پوسٹ گریجویٹ ڈاکٹروں کو قرضے فراہم کرے گی اور شہروں میں کلنر کلینک بنانے کا پروگرام ہے۔ ان کلینکوں میں مریض بغیر فیس ادا کیے سپیشلسٹ ڈاکٹروں سے مستفید ہو سکیں گے۔ جناب والا! جب ہسپتال ہیں۔ جب بیسک ہیلتھ یونٹ کے نام سے جگہ جگہ دیہات میں ہسپتال بنائے گئے ہیں فلک بوس عمارتیں تعمیر ہیں۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ کروڑوں نہیں' بلکہ اربوں روپیہ ان عمارات پر لگا ہے۔ اور صورت حال یہ ہے کہ وہاں پر کوئی ڈاکٹر نہیں۔ اگر ڈاکٹر ہے تو عملہ نہیں۔ اگر عملہ ہے تو دوائی نہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ وہاں سے کسی کو ایک پٹی بھی نصیب نہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ہسپتالوں کی حالت سنواری جاتی۔ وہاں عملے کی حالت سنواری جاتی۔ وہاں پر سہولتیں فراہم کی جاتیں۔ مگر یہ ایک اور فاؤنڈیشن وجود میں آ گئی ہے۔ جناب والا! یہ فاؤنڈیشنیں کیسی فاؤنڈیشنیں ہیں؟ یہ دوستوں کو نوازنے کا کوئی ذریعہ تو نہیں؟ یہ کوئی ایم این اے اور ایم پی اے کے ساتھ ڈاکٹروں' ٹیچروں' دانشوروں' رائٹروں کو خریدنے کا کوئی ذریعہ تو نہیں؟ جناب والا! آپ کو ایک لفظ جو زبان زد علم ہے۔ اکثر لوگ "چھانگا مانگا فاؤنڈیشن" کا نام لیتے ہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اس فاؤنڈیشن نے' اس صوبے' اس ملک کی جڑ نکال کے رکھ دی ہے۔ اور سیاست کے ماتھے پر سب سے بڑا کلنک کا ٹیکہ ثابت ہوئی ہے (نعرہ ہائے تحسین)۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ فاؤنڈیشنوں کی بھرمار' یہ کیا "چھانگا مانگا فاؤنڈیشن" کی طرز پر تو نہیں بن رہیں؟ یہ بھی میں سمجھتا ہوں کہ بجٹ میں اس کے متعلق کچھ نہیں کہا گیا۔ پھر جناب والا! وزیر خزانہ صاحب نے فرمایا ہے کہ پرائمری تک تعلیم

مفت کر دی گئی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ ہمارے وزیر خزانہ اتنے بھولے بھالے تو نہیں کہ وہ جانتے نہیں پرائمری تعلیم تو پہلے ہی مفت ہے۔

صاحب زادہ سید مظہر الحسن المعروف چن پیر، پوائنٹ آف آرڈر۔ نماز کا وقت ہو گیا ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ اس کو دو منٹ میں wind up کر سکتے ہیں' یا اگر پانچ منٹ لینا چاہیں تو وقفہ نماز کے بعد آپ کی تقریر جاری رہ سکتی ہے۔

جناب قربان علی چوہان، ٹھیک ہے۔ وقفہ نماز کے بعد میں عرض کر لوں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، اب وقفہ نماز ہوتا ہے۔ دوبارہ ساڑھے سات بجے اجلاس شروع ہو گا اور آپ کی تقریر جاری رہے گی۔

(اس مرحلے پر' 7-15 پر نماز مغرب کی ادائیگی کے لیے وقفہ کیا گیا)

(نماز مغرب کے وقفہ کے بعد ایوان کی کارروائی 7 بج کر 35 منٹ پر زیر صدارت جناب ڈپٹی سپیکر شروع ہوئی)۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی چوہان صاحب! آپ اپنی تقریر جاری رکھیں۔

جناب قربان علی چوہان، جناب والا! میں یہ عرض کر رہا تھا کہ وزیر خزانہ صاحب فرماتے ہیں کہ پرائمری تعلیم کو مفت کر دیا گیا ہے۔ میں نے یہ بھی عرض کیا تھا کہ وزیر خزانہ صاحب اتنے بھولے بھالے نہیں' پرائمری تعلیم تو پہلے ہی مفت ہے ہائی کلاسز کی فیسوں میں اضافہ کر دیا گیا۔ بھلا ان میں کون سا تیر مارا گیا ہے جس پر ہمیں بار بار کہا جا رہا ہے کہ ہم نے تعلیم کی خدمت کی۔ جناب والا! اس طرح بجٹ تقریر شق نمبر 30 صفحہ نمبر 9 پر فرمایا گیا ہے۔ "--- کہ ملک کی سیاسی اور سماجی ترقی کے لیے ایک مربوط پروگرام کا آغاز کر رہے ہیں"۔ اور وہ مربوط پروگرام یہ ہے کہ یونین کونسل کو ایک لاکھ روپیہ۔ ٹاؤن کمیٹی کو 3 لاکھ روپے۔ میونسپل کمیٹی کو 8 لاکھ روپے' ضلع کونسل کو 27 لاکھ روپے اور اس طرح آگے تھوڑی رقم دے دی گئی ہے۔ جناب والا! میرے خیال میں بجٹ میں یہ

کوئی نئی بات نہیں۔ اور نہ ہی اتنا بڑا تیر مارا گیا ہے۔ اگر اس کی بجائے وزیر خزانہ صاحب ہماری گزارش پر کان دھریں اور پچھلے سسٹم میں کوئی تبدیلی لائیں تو میں سمجھوں گا کہ یہ کوئی نہ کوئی واقعتاً اس میں خدمت ہوئی ہے۔ اس ملک کو میرے خیال میں ٹھیکے داری سسٹم چٹ کر گیا ہے۔ سسٹم کچھ اس قسم کا ہے کہ وہاں کی رشوت وہاں کا کمشن اب جائز سمجھا جا رہا ہے۔ تو جناب والا! میں سمجھتا ہوں کہ اگر واقعتاً آپ اس میں کچھ کرنا چاہتے ہیں یا یہ تعمیر وطن پروگرام یا دوسرے پروگراموں میں کچھ پنجاب کی خدمت کرنا چاہتے ہیں تو بنیادی ڈھانچے میں تبدیلی لائیں۔ جناب والا! اسی طرح میرا خیال ہے کہ ہم نے سارے بجٹ کو دیکھا ہے زراعت کا شعبہ ہمارے لیے ریڑھ کی ہڈی کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور کسی طور پر بھی ہماری قومی مجموعی آمدنی کا تقریباً 45 فی صد ڈائریکٹ زراعت سے حاصل ہوتا ہے۔ مگر اس کی کسمپرسی دیکھیے کہ ہمیشہ جب بھی کوئی بوجھ پڑا زراعت پر پڑا اور کسی بجٹ میں بھی اس کے حق کے مطابق' اس کے حصے کے مطابق رقم نہیں رکھی گئی۔ بھلا اس سے بڑی ناانصافی اور کیا ہو سکتی ہے کہ جس چیز سے ہماری قوم کے لیے 45 فی صد حاصل کرتے ہیں اس کو ہم ہمیشہ ہی ignore کرتے چلے جاتے ہیں۔ جناب والا! یہ وزیر اعلیٰ کی حد تک تو میں سمجھ سکتا ہوں' یہ تسلیم کرتا ہوں کہ وہ شاید دیہاتی زندگی سے واقف نہیں۔ مگر وزیر خزانہ دیہات کی زندگی کے ہر مرحلہ کو جانتے ہیں' ہر پہلو کو جانتے ہیں۔ جناب والا! دیہات کے مسائل آپ سے بھی پوشیدہ نہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ دیہات میں آباد اکثریت ایسی ہے جن کو کھانے کو روٹی نہیں' تن پر کپڑا نہیں۔ تعلیم کا انتظام نہیں۔ صحت کے لیے کوئی سہولیات نہیں۔ اور ہمارا دیہاتی بے چارہ دن میں چوبیس چوبیس گھنٹے کام کرتا ہے۔ بائیس بائیس گھنٹے کام کر کے اور صرف دو گھنٹے آرام کر کے دن گزارتا ہے۔ جناب والا! مجھے دیہات کی ترقی اور فلاح کے بارے میں حکومت کے دعوؤں سے ایک شعر یاد آ رہا ہے وہ عرض کرتا ہوں۔

میں نے دیکھی ہیں ہر پھول کی آنکھیں پرنم
کون کہتا ہے کہ گلشن میں بہار آئی ہے

جناب والا! اس طرح بجٹ تقریر کی مثق 33 صفحہ نمبر 11 پر فرمایا گیا ہے "ہم ضروریات اور وسائل کے اتنے تفاوت کو یک سر نظر انداز بھی نہیں کر سکتے۔ لہذا جناب وزیر اعلیٰ کی ہدایت اور رہ نمائی کے مطابق خسارہ کو حتی الامکان کم کرنے کے لیے چند اہم فیصلے کیے گئے ہیں۔" اور وہ فیصلے محکمہ جات انہار، تعمیرات، شاہرات، تعلیم اور صحت کے اخراجات میں دس فی صد کٹوتی کے ہیں۔ جناب والا! آپ بھی سمجھتے ہیں کہ اس ملک کی بنیادی ضروریات ہی یہی ہیں۔ اگر کوئی کمی ہے تو وہ ہے ہی انہیں شعبوں میں و گرنہ ان میں کٹوتی کرنا اور پھر غریب دوستی کا دم بھرنا میں سمجھتا ہوں کہ یہ کسی طرح بھی قرین قیاس نہیں۔ اگر یہ خسارہ پورا ہی کرنا تھا تو یہ بڑے بڑے صنعت کاروں سے۔ یہ بڑے بڑے امیروں سے۔ یہ لمبی لمبی گاڑیوں سے، ذاتی عیاشیوں پر جو سرکاری خرچ ہو رہے ہیں ان کی کمی سے یہ خسارہ پورا ہو سکتا تھا۔

جناب والا! اسی طرح بجٹ میں جہیز فنڈ کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ جہیز فنڈ میں 15 کروڑ روپے اور بیت المال میں 10 کروڑ روپے کی رقم رکھی گئی ہے جناب والا! یہ گزشتہ سال بھی رقوم رکھی گئی تھیں اور یہ معلوم نہیں کہ اس کی تقسیم کا طریق کار کیا ہے اور یہ کس کو دیے ہیں کس کو ملے ہیں کون کھا گیا یہ پچھلی رقم کہاں گئی مجھے تو صرف ایک بات یاد آتی ہے جو میں دیانت داری سے عرض کیے دیتا ہوں یہ تنقید برائے تنقید نہیں صرف اصلاح کے لیے عرض کیے دیتا ہوں حلقہ 99 کا الیکشن میں موضع سلطانکے میں میں گیا ہوا تھا وہاں پر سیاسی رشوت کے طور پر 137 چیک تقسیم ہوئے تھے اور سپیکر پر اعلان ہو رہا تھا کہ جن جن کی بچیاں جوان ہیں جن جن کی بچیوں کی شادی ہونی ہے وہ آ کر چیک لے جائیں اور یہ 137 چیک صرف ایک دیہات موضع سلطانکے میں تقسیم ہوئے تھے۔ تو جناب والا کیا اس مد کو جس طرح پچھلی----

چودھری محمد جعفر اقبال: پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب سپیکر! میرے فاضل دوست نے سلطانکے اور حلقہ 99 کی بات کی ہے تو اتفاق سے میں بھی وہاں پر ہی تھا تو وہاں پر پوزیشن کچھ ایسے تھی جیسے کہ انہوں نے ابھی ذکر کیا کہ وہاں کے لوگوں نے بہت پہلے سے درخواستیں دے رکھی تھیں اور

بہت ساری تصدیقوں کے بعد وہ چیک جاری ہوئے ہیں اور اسی طرح پورے پنجاب کے مختلف اضلاع میں بہت سی تصدیقوں کے بعد وہ چیک دیے گئے ہیں۔ وہاں کوئی سیاسی رشوت نہیں دی جا رہی تھی۔ وہاں باقاعدہ تصدیق کے بعد وہ چیک جاری ہو رہے تھے۔

جناب قربان علی چوہان، جناب والا! اگر یہ چیک آگے پیچھے تقسیم کیے جاتے تو میں سمجھتا کہ یہ سیاسی رشوت نہیں ہے مگر چونکہ عین الیکشن سے ایک دن پہلے وہاں وہ چیک دیے گئے اس لیے وہ سیاسی رشوت تھی اور یہ بات جناب والا! آپ کو بھی ماننا پڑے گی۔

جناب والا! اسی طرح Block Allocation کی بات ہے یہ اتنی بدنام ہو چکی ہے کہ عام لوگ اسے گھپلا Allocation کہتے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ کبھی بھی Block Allocation کا حساب نہیں دیا گیا ان ساری باتوں کے بعد میں سمجھتا ہوں کہ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ یہ بجٹ فلاحی ہے کچھ کہتے ہیں کہ اسلامی بجٹ ہے کچھ کہتے ہیں کہ عوامی بجٹ ہے مگر جناب والا! میرا خیال یہ ہے کہ یہ بجٹ نہ عوامی ہے نہ اسلامی ہے نہ فلاحی ہے صرف اور صرف کام چلاؤ بجٹ ہے اور صرف کام چلانے کے لیے پیش کیا گیا ہے۔ جناب والا! میں ایک تھوڑی سی گزارش کرنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ

Estimates of Charge,Expenditure and Demands for Grants--Non-Development

میں ڈیمانڈ نمبر 13 مد پولیس کے لیے بجٹ میں 2 ارب 49 کروڑ 98 لاکھ 18 ہزار ایک سو روپے رکھے گئے ہیں جناب والا! میں نے پہلے بھی عرض کیا تھا اور آپ خود ہی اندازہ فرمائیں کہ پہلے ہی پولیس کی فوج ظفر موج موجود ہے میں سمجھتا ہوں کہ آدمیوں کی تعداد بڑھانے سے کچھ نہیں ہو گا آدمیوں کی اصلاح کرنے سے اور پولیس کی اصلاح کرنے سے تو کچھ نہ کچھ فرق پڑ سکتا ہے آپ جناب والا! خود اندازہ لگائیں کہ پنجاب میں کل 29 ضلعے ہیں اور پچھلے سال 90-89 کے بجٹ میں 53 ایس۔ پی تھے اور اس بجٹ میں 69 کے لیے گنجائش رکھی گئی ہے۔ اس طرح 16 کا اضافہ کیا گیا ہے اسی طرح 29 ڈی۔ ایس۔ پی کا اضافہ کیا گیا ہے۔ 107 پولیس انسپکٹروں کا اضافہ کیا گیا ہے 15 سارجینٹس کا اضافہ کیا گیا ہے 24 سب انسپکٹرز کا اضافہ کیا گیا ہے اے۔ایس۔آئی کے لیے 575 کی

گنجائش رکھی گئی ہے ہیڈ کانسٹیبل کے لیے 56 آدمیوں کی گنجائش رکھی گئی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چوہان صاحب! اب آپ تقریر کو Wind-up کر لیں۔

جناب قربان علی چوہان، بس جناب والا! میں اب صرف دو منٹ میں ختم کر دوں گا۔

جناب والا! اسی طرح سے کانسٹیبلوں کے لیے 178 آدمیوں کی گنجائش رکھی گئی جناب والا! میں عرض کرتا ہوں کہ اس کے ساتھ ساتھ امن و امان کی یہ حالت ہے کہ آج پنجاب میں آپ دیکھ رہے ہیں کہ کوئی بھی آدمی محفوظ نہیں ڈاکے، چوریاں، قتل زیادتیاں یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے میں سمجھتا ہوں کہ سیاسی طور پر رشوت کے طور پر آدمی بھرتی ہوتے ہیں اس لیے پولیس کام نہیں کرتی اسی وجہ سے امن عامہ کی صورت حال خراب ہے۔ تو جناب والا! میں گزارش کروں گا کہ بجائے اس کے کہ آدمیوں کی تعداد بڑھائی جائے انہی کی اصلاح کی جائے اور پولیس کے مسائل حل کیے جائیں اس طرح سے صورت حال بہتر ہو سکتی ہے۔

جناب ڈپٹی سپیکر، شکریہ چوہان صاحب، میرا خیال ہے کہ اب آپ نے کافی وقت لے لیا ہے۔

جناب قربان علی چوہان، جناب والا! میں ایک چھوٹی سی بات عرض کرنا چاہتا ہوں۔ میں نے دوستوں سے بار بار سنا ہے سندھ کے بارے میں انہوں نے بڑا واویلا کیا کہ سندھ میں یہ ہو رہا ہے وہ ہو رہا ہے جناب سپیکر آپ قابل احترام ہیں میرے بھائی بھی ہیں آپ اس ایوان کے custodian بھی ہیں میں آپ کو ضلع وہاڑی کا تھانہ گگو کی مثال دیتا ہوں یہ پولیس کی بات کرتے ہیں مگر جناب آپ اندازہ لگائیں کہ پولیس کس طرح آئی۔جے۔آئی کا دم چھلا بن کر لوگوں پر ظلم کر رہی ہے وہاں پر جھوٹے پرچے جھوٹی کارروائیاں ہو رہی ہیں میں عرض کرتا ہوں کہ سینکڑوں مقدمات جھوٹے ہیں اور آج ہی مجھے بورے والا سے ایک ٹیلی فون آیا ہے اور ٹیلی فون کے ذریعے انہوں نے مجھے بتایا کہ ایف۔ آئی۔ آر نمبر 100/90 مورخہ 17-6-90 بجرم 307/34 تھانہ صدر بورے والا میں ایک جھوٹا پرچہ درج ہوا ہے اسی طرح جناب والا! کل کی بات ہے کہ کل وہاں پر نصراللہ ولد اسلم خان چک نمبر 102 کو پولیس نے چوک میں اتنا مارا کہ اس کے جسم پر 24 ضربات آئی ہیں مگر جناب والا! ہماری وہاں پر

کوئی سنتا نہیں تو جناب والا ! میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ کیا ہو رہا ہے ؟ ہم بھی اسی پنجاب کے رہنے والے ہیں ہم بھی یہاں پنجاب میں ہی رہے ہیں یہ سندھ کے لوگوں کی بات کرتے ہیں آخر یہ پنجاب کے لوگوں کی بات کیوں نہیں سنتے میں وہاں سے ایم۔پی۔اے ہوں میں آزاد جیتا تھا اور میرا جرم صرف یہ ہے کہ میں نے پیپلز پارٹی کا ساتھ دیا تھا یہاں پر 36 آدمی آزاد کامیاب ہوئے تھے 35 آئی۔جے۔آئی کے ساتھ چلے گئے میں ہی اکیلا پیپلز پارٹی کے ساتھ گیا تھا جناب والا! میرا جرم کیا ہے میرے علاقے کے لوگوں کا کیا جرم ہے ان کو کیوں اتنا دبایا جا رہا ہے ان پر کیوں اتنے ظلم کیے جا رہے ہیں اور یہ سارے ظلم ایس۔پی وہاڑی ' آئی۔جی پنجاب اور پنجاب حکومت کروا رہی ہے جناب والا! یہ کس چیز کا بدلہ ہم سے لیا جا رہا ہے جناب والا ----

جناب ڈپٹی سپیکر، چوہان صاحب ! تشریف رکھیں۔ آپ کی مہربانی آپ تشریف رکھیں۔

جناب قربان علی چوہان، جناب والا! مجھے وہاں پر جو ظلم ہو رہے ہیں ان کو تو بتانے دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر، چوہان صاحب ! آپ وقت دیکھ لیں۔

جناب قربان علی چوہان، جناب والا! میں صرف ایک چیز بیان کروں گا۔

جناب ڈپٹی سپیکر، دیکھیے نا۔ یہ تو کوئی بات نہ ہوئی ۔ آپ کو وقت بھی زیادہ دیا گیا ہے مگر آپ اس کے باوجود بھی ضد کرتے ہیں۔

جناب قربان علی چوہان، جناب والا! میں ایک منٹ میں بات ختم کر دیتا ہوں ۔ جناب سپیکر! آپ اس ایوان کے custodian ہیں۔ آپ اس معزز ایوان کے اراکین اور پنجاب کے عوام کے حقوق کے امین ہیں۔ پنجاب کے چھ کروڑ اور پاکستان کے گیارہ کروڑ عوام کی نظریں آپ پر لگی ہوئی ہیں جناب والا! فلسطین ' افغانستان اور کشمیر کے مسلمانوں کی تشنہ آرزوؤں کا مرکز آپ ہیں جناب والا! ہمیں کیا ہو گیا ہے ہم کدھر جا رہے ہیں ہم اس نوٹی پھوٹی اور مجبوری میں آئی ہوئی جمہوریت کے ساتھ کیا کر رہے ہیں جناب والا! کیا زندہ قوموں کے سپوتوں کا یہی شیوہ ہے۔ کیا ہمارے اسلاف نے صدیوں تک

قربانیاں اس لیے دی تھیں جناب والا! کیا ہم اپنی آئندہ نسل کے لیے یہی روایت چھوڑ کر جا رہے ہیں کہ جس کا جہاں جیھا پڑے وہ اسے چھوڑنے کا نام نہ لے۔ جناب والا! نت نئی صبح ہمیں مارشل لاء کی نوید سنائے۔

ہر روز پڑتا ہے اک نئے سورج سے واسطہ
بیزار ہو گئے ہیں طلوع سحر سے ہم

جناب ڈپٹی سپیکر، جناب ملک طیب اعوان صاحب۔

ملک محمد طیب خان اعوان، بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ جناب سپیکر! میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے مجھے بھی اس بجٹ پر اظہار خیال کے لیے دعوت فرمائی۔ آیا تو اس لیے نہیں تھا لیکن اب چونکہ حکم ہوا ہے اس لیے کھڑا ہوا ہوں۔ جناب سپیکر! مجھے سمجھ نہیں آتی کہ یہ جمہوریت کے دعوے دار، یہ جمہوریت کے وارث خدا معلوم انہوں نے جمہوریت پڑھی نہیں یا جمہوریت کے علم کو نہیں جانتے۔ کیا جمہوریت اس کا نام ہے جو بجٹ والے دن انہوں نے طریقہ واردات اس مقدس ہاؤس کے سامنے پیش کیا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) اگر اس کا نام جمہوریت ہے تو پھر اس جمہوریت کا بھی خدا حافظ ہے جناب والا! جمہوریت نام ہے کہ کسی کا حق نہ کھانا۔ جمہوریت کہتے ہیں کہ غریب کو حق دلوانا۔ پاکستان میں اور پاکستان کے مالک وزیر اعظم کا رویہ یہ نہیں اس کا رویہ ہے غریب کو قتل کروانا، غریب کو اپنی جائیدادوں سے نکلوانا، غریب کے بچوں کو ہلاک کروانا، غریب کے مال و دولت کو لوٹنا۔ کیا جناب اس کا نام جمہوریت ہے کہ اس کے بچوں کے لیے تو غیر ملکوں سے دائیاں آ رہی ہیں اور اس قوم کی بچیاں بچے جنم لیتے ہیں وہ دھوپوں میں، ان کی مائیں درختوں کے نیچے انہیں ڈال کر فصل کاٹتی ہیں۔ وہ مزدوری کرتی ہیں اور خون پسینے سے شام کو اپنے بچوں کا پیٹ پالتی ہیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! کیا کبھی اس حاکم اعلیٰ نے، اس وزیر اعظم صاحبہ نے اور ان کے تائید کنندگان نے اپنے علاقوں میں غریبوں کی حالت کو دیکھا ہے؟ جناب والا! یہ غریبوں کے نعرے تو لگاتے ہیں۔

کیا ان میں غریب ہمارے بھائی ہیں۔ سلمان تاثیر بہت غریب ہیں۔ ایسے غریب اگر اس ملک میں اور بھی پیدا ہو جائیں تو پھر میرے خیال میں امیر شاید کوئی نہ رہے۔

جناب والا! غریب کا نام لینا' غریب کے نام کو بیچنا' غریب کی ذات کو بیچنا اور کہنا کیا کہ یہ غریب کی پارٹی ہماری تو نہیں پارٹی۔ آپ کی اپنی پارٹی ۔ یہی ایک انعام دیتے ہیں ۔ یہی ایک نعرہ لگاتے ہیں کہ غریبو! تمہاری پارٹی ہماری تو پارٹی نہیں۔ اپنی ایمان دی ٹھیک ٹھاک اسے غریباں دی پڑیندے پیے نیں۔ (نعرہ ہائے تحسین)

جناب سپیکر! اگر یہ آنکھیں کھولیں۔ اگر یہ پنجاب کا چکر لگائیں تو انہیں پتا چلے کہ پنجاب کے بجٹ سے اس صوبے میں کیا کچھ ہوا ہے۔ جناب والا! یہ تو صرف غریبوں کا نام لینے کے عادی ہیں۔ یہ میرے ساتھ چلیں ۔ انہیں ہسپتال نظر نہیں آتے ' انہیں سڑکیں نظر نہیں آتیں ' انہیں سکول نظر نہیں آتے تو میں ان کا ڈاکٹر سے آنکھوں کا علاج کروا کر انہیں دکھانے کے لیے تیار ہوں۔ میری سمجھ کے مطابق 47ء سے لے کر 81ء تک اس صوبے میں ' اس ملک میں ' دیہات میں اتنا کام نہیں ہوا جتنا ان چار پانچ سالوں میں ہوا ہے۔ جناب والا! یہ یہی نواز شریف ہے جس نے 85ء میں ' اس سے پہلے جناب والا! حضور کی حکومت میں یہ ہوتا تھا کہ 20% روپیہ ان غریبوں کے گھروں کو جاتا تھا اور 80% روپیہ سے ان کے محلات بنتے تھے اور شہروں میں خرچ ہوتا تھا لیکن اس حکومت نے یہ کارنامہ کیا ہے کہ 80% روپیہ جو آج آپ کے بجٹ میں پیش ہے وہ غریبوں کو دیا ہے اور 20% روپیہ ان شہر والے محلوں کو دیا ہے۔ جناب والا! اگر یہ بجٹ اچھا نہیں تو پھر انہیں کون سا بجٹ چاہیے۔ اگر ٹیکس لگاتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ غریبوں کے بچوں پر ٹیکس لگا دیا۔ غریبوں کو ٹیکس لگا کر مار دیا۔ اگر نہیں لگاتے تو کہتے ہیں کہ ٹیکسوں سے ہی قومیں بنتی ہیں۔ جناب والا! چونکہ یہ ٹیکس کے عادی ہیں۔ انہوں نے ٹیکس سے اپنی عیش و عشرت کرنی ہے۔ انہوں نے ٹیکس سے ہی اپنا وقت گزارنا ہے۔ جناب والا! انہیں یہ تو پوچھیں کہ آپ کے مرکز میں ' میں آپ کو حلفاً کہتا ہوں کہ 21 ۔ ارب روپیہ سرکار کے خزانے میں پڑا ہے اور پنجاب کے ڈیلروں کو کھاد نہیں مل رہی۔ ان کا جرم کیا ہے ؟

جناب والا! پہلے بنک غریبوں کو بنک گارنٹی سے کھاد دیتے تھے لیکن جناب زرداری نے ابھی ابھی وہ بھی بند کر دی کہ یہ فصل کو کھاد نہ دیں تا کہ پیداوار کم ہوں غریب جتنا زیادہ ہو گا ہماری عزت اتنی شاید بڑھے گی۔ جناب والا! غریب اب ان کے جھوٹے دعوؤں کو سمجھ چکا ہے۔ ان کی جھوٹی باتوں کو وہ جان چکا ہے۔ وہ اب انہیں بتائے گا جب یہ جائیں گے کہ غریب کے دعوے داروں ہماری پائی پائی کرتے ہو ہمارے لیے کچھ کیا بھی ہے ؟ کیا تو یہ کہ 6 ۔ کروڑ روپے کی زرداری صاحب نے کھاد وصول کر لی ہے لیکن ان ڈیلروں کی کھاد جنہوں نے غریبوں کو تقسیم کرنی ہے 21 ۔ ارب روپیہ ان کا جمع پڑا ہے انہیں نہ کھاد ملتی ہے اور نہ روپیہ ملتا ہے۔ یہ غریبوں کے دعوے دار ہیں۔

جناب والا! یہ کہتے ہیں کہ جہیز فنڈ کیسے تقسیم ہوتا ہے۔ یہ میرے ساتھ چلیں میں انہیں دکھاتا ہوں کہ جہیز فنڈ کیسے تقسیم ہوتا ہے۔ انہیں تو پتا ہے پیپلز ورکس پروگرام فنڈ کا جو رات کے 10 بجے ان کے نذر ہوتے ہیں دن کو نذر نہیں ہوتے۔ جناب والا! آپ کہیں بھی دیکھ لیں نذر دن کو دیا جاتا ہے لیکن پیپلز ورکس پروگرام کا نذر رات کے 10 بجے ہوتا ہے۔ ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ پنجاب والے ہمارے پیپلز ورکس پروگرام کو چلنے نہیں دیتے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ خدارا! کہیں آسمان سے اینٹ لائیں اور اس ملک میں لگائیں لیکن یہ اینٹ نہیں لگاتے یہ کرتے کیا ہیں یہ لوگوں سے کہتے ہیں کہ بھئی مٹی ڈلوا دو ہم سولنگ لگوا دیں گے۔ جب لوگ غریب ' مزدور مٹی ڈال دیتے ہیں تو اس کا بل بھی یہ پیپلز پروگرام میں ڈال دیتے ہیں جو غریب کسانوں نے اپنی جیبوں سے ڈالی ہوئی ہوتی ہے۔ اس کے بعد دس اینٹیں وہاں پھینکتے ہیں ان اینٹوں سے کیا کرتے ہیں اپنے ٹی وی والوں کو ساتھ لے جاتے ہیں ان کا فوٹو کھینچتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ نواز شریف نے ہماری سڑکیں اکھیڑ دیں۔ آپ نے سڑکیں بنائی کہاں ؟ کوئی ایک سڑک تو دکھاو جو آپ نے بنائی ہے۔ ہمارے حلقوں میں تو آپ نہیں بنا سکتے۔ اپنے حلقوں میں تو دکھائیں۔ جب یہ کہتے ہیں کہ ہمیں پنجاب سے ملتا کچھ نہیں۔ آپ کو کیسے ملے پیپلز پروگرام کی کوئی کار کردگی تو دکھائیں تا کہ ہم بھی دیکھیں ہمیں بھی یہ شوق ہو کہ واقعی پیپلز پروگرام سے کام ہو رہا ہے۔ ہم بھی اپنے علاقہ میں کروائیں۔

میاں اظہر الحسن ڈار: پوائنٹ آف آرڈر۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی ڈار صاحب۔

میاں اظہر الحسن ڈار: جناب سپیکر! ملک صاحب پیپلز پروگرام کے اوپر اور پھر جتنی بھی تقریر کر رہے ہیں وہ ایک بجٹ پر نہیں دوسرا وہ غلط بیانی سے تقریر کر رہے ہیں۔ اگر ان کو پیپلز پروگرام کا علم نہیں تو میں ان کو اپنے حلقہ پی پی 87 میں لے چلتا ہوں جہاں پر پنجاب گورنمنٹ کا راہ والی سیکنڈری گورنمنٹ ہائی سکول بچیوں کا ہے۔ وہاں پر ایک کمرہ بھی نہیں تھا اب ہم نے پیپلز پروگرام کے اوپر وہ کمرے بنائے ہیں۔ اس طرح راہ والی شہر میں کمرے بنے ہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شکریہ ڈار صاحب!۔۔

میاں اظہر الحسن ڈار: اسی طرح کئی یونین کونسلوں میں کمرے بنے ہیں۔ ان کو اگر نہیں پتا تو میں ان کو سڑکوں پر لے چلتا ہوں۔ میں ان کو یہ بھی بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کی جو سکیمیں ہیں وہ کیسے بنتی ہیں؟۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی شکریہ۔ آپ تشریف رکھیں۔ میری گزارش ہے کہ آپ interruption نہ کیجیے۔

میاں اظہر الحسن ڈار: ان کے ذہن پر زرداری زرداری کیوں سوار ہے۔ یہ اپنی بجٹ تقریر کریں۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر: میری گزارش ہے کہ آپ interruption نہ کیجیے پلیز۔ دیکھیں کسی کی سپیچ میں کسی نے interruption نہیں کی۔ آپ تشریف رکھیں۔ یہ آپ کا پوائنٹ آف آرڈر نہیں۔ آپ تشریف رکھیں۔ میں آپ سے گزارش کرتا ہوں کہ interruption نہ کیجیے کیونکہ پہلے کسی نے نہیں کی۔ یہ چلنے دیجیے۔

ملک محمد طیب خان اعوان: جناب سپیکر! یہ ان کا قصور نہیں انہیں پڑھایا یہی کچھ گیا ہے۔ یہ بے چارے خود نہیں کرتے۔ ان کو ہدایت یہی ہے۔ کہ حق کی باتیں مت سنو اس میں رکاوٹ ڈال کر

انہیں رو کو تا کہ وقت کا ضیاع ہو۔ یہ انہیں پڑھایا جاتا ہے۔ یہ دو خاندانوں کے بے چارے مرہون منت ہیں۔ یہ اپنی پاور سے اگر بنتے تو یہ خود بولتے۔ یہ تو ان کے نام سے بنے ہیں۔ یہ نہ کریں تو اور کون کرے جناب۔ یہ تو زرداری اور بے نظیر کے مرہون منت ہیں کہ پیپلز پارٹی کا ٹکٹ لیا اور یہ ایم پی اے بن کر یہاں آگئے۔ جناب سپیکر! یہ میرے بھائی نے جو عینی شاہد ہیں ' کہ میں نے دو کمرے بنائے جناب سپیکر! یہ میرے ساتھ آئیں ' ہم نے دو کمرے نہیں بنائے ہیں ' سکولوں کی عمارات بنائیں۔ ایک سکول کی نہیں کئی سکولوں کی بنائی ہیں ' جناب والا! ہم نے سڑکیں بنائی ہیں ' سینکڑوں میل لمبی سڑکیں بنائی ہیں ' ہم نے ہسپتال بنائے ہیں ' ان میں ڈاکٹرز تعینات ہیں ' جو جہیز فنڈ ہے وہ غریبوں میں تقسیم کیا ہے اور ایک ضامن لیا ہے کہ اگر جہیز فنڈ کی تقسیم غلط ہو گی تو وہ واپسی کا ذمہ دار ہو گا ' ہمیں کوئی یہ سبق نہیں دیا جاتا کہ کھاؤ پیو اور عیش کرو ' یہ "کھاؤ ' پیو اور عیش کرو" والا سبق ہمارے اپوزیشن والے بھائیوں کو ملتا ہے۔ (نعرہ ہائے تحسین)۔ جناب سپیکر! یہ کہتے ہیں کہ کیا ہوا؟ جناب والا ' 14 پسماندہ اور اضلاع میں جو فنڈز اس بجٹ میں دیا گیا ہے وہ انہوں نے بھی پڑھا ہے ' خدارا ان کو دوبارہ پڑھیں اور سمجھیں اور پھر اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں ' تو پھر ان شاء اللہ انہیں ایک ایک چیز نظر آنی شروع ہو جائے گی ' یہ اس کو پڑھنے کی کوشش نہیں کرتے ہیں۔ یہ تو صرف بے نظیر اور زرداری کو خوش کرنے کے لیے آتے ہیں یہ عوام کے لیے یہاں پر تشریف نہیں لاتے ہیں ' انہیں صرف اور صرف یہی ہدایت ہے کہ وہاں پر جاؤ ' رکاوٹ بنو اور "علی" ' "علی" کرو اور اذانیں دو اور اذانیں بھی غلط افسوس تو یہ ہے کہ وہ بھی غلط ' اگر اذان درست ہو تو پھر بھی ٹھیک تھا۔ اذان بھی غلط ' نہ وضو کا پتا ہے اور نہ ہی یہ پتا ہے کہ اذان کس طرف رخ کر کے دی جاتی ہے ' جہاں کھڑے ہوئے وہیں پر اذان شروع کر دی۔ اذان تو دی جاتی جہاں پر شرع کے خلاف کوئی کام ہو رہا ہو تو شرع کے خلاف تو ہماری بے نظیر ہے ' اسلام میں کوئی وزیر اعظم کوئی صدر عورت نہیں ہو سکتی ' ! اگر انہوں نے اذانیں ہی دینی ہیں ' اگر اذانوں کا شوق ہے تو خدارا وہاں جائیں اور اس کے سر پر بیٹھ کر اذانیں دیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، ملک صاحب آپ سے میری گزارش ہے کہ آپ اس دن کے واقعہ کو repeat نہ کریں کیونکہ وہ بات ختم ہو چکی ہے میں بار بار عرض کروں گا کہ اس کو repeat نہ کریں۔

ملک محمد طیب خان اعوان ، میں نے تھوڑی سے جو بات دہرائی ہے اس کے لیے معذرت ۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، جی چوہان صاحب ۔

شیخ محمد چوہان ، میں فاضل مقرر سے انتہائی ادب سے گزارش کرتا ہوں کہ وہ ایسی باتیں مت کریں جن کے لیے انہوں نے معاوضہ لیا ہوا ہے گزارش یہ ہے کہ انہوں نے اسلامی جمہوریہ پاکستان کی وزیر اعظم کے متعلق کہا ہے کہ وہ غیر اسلامی ہیں۔ تو میں عرض کرتا ہوں کہ آپ اس طرح کی باتیں مت کریں آپ عمر کے اس حصہ میں ہیں آپ معزز لوگ ہیں بات کو سلجھی ہوئی کریں۔ یہ شرارتیں تو سارا دن ہوتی رہتی ہیں۔ آپ اپنا مافی الضمیر بیان کریں۔ آپ ضرور تنقید کریں مگر اس انداز سے نہیں کہ کسی کی ذات پر حملہ ہو۔ ہر بات کے آخر میں زرداری' یہ زرداری آپ کے سر پر ایسا چھایا ہوا ہے کہ زرداری زرداری کرتے رہتے ہیں۔ آپ پنجاب کی بات کریں۔

جناب ڈپٹی سپیکر ، شکریہ چوہان صاحب ۔

ملک محمد طیب خان اعوان ، جناب سپیکر! زرداری میرے سر پہ تو سوار نہیں ہے اور نہ ہی خدا اسے میرے سر پر سوار رکھے۔ مجھے دکھ صرف اس بات کا ہے کہ سندھ میں میرے غریب بھائی' جنہوں نے پنجاب سے اپنی جائیدادیں بیچیں۔ اپنی عورتوں اور بچیوں کے زیورات بیچے اور وہاں جا کر ریگستان کو آباد کیا۔ وہ آج زرداری کی وجہ سے چھوڑ کر واپس آ رہے ہیں اور ان کے بچے یہاں بلک رہے ہیں۔ مجھے اس کے مظالم سے اس کا نام یاد آ رہا ہے۔ جناب والا! وہ انشاء اللہ میرے سر پر سوار نہیں ہو گا اور نہ ہی میں اسے سر پر سوار ہونے دوں گا۔ وہ انہی کے سر پر سوار رہے خدا انہیں نصیب کرے۔

جناب سپیکر! اس بجٹ میں سات مرلہ پلاٹ ان غریبوں کے لیے رکھے گئے ہیں جنہیں سر چھپانے کے لیے جگہ نہیں ملتی ہے اور تین مرلہ ان لوگوں کے لیے جن کے پاس شہروں میں سر

چھپانے کے لیے جگہ نہیں ملتی ہے ' جناب سپیکر! اس بجٹ میں ان غریبوں کو یاد کیا گیا ہے جن غریبوں کا نعرہ تو یہ لگاتے ہیں لیکن ان کے لیے نام بھی شریف ہے کام بھی شریفوں والے کرتے ہیں ' انہوں نے ان غریبوں کو یاد کیا ہے ' انہیں وہ غریب یاد ہی نہیں ہیں ' اس لیے انہیں یاد دلاتے ہیں ۔ جناب والا! مزدوروں کے لیے معذور بچیوں کے لیے بجٹ میں فنڈز رکھے گئے ہیں ' یہ کہتے ہیں کہ یہ فنڈز معذوروں میں کیسے تقسیم ہوں گے ' ہم انہیں فنڈز دکھاتے ہیں ' آئیے میں ان کو فنڈز دکھاتا ہوں ' ان غریب اور مسکین بچیوں کے لیے بی اے تک تعلیم مفت کی گئی ہے۔ یہ بھی انہیں گوارا نہیں ' کہ یہ غریب بچیوں کو کیوں تعلیم دلوا رہے ہیں ' جناب والا! غریبوں کی سرپرستی کرنے سے خدا بھی راضی ہوتا ہے اور مخلوق خدا بھی راضی ہوتی ہے۔ اس بجٹ میں ان غریبوں کے لیے فنڈز مہیا کیے گئے ہیں ' اگر یہ پڑھ نہیں سکتے ہیں تو کسی سے پڑھوا لیں۔

جناب والا! ان لوگوں کو مالکانہ حقوق دیے گئے ہیں ' جنہوں نے گورنمنٹ کی زمین پر رہائش رکھی ہوئی تھی ' یہ بھی انہیں اس بجٹ میں نظر نہیں آتا ہے کہ ان غریبوں اور مسکینوں کو مالکانہ حقوق دیے گئے ہیں جن غریبوں کو ہم اور یہ دونوں اپنے مکانوں پر بٹھاتے ہیں اور ان سے دن رات ڈیوٹی لیتے ہیں "وکار" لیتے ہیں اب انہیں فکر یہ ہے کہ اگر انہیں اپنے مکان مل گئے تو ہماری "وکار" کون دے گا ۔ اس لیے یہ بجٹ پر نظر نہیں کرتے اور اچھی چیز نظر نہیں آتی ' اگر یہ بجٹ پر نظر ڈالیں تو خدا کرے انہیں سب کچھ نظر آنا شروع ہو جائے۔ جناب والا ! یہ ہمیشہ بجٹ پر تنقید کیوں کرتے ہیں ' بجٹ کو تو یہ پڑھتے نہیں کیونکہ انہیں یہ ہدایت ہے کہ جو بھی ہو ' وہ پنجابی میں کہتے ہیں "میں نہ مانوں" انہوں نے تو ایک ہی بات یاد رکھی "میں نہ مانوں" چاہے آپ کچھ بھی کر لیں ' ہم نہیں مانیں گے۔ چاہے آپ ہمیں سڑکیں سونے کی بنا دیں تو بھی یہ کہیں گے میں نہ مانوں ۔ یہ نہیں مانتے ہیں ' انہیں خدارا حقائق ماننا چاہییں اور حقائق پر عمل کرنا چاہیے تاکہ اس ملک کی اور اس ملک کے غریب عوام کی بہتری ہو سکے تاکہ وہ غریب انہیں بھی ' ہمیں بھی اور وقت کے حاکم کو بھی دعا دیں ۔

جناب والا ! تھوڑی سی عرض میں خلاف توقع بھی کروں گا ' جناب سپیکر! ہمارے محکمہ

تعلیم پر کافی خرچ ہوتا ہے لیکن اس میں ایک نقص ہے کہ جو استاد شہر میں پڑھائے اسے تو 45 فی صد ہاؤس رینٹ ملے اور جو غریب استاد دیہاتوں میں پڑھائے ' جسے نہ بجلی میسر ہو' جسے نہ علاج میسر ہو اسے ہاؤس رینٹ آدھا ملے ' براہ کرم ان غریبوں کا حق زیادہ ہوتا ہے یہ نسبت شہر والوں کے ' یہ ہمارے وزیر خزانہ کو اور وزیر قانون اور وزیر تعلیم کو اس بات کی طرف خصوصی توجہ دینی چاہیے کیونکہ زیادہ فنڈ کے حق دار وہ استاد ہیں جو دیہاتوں میں اپنے گھروں سے دور دراز جا کر تعلیم دیتے ہیں۔ شہروں والے تو ٹیوشن بھی حاصل کر لیتے ہیں ' علاج بھی مفت کرا لیتے ہیں ' ان کی گزر اوقات آسانی سے ہو جاتی ہے لہذا ہمارے وزیر خزانہ کو کم از کم یہ دیکھنا ہو گا ان دیہاتی استادوں کو جو دیہاتوں میں جا کر مشکلات سے وقت گزارتے ہیں ' ان کا ہاؤس رینٹ کم ہونا یہ سراسر زیادتی ہے۔ جناب والا! کیونکہ اس ملک میں اس وقت پیداوار پر کافی توجہ دی جا رہی ہے اور اگر زمین دار کے پاس اگر 100 ایکڑ زمین ہے تو اس کو قانوناً پانی جو ملتا ہے 60 ایکڑ کے حساب سے ملتا ہے ' لیکن اس وقت ہم پر آبیانہ جو لگ رہا ہے وہ دوسو ایکڑ کا لگتا ہے چونکہ ہم 100 ایکڑ کپاس بوتے ہیں اور یا کوئی دیگر فصل کاشت کرتے ہیں اور اس میں ہم 100 ایکڑ ہی گندم کاشت کرتے ہیں ' اس لیے ہم آبیانہ دو سو ایکڑ کا بھرتے ہیں لیکن ان انہار کو بنے ہوئے کافی عرصہ گزر چکا ہے اور ان کی سائیڈ سلٹ کی وجہ سے بالکل کم ہو گئے ہیں ' اور جو ٹیل پر یا آخر میں کاشت کار ہیں ان کے پاس پانی قطعاً نہیں جاتا ہے۔ ٹیل والے پانی کے لیے بلک رہے ہیں ' اس لیے ان نہروں کی سلٹ کو فوری طور پر نکال کر سائیڈوں کو درست کرانا ہمارے فرائض میں شامل ہے۔ یہ ہم وزیر خزانہ سے بھی اور وزیر آبپاشی سے بھی درخواست کرتے ہیں کہ ان ٹیل والے کاشت کاروں کی طرف خصوصی توجہ دیں تاکہ ان غریبوں کے پانی کے مسائل درست ہو سکیں۔ جناب والا! ہم کپاس اور گندم جس محنت اور کوشش سے کاشت کر کے اس ملک کو زرمبادلہ دلواتے ہیں۔ اس میں سے زیادہ حصہ پنجاب کا ہے۔ لیکن افسوس کہ اس کی قیمت مقرر کرتے وقت ہمارے مرکز والے اس کاشت کار کو یاد ہی نہیں کرتے جس نے وہ پیدا کی ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر اس وقت بھی مرکز والے 600 ساڑھے چھ سو روپے فی من کپاس کی

قیمت ادا کر رہے ہیں لیکن غیر ممالک میں اس وقت چودہ سو روپے فی من قیمت ہے۔ حضور والا! میں اپنی اسمبلی سے یہ بھی درخواست کروں گا کہ خدا کے لیے مرکز سے یہ بھی درخواست کی جائے کہ غریب کاشت کار کی جنس کی قیمت مقرر کرتے وقت اس زمین دار کو بھی اس میں شامل کیا جائے تاکہ وہ بھی اپنے حق کے لیے فریاد کر سکے۔ مانی تو کسی نے نہیں لیکن فریاد کرنا تو ہمارے فرض میں ہے' اس لیے مرکز کو سفارش کرنا بھی ہمارے فرائض میں شامل ہے تاکہ غریب کسان کو صحیح معاوضہ مل سکے۔ اس وقت غیر ممالک کے متعلق میں نے اخبارات میں پڑھا ہے' شاید ہمارے وفاقی وزیر صاحب فرما رہے تھے کہ ہماری گندم سمگل ہوتی ہے' آخر یہ کون کرتا ہے؟ سرحدیں کس کے اختیارات میں ہیں یہ سرحدیں آپ کے اختیارات میں ہیں۔ اگر آپ سمگلنگ کو نہیں روک سکتے تو پھر آپ کی ڈیوٹی کیا ہے وہ اخباروں میں خوشی سے دے رہے تھے کہ گندم کی سمگلنگ ہوتی ہے' ہندوستان کا ریٹ انہوں نے دیا تھا افغانستان کا ریٹ انہوں نے دیا ہوا تھا' ایران کا ریٹ انہوں نے دیا تھا جو کہ پاکستان سے دگنا تھا' تو میں یہ سمجھتا ہوں کہ سمگلنگ وہ خود کرواتے ہیں۔ اس سمگلنگ کو روکیں تاکہ اس گندم سے ہمارے ملک کا گزارا ہو سکے۔ جو گندم ہمارے پاس فالتو ہو اسے ہم قانونی طور پر صحیح طریقے پر فروخت کریں جس سے زرمبادلہ آئے۔ اسی گندم یا روئی کے زرمبادلہ سے اگر انہیں رحم آئے پنجاب کا حق پنجاب کو دے دیں تو ان شاء اللہ یہ بجٹ میں جو کمی ہے وہ بھی دور ہو جائے۔ یہ میرے بھائی جو بجٹ میں نقائص دور کر رہے ہیں ان نقائص کی اصل وجہ یہ ہے کہ پنجاب کو اس کا حق نہیں دیا جا رہا پنجاب کے حق کو غصب کیا جا رہا ہے۔ یہ پنجاب کو ملنا ضروری ہے۔ ہم جہاں پنجابی ہیں وہاں پاکستانی بھی ہیں' ہم جہاں پنجابی ہیں وہاں ہمیں پاکستان سے بھی محبت ہے۔ ہم چاہتے ہیں کہ خدا کرے یہ ملک سلامت رہے۔ ہماری کوئی بات نہیں ہماری جان جائے مال جائے' دولت جائے اولاد جائے' لیکن خدا کرے یہ پاکستان سلامت رہے۔ (نعرہ ہائے تحسین) پاکستان ہے تو یہ اور ہم ان کرسیوں پر بیٹھے ہیں' پاکستان ہے تو ہم یہاں پر افسر بنے ہوئے ہیں' پاکستان ہے تو ہم یہاں اسمبلیوں میں بیٹھے ہوئے ہیں۔ اگر آج یہاں ہندو ہوتا تو یہ اور ہم میرے خیال میں ہندو کے

گماشتے ہوتے۔ یہاں نہ ہوتے۔

حضور والا! میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ زمین دار کے حق کو دلوانے کے لیے مرکزی حکومت کو سفارش کی جائے۔ السلام و علیکم۔

جناب ڈپٹی سپیکر، میرے پاس لسٹ میں اکثر دوستوں کے نام موجود ہیں لیکن وہ خود حاضر نہیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! اگر اجازت ہو تو میں۔۔

جناب ڈپٹی سپیکر، جی! وصی ظفر صاحب فرمائیں۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! بجٹ پیش ہوا ضمنی اور سالانہ اکٹھے پیش ہوئے جناب والا! وزیر خزانہ بڑی کوششوں سے وزیر بنے جب وزیر بننے کے کوشش کر رہے تھے۔ میاں صاحب نے انٹرویو کے لیے بلوایا' انہوں نے پوچھا کہ آپ پرانے پارلیمنٹرین ہیں کچھ لکھنا پڑھنا بھی آتا ہے فرمانے لگے کہ لکھنا تو آتا ہے پڑھنا نہیں آتا۔ انہوں نے کہا اچھا آپ لکھ کر ہی بتائیں انہوں نے جناب کاغذ پر لائنیں لگا دیں۔ انہوں نے کہا یہ کیا لکھا ہے' انہوں نے کہا کہ میں نے تو پہلے کہا ہے کہ مجھے پڑھنا نہیں آتا۔ یہ اب آپ پڑھیں کہ میں نے کیا لکھا ہے۔۔۔

صاحبزادہ سید مظہر الحسن (المعروف جن پیر)، پوائنٹ آف آرڈر۔ جناب والا! یہ بجٹ پر بحث کریں۔ بجٹ پر بحث ہو رہی ہے یا ان کی تعلیم پر بحث ہو رہی ہے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! ثابت یہ ہوتا تھا کہ نہ ان کو لکھنا آتا تھا نہ ان کو پڑھنا آتا تھا۔ وہ میاں صاحب کو انہوں نے دھوکہ دینے کی کوشش کی ہے۔ اسی بنیاد پر bureaucrats نے بھی ان کو اسی طریقے سے چلانا چاہا۔۔

ایک آواز، آپ وہاں کیا کر رہے تھے۔

چودھری محمد وصی ظفر، میں وہاں پر چوری چوری سکروٹنی کرنے جایا کرتا تھا' اور میں یہ دیکھا کرتا تھا کہ محکمہ خزانہ اپنے محکمے کے وزیر کے ساتھ کر کیا رہا ہے۔ اور میں آپ کو تفصیل سے بتا رہا ہوں کہ

انہوں نے ان کے ساتھ کیا کیا۔ آپ سنتے جائیں آپ کی ابھی تسلی ہو جاتی ہے۔

چودھری محمد فاروق، جناب والا! چودھری محمد وصی ظفر صاحب وکیل ہیں امید ہے کہ چور کی سزا کے بارے میں بھی جانتے ہوں گے اور اس کی سزا کے بارے میں ایوان کو ضرور آگاہ کریں گے۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! انہوں نے پچھلا بجٹ اٹھایا اسی بجٹ میں کچھ رقم مزید خسارے میں ڈال دی' آمدنی کم کر دی اور اخراجات بڑھا لیے۔ وزیر صاحب کو پھر بھی سمجھ نہ آئی کہ انہوں نے کیا کیا ہے ؟ انہوں نے کہا کہ ہم قوم کو بعد میں کسی اور طریقے سے محنت میں ڈال کر خسارہ پورا کر لیں گے۔ وزیر صاحب نے ان کی یہ بات بھی مان لی اور جناب والا! ہمارے سامنے بڑی کمال جادو گری سے ضمنی اور سالانہ بجٹ اکٹھا پیش کر دیا۔ پاکستان کی تاریخ میں کیا دنیا کی تاریخ میں پنجاب اسمبلی کی تاریخ میں دوسری مرتبہ اور اس کے علاوہ کہیں ایسا ہوا ہی نہیں کہ ضمنی اور سالانہ بجٹ اکٹھے پیش کر دیے۔ ایک وہ رقم جو کہ خرچ کی جا چکی ہے اور ایک وہ رقم جس کی آمدنی کا بھی اندازہ قائم کیا جا رہا ہے اور خرچ کرنے کا بھی اندازہ کیا جا رہا ہے اکٹھی لا کر سارے ایوان کو چکر میں ڈال دیا ہے۔ بہت اس وائٹ پیپر کو بھی ہم نے پڑھا ' وہی پچھلے سال والے لائن کا بھی جناب والا فرق نہیں۔ کم از کم وائٹ پیپر کو آپ دیکھیں وہی ہیڈ آگے اعدادوشمار تبدیل کر دیے گئے ہیں۔ میرے خیال میں کاپیاں بھی کم ہو گئی تھیں انہوں نے صرف آگے سے اعدادوشمار مٹا کر نئے ٹائپ کر دیے ہیں۔ پھر جناب یہ دیکھیں کہ کہیں پر ٹوٹل غلط ہے' کہیں پر اعدادوشمار غلط ہیں' انگریزی والے میں دیکھیں کچھ لکھا ہے اردو والے میں دیکھیں کچھ لکھا ہے۔ ہر چیز سمجھ سے باہر ہو گئی ہے ' پتا چلا کہ پوری کابینہ اس پر غور کرنے کے لیے بیٹھی تھی۔ انہوں نے کہا یہ ٹھیک ہے اس کو پاس کر کے اسمبلی میں پیش کر دیا جائے ۔ وہ جو کابینہ کے مراحل میں میٹنگ ہوئی تو انہوں نے کہا کہ ہم نے سارا کچھ ایڈھاک اور عبوری بنیادوں پر چلانا ہے۔ چونکہ ہم پہلے بھی ایڈھاک اور عبوری بنیادوں پر ہی چلاتے آئے ہیں تو اب بھی ایک ایڈھاک اور عبوری بنیاد پر دستاویز پیش کر دیں۔ جس کی کسی کو سمجھ ہی نہ آئے ۔ اور رونا روئیں کچھ بھی ہو بات گھوم پھر کر مرکزی حکومت کی طرف لے جائیں۔ قوم کو

تنفر کرنے کی کوشش کریں اور بتائیں کہ پنجاب تو پاکستان کے اندر ایک آزاد ملک ہے۔ اس کو نہ مرکز کی پرواہ ہے اور نہ ہی یہ مرکز کی بالا دستی کو تسلیم کرتا ہے اور نہ ہی یہ تسلیم کرے گا۔ یہ محاذ آرائی کی پالیسی پر گامزن رہے گا۔ اپنے اندر کا بھی جو تضاد ہے اس کو بھی اکٹھا کر کے مرکز کے منہ پر مارنے کی کوشش کرے گا۔ باغیانہ رویہ لگاتار اختیار کرے گا اور اسی میں ان کی بقا' اسی میں ان کی سیاست ہے۔ کابینہ میں یہ فیصلہ ہوا کہ اگر یہ بات ترک کر دی گئی تو پھر ہم سیاست کیا کریں گے؟

جناب والا! سیاست کرنے کا اور کوئی راستہ ہی نہیں' یعنی ان کے خیال میں لوگوں کی بھلائی' غریب عوام کی بھلائی' صوبہ کی ترقی اچھے معاشی اصول قائم کرنے یا بڑے تاجروں پر ٹیکس لگا کرے غریبوں کی طرف آمدن کو موڑنا یہ سیاست ہی نہیں' سیاست گھوم گھام کے ایک ہی رہ گئی ہے کہ تیر اٹھائیں' بندوق اٹھائیں' توپ اٹھائیں مرکز کی طرف رخ کر لیں اور چلا دیں۔ جناب والا! اس وقت میرے پاس نہیں ہے میں آپ کو درست نگرز دیتا۔ کہ جو یہ تمام ٹیکس وصول کر رہے ہیں اگر اس کو آبادی پہ تقسیم کیا جائے تو یہ کوئی -/545 روپے فی کس کے حساب سے بنے گا اوسطاً۔ یعنی اگر یہ ہر آدمی سے لینا ہو تو یہ اس سے -/545 روپے سالانہ لیتے ہیں۔ اور جناب والا! جو کچھ یہ خرچ کرتے ہیں وہ -/100 روپیہ بھی نہیں بنتا۔ جو انہوں نے عوام الناس سے وصول کرنا ہے وہ -/545 روپے ہے اور جو انہوں نے ان کی فلاح پر خرچ کرنا ہے وہ -/100 روپیہ بھی نہیں بنتا۔ باقی اخراجات میں افسر شاہی کی گاڑیاں چاہییں' افسر شاہی کا رشوت سے گزارا نہیں ہو رہا' ابھی جو سہولتیں ہیں رشوت کے علاوہ ذرا ان پہ غور فرمائیں۔ "او فیر وزیر لے لیندے ہون گے' عوامی حکومت آ گئی اے' ساڈا تے قصور نہیں نا۔" اس میں جناب والا! کوئی ایسا افسر نہیں جس کو تین گاڑیاں نہ چاہیے ہوں' جو پابندیاں تھیں کہ اتنا پٹرول ملے گا سب ختم جو پابندی تھی کہ دفتری اوقات کے بعد استعمال نہیں ہوں گی سب ختم' جس وقت بھی آپ بازار چلے جائیں تو جو سرکاری گاڑیاں ہیں ان کی تعداد پرائیویٹ گاڑیوں سے زیادہ ہو گی جو کہ سڑکوں پر بھاگ رہی ہیں' پیچھے بیگمات بیٹھی ہیں اتنے اتنے

زیورات پہنے ہوئے ہیں اور شاپنگ ہزاروں ' لاکھوں کی ہو رہی ہے۔ اس میں جناب والا! شاپنگ تو آ گئی رشوت کی آمدن سے ' اور یہ جو بیورو کریسی بلیک میل کر رہی ہے دونوں حکومتوں کو نیچے بھی اور اوپر بھی اور اپنا کھیل کھیلا رہی ہے ' روز ایک افواہ آجائے گی کہ مارشل لاء لگ رہا ہے اور فلاں ہو رہا ہی یعنی وہ کہتے ہیں کہ واپس ہماری پانچوں گھی میں اور سر کڑاہی میں چلا جائے۔ ایسی سکیمیں بنا رہے ہیں' ایسی کھیلیں بنا رہے ہیں اور اس کو بنیاد بنا کر انہوں نے مرکز پنجاب کا تھلا بجٹ دے دیا ہے۔ جناب والا! یہ بھی اس ملک میں پہلی دفعہ ہو رہا ہے کہ مرکز کی پالیسیوں کے قطعی الٹ بجٹ آ رہا ہے' بالکل متضاد ' اگر مرکز کہتا ہے یہ یہ اقدامات کر کے ترقی کی جائے تو یہ بجٹ کہتا ہے کہ یہ یہ اقدامات کی implementation کس طرح کی جائے ' ان کو رد کس طرح کرنا ہے ' علاوہ ازیں اس ملک کا بیڑا غرق کس طرح کرنا ہے۔ گیارہ سال سے بیڑا غرق کر کے تسلی نہیں ہوئی ' جناب والا! وہ آمر کا دور تھا ' اس کی قلم چلتی تھی ' وہ کہتا کہ یہ عدالتیں بند تو وہ بند تھیں' وہ کہتا کہ ان ملازموں کی چھٹی تو وہ چھٹی تھی ' اس نے پھر ترقی کیوں نہیں کی۔ ادھر جو اتنے سارے عوامی مسائل لے کر عوامی حکومت پر دباؤ ڈالتے ہیں اس پر کیا دباؤ تھا؟ وہ تو شہنشاہوں سے بھی زیادہ با اختیار تھا ' وہ کیوں ترقی کی طرف لے کر نہیں گیا ' اس نے معاشی حالت کو درست کیوں نہیں کیا؟ اور اس کے اثرات مذاق کی بات نہیں سمجھ دار لوگ اس بات کو سمجھ رہے ہیں کہ اس وقت اس ملک کے ساتھ کیا ہو رہا ہے یہ کس چیز کے اثرات ہیں یہ کون سے consequences ہم بھگت رہے ہیں؟ اس کا کیا ہوا اس ان گیارہ سالہ دور کا ' یہ نہیں اس دور کو معتوب کرنا ہے فیکٹس اینڈ فگرز پہ بات کرنی ہے ' اس کے لیے ترقی کروانا بہت آسان بات تھی لیکن پھر Regnant general of the world کس طرح بنتے جناب ' پھر بیورہ کریٹس کروڑ پتی کس طرح بنتے جناب ' ایک ہی کام ہو سکتا تھا کہ یا تو وہ عوامی نمائندوں کو رد کرتے ہوئے اپنے اور اپنی پشتوں کے پیٹ بھر لیں اور یا تو وہ ملک کی ترقی کر لیں۔ ابھی آپ غور فرمائیں کہ مرکزی حکومت کو جن مشکلات کا سامنا ہے ' یہ لوگ تو کہہ دیتے ہیں یہ جو آپ چار پانچ حضرات بیٹھے ہیں میری باتیں سن کر ذرا غور سے سوچیں ' اگر ایک بھی بات غلط ہو ابھی

ایوان میں اٹھ کے بتا دیں۔ اوپر ایک سینیٹ مخالف بیٹھی ہے سرحد میں ایک حکومت پانچ ممبران سے بنائی ہے ' پنجاب کی حکومت مخالف بیٹھی ہے ' بلوچستان کی حکومت مخالف بیٹھی ہے اور سندھ میں انڈین آپ جینے نہیں دیتا۔ اس صورت میں بھی آفرین ہے کہ جو مرکزی حکومت کو چلا رہا ہے نہیں تو آئیں ابھی اس بات پہ بحث کرلیں ' کبھی سوچا کس نے ' جو ملک کا درد رکھے گا صرف وہی سوچے گا ' باقی آ کے صرف نمبر بنانے کے لیے گالی دیں گے۔ اس بات پہ بحث کریں کہ ایک کمال شخصیت ہے کہ جو اتنی ساری چیزوں کو ساتھ مشکلات کا مقابلہ کرتے ہوئے ملک کو کھینچتی ہوئی چلی جا رہی ہے۔ اگر نہیں تو میری ایک بھی بات rebut کریں اگر میں غلط کہہ رہا ہوں۔ ادھر آتے ہیں تو کچھ بات مذاق میں چلی جاتی ہے ۔ Non serious attitude members کا ' total non-serious اور پھر اوپر سے آپ بجٹ دیتے ہیں جو اس سارے بجٹ کو negate کرے ' افسر کیسے نمبر بازی کرتے ہیں کہ مرکزی حکومت یہ یہ اقدامات کر رہی ہے اور ہم ان کو اس اس طرح negate کر سکتے ہیں اور ہم یہ بجٹ دے دیتے ہیں ' پھر دیکھیں گے کہ وہ کیسے چلتے ہیں۔ تو یہ ہے جناب والا! بجٹ تیار کرنے کا اور بجٹ بنانے کا طریقہ اور یہی ہے کابینہ کے پاس کرنے کا طریقہ ' کابینہ نے اس کی جو fitness دیکھنی ہے وہ یہ دیکھنی ہے کہ اس میں مرکز کی مخالفت کتنی ہے تو یہ اب ذہنیت ہو چکی ہے یا یہ ان کی servival کا مسئلہ ہے اور پھر فخر سے کہتے ہیں کہ ہماری servival ہی اس میں ہے کہ ہم پنجاب سے لڑیں اور ہم کریں کیا ' ان کے لیے تو سیاست ہی ختم ہو گئی کہ کچھ اس صوبے کا ' اس عوام کا کچھ لوگوں کا بھی ہم نے کرنا تھا۔ بھول گئے ہیں۔ وہ سوچتے ہیں کہ اپنے سے بڑے قد کے ' مرکز چونکہ صوبے سے بڑا ہے میں کسی اور قد کی بات نہیں کرتا ' وہ لوگ ہی فیصلہ کیا کرتے ہیں اور لوگوں نے کیا تھا اور پھر بھی کریں گے ' کہ اپنے سے بڑی شخصیت کے ہاتھ میں جب ہاتھ ڈالیں گے اور آمنے سامنے آئیں گے تو شاید ہمارا بھی قد بڑا ہو جائے گا۔ کتنی غلط فہمی کی سیاست ہے جناب والا! ادھر کے سربراہان کو بھی سمجھا دیا گیا ہے کہ تمہاری کامیابی ہی ایک ہے مرکز کو گالی دو ' ہر وقت گالی دو ' تمہارا اور کچھ کام نہیں ' تمہیں کوئی نہیں دیکھ رہا ادھر ادھر ' ایک ہی کام

کرتے جاؤ بس پھر تم سیاست میں بالکل فٹ ہو اور تم پاس ہو' یہ تو آنے والا وقت ہی بتائے گا۔۔ جناب والا! یہ بجٹ سچ ہے ورنہ اس کا حل بھی ہے' وہ یہ کہ ملکی درد ہو' جس میں ملکی درد تھا وہ میل کے اپنے سے چھوٹے کے گھر بھی گئے' پیغام بر بھی بھیجے' بھائی بھی کہا' آگے سے پھر گالی پڑی' وہ کہتے ہیں کہ جی ہم ملک دوست ہیں اور جو ملک کے لیے اور ملک کی فلاح کے لیے جو اپنی عیدوں کو بھی قربان کر رہا ہے وہ ملک دشمن ہے۔ کیسی الٹی گنگا بہتی ہے اخبارات والوں کو بھی کچھ خیال نہیں۔ صرف stunt news پہ اخبار بیچ رہے ہیں جونسا مرضی ہو ٹرسٹ کا ہو' پرائیویٹ ہو' ایک ہی کام ہے stunt news لگائیں' سرخی جناب والا پڑھیں رونگٹے کھڑے ہو جائیں گے' نیچے خبر پڑھیں تو کچھ بھی نہیں۔ پورے ملک کا پورے معاشرے کا بیڑا غرق کر دیا گیا ہے اور اس ڈگر پہ چلنا چاہ رہے ہیں' بلکہ چلتے جا رہے ہیں اور پھر اس پر فخر محسوس کرتے ہیں اور جو کوئی بھی عقل کی بات کرتا ہے کہتے ہیں کہ پاگل ہے' بات پسند نہیں آتی کیونکہ اپنی سیاست کے خلاف ہوتی ہے اپنی survival کے خلاف ہوتی ہے۔ وقت کی حکومتوں کے مخالف یہ رویے نہیں ہوا کرتے کہ آپ میں administrative relation ہی نہ ہو' آپ وہ بھی رکھنا پسند نہ کریں اور پھر آپ باغیانہ رویہ کس کو کہیں گے' آپ آئین پہ بھی عمل نہ کریں' رولز پہ بھی عمل نہ کریں' قوانین پہ بھی عمل نہ کریں جو ٹریڈیشنز پہ بھی عمل نہ کریں' جو آپس کی treaties پر بھی عمل نہ کریں تو بغاوت جناب کس کو کہیں گے۔ اس پہ اگر میں کہوں کہ ان لوگوں پہ ہائی کورٹ میں مقدمہ چلنا چاہیے تو ادھر سے اچھل کود شروع ہو جائے گی۔ جناب والا! یہ وہ رویے ہیں یہی وہ طریقے ہیں' آپ کریں سیاسی بنیادوں پہ مخالفت کریں' ذاتی بنیادوں پہ گالی دے کے مخالف کرنا' روز کا معمول ہو گیا ہے جناب والا! آج کا بھی اخبار اٹھا کر دیکھ لیں ادھر ایک کمیٹی بیٹھی ہے' یہ کیا ہے جی کہ یہ ایک مصالحتی کمیٹی ہے۔ کل کے اخبار میں شہ سرخی لگی ہوئی تھی کہ وزیر اعلیٰ پنجاب صاحب ذرا سے خوبصورت الفاظ میں پھر کہہ رہے تھے کہ وزیر اعظم غدار ہے انڈیا سے ملی ہوئی ہے۔ اور -- (اس موقع پر سپیکر کی طرف سے buzzer ہو گئی---) حد ہے' کچھ عقل کرو' کچھ تو سوچو وہ تو واحد شخصیت ہے جس کی پانچوں جگہوں

یہ کچھ نہ کچھ تو چیز ہے ' پشاور میں ' کشمیر میں' پنجاب میں ' بلوچستان میں سندھ میں ' کسی اور چیز کا نام تو بتاؤ جس کے پاس ہو۔ اس چیز کو ہی تسلیم کر لو اور اس طرح کی پھر سیاست کرو تاکہ ملکی نقصان تو نہ ہو۔ آپ کی گالی سے ان کی پانچ جگہوں پہ ان کی یہ بنیادیں ختم نہیں ہوں گی وہ رہنی ہی رہنی ہیں ' وہ قائم ہیں۔ جو بے بنیاد ہیں ان کو اپنی اصلاح کرنی پڑے گی۔ یہ بیورو کریسی کی jugglery سے نکلنا پڑے گا۔ اس پہ حاوی ہونا پڑے گا ' ان کو بتانا پڑے گا کہ آپ افسر نہیں ملازم ہیں ' ان کے ذہن صاف کرنے پڑیں گے ' میں نے تو دیکھا ہے کہ سیکرٹری وزیر سے ایسے بات کرتا ہے کہ جیسے وزیر اس کا ماتحت ہے اور وزیر اس کو سرسرکر رہا ہوتا ہے شاید اس کو یہ ہے کہ کل کو اگر وہ وزیر نہ ہوا تو اپنے ذاتی اغراض و مقاصد کے لیے جانا ہی اس کے پاس ہے نہیں تو میں نام لے لے کر مثالیں دے دیتا ہوں' پھر اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آئیں گے۔ اپنے سیکرٹری کو وزیر سر کہہ رہا ہے یہ میں نے پہلی دفعہ دیکھا ہے۔

وزیر خوراک، "کسے داناں تے لو۔"

چودھری محمد وصی ظفر، --- مسکراتے ہوئے--- میں تمہارا نام لے لیتا تو پھر کیا کرو گے۔ تو جناب والا! صورت حال یہ ہے۔ ٹھیک ہے وہ ایک مستقل ڈھانچہ ہے ان کے ذریعے بھی نہیں چل رہی یہ ان کو آؤٹ بھی کر دیں تو یہ نہیں ختم ہوتا ' وہ باتیں اپنی جگہ پر درست ہیں یہ نہیں کہتے کہ ان کو ٹوٹل lost کر دیں ' لیکن وہ اپنے حساب کتاب میں رہیں' سیاست دان اپنے حساب کتاب میں رہیں ' معاشیات دان اپنے حساب کتاب میں رہیں ایک درد پیدا کریں کہ مل جل کر ملک کو کیسے چلانا ہے ' لوٹنے کا در چھوڑ دیں ' صبح کر گھر سے نکلتے ہیں سرکاری ملازم ' کلرک اور پٹواری سے لے کر اوپر تک ایک پلاننگ بنا کے کہ کدھر کدھر سے لوٹ کے' کس کس مد میں سے لے کے' کیسے کیسے اور کتنا کما کے ہم نے واپس آنا ہے ' یہ سوچ بن گئی ہوئی ہے ' اس سوچ پہ ملک چل رہا ہے اگر میں غلط ہوں تو مجھے نوک دینا۔ گھر سے کلرک نکلے گا وہ بھی اس منشاء پہ ' چپڑاسی نکلے گا وہ بھی اس منشاء پہ ' اور ان کا جو بھی بڑے سے بڑا ہے جب وہ نکلے گا وہ بھی اس منشاء پہ کہ میرے ذمے کیا کیا ہے اور میں

نے کیسے کیسے پیسے کمانے ہیں اور میں نے یہ کیسے واپس لے جانے ہیں۔ ان کو ہضم کیسے کرنا ہے اور پھر ان کو استعمال کیسے کرنا ہے شکریہ' جناب والا!۔

جناب ڈپٹی سپیکر: جی اشفاق صاحب آپ۔۔۔

جناب محمد اشفاق: بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○ جناب سپیکر! اگر اجازت ہو تو میں پنجابی میں بات کر سکتا ہوں۔۔

جناب سپیکر: جی ارشاد فرمائیں۔

جناب محمد اشفاق: [پنجابی] جناب والا! آپ کا شکریہ' آپ نے مجھے بولنے کا موقع دیا کیونکہ ہم بھی اپنے حلقے سے ووٹوں کے ساتھ جیت کر آئے ہیں۔ ہمارے لوگوں کی بھی کچھ خواہشات ہیں ہم نے یہاں اور اپنے علاقے کے لوگوں کی نمائندگی کرنی ہے گو ہمیں یہاں سے کچھ ملے یا نہ ملے لیکن ہم نے رونا ضرور ہے۔ ہمارے بعض دوستوں کو ہمارا یہ رونا یا ہماری یہ فریادیں بھی پسند نہیں ہیں' قصیدے تو وہ پڑھیں جنہیں سب کچھ ملتا ہے۔ جن کے علاقوں میں ترقیاں ہوتی ہیں' جب ہمارے علاقے میں ترقی نہیں ہو گی' ہمارے پیپلز پارٹی کے ممبر ہونے کی سزا ہمارے علاقے کی عوام کو دی جائے گی اور کم از کم ہم فریاد ضرور کریں گے۔ میں مانتا ہوں کہ ملک طیب خان صاحب کے علاقے میں بہت کم ہوا ہو گا' بہت ڈویلپمنٹ ہوئی ہو گی' لیکن میں اپنے علاقے' اپنے حلقے کی بات بتاتا ہوں کہ وہاں بچیوں کے ہائی سکولوں کی بھی چار دیواری نہیں۔ وہاں بچوں اور بچیوں کے ہائی سکولوں کی عمارتیں ہی نہیں اور جب اس پیپلز پروگرام میں سے بنانے لگتے ہیں تو وہ روک دیتے ہیں کہ بھئی آپ نہیں بنا سکتے' وہ علاقہ ہمارا ہے' ہم وہاں بستے ہیں ہمیں وہاں کی تکلیفوں کا احساس ہے' یہاں کی پنجاب حکومت کو وہاں کا احساس نہیں۔ میں یہ دعوے سے کہتا ہوں کہ وہاں کے جو ڈسٹرکٹ ہسپتال

ہیں وہاں پینے کو پانی نہیں ملتا اگر یہ غلط ہے تو ہم ثابت کرتے ہیں، وہاں تو ٹھنڈا چھوڑ کر گرم پانی بھی پینے کے لیے نہیں ملتا۔ مریضوں کی بیٹھنے کے لیے چھاؤں بھی نہیں ملتی۔ وہاں آئی سپیشلسٹ ہے مگر سامان نہیں، میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ جو بات جھوٹی ہو میرے منہ پر کرو۔

ملک محمد طیب خان اعوان: یہ تو پیپلز پروگرام کو بتاؤ مجھے کیا بتانا ہے۔

جناب محمد اشفاق: وہاں آئی سپیشلسٹ یہاں لاہور سے گیا، لیکن وہاں سامان موجود نہیں، میں ہسپتال گیا پوچھا، وہ کہنے لگے جی! پچھلے سال جو ایم ایس تھے انہوں نے کسی جگہ دارالاحسان donation لی تھی جب ان کا تبادلہ ہوا تو وہ ساتھ سامان بھی لے گئے اب ڈاکٹر موجود ہے سامان نہیں ہے۔ یہ کس کی کوتاہی ہے کس کے پاس جا کر روئیں ہم اسمبلی میں بھی بات کریں تو ہماری بات کو کون سنے گا۔ وزراء کے پاس ہم نے نہیں جانا اگر جائیں بھی تو وہ ہماری بات نہیں سنیں گے اس لیے ہم جاتے ہی نہیں۔ وہ سنتے ہی نہیں بلکہ الٹا طعنہ دیتے ہیں میرا ریکارڈ ہے کہ کوئی وزیر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں آج تک کبھی اس کے دروازے تک بھیک مانگنے کے لیے گیا ہوں، نہ وزیر اعلیٰ کے پاس جائیں گے ہم غیرت مند ہیں بے عزت نہیں ہونا چاہتے لیکن اسمبلی میں ہم اپنے مسائل ضرور آپ کو بتائیں گے، حل آپ نے پھر بھی نہیں کرنے لیکن ہم احتجاج ضرور کریں گے۔ کتنے دکھ کی بات ہے کہ ایک ضلعی ہیڈ کوارٹر ہسپتال، ضلعی صدر مقام پر ہو، آنکھوں کا ڈاکٹر سپیشلسٹ ہو لاہور کا رہنے والا بڑا قابل آدمی، لیکن وہاں کے اوزار ایم ایس کا تبادلہ ہوا وہ ساتھ ہی لے گیا۔ یہ کیوں لے گیا جی؟ کہنے لگا کہ میں نے دارالاحسان والوں سے donation لی تھی اس لیے میں اپنے اوزار واپس لے جا رہا ہوں، اس ڈاکٹر نے مجھے اتنی لمبی لسٹ بنا کر دی کہ جناب ہمیں کوئی اوزاروں کا بندوبست کرا دو، میں نے کہا بھی کہ پنجاب گورنمنٹ ہماری بات نہیں مانتی۔ ہمارے کہنے پر انہوں نے پہلے پڑے ہوئی اٹھا کر لے جانے ہیں اگر پیپلز پروگرام میں سے دیے تو وہ داخل نہیں ہونے دیں گے۔ اب اس کے علاوہ میں بجٹ کی طرف آتا ہوں۔

تعمیر وطن پروگرام کے تحت میں بجٹ پڑھتا رہا ہوں، میں نے تمام کتابیں کھولیں مگر

ہمیں کہیں بھی ٹوبے کا نام نظر نہیں آیا اگر کہیں نظر آیا تو وہ ٹوبہ کمالیہ تحصیل کمالیہ آ گئی کیونکہ وہاں کے مشیر ہیں ریاض فتیانہ صاحب ہمارے دوست ' اگر کوئی تھوڑا بہت اور کوئی چیز نظر آئی ۔ لیکن میرے ٹوبے کو مسلسل نظر انداز کیا گیا ہم اس پر سخت احتجاج کرتے ہیں۔ پھر کھیت سے منڈی تک سڑکوں میں اس طرح دھوکہ دینے کی کوشش کی گئی کہ ایشین ڈویلپمنٹ بنک کی سڑکیں 3 بن رہی ہیں ' 3 ابھی بنی ہیں وہ منظور ہو چکی ہیں وفاقی حکومت وہ پیسہ دے رہی ہے حکومت پاکستان بلدیات و دیہی ترقی ' لیکن بجٹ میں یہ ظاہر کیا گیا کہ شاید یہ پنجاب گورنمنٹ بنا رہی ہے' اور وہاں بھی ٹرخانے کی کوشش کی گئی ہے۔ اس کے علاوہ چھوٹی چھوٹی سڑکیں پانچ پانچ ' چھ چھ لاکھ کی دیں پورے حلقے میں اس کے علاوہ وہاں کوئی ڈویلپمنٹ نہیں دی گئی حالانکہ اس کے لیے 90 کروڑ روپیہ رکھا گیا ' میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ 90 کروڑ روپے میں ٹوبے کا کوئی حصہ نہیں ' ہمیں تو پوچھنے کا تب حق ہے۔ اس کے علاوہ لائیوسٹاک ڈویلپمنٹ فنڈ میں سے ٹوبے کے لیے کوئی فنڈ کوئی چیز نہیں رکھی گئی۔ اس کے علاوہ جنگلات میں اور جنگلی حیات میں کوئی فنڈ نہیں رکھے گئے حالانکہ پچھلے سال اخبارات میں انہوں نے اعلان کیا تھا کہ وہاں وائلڈ لائف کا ایک فارم بنایا جائے گا وہاں بہت زیادہ جنگلات ہیں لیکن اس کے لیے بھی بجٹ میں کوئی پیسہ مخصوص نہیں کیا گیا۔ اس کے علاوہ ماہی گیری میں کوئی پیسہ نہیں رکھا گیا' امداد باہمی میں کوئی نہیں رکھا گیا' خوراک میں کوئی نہیں رکھا گیا' کم آمدنی والے مکانات کی مد میں کچھ نہیں رکھا گیا دیہی ترقی کے پروگرام میں ٹوبے کا کوئی حصہ نہیں رکھا گیا۔ دیہی آب رسانی میں جو منصوبے مکمل بھی ہو گئے جن کا افتتاح بھی ہو گیا وہ لکھے ہوئے میں نے دیکھے ہیں' میں چکوک کی مثال دے سکتا ہوں ' چک نمبر 299 کا افتتاح آج سے دس سال پہلے کیا گیا اس کے علاوہ مزید چار پانچ چکوک کے منصوبے ہیں ' اس کے علاوہ شہری آب رسانی میں ڈھائی کروڑ روپیہ بتایا گیا ' پچھلے سال وہ منصوبہ وفاقی حکومت کی امداد کے ساتھ شروع کیا تھا لیکن بدقسمتی بندوں نے یہ نہیں دیکھا کہ پانی بھی اس قابل ہے یا نہیں ڈھائی کروڑ روپیہ لگا کر پانی شہر میں ضرور پہنچایا گیا ابھی منصوبہ مکمل نہیں ہوا لیکن تازہ تازہ پانی پی لو تو ٹھیک ہے لیکن اگر گھنٹہ دو گھنٹے سٹور کر لیں تو

کڑوا ہو جاتا ہے۔ لیکن ہم احتجاج کرتے ہیں کہ کم از کم یہ بھی تحقیقات کی جائے کہ جو منصوبہ بنایا گیا یہ پیسہ ضائع کیا گیا' یہ کیوں نہیں دیکھا گیا کہ آیا یہ پانی اس قابل ہے کہ لوگوں کو پینے کے لیے دیا جائے۔ اور یقیناً اس کے ساتھ بیماریاں پھیلیں گی ۔ جن علاقوں میں بھی پانی پہنچا ہے وہ لوگ بتاتے ہیں کہ تازہ تازہ پی لو تو ٹھیک ہے ' اگر تھوڑی دیر رکھ لو تو کڑوا ہو جاتا ہے ۔ اس کے علاوہ اطلاعات اور ثقافت میں کوئی پیسہ نہیں رکھا گیا۔ صحت والی بات تو میں نے کر ہی لی ہے کہ جناب ' ہسپتالوں میں سامان کوئی نہیں۔ اگر وزیرصحت ہوتے تو ان کو درخواست کرتا ہوں کہ وہاں کچھ نہ کچھ فنڈ دیں تاکہ سامان تو خریدا جا سکے ورنہ ڈاکٹروں کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ وہاں سے ڈاکٹروں کو بھی واپس بلا لو۔

اس کے علاوہ کوئی چھ سات مہینے پہلے وزیر اعلیٰ پنجاب جناب میاں نواز شریف ٹوبے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک ایم این اے کو تیرہ کنے زمین الاٹ کی اس پر مہربانی کی تھی۔ سکول بنانے کے لیے انہوں لیزتے جگہ لی تھی۔ وزیر اعلیٰ صاحب وہاں افتتاح کرنے چلے گئے۔ جب وزیر اعلیٰ صاحب گئے تو وہاں ڈھائی سو دکانیں بنی ہوئیں تھیں۔ یعنی جگہ سکول کے لیے لی اور ڈھائی سو دکانیں انہوں نے وہاں بنا دیں۔ یہ کتنی زیادتی ہے یہ قانون کی بھی خلاف ورزی ہے ۔ سکول تو پتا نہیں کب بنے گا سب سے پہلے انہوں نے وہاں ڈھائی سو دکانیں بنا دیں۔ اور شہر میں جو کہ کمیٹی کا بڑا قیمتی رقبہ ہے۔ کم از کم 40,30,25 ہزار روپے مرلے کی جگہ ان کو تیرہ کنے الاٹ کر دیے گئے۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ کے شہریوں نے کالی جھنڈیوں کے ساتھ احتجاج کیا ۔ کالی جھنڈیوں کے ساتھ جلوس نکالا میاں نواز شریف کے وہاں آنے پر لوگوں نے احتجاج کیا یہ زیادتی ہے ۔ میاں صاحب وہاں گئے۔ انہوں نے مزید تو کچھ نہیں کیا ۔ 50 لاکھ روپے کا اعلان کیا۔ کہ یہاں ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ایک پارک 50 لاکھ روپے کی لاگت سے بنایا جائے گا۔ لیکن بجٹ میں مجھے اس لیے کوئی پیسہ نظر نہیں آیا۔ ہمارا تو خیال تھا کہ اس بجٹ میں لازماً پیسہ رکھیں گے۔ اس کے بعد میاں صاحب نے ریڈیو ' اخبارات ' ٹیلی ویژن میں اعلان کیا کہ جناب چیچہ وطنی اوور ہیڈ برج بنایا جائے گا ' چیچہ وطنی' ٹوبہ ٹیک سنگھ' لیاقت پور۔ لیکن

میں نے سار بجٹ ڈھونڈا ہے۔ ٹوبے کے لیے کوئی پیسہ مختص نہیں کیا گیا' چچہ وطنی کے لیے کیا گیا' لیاقت پور کے لیے کیا گیا۔ میں سخت احتجاج کرتا ہوں کہ کم از کم تم لوگوں نے جو وعدے کیے ہیں ' اپنی زبان کے ساتھ جو اعلان کیے ہیں وہ تو پورے کرو۔ وہاں تو فنڈ کوئی نہیں رکھے گئے۔ ڈی سی ٹوبہ کے گھر کے باورچی خانے بنانے کے لیے دو' تین لاکھ روپے رکھے گئے ہیں جو کہ میں نے دیکھا ہے کہ باورچی خانے کے لیے اتنے لاکھ روپیہ ' آپریٹر کے بیٹھنے کے لیے اتنے روپے۔ یہ وہ یہ ہی نظر آیا ہے۔ حالات یہ ہیں کہ وہاں تھانہ صدر کی اپنی بلڈنگ ہے نہیں۔ وہ بھی ایک کرایے کی بلڈنگ میں تھانہ بنا ہوا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اس بجٹ میں کچھ پیسے مخصوص کیے جاتے۔ وہاں کوئی بلڈنگ بنتی۔ وہاں سیاہوں ملازموں کے لیے رہنے کا کوئی انتظام ہوتا لیکن اس طرف کوئی توجہ نہیں دی گئی۔ جب کہ یہاں کی ہاؤسنگ کالونی میں مزدوروں کے 40 پلاٹ تھے۔ 27 پلاٹ وزیر اعلیٰ کے خاص لوگوں کو دے دیے گئے۔ اور ان لوگوں کو دے دیے گئے جو زمین دار تھے' کھاتے پیتے تھے' آئی جے آئی کے بڑے بڑے سپورٹر تھے۔ انہوں نے وہ قیمتی پلاٹ مزدوروں کے کوٹے میں سے وزیر اعلیٰ کے احکامات کے ساتھ الاٹ کر لیے گئے۔ یہاں تک کہ انتہائی دکھ کی بات ہے کہ جو سابق ایم پی اے تھا جو میرے ساتھ الیکشن لڑا اسے بھی معذوروں کے کوٹے میں سے تین پلاٹ دیے گئے۔ اس کی نظر کمزور تھی۔ شاید اس لیے اسے معذور بنا کر تین پلاٹ دیے گئے۔ ایک اس نے بیچ لیا ہے' دو پر اس کی کوٹھی وغیرہ بن رہی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ دو۔ علاقے کے لیے دو۔ مگر یہاں الٹی گنگا بہتی ہے۔ علاقے کو دینے کی بجائے اسے مارکیٹ کمیٹی کا ایڈمنسٹریٹر بنا دیا گیا۔ اسے جیپ دے دی۔ وہاں چھ چھ سو بارہ بارہ سو کی ریڑھیاں بنا دیں۔ وہ بھی عیسائیوں نے لینے سے انکار کر دیا کہ ہم نے یہ ناقص ریڑھیاں نہیں لینی ۔ وہاں بڑی نوازشات کیں۔ کہ رجھانے چوک میں غریب لوگ کچے مکان بنا کے بیٹھے تھے وہ سارے زبردستی مسمار کروا کر اسے تین کنال زمین 30 سالہ لیز پر الاٹ کر دی۔ لیز کے بعد چوک میں وہاں پراپرٹی ڈیلر آنے شروع ہو گئے۔ اس کی ایک کروڑ سولہ لاکھ روپے قیمت لگ گئی۔ انہوں نے یہ شرط لگائی کہ اس کے پہلے مالکانہ حقوق لے لو تو ایک کروڑ سولہ لاکھ روپے دے دیں گے۔ اب

اس کے مالکانہ حقوق کی مسل چھ ہزار روپے فی مرلہ لگا کر جاری کی ہے۔ یقیناً اس کو مل جائی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ اس میں کوئی رکاوٹ نہیں پڑے گی۔ کم از کم لاکھ روپے فی مرلے کی جگہ چھ ہزار روپے مرلے کے حساب سے وہ خریدیں گے۔ اس کے علاوہ تین کنال جگہ اور بھی تھی۔ یہاں ہمارے وزیر اعلیٰ کے ایک مشیر، میرے بزرگ بھی ہیں انہوں نے شور مچایا کہ جی! علاقہ میرا ہے۔ جگہ کیوں بیچ دی ہے۔ اسے کہا کہ چل تین کنال جگہ باقی ہے آپ لے لیں۔ اس نے بھی اپنے ایک دوست کے نام لگوا دی کہ آدھ تیرا آدھ میرا۔ اس طرح بندربانٹ ہوئی ہے لوٹ مار کا بازار گرم ہوا ہے۔ ہم نشان دہی کیوں نہ کریں یہ تو لوٹ مار ہو رہی ہے۔ پچھلے اجلاس میں میں نے سوال دیے بھی تھے، لیکن وہ گول ہو گئے۔ وہاں چار مربعے زمین سرکاری ملازموں نے جب انہوں نے لوٹ مار ڈالی ہوئی تھی تو سرکاری ملازم کیوں نہ لوٹ مار کریں انہوں نے ریونیو کی ایک کمیٹی بنا کر چار مربعے جو قیمتی زمین تھی وہ سوسائٹی کے نام لی ہے۔ ساڑھے چار سو روپے فی مرلے کے حساب سے منتقل کروالی ہے۔ جب کہ وہاں قیمت کم از کم 20 ہزار روپے فی مرلہ ہے۔ جناب والا! ہمارے وزیر اعلیٰ کے ایک مشیر کے بیٹے کے نام بھی دو کنال کا پلاٹ الاٹ ہے۔ حالانکہ وہ ریونیو کے ملازمین کے لیے ہے جو غریب حق دار تھے ان کو تو نہیں ملی، مگر وزیر اعلیٰ کے مشیر کو خوش کرنے کے لیے دو کنال کا پلاٹ بیٹے کے نام بھی لگا دیا۔ جناب والا! ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم نشان دہی کریں، ایوان کے سامنے یہ چیز رکھیں، بتائیں کہ یہ کرپشن ہو رہی ہے، یہ زیادتی ہو رہی ہے۔ اس کا کچھ بنے نہ بنے، ہم پر یہ ذمہ داری عاید ہوتی ہے کہ ہم نشان دہی کریں۔ وہاں میں دعوے کے ساتھ کہتا ہوں کہ وہاں کوئی زمین نہیں چھوڑی جس کا ہاتھ پڑا، اس نے زمین الاٹ کروا لی۔ مطلب جو آئی جے آئی کا تھا، جہاں زمین ملی، پٹواریوں نے تلاش کر دی وہیں الاٹ کرا لی۔ اس طرح یہاں لوٹ پڑی ہوئی ہے۔ اور بجٹ میں ہمارے ساتھ جو زیادتی کی گئی، میں سخت احتجاج کرتا ہوں۔ کم از کم وزیر اعلیٰ کو اپنے وعدے کا پاس کرنا چاہیے تھا۔ اور جو انہوں نے خود اعلان کیے تھے ان کی پاس داری ضروری تھی۔ میں اس اقدام پر سخت احتجاج کرتا ہوں اور میں واک آؤٹ کرتا ہوں۔

(فاضل رکن ایوان سے واک آؤٹ کر گئے)

(نعرہ ہائے تحسین)

جناب ڈپٹی سپیکر، آپ کچھ فرمانا چاہتے ہیں؟

چودھری محمد جعفر اقبال، مجھے بھی اگر پانچ منٹ مل جائیں تو۔

جناب ڈپٹی سپیکر، بسم اللہ کیجیے۔ پندرہ منٹ ہیں۔

چودھری محمد فاروق، فاضل رکن ایوان سے واک آؤٹ کر گئے ہیں۔ میں انہیں واپس لے آؤں؟

جناب ڈپٹی سپیکر، میرا خیال ہے، کوشش کریں اور انہیں منا کر واپس لے آئیں۔

چودھری محمد جعفر اقبال، بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ جناب سپیکر! میں سمجھتا ہوں کہ ایوان میں موجودگی بھی ہو اور آج یہاں موقع بھی ملا ہو تو اپنے حلقے سے ناانصافی ہو گی۔ اپنے صوبے سے بھی کہ موقع فراہم بھی ہوا ہو اور پھر بھی ہم خاموش بیٹھے رہیں۔ یہ قیمتی وقت ہے۔ یہ ملک اور قوم کے لیے جو نہایت قیمتی وقت ہے۔ اس کو ہم خاموشی سے گزار دیں۔ (اس مرحلے پر چودھری محمد فاروق فاضل رکن جناب محمد اشفاق کو ایوان میں واپس لے آئے) (نعرہ ہائے تحسین)

جناب والا! میرا تعلق پنجاب کے سب سے آخری ضلع رحیم یار خان ہے۔ سادگی سے یوں کہوں گا کہ ہم ایک ٹیبل پر بیٹھے ہیں لیکن وہاں آج سے کچھ عرصہ پہلے جو حالات تھے اور وہاں پچھلی حکومتوں میں جو حالات تھے وہ کچھ اس قسم کے تھے کہ ہمارے ساتھ سوتیلوں والا سلوک ہوتا تھا۔ سن ساٹھ میں اور ستر میں جو بھی حکومت آئی اس نے اس علاقے پر کچھ توجہ نہ دی۔ غالباً سمجھتے تھے کہ وہ علاقہ خاص اہمیت کا حامل نہیں۔ وہاں اگر توجہ نہ بھی دی جائے تو کوئی بات نہیں۔ لیکن مجھے خوشی ہوئی ہے اور یہ فخر سے کہتا ہوں کہ ہماری حکومت، مسلم لیگ کی حکومت آئی جے آئی کی حکومت، میاں نواز شریف صاحب کی حکومت نے نہایت دانش مندی کے ساتھ اس علاقے کے احساس محرومی کو ختم کرنے کے لیے خاص اقدامات کیے ہیں اور میں نے اپنی پچھلی بجٹ کی تقریر میں چند جگہوں کی نشان

دہی کی تھی۔

چودھری محمد وصی ظفر، جناب والا! میرا پوائنٹ آف آرڈر یہ ہے کہ یہ حکومت کس جماعت کی حکومت ہے۔ مسلم لیگ کی حکومت ہے آئی جے آئی کی حکومت ہے یا میاں نواز شریف کی حکومت ہے یا کسی فرد واحد کی حکومت ہے یا آئی جے آئی کی حکومت کو میاں نواز شریف کی سربراہی میں اس وقت قائم ہے۔ انہوں نے تینوں باتیں ایک سانس میں کہہ دیں ہیں۔

چودھری محمد جعفر اقبال، جو احساس محرومی جو تھی وہ تعمیر وطن پروگرام فنڈز لکھ کر میں سمجھتا ہوں کہ کسی حد تک احساس محرومی کم کر دی ہے۔ جناب والا! ہمیشہ بجٹ میں انصاف کے ساتھ تمام علاقوں میں ڈویلپمنٹ ہونی چاہیے تھی وہ نہ ہوئی لیکن ان دو بجٹوں میں پچھلے بجٹ میں بھی اور اس بجٹ میں بھی خاص کر اس علاقے کا خیال رکھا گیا ہے۔ خصوصاً پورے پنجاب میں تعلیم میں۔ صحت عامہ کی طرف اور یہاں ایک اور چیز قابل ذکر ہے تعلیم کی طرف سب سے پہلی بار پرائمری تعلیم مفت کی گئی ہے اور پچھلی بار بھی اس چیز کو مد نظر رکھا گیا تھا۔ جو افراد اپنی زندگی کا قیمتی وقت ساری عمر ملک اور قوم کی خدمت کرتے ہوئے گزار دیتے ہیں اس کا بھی خیال رکھا گیا ہے اور پنشن کے بارے میں بھی خصوصی کام کیے گئے ہیں۔ جناب والا! میرے علاقے میں آج کل بہت اہم مسئلہ ہے اور اس کا ذکر اس ایوان میں بار بار ہوا اور تقریباً روز ہوتا ہے۔ وہ کیا ہے ہمارے بہت سارے بھائی سندھ سے ہمارے پنجاب کی طرف آ رہے ہیں۔ وہ لوگ جو 60 میں یہاں سب کچھ چھوڑ کر خوش گئے تھے وہ اس ملک کا ایک حصہ ہے۔ وہاں محنت کریں گے اور باقی زندگی سکھ چین کے ساتھ گزاریں گے۔ نہایت افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ میں بحیثیت وہاں کا رہنے والا بھی ہوں میرا سندھ ذاتی طور پر کاروبار بھی ہے۔ میری وہاں زمینیں بھی ہیں۔ میں واضح طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں۔ میں نے چونکہ یہ کوئی تقریر تیار نہیں کی ہے میں نے اس قسم کی کوئی تیاری نہیں کی ہے کہ میں آپ کے سامنے کوئی غلط بیانی کروں۔ میں آج وہ بات آپ کے سامنے کرنا چاہتا ہوں۔ جو دل کی گہرائیوں اور حقیقت پر مبنی ہو وہاں جب رحیم یار خان بارڈر پر آتے ہیں میں نے کچھ اپنے ساتھیوں کو پریس کانفرنس میں پرسوں دعوت

دی ہے کہ آپ میرے ساتھ چلیں کہ وہاں جا کر دیکھیں کہ وہاں کیا حالات ہیں۔ ہم نے وہ اعداد و شمار اخبارات میں پیش کی ہیں جو صرف اور صرف لوگ ٹرکوں پر آ رہے ہیں اور آج کتنے افسوس کی بات ہے۔ بجائے ان لوگوں کا حال پوچھا جائے۔ بجائے ان کی مدد کی جائے بجائے ان کی آنسو پونچھیں جائیں۔ بجائے ان یتیم بیوہ پر ہاتھ رکھا جائے۔ ان کا مذاق اڑایا جاتا ہے اور وہاں جا کر کہتے ہیں کہ وہاں کوئی اس قسم کے حالات نہیں ہیں۔ وہاں کوئی اس قسم کی بات نہیں اور صرف اور صرف اپنی جماعت اور حکومت کو defend کرنے کے لیے ایسا کیا جاتا ہے۔ جناب والا! ہمارے بارڈر پر ایک جگہ گوٹ سبزہ ہے۔ جو سب سے پہلے پنجاب کا حصہ ہے میں اس فورم پر بتا دینا چاہتا ہوں کہ ایک ڈیوٹی مجسٹریٹ بیٹھا ہوا ہے اور وہ اپنے پورے عملے کے ساتھ بیٹھا ہوا ہے وہاں جو لوگ ٹرکوں کو روکتے ہیں ان کے ٹرکوں کے نمبر نوٹ کرتے ہیں ان کے ڈرائیورز کی نام نوٹ کرتے ہیں ان کے لائسنس کے نمبر نوٹ کرتے ہیں اور ان خاندان کا پتا کرتے ہیں کہ وہ کہاں سے آئے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں اور اس سے تھوڑی دور آگے جا کر ایک اور کیمپ لگا ہوا ہے جہاں ان کو طبی سہولت دی جاتی ہے اور ان کے کھانے کا بندوبست کیا جاتا ہے۔ یہ ان کی خوشی ہے کہ وہ پنجاب کے دوسرے علاقوں میں جہاں رشتہ دار بستے ہیں وہاں جائیں یا وہ اگر وہاں رہنا چاہیں تو ان کے لیے کوئی بندوبست کیا جائے اور میں نے یہ بھی figure quote کی ہیں۔ ہمیں 1400 یا ڈیڑھ ہزار کے قریب درخواستیں ملی ہیں جو چاہتے ہیں وہاں ہم بس جائیں۔ جناب والا! کتنی نا انصافی کی بات ہے۔ آج اس ملک کے رہنے والے اسی گھر کے رہنی والے آج بے گھر ہوتے جا رہے ہیں۔ یہاں میرے بھائیوں نے بجٹ پر بہت ساری تنقید کی ہے۔ ان کا حق بنتا ہے اور آج یہ میرا بھی حق ہے کہ میں اپنے علاقے کے لوگوں کی رہ نمائی کرتے ہوئے آپ دوستوں کو بتاؤں کہ میرے علاقے میں سب سے اہم مسئلہ water logging کا تھا۔ سیم اور تھور کا تھا وہ ایک کینسر کی طرح پھیل رہا تھا اور وفاقی حکومت نے اربوں روپے لے کر سکارپ 6 کو دیے۔ لیکن جناب والا! وہاں چل کر حال تو دیکھیں موقع پر کاغذوں میں کروڑوں روپے لگ چکے ہوں گے۔ اربوں روپے لگ چکے ہیں۔ لیکن موقع پر انتہائی ناقص کام ہوا

ہے اور آج واپڈا سکارپ نے وہ تمام ٹیوب ویلز تمام اپنی سکیمیں جو انہوں نے حکومت پنجاب کو سونپ دیں ہیں۔ حکومت پنجاب کو دے دیں ہیں ان کی حالت اور بھی ابتر ہو چکی ہے مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ یہ سلسلہ کس طرح چلے گا اور کس طرح وہاں پرسکون ملے گا۔ کس طرح وہاں کے زمیندار اور کاشت کار کو اپنی زمین کو دوبارہ آباد کرنے کے لیے آسانی ہو گی جناب والا! میرے وہاں کے عوام اور میرے حلقے کے عوام اس پاکستان کے شہری ہیں۔ ان کا کیا قصور ہوا ہے۔ انہوں نے 18 سال بعد مجھے ووٹ دیا اور میں آئی جے آئی کا نمائندہ منتخب ہو کر آیا ان کا کیا یہی قصور تھا اور اس کے بدلے میں آج ان کے ساتھ زیادتی ہو رہی ہے۔ ان پر سوئی گیس بند بجلی بند کی ہے۔ کیا وہ اس علاقے کے رہنے والے یا پاکستان کے حصے کے باشندے نہیں اور ان کی تمام تر سکیمیں اس قسم کی ہیں انہوں نے آج تک ہمارے علاقے میں ایک گاؤں میں بجلی مہیا نہیں کی ایک شہر ایک کنکشن سوئی گیس کا نہیں دیا گیا۔ اس کی کیا وجہ ہے ان کا کیا قصور ہے۔ جناب والا! یہ زیادتی مرکزی حکومت کر رہی ہے۔ زیادتی صرف اور صرف اس لیے کر رہی ہے کہ وہاں سے جو نمائندہ منتخب ہوا ہے وہ ان کی جماعت کا نہیں ہوا ہے۔ آپ میری ذات سے زیادتی کر لیں آپ مجھے ہر طرح سے پریشان کر لیں چاہے انکم ٹیکس نوٹسز ہوں یا بنک کی سہولیات ہوں یہ زیادتی مجھ سے کر سکتے ہیں لیکن آپ وہاں کی عوام کے ساتھ زیادتی نہ کریں۔ ان غریبوں کا کیا قصور ہے۔ جناب والا! ضلع رحیم یار خان کو جانتے ہیں کہ وہاں شدت کی گرمی پڑتی ہے اور وہاں بچے بھی ہیں ان کا کیا قصور ہے آج کل کے اس دور میں جب آپ ان کو بنیادی ضروریات مہیا نہیں کریں گے جب دنیا کہیں سے ہیں چلی گئی ہے آپ ان کو بنیادی ضروریات بھی فراہم نہ کریں جناب والا! مختلف زیادتیوں کی بات ہوئی پنجاب کے ساتھ مرکز کی طرف ایک اور زیادتی ہو رہی ہے میں سمجھتا ہوں کہ صوبہ پنجاب سب سے بڑا صوبہ ہے اور اس کی آبادی بھی سب سے زیادہ ہے لیکن اس کی آبادی اور ان کی ضرورت کے مطابق مرکزی حکومت ان کے وسائل پورے نہیں کر رہی ہے جس کی میں آپ کو ایک مثال دوں گا ہماری حکومت نے بار بار مرکزی حکومت سے درخواست کی اور لا اینڈ آرڈر کو درست رکھنا اس کا اولین فرض ہے اور مجھے خوشی ہے کہ

حکومت پنجاب نے ہمیشہ اپنے آڑے وقت میں اپنی آزمائش پر پورے اترتے ہوئے صوبے پر کنٹرول کیا۔ ہمیں اس صوبہ پنجاب میں لاء اینڈ آرڈر کو قائم کرنے کے لیے 35000 کی نفری درکار ہے لیکن ہمیں مرکزی حکومت کی طرف سے ایک اسامی نہیں دی گئی۔ ایک بھی پیسہ فورس بڑھانے کے لیے نہیں دیا گیا اس کے برعکس انہوں نے سندھ میں دس ہزار پولیس فورس میں نئی اسامیاں پیدا کی ہیں اور آج اس کی حالت آپ کے سامنے ہیں۔ اتنی فورس اور انہوں نے رینجرز میں بھی بڑھائی۔ اس کے باوجود بھی حالات آپ کے سامنے ہیں۔ یہ زیادتیاں چلتی جائیں گی تو کہاں تک جائیں گی۔ میں اس چیز پر اتفاق کرتا ہوں۔ یہاں میرے بہت سے فاضل دوستوں نے کہا ہمیں اس ملک کی تعمیر و ترقی کے لیے مل جل کر کام کرنا چاہیے۔ ورکنگ ریلیشن شپ ہونی چاہیے اور حکومت پنجاب کی طرف سے بھی یہ بات آ رہی ہے کہ چاہتے ہیں لیکن بات صرف کاغذوں میں نہیں ہونی چاہیے۔ بات صرف اخبارو میں نہیں ہونی چاہیے۔ ہم عملی طور پر کرتے ہیں ہم نے عملی طور پر کر کے دکھایا لیکن اس response نہیں ملتا۔ وہی سلسلہ جاری ہے جو انہوں نے قوم کو 1970ء سے شروع کیا تھا اور آج تک جاری کیا ہوا ہے۔ انہوں نے صرف اور صرف زبانی جمع رکھا ہوا ہے۔ جناب والا! میں جو سندھی بھائیو کے بارے میں بات کر رہا تھا جو وہاں سے سندھ سے آ رہے ہیں میں یہ بات ریکارڈ پر لانا چاہتا ہوں۔ اس بات کا ذکر بار بار ہوتا ہے کہ یہ لسانی فسادات پیدا کیے جا رہے ہیں۔ اور پیدا ہو رہے ہیں ہم پر انہوں نے بار بار الزامات لگائے ہیں لیکن میں ایک چیز آپ کو بتاؤں یہ ریکارڈ کی بات ہے۔ 73-1972ء میں پیپلز پارٹی کی حکومت تھی اور پیپلز پارٹی کی حکومت نے سندھ اور کراچی میں جو لوگ بس رہے تھے اور جو حالات تھے اور لوگوں کو پتا ہے کہ وہاں کیا ہوا ہے۔ پہلی بار لسانی فسادات اس دور میں ہوئے جب پیپلز پارٹی کی حکومت تھی۔ یہ اگر چاہیں جب ان کی اپنی حکومت مرکزی بھی ہو۔ ان کی اپنی حکومت صوبائی بھی ہو تو یہ ہر طرح سے اس علاقے میں امن پیدا کر سکتے ہیں۔ دراصل یہ نہیں چاہتے کہ وہاں امن ہو۔ ان کے کچھ اور عزائم ہیں ان کے کچھ اور پروگرام ہیں۔ جناب والا! لاء اینڈ آرڈر کی میں نے صرف مثال دی کہ ہمیں وہاں صرف 35 ہزار اسامیوں کی ضرورت تھی جو پنجاب کو نہیں دی گئیں

اور سندھ کو دس ہزار دے دی گئیں۔ اور اس طرح جہاں بھی مرکز میں اسامی پیدا ہوتی ہے وہ سندھ سے پر کی جاتی ہے۔ انشاء اللہ تعالیٰ وہ وقت آنے کا آپ کو ہم لسٹیں پیش کریں گے۔ آپ دیکھیں گے کہ تمام تر وہ اسامیاں سندھ سے بھرتی کی جا رہی ہیں۔ پنجاب کے رہنے والوں کا کیا قصور ہے؟ یہی قصور ہے کہ انہوں نے اپنے دل کی پسند کی حکومت یہاں قائم کی ہے اور صرف آپ نے زبانی جمع خرچ اور اخباروں تک محدود رکھا اور پراپیگنڈہ کو آپ نے تیز کیا۔ میں تو سمجھتا ہوں ہمارے سب بھائیوں پر سب جو ممبر صاحبان ہیں ان پر فرض عائد ہوتا ہے کہ یہاں کا ایک ایک منٹ قیمتی ہے۔ بلکہ اس چیز پر نہایت افسوس ہوتا ہے کہ غلط پوائنٹ آف آرڈر پر اٹھتے ہیں اور ایوان کا وقت ضائع کرتے ہیں۔ جناب والا! ہمیں یہاں ہماری قوم نے نمائندگی کرنے بھیجا ہے۔ ہمیں اس میں بھیجا ہے کہ آپ میں مل جل کر ایسے حالات پیدا کریں جس سے اس ملک میں امن ہو اور اس ملک میں ترقی ہو۔ لیکن یہاں بہت سارے وقت ایسے بھی آئے جو صرف اور صرف انہوں نے ایوان کو مذاق سمجھا۔ یہاں بہت سارے ہمارے بزرگ بھائی بہت پرانے آنے والے ہیں لیکن مجھے یہاں اس ایوان میں پہلی بار اتفاق ہوا ہے یعنی میں پہلی بار آیا ہوں۔ تو ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہو گا اور ہمیں سارے معاملے کو seriously take up کرنا ہے۔ اور جس قسم کے بھی حالات ہوں ہمیں آپس میں understanding کی ساتھ کام کرنا ہے بعد میں اگر understanding create کرتے ہیں تو کیوں نہیں پہلے کر لی جاتی؟ کیوں ایسے حالات پیدا کرتے ہیں کہ جب یہاں کھڑے ہو کر ہمارے بھائی اذانیں دیتے ہیں اور ہمیں فنانس منسٹر صاحب کی بجٹ تقریر بھی نہیں سننے دیتے۔ میں یہ سمجھتا ہوں اور میں معذرت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ بہت سارے ہمارے بھائیوں کا صرف اور صرف شوق ہی یہ ہوتا ہے کہ صبح پریس میں خبریں ہوں اور تصاویر ہوں۔ جناب والا! اس رویے کو تبدیل کرنا ہو گا۔ ہماری طرف دنیا کی نگاہیں لگی ہوئی ہیں۔ ہمیں تمام تر چیزوں کا بھلا کر ایسے حالات پیدا کرنے ہوں گے جس سے ہماری قوم جو ہم سے توقع کرتی ہے ہم ان کی توقعات پر پورا اتریں۔ جناب والا! میں یہ چند باتیں کرنا ضروری سمجھتا تھا اس لیے میں جناب والا! سے پانچ منٹ لیے ممکن ہے اس سے زیادہ ہو گئے ہوں۔ میں آپ کا نہایت مشکور ہوں

کہ آپ نے مجھے وقت دیا اور میں اپنی نمائندگی کر سکا۔ بہت بہت شکریہ۔

جناب ڈپٹی سپیکر: معزز اراکین میں سے کوئی اور معزز رکن بولنا چاہے!

آوازیں: کوئی نہیں۔

جناب ڈپٹی سپیکر: اجلاس کل صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی کیا جاتا ہے۔

(اس مرحلہ پر اجلاس بدھ 20 جون 1990ء صبح 9 بجے تک کے لیے ملتوی کیا گیا)